مقامات خیر

حضرت شاہ ابوالحسن زید فاروقی

درگاہ شاہ ابوالخیر شاہ ابوالخیر مارگ دہلی

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم

اُذکروا محاسن موتاکم وکفوا عن مساویہم

مقاماتِ خیر

۱۳۹۲ھ

یعنی

حضرت شاہ ابوالخیر عبداللہ محی الدین فاروقی مجددی دہلوی قدس سرہ کے
مبارک احوال اور آپ کے علم و فضل و کمال و ذوقِ سخن کا تفصیلی تذکرہ

معَ ھٰذا

شروع میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ تک
آپ کے آباء کرام کا اور آخر میں آپ کے خلفاء اولاد کا مختصر بیان

تصنیف

حضرت شاہ ابوالحسن زید فاروقی

ناشر

(ڈاکٹر) ابوالفضل محمد فاروقی

درگاہ حضرت شاہ ابوالخیر۔ شاہ ابوالخیر مارگ، دھلی ۶

مقاماتِ خیر

۱۳ ھ ۹۲

یعنی

حضرت شاہ ابو الخیر عبداللہ محی الدین فاروقی مجددی دہلوی قدس سرہٗ کے
مبارک احوال اور آپکے علم و فضل و کمال و ذوق سخن کا تفصیلی تذکرہ

معہٰذا

شروع میں حضرت امام ربّانی مجدّدِ الف ثانی قدس سرہٗ تک آپکے
آبار کرام کا اور آخر میں آپکے خلفار اور اولاد کا مختصر بیان

تصنیف

حضرت شاہ ابو الحسن زید فاروقی

ناشر

ڈاکٹر ابو الفضل محمد فاروقی

درگاہ حضرت شاہ ابو الخیر۔ شاہ ابو الخیر مارگ ۔ دہلی ۶

سلسلۂ مطبوعات شاہ ابوالخیر اکاڈمی دہلی

ناشر .... (ڈاکٹر) ابوالفضل محمد فاروقی

مطبع .... جمال پرنٹنگ پریس۔ چھتہ شیخ منگلو، دلّی ۶

اشاعت .... بار اوّل

تعداد ۵۰۰

کتبہ :۔ محمد اظہر الحق بجنوری

فہرست مضامین مقامات خیر

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ

تعارف واعتراف

للہ الحمد ہر آں چیز کہ خاطر می خواست ۔۔ آخر آمد زپس پردۂ تقدیر پدید

مخدومنا و مطاعنا حضرت پیر و مرشد شاہ محی الدین عبداللہ ابوالخیر مجددی فاروقی قدس سرہ العزیز کے سوانح حیات مبارک موسوم بہ "مقاماتِ خیر" حضرت مخدوم زادہ شاہ ابوالحسن زید فاروقی سلمہ اللہ تعالیٰ نے قلم بند کئے ۔ فَلِلّٰہِ تَعَالیٰ الحَمدُ عَلیٰ ذٰلِکَ ۔

حضرت شاہ صاحب قدس سرہ قاری، حافظ، عالم اور صاحبِ کشف بزرگ تھے ۔ روزانہ مغرب کے بعد سے تہجد تک رُشد و ہدایت میں مشغول رہتے تھے، دن میں مطالعہ فرماتے تھے، ایک مرتبہ مجھ سے فرمایا کہ "ہم نے بخاری شریف مِن اوّلہٖ اِلیٰ آخِرِہٖ لفظاً لفظاً حرفاً حرفاً چودہ مرتبہ پڑھی ہے اور طبقات ابن سعد سات مرتبہ" میں نے جیسی ہیئتِ حق حضرتؒ میں دیکھی کسی اور بزرگ میں نہیں دیکھی، موسم سرما میں دہلی، اور موسم گرما میں کوئٹہ تشریف رکھتے تھے ۔

۱۹۱۶ء میں میں انگلو عربک ہائی اسکول دہلی میں پڑھتا تھا ۔ دسمبر کی تعطیلات میں لکھنؤ گیا ۔ وہاں ماسٹر سید مظہر علیم صاحب فریدآبادی مرحوم کے ساتھ حضرت مولانا عین القضاۃ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک دن بعد عصر حاضر ہوا ۔ ماسٹر صاحب نے حضرت ممدوح سے کہا کہ یہ میٹریکولیشن کا امتحان دینے والے ہیں ۔ آپ دعا کریں کہ کامیاب ہو جائیں، کچھ دیر بعد میں نے عرض کیا کہ حضرت میری تمنا ہے کہ میں داخلِ سلسلہ ہو جاؤں، فرمایا کہ " انگریزی تعلیم سے کدورت پیدا ہوتی ہے اور سلسلے میں داخل ہونے کے لئے صفائی قلب چاہئیے، یہ دونوں باتیں کیسے جمع ہو سکتی ہیں ۔؟ یہ بھی فرمایا کہ " پہلے حلقے میں بیٹھ کر صلاحیت پیدا ہو جائے تب سلسلے میں داخل کیا جاتا ہے ۔ جہاں تمہارے نصیب میں ہوگا وہاں تمہیں یہ سعادت حاصل ہو جائے گی ۔" دہلی واپس آکر خانقاہ مظہریہ میں حاضر ہونے کا خیال کرتا رہا لیکن حضرتؒ کے جلال کی وجہ سے ہمت نہیں ہوتی تھی ۔ بہر حال ہمت کر کے ایک شب منشی محمد سعید خاں آفریدی مرحوم کے ساتھ حاضر ہوا اور خانقاہ شریف میں حاضری کی اجازت چاہی ۔ اول ایک کوٹھری میں بیٹھنے کے لئے ارشاد ہوا، کچھ دیر بعد طلب کیا، جب میں حاضر ہوا، تو حالات دریافت فرمائے ۔

میں نے ڈرتے ڈرتے عرض کیا کہ انگریزی پڑھتا ہوں، ارشاد ہوا کہ آج کل مسلمانوں کے لئے انگریزی پڑھنا ضروری ہے کیونکہ انگریزی تعلیم سے عزت حاصل ہوتی ہے۔ میں نے ہمت کر کے بیعت کی درخواست کی، جو ازراہ شفقت منظور فرمائی۔ الحمدللہ یہ سعادت، خوش نصیبی سے مجھے حاصل ہوئی، شجرہ شریفیہ پر اپنے قلم سے میرا نام مع والدیت تحریر فرما کر مجھے عنایت کیا، میں حاضر ہوتا رہا، بہت شفقت فرماتے اور اپنے تخت کے قریب بٹھاتے تھے۔ چائے سبز نوش فرماتے تھے، مجھے بھی مرحمت ہوتی تھی، کبھی کبھی میں تہجد کے وقت تک حاضر رہتا تھا، کبھی عشا کی نماز میں شریک ہو جاتا تھا، حضرت خود امامت فرماتے تھے، جب الحمد شریف پڑھتے تھے۔ مقتدیوں کے دل میں خوف الٰہی پیدا ہو جاتا تھا تڑپنے لگتے تھے۔

ایک شب میں دو بجے مجھ سے فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ کا ہم پر کتنا بڑا فضل ہے کہ اس وقت جب مخلوق آرام کر رہی ہے۔ یہاں اللہ کے بندے ذکرِ الٰہی میں مصروف ہیں" یہ فرما کر "ھُو" کہا، اور تمام خانقاہ اور قرب و جوار کے مکان اور مسجدیں اَللّٰہ اَللّٰہ کی صدا سے گونجنے لگیں۔ بارہ ربیع الاول کو خانقاہ میں میلاد شریف ہوتا تھا مجلس آراستہ و پیراستہ کی جاتی تھی، شامیانے صحن میں لگتے تھے اور بجلی کی روشنی سے محفل منور ہوتی تھی۔ بعد نماز عشا بہ نفسِ نفیس بیان فرماتے تھے، بڑا مجمع ہوتا تھا، ساری خانقاہ سامعین سے بھر جاتی تھی، صبح صادق کے وقت جو ولادت پاک کا وقت ہے قیام کرتے تھے۔ وفات سے قبل جو مجلس ہوئی، اُس میں دوران قیام میں مجھ سے فرمایا کہ " دیکھو کیسے انوار نازل ہو رہے ہیں، اچھی طرح دیکھ لو، اس کے بعد ایسے انوار دیکھنے نصیب نہیں ہوں گے۔" اسی سال ۲۹ رجمادی الآخرہ شب جمعہ دو بجے اس جہان فانی سے رحلت فرمائی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ؕ

ایک مرتبہ حضرت قدس سرہ العزیز گلاوٹی ضلع بلند شہر تشریف لے گئے، وہاں سے واپسی کے بعد مجھ سے فرمایا کہ "ہمیں وہاں کے لوگ میر مہربان علی صاحب کی قبر پر لے گئے۔ فاتحہ پڑھنے کے بعد ہم نے مراقبہ کیا، مراقبہ سے فارغ ہو کر حاضرین سے کہا۔ کہ میر صاحب مرحوم کے آگے کے دو دانت ٹوٹے ہوئے تھے۔ اور تل چاولی داڑھی تھی۔ لوگوں نے پوچھا کہ کیا آپ نے میر صاحب کو زندگی میں دیکھا تھا۔ ہم نے جواب دیا کہ اب دیکھ رہے ہیں۔"

میرے نانا نواب سر محمد مزمل اللہ خان بہادر مرحوم ممبر کونسل آف اسٹیٹ سے مرض الموت سے قبل جب کہ حضرت تندرست تھے ارشاد کیا کہ تمہارا حکومت میں رسوخ ہے، تم ہمارے خانقاہ

میں دفن ہونے کی اجازت دلا دو۔ نواب صاحب مرحوم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو زندہ و سلامت رکھے۔ حضرت نے مکرر یہ فرمائش کی۔ نواب صاحب خاموش ہو گئے اور انھیں یہ خیال بھی نہیں ہوا کہ عنقریب وفات فرمانے والے ہیں۔ کچھ دن کے بعد حضرت علیل ہوئے اور جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا، ۲۹ جمادی الآخرہ ۱۳۴۱ھ کو بہ وقت ڈھائی بجے شب وفات ہو گئی۔ نماز فجر کے لئے نواب صاحب مرحوم وضو کر رہے تھے کہ چند افغانی مکان پر پہنچے اور حادثۂ جاں کاہ کی اطلاع کی۔ نیز حضرت کی فرمائش یاد دلائی۔ نواب صاحب نے چیف کمشنر سر مالکم ہیلی کو ٹیلیفون کیا لیکن انھیں اجازت دینے میں تامل تھا۔ نواب صاحب نے اصرار کیا اور بالآخر اجازت مل گئی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اپنے جدِ امجد کے پہلو میں دفن ہوئے۔

اس موقع پر میرے والد ماجد (نواب صدر یار جنگ بہادر) مرحوم مغفور نے مجھے حیدر آباد سے تحریر فرمایا کہ "حکیم فرید احمد صاحب (مرحوم) کے خط سے حضرت مولانا ابوالخیر قدس سرہ العزیز کی خبر رحلت دریافت ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔ دلی افسوس اس حادثے پر ہے۔ اس زمانے میں طریقۂ نقشبندیہ مجددیہ کی بڑی رونق ذات گرامی سے تھی۔ حضرت خواجۂ نقشبند قدس سرہ العزیز کا ارشاد ہے کہ "یک گربۂ زندہ بہ از صد شیر مردہ" حضرت تو زندہ شیر تھے۔"

---

۱۴ دسمبر ۱۹۶۲ء (خاکسار) عبید الرحمٰن

حبیب منزل۔ میرس روڈ۔ علی گڑھ

حرفِ آغاز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالشُّکْرُ لَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَمَنْ تَبِعَھُمْ وَاَحَبَّھُمْ ۔ بندۂ عاجز ابوالحسن زید فاروقی مجددی دہلوی عرض کرتا ہے کہ سَیِّدِیْ وَسَنَدِیْ وَحُجَّتِیْ وَوَسِیْلَتِیْ اِلَی اللّٰہِ جَلَّ شَانُہٗ وَعَزَّ بُرْھَانُہٗ ، حضرت شاہ ابوالخیر عبداللہ محی الدین قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ وَنَوَّرَ ضَرِیْحَہٗ کی وفات ۱۳۴۱ھ میں ہوئی آپ کی وفات کے بعد اس عاجز کو خیال ہوا کہ آپ کے احوال مبارکہ اگرچہ ہزارہا مخلصین کے صفحاتِ قلوب پر کَالنَّقْشِ فِی الْحَجَرِ ثبت ہیں لیکن کتابی شکل میں بھی اُن کا قلمبند ہوجانا بہتر ہے ۔ تاکہ بعد میں آنے والوں کے لئے بمنزلۂ مشعلِ ہدایت رہیں ، اور آپ کا ذکرِ خیر باقی رہے ۔

ذکرِ باقی را حکیماں عمرِ ثانی گفتہ اند ؎ ایں ذخیرہ بس ترا کَالْبَاقِیَاتِ الصَّالِحَات

یہ خیال آنے پر اس عاجز نے دو بیاضیں مرتب کیں ۔ تاکہ ایک میں آپ کے خطوط کی نقل اور دوسری میں آپ کے ملفوظات و احوال کو قلمبند کرے ۔ آپ کی رحلت کے چند روز بعد اس خیال کا آنا مبارک ثابت ہوا ۔ کیونکہ ابتدائی سالوں میں یارانِ کہن جوق در جوق دور دراز علاقوں سے برائے فاتحہ و تسکینِ قلب آرہے تھے ۔ وہ اپنے ساتھ ان خطوط کو لائے جو آپ نے اُن کو لکھے تھے ۔ چنانچہ اس عاجز نے ان خطوط کو بیاض پر نقل کیا ، اور ان پاک نہاد افراد سے اُن باتوں کا بھی علم ہوا جو اس عاجز کے ہوش میں آنے ' بلکہ عالمِ وجود میں قدم رکھنے سے پہلے کی ہیں ۔

اس سلسلہ میں حضرت عمۂ محترمہ امۃ الجمیل رحمہا اللہ ونور ضریحہا سے نہایت مفید معلومات حاصل ہوئیں ۔ وہ آپ سے چار سال بڑی تھیں ، قوتِ حافظہ میں آپ کی نظیر

تھیں۔ ایک ایک واقعہ اور ایک ایک بات اُن کو تفصیل کے ساتھ یاد تھی خورد سالی اور پھر جوانی کے واقعات اُن ہی سے معلوم ہوئے ہیں۔ وہ آپ کے بعد سترہ سال تک بہ قید حیات رہیں۔ اُن کا مبارک ذکر حضرت شاہ محمد مظہر قُدِسَ سِرُّہ کے احوال مبارکہ کے ذیل میں ان شاء اللہ تعالیٰ آئے گا۔

جس زمانے میں تالیف کا خیال آیا تھا اُس زمانے میں یہ عاجز طلب علم میں مشغول تھا جاننے والے جانتے ہیں کہ اگر صحیح طور پر علم کی طلب ہو، تو طالب علم کو پھر اتنا وقت نہیں مل سکتا کہ وہ دوسرے مشاغل بھی جاری رکھ سکے۔ یہی بات اس عاجز کو پیش آئی اور تالیف کا ارادہ حیّزِ خیال ہی میں محدود رہا۔ چند سال تک یہ عاجز ہندوستان میں دولتِ علم سے دامنِ مُراد پُر کرتا رہا اور پھر پانچ سال کے واسطے مصر گیا اور وہاں اپنی تشنہ لبی کو مَنَاہِلِ عَذبہ سے سیراب کرتا رہا، اور مصر سے واپسی پر دیگر مشاغل میں مصروف ہو گیا۔

اگرچہ یہ عاجز ۱۳۵۹ھ سے تالیف و تصنیف کی طرف متوجہ ہے۔ لیکن یہ مبارک تالیف جس کا خیال ۱۳۴۱ھ میں آیا تھا، دائرۂ خیال ہی میں محدود رہی۔ البتہ وہ بیاضیں جو اس کام کے لئے بنائی گئی تھیں آہستہ آہستہ پُر ہوتی گئیں، بلکہ ان کے ساتھ دو بیاضیں اور بھی بن گئیں۔

جب کسی کام کا وقت آتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے اسباب ظاہر کر دیتا ہے۔ یہی صورت اس کتاب لکھنے کی ہوئی۔ کہ گزشتہ تین چار سال کے دوران میں چند افراد نے حضرت سیّدی الوالد قدس سرہ کے احوال طلب کئے۔ یہ عاجز اُن کی طلبات پوری کرتا رہا۔ جب چوتھی مرتبہ طلب پوری کر رہا تھا تو خیال آیا کہ کیوں نہ اس کتاب کی تکمیل کر دی جائے جس کا خیال پچاس سال سے اعماقِ قلب میں مستتر ہے۔ اتفاق کی بات ہے کہ اس تازہ خیال کے وقت یہ عاجز حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کے متعلق ایک مضمون لکھ رہا تھا اور اس سلسلہ میں " زبدۃ المقامات " اور " حضرات القدس " کا مطالعہ کر رہا تھا۔ ان کتابوں کے قلمی نسخے اس عاجز کے پاس ہیں اور وہ فہرست سے بالکل مُعرّیٰ تھیں۔ کتاب کی فہرست نہ ہو تو اس سے پوری طرح استفادہ نہیں کیا جاسکتا۔ لہٰذا

پہلے اس عاجز نے ان دونوں کتابوں کی نہایت جامع فہرست مرتّب کی اور پھر اس مضمون کی طرف متوجہ ہوا جس کی وجہ سے یہ دونوں کتابیں فہرست سے مُحلّی ہوئیں۔ "زبدۃ المقامات" کی فہرست سے یہ عاجز جمعہ ۶ر جمادی الآخرہ ۱۳۹۱ھ کو فارغ ہوا تھا۔ اس وقت اس مبارک کتاب کے نام کے آخری حصّہ "مقامات" نے اپنی طرف متوجہ کیا، اور خیال آیا کہ اگر اس کو حضرتنا سیّدی الوالد کے تخلّص سے ملادیا جائے تو اس تالیف کے لئے جس کا ارادہ اب پھر ہوا ہے مبارک رہے گا۔ کیونکہ یہ لفظ اُس کتاب کے نام کا جُز ہے جو آپ کے نویں دادا کے احوال میں لکھی گئی ہے۔ اور آپ کو جو کچھ اللہ تعالیٰ نے دیا ہے وہ وِراثۃً اُسی اصلِ مُبارک سے پہنچا یا ہے۔ لہٰذا اس عاجز نے لفظ مقامات کو خیر سے ملا کر "مقاماتِ خیر" اس تالیف کا نام تجویز کیا۔ یہ مبارک نام تجویز ہو جانے کے بعد عاجز کی نظر اس کے اعداد پر گئی، اور یہ دیکھ کر کہ اس کے اعداد تیرہ سو بانوے ہیں۔ دل نے کہا کہ اس مبارک کام کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ۱۳۹۲ھ میں پایۂ تکمیل تک پہونچا دے گا۔ "لَا طِيَرَةَ وَخَيْرُهَا الْفَالُ قَالُوا وَمَا الْفَالُ يَا رَسُوْلَ اللهِ قَالَ الْكَلِمَةُ الصَّالِحَةُ يَسْمَعُهَا اَحَدُكُمْ" فِي المشكاة عن الصحيحين۔

وَسَحَابُ الْخَيْرِ لَهُ مَطَرٌ ❊ فَاِذَا جَاءَ الْاِبَّانُ تَجِي

اس غیبی بشارت ملنے پر اس عاجز نے قدیمی تحریرات و کاغذات کو اور آپ کے مکاتیب شریفہ کے اُس مجموعہ کو جو کہ یارانِ قدیم رحمہم اللہ میں سے بعض افراد نے عاجز کو اس تالیف کے لئے عنایت کئے، اور اُن بیاضوں کو جو اس کام کے لئے مُہیّا کی گئی تھیں۔ نکالا، تاکہ آپ کے مبارک احوال کو قلمبند کیا جاسکے۔

اس عاجز نے ارادہ کیا ہے کہ حضرت امام ربانی سے آپ کے حضرت والد قدس اللہ اسرارہم تک تمام اجداد کا مختصر حال ذکر کرے۔ تاکہ معلوم ہو کہ کیسا اعلیٰ و ارفع باغ ہے اور کیسا مبارک یہ شجر ہے کہ "جو شاخ شجر پھوٹی پھولوں سے بھری نکلی"۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ کے سِلسلۂ نسب کے آخری حصّہ کی چار کڑیاں بوجہ مطابقتِ اسمی کے زبدۃ المقامات وغیرہ میں لکھنے سے رہ گئی ہیں۔ اس عاجز نے اس

سلسلہ میں جو تحقیق کی ہے اس کا ذکر کرنا مناسب معلوم ہوا۔ اس لئے اُن کاغذات کو بھی نکالا جن میں اس کا بیان ہے۔

حضرات اجداد عالی شان قدس اللہ اسرارہم العلیہ کے احوال مبارکہ کے سلسلہ میں مندرجۂ ذیل کتابوں سے اخذ کیا جائے گا۔

۱۔ برکات الاحمدیہ الباقیہ معروف بہ زبدۃ المقامات، تالیف سَرِمَسندِ جام احمدی حضرت خواجہ محمد ہاشم کشمی قدس سرہ۔ یہ کتاب ۱۰۳۷ھ میں تالیف ہوئی ہے۔ اس عاجز کے نزدیک بہ اعتبار تحقیق حضرت امام ربانی رح کے احوالِ مبارکہ میں یہ کتاب لَا نَظِیرَ لَہٗ ہے۔ اس کتاب کے تین قلمی نسخے اس عاجز کے پاس ہیں۔

پہلا نسخہ۔ وسط اور آخر سے ناقص ہے۔ اس کی کتابت اور کاغذ سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ کتاب گیارہویں صدی کے آخر یا بارہویں صدی کی ابتدا میں لکھی گئی ہے۔

دوسرا نسخہ۔ خواجہ فضل احمد شاہجہان آبادی ڈپٹی کلکٹر نے احمد علی نقشبندی مجددی مظہری مرشد آبادی سے لکھوایا ہے اور تیسری ذی الحجہ ۱۲۸۹ھ میں اس کی کتابت پوری ہوئی ہے۔ اس کے چار سو اسّی (۴۸۰) صفحات ہیں۔

تیسرا نسخہ۔ حضرت سیدی الوالد نے سن تیرہ سو ہجری میں کسی سے لکھوایا ہے اور پھر آپ نے اس کی تصحیح کی ہے صحت کے اعتبار سے اس کا مقام بہت بلند ہے۔ اس کے چھ سو بہتّر (۶۷۲) صفحات ہیں۔

۲۔ حضرات القدس دفتر دوم۔ یہ کتاب شیخ بدرالدین سرہندی نے لکھی ہے اور وہ اس کی تالیف سے غالباً سن ایک ہزار پچاس یا اس کے ایک دو سال بعد فارغ ہوئے ہیں۔ ان کے پیشِ نظر زبدۃ المقامات رہی ہے۔ بلکہ بعض جگہ زبدۃ المقامات ہی کی عبارت نقل کی ہے۔ یہ کتاب مستند ہے۔ اس کتاب کے دو قلمی نسخے اس عاجز کے پاس ہیں۔

پہلا نسخہ ۱۰۹۹ھ میں لکھا گیا ہے اور اس کے پانچسو تیس (۵۳۰) صفحات ہیں۔ یہ نسخہ محدثِ دارالہجرہ حضرت شاہ عبدالغنی مجددی قدس سرہ کے مطالعہ اور تصرف میں رہا ہے اور آپ نے اس کی تصحیح فرمائی ہے۔ حضرت سیدی الوالد قدس سرہ نے

یہ کتاب مع دیگر کتب کے حضرت کے ترکہ میں سے ۱۲۹۶ھ میں خریدی ہے۔ ان شاء اللہ اس کا ذکر بعد میں آئے گا۔ اس نسخہ کو محمد نوری شنقارجی نے موضع لمغان میں لکھا ہے۔ اور بہ روز جمعہ ۱۷ رمضان ۱۰۹۹ھ بہ وقت چاشت قلعۂ اغرآباد میں کتابت سے فارغ ہوئے ہیں۔

دوسرا نسخہ بہ خط نسخ نہایت عمدہ لکھا ہوا ہے۔ مجدول ہے کاغذ بھی اعلیٰ ہے۔ صفحات پانچسو بیالیس (۵۴۲) ہیں، ۱۹ رجمادی الآخرہ ۱۱۱۵ھ میں اس کی کتابت سے کاتب فارغ ہوئے ہیں انھوں نے اپنا نام نہیں لکھا ہے۔

۳۔ مکتوبات سلطان الاولیا حضرت شیخ سیف الدین قدس سرہ، جن کو آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت محمد اعظم قدس سرہ نے جمع کیا ہے۔ اس عاجز نے یہ کتاب مع رسالۂ یواقیت الحرمین معروف بہ حسنات الحرمین، محمد امین مرغینانی سے مکہ مکرمہ میں ۱۳۵۱ھ میں لکھوائی اور حضرت برادر ابوالشرف عبدالقادر رحمہ اللہ نے اس کی تصحیح فرمائی ہے۔

۴۔ مقامات معصومی معروف بہ برکات معصومی تالیف شیخ صفر احمد بن فضل اللہ بن عبدالقادر بن محمد امین بن عبدالرزاق برادر کلاں حضرت مجدد فرزند مخدوم عبدالاحد قدس اللہ اسرارہم۔ صفر احمد حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ کے نواسے تھے۔ ۱۱۳۲ھ آغاز تالیف ہے۔ یہ نسخہ ۱۲۹۲ھ میں مدینہ منورہ میں لکھا گیا ہے۔ اور یہ بھی محدث دارالہجرہ کی اُن کتابوں میں سے ہے جن کو حضرت سیدی الوالد نے ۱۲۹۶ء میں خریدا ہے۔ اس کتاب کے چار سو بانوے (۴۹۲) صفحات ہیں۔

۵۔ جواہر علویہ از حضرت شاہ رؤف احمد مجددی قدس سرہ۔ ۱۲۴۹ھ میں آپ نے یہ کتاب تالیف فرمائی ہے۔ آپ کا معمول تھا کہ جب کوئی رسالہ تالیف فرماتے۔ تو ایک نسخہ اپنے خالہ زاد بھائی حضرت شاہ ابوسعید قدس سرہ کو دلی ارسال فرماتے تھے۔ چنانچہ یہ نسخہ اسی وقت کا تحریر کردہ ہے جو وراثۃً اس عاجز کو ملا ہے۔ اس کے کاتب محمد علیمی ہیں۔ اور ایک سو چورانوے (۱۹۴) صفحات کی کتاب ہے۔

۶۔ مناقب احمدیہ مقامات سعیدیہ تالیف حضرت شاہ محمد مظہر قدس سرہ۔ سالِ

اِتمام بارہ سو ستتر ہے۔ اور اسی زمانہ میں دِلّی کے اکمل المطابع میں حضرت حاجی دوست محمد رحمہ اللہ نے چھپوائی ہے۔

۷۔ اَنْسابُ الطَّاہِرِیْن تالیف جَدِّ اَمجد حضرت شاہ محمد عمر قدس سرہ ۱۲۸۷ھ میں آپ اس کی تالیف سے فارغ ہوئے ہیں۔ آپ کے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ اس عاجز کے پاس ہے۔ اس کتاب میں حضرت مجدد قدس سرہ کی اولاد در اولاد کا ذکر ہے۔

۸۔ سِیَرُ الکَامِلِین۔ یہ فارسی میں نہایت نفیس کتاب ہے۔ مؤلف رحمہ اللہ نے اس کتاب میں اُن حضرات کا ذکر کیا ہے جو اصحابِ کمال تھے۔ ابتدا حضرت خواجہ باقی باللہ سے کی ہے۔ پھر اُن کے دونوں صاحبزادوں کا ذکر ہے۔ پھر حضرت امام ربّانی مجددِ الفِ ثانی اور ان کے صاحبزادوں کا، اور پھر اُن کے صاحبزادوں اور پھر ان کی اولاد در اولاد میں سے اہلِ کمال کا ذکر ہے۔ حضرت شیخ سیف الدین کی اولاد میں سے اہلِ کمال کا ذکر کرنے کے بعد حضرت حبیب اللہ مرزا مظہر جانِ جاناں اور حضرت شاہ غلام علی قدس اللہ اسرارہم و اَفاضَ علینا من برکاتہم کا ذکر ہے۔ کتاب نہایت تحقیق سے لکھی گئی ہے۔ حضرت شاہ احمد سعید اور اُن کے برادران و اولاد اور حضرت سیّدی الوالد کا حال آنکھوں دیکھا حال معلوم ہوتا ہے۔ عبارت اور طرزِ تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ مؤلف عالم فاضل تھے۔ حضرت شاہ احمد سعید کا ذکر تین اوراق پر اور شاہ عبدالرشید کا ذکر بھی تین اوراق پر اور شاہ محمد عمر کا ایک ورق پر اور شاہ محمد مظہر کا ایک صفحہ پر اور سیّدی الوالد کا نو سطروں میں کیا ہے۔ شاہ محمد معصوم کا ذکر نہیں ہے اور یہ جائے تعجب ہے وہ تو علمِ ظاہر و باطن میں از اصحابِ کمال تھے۔ اس کتاب کے بہتّر صفحات ہیں۔ جو نسخہ اس عاجز کے پاس ہے، غالباً مؤلف کے ہاتھ کی پہلی تحریر بمنزلہ مسودہ ہے۔ اس کتاب میں حضرت جدِ امجد کی وفات کا ذکر ہے اور شاہ محمد مظہر کو باحیات لکھا ہے۔ اول الذکر کی وفات ۲ محرم ۱۲۹۸ھ میں اور مؤخر الذکر کی وفات ۱۱ محرم ۱۳۰۱ھ میں ہوئی ہے۔ لہٰذا یہ رسالہ ان تین سال کے عرصہ میں تالیف ہوا ہے۔ مؤلف نے نہ اپنا نام لکھا ہے نہ اپنی تالیف کا۔ چونکہ آپ نے صرف کاملین کا ذکر کیا ہے۔ اس لئے اس عاجز نے 'سِیَرُ الکاملین' اس کا نام تجویز کر دیا ہے۔

۹ - ذکر السعیدین تالیف حضرت شاہ محمد معصوم قدس سرہ ۔ ریاست رامپور میں ۱۳۰۸ھ میں لکھی گئی ہے۔ اور وہاں کے مطبع مظہر النور میں اسی سال طبع ہوئی۔

۱۰ - ہدیۂ احمدیہ تالیف شیخ احمد ابو الخیر العطار المکی، ۱۳۱۲ھ میں اس کو آخری مرتبہ رامپور میں مرتب کیا اور ۱۳۱۳ھ میں کانپور کے مطبع انتظامی میں چھپی۔ اس میں حضرت مجدد کی اولاد در اولاد کا ذکر ہے۔

حضرات اجداد کرام قدس اللہ اسرارہم کے ذکر کے علاوہ بابائے سوم و دوم حضرت ابو سعید و حضرت احمد سعید قدس اللہ اسرارہما کی اولاد اور پھر اولادِ اولاد کا بھی ذکر یہ عاجز ان شاء اللہ کرے گا تاکہ اس فرعِ مبارک کے تمام افراد کا ذکر آجائے سلمہم اللہ و حفظہم۔

غرض نقشے است کز ما یاد ماند ٭ کہ ہستی را نہ می بینم بقائے

اور اس کے بعد "ذکر خیر" کی سرخی لکھ کر حضرت سیدی الوالد قدس سرہ کے احوالِ مبارکہ کا تفصیل سے ذکر کیا جائے گا، اور پھر آپ کی اولاد معنوی و ظاہری کا۔ ھٰذَا مَا اَرَادَهُ الْعَاجِزُ الْمَهِيْنُ وَاللّٰهُ هُوَ الْمُوَفِّقُ وَالْمُعِيْنُ۔

جمعہ ۲۳ محرم ۱۳۹۲ھ
۱۰ مارچ ۱۹۷۲ء

درگاہ حضرت شاہ ابو الخیر (رحمہ اللہ)
شاہ ابو الخیر مارگ۔ دہلی ۶

حضراتِ آبا و اجدادِ کرام

فِی الذَّاھِبِیْنَ الْاَوَّلِیْنَ مِنَ الْکِرَامِ لَنَا بَصَائِرُ

(بابائے نہم) حضرت امام ربانی مجدِّدِ الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی قدس سرہ

آپ کا اسم گرامی احمد، کنیت ابوالبرکات، لقب بدرالدین اور خطاب امام ربانی مجدّدِ الف ثانی ہے۔ آپ کی ولادت شب جمعہ ۱۴ شوال ۹۷۱ھ کو ہوئی۔ سالِ ولادت "خاشع" سے ظاہر ہے۔ شمسی تاریخ ۵ رجون ۱۵۶۴ء تھی۔ اور وفات روز سہ شنبہ ۲۸ صفر ۱۰۳۴ھ مطابق ۲۶ رنومبر ۱۶۲۴ء کو سرہند شریف میں ہوئی۔ بعض افراد نے چاند کی ۲۷۔ اور بعض نے ۲۹۔ لکھی ہے۔ اور یہ اختلاف مطالع کی بنا پر ہے۔ دن سہ شنبہ ہی کا ہے۔

عمر شریف قمری حساب سے ۶۲ سال، ۴ ماہ، ۱۴ دن۔ اور شمسی حساب سے ۶۰ سال ۵ ماہ، ۲۱ دن کی ہوئی۔

آپ کے والد بزرگوار کا اسم گرامی عبدالاحد ہے اور "مخدوم" کے خطاب سے شہرت ہے۔ اسی خطاب کی طرف نسبت کرتے ہوئے آپ کی اولاد کو مخدومی کہا جاتا ہے۔ آپ کے سات صاحبزادے تھے۔ اِس قلادۂ عالیہ کا وَسَط حضرت مجدد الف ثانی کی ذات بابرکات ہے آپ کا اسم گرامی چار حرفی ہے۔ اور آپ اپنے براوران میں چوتھے ہیں۔

آپ کا نسب خواجہ[1] محمد ہاشم کشمی نے کتاب برکات الاحمدیہ الباقیہ معروف بہ زبدۃ المقامات اور شیخ بدرالدین سرہندی نے کتاب حضرات القدس کا

---

[1] حضرت خواجہ محمد ہاشم ملک بدخشاں میں موضع کشم کے بزرگ زادے ہیں۔ آپ کا گھرانہ سلسلۂ کبرویّہ سے وابستہ تھا۔ آپ کا دل اشارات و بشارات کی وجہ سے سلسلۂ خواجگانِ نقشبندیہ کی

(باقی حاشیہ صـ۲۷ پر)

دفتر دوم آپ کے احوال مبارکہ میں لکھا ہے۔ یہ دونوں پاک نہاد حضرت مجدد کے خلفا میں سے ہیں۔ ان دونوں کتابوں میں حضرت کا نسب نامہ اِمَام الْاَعْدَل یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ تک مذکور

(بقیہ حاشیہ ص ۲۶ کے بعد ملاحظہ ہو)

طرف مائل ہوا۔ اور آپ اس طریقہ مبارکہ کے کسی فرد کامل کی تلاش میں گھر سے نکلے۔ آپ نے خواب میں ایک نورانی چہرہ بھی دیکھا تھا۔ اس خیال کو لئے ہوئے جا بجا پھرتے پھراتے بُرہان پور پہنچے۔ وہاں حضرت سید محمد نعمان قدس سرہ کی زیارت نصیب ہوئی۔ اُن کو دیکھتے ہی ان کے دل کو سکون ملا اور طریقہ شریفہ میں داخل ہو گئے۔ اور برہان پور کی سکونت اختیار کر لی۔ ایک مدت تک حضرت میر سے سلوک حاصل کرتے رہے۔ اور پھر حضرت میر کی اجازت اور حضرت مجدد کی طلب پر سرہند شریف پہنچے۔ اور تقریباً تین سال آپ کی خدمت میں رہے۔ خواجہ ہاشم نے جب حضرت مجدد کو دیکھا۔ از دل و جان آپ پر عاشق ہو گئے۔ اور اس عشق کی بدولت مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ کے مقاماتِ عالیہ پر فائز ہوئے۔ آپ نے مکتوبات شریف کے تیسرے دفتر کو جمع کیا ہے اور کتاب زبدۃ المقامات بھی لکھی ہے۔ آپ کی تحریر کا ایک ایک لفظ آپ کی محبت کا آئینہ دار ہے حضرت مجدد کی وفات کے پندرہ بیس سال بعد آپ بھی راہی ملکِ بقا ہوئے۔ برہان پور کے قبرستان میں جو کہ قبرستانِ عُمّگہ کے نام سے مشہور ہے مدفون ہوئے۔ یہ قبرستان اُس راستہ پر ہے جو شہر سے ریل کے اسٹیشن کو جاتا ہے۔ قبرستان سے متصل برساتی ندی گزرتی ہے اس ندی کو پنڈرول کہتے ہیں۔ تقریباً ساٹھ سال کا واقعہ ہے کہ برہان پور کے ایک نیک و صالح شخص پر آپ خواب میں ظاہر ہوئے۔ آپ نے اُس مردِ صالح سے کہا ندی سے ہماری قبر کو نقصان پہنچنے والا ہے۔ لہٰذا ہمارے جسد کو کسی دوسری جگہ منتقل کر دو۔ اس اشارے پر وہاں کے لوگوں نے حکومت سے اجازت حاصل کی۔ اور آپ کو وہاں سے نکال کر رابرٹسن اسکول کے قریب میدان میں سپرد خاک کیا۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ تقریباً تین سو سال کے بعد آپ کے جسم کو قبر سے نکالا گیا۔ آپ کا جسم اور آپ کا کفن بالکل اصلی حالت پر تھے۔ اور آپ کی قبر سے چاروں طرف خوشبو پھیل رہی تھی۔ ہزارہا افراد نے یہ کرامت دیکھی اور آپ پر نماز پڑھ کر سپرد خاک کیا۔ ان خوش نصیبوں نے نم کنومِ العروس کی کیفیت بہ چشم سر دیکھ لی۔ رحمۃ اللہ و قدس سرہ۔

ہے خواجہ ہاشم نے صرف نام لکھنے پر اکتفا نہیں کی ہے بلکہ وسائط کا شمار بھی بیان کیا ہے۔
اس لئے ان کا تحریر کردہ نسب نامہ لکھا جاتا ہے۔

شمار	نام	شمار	نام	شمار	نام
۱	مخدوم عبدالاحد	۱۱	عبداللہ ۵	۲۱	عبداللہ الواعظ الاصغر ۶
۲	زین العابدین	۱۲	شعیب ۶	۲۲	عبداللہ الواعظ الاکبر ۷
۳	عبدالحی	۱۳	احمد ۷	۲۳	ابوالفتح ۸
۴	محمد	۱۴	یوسف ۸	۲۴	اسحاق ۹
۵	حبیب اللہ	۱۵	شہاب الدین علی فرخ شاہ	۲۵	ابراہیم ۱۰
۶	امام رفیع الدین	۱۶	۱	۲۶	ناصر ۱۱
۷	نصیرالدین ۱	۱۷	نصیرالدین ۲	۲۷	حضرت عبداللہ
۸	سلیمان ۲	۱۸	محمود ۳	۲۸	حضرت عمر
۹	یوسف ۳	۱۹	سلیمان ۴		رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْھُمْ اَجْمَعِیْن
۱۰	اسحاق ۴	۲۰	مسعود ۵		وَعَنَّا مَعَھُمْ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْن

خواجہ ہاشم نے لکھا ہے "شہاب الدین علی المُلَقَّب بہ فرخ شاہ الکابلی جدِّ پانزدہم حضرت الیشان است، و اُو بہ یازدہ واسطہ بہ حضرت عبداللہ بن عمر الخطاب رضی اللہ عنہما می پیوندد" اور لکھا ہے "امام رفیع الدین رحمہ اللہ جدِّ ششم حضرت ایشان است" اور لکھا ہے "وامام رفیع الدین بہ ہشت واسطہ بہ فرخ شاہ مذکور می پیوندد" یعنی فرخ شاہ آپ کے پندرہویں دادا ہیں اور وہ گیارہ واسطوں سے صحابی جلیل حضرت عبداللہ سے جا ملتے ہیں جو کہ حضرت عمر الخطاب کے صاحبزادے ہیں۔ اور امام رفیع الدین آپ کے چھٹے دادا ہیں جو آٹھ واسطوں سے فرخ شاہ سے جا ملتے ہیں۔

خواجہ ہاشم کے اس بیان کا جب اُن کے لکھے ہوئے ناموں سے مقابلہ کیا جاتا ہے تو ایک نام کی کمی واقع ہو رہی ہے۔ اور یہ کمی فرخ شاہ اور حضرت عبداللہ کے درمیان واقع ہوئی ہے۔ کیونکہ ان دونوں کے درمیان گیارہ واسطوں کا ذکر کیا ہے اور نام دس ہیں۔

زبدۃ المقامات کے پہلے نسخہ میں فرخ شاہ اور حضرت عبداللہ کے مابین واسطوں کو اس طرح لکھا ہے "زیراکہ او (فرخ شاہ) فرزند نصیرالدین بن محمود بن سلیمان بن مسعود بن عبداللہ الواعظ الاکبرین بن ابوالفتح بن اسحاق بن ابراہیم بن ناصر بن عبداللہ بن عمر بن الخطاب -

زبدۃ المقامات کے اس نسخہ میں عنوانات، اہم نام اور ہندسے شنگرف سے لکھے ہوئے ہیں اور جا بجا شنگرف سے لکیریں کھینچ کر "شنگرف بر قرطاس ہیں لعل مصقار ریختہ" کا منظر پیش کیا ہے اس میں نصیرالدین کے نام پر لکیر کھینچ کر دو کا اور محمود کے نام پر تین کا اور سلیمان کے نام پر چار کا اور مسعود کے نام پر پانچ کا اور عبداللہ کے نام پر چھ اور سات کا ہندسہ ہے - بعد میں کسی نے شنگرف ہی سے سات کے ہندسہ کو کاٹا ہے - اور ابوالفتح پر آٹھ کے ہندسہ کو سات کا اور اسحاق پر نو کے ہندسہ کو آٹھ کا اور ابراہیم پر دس کے ہندسہ کو نو کا اور ناصر پر گیارہ کے ہندسہ کو دس کا ہندسہ بنایا ہے اور پھر عبداللہ پر گیارہ کا ہندسہ لکھ دیا ہے معلوم ہوتا ہے کہ تصحیح کرنے والا عربی سے بالکل ناواقف ہے - اس نے خیال نہیں کیا کہ عبداللہ الواعظ کے بعد الاکبرین لکھا ہوا ہے جو کہ تثنیہ کا صیغہ جس کا لفظی ترجمہ "دو بڑے" ہے - خواجہ ہاشم نے تغلیبی تثنیہ کا استعمال کیا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ عبداللہ الواعظ دو افراد کا نام ہے اور اکبر اور اصغر کہہ کر باپ بیٹے میں تفریق کی گئی ہے - اور تصحیح کرنے والے نے عبداللہ پر گیارہ کا ہندسہ لکھ کر حضرت عبداللہ کو واسطوں میں شامل کر دیا - حالانکہ واسطے اُن کے بعد سے شروع ہو کر فرخ شاہ کے والد پر ختم ہوتے ہیں -

زبدۃ المقامات کے اس نسخہ سے یہ بات ظاہر ہوئی کہ فرخ شاہ کے والد کا نام جو کہ واسطہ اوّل ہیں لکھنے سے رہ گیا ہے - اور نصیرالدین پر دو کا ہندسہ لکھ کر بتا دیا ہے - کہ یہ واسطۂ دوم ہیں -

حضرات القدس میں دو ناموں کا اضافہ ہے - پہلا اضافہ امام رفیع الدین کے بعد نورالدین کا ہے اور دوسرا اضافہ نمبر اکیس اور بائیس میں ہوا ہے - شیخ بدرالدین نے نمبر اکیس کا نام عبداللہ الواعظ الاصغر کی جگہ صرف عبداللہ لکھا ہے - اور ان کے والد کا نام واعظ اصغر اور دادا کا نام واعظ اکبر -

خواجہ ہاشم نے وسائط کا بیان کر کے کمی و بیشی سے سلسلۂ نسب کو محفوظ کر لیا ہے۔ انھوں نے فرخ شاہ کو آپ کا پندرہواں دادا بتایا ہے۔ اور امام رفیع الدین کو آپ کا چھٹا دادا بتا کر لکھا ہے کہ وہ آٹھ واسطوں سے فرخ شاہ تک پہنچتے ہیں۔ لہٰذا رفیع الدین اور فرخ شاہ کے مابین نورالدین کے اضافہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اور خواجہ ہاشم نے "عبداللہ الواعظ" لکھ کر واضح کر دیا کہ الواعظان کی صفت ہے، اور پھر الاکبرین لکھ کر آگاہ کر دیا۔ کہ باپ کا نام بھی عبداللہ تھا اور بیٹے کا بھی۔ اور دونوں واعظ تھے۔ ان کی تفریق اکبر و اصغر سے تھی، اور نصیرالدین پر دوکی رقم بتا رہی ہے کہ فرخ شاہ کے والد کا نام سلسلۂ نسب نقل کرتے وقت رہ گیا ہے۔

اس عاجز کا خیال ہے کہ شیخ بدرالدین کو نصیرالدین کے نام سے مغالطہ ہوا ہے۔ ان کو نورالدین کا نام شہاب الدین فرخ شاہ اور نصیرالدین کے مابین لکھنا تھا لیکن وہ جلدی میں رفیع الدین و نصیرالدین کے مابین لکھ گئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ بہرحال ایک نام کا فرق کوئی فرق نہیں ہے اور نہ یہ کوئی اشکال ہے۔ اشکال تو یہ ہے کہ جس کا ذکر اب کیا جاتا ہے۔

اشکال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نو صاحبزادے تھے۔ ۱۔ زید اکبر۔ ۲۔ زید اصغر ۳۔ عبداللہ۔ ۴۔ عاصم۔ ۵۔ عبدالرحمٰن اکبر۔ ۶۔ عبدالرحمٰن اوسط۔ ۷۔ عبدالرحمٰن اصغر۔ ۸۔ عبیداللہ۔ ۹۔ عیاض۔ اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے تیرہ۔ ۱۔ ابوبکر۔ ۲۔ ابوعبیدہ۔ ۳۔ واقد۔ ۴۔ عبداللہ۔ ۵۔ عبیداللہ۔ ۶۔ عمر۔ ۷۔ عبدالرحمٰن۔ ۸۔ سالم۔ ۹۔ حمزہ۔ ۱۰۔ زید۔ ۱۱۔ بلال۔ ۱۲۔ ابوسلمہ ۱۳۔ عاصم۔ ان دونوں حضرات کے صاحبزادوں میں کسی کا نام ناصر نہیں ہے، اور حضرت فرخ شاہ کے گیارہویں دادا ناصر ہیں اور ان کو حضرت عبداللہ کا فرزند قرار دیا گیا ہے۔

ایک عرصہ سے یہ اشکال دل میں کھٹک رہا تھا۔ "میزان الاعتدال" اور "تقریب التہذیب" میں عبداللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر کا ذکر ملا۔ اور خیال ہوا کہ عبداللہ بن عمر بن حفص کے صاحبزادہ کا نام ناصر ہوگا۔ اور مشابہت کی وجہ سے عبداللہ بن عمر کو ابن الخطاب سمجھ لیا ہے۔ اسی بحث و جستجو کے دوران شیخ فضل اللہ مجددی کی کتاب "عمدۃ المقامات" جو کہ ۱۲۳۳ھ

میں تالیف ہوئی ہے نظر سے گزری ۔ یہ کتاب تقریباً پینتیس سال پہلے لاہور میں چھپی ہے ۔ اس کے صفحہ ۹۸ میں عبدالقیوم متوفی ۱۲۷۱ھ کی یہ عبارت حاشیہ پر ہے "مخفی نماند کہ تمام نسب مبارک تا امیرالمومنین از روئے انتخاب سی و دو نفر می شوند الخ" یعنی انتخاب کی رو سے آپ کے نسب مبارک میں بتیس افراد ہیں حالانکہ عمدۃ المقامات میں دیا ہوا سلسلہ نسب لکھا ہے جو باعتبار وسائط کے شمار کے اٹھائیس اور اسامی کے حساب سے ستائیس ہیں ۔ اگر انتخاب کسی کتاب کا نام ہے تو عبدالقیوم صاحب کو اس کتاب میں سے اُن حضرات کے نام لکھنے چاہیئے تھے جو زبدۃ المقامات میں نہیں ہیں ۔

اس عاجز نے اس اشکال کا ذکر حضرت حافظ محمد ہاشم مجددی ساکن ٹنڈہ سائیں داد ۔ حیدرآباد سندھ سے کیا ۔ انھوں نے یہ عبارت لکھ کر دی "برحاشیہ حضرات القدس از دفتر دوم صفحہ ہفتم جناب حضرت قبلہ محمد حسن مجددی قدس سرہ تحریر فرمودہ اند شیخ عبداللہ بن شیخ عمر بن شیخ حفص بن شیخ عاصم بن شیخ عبداللہ بن امیرالمومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہم ۔ ہکذا مذکور فی کتب الانساب) " حضرت مرحوم کے پاس قلمی کتابوں کا بہت بڑا نفیس ذخیرہ تھا آپ نے یقیناً کسی کتاب میں یہ اضافہ دیکھا ہوگا ۔ کیونکہ آپ نے ہکذا مذکور فی کتب الانساب لکھا ہے ۔ اگر آپ کتاب کا حوالہ بھی لکھ دیتے تو بہتر ہوتا ۔

اس عاجز کو پتہ چلا کہ محمود احمد صاحب عباسی نے تاریخ امروہہ کی چوتھی جلد ۔ "تحقیق الانساب" میں اس سلسلہ میں کچھ تحقیق کی ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ نسیم احمد صاحب فریدی کے پاس یہ جلد موجود ہے ۔ چنانچہ عاجز نے ان کو خط لکھا ۔ انھوں نے یہ جواب تحریر فرمایا "محمود احمد صاحب نے ناصر بن عبداللہ بن عمر کے نام پر یہ حاشیہ لکھا ہے (خاکسار مؤلف کی تحقیق میں آپ کا سلسلہ نسب یوں ہے ۔ ناصر بن عبداللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عبداللہ بن عمر فاروق رضی اللہ عنہم)" ۔

جواہر معصومی میں احمد حسین خان صاحب نے اس موضوع پر اچھی بحث کی ہے ۔ اور آخر میں لکھا ہے " قول فیصل بہ موجب کتب تواریخ یہ ہے کہ آپ فاروقی ہیں ۔ اور نسب اس طرح سے ہے ۔ ناصر بن عبداللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عبداللہ بن عمر فاروق

رضی اللہ تعالیٰ عنہم ۔"

سیادتِ فریدی

شیخ المشائخ حضرت فریدالدین مسعود معروف بہ گنج شکر قدس سرہ کے والد ماجد جمال الدین بن سلیمان بن شعیب ہیں ۔ اور شعیب حضرت مجدد قدس سرہ کے بارہویں دادا ہیں ۔ رشید احمد صاحب امروہوی نے آپ کے سلسلۂ نسب کے سلسلہ میں کتاب "سیادتِ فریدی" لکھی ہے ۔ رشید احمد صاحب نے طرفہ تماشا کیا ہے ۔ کہ اس سلسلۂ عالیہ پُر از اولیائے کاملین کو بہ یک جنبشِ قلم ، از طائفہ ، سادات حسینی قرار دے دیا ہے ۔ صدہا سال سے یہ اولیائے کبار اپنے کو فاروقی لکھ رہے ہیں ۔ اور رشید احمد صاحب ان سب کے اقوال سے صرف نظر کر کے اُن کو حسینی سیّد کہہ رہے ہیں ۔ حالانکہ حضرت شہاب الدین فرخ شاہ کی قبر کابل سے تقریبًا ساٹھ میل کے فاصلہ پر حصۂ شمالی میں درّہ فرخ شاہ میں موجود ہے ۔ آپ کے مزار پر گنبد بنا ہوا ہے اور آپ کے آٹھویں دادا حضرت ابوالفتح کی قبر علاقۂ لوگر میں موجود ہے ۔ اور وہاں کے لوگ ان کو شیخ کہتے ہیں اور واقف کار افراد شیخ فاروقی سمجھتے ہیں ۔

اِس عاجز کے نزدیک اس قسم کی مساعی جو ہندوستان میں پائی جارہی ہیں از آثارِ تشیع ہیں ۔ جو کہ اہلِ سنت وجماعت میں مثلِ دَبِیْبِ النَّمل سرایت کر رہی ہیں ۔ کہ امامت اور ولایت ، امیر المومنین شیر خدا حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ اور آپ کی مبارک اولاد کا حق ہے ۔ اس سلسلہ میں عاجز نے حضرت خواجۂ خواجگان خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کے احوال مبارکہ میں کچھ لکھا ہے جو کہ دو مرتبہ آپ کے مجموعۂ کلام کے ساتھ بہ تغیرِ یسیر چھپا ہے ۔ ایک صاحب کو اس پر اعتراض ہوا ۔ اور انھوں نے اس سلسلہ میں بہت کچھ لکھا ۔ بجائے اس قیل وقال کے اگر وہ قبلۂ حق پرستان حضرتِ خواجہ قدس سرہ کی سیّادت کا اثبات معتبر کتابوں سے کر دیتے تو اس عاجز کا کلام خود بہ خود رد ہو جاتا ۔ اس عاجز کی نظر "اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقَاکُمْ" اور "اَللّٰہُ یَجْتَبِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَیَھْدِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ یُّنِیْبُ" پر ہے ۔

نسب نامہ

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کا سلسلۂ نسب اس عاجز کے نزدیک

اس طرح پر ہے۔

شمار	نام	شمار	نام	شمار	نام
۱	مخدوم عبدالاحد	۱۲	شعیب	۲۳	ابوالفتح
۲	زین العابدین	۱۳	احمد	۲۴	اسحاق
۳	عبدالحی	۱۴	یوسف	۲۵	ابراہیم
۴	محمد	۱۵	شہاب الدین علی فرخ شاہ	۲۶	ناصر
۵	حبیب اللہ	۱۶	نورالدین	۲۷	عبداللہ
۶	امام رفیع الدین	۱۷	نصیرالدین	۲۸	عمر
۷	نصیرالدین	۱۸	محمود	۲۹	حفص
۸	سلیمان	۱۹	سلیمان	۳۰	عاصم
۹	یوسف	۲۰	مسعود	۳۱	حضرت عبداللہ
۱۰	اسحاق	۲۱	عبداللہ الواعظ الاصغر	۳۲	حضرت عمر الفاروق
۱۱	عبداللہ	۲۲	عبداللہ الواعظ الاکبر		رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

حضرت مخدوم

آپ کے والد ماجد حضرت مخدوم علم ظاہر اور باطن سے پوری طرح مُحلّٰی اور مُجلّٰی تھے۔ آپ کی تالیفات میں سے "کنوز الحقائق" اور "اسرار التشہد" کا ذکر زبدۃ المقامات میں ہے۔ اسرار التشہد کا کچھ حصہ خواجہ محمد ہاشم نے نقل کیا ہے۔ یہ رسالہ عربی میں ہے اور علمی نکات سے مملو ہے۔ طریقت میں آپ حضرت عبدالقدوس گنگوہی سے بیعت ہوئے اور اتمام سلوک ان کے صاحبزادے شیخ رکن الدین سے کیا اور خلافت پائی۔ لیکن آپ نے کسی کو مرید نہیں کیا۔ گوشۂ تنہائی میں اللہ تعالیٰ کی یاد میں مصروف رہا کرتے تھے۔

اگرچہ حضرت مخدوم کے سات صاحبزادے تھے لیکن آپ کو حضرت مجدد سے خاص تعلق اور محبت تھی۔ بچپنے ہی سے حضرت مجدد کے بُشرہ سے نجابت اور ہوش مندی کے آثار ظاہر تھے اور سمجھنے والے سمجھ رہے تھے کہ آپ اپنے وقت کے مایۂ ناز فرد ہوں گے۔ ایک مرتبہ آپ علیل ہوگئے۔ اتفاق سے حضرت شاہ کمال قادری کیتھلی کی تشریف آوری

ہوئی۔ آپ کی والدہ صاحبہ نے اُن سے برائے دعا التماس کی، حضرت نے فرمایا "پریشان نہ ہو، یہ بچہ عمر پائے گا اور بڑا صاحبِ کمال ہوگا۔ خلقِ خدا اس سے مستفید ہوگی" تعلیم کی ابتدا کلامِ پاکِ الٰہی سے ہوئی۔ بخوبی وجہ آپ نے اس کو حفظ کیا۔ اور پھر علوم مروجہ کی طرف متوجہ ہوئے اور کبرائے وقت سے بہ کمالِ تحقیق و تدقیق علم حاصل کیا۔ مولانا کمال کشمیری مولانا یعقوب کشمیری۔ قاضی بہلول بدخشانی۔ آپ کے اساتذۂ کرام میں سے ہیں۔ اور آپ نے اپنے حضرت والد سے طریقۂ قادریہ اور چشتیہ کی نسبت حاصل کی۔ آپ رسالۂ "مبدأ و معاد" میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ اس عاجز کو فردیّت کی نسبت جس سے عروجِ اخیر وابستہ ہے اپنے والد بزرگوار سے حاصل ہوئی ہے۔

آپ نے اپنے والد ماجد سے سلسلۂ نقشبندیہ کے فضائل سنے تو آپ کو خواہش پیدا ہوئی کہ اس طریقۂ عالیہ سے مستفید ہوں۔ لیکن والد ماجد کی ضعیفی کو دیکھتے ہوئے آپ نے کسی طرف جانے کا قصد نہیں کیا۔ اور آپ کو حج کا بھی بہت شوق تھا لیکن اس شوق کو بھی دباتے رہے ۱۰۰۷ھ میں حضرت مخدوم کی وفات ہوئی۔ کسی نے آپ کی تاریخ وصال اس طرح نظم کی ہے۔

آں شیخ کہ بود اعلم اندر ہر فن	جانش گہرے سِرّ ازل را معدن
چوں شیخ زمانہ بود در علم و عمل	تاریخ وصالِ آں بگو۔ شیخ زمن

بیعتِ خواجہ

حضرت مخدوم کی وفات کے بعد ۱۰۰۸ھ میں آپ نے حج کا قصد کیا۔ جب آپ دِلّی پہنچے تو آپ کی ملاقات مولانا حسن کشمیری سے ہوئی، جو کہ عالم فاضل، آپ کے واقف کار اور حضرت خواجہ باقی باللہ کے مرید تھے۔ انھوں نے آپ سے حضرت خواجہ کا ذکر کیا اور کہا کہ آپ کی ایک نظر فیض اثر سے متوسّلین کو جو کچھ نصیب ہوتا ہے وہ اربعیناتِ متکاثرہ اور ریاضاتِ متواترہ سے نہیں ملتا سعادت ازلی نے آپ کا ساتھ دیا۔ اور آپ حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت خواجہ نے آپ سے فرمایا۔ اگرچہ آپ ایک مبارک سفر کے ارادے سے روانہ ہوئے ہیں تاہم اگر آپ چند روز فقیر کے پاس قیام فرمالیں تو مضائقہ نہ ہوگا۔ امتثالِ امر کرتے ہوئے آپ نے ایک ہفتہ

کی نیت سے حضرت خواجہ کے پاس قیام کیا۔ ابھی دو دن ہی گزرے تھے کہ حضرت خواجہ کی کشش نے اثر کیا اور آپ حضرت خواجہ سے بیعت ہو گئے۔ ڈھائی مہینہ تک حضرت خواجہ کی خدمت میں رہے۔ جب آپ وطن کو مراجعت فرمانے لگے تو حضرت خواجہ نے آپ کو دولتِ اکمال و تکمیل کی بشارت دی۔

مسجد شریف کی تعمیر

دلّی سے واپسی پر آپ نے سرہند شریف میں اپنے گھر کے دروازے کے سامنے مسجد شریف بنائی۔ اس کا ذکر شیخ بدرالدین نے حضرات القدس کے حضرت تاسعہ کے تصرف ۳۸ میں کیا ہے۔......

خلافت و تفویضِ ارشاد

جب آپ دوسری مرتبہ حضرت خواجہ کی خدمت میں پہونچے تو حضرت خواجہ نے نہ صرف آپ کو خلعتِ خلافت عنایت کی بلکہ مریدوں کی ایک جماعت بھی آپ کے حوالے کی کہ ان کو ساتھ لیجائیں۔ اور ان کی تربیت فرمائیں تیسری مرتبہ جب آپ حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت خواجہ نے اپنے جمہور اصحاب کو آپ کے سپرد کر دیا اور ارشاد کیا "مقصود از یں شیخی کہ ما کردیم ظہور الشان بود بناءً علیہ خود ترکِ مشیخت فرمودند" یعنی میری مشیخت کا مقصد آپ کا آپ کا ظہور تھا۔ لہٰذا حضرت خواجہ نے مشیخت چھوڑ دی۔ حضرت خواجہ نے اکبر بادشاہ کی بے راہ روی کی اصلاح کے لئے حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہٗ کے طریقے پر عمل کرتے ہوئے اُمرا و اعیان مملکت کی اصلاح اور درستی کی طرف توجہ مبذول فرمائی تھی۔ حضرت خواجہ نے جب آپ کی استعداد اور صلاحیت ملاحظہ فرمائی۔ جیسا کہ آپ مکتوب ۶۵ میں تحریر فرماتے ہیں "شیخ احمد نام کے ایک مرد کثیر العلم اور قوی العمل سرہند کے رہنے والے چند روز اس فقیر کی صحبت میں رہے۔ اُن کے احوال میں اس فقیر نے بہت عجائبات دیکھے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک ایسا روشن چراغ ہوں گے کہ جس کے نور سے کائنات منور ہو جائیگی" تو امرا اور اعیان سلطنت کی اصلاح کا کام بھی آپ کے سپرد کر دیا۔ اس سلسلہ میں آپ مکتوب ۷۱ میں تحریر فرماتے ہیں "اللہ تعالیٰ آپ کو باقی رکھے۔ میاں صدر جہان نے ذکر اور مراقبہ کی تعلیم کی استدعا کی۔ ذکر کی تعلیم کردی گئی۔ چونکہ مراقبہ اور خاص کر اس

...... عاجز نے "مسجد و ایوان خدا" سے تاریخ نکالی ہے جو کہ ۱۰۰۶ھ ہے۔

طبقہ کا مراقبہ از مقولۂ درس و بیان نہیں ہے اور ان کی خواہش اسی کی ہے۔ لہذا مصلحت اس میں نظر آئی کہ ان کو آپ کی خدمت میں بھیجا جائے تاکہ اس کی تصحیح کرلیں کیونکہ اس کا حصول بے تصرف کے متعذر ہے۔ آپ کی خدمت میں ان شاء اللہ بہ وجہ اتم اس کا ظہور ہوگا۔"

حضرت خواجہ قدس سرہ نے آپ سے جو امیدیں وابستہ کر رکھی تھیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اُن کا ظہور نہایت شاندار طریقہ پر ہوا۔ اکبری فتنہ کا ازالہ ہوا اور دینِ مُبین نے از سرِ نو طراوت حاصل کی۔

انسدادِ الحادِ اکبری اس مقام پر بعض افراد اس بحث میں پڑ گئے ہیں کہ اکبری الحاد کا قلع قمع صرف حضرت مجدد نے کیا ہے۔ یا یہ کام حضرت خواجہ نے سر انجام دیا ہے۔ قَدَّسَ اللّٰہُ اَسرارَ ہُما۔ از روے قاعدہ جو کام حضرت مجدد نے کیا ہے وہ حضرت خواجہ ہی کا کام ہے۔ حضرت مجدد کا علمِ ظاہر کامل تھا اور نقشبندیہ طریقہ کے علاوہ، دوسرے طریقوں میں صاحبِ کمال اور صاحبِ ارشاد تھے لیکن آپ پر فتح باب نہیں ہوا تھا۔ ۱۰۰۸ھ میں حضرت خواجہ کے آستانۂ عالیہ پر حاضر ہوئے۔ اور بہ یُمنِ توجہاتِ حضرتِ خواجہ آپ کے کمالات اجاگر ہونے شروع ہوئے۔ تین سال نہیں گزرے تھے کہ حضرت خواجہ نے اپنا کام آپ کے حوالہ کر دیا۔ اور آپ نے حضرت خواجہ کے کام کو اس خوبی سے آگے بڑھایا کہ جس سے زائد کی توقع نہیں کی جا سکتی۔ طریقۂ نقشبندیہ کے مدارج کا بیان جس دِقّتِ نظر سے آپ نے کیا ہے۔ اس کا بیان سلوک کی کتابوں میں تفصیل سے مشائخ کرام نے کیا ہے۔ ولایتِ عُلیا۔ کمالاتِ نبوت۔ اور حقائقِ انبیاء اور حقائقِ الہیّہ کا بیان آپ ہی نے کیا ہے۔ آپ کے انفاسِ قدسیّہ کی برکت سے اس طریقۂ شریفہ کا فیضان عام ہوا۔ جب کہ یہ طریقہ تاشقند و بخارا کی حدود میں دائر تھا اور اکبر نے جس فتنہ کی داغ بیل ڈالی تھی اور جس میں مُلّا مبارک، فیضی، ابو الفضل اور دوسرے آزاد خیال افراد کا ہاتھ تھا۔ اکبر کے مر جانے سے مٹا نہ تھا۔ بلکہ اس کی جڑیں دُور تک پھیلی ہوئی تھیں۔ آپ نے اُن جڑوں کا چُن چُن کر صفایا کیا۔ اور آپ کے مرشدِ کامل نے جس کام کو شروع کیا تھا آپ نے اس کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔

حضرات شیخین

یہ عاجز جب بھی آپ کے اور آپ کے مرشد برحق کے احوال پڑھتا ہے تو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی یاد آجاتی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کمالاتِ صحبتِ خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم سے بہ درجۂ اتم متصف و متحلّی تھے۔ لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فیضان سے سیرابی اور آپ کی خلافت کا مقام باقی تھا۔ جب سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی نے کھڑے ہو کر ارشاد کیا۔ من کان منکم یعبد محمدؐ فان محمدؐ اقد مات ومن کان منکم یعبد اللہ فان اللہ حی لا یموت۔ قال اللہ تعالیٰ۔ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِہِ الرُّسُلُ۔ الی۔ الشّٰکِرِیْنَ۔ آپ کے ارشاد اور تلاوت آیات سے۔ تمام صحابہ کی آنکھیں کھلیں۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں۔ گویا کہ لوگوں کو معلوم ہی نہ تھا کہ یہ آیت شریفہ موجود ہے۔ آپ کی تلاوت فرمانے سے سب کو یاد آئی اور سب کی زبان پر اس کا وِرد ہوا۔ اور جب ارتداد کی وبا پھیلی اور صرف مانعینِ زکات کے سلسلہ میں حضرت عمر نے آپ سے کہا۔ یاخلیفۃ رسول اللہ تالف الناس وارفق بھم۔ کہ اے رسول اللہ کے خلیفہ آپ تالیف قلوب سے کام لیں اور نرمی اختیار فرمائیں تو حضرت ابوبکر نے ان سے فرمایا۔ اَجَبَّارٌ فِی الْجَاھِلِیَّۃِ وَخَوَّارٌ فِی الاسلام قد انقطع الوحی وتم الدین۔ اینقص وانا حی۔ کہ جاہلیت کے دور میں تمہارا وہ زور و شور اور اسلام میں یہ بزدلی۔ وحی کا سلسلہ منقطع اور دین کامل ہو چکا ہے۔ کیا اب اس کی کانٹ چھانٹ ہو اور میں زندہ رہوں۔ میں ان سے جہاد کروں گا۔ اگر میرا ساتھ کسی نے نہ دیا تو میں تنہا اُن سے لڑوں گا۔" آپ کے اس ارشاد سے حضرت عمر کی آنکھیں حقیقت بیں ہوئیں۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔ اللہ کی قسم تمام اُمّت کے ایمان سے ابوبکر کا ایمان راجح ہے۔ اور "الاستیعاب" میں آپ کا یہ قول ہے۔ لوددت انی شعرۃ فی صدر ابی بکر۔ یعنی کاش کہ میں حضرت ابوبکر کے سینۂ اقدس کا ایک مبارک بال ہوتا۔ اسی وجہ سے اہل بصیرت نے فرمایا ہے۔ وَمَا عُمَرُ۔ یا۔ وَھَل عمر اِلَّا حَسَنَۃٌ مِن حَسَنَاتِ ابی بکر۔ یعنی جناب عمر۔ حضرت ابوبکر کی بھلائیوں میں سے ایک بھلائی ہیں۔ جب حضرت عمر بارِ خلافت اٹھانے کے بہ درجۂ اتم قابل ہو گئے۔ تو

حضرت ابوبکر نے ان کو اپنا خلیفہ بنایا۔ "تاریخ الخمیس فی احوال انفس نفیس" میں ہے۔ کہ حضرت طلحہ نے آپ سے کہا کہ آپ ہم پر سخت گفتار و سخت کردار کو والی بنا رہے ہیں، آپ اللہ کو کیا جواب دیں گے۔ تو آپ نے لوگوں سے کہا مجھ کو سہارا دے کر بٹھاؤ۔ اور پھر آپ نے ارشاد کیا۔ أَ باللہ تخوّفنی اقول استعملتُ علیھم خیرَ اھلکَ کیا تم مجھ کو اللہ سے ڈراتے ہو۔ میں اللہ تعالیٰ سے عرض کروں گا کہ میں نے تیرے بندوں میں سے سب سے اچھے کو اُن پر والی بنایا ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

تفویضِ طالبان

حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کی خدمت بابرکت میں پہنچنے سے پہلے حضرت مجدد قدس سرہ علم ظاہر میں درجۂ عالیہ پر فائز ہو چکے تھے اور علم باطن میں بھی طریقۂ قادریہ وچشتیہ وسہروردیہ کے مَنَاہِلِ عَذْبہ سے سیرابی حاصل کر چکے تھے۔ البتہ ابھی آپ پر فتح باب نہیں ہوا تھا۔ اور اس کے لئے حضرت خواجہ جیسے فردِ اکمل کی صحبت کی ضرورت تھی چنانچہ غیب سے اس کا سامان ہوا۔ اور آپ حضرتِ خواجہ کے آستانۂ عالیہ پر حاضر ہو کر۔

آں کہ ز تبریز دید یک نظر شمس دیں ؛؛ طعنہ زند بر چلہ سخرہ کند بر وَ ہمہ

کا مصداق بنے۔ ذٰلک الفضل من اللہ۔ حضرت خواجہ نے اپنے مریدوں کو آپ کے حوالہ کیا۔ اس موقعہ پر حضرت میر محمد نعمان نے آپ سے کہا۔ میری توجہ کا مرکز تو آپ کا آستانہ ہے۔ آپ نے ان سے کہا "میاں شیخ احمد ایک آفتاب ہیں کہ جس کی روشنی میں ہم جیسے ہزاروں تارے گم ہیں۔ اُن جیسا کامل فرد اولیائے متقدم میں خال خال نظر آتا ہے۔

حضرت خواجہ نے جو الطاف و عنایات آپ پر کی ہیں۔ آپ نے آخر وقت تک ان کا اعتراف کیا ہے۔ مولانا حسن کشمیری آپ کو حضرت خواجہ کی خدمت میں لے گئے تھے۔ آپ نے مراتبِ کمال پر پہنچنے کے بعد مولانا حسن کو تحریر فرمایا ہے "حضرت خواجہ کی خدمت میں اس فقیر کو آپ نے پہنچایا۔ یہ فقیر اپنے کو اس احسان کا شکر ادا کرنے اور اس کی مکافات سے قاصر پاتا ہے۔ یہ تمام کاروبار اسی نعمت پر مترتب ہے۔ جو کچھ نظر آرہا ہے اور جو عنایاتِ الٰہیہ ہو رہی ہیں۔ سب اسی احسان سے وابستہ ہیں" اور آپ نے اپنے مخدوم زادوں

کو اُن کے بڑے ہو جانے کے بعد لکھا ہے: "یہ فقیر از سرتا قدم آپ کے والد بزرگوار کے احسانات میں غرق ہے۔ اِس راہ کی اَلِف، بے، اُن ہی سے پڑھی ہے اور اِس طریق کے حروفِ تہجی کو اُن ہی سے سیکھا ہے۔"

حضرت فاروق اعظم نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہما کے شروع کئے ہوئے کام کو نہایت خوبی سے انجام تک پہنچایا اور دنیا نے آپ کو "فاتح اعظم" قرار دیا۔ اسی طرح حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی نے قبلۂ راستان وکعبۂ حق پرستان حضرت خواجہ۔ قدس اللہ اسرارہما۔ کے کام کو بہ درجۂ اتم پورا کیا۔ اور خلق خدا نے آپ کو "قَامِعِ الحادِ اکبری" قرار دیا۔ تو کیا بے محل ہے۔

طالبان راہر چہ باشد از کمال بر عُلُوِّ کعبِ استاذ ست دال

اُمّتِ محمدیّہ میں جو بھی کرامت کسی اُمّتی کو ملی ہے وہ سب کراماتِ نبویہ علیٰ صاحبہا اَلفُ اَلفِ صَلاۃٍ وتحیّۃ ہی کا پرتو ہیں۔ شیخ سعدی نے کیا خوب کہا ہے۔ رحمہ اللہ۔

بگفتا من گلِے ناچیز بودم ولیکن مدتے با گُل نشستم
جمال ہم نشیں در من اثر کرد وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

شیخ اکبر سے آپ کا اختلاف

حضرت شیخ اکبر قدس سرہ نے "فصوص" اور "فتوحات" میں ایسے دقیق حقائق کا بیان کیا ہے کہ اس امت میں آج تک کوئی نہیں کر سکا ہے۔ آپ نے "وحدت الوجود" کا نہایت دقیق مسئلہ بیان کیا ہے۔ اگرچہ آپ نے خوب بیان کیا ہے۔ لیکن اس کو سمجھنے والے بہت کم افراد ہوئے۔ خام اور ناتمام صوفیہ نے اس کو ایسے رنگ میں پیش کیا۔ کہ علمائے ظاہر اس سے متنفر ہوئے اور اُن میں سے بعض افراد نے ایسی بات کہنے والے کو کافر قرار دے دیا۔ اس طرح صوفیۂ صافیہ اور علمائے اعلام میں کئی سو سال سے اختلافات پیدا ہو گئے۔ ان اختلافات کا رفع کرنا امر سہل نہیں۔ یہ کام وہی شخص کر سکتا ہے جو شریعت اور طریقت سے پوری طرح واقف ہو۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مجدد کو اس کام کی توفیق دی۔ آپ نے پہلے شیخ اکبر کے مسلک کو صحیح طور پر بیان کیا۔ اور پھر حضرت

شیخ سے اختلاف کیا۔ آپ دفتر دوم کے مکتوب ۴۲ میں تحریر فرماتے ہیں "مسئلہ توحید وغیرہا میں شیخ اکبر سے علماء کا اختلاف ازراہِ نظر و استدلال ہے اور فقیر کا اختلاف از راہِ کشف و شہود ہے۔ علماء ان امور کے قبح کے قائل ہیں اور یہ فقیر بہ شرط عبور ان امور کے حسن کا قائل ہے۔" آپ کے بیانات کا خاطر خواہ اثر ہوا۔ اور مشائخ و علماء میں جو اختلاف تھا وہ رفع ہوا۔

احیائے طریقۂ نبویہ

آپ نے طریقت کو طریقۂ نبویہ علی صاحبہا الصلاۃ والتحیہ کا رنگ دیا۔ "زبدۃ المقامات" کے فصل ششم میں لکھا ہے کہ آپ فرماتے ہیں "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی فعل میں ادھوری متابعت کے عوض ہزار احیائے لیالی کو میں نہ خریدوں۔" اور آپ کا ارشاد ہے "کوئی فضیلت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کی برابری نہیں کر سکتی۔" رمضان شریف کے اعتکاف کے سلسلے میں آپ نے مخلصین سے فرمایا "صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کی نیت کرو۔ ہمارا تبتّل اور انقطاع کیا شے ہے۔ آپ کی متابعت حاصل ہونے کے لئے ہم کو سو پابندیاں قبول۔ اور بے توسلِ متابعت ہم کو ہزار تبتّل اور انقطاع قبول نہیں۔" اور آپ نے ارشاد کیا "لوگوں کو ریاضت اور مجاہدہ کی ہوس ہے۔ حالانکہ نماز کے آداب کی رعایت کرنے کے برابر کوئی مجاہدہ اور ریاضت نہیں ہے۔ خاص کر فرض وواجب اور سنت کے آداب کی رعایت۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخَاشِعِينَ بے شک لوگوں پر نماز بھاری ہے مگر خشوع کرنے والوں پر بھاری نہیں ہے)۔" اور آپ نے فرمایا "بہت افراد دیکھنے میں آئے کہ وہ آداب اور رعایات کے مشغوف و دلدادہ ہیں لیکن نماز کے آداب میں تساہل سے کام لیتے ہیں۔" حضرات القدس کے حضرتِ خامسہ میں شیخ بدرالدین اپنے متعلق لکھتے ہیں "بیعت ہونے سے پہلے جمعہ کے دن آپ کی مسجد شریف جایا کرتا تھا۔ اور آپ کے نماز پڑھنے کو دیکھا کرتا تھا تو دل کو یقین ہو گیا تھا۔ کہ آپ ہر وقت سرور کائنات علیہ الصلاۃ والسلام کی صحبت میں رہتے ہیں اور ان کو نماز پڑھتا دیکھتے ہیں۔ اور انہی کے طریقہ پر نماز ادا کرتے ہیں۔ میں نے آپ کے سوا دیگر علماء اور مشائخ کو بھی دیکھا ہے لیکن ہمیشہ

ایک ہی طریقہ پر بہ کمال آداب و خشوع آپ ہی کو نماز پڑھتے دیکھا۔ آپ کی نماز اعظم خوارق میں سے تھی" الخ

آپ نے رہبانیت کے طور طریقوں کو یکسر بند کیا۔ نہ چلہ رہا نہ دہنہ۔ اوراد و احزاب کی جگہ قرآن مجید اور ادعیہ ماثورہ نے لی۔ آپ نے کرامات کے چکر سے لوگوں کو نکالا۔

شیخ الاسلام پیر ہرات حضرت عبداللہ انصاری قدس سرہ نے فرمایا ہے اور کیا ہی خوب فرمایا ہے " اگر بہوا روی مگسے باشی، در بر آب روی خسے باشی، دل بہ دست آر تا کسے باشی"۔ زبدۃ المقامات کے فصل ہشتم میں ہے۔ کہ " پیر کی کرامت یہ ہے کہ وہ مریدوں کے اخلاق کی اصلاح کرے۔ اخلاق رذیلہ سے اخلاق فاضلہ تک لے جائے" حضرت والد الوالد قدس اللہ اسرارہما فرماتے ہیں ؎

رو عمر در خدمت پیر سعید   تا نکو گردد رذیلہ خوے تو

حضرات القدس کے حضرت ثامنہ میں ہے کہ آپ نے فرمایا " احوال شریعت کے تابع ہیں۔ شریعت احوال کے تابع نہیں ہے۔ کیونکہ شریعت قطعی ہے اس کا ثبوت وحی سے ہوا ہے اور احوال ظنی ہیں ان کا ثبوت کشف و الہام سے ہوا ہے" اور آپ کا ارشاد ہے " تعجب ہے خام و نا تمام درویشوں پر کہ اپنے کشف پر بھروسہ کرتے ہوئے شریعت کی مخالفت کرتے ہیں۔ حالانکہ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہوتے تو آپ ہی کی پیروی کرتے"

فراست مومن

حدیث شریف میں وارد ہے۔ اِتَّقُوا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّہٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰہِ۔ یعنی مومن کامل اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھ کر کہتا ہے۔ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ نے ابتدائے امر میں آپ کے متعلق فرمایا تھا۔ کہ وہ ایسا روشن چراغ ہوں گے کہ جس کے نور سے " عالمہا روشن گردد" آپ کا ارشاد حرف بہ حرف پورا ہوا۔ سرہند شریف بہ وجہ اجتماع اہل اللہ بقعۂ نور بن گیا۔ اور یہ شعر صادق آیا۔

سرہند مگو کہ رشک طور است ٭ خار و خس او ہمہ ز نور است

آپ کی شان

آپ دفتر اول کے مکتوب ۲۲۶ میں اپنے برادر خورد کو تحریر فرماتے ہیں۔ " اے بھائی! اللہ تعالیٰ ہم کو اور تم کو توفیق عنایت کرے۔ زندگانی

کی فرصت بہت کم ہے۔ اَبَدی عذاب اُسی پر متفرع ہوتا ہے۔ افسوس ہے اس شخص پر کہ اس فرصت کو بیکار امور میں صرف کرے اور دوامی تکالیف مول لے۔ اے بھائی! چاروں طرف سے ٹڈیوں کی طرح لوگ آ رہے ہیں وہ دنیوی اسباب کو چھوڑ رہے ہیں لیکن تم اپنے گھر کی نعمت سے بے خبر دنیا کی تلاش میں گھوم رہے ہو اور بڑی محنت سے اس کو حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہو۔" اور تحریر فرمایا ہے "اہل اللہ کا ایسا اجتماع اور اللہ سے تعلق رکھنے والی ایسی جمعیّت جو آج کے دن سرہند میں ہے اگر جا کر دنیا کا چکّر لگا لو تو شاید ہی ایسی دولت کا سوئیں (۱۰۰) سے ایک حصّہ کہیں تمہارے ہاتھ لگے۔ ایسی دولت کو کیوں گنوا رہے ہو اور بچوں کی طرح کشمش وغیرہ پر اکتفا کر رہے ہو۔ افسوس صد افسوس۔"

جامع ہر دو اوصاف

یہ عاجز کہتا ہے۔ امام یافعی نے "مرآۃ الجنان" اور عارفِ جامی نے "نفحات الأنس" اور ابن عماد حنبلی نے "شذرات الذہب" میں شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین اور شیخ اکبر حضرت محی الدین کی ملاقات کا واقعہ لکھا ہے کہ ان دونوں بزرگوں کی ملاقات کے بعد کسی نے شیخ اکبر سے پوچھا کہ آپ نے شیخ الشیوخ کو کیسا پایا تو آپ نے فرمایا "رَجُلٌ مَملُوٌّ مِن فَرقِهٖ اِلیٰ قَدَمِهٖ مِنَ السُّنَّةِ" (وہ سر سے لے کر پیر تک سنّتِ مطہّرہ سے بھرے ہوئے ہیں۔" پھر اس شخص نے شیخ الشیوخ سے شیخ اکبر کے متعلق دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا۔ "هُوَ بَحرُ الحَقَائِقِ" (وہ حقائق کا سمندر ہیں) یہ عاجز جب حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کے احوال مبارکہ پر نظر ڈالتا ہے تو ضمیر گواہی دیتی ہے۔ کہ آپ ان ہر دو اوصافِ عالیہ کے جامع تھے۔

عمرہا باید کہ تا یک بندۂ صاحب کمال   بایزیدے در خراساں یا اُویس اندر قرن

آپ کا قید ہونا

آپ کے طریقے اور آپ کے کام سے اہل اَہوَاء خوش نہ تھے۔ وہ آپ کے خلاف ریشہ دوانیوں میں مصروف ہوئے۔ ان لوگوں نے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کو آپ سے بدظن کیا۔ چنانچہ اس سلسلہ میں انھوں نے غالبًا ایک خط بھی لکھا ہے۔ مفسدوں نے شاہِ ہند جہانگیر تک کچھ باتیں پہنچائیں۔

جہانگیر نے آپ کو دربار میں بلایا۔ اور آپ کے سامنے وہ الزامات رکھے گئے جو معاندین نے آپ پر عائد کئے تھے۔ آپ نے ان کا جواب دیا۔ مفسدوں نے جب اپنا کھیل بگڑتے دیکھا تو ایک ناعاقبت اندیش نے بادشاہ سے کہا: "دیدید تکبر ایں شیخ را کہ ظل اللہ و خلیفہ او تعالیٰ اید سجدہ نہ کرد بلکہ تواضع بہ رسمیکہ بایکدگر می کنند ہم بجانیاورد سلطان ازیں سخن بشورید۔ وحکم بہ قید گوالیار نمود و قبل ازیں شاہزادہ دین پناہ شاہ جہاں کہ با ایشاں اخلاص تمام داشت علامی فہامی افضل خاں و خواجہ عبدالرحمن مفتی را باکتب فقہ پیش ایشان فرستادہ بود کہ سجدہ تحیت برائے سلاطین آمدہ است۔ اگر شما سجدہ کنید ہیچ گزندے از بادشاہ بہ شما نخواہد رسید، من ضامن و متعہد می شوم، ایشاں فرمودند کہ ایں رخصت است عزیمت آں است کہ غیر حق را سجدہ نہ کنند۔" الخ (الحضرۃ السابعہ من حضرات القدس) یعنی "اس شیخ کے تکبر کو جہاں پناہ نے ملاحظہ فرمایا۔ باوجودیکہ آپ اللہ کا سایہ اور اس کے خلیفہ ہیں سجدہ نہ کیا۔ بلکہ جو تواضع آپس میں ایک دوسرے سے کی جاتی ہے (سینے پر دونوں ہاتھ کا رکھنا اور سر کا جھکانا جیسا کہ اہل بخارا میں مروج ہے) وہ بھی نہ کی۔ اس بات کو سن کر بادشاہ برافروختہ ہوا اور گوالیار کے قلعہ میں قید کرنے کا حکم صادر کر دیا۔ (تزک جہانگیری میں اس واقعہ کو ۲۲ خورداد سنہ ۱۴ جلوس کے تحت لکھا ہے جو کہ ۸ رجمادی الآخرہ سنہ ۱۰۲۸ھ ۲۲ رمئی سنہ ۱۶۱۹ء ہے) شاہزادہ دین پناہ شاہ جہاں کو آپ سے کامل اخلاص تھا۔ انھوں نے اس سے پہلے علامہ افضل خاں اور عبدالرحمن مفتی کو فقہ کی کتابوں کے ساتھ آپ کے پاس بھیجا تھا۔ کہ سجدہ تحیت بادشاہوں کے لئے آیا ہے۔ اگر آپ سجدہ کرلیں گے تو آپ کو بادشاہ سے کوئی تکلیف نہ پہنچے گی۔ میں اس امر کا ضامن ہوتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ "یہ حکم" "رخصت" ہے۔ "عزیمت" یہ ہے کہ غیر اللہ کو سجدہ نہ کیا جائے۔"

شیخ عبدالحق کی تحریر

اہلِ اہوا نے (جن کو اب آزاد خیال کے نام سے یاد کیا جاتا ہے) حضرت شیخ عبدالحق سے ایسی باتیں جا کر بیان کیں کہ آپ بھی حضرت مجدد پر معترض ہوئے۔ اور اپنے اعتراضات کو لکھ کر مشتہر کیا۔

حضرت مجدد پر زیادہ تر اعتراضات آپ کے تین خطوط کی بنا پر کیے جاتے ہیں۔ پہلا خط دفتر اول کا مکتوب ۱۱ ہے۔ آپ نے یہ خط اپنے پیر و مرشد قدس سرہ کو لکھا ہے۔ دوسرا خط آپ نے اپنے فرزند گرامی خواجہ محمد معصوم کو لکھا ہے اور یہ دفتر دوم کا مکتوب ۶ ہے۔ دفتر دوم میں ۱۰۲۵ھ سے ۱۰۲۸ھ تک کے خطوط ہیں۔ اس حساب سے یہ اوائل ۱۰۲۶ھ کا خط ہے۔ اور تیسرا خط دفتر سوم کا مکتوب ۸۷ ہے جو کہ غالباً ۱۰۳۰ھ میں لکھا گیا ہے۔ اہل اہواء کا بیان کلام پاک میں اس طرح پر آیا ہے "فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ" (اور جن لوگوں کے دلوں میں ٹیڑھ ہے۔ وہ فتنہ کے لئے متشابہات کے پیچھے پڑتے ہیں ان کا مقصد فتنہ برپا کرنا ہوتا ہے" آپ کے ساتھ اہلِ اہواء نے یہی کیا۔ اہل اہواء نے جو کچھ کیا اس کا بیان بے کار ہے۔ البتہ جائے صد حیرت ہے۔ کہ شیخ عبدالحق نے ان کا ساتھ کس طرح دیا۔

آپ کے تین مکاتیب

آپ کے تین خطوں پر اعتراض کیا گیا ہے۔ پہلا خط آپ نے حضرت خواجہ کو لکھا ہے۔ حضرت خواجہ نہ صرف آپ کے بلکہ شیخ عبدالحق کے بھی پیر تھے۔ وہ کسی نادرست بات پر خاموش نہیں رہ سکتے تھے۔ آپ نے ابتدائے احوال میں جب کہ آپ توحید وجودی کے دائرہ میں تھے۔ ایک رباعی حضرت خواجہ کو خط میں لکھ دی۔ حضرت خواجہ نے آپ کو تحریر فرمایا: "آں رباعی ملحدانہ کہ نوشتہ بودند در غایت سفاہت است۔ حاشا کہ قائل آں مقبول باشد، زنہار ادب نگہدارید کہ کارخانۂ الٰہی محل استغنا و غیرت است والسلام۔" اگر آپ کے اس عریضہ میں بھی کچھ سقم ہوتا تو حضرت خواجہ آپ کو متنبہ فرماتے۔ حالانکہ قضیہ اس کے برعکس ہوا۔ اور کارخانۂ ارشاد آپ کو تفویض ہوا جس وقت آپ کا یہ خط گیا تھا، حضرت خواجہ حیات تھے شیخ صاحب کو اُس وقت اس خط میں خرابی کیوں نظر نہ آئی۔ اور پھر بیس سال کے بعد اُن کو اس کا خیال کیوں آیا۔ کیا خلاف شرع امور پر اتنی طویل خاموشی اختیار کی جانی چاہیئے۔؟

دوسرے خط میں آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ اپنی پیدائش کا جو مقصد میں سمجھا ہوں وہ یہ ہے کہ ولایتِ محمدی ولایتِ ابراہیمی سے رنگین ہو جائے۔ اس سلسلہ میں آپ نے جو کچھ لکھا ہے وہ

علمی حقائق اور دقائق سے بھرا ہوا ہے۔ اہلِ علم میں سے خواص اس کے مطالعہ سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ اس خط میں آپ لکھتے ہیں: "اپنی پیدائش کا جو مقصد میں سمجھا ہوں معلوم ہوا کہ وہ مقصد پورا ہو گیا ہے اور ہزار سالہ طلب مقرون بہ اجابت ہو گئی ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ جَعَلَنِیْ صِلَۃً بَیْنَ الْبَحْرَیْنِ وَمُصْلِحًا بَیْنَ الْفِئَتَیْنِ۔ حمد ہے اللہ کے لئے جس نے مجھ کو دو سمندروں کا صلہ اور دو گروہوں کا مُصلح بنایا۔" دو سمندر سے مُراد شریعت اور طریقت ہیں۔ اور دو گروہوں سے مراد علمائے اعلام اور مشائخ کرام ہیں۔ شریعت اور طریقت میں جو اختلاف بظاہر نظر آرہا تھا وہ آپ کی وجہ سے اللہ نے رفع کیا۔ اور جو اختلاف علماء کا مشائخ سے تھا وہ بڑی حد تک کم ہوا۔ اس سلسلہ میں آپ نے دفتر دوم کے پہلے مکتوب میں لکھا ہے۔ "جناب شیخ اکبر اور علماء نے میانہ روی کے جوانب کو لیا ہے اور میانہ روی کا بیچ اس فقیر کو ملا ہے۔ اگر وجود اصلی کا ظلِ جناب شیخ خارج میں پالیتے تو عالم کے وجودِ خارجی سے انکار نہ کرتے اور اگر علماء اس راز سے واقف ہو جاتے تو خارج میں ممکن کا وجودِ اصلی ثابت نہ کرتے۔"

اہلِ اہوا ذرا خیال کریں کہ آپ نے حضرت شیخ اکبر اور علمائے کرام کے مسلک کو جوانبِ میانہ روی قرار دیا ہے۔ اور اس طرح یہ دونوں مسلک "خیر الامور اوسطہا" میں شامل ہیں۔ دونوں کا اتباع کرنے والا ان شاء اللہ ناجی ہے۔ اور اصحابِ بصیرت علماء کا مسلک یہی ہوا کرتا ہے۔ لمثل ھذا فلیعمل العاملون۔

آپ نے دوسرے خط کا اختتام اس پر کیا ہے کہ "اے فرزند باوجود اس معاملہ کے جو میری خِلقت سے وابستہ ہے ایک دوسرا عظیم کام بھی میرے سپرد ہوا ہے مجھ کو پیری مریدی کے واسطے نہیں لایا گیا ہے اور نہ تکمیلِ ارشاد میری پیدائش کا مقصد ہے بلکہ مقصود امرِ دیگر ہے اس کے ضمن میں مجھ سے وہی شخص فیض حاصل کر سکتا ہے جس کو مناسبت ہو گی ورنہ نہیں۔"

کڑی آزمائش

آپ نے یہ خط ۱۰۲۶ھ میں لکھا ہے۔ اس کے دو سال بعد آپ پر کڑی آزمائش کا وقت آیا اور اللہ تعالیٰ نے اس وقت آپ کو ثابت قدم رکھا۔ آپ کی اس پیشین گوئی اور اس آزمائش کو دیکھ کر اس عاجز کو حضرت امام احمد کا واقعہ یاد آجاتا ہے جس کی تفصیل اس طرح پر ہے۔ مصر میں امام شافعی نے

خواب میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آنحضرت نے آپ سے فرمایا :۔
" ابو عبد اللہ (امام احمد) کو بعد سلام کے لکھو کہ عنقریب تمہارا امتحان لیا جائے گا تم سے خلقِ قرآن کے لئے کہا جائے گا۔ دیکھو اس کو تسلیم نہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ اس کا یہ اجر تم کو دیگا کہ قیامت کے دن تمہارا ایک بیرق ہوگا۔" امام شافعی نے یہ خواب لکھ کر ربیع بن سلیمان کے ہاتھ امام احمد کے پاس بغداد بھیجا۔ امام احمد پر سختیاں گزر چکی تھیں۔ جب ربیع نے خط اُن کے حوالے کیا وہ پڑھ کر رونے لگے۔ امام احمد کا یہ رونا از انتہائے مسرت تھا۔ کہ حضرت محبوب خدا نے بعد سلام آپ کو یہ ہدایت فرمائی ہے۔ یہ واقعہ "طبقات کبریٰ" کے پہلے حصہ کے صفحہ ۲۰۵ پر ہے۔

اس مکتوب شریف میں حقائق سے بےخبر افراد کو یہ بات کھٹکی ہے کہ ولایتِ محمدی کا ولایتِ ابراہیمی سے مُلوَّن ہونا تو یہ معنی رکھتا ہے کہ جو کام سردار دو عالم (بأنفسنا هو وبآبائنا وأمهاتنا) صلی اللہ علیہ وسلم نہ کر سکے وہ آپ نے کر لیا۔ اِن مدعیانِ علم نے اتنا نہ سوچا کہ سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام کمالات حاصل ہیں۔ جن کمالات کا ظہور آپ کے بعد ہوا ہے وہ بھی آپ ہی کے ہیں۔ دیکھئے عربی زبان موجود تھی۔ اس میں نحو۔ صَرف۔ معانی۔ بیان۔ بدیع وغیرہ کا وجود تھا۔ البتہ ان کا ظہور بعد میں ائمہ نحو و صَرف و بلاغت نے کیا ہے۔ یہ ائمہ اِن علوم کے واضع نہیں ہیں بلکہ بیان کرنے والے اور استخراج و ترتیب دینے والے ہیں۔ یہی کیفیت اُن تمام کمالات کی ہے جن کو بزرگانِ دین نے بیان کیا ہے۔ اِس سوال کے متعلق خود حضرت مجدد سے دریافت کیا گیا ہے۔ اور آپ نے دفتر دوم کے مکتوب ۹۷ میں اس کا جواب تحریر فرمایا ہے۔

آپ کا تیسرا خط اسرارِ مُریدی و مُرادی کے بیان میں ہے۔ جو تقریباً آپ کے مکاتیب شریفہ کے خاتمہ میں ہے۔ اور اس عاجز کی نظر میں "ختامہ مسک" ہے۔ محسوس ہوتا ہے کہ جس وقت آپ نے یہ پُر از اسرار و معارف خط لکھا ہے آپ حضرت سعدی علیہ الرحمہ کے اس شعر کے مصداق تھے۔

اَلَسْت از ازل ہمچناں شاں بگوش　　　　بہ فریادِ قالوا بلیٰ در خروش

اس خط کا لطف بھی وہی شخص اٹھائے گا جو کہ اس کیفیت سے سرشار ہو گا۔ ورنہ بے عقلی کے اعتراضات کرے گا۔ اور مطالب و معانی سے ہٹ کر الفاظ کے چکر میں پڑے گا۔

ہر انسان اللہ کا بندہ ہے چاہے وہ صالح ہو یا طالح، اور سب کو ہدایت دینے والا اللہ ہی ہے، اسی طرح علم اور ولایت کا عطا کرنے والا بھی پاک پروردگار ہے۔ حضرات انبیاء و رُسل علیہم السلام ہدایت پانے کا ذریعہ بنے ہیں۔ استاد اور مُرشد علم اور ولایت کے حصول کا ظاہری سبب ہوئے ہیں۔ ان ہی امور کا اظہار فرماتے ہوئے حضرت مجددؒ نے لکھا ہے۔" میں اللہ کا مُرید بھی ہوں اور اُس کا مُراد بھی ہوں" یعنی میں اللہ کے قُرب اور وصال کا طالب اور "مُرید" ہوں، اور میرا وجود اللہ کا پیدا کردہ ہے۔ جب اس کا ارادہ میری تخلیق سے وابستہ ہوا تو صفحۂ وجود پر میرا ظہور ہوا لہٰذا میں "مُراد" بھی ہوا۔

آپ نے اس قسم کے اسرار اس خط میں تحریر کیے ہیں۔ اور اَلَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِھِمْ زَیْغٌ نے اس کی تردید و تشنیع کی، اور حضرت شیخ عبدالحق نے مفسدوں کی باتیں سُن کر اس سلسلہ میں میں کچھ لکھ دیا۔ جناب حسام الدین احمد خلیفہ و خدمت گار مزارِ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس اللہ اسرارہما نے اس سلسلہ میں حضرت مجددؒ کو خط لکھا، اور آپ نے ان کو مفصل جواب لکھا ہے جو کہ دفتر سوم کا مکتوب ۱۲۱ ہے۔ آپ نے تمام اشکالات کو رفع فرمایا ہے۔ اور خط کو اس بیان پر ختم کیا ہے۔

طریقہ مُسلمانی

"مسلمانی اور مہربانی کا طریقہ تو یہ ہے کہ اگر کسی کی کوئی بات بہ ظاہر علوم شرعیہ کے مخالف واقع ہو رہی ہو تو یہ دیکھنا چاہیئے کہ اس بات کا کہنے والا کیسا آدمی ہے۔ اگر وہ ملحد اور زندیق ہے تو اس کے قول کو رد کیا جائے۔ اور اس کے الفاظ کی اصلاح نہ کی جائے، اور اگر وہ بات کہنے والا مسلمان ہے۔ اور وہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہے تو اس کے کہے ہوئے الفاظ کی اصلاح میں کوشش کی جائے۔ اور ان الفاظ کا صحیح محمل نکالا جائے۔ اور اگر وہ بات ایسی ہو کہ اس کی اصلاح نہ کی جا سکے تو اس شخص کو نصیحت کی جائے۔ اور یہ نصیحت نرمی سے ہونی چاہیئے، کیونکہ نرمی سے نصیحت کی جاتی ہے تو زیادہ تر قبول ہوتی ہے اور اس کا اثر ہوتا ہے، اور اگر نصیحت

کا مقصد اصلاح اور خیر خواہی نہ ہو بلکہ اس شخص کو رسوا کرنا ہو تو یہ امر دیگر ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیق دے۔ آپ کے مکتوب شریف سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اس فقیر کا خط سننے کے بعد بھی اُن عزیز کا اشتباہ اور اُن کا انحراف اس فقیر سے باقی رہا۔ شاید یہ اشتباہ اور انحراف انعکاسی ہو۔ مناسب تو یہ تھا کہ مواضع اشتباہ کا حل آں عزیز خود کر لیتے اور یہ کام اس فقیر پر نہ رکھتے، اور فتنہ کو تسکین دیتے یہ فقیر دوستوں سے کیا گلہ کرے۔ وہ ان میں سے بعض اشتباہات کے دفع کرنے پر قادر تھے، لیکن انھوں نے اپنے کو اس سے بچایا اور خاموشی اختیار کی۔

ع ما ز یاراں چشم یاری داشتیم۔ مجھے یاروں سے تھی اُمیدِ یاری۔ اے ہمارے پروردگار تو اپنی رحمت سے ہم کو نواز اور ہمارے کام کو درست کر دے۔ والسلام اَوَّلاً و آخراً۔"

شیخ عبدالحق کا اعتراف

اگرچہ اس خط کو پڑھ کر شیخ عبدالحق نے حسب معمول حضرت مجدد پر اعتراضات کئے بلکہ ایک خط بھی لکھ دیا لیکن کچھ ہی دن بعد انھوں نے مرزا حسام الدین احمد کو لکھا: "درین ایام صفائی فقیر بخدمت میاں شیخ احمد سلمہ اللہ تعالیٰ از حد متجاوز است و اصلا پردۂ بشریت وغشاوۂ جبلیّت بمیان نہ ماندہ قطع نظر از رعایت طریقہ انصاف و حکم عقل کہ با این چنین عزیزان و بزرگان بد نباید بود در باطن بہ طریق ذوق و وجدان و غلبہ چیزے افتادہ کہ زبان از تقریر آں لال است سبحان اللہ مقلب القلوب و مبدل الاحوال شاید ظاہر بینان استبعاد کنند من نہ میدانم کہ حال چیست و بہ چہ منوال است۔ انتہی بلفظہ" جناب شیخ کی یہ تحریر کتاب "اخبار الاخیار" مجتبائی کے آخر میں صفحہ ۳۱۵ پر ہے۔ آپ لکھتے ہیں "آج کل میاں شیخ احمد سلمہ اللہ سے اس فقیر کی صفائی حد سے بڑھی ہوئی ہے۔ ہمارے مابین کوئی پردۂ بشریت یا کوئی غبارِ جبلیّت باقی نہیں رہا ہے، اس امر سے صرف نظر کرتے ہوئے کہ طریقۂ شریفہ کی رعایت اور عقل و انصاف کے تقاضوں کی رُو سے ایسے عزیزوں اور بزرگوں سے بُد نہ ہونا چاہیے۔ میں کہتا ہوں کہ اب جو کچھ بہ طریق ذوق و وجدان و غلبہ کے میرے دل میں آیا ہے اس کے بیان کرنے سے میری زبان قاصر ہے۔ پاک ہے اللہ دلوں کا پلٹنے اور احوال کا بدلنے والا۔ ظاہر بین افراد شاید اس بات کو بعید سمجھیں۔ میں خود بھی نہیں جانتا کہ یہ کیا ماجرا ہے اور کیا کیفیت ہے۔ اھ۔

شاہ غلام علی کا ارشاد

حضرت شاہ غلام علی قدس سرہ نے جناب شیخ کی اس عبارت کو نقل کر کے لکھا ہے "ازیں قول معلوم می شود کہ اعتراضات سابقہ از بشریت و نفسانیت بودہ نہ از حقیقت۔ این احوال علما را ست وائے برین صرفہ گویان" اس عبارت سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ جو اعتراضات پہلے کئے گئے تھے وہ بشریت اور نفسانیت کی وجہ سے تھے، از روئے حقیقت نہ تھے۔ علماء کا جب یہ حال ہو تو فضول باتیں بنانے والوں پر افسوس ہے۔" آپ نے "وائے بریں صرفہ گویاں" لکھ کر اپنے دلی رنج و الم کا اظہار فرمایا ہے

حضرت مجدد کا مُبارک رَوِیَّہ

وہ افراد جو حضرت مجدد قدس سرہ پر قیل و قال کرتے ہیں اور حضرت شیخ عبدالحق کی کسی تحریر کو صحیفۂ آسمانی سمجھے بیٹھے ہیں ذرا سمجھ سے کام لیں اور مسئلہ کے ہر پہلو پر نظر ڈالیں۔ مَالَہٗ اور مَا عَلَیہِ۔ کو سمجھیں تاکہ صحیح نتیجہ پر پہنچ سکیں۔ یہ لوگ حضرت مجدد قدس سرہ کے اندازِ بیان اور طریقہ ادا کو دیکھیں۔ آپ نے حضرت شیخ اکبر سے اختلاف کیا ہے، اور خوب شدت سے کیا ہے۔ مع ہذا آپ دفتر دوم کے پہلے خط میں تحریر فرماتے ہیں کہ شیخ اکبر اور علماء نے میانہ رَوِی کے جانبین کو لیا ہے اور میانہ روی کا وسط اس فقیر کو ملا ہے۔ یعنی شیخ اکبر کا مسلک اور ان کے مخالف علماءِ اعلام کا مسلک میانہ روی کے دائرہ میں ہے۔ ایک طائفہ نے ایک طرف کو دیکھا ہے دوسرے طائفہ نے دوسری طرف نظر ڈالی ہے۔ اور اسی خط میں آپ نے یہ بھی لکھا ہے۔ "شیخ اس جماعت (حضرات صوفیہ) کے متقدمین کے لئے بُرہان اور متاخرین کے لئے حُجَّت ہیں" اور دفتر سوم کے مکتوب ۸۹ میں لکھا ہے "حضرت شیخ اپنی اکثر تحقیقات میں حق پر ہیں اور اُن پر طعن کرنے والے صواب سے دُور ہیں" آپ جس سے اختلاف کر رہے ہیں اس کے متعلق آپ کے یہ ارشادات ہیں۔ آپ نے جو خط حسام الدین احمد کو لکھا ہے، اس کا کچھ حصہ یہ عاجز نقل کر چکا ہے۔ آپ کی اس عبارت کو دقیق نظر سے دیکھا جائے "آپ کے مکتوب شریف سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اس فقیر کے خط سننے کے بعد بھی اُن عزیز کا اشتباہ اور اُن کا انحراف اس فقیر سے باقی رہا۔ شاید یہ اشتباہ اور انحراف اِنعِکاسی ہو" آپ نے "اُن عزیز" سے اشارہ شیخ عبدالحق کی طرف کیا ہے۔ آپ جناب شیخ کے اشتباہ

اور انحراف کو انعکاسی قرار دے رہے ہیں تاکہ اس کا الزام بھی آپ پر عائد ہو جائے۔ اور جناب شیخ پر کوئی حرف نہ آئے۔ علمائے ربانیین اور اولیائے کاملین کا یہ طریقہ ہے۔ آپ کا عمل ارشاد باری تعالیٰ پر رہا" وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَۃُ وَلَا السَّیِّئَۃُ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَکَ وَبَیْنَہٗ عَدَاوَۃٌ کَاَنَّہٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ۔ یعنی۔ اور برابر نہیں نیکی اور نہ بدی، جواب میں وہ کہو جو اُس سے بہتر ہو، پھر تم دیکھ لو کہ تم میں اور جس میں دشمنی تھی گویا وہ قرابت والا دوست ہے۔" اللہ تعالیٰ جل شانہ نے یہاں۔ کَاَنَّہٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ۔ کی صورت پیدا کردی۔ خود جناب شیخ متحیر ہیں کہ دل نے کیسا پلٹا کھایا ہے اور لکھ رہے ہیں"۔ اس کیفیت کے بیان کرنے سے میری زبان قاصر ہے۔ پاک ہے اللہ دلوں کا پلٹنے اور احوال کا بدلنے والا"۔ جناب شیخ نے آخر میں لکھا ہے (ظاہر بین افراد شاید اس بات کو بعید سمجھیں) یہ عبارت صاف طور پر بتا رہی ہے کہ آپ کے اشتباہ اور انحراف کا سبب اہل اہوا اور ظاہر بین افراد ہوئے تھے۔ بہر حال حق کا اظہار ہو کر رہا۔ اور ظاہر بین استبعاد ہی کرتے رہے اور اُن کی پیروی کرنے والے جو کہ اپنے کو آزاد خیال اور تحقیق کا دلدادہ کہتے ہیں۔ آج تک گرداب استعجاب میں غوطے کھا رہے ہیں۔ یہ لوگ اگر آپ کے اس خط کو اہمیت نہیں دے رہے ہیں، تو کم از کم اس بات کو تو دیکھیں کہ جناب شیخ کے بڑے صاحبزادے شیخ نور الحق مشرقی کو حضرت مجدد سے محبت پیدا ہوئی اور وہ آپ کی خدمت میں پہنچے۔ جناب شیخ کو نور الحق سے بہت محبت تھی اور شیخ نور الحق اپنے حضرت والد سے بیعت بھی تھے، کیا وہ اپنے مہربان والد اور مشفق پیر کو ناراض کرتے ہوئے آپ کی خدمت میں پہنچے ہیں؟ اور یہ اس وقت کا واقعہ ہے کہ جب آپ گوالیار کے قلعہ سے رہا ہو کر شاہ ہند کی معیت میں رہا کرتے تھے"۔ زبدۃ المقامات" کے ساتویں فصل میں لکھا ہے۔ کہ اس زمانے میں آپ سے شیخ نور الحق نے حضرت یعقوب اور حضرت یوسف علیہما السلام کے متعلق کچھ دریافت کیا۔ آپ نے ان کو اس سلسلہ میں ایک خط لکھا جو کہ دفتر سوم کا مکتوب نمبر ۱۰۰ ہے۔ یہ خط انیس صفحہ کا ایک مختصر رسالہ ہے۔ اور اس میں آپ نے بعض اسرار کا بیان کیا ہے۔ خواجہ ہاشم لکھتے ہیں کہ میں نے ایک مخلص کی یہ بات آپ سے عرض کی"۔ مبادا آپ کا یہ خط" گروہ باطن سقیم" تک پہنچ جائے۔ اور پھر اُن کے لئے قیل و قال کا سبب بنے۔"

یہ سُن کر پہلے آپ نے تبسّم فرمایا اور پھر قدرے مراقب ہو کر ارشاد کیا۔

یارب آں غنچۂ خنداں کہ سپردی بمنش ۔ می سپارم بہ تو از چشم حسود چمنش

اگر تحقیق کرنے والے آزاد خیال افراد حضرت شیخ کی یہ نصیحت بھی یاد رکھیں "با این چنین عزیزان و بزرگاں بدنباید بود" تو بلا وجہ کی دردسری سے یہ لوگ بچ جائیں اور اُن کی دل آزار تحریروں سے خلق خدا کو نجات مل جائے۔

حدیث صِلہ

حضرت مجدد قدس سرہ نے دوسرے خط میں جو کہ حضرت خواجہ محمد معصوم کے نام ہے۔ لکھا ہے "اَلحمدُ للہِ الّذِی جَعَلَنِی صِلَۃً بَینَ البَحرَینِ" اور "مسئولِ ہزار سالہ بہ اجابت قرین گشتہ" آپ نے اس طرح تحریر فرما کر اس حدیث شریف کی طرف اشارہ کیا ہے جو خواجہ ہاشم کو سیوطی کی جمع الجوامع میں اور اس عاجز کو ابن سعد کی طبقات کبریٰ مطبوعہ بیروت کے ج ۷، ص ۱۳۴ میں ان الفاظ سے ملی ہے۔ عن عبد الرحمٰن بن یزید بن جابر انہ بلغہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال یکون فی امتی رجل یقال لہ صلۃ ید خل بشفاعتہ الجنۃ کذا وکذا۔" آپ نے پروردگار کی حمد کی ہے۔ کہ اس نے اپنے فضل و کرم سے اس حدیث شریف کا مصداق آپ کو بنایا۔ اور ایک ہزار سال پہلے جس کی بشارت سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی اس کا ظہور ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی وجہ سے علماءِ ظاہر اور باطن کو ملا دیا۔ آپ نے اس خط میں یہ بھی تحریر کیا ہے۔ "میرے سپرد دوسرا عظیم کام ہوا ہے۔ مجھ کو پیری مریدی کے واسطے نہیں لایا گیا ہے۔" اس میں اکبری فتنۂ الحاد کے قلع قمع کرنے کی طرف اشارہ ہے۔ سجدۂ تحیّت اُسی کی یادگار تھی سَر دہی کے واسطے آپ تیار ہو گئے۔ اور سَر نہی منظور نہ فرمائی۔ رُخصت سے منہ موڑ کر عزیمت پر عامل ہوئے۔ علیٰ قدر اہل العزم تأتی العزائم۔

آپ کا ذکر مثل مُشک ہے

اس عاجز کے نزدیک آپ کا مبارک ذکر اور آپ کے پاکیزہ احوال۔ ھو المسک۔ ہے۔ آپ کی ہر بات بہ از نبات، اور ہر کام خدا کی رضامندی کے لئے تھا۔ آپ کا علم ظاہر کس پایہ کا تھا اس کے متعلق آپ کے رسائل اور مکاتیب کو مطالعہ کر کے علماءِ کرام ہی کوئی رائے قائم کر سکتے ہیں

اور آپ کے احوالِ باطنی کی کیا کیفیت تھی، اس کے متعلق اربابِ کشف و شہود ہی کچھ کہہ سکتے ہیں۔ ان امور میں یہ عاجز "لَا فِی الْعِیْرِ وَ لَا فِی النَّفِیْرِ" کا مصداق ہے۔ البتہ یہ عاجز اتنا جانتا ہے کہ آپ جنابِ محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے عاشق و شیدا تھے۔ "زبدۃ المقامات" کے فصل ششم میں ہے کہ آپ پر سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا ایسا غلبہ ہوا۔ کہ آپ نے بے ساختہ فرما دیا "حق سبحانہ و تعالیٰ را بہ واسطۂ آں دوست می دارم کہ ربِّ محمد است"، یعنی۔ پاک پروردگار جل شانہ و عم احسانہ سے مجھ کو بہ ایں وجہ محبت ہے کہ وہ محمد کا پروردگار ہے"، ممکن ہے آپ کے اس ارشاد پر کوئی سخن پروری کرے لیکن اس کو معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ مخمورِ بادۂ الفتِ نبوی کا کچھ اور مقام ہے "لیلیٰ را بہ چشمِ مجنوں باید دید"۔ آپ نے بارہا یارانِ طریقت سے فرمایا ہے "ہم کیا اور ہمارا عمل کیا۔ جو کچھ بھی ہم کو ملا ہے۔ وہ صرف اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے۔ اور اگر اس کے کرم کے لئے کوئی شے بہانہ ہوئی ہے تو وہ حضرت سید الاولین والآخرین کی متابعت ہے"۔ متابعت کے اس جذبہ نے طریقۂ شریفہ کو طریقۂ نبویہ علی صاحبہا الصلاۃ والتحیۃ کے رنگ میں رنگ دیا۔ رہبانیت کے تمام اثرات زائل ہوئے۔ نہ چلہ رہا نہ دم۔ ایک سنتِ مبارکہ پر عمل ہزار ہا چلوں سے کہیں برتر۔ "زبدۃ المقامات" کے چھٹے فصل میں ہے کہ آپ نے مولانا صالح ختلانی سے فرمایا کہ چند دانے کالی مرچ کے تھیلی میں سے لے آؤ۔ اتفاق سے وہ چھ دانے نکال کر لائے۔ ناراض ہو کر آپ نے فرمایا۔ ہمارے صوفی کی یہ کیفیت ہے کہ ان کو اب تک اَللّٰہُ وِتْرٌ یُّحِبُّ الْوِتْرَ کی خبر نہیں۔ وتر یعنی طاق کی رعایت کرنی مستحب ہے۔ مستحب کو لوگ کیا سمجھتے ہیں مستحب وہ شے ہے کہ اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔ اگر ایک ایسے عمل کے لئے جو پروردگار جل شانہ کو پسند ہو دنیا اور آخرت دیدی جائے تو کچھ بھی نہیں دیا گیا۔

اتباعِ سنت میں محویت

یہ عاجز کہتا ہے کہ اتباعِ سنت میں آپ محو تھے۔ اور محویت کا یہ مقام از راہِ محبوبیت و فردیت آپ کو ملا تھا۔ آپ کو ولایت اس عمر میں ملی، جس عمر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت ملی تھی۔ اور پھر آپ کا زمانۂ ارشاد اتنا ہی ہوا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا

زمانہ تھا، اور اس طرح عمر شریف میں بھی موافقت رہی۔ پروردگار جل شانہ نے ان امور میں بھی آپ کو اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع سے نوازا ہے۔ جن کے حاصل کرنے میں انسانی کوشش کا کوئی دخل نہیں۔ پروردگار نے اپنے فضل و کرم سے آپ پر — فَاسْتَقِمْ کَمَا اُمِرْتَ — کے اسرار کھول دیئے تھے۔ ہمہ وقت و ہمہ حال و ہمہ جا آپ کی نظر شریعت مطہرہ پر رہتی تھی۔ جس خوش نصیب کے رگ و پے میں اتباع سنت اور اطاعت کا جذبہ سرایت کر جاتا ہے اس کو یہ مرتبہ ملتا ہے ''وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیْقًا ذٰلِکَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰہِ وَکَفٰی بِاللّٰہِ عَلِیْمًا'' جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرے گا وہ ان لوگوں کے ساتھ ہو گا جن پر اللہ نے انعام کیا ہے جو کہ انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین ہیں، اور یہ کیسی اچھی رفاقت ہے۔ یہ فضل اللہ کی طرف سے ہے اور اللہ کافی ہے جاننے والا۔'' آپ نے دفتر سوم کے مکتوب ۸۷ کو اس عبارت پر ختم کیا ہے ''مربّائے الٰہی ام جلّ شانہ و مجتبائے فضل و کرم نامتناہی او تعالیٰ عز باکریمان کارہا دشوار نیست۔'' میں اپنے اللہ جل شانہ کا پالا ہوا اور پرورش یافتہ ہوں اور اس کے بے انتہا فضل و کرم کا چنا ہوا ہوں

کریموں کے لئے مشکل ہے کیا کام — نوازیں وہ جسے چاہیں نوازیں

اللہ تعالیٰ ان پر رحمتیں نازل کرے، اور ان کے مراتب میں ہر آن اضافہ کرے۔

آپ کی تالیفات

شیخ صفر احمد مخدومی نے ''برکاتِ معصومی'' میں آپ کے سات رسائل کا ذکر کیا ہے۔ ان کے نام یہ ہیں۔

۱۔ رسالہ تہلیلیہ (تحقیق در کلمہ طیبہ) ۲۔ رسالہ اثبات نبوت ۳۔ رسالہ ردّ شیعہ۔ ۴۔ رسالہ معارف لدنیہ ۵۔ شرح الشرح لبعض رباعیات حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ ۶۔ مبداء و معاد ۷۔ مکاشفات غیبیہ۔ اور آپ کے سہ دفتر مکاتیب مبارکہ کا بیان کیا ہے۔ صفر احمد نے یہ بھی لکھا ہے، کہ مکاشفات غیبیہ کو حضرت خواجہ محمد معصوم نے اور مبداء و معاد کو خواجہ محمد صدیق بدخشی نے جمع کیا ہے سو دونوں رسالوں کے خطبے ان دونوں

نے لکھے ہیں۔ باقی مضمون سب آپ کا ہے اور باقی رسائل از اوّل تا آخر آپ نے لکھے ہیں۔

ان سات رسائل کے مجموعہ کا قلمی نسخہ ۱۲۶۷ھ کا تحریر کردہ اس عاجز کے پاس ہے ان میں سے پہلے رسالہ کا نام "تحقیق در کلمۂ طیبہ" اور دوسرے رسالہ کا نام "رسالہ در تحقیق نبوت" لکھا ہے۔ یہ دونوں رسالے عربی میں ہیں۔ دوسرا رسالہ ناتمام ہے۔ وہ ایک مقدمہ اور دو مقالوں پر مشتمل ہے۔ دوسرے مقالے کی صرف سُرخی لکھی ہے "المقالۃ الثانیۃ فی ذم الفلسفۃ وبیان المضار الحاصلۃ من ممارسۃ علومھم ومطالعۃ کتبھم" اور اس کے بعد کا مضمون نہیں ہے۔ رسالہ ردشیعہ کو منشی نول کشور نے "رسالہ در ردِّ روافض" کے نام سے مکتوبات شریف کے آخر میں طبع کیا ہے۔ اس عاجز کے پاس جو قلمی نسخہ ہے اس میں کچھ اضافہ ہے۔ خاص کر ابتدا میں نہایت نفیس بیان ہے۔ حضرت خواجہ خسرو کے تیرہ [۱۳] اشعار ہیں۔ جو کہ مطبوعہ میں نہیں ہیں۔

رسالۂ تہلیلیہ یعنی رسالۂ تحقیق در کلمہ طیبہ کے چھٹے صفحہ پر۔ قال شیخی ووالدی قدس سرہ اور گیارہویں صفحہ پر۔ وقد استفضناہ فی رسالتنا المحررۃ لاثبات النبوۃ۔ تحریر ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی تالیف حضرت مخدوم کی وفات اور رسالۂ اثبات نبوت کی تالیف کے بعد ہوئی ہے۔ یہ عاجز جب اس رسالہ کا مطالعہ کرتا ہے تو محسوس ہوتا ہے کہ یہ رسالہ سلسلۂ تالیف و تحریر کا فاتحہ ہے۔ غالبًا اس کا مسودہ اُس وقت لکھا گیا ہے۔ اور مبیضہ کرتے وقت۔ قدس سرہ۔ اور۔ وقد استفضناہ الخ کا اضافہ ہوا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

مکتوبات شریفہ

آپ کے مکاتیب شریفہ کا آغاز اُن خطوط سے ہوا ہے۔ جو آپ نے حضرت خواجہ قدس سرہ کی خدمت میں ارسال کئے ہیں اور ان کی ابتدا ۱۰۰۹ھ کے اواخر سے ہوئی ہے۔ پہلا دفتر۔ خواجہ یار محمد الجدید البدخشی الطالقانی نے جمع کیا ہے ۱۰۲۵ھ کو جب مکاتیب شریفہ کی تعداد تین سو تیرہ (۳۱۳) ہو گئی تو آپ نے فرمایا۔ کہ انبیائے مرسل علیہم السلام اور مجاہدین بدر علیہم الرضوان کی تعداد تین سو تیرہ تھی۔ ان کی مناسبت سے اس دفتر کو بند کر دو۔ چنانچہ سال اتمام کے اعتبار سے اس دفتر کا تاریخی نام۔ درالمعرفت رکھا گیا۔ محمد ہاشم کشمی نے زبدۃ المقامات میں لکھا ہے۔ کہ یہ تاریخی نام میں نے نکالا تھا

حضرت مجدد قدس سرہ نے فرمایا "نامش نیز ہمیں باشد" یہی اس کا نام ہو۔ دوسرا دفتر خواجہ عبدالحی حصاری نے جمع کیا ہے۔ اس میں ننانوے (۹۹) خطوط ہیں۔ جب ۱۰۲۸ھ کو خطوط کی تعداد ننانوے ہوگئی تو اسمائے حُسنیٰ کی مناسبت سے اس دفتر کو بند کیا گیا اور اس کا تاریخی نام باعتبار اختتام "نور الخلائق" رکھا۔ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ اس دفتر میں قلعہ گوالیار میں محبوس ہونے تک کے خطوط ہیں۔ تیسرے دفتر کو عاشقِ صادق، سرمستِ جامِ احمدی خواجہ محمد ہاشم کشمی نے جمع کیا ہے۔ وہ زبدۃ المقامات کے ساتویں فصل میں لکھتے ہیں "تیسری جلد ایک سو چودہ (۱۱۴) خطوط پر مشتمل ہے۔ قرآن مجید کی سورتوں کے حساب پر۔" خواجہ ہاشم نے اس کا نام "بحر المعارف" رکھا ہے۔ اور تاریخِ اتمام کاسُ الرّامنجین سے نکالی ہے جو کہ ۱۰۳۲ھ ہے۔ زبدۃ المقامات میں لکھتے ہیں۔ کہ اس کے بعد جو خطوط آپ نے لکھے ہیں اور جن کی تعداد چودہ تک نہ پہنچی تھی کہ آسمانِ قطبیت کا چودھویں کا چاند معرفتِ تراب کے نقاب میں چھپ گیا۔ قدس اللہ سرہ الانور و نور مضجعہ المعطر بحرمۃ سید البشر والصلاۃ والسلام علیہ وعلی آلہ واصحابہ واحبابہ الی یوم المحشر۔

خواجہ ہاشم نے چودھویں کے چاند کی مناسبت سے لکھا ہے "کہ جن کی تعداد چودہ تک نہیں پہنچی تھی۔" کیونکہ اضافہ دس خطوط کا ہوا ہے۔ اس عاجز کے پاس دو۲ نسخے قلمی ہیں۔ ان دونوں میں جلد ثالث کے خطوط کی تعداد ۱۲۴ ہے۔ ایک نسخہ ۱۲۰۴ھ کا اور دوسرا ۱۲۸۰ھ کا تحریر کردہ ہے۔

مکتوبات کی مقبولیت

آپ سے پہلے اور آپ کے بعد سینکڑوں بزرگواران کے مکاتیب کو لوگوں نے جمع کیا ہے خود آپ کے فرزندانِ رشید حضرت محمد سعید اور حضرت محمد معصوم اور پھر ان کے صاحبزادوں کے مکاتیب جمع کئے گئے ہیں لیکن جو مقبولیت آپ کے مکاتیب کو حاصل ہوئی وہ کسی دوسرے کے مکاتیب کو نہ ہوئی حقائق و معارف کے بیان میں آپ کے مکتوبات کی وہی منزلت ہے۔ جو مولانا جلال الدین رُومی قدس سرہ کی مثنوی معنوی کو حاصل ہے۔ اگر صرف مکتوبات شریف کہا جائے گا۔ تو آپ ہی کے مکاتیب مراد ہوں گے جس طرح مثنوی شریف کہنے سے مولانائے روم

کی مثنوی مراد ہوا کرتی ہے۔ آپ کے مکتوبات کا ترجمہ عربی میں بھی ہوا ہے۔ جو کہ ۱۳۱۶ھ میں دو جلدوں میں چھپے ہیں، دوسری جلد میں دوسرا اور تیسرا دفتر ہے۔ اب ان کا عکس لے کر ترکوں نے دوسری مرتبہ طبع کیا ہے۔

آپ کے رسائل بھی ہیں اور مکاتیب بھی ہیں۔ لیکن جو حلاوت، زورِ قلم اور نادر اندازِ بیان مکاتیب شریفہ میں ہے وہ کچھ اور ہی ہے۔ ایک ایک لفظ "از دل خیزد بر دل ریزد" کا اتم مصداق ہے۔ بلکہ ہر لفظ بادۂ عشقِ نبوی علی صاحبہ الصلاۃ والسلام کا لبریز جام ہے۔ ایک دن جامع ازہر کے اکابر علماء میں سے ایک عالم کے ہاتھ عربی ترجمہ کا ایک نسخہ آیا۔ وہ محویت کے ساتھ ایک گھنٹہ یا اس سے کچھ زائد دیر تک اس کا مطالعہ کرتے رہے۔ اور پھر یہ کہا "سبحان اللہ۔ یہ کتاب کیسی پُر از حقائق و معارف ہے۔ آج تک ایسی عمدہ کوئی دوسری کتاب میری نظر سے نہیں گزری"۔ خواجہ محمد ہاشم نے دفتر سوم کے دیباچہ میں کیا خوب کہا ہے۔

زہر یک نقطہ اش چوں نافۂ تر — شمیم وصل جاناں می زند سر
دلے آں کز برودت در زکام است — چہ داند نافہ اش گر در مشام است
سرایم مدح آں سیاحِ غوّاص — کنم خورشید را چوں ذرہ رقّاص
مہیں فرزندِ فارق است چوں لاَ ب — کنوں نطق از زبانِ اُو کند رَب
سراپا نسخۂ اخلاقِ فاروق — بہ زہر منقصت تریاقِ فاروق
چراغ نقشبندِ ہفت محفل — نگاہش نقش بندِ غیر از دل

اشارہ بہ طرق سبعہ

ہو سکتا ہے کہ ہفت محفل کا اشارہ طُرُقِ سَبْعَہ کی طرف ہو کیونکہ آپ کو ۱۔ نقشبندیہ ۲۔ قادریہ ۳۔ چشتیہ ۴۔ سہروردیہ ۵۔ کبرویہ ۶۔ مداریہ ۷۔ قلندریہ میں اجازت تھی۔ ان کے شجرات مبارکہ اس عاجز کے پاس محفوظ ہیں۔ حضرت شاہ محمد عمر قدس سرہ نے ان کو نظم بھی کیا ہے۔ اور ہو سکتا ہے کہ ہفت سے مراد کثرت ہو۔ جیسا کہ عربی میں سَبْعَہ سے کثرت مراد ہوتی ہے کیونکہ طاق کی جمع تین ہے اور زوج کی چار۔ اور ان دونوں جمعوں کی جمع سات ہے۔ لہذا

اس سے مراد کثرت زائدہ ہے۔

زبدۃ المقامات اور حضرات القدس میں بھی آپ کے رسائل کا ذکر ہے لیکن کچھ اختلاف کے ساتھ۔ زبدۃ المقامات میں رسالہ اثبات نبوت کا نام نہیں ہے۔ اور رسالہ جذبہ وسلوک کا ذکر آیا ہے حضرات القدس میں رسالہ تہلیلیہ کا ذکر نہیں ہے۔ اور رسالہ آداب المریدین کا نام لکھا ہے۔ اور ان دونوں کتابوں میں رسالہ "تعلیقات عوارف المعارف" کا ذکر بھی ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ یہ ناتمام ہے۔ حضرات القدس میں رسائل کا نام لکھنے کے بعد وغیر ذلک بھی لکھا ہے۔ یعنی رسائل کے نام از روے حصر نہیں لکھے گئے ہیں۔ بلکہ اور رسائل بھی ہیں۔

آپ کی اولاد

اللہ تعالیٰ نے آپ کو سات صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں عنایت کیں۔ ۱ محمد صادق ۲ محمد سعید ۳ محمد معصوم ۴ محمد یحییٰ ۵ محمد عیسیٰ ۶ محمد فرخ ۷ محمد اشرف۔ ۱ خدیجہ ۲ رقیہ ۳ ام کلثوم۔

مؤخر الذکر تین صاحبزادے خورد سالی میں وفات پاگئے۔ اور بڑے صاحبزادے حضرت محمد صادق کی ولادت سن ایک ہزار کو ہوئی۔ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کے منظور نظر و آیۃٌ مِنْ آیَاتِ اللّٰہِ تھے۔ اپنے جد امجد حضرت مخدوم کے دامن عاطفت میں آنکھ کھولی ہے۔ حضرت مخدوم آپ کے حضرت والد ماجد سے فرمایا کرتے تھے: "این طفلِ شما عجائب چیزہا از کیفیت وحقیقتِ اشیا از ما می پرسد کہ جواب بہ دشواری تواں گفت (زبدہ) حضرت خواجہ قدس سرہ کو آپ کے کشف وفراست پر کامل اعتماد اور جیسا کہ زبدۃ المقامات میں ہے کہ حضرت خواجہ اکثر آپ سے از امور کونیہ غیبیہ می پرسیدند و ایشاں علی الفور از ہر کدام بہ مقتضائے کشفِ خود جواب می گفتند) آپ نے علم ظاہر پوری تحقیق اور تدقیق کے ساتھ حاصل کیا۔ آپ کے شاگرد بیضاوی اور شرح مواقف پڑھایا کرتے تھے۔ صفائے باطن میں نہایت اعلیٰ مقام پر تھے۔ عَیْنِ رَیْعَانِ شباب میں دوشنبہ ۹ ربیع الاول ۱۰۲۵ھ میں اپنے حضرت والد ماجد کی حیات میں رحلت فرمائے خلد بریں ہوئے۔ تاریخ وفات: "روز دوشنبہ نہم ربیع الاول" سے خواجہ ہاشم نے نکالی ہے۔ لیکن اس میں ایک عدد زائد ہے۔

قبر پر تعمیر گنبد

حضرات القدس کے دفتر دوم کے الحضرۃ الحادیہ عشر میں لکھا ہے کہ آپ کو "درصحن حویلی کہ آں مخدوم زادہ وقتے از اوقات دراں سکونت داشت" سپرد خاک کیا۔ اور لکھا ہے کہ ایک مدت تک آپ کی قبر خام تھی "بعد ازاں بخاطرِ اشرف حضرت ایشاں گزشت کہ چون قبر فرزندی درمیانِ عمارات واقع شدہ است بہتر آن است کہ درین مقام گنبد ساختہ شود و متابعت بہ انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات نمودہ آید۔ بناءً علی ذلک براں قبرِ قرۃ العین خود گنبدے بنا فرمودند" اور پھر حضرت امام ربانی مجدد الفِ ثانی قدس سرہ کے پاک دل میں یہ خیال آیا کہ میرے فرزند کی قبر عمارات کے درمیان واقع ہے۔ لہذا بہتر یہ ہے کہ حضرات انبیا علیہم السلام کی متابعت کرتے ہوئے اس پر گنبد بنایا جائے۔ یعنی حضرات انبیا علیہم السلام کے متعلق حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے "ماقبض نبی الا دفن حیث یقبض۔ وفی روایۃ لا یدفن نبی الا حیث قبض۔ وفی لفظ لا یقبض اللہ روح نبی الا فی الموضع الذی یحب ان یدفن فیہ" کہ جس مقام پر ان حضرات کی وفات ہوتی ہے اسی جگہ ان کو دفن کیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان حضرات کی قبروں پر عمارات ہیں۔ آپ نے حضرات انبیا علی نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تدفین سے یہ استنباط کیا ہے کہ اگر قبر عمران و آبادی میں ہو تو اس پر عمارت کا بنانا بہتر ہے۔ اور اگر صحرا میں ہو تو عمارت کا بنانا بہتر نہیں ہے۔ اور اس بنا پر آپ نے اپنے صاحبزادے حضرت محمد صادق قدس سرہ کے مزار پر گنبد بنوایا۔ وسط گنبد میں حضرت محمد صادق کی قبر ہے۔ نو ۹ سال کے بعد آپ کے حضرت والد ماجد آپ کے پہلو میں جہت غرب مدفون ہوئے۔ اور پینتالیس سال بعد آپ کے چھوٹے بھائی حضرت خواجہ محمد سعید آپ کے پہلو میں جہت شرق مدفون ہوئے قدس اللہ اسرارہم آپ کے ایک صاحبزادے شیخ محمد تھے رحمہ اللہ

آپ کے خلفاء

خواجہ محمد ہاشم نے زبدۃ المقامات میں اڑتالیس افراد کے نام لکھے ہیں۔ اور لکھا ہے کہ ان کے علاوہ اور بھی ہیں۔

آپ نے ہزارہا بندگانِ خدا کو خواب غفلت سے بیدار کیا۔ ہزاروں مُردہ دلوں میں نئی جان ڈال کر محبوب حقیقی تک پہنچایا۔ اس دنیا میں جس طرح خالی ہاتھ لے کر آئے تھے۔

اسی طرح خالی ہاتھ لے کر سرائے باقی کا سفر کیا۔ حتیٰ کہ استعمال کے کپڑے بھی برادرانِ طریقت کو دیدیئے۔ رحلت سے کچھ دن پہلے خوب خیرات کیا۔ بعض افراد کو خیال ہوا شاید یہ خیرات دفع بلیّہ کے لئے ہے۔ جب آپ کو اس بات کی خبر ہوئی۔ فرمایا یہ سب نعمتِ وصال کا شکرانہ ہے اور فرطِ مسرت سے آبدیدہ ہو کر آپ نے یہ مصرع پڑھا "آج ملاوا کنتھ سوں سکھی سب جگ دنیوں وار" آج اپنے محبوب سے ملنے کا دن ہے۔ اسی خوشی میں تمام دولت لُٹا رہا ہوں۔

آنہا کہ دل از الست مست آوردند	جاں را ز عدم دوست پرست آوردند
وز دیدہ قدم نہادہ اند بر سر جاں	تا یک دل دیوانہ بہ دست آوردند

رحمہ اللہ و قدس سرّہ و نور ضریحہ

(بابائے ہشتم) حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ

آپ کا اسم گرامی محمد معصوم۔ کنّیت ابوالخیرات، لقب مجدالدین اور خطاب العروۃ الوثقیٰ ہے۔ آپ کی ولادت بستی ملک حیدر میں گیارہ شوال ۱۰۰۷ھ مطابق ۱۵۹۹ء، مئی میں ہوئی۔ بستی ملک حیدر سرہند سے دو خام میل کے فاصلہ پر ہے۔ حضرات القدس میں تاریخ اور مہینہ کا ذکر نہیں ہے۔ اور ۱۰۰۹ھ لکھا ہے۔ "جواہر علویہ"۔ "خزینۃ الاصفیا"۔ اور "مناقب احمدیہ" نے حضرات القدس کا اتباع کیا ہے اور ۱۰۰۹ھ سال ولادت لکھی ہے حالانکہ حضرات القدس کے مؤلف سے سہو ہوا ہے۔ وہ خود اس سے متصل حضرت مجدد کا یہ قول لکھتے ہیں "محمد معصوم کی ولادت میرے لئے بہت مبارک ثابت ہوئی ہے کیونکہ ان کی ولادت کے چند ماہ بعد مجھ کو حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کی ملازمت نصیب ہوئی" اور حضرات القدس کے مؤلف نے دفتر دوم کے ابتدا میں صفحہ پندرہ پر یہ بیان کیا ہے۔ کہ حضرت مخدوم کی وفات ۱۰۰۷ھ میں ہوئی۔ اور اسی سال حج کا شوق آپ پر غالب آیا۔ اور آپ حج کے ارادہ سے روانہ ہوئے" اور آپ حضرت خواجہ کی خدمت میں پہنچے۔ لہذا صحیح سن ایک ہزار سات (۱۰۰۷) ہے۔ جو کہ زبدۃ المقامات اور برکات معصومی اور سیر الکاملین میں ہے۔ بستی ملک حیدر کا ذکر صرف شیخ صفر احمد نے کیا ہے۔ آپ کی وفات روز شنبہ دوپہر کے وقت ۹ ربیع الاول ۱۰۷۹ھ مطابق ۱۷ اگست ۱۶۶۸ء کو سرہند میں ہوئی۔ قمری

حساب سے آپ کی عمر ۱۷ سال، ۴ ماہ، ۲۸ دن۔ اور شمسی حساب سے ۶۹ سال، ۳ ماہ، دس دن کی ہوئی۔

صفا احمد نے "برکات معصومی" میں اور آپ کے خلیفہ محمد شاکر فرزند بدرالدین سرہندی نے "حسنات الحرمین" میں آپ کے احوال لکھے ہیں۔ ابھی آپ کی عمر چھوٹی تھی کہ حضرت مجدد اُن سے فرمایا کرتے تھے: "بابا! اپنے کو علم ظاہر سے جلدی فارغ کرو مجھ کو تم سے کام لینا ہے"۔ آپ سولہ سال کی عمر میں تحصیل علم سے فارغ ہوگئے۔ اور پھر اپنے حضرت والد سے کسب معارف کرنے لگے۔ حضرات القدس نے حضرت مجدد کا یہ قول لکھا ہے "میرے فرزند محمد معصوم کی حالت شرح وقایہ کے مصنف کی حالت سے ملتی ہوئی ہے۔ اُن کے دادا جو سبق دن کو لکھتے تھے وہ اس کو فوراً یاد کر لیا کرتے تھے۔ اسی سرعت سے محمد معصوم مجھ سے علم باطن کا اقتباس کر رہے ہیں۔ زبدۃ المقامات میں لکھا ہے۔ کہ باوجود افادۂ طلبہ اور التزام اوراد و مراقبات "دراندک روز حفظ قرآن مجید نمودند۔ وما ھذا الا من اعطاف اللہ سبحانہ والطافہ" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے کسب علم کے بعد قرآن مجید حفظ کیا ہے۔

حضرت مجدد قدس سرہ نے اپنی وفات سے تقریباً ڈیڑھ سال پہلے اپنے فرزندان گرامی حضرت محمد سعید اور حضرت محمد معصوم قدس اللہ اسرارہما کو ایک گرامی نامہ لکھا ہے جو کہ آپ کے مکاتیب شریفہ کے دفتر سیوم کا مکتوب ۱۰۴ ہے۔ اس خط میں یہ مضمون ہے۔ "کہ جو خلعت مجھ کو ملی تھی وہ کل کے دن فجر کی نماز کے بعد مجھ سے اتار لی گئی اور محمد معصوم کو پہنا دی گئی۔ اس خلعت زائلہ کا تعلق معاملۂ قیومیت سے ہے"۔ حضرت مجدد قدس سرہ نے اپنا یہ مکاشفہ بیان فرما کر گویا آپ کو اپنی حیات میں اپنا جانشین بنا دیا۔ اور یہ بشارت سنادی کہ کارخانۂ ارشاد کا تعلق آپ کی ذات ستودہ صفات، جامع البرکات سے رہے گا۔ آپ کی بشارت صبح کی روشنی کی طرح چمک کر دنیا کے سامنے آئی۔ خلق خدا کا رُخ آپ کی طرف ہوا۔ مناقب احمدیہ وغیرہ میں لکھا ہے کہ آپ کے ہاتھ پر نو لاکھ افراد نے بیعت کی اور آپ کے خلفاء تقریباً سات ہزار تھے۔ آپ کی صحبت میں پروردگار جل شانہ

نے عجیب تاثیر رکھی تھی سایک ہفتہ میں سالکانِ راہِ طریقت پر فنائے قلب کے اسرار ظاہر ہونے لگتے تھے۔ جو بات سالوں میں حاصل ہوا کرتی تھی وہ مہینوں اور ہفتوں میں حاصل ہونے لگی جیسا کہ شیخ بدرالدین نے حضرات القدس میں لکھا ہے " یقیناً آپ اپنے وقت کے قطب الارشاد تھے۔ جب سلطان اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ نے آپ کی وفات کی خبر سنی۔ یہ تاریخ کہی " رفتہ زجہاں امام معصوم " قدس اللہ سرہُ الاقدس۔

آپ کی اولاد

اللہ تعالیٰ نے آپ کو چھ صاحبزادے اور پانچ صاحبزادیاں عنایت فرمائیں۔ ۱ صبغۃ اللہ ۲ حجۃ اللہ (نقشبند ثانی) ۳ عبید اللہ مُروّجِ شریعت، ۴ محمد اشرف ۵ سیف الدین ۶ محمد صدیق ۱ امۃ اللہ ۲ عائشہ ۳ عارفہ ۴ عاقلہ ۵ صفیہ۔

حضرت سیدی ومرشدی ووالدی قدس سرہ نے فرمایا ہے۔

حضرت خواجہ محمد معصوم ان کی اولاد مبارک قیّوم

قیّوم کا بیان

حضرت عُروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم قدس سرہ کے اسم گرامی کے ساتھ "قیّوم" کا استعمال شائع ہے۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس کا بیان کردیا جائے۔

امام بخاری اور دوسرے محدثین نے اس حدیث قدسی کو روایت کیا ہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اِنّ اللہ تبارک وتعالیٰ قال من عادیٰ لی ولیاً فقد آذنتہ بالحرب وما تقرب الیّ عبدی بشیءٍ احبّ الیّ مما افترضتُ علیہ وما یزال عبدی یتقربُ الیّ بالنوافل حتی احبہٗ فاذا احببتُہٗ کنتُ سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ویدہ التی یبطش بھا ورجلہ التی یمشی بھا وان سألنی اعطیتہ ولأن ......

استعاذنی لاعیذنہ۔

یہ صحیح حدیث شریف ہے۔ اور اس میں کامل ولی کا بیان ہے۔ کہ جو شخص اللہ کے کسی ولی سے عداوت کرتا ہے۔ وہ اللہ تبارک وتعالیٰ سے لڑائی مول لے رہا ہے۔ جب کوئی بندہ اللہ کی رضامندی اور اس کا قرب حاصل کرنے کے لئے عبادت میں مصروف ہوتا ہے۔ تو وہ

ایسے اعلیٰ مقام پر فائز ہو جاتا ہے۔ کہ اس کے تمام افعال، اللہ تبارک و تعالیٰ کے افعال ہو جاتے ہیں اور اس کو محبوبیت کا مقام حاصل ہو جاتا ہے۔ اب نہ اس کی اپنی سماعت رہتی ہے اور نہ دید۔ نہ اس کی اپنی گرفت رہتی ہے اور نہ چلنا پھرنا۔ اور وہ "وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی" اور "اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ" کے دائرہ میں آجاتا ہے۔ یہ دائرہ خلافتِ الٰہیہ کا ہے یعنی ایسا فردِ اکمل اللہ جل شانہ کا خلف اور اُس کا نائب مناب ہو جاتا ہے۔ اور تمام کائنات کا قیام بہ حکم خلافت اس سے ہوتا ہے۔ کیا فرشتے، کیا جن، کیا انس، کیا آسمان، کیا زمین، سب اُسی کی طرف متوجہ رہتے ہیں۔ کائنات میں سے ہر کائن کی نظر کا مرکز وہی بن جاتا ہے۔

ایسے فردِ اکمل کو کسی نے غوثِ اعظم کا نام دیا ہے۔ کوئی قطب الاقطاب کہتا ہے۔ حضرت مجدد قدس سرہ نے اس کو قیوم کہا ہے۔ جناب شیخ اکبر قدس سرہ قطب الاقطاب کا نام تجویز کرتے ہیں۔ آپ نے "فتوحاتِ مکیہ" میں خوب تفصیل سے اس کی حقیقت واضح کی ہے۔

حضرت مجدد قدس سرہ نے جو نام تجویز کیا ہے۔ وہ آپ کی کمالِ معرفت پر دال ہے۔ اخلاقِ الٰہیہ سے متخلق ہونا عینِ سعادت ہے۔ قیوم اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ اللہ نے محض اپنے فضل و کرم سے کامل فرد کو اس صفت سے محلّی اور متصف کر دیا ہے۔ تمام کائنات کا قیام اس کی ذات سے وابستہ ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ کے پوتے مولانا محمد اسماعیل رحمہما اللہ و قدس اسرارہما نے اپنی کتاب "عبقات" کے مقدمہ کے بیسویں عبقہ میں لکھا ہے۔

"اتفق اھل الکشف والوجدان وارباب الشھود والعرفان۔ مؤیدین بالبراھین العقلیۃ والاشارات النقلیۃ علی ان القیوم للکثرات الکونیۃ واحد شخصی"

یعنی اہل کشف و وجدان اور ارباب شہود و عرفان جو کہ براہین عقلیہ اور اشارات نقلیہ سے مؤید ہیں۔ اس بات پر متفق ہیں کہ کثراتِ کونیہ کا قیوم شخصِ واحد ہوا کرتا ہے" یعنی قیوم کا جو بیان حضرت مجدد قدس سرہ نے کیا ہے۔ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ بلکہ اس بات پر تمام اہلِ کشف و وجدان اور اربابِ شہود و عرفان کا اتفاق ہے۔

بعض افراد کے لئے ایسے فردِ اکمل کو قیوم کہنا سوئے ادب بنا ہوا ہے۔ جب وہ

حضرت مجدد قدس سرہ کا بیان سنتے ہیں لاحول ولا قوۃ اور استغفار پڑھ کر اظہار ناراضامندی کرتے ہیں۔ چوں کہ ان لوگوں کو حضراتِ مشائخ کے اقوال سے واقفیت نہیں ہے، معذور ہیں۔ پھر بھی ان لوگوں کو چاہیئے تھا کہ اس بات پر خیال کرتے کہ جو شخص صاحبِ کرم ہوتا ہے اس کو کریم کہا جاتا ہے۔ اسی طرح جبر کرنے والے کو جبّار اور نہایت قہر کرنے والے کو قہّار اور نہایت غور سے سننے والے کو سمیع اور خوب فکر کرنے والے اور عواقب پر نظر رکھنے والے کو بصیر اور ہدایت کرنے والے اور راہِ صواب دکھانے والے کو ہادی کہتے ہیں۔ حالانکہ کریم، جبّار، قہّار، سَمیع، بَصیر، ہادِی، اللہ تعالیٰ کے اسماءِ حُسنیٰ ہیں۔ ان مبارک ناموں سے اگر کسی بندہ کو متصف کیا جاتا ہے تو سُوئے ادب کا پہلو نہیں نکلتا اور نہ کسی کی زبان پر لاحول آئے اور نہ استغفار، لیکن قَیّوم سے متصف ہونے پر سُوئے اَدب کا پہلو نظر آجاتا ہے۔ آخر یہ کیا بات ہے۔ ع

سخن شناس نۂ دلبرا خطا اینجا است۔

بہر حال پروردگار جل شانہ وعم احسانہ نے اپنے فضل وکرم سے حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ کو ان کے والد ماجد کی حیات میں خلعتِ قیّومیت سے نوازا۔

قطبِ حق ہادیٔ دیں خواجہ محمد معصوم	آنکہ پیشش بہ تواضع قدِ افلاک دوتا است
ظاہرش جملہ بہ انوارِ شریعت روشن	باطنش جملہ بہ اسرارِ طریقت دانا است
قطع شد بر قدِ او خلعتِ قیّومیّت	آرے ایں خلعتِ فاخر بہ چنیں قد زیبا است

رحمہ اللہ ورضی عنہ وقدس سرہ ونور ضریحہ۔

مکاتیب

آپ کے مکاتیب شریفہ کو بھی مخلصین نے جمع کیا ہے۔ اور وہ بھی تین حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلا حصہ سنہ ۱۰۶۳ھ میں جمع ہوا ہے اور اس کا تاریخی نام "درۃ التاج جاوید" اور "جمع کمالات نبوت" ہے۔ اس میں دو سو انتالیس مکاتیب ہیں۔ یہ حصہ سنہ ۱۳۰۷ھ میں مطبع نظامی کانپور میں چھپا ہے۔ دوسرا حصہ سنہ ۱۰۷۳ھ میں جمع ہوا ہے۔ اس کا تاریخی نام "وسیلۃ السعادت" ہے۔ اس میں ایک سو اٹھاون مکاتیب ہیں۔ یہ حصہ سنہ ۱۳۲۴ھ اور سنہ ۱۹۰۶ء میں ظہور پریس لدھیانہ میں چھپا ہے۔ تیسرا حصہ سنہ ۱۰۷۳ھ میں جمع ہوا ہے۔ اور اس کا تاریخی نام "مکاتباتِ قطبِ زمن" ہے۔ اس میں دو سو باون مکتوبات

ہیں۔اس حصّہ کو مولوی نور احمد امرتسری نے طبع کیا ہے۔ پچاس سال سے زائد عرصہ گزر گیا ہے۔ آپ کے مکاتیب کو حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کے مکتوبات قدسی آیات کی شرح و تبلیغ سمجھنا چاہیئے۔

(بابائے ہفتم) حضرت شیخ سیف الدین قدس سرہ

آپ کا اسم گرامی سیف الدین ہے۔ چوں کہ آپ امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں یکتائے روزگار تھے۔ آپ کے حضرت والد نے آپ کو "مُحتَسِبُ الاُمَّۃِ" کا خطاب دیا۔ اور خلقِ خدا نے آپ کو سلطان الاولیا کہا۔

برکات معصومی میں آپ کے بھانجے صفر احمد نے آپ کی ولادت کا صرف سن لکھا ہے۔ جو کہ ۱۰۴۹ھ مطابق ۱۶۳۹ء ہے۔ اور سیر الکاملین میں سال ولادت ۱۰۵۵ھ تحریر ہے یعنی ۱۶۴۵ء دونوں کتابوں میں سن، تاریخ اور مہینے کا ذکر نہیں ہے۔ آپ کی وفات ۱۹ جمادی الاولیٰ کی رات کو ۱۰۹۶ھ مطابق ۲۵ اپریل ۱۶۸۵ء میں ہوئی۔ مادۂ تاریخ "ہے ہے ستونِ دین افتاد" ہے۔ اپنے اَب و جَد قدس اللہ اسرارہما کے مزارات کے پایاں کچھ فاصلہ پر ایک قبہ میں استراحت فرما رہے ہیں۔

آپ کے حضرت والد کے چھ صاحبزادے تھے اور خدا کے فضل و کرم سے ہر ایک اُن میں سے شمسُ. دُلکِ الکمال تھا۔ سیدی الوالد فرماتے ہیں۔

حضرت خواجہ محمد معصوم اُن کی اولاد مبارک قیوم

مع ہذا اللہ نے آپ کو بعض خصائص سے نوازا تھا۔ "در اندک مدت قرآن مجید خواندہ بہ کتب متداولہ پرداختند"۔ خورد سالی سے علم باطن کی طرف متوجہ ہو گئے۔ رضائے قلب و ولایت صغریٰ کی بشارت گیارہ سال کی عمر میں اور رضائے نفس و ولایت کبریٰ سے پیش از ایام بلوغت مبشّر ہوئے۔ عنفوان شباب میں علم ظاہر و باطن میں کمال حاصل کر کے مجمع البحرین ہو گئے۔

جلالت قدر مستند طور پر تفصیل کے ساتھ آپ کے حالات کو کسی نے بیان نہیں کیا ہے۔ شیخ محمد احسان نے روضۂ قیومیہ میں جو کچھ لکھا ہے، رطب

ویالیس پر مشتمل ہے۔ جب تک دوسری کتاب سے تائید حاصل نہ ہو شایان ذکر نہیں۔ برکات معصومی میں اختصار کے ساتھ آپ کا ذکر ہے۔ اس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنے حضرت والد کی حیات ہی میں مرجع خلائق ہو گئے تھے۔ آپ ان کی حیات مبارکہ میں دلی تشریف لائے۔ خلق خدا، کیا امیر و کیا فقیر، کیا عالم و کیا جاہل، آپ کی طرف مائل ہوئی۔ آپ نے دلی سے صوفی سعد اللہ کو خط لکھا ہے۔ جو کہ آپ کے مکتوبات کا مکتوب ۴۳ ہے اس میں تحریر فرمایا ہے۔

"بادشاہ بہ دخول طریقہ علیہ مشرف گشتہ بسیار متاثر گشت۔ سہ صحبت باحضرت الیشان داشت چوں شاہ جہاں وفات یافت بہ جہت ضرور متوجہ اکبر آباد گشت۔ دیگر از ہجوم اہل طلب کہ مانند مور و ملخ غلو دارند چہ نویسد کہ از حیطہ نوشتن خارج است۔" جواہر علویہ میں لکھا ہے کہ شاہزادہ محمد اعظم آپ کے مرید ہوئے۔ برکات معصومی میں ہے کہ شاہزادہ محمد اعظم نے آپ کی دعوت کی۔ آپ کے ہاتھ دھلانے کے لئے خود شاہزادہ آفتابہ لے کر آپ کے پاس آئے۔ اس مجلس میں آپ کے بڑے بھائی خواجہ محمد اشرف بھی تھے۔ آپ نے شاہزادے سے آفتابہ لیا اور اپنے بھائی کے ہاتھ جا کر خود دھلائے اور پھر آفتابہ شاہزادہ کو دیا۔ اور انھوں نے آپ کے ہاتھ دھلائے۔ اور برکات معصومی میں یہ بھی ہے۔ کہ جن دنوں آپ دلی میں تھے آپ کے بڑے چچا کے دوسرے بیٹے حضرت عبدالاحد وحدت بھی دلی آئے ہوئے تھے۔ اور خلائق کا رجوع آپ کی طرف تھا۔ آپ کے حضرت والد کو حالات کا علم ہوا تو ارشاد کیا۔ "سبحان اللہ عبدالاحد بہ ایں شیرینی کلام موصوف است و سیف الدین بہ این تمکین و وقار معروف، و قبولیت بہ ایں نصیب گشتہ۔" یعنی عبدالاحد اپنی شیریں کلامی سے موصوف ہیں۔ اور سیف الدین اپنی تمکنت اور وقار میں معروف اور پھر بھی قبولیت سیف الدین کے نصیبے میں آئی ہے۔" آپ کا طریقہ شاہانہ تھا۔ نفیس لباس استعمال فرماتے تھے۔ دستر خوان بھی نہایت وسیع تھا۔ آپ کی تمکنت اور وقار کو دیکھ کر کسی نے کہا کہ جناب شیخ میں تکبر ہے۔ آپ تک یہ جب یہ بات پہنچی۔ تو آپ نے فرمایا۔ "تکبر ما ظل کبریائی اوست جل جلالہ۔" میں کیا شے ہوں۔ یہ سارا کر و فر پروردگار کی کبریائی کا پرتو ہے۔

خلق خدا کی مشکلات رفع کرنے اور ان کو فائدہ پہنچانے میں آپ مشہور تھے۔

اقربا اور عزیزوں کے ساتھ صلہ رحم کرنے میں بے مثل تھے۔ بڑوں کا نہایت ادب کرتے تھے۔ اور چھوٹوں پر مشفق و مہربان تھے۔ آپ کے برادر کلاں حضرت حجۃ اللہ حج کے لئے روانہ ہوئے وہ آپ سے بارہ سال بڑے تھے۔ ان کی ولادت ذی القعدہ ۱۰۳۴؁ھ میں ہوئی ہے۔ آپ ایک منزل تک ان کی مشایعت میں گئے۔ جب جُدائی کا وقت آیا تو حضرت حجۃ اللہ نے آپ سے کہا۔ بھائی! اب میری ضعیفی ہے۔ اور حیات مستعار پر کچھ بھروسہ نہیں۔ تم میرے بچوں کا خیال رکھنا۔ آپ نے ان سے کہا۔ بھائی صاحب مجھ کو اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ آپ کی عمر دراز ہوگی۔ اور آپ کافی عرصہ بہ قید حیات رہیں گے۔ البتہ مجھ کو اپنی جان کی امید نہیں ہے۔ لہذا آپ سے گزارش ہے کہ میرے بچوں کا خیال رکھیں۔" برکات معصومی " کے مؤلف لکھتے ہیں۔ کہ ان دونوں بھائیوں کی پھر ملاقات نہ ہوئی۔ حضرت شیخ سیف الدین دنیا سے رحلت کر گئے اور حضرت حجۃ اللہ ان کے بعد اُنیس ۱۹ سال حیات رہے۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ ایک مدت سے آپ کا یہ معمول ہو گیا تھا کہ نصفِ شب کے بعد حضرت امام ربّانی مجدّد الف ثانی قدّس سرہ کے مزار پُرانوار پر حاضر ہوتے اور جذبہ و شوق کی حالت میں مرقدِ مطہّرہ کے گرد گھومتے اور فرماتے "سگِ درگاہ مجدد اَلفِ ثانی ام"۔ اور کبھی یہ الفاظ وردِ زبان ہوتے تھے " سگِ درگاہ بندگی شیخ احمد کابلی سرہندی ام"۔ اور کبھی آپ اپنے والد ماجد کے روضۂ مبارکہ پر حاضر ہوتے اور بہ سوز تمام یہ شعر پڑھتے۔

من کیستم کہ با تو دم بندگی زنم   چندیں سگانِ کوئے تو یک کمتریں منم

اور یہ بھی لکھا ہے کہ آپ کے معمولات میں سے یہ بھی تھا کہ عصر کی نماز کے بعد حدیث شریف کی کسی کتاب کا ترجمہ مستورات کو سنایا کرتے تھے۔ آپ نے اپنی حیات طیبہ کے آخری دن بھی حدیث شریف کا ترجمہ مستورات کو سنایا۔ جب آپ نے کتاب بند کردی، تو مستورات میں سے کسی نے کہا کہ کچھ اور بھی بیان فرما دیں۔ آپ نے فرمایا کہ باقی برخوردار محمد اعظم سے سننا۔ چنانچہ رات کو آپ کی وفات ہوئی۔ اور باقی کتاب کا ترجمہ حضرت محمد اعظم نے مستورات کو سُنایا۔

بعد وفات اظہارِ کرامت " برکات معصومی " کے مؤلف جو کہ آپ کے بھانجے

ہیں لکھتے ہیں۔ جب آپ کی وفات ہوئی ہے اور اس وقت جو واقعہ پیش آیا مجھ کو اچھی طرح یاد ہے۔ اور اس کا چرچا ہونا بھی ذہن نشین ہے۔ پھر بڑے ہونے پر اکثر لوگوں سے اس واقعہ کو سنا بھی ہے کہ جب آپ کے جنازہ کو لے کر چلے ہیں، تو جنازہ لوگوں کے ہاتھوں سے بالا ہو کر ہوا میں جا رہا تھا۔ لوگ اُچھل کر ہاتھ پہنچانا چاہتے تھے تو کم ہی کسی کا ہاتھ پہنچتا تھا اور جب قبر کے پاس پہنچے تو جنازہ خود بخود نیچے آگیا۔ اس کیفیت کو غیر مسلموں نے بھی دیکھا اور اُن میں سے کچھ مسلمان بھی ہو گئے۔

جواہر علویہ کے قلمی نسخہ میں صرف "ہے ہے ستونِ دین افتاد" سالِ وفات کا قطعہ لکھا ہے۔ کسی نے حاشیہ پر یہ تین شعر لکھے ہیں۔

مصدرِ ورع شیخ سیف الدین — بود سلطانِ عالمِ ارشاد
چوں بہ جنت برفت از دنیا — آب تقویٰ و زہد شد برباد
سالِ تاریخِ وصلِ آنحضرت — گشت "ہے ہے ستونِ دیں افتاد"

آپ کی ولادت اور وفات کی تاریخ میں اختلاف ہے۔ کسی نے سال ولادت ۱۰۵۵ھ کسی نے سال وفات ۱۰۹۵ھ اور کسی نے ۱۰۹۶ھ لکھا ہے۔ اس عاجز کے نزدیک "برکات معصومی" کی روایت زیادہ قابل اعتماد ہے۔ واللہ اعلم۔

اولاد

آپ کے آٹھ صاحبزادے تھے ۱۔ محمد اعظم ۲۔ محمد حسین ۳۔ محمد شعیب ۴۔ محمد عیسیٰ ۵۔ محمد موسیٰ ۶۔ کلمۃ اللہ ۷۔ محمد عثمان ۸۔ عبدالرحمٰن۔ اور چھ صاحبزادیاں تھیں ۱۔ جنّت ۲۔ حبیبہ ۳۔ سارہ ۴۔ زہرا ۵۔ رفیع النساء چھٹی کا نام معلوم نہ ہو سکا۔

آپ کے خلفاء بہ کثرت تھے اور اصحاب ارشاد ہوئے۔ حضرت مرزا جان جاناں مظہر شہید قدس سرہ آپ کے خلیفہ کے خلیفہ تھے۔ اور آپ کا طریقہ تمام ہندوستان، افغانستان، ممالک عرب، ترکیہ، برما، سمرقند، بخارا، برما وغیرہ میں پھیلا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس طریقہ شریفہ سے قیام قیامت تک خلائق کو مستفید فرماتا رہے۔

مکاتیب

آپ کے ایک سو نوّے مکاتیب شریفہ کو آپ کے فرزند اکبر اور آپ کے جانشین حضرت محمد اعظم قدس سرہ نے جمع کیا ہے۔ آپ نے جو

مقدمہ لکھا ہے اس میں تحریر فرمایا ہے "والدِ بزرگوار ایں فدویت کردار" آپ نے مقدمہ میں بارہ شعر لکھے ہیں۔ ابتدا کے تین شعر تبرکاً نقل کئے جاتے ہیں۔

زہے ایں نامہائے رشد فرجام که در آغاز او پیدا است انجام

معارف آنچناں درو ے ہجوم است که گوئی آسمانے پر نجوم است

درو تابندہ انوارِ الٰہ است کہ از وے مقتبس خورشید و ماہ است

مکہ مکرمہ میں حضرت العم شاہ محمد معصوم کے نسخہ سے اس عاجز نے ۱۳۵۱ھ کو اپنے واسطے ایک نسخہ لکھوایا۔ اس کی تصحیح شاہ ابوالشرف رحمہما اللہ نے کی ہے۔ چند سال ہوئے کراچی میں ڈاکٹر غلام مصطفےٰ نے اس کو چھپوا دیا ہے۔ جزاہ اللہ خیرا۔

(بابائے ششم) حضرت محمد عیسیٰ قدس سرہ

آپ حضرت شیخ سیف الدین کے چوتھے صاحبزادے ہیں۔ باطنی کمالات اپنے بڑے بھائی حضرت محمد اعظم سے حاصل کئے۔ "انساب الطاہرین" میں لکھا ہے۔ علم وفضل وبذل میں مستثنائے وقت تھے۔ اور شریعت وطریقت پر مستقیم۔ گیارہ سو پچاس میں آپ نے وفات پائی۔ جواہر علویہ میں لکھا ہے کہ عالم وشاعر وذہین وصوفی واہلِ نسبت تھے۔ گیارہ سو پچاس میں وفات پائی۔ ہدیۂ احمدیہ کے صفحہ ۷۲ میں حاشیہ پر ہے۔ کہ شاہ سراج احمد مجددی نے سالِ وفات گیارہ سو ترپن لکھا ہے۔ اور سیر الکاملین کے قلمی نسخہ میں بھی سنہ یک ہزار ویکصد وپنجاہ وسہ تحریر ہے۔

آپ کی وفات سرہند شریف میں ہوئی۔ اور سیر الکاملین میں لکھا ہے۔ در قبۂ والد خود در سرہند مدفون اند۔ رحمہ اللہ واکرمہ لدیہ۔ آپ کے تین صاحبزادے تھے۔ (۱) رفیع القدر (۲) عزیز القدر (۳) عظیم القدر اور ایک صاحبزادی عمدۃ النساء۔

(بابائے پنجم) حضرت عزیز القدر قدس سرہ

آپ نے استفادہ باطنی اپنے حضرت والد سے کیا۔ پانچ ربیع الاول ۱۱۸۳ھ میں وفات پائی۔ جواہر علویہ میں ۱۱۸۰ھ تحریر ہے۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ وہ شیخ وقت تھے۔ ہدیۂ احمدیہ کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ سنا گیا ہے کہ آپ قصبہ نجیب آباد ضلع بجنور میں پیوند خاک ہوئے ہیں۔

رحمۃ اللہ وقدس سرہ۔ سیر الکاملین میں ہے کہ آپ کی ولادت گیارہویں صدی کے آخر میں اور وفات بارہویں صدی میں ہوئی ہے۔

آپ کی دو بیویاں تھیں۔ ایک عشرت دختر انوار اللہ بن محمد جواد بن حضرت عبدالاحد وحدت اور دوسری اکرام النساء دختر فقیر احمد بن محمد اعظم بن حضرت شیخ سیف الدین۔ آپ کے صاحبزادے تین تھے۔ ۱۔ حفیظ القدر از زوجۂ اولیٰ۔ ۲۔ احمد معصوم۔ ۳۔ صفی القدر۔ از زوجۂ ثانیہ۔ اور تین صاحبزادیاں۔ ۱۔ اسمرہ۔ ۲۔ جمیلہ۔ ۳۔ فصیح النساء

(بابائے چہارم) حضرت صفی القدر قدس سرہ

آپ عالم باعمل، صوفی بے بدل، کثیر العبادات والوظائف والاوراد تھے۔ ایک لمحہ بھی غفلت میں نہیں گزرتا تھا۔ ہر وقت ذکر وفکر میں مصروف رہتے۔ تہجد کے واسطے نصف شب سے اُٹھتے۔ پہلے خود تہجد پڑھتے اور پھر گھر والوں کو تہجد کے واسطے بیدار کرتے اور خود ذکر الٰہی میں مصروف ہو جاتے آپ کے پوتے حضرت شاہ احمد سعید کی طالب علمی کا زمانہ تھا۔ اکثر ایسا ہوتا کہ آپ کی ساری رات مطالعہ میں صرف ہو جاتی۔ حضرت جب آپ کو اس حال میں دیکھتے تو یہ حدیث شریف پڑھتے۔ اِنَّ لِنَفْسِکَ عَلَیْکَ حَقًّا وَلِعَیْنِکَ عَلَیْکَ حَقًّا الخ یعنی تم پر تمہارے نفس کا بھی حق ہے آنکھ کا بھی حق ہے۔ الخ آپ امر بالمعروف ونہی عن المنکر بہ وجہ اتم کیا کرتے تھے۔

حضرت شاہ عبدالغنی نے رسالہ "ہو الغنی" "ضمیمۂ مقامات مظہری" میں لکھا ہے کہ آپ اپنے آباواجداد کے طریقہ پر قائم تھے، ترکِ دنیا اور انقطاع آپ پر غالب تھا، نواب نصر اللہ خاں نے بخشی گیری کا عہدہ پیش کیا۔ آپ نے قبول نہ کیا، آپ ہر وقت اپنے اوراد میں مشغول رہا کرتے تھے۔ آپ کو علم حدیث کا ذوق تھا؛ اہلِ فسق و فجور، سے متنفر تھے، دوشنبہ ۲۵ رمضان سن ایک ہزار دو سو چھتیس ہجری کو لکھنؤ میں آپ کی وفات ہوئی۔ "فَازَ رِضْوَانَ الْمَوْدُوْدِ" سے سالِ وفات ظاہر ہے۔ سیر الکاملین میں لکھا ہے:۔

"وقت رحلت بہ فرزند خود فرمودند کہ حالا حجب بالکل مرتفع گشتند۔ چوں قاری بر آیۂ شریفہ " فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ۔ " رسید جان با جاناں سپردند" شاہ عبدالغنی

نے لکھا ہے "سید احمد صاحب و مولوی اسماعیل شہید و دیگر اعزہ تجہیز و تکفین بر خود گرفتند"
یعنی تجہیز و تکفین کا بارِ ان افراد نے اپنے اوپر لیا۔ لکھنؤ میں اکبری دروازہ کے قریب جو کہ اب
چوک کے نام سے مشہور ہے ایک چھوٹی مسجد شریف کے گوشہ میں مدفون ہوئے اور یہ مسجد
شریف ٹیلہ پر ہے۔ آپ کی اہلیہ فیض جہان دختر حضرت محمد مرشد بن محمد ارشد بن فرخ شاہ
سعیدی مجددی تھیں۔ آپ کے ایک صاحبزادے تھے زکی القدر ابو سعید اور دو صاحبزادیاں
صفیہ اور امۃ العزیز۔

(بابائے سوم) حضرت زکی القدر شاہ ابو سعید قدس سرہ۔

آپ کا اسم گرامی زکیؔ القدر ہے جیسا کہ انساب الطاہرین میں ہے۔ کنیت ابو سعید ہے اور
شہرت کنیت کی ہے۔ آپ کی ولادت دوسری ذی القعدہ سنہ ۱۱۹۶ھ مطابق ۹ راکتوبر ۱۷۸۲ء کو
ریاست رامپور میں ہوئی۔ "حافظ و عالم و ولی بادا" سے سال ولادت ظاہر ہے۔ اور وفات
حجاز مقدس سے واپسی پر بروز شنبہ یکم شوال سنہ ۱۲۵۰ھ مطابق ۳۱ رجنوری سنہ ۱۸۳۵ء ریاست
ٹونک میں ہوئی۔ مولوی خلیل الرحمٰن قاضی ٹونک نے نماز جنازہ پڑھائی۔ نواب صاحب اور علماء و
عمائدین اور اہالی شہر حاضر تھے۔ فرزند دوم شاہ عبد الغنی آپ کے ساتھ تھے وہ آپ کے تابوت
کو دلی لائے۔ انساب الطاہرین میں ہے کہ شاہ احمد سعید نے تابوت شریف منگوایا تھا۔
مناقب احمدیہ میں ہے کہ چالیس دن کے بعد جب آپ کو تابوت سے نکالا معلوم ہو رہا تھا
کہ ابھی غسل دیا گیا ہے کوئی تغیر نہیں ہوا تھا آپ کے نیچے روئی بچھائی تھی وہ نہایت معطر
تھی۔ لوگ اس کو تبرکاً لے گئے۔ آپ کے وصال کی تاریخ مولوی حافظ خلیل احمد مضطرب[1]
یحیوی مجددی نے حسب ذیل کہی ہے۔

---

[1] آپ شاہ غلام علی سے بیعت تھے شعر و سخن میں اچھا ذوق تھا اردو اور فارسی میں شعر کہتے تھے۔
دلی میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ سنہ ۱۲۶۳ھ میں ان کی وفات ہوئی اور حضرت خواجہ باقی باللہ کے قبرستان
میں مدفون ہوئے۔ قسمت کے بہت اچھے تھے حضرت شاہ صاحب نے اپنی حیات میں بیس سال پہلے
اپنے واسطے یہ سردابہ بنایا تھا۔ پھر آپ نے اپنے مکان میں مدفون ہونے کی خواہش کی لیکن آپ اپنے پیر و مرشد
کے پہلو میں دفن ہوئے اور آپ کا سردابہ حضرت مضطرب کے لئے جائے سکون بنا۔ اور وہ "نم کنوم العروس"
کی کیفیت سے وہاں آرام کر رہے ہیں۔ رحمہ اللہ

امام و مرشدِ ما شاہ بوسعیدِ سعید | بہ روزِ عید چو شد واصل جنابِ خدا
دلِ شکستہ و مغموم گفت تاریخش | ستونِ محکمِ دینِ نبی فتادہ زپا

آپ کی عمر شریف قمری حساب سے ۵۳ سال، دس ماہ، ۲۸ دن، اور شمسی حساب سے ۵۲ سال، تین ماہ، ۲۲ دن کی ہوئی۔ آپ نے دس سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا اور قاری نسیم احمد سے فنِ تجوید حاصل کیا، آپ کی ترتیل و خوش الحانی مشہور تھی۔ اوائلِ عمر میں ضیاء النبی مجددی کے ساتھ لکھنؤ جانا ہوا۔ وہاں جس مسجد میں آپ نماز پڑھتے تھے اس کے قریب کفایت اللہ مجذوب رہا کرتے تھے اور وہ اکثر اوقات برہنہ ہوا کرتے تھے۔ وہ جب آپ کو دیکھتے سترِ عورت فرماتے۔ کسی نے اُن سے پوچھا۔ کیا بات ہے کہ آپ اس شخص کو دیکھ کر سترِ عورت کرتے ہیں۔ انھوں نے کہا "وہ وقت آنے والا ہے کہ ان کو منصب ملے گا اور وہ مرجع اقارب ہوں گے" مجذوب نے آپ سے کہا "تحصیلِ علم سے جلد فارغ ہو، تم سے ارشادِ خلق وابستہ ہے"۔ آپ نے مفتی شرف الدین، شاہ رفیع الدین اور اپنے ماموں شاہ سراج احمد سے کتب متداولہ پڑھیں۔ اور اپنے ماموں اور اپنے پیر و مرشد حضرت شاہ غلام علی اور شاہ عبدالعزیز سے حدیث کی سند حاصل کی ہے۔ آپ پہلے اپنے حضرت والد سے بیعت ہوئے۔ انھوں نے آپ سے کہا تمھارا مرغ ہمت بلند پرواز ہے۔ لہٰذا اس خاندان کے خلفا سے تکمیل نسبت کرو۔ چنانچہ آپ حضرت شاہ درگاہی خلیفہ حضرت شاہ جمال اللہ خلیفہ حضرت قطب الدین خلیفہ حضرت محمد زبیر مجددی قدس اللہ اسرارہم سے بیعت ہوئے۔ بارہ سال تک فیوض و برکات حاصل کرتے رہے۔ شاہ درگاہی نے آپ کو خلافت عطا کی اور اپنا جانشین بنایا، وہ آپ پر نہایت مہربان تھے۔ آپ کی طرف لوگوں کا رجوع ہوا۔ جذبہ و شوق کے آثار آپ کے مریدوں میں ظاہر تھے۔ مع ہذا جب آپ مکتوبات شریف کا مطالعہ فرماتے تھے کمی کا احساس ہوتا تھا۔ کیونکہ نسبت مجددیہ میں یہ باتیں باقی نہیں رہتیں۔ بلکہ حضرات صحابہ کی طرح افسردگی میں عمر گزرتی ہے۔ اُن کا سماعِ قرآن مجید اور ان کا حضورِ نماز اور ان کا طریقہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہوتا ہے۔ اتفاق سے اس دوران میں آپ کا دلّی آنا ہوا۔ آپ نے دلّی سے حضرت قاضی ثناء اللہ کو پانی پت خط لکھا کہ میں آپ سے باطنی استفادہ کرنا چاہتا ہوں

قاضی صاحب نے محبت بھرا خط آپ کو لکھا۔ اور آپ کو حضرت شاہ غلام علی کی طرف رجوع کرنے کا مشورہ دیا۔ چنانچہ ۱۲۲۵ھ میں آپ نے مشیخت چھوڑ کر حضرت شاہ غلام علی کی غلامی اختیار کی۔ یہ شعر آپ کے حسب احوال ہے۔

از برائے سجدۂ عشق آستانے یافتم سر زمینے بود منظور آسمانے یافتم

شاہ غلام علی

شاہ صاحب کا باطنی سلسلہ حضرت سیف الدین کو دو واسطوں سے پہنچتا ہے۔ حضرت مرزا جان جاناں مظہر اور حضرت سید نور محمد بدایونی وسائط ہیں۔ اور آپ کا نسبی سلسلہ حضرت سیف الدین کو تین واسطوں سے پہنچتا ہے۔ حضرت صفی القدر۔ حضرت عزیز القدر۔ حضرت محمد عیسیٰ۔ لہٰذا شاہ صاحب آپ کے احوال پر خصوصی عنایات فرمایا کرتے تھے۔ ایک طرف آپ کی سچّی محبت اور عقیدت اور دوسری طرف آپ کے حضرت مرشد کی عنایت اور شفقت لہٰذا سالوں اور مہینوں کے مراحل ہفتوں اور دنوں میں طے ہونے لگے۔ اور کچھ ہی مہینے گزرے تھے کہ شاہ صاحب نے آپ کو خلافت عنایت کی اور سالکوں کی تسلیک کا معاملہ آپ کے سپرد ہوا شاہ صاحب کے آخری دَور کے دو نامور خلفا مولانا خالد کردی اور سید اسماعیل مدنی نے آپ سے توجہات لی ہیں۔ اور فوائد حاصل کئے ہیں۔

۱۲۳۰ھ میں آپ نے قرآن مجید نماز اوابین میں شاہ صاحب کو سنایا۔ شاہ صاحب بہت خوش ہوئے اور فرمایا۔ بتاؤ کیا آرزو رکھتے ہو۔ آپ نے عرض کی کہ میں آپ کی ضمنیّت کا طلبگار رہوں۔ شاہ صاحب نے فرطِ محبت سے آپ کو اپنے مبارک سینہ سے چمٹا لیا۔ اور دیر تک توجّہات خاصّہ سے سرفراز فرماتے رہے۔ اَوَاسِطِ ماہِ جمادی الاولیٰ ۱۲۳۳ھ میں آپ کو منصبِ قیّومیّت کی بشارت دی۔

منصبِ قیّومیّت

آپ کا قیام لکھنو میں تھا کہ شاہ صاحب کی علالت شروع ہوئی۔ شاہ صاحب نے اس دوران میں آپ کو دو خط تحریر فرمائے ہیں۔ ایک میں لکھا ہے "تعجب است کہ قصدِ آمدن اینجا نہ کردہ اند فقیر را بحسب ظاہر صحت محال، وافسوس کہ شما ایں قدر تاخیر می نمائید۔ ع خوباں دریں معاملہ

تاخیر می کنند۔ می بینم کہ منصب آخر مقاماتِ ایں خاندان عالی شان بہ شما متعلق و وابستہ شد و پیشتر ازاں در بیماری سابق دیدہ بودم کہ شما بر چارپائی ما نشستہ اید و قیومیت بہ شما عطا کردند۔" اس خط کے ملنے پر آپ نے اپنے بڑے صاحبزادے شاہ احمد سعید کو اپنی جگہ بٹھایا اور خود اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ شاہ صاحب نے خانقاہ اور مکانات آپ کے سپرد کیے اور آپ کو اپنا جانشین بنایا۔ شاہ صاحب کی وفات دو صفر ۱۲۴۰ھ میں ہوئی۔ آپ نو سال تین مہینے مسندِ ارشاد پر بیٹھے اور جمادی الآخرہ ۱۲۴۹ھ میں اپنے دوسرے صاحبزادہ شاہ عبد الغنی کو لے کر حج کے واسطے روانہ ہوئے۔ حج اور زیارت سے مشرف ہو کر دلی تشریف لا رہے تھے کہ ٹونک میں آپ کی وفات ہوئی۔ رحمہ اللہ۔

آپ کا بڑا پاکیزہ خط تھا۔ آپ نے خوب جلی قلم سے ایک قرآن مجید لکھا ہے۔ پندرہ جمادی الآخرہ ۱۲۴۲ھ میں اس کی کتابت سے فارغ ہوئے ہیں۔ کاغذ کی لمبائی ساڑھے اکیس انچ اور چوڑائی ساڑھے گیارہ انچ ہے اور جدول کی لمبائی ساڑھے پندرہ انچ اور چوڑائی سوا سات انچ ہے۔ ہر صفحہ پر نو سطریں ہیں کل آٹھ سو اٹھاسی (۸۸۸) صفحات ہیں یہ مبارک مصحف مدینہ منورہ میں حضرت شاہ محمد مظہر کی رباط کے کتب خانہ میں ہے۔ اس عاجز نے اس مبارک مصحف کی زیارت یوم شنبہ ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۸۶ھ مطابق ۸ اپریل ۱۹۶۷ء میں کی۔ فللہ الحمد ولہ الشکر۔

آپ نے سلوک مجددیہ کا بیان "ہدایت الطالبین" میں کیا ہے۔ اور اس سلسلہ میں یہ کتاب از امہاتِ کتب ہے۔ آپ کے خلفا بہت تھے۔ مناقب احمدیہ اور ضمیمۂ مقامات مظہری میں جن کا ذکر آیا ہے۔ اُن کے اسمائے گرامی لکھے جاتے ہیں۔ ۱۔ میاں محمد اصغر۔ ۲۔ ملا حسن بخاری ۳۔ مولوی حسام احمد ہراتی ۴۔ مولوی محب اللہ افغان ۵۔ میاں محمد جو ۶۔ میاں عظیم اللہ۔ انھوں نے میاں محمد اصغر سے بھی استفادہ کیا ہے۔ اور شاہ صاحب ان کو دیکھ کر فرمایا کرتے تھے۔ "ایں خلیفۂ میاں اصغر است۔" ۷۔ امیر باجوڑی ۸۔ مولوی محمد شریف ۹۔ ملا خدا بردی ۱۰۔ ملا علاء الدین ۱۱۔ ملا غلام محمد از ضلع اٹک ۱۲۔ ملا عبد الکریم ترکستانی ۱۳۔ شاہ سعد اللہ حیدر آبادی۔ ضمیمۂ مقامات مظہری میں

شاہ عبدالغنی نے ملا عبدالکریم ترکستانی اور شاہ سعداللہ حیدرآبادی کے متعلق لکھا ہے۔
"درخدمت حضرت ایشاں (شاہ صاحب) رسیدند۔ شروع سلوک از حضرت ایشاں (شاہ صاحب) کردند۔ بعدہ از ایشاں (شاہ ابوسعید) توجہات گرفتند و اجازت و خلافت یافتند" کمالات مظہری کے حاشیہ پر شاہ صاحب نے لکھا ہے "من خلفائے ایشاں دیدہ ام حالات خوب دارند" خلافت نامہ کے آخر میں آپ ہی کی مہر ہے۔

اولاد

آپ کی اولاد دو بیویوں سے ہے۔ پہلی بیوی زُبدہ دختر غلام صدیق پسر حضرت عظیم القدر مجددی۔ اور ان سے ایک پسر شاہ احمد سعید اور ایک دختر مجیدہ اور دوسری بیوی حُسینی دختر میر بادشاہ پسر میر احمد مجددی اور اُن سے شاہ عبدالغنی اور شاہ عبدالمغنی۔ رحمہم اللہ۔

حضرت شاہ عبدالغنی

آپ کی ولادت شب شنبہ ۲۵ رشعبان ۱۲۳۴ھ مطابق ۱۹ رجون ۱۸۱۹ء کو محلہ مغلپورہ دلّی میں ہوئی۔ مظاہر حلیم تاریخی نام ہے۔ اور سہ شنبہ، ۷ محرم ۱۲۹۶ھ مطابق ۳۱ ردسمبر ۱۸۷۸ء کو مدینہ منورہ میں وفات ہوئی۔ "شد اندر زمین آفتاب علوم" سے سال وفات ظاہر ہے۔ یہ لاجواب تاریخی مادہ حضرت سیدی الوالد سے اس عاجز نے سنا ہے۔ اور اس طرح نظم کیا ہے۔

امامِ زمن شاہِ عبدالغنی — شریعت پناہ و طریقت اُرومؔ
چو ہفتِ محرم سہ شنبہ رسید — بہ جنّت برفت و برست از ہموم
چہا والدم گفت سال وصال — شد اندر زمین آفتاب علوم

آپ نے قرآن مجید حفظ کیا اور علوم ظاہری مولانا حبیب اللہ سے اور باطنی اپنے حضرت والد سے حاصل کر رہے تھے کہ ۱۲۴۹ھ میں اپنے والد کے ساتھ حج کو روانہ ہوئے۔ حرمین شریفین میں شیخ محمد عابد سندھی اور شیخ اسماعیل رومی سے حدیث کی اعلیٰ سند حاصل کی۔ اور پھر دِلی آکر شاہ محمد اسحاق سے حدیث شریف کی کتابیں پڑھیں۔ آپ کے حضرت والد

ؔ اُرُوم بضم ہمزہ سنگے را گویند کہ در سحر برائے اہتداء الدرب کنند۔ و بفتح ہمزہ اصلِ شجر را گویند۔

نے وفات سے پہلے آپ کو خلافت دی اور وصیت فرمائی کہ اہلِ دنیا سے دُور رہو۔ اور حضرت شاہ غلام علی قدس سرہ کے خلفار سے راہِ سلوک کی تکمیل کرو۔ چنانچہ آپ نے دو تین مہینے اپنے بڑے بھائی حضرت شاہ احمد سعید سے اور پھر مرزا عبدالغفور خورجوی سے راہِ سلوک آخر تک طے کیا۔

اوائل ۱۲۷۲ھ میں آپ نے حرمین شریفین کا قصد کیا۔ اور اپنے برادر کلاں کے ساتھ آپ نے بھی ہجرت فرمائی۔ ۱۲۷۳ھ کا حج کر کے اواخر ربیع الاول یا اوائل ربیع الآخر تک مدینہ منورہ پہنچے اور وہاں اقامت فرمائی۔ آپ حرم شریف نبوی میں حدیث شریف کا درس دیا کرتے تھے۔ آپ کے اسناد عالیہ کی وجہ سے دُور دراز ممالک سے اہلِ فضل و کمال آ کر آپ کے حلقۂ درس میں شریک ہوتے تھے اور آپ سے اجازت حاصل کر کے مراجعت کرتے تھے۔

آپ کی مقبولیت

ذی القعدۃ الحرام ۱۳۵۱ھ میں جب کہ طلبِ علم کے سلسلے میں یہ عاجز مع برادرِ خورد مصر میں تھا تو آوازۂ محدثِ مغرب حافظ وقت شیخ عبدالحی کتانی رحمۃ اللہ سنا۔ اس عاجز نے ان کو ایک رقعہ ارسال کیا۔ کہ حدیثِ مسلسل بالأوّلیہ کے استماع اور احادیثِ شریفہ کی اجازت کا خواہشمند ہوں۔ اس عاجز نے اپنا نام لکھ کر جدِّ دوم حضرت شاہ احمد سعید تک اپنا نسب بھی لکھدیا۔ چنانچہ آپ نے وقت دیا۔ اور اس وقت حدیث شریف سنا کر جب اجازت نامہ دینے لگے تو کھڑے ہو گئے۔ اور حاضرین کی طرف جو کہ بیشتر علماء ازہر تھے خطاب کرتے ہوئے کہا۔ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمَانَاتِ اِلٰى اَهْلِهَا۔ اَلَا فَاشْهَدُوا بِاَنِّیْ قَدْ اَدَّيْتُ الامانۃ الی اھلھا۔ فَاِنَّ وَالِدِیْ رَحِمَہُ اللّٰہُ سَمِعَ الحدیثَ المسلسلَ بالاولیۃِ واخذ اجازۃ الحدیث عن عَمِّ جَدِّہٖ رواشار الی الشیخ عبد الغنی وھا انا الیوم اُسْمِعْتُ الحدیثَ الی احفادِ ابنِ اَخیہ واجزتھما الاجازۃَ العامّۃَ۔ الخ یعنی اعوذ باللہ کے بعد اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانات کو اُن کے اصحاب کے سپرد کرو۔ تم سب گواہ رہو کہ میں نے امانت اس کے اصحاب کے سپرد کر دی میرے والد نے حدیثِ مسلسل بالاولیہ اِن کے دادا کے چچا شیخ عبدالغنی سے سُنی تھی۔ اور

ان سے حدیث کی اجازت حاصل کی تھی۔ آج میں نے شیخ عبد الغنی کے برادر زادہ کے پوتوں کو وہ حدیث سُنائی اور ان کو اجازت عامّہ دی الخ۔ اور اس کے بعد وہ بیٹھ گئے۔ اور حضرت کے علم و فضل اور زُہد و تقویٰ کا بیان کرنے لگے۔ رحمہما اللہ تعالیٰ ورضی عنہما۔

مکارم اخلاق

یہ ایک حقیقت ہے کہ پروردگار جل شانہ نے آپ کو مکارم اخلاق سے مُتّصف کیا تھا۔ سید احمد خاں رحمہ اللہ نے "آثار صنادید" میں بالکل درست لکھا ہے:" آپ بھی جناب شاہ ابو سعید صاحب کے فرزند ارجمند اور حقیقت میں فخر خاندان ہیں، آپ کا طور ہی جدا ہے اور رنگ ڈھنگ ہی نرالا ہے۔" اور چند سطر کے بعد لکھا ہے:" اوقات آپ کے ایسے خوب ہیں کہ اگلے زمانہ کے اچھے اچھے دیندار لوگوں کے بھی شاید ایسے ہوئے ہوں گے مسجد میں بیٹھے رہنا اور طریقۂ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو برتنا، دن رات آپ کا کام ہے۔ خوشا حال اس شخص کا جو اپنے نبی کے طریقہ کو برتے اور دنیا و ما فیہا سے خبر نہ رکھے۔ اس قدر اتباع سنت اختیار کیا ہے کہ اگر آپ کو آسمان و زمین کے رہنے والے محی السنّہ و قامعُ البدعہ کہہ کر پکاریں تو بجا ہے۔" اور لکھا ہے:" ادنیٰ سنت کے ترک سے کسی چیز کو بُرا نہیں جانتے۔ فنا فی السنت اور محو فی الشریعت اور شہسوار میدان طریقت۔ اگر پوچھو تو آپ کی ذاتِ فیض آیات ہے۔ پس جس شخص کا ادنیٰ ادنیٰ باتوں میں یہ حال ہو تو پھر خیال کرو کہ بڑی بڑی باتوں میں کیا درجۂ احتیاط اور کیا رتبۂ اتقا ہوگا۔" الخ

اس عاجز کے نزدیک سید احمد خاں کی تحریر میں قطعًا مبالغہ نہیں ہے۔ آپ کے اوضاع و اطوار ایسے پاکیزہ تھے کہ جو آپ کو دیکھتا تھا آپ کا گرویدہ ہوتا تھا۔ ہر فعل میں اور ہر وقت سنتِ مبارکہ کا خیال رہتا تھا۔ نہایت سادہ لباس پہنتے تھے۔ نہ جُبّہ نہ خصوصی دستار۔ ٹخنوں سے اوپر پاجامہ اور تن پر کُرتا۔ احادیث شریفہ کی مزاولت سے آپ کی نسبتِ عالیہ میں اتنی لطافت آگئی تھی کہ ہر شخص اس کا ادراک نہیں کر سکتا تھا۔

آپ کی تالیفات

آپ نے "سنن ابن ماجہ" کا نہایت ہی لطیف حاشیہ لکھا ہے۔ اس کا نام "انجاح الحاجہ" ہے۔ اور آپ نے مکتوبات

شریفِ کی تخریجِ احادیث کی ہے "مقاماتِ مظہری" کا تکملہ بھی آپ کی تالیف ہے "تحفۂ تیموریہ" اور "شفاء السائل" بھی آپ کے رسائل ہیں "نصاب الاحتساب" کا اردو میں ترجمہ کیا ہے۔

آپ کی منقبت

آپ کے رسالۂ شفاء السّائل پر ایک ازخدا ناترس نے حاشیہ لکھا ہے۔ اور آپ کو بُرا کہنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے۔ اس عاجز نے حقیقت کا اظہار کرتے ہوئے ۱۳۶۰ھ کو "القولُ السّنی فی الذّبِّ عَنِ الشیخ عبد الغنی" لکھی۔ اس کتاب کے شروع میں قدرے تفصیل سے آپ کے احوال لکھے ہیں۔ آپ کی وفات پر فضلائے حجاز نے جو مراثی کہے ہیں، وہ بھی لکھ دیئے ہیں۔ اور منقبت میں چند شعر اس عاجز کی زبان پر آئے تھے وہ بھی تحریر ہیں۔ اس منقبت میں سے چند اشعار لکھے جاتے ہیں۔

چہ گویم وصف شہ عبد الغنی را ۔۔۔ امام و مرشدِ دارِ نبی را
اجازت یافت از مردانِ یکتا ۔۔۔ خلافت یافت از پیرانِ والا
زاخلاقِ رذیلہ شد مبرّیٰ ۔۔۔ بآدابِ رسول اللہ محلّیٰ
بہ احکامِ شریعت مردِ کامل ۔۔۔ بہ اسرارِ طریقت فردِ کامل
زباں در ذکرِ حق ہر آن جاری ۔۔۔ دِلش معمور از انوارِ باری
ہمہ تن پائے در راہِ رضا بود ۔۔۔ ہمہ تن گوش بر قولِ خدا بود
ہمہ تن لب برائے ذکرِ سبحان ۔۔۔ ہمہ تن دیدہ بہر دیدِ جاناں
نہ گفتے، نے برفتے، نے شنیدے ۔۔۔ نہ دیدے، گر رضائے حق نہ دیدے
بظاہر پیکرش از خاک بودہ ۔۔۔ بہ باطن کُل ز نورِ پاک بودہ
کجا ہندو کجا طیبہ بیندیشں ۔۔۔ سعادت یاور و اقبال در پیش
بہ کوہ و دشت و دریا جادہ پیمود ۔۔۔ بہ دارِ مصطفیٰ آنگہ بیاسود
زہے قسمت کہ کامل بست و یک سال ۔۔۔ سکونت کرد آنجا فارغ البال
گہے ذکر و گہے تدریسِ تنزیل ۔۔۔ گہے بحث از حدیث و جرح و تعدیل

بدین ساں عمر خود آنجا بسر کرد — ہزاراں بے ہنر را باہنر کرد
سلام از ما رسد ہر دم بہ جانش — الٰہی از تو رحمت بر روانش
الٰہی آنچہ از احسان کردی — کرامتہا بہ وے ارزان کردی
ازاں فیضان یک جرعہ عطا کن — ازاں عرفان یک لمعہ عطا کن
نگاہِ لطف کن دل شاد گردد — تولّائے عزیزاں زید دارد

اتباعِ سُنّت حضرات القدس کے حضرت حادیہ عشر[11] میں شیخ بدرالدین نے حضرت خواجہ محمد سعید قدس سرہ کے احوال میں لکھا ہے "رسالۂ درباب منعِ اشارتِ سبّابہ در تشہد بہ غایتِ متانت نوشتہ اند" یعنی تشہد میں انگشتِ شہادت سے اشارہ نہ کرنے کے متعلق نہایت متین رسالہ لکھا ہے۔ آپ نے حاشیہ پر تحریر فرمایا ہے "سوائے بخاری ہمہ محدثان روایت رفع سبّابہ کردہ اند وسبّابہ ازیں جہت مسبّحہ نام یافتہ معلوم نیست، چہ بہ خاطر آمدہ، بہ قوتِ علمی مقابلۂ سنّتِ قائمہ کردہ شد" یعنی بجز بخاری کے تمام محدثین نے التحیات میں انگشتِ شہادت اٹھانے کی روایت کی ہے۔ اور اسی وجہ سے اس انگلی کا نام "مسبّحہ" پڑ گیا ہے۔ معلوم نہیں کہ اُن کی خاطر میں کیا آیا۔ کہ ایک سُنّت کا مقابلہ علمی قوت سے کر بیٹھے ہیں"

اس انگلی کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر اشارہ کرنے کی وجہ سے اسلام میں مُسبّحہ اور سبّاحہ کہا جاتا ہے۔ یعنی تسبیح کرنے والی۔ دورِ جہالت میں کسی کو گالی دیتے وقت اس انگلی سے اشارہ کیا جاتا تھا۔ اس لئے اس کا نام سبّابہ پڑا یعنی گالی دینے والی۔

آپ کے مکاتیب آپ نے اس عاجز کے حضرت والد کو ایک خط لکھا ہے۔ اُس سے آپ کے جذبات وخواہشات کا پتہ چلتا ہے اس لئے نقل کیا جاتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ از عبدالغنی فرزند عزیز مولوی ابوالخیر والاشان سلام خوانند مکتوب شمار رسید۔ از اشتغالِ ایشاں بہ علومِ دینیہ وامورِ یقینیہ مسرور شدم۔ طوبیٰ لِمَن آثَرَ مَا یَبقیٰ علیٰ مَا یَفنیٰ۔ "سبعۃ[1] یظلھم اللہ فی ظلہ یوم لا ظل الا ظلہ"

[1] کا حاشیہ ص ۷۹ پر ملاحظہ فرمائیے۔

شَابٌّ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ اللّٰهِ ۔ الحدیث ۔

بہ کدام آئینہ مائلی کہ ز فرصت ایں ہمہ غافلی تو نگاہ دیدۂ بسملی مژہ واکن و بہ کفن درا

صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد وآلہ وسلم ۔ ۲۶ رجب ۱۲۹۲ھ ۔ یعنی فرزند عزیز مولوی ابوالخیر اوران کے والد کو عبدالغنی کا سلام پہنچے۔ تمہارا خط پہنچا ۔ دینی علوم اور یقینی امور میں تمہارے مشغول رہنے سے خوش ہوا خوش نصیب ہے وہ شخص جو باقی رہنے والے امور کو فانی ہونے والے امور پر ترجیح دے "سات قسم کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ اُس دن اپنے سایہ میں پناہ دے گا ۔ کہ جس دن اُس کے سایہ کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا ۔ ایک وہ جوان کہ جس نے اللہ کی عبادت میں نشوونما پائی ہو (تا آخر حدیث) (شعر) آخر تم کونسے آئینے پر مائل ہو گئے ہو کہ جس نے تم کو ان سب کی طرف متوجہ ہونے سے غافل کر دیا ہے ۔ تم ہی کشتۂ ناشاد کی آنکھ کا نور ہو اس کے پپوٹوں کو اٹھاؤ اور اس کی آنکھ میں سما جاؤ ۔ (یعنی جو عشق کے ہاتھ بسمل ہوا ہے ۔ اس کا کفن ہونا چاہیئے ۔ شاعر نے پپوٹوں کو نگاہ دیدہ کا کفن قرار دیا ہے ۔) اللہ اپنی رحمتیں ہمارے آقا محمد اوران کی آل پر نازل کرے اور سلام بھیجے ۔ ۲۶ رجب ۱۲۹۲ھ

آپ کے نہایت لطیف اور پُر از معانی خطوط کا نفیس مجموعہ حافظ محمد یعقوب مجددی رحمہ اللہ نے جمع کیا تھا ۔ انھوں نے وہ مبارک خطوط حضرت سیدی الوالد قدس سرہ کو سنائے تھے ۔ ان کا ارادہ ان کے طبع کرانے کا تھا لیکن ان کی وفات ہوگئی ۔ اور وہ خطوط ضائع ہو گئے اس عاجز کے پاس آپ کے ہاتھ کے تحریر کردہ گیارہ خطوط ہیں ۔ پانچ خانگی معاملات سے متعلق ہیں اور ایک نقل کیا جا چکا ہے ۔ باقی پانچ درج ذیل ہیں ۔

(۱) بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ از عبدالغنی فرزند عزیز حافظ ابوالخیر و والد شاں سلام خوانند الحمد للہ علی عافیتکم وسلامتکم ، مکتوب شما رسید ۔ خوش وقت ساخت ۔ رزقنی[1]

[1] (صفحہ ۸۳ کا ۱ کا حاشیہ ملاحظہ فرمائیں)

---

۱ وَنَسْأَلُ مَوْلَانَا الْكَرِيمَ إِلٰهَنَا يُصَيِّرُنَا مِمَّنْ يُظِلُّ بِظِلِّهِ

بجاہ سید الأنبیاء والمرسلین علیہ وعلی آلہ واصحابہ الصلوات والتسلیمات وعلی جمیع الأنبیاء والمرسلین ۔ ویرحم اللہ من قال آمین ۔ زید ۔

اللہ وایاکم اتباع الشریعۃ السنیۃ المرضیۃ المصطفویۃ بجاہ سیدنا محمد وآلہ والسلام ۔ ۲۵ شعبان ۱۲۸۹ھ

(۲) بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ از عبد الغنی ہمشیرہ محترم اہل خانہ نواب قطب الدین خاں صاحب سلام مطالعہ فرمایند ۔ از استماع رحلت دوست قدیم خود صدمہ بر دل رسید ۔ لیکن چوں مراد او شاں .... و مراد مامومن در حرمین شریفین ہست و ازیں معنی حمد خدا بجا آوردہ ۔ اللّٰھم الحقنا بفرطنا الصالحین بجاہ سید المرسلین علیہ وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات وعلی جمیع الأنبیاء والمرسلین ۔ والسلام ۔ ۲۵ شعبان ۱۲۸۹ھ

اپنے غمخواروں میں کس کس کو بھلایا د کریں ٭ غم مجنون کریں یا ماتم فرہاد کریں

(۳) بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ از عبد الغنی فرزند عزیز میاں ابو الخیر و والد ایشاں سلام خوانند مکتوب ایشاں مشعر وفات میاں خورشید احمد صاحب رسید ۔ دعا ہائے مغفرت در حق ایشان نمودہ شد ۔ اِنَّ فِی ذَالِکَ لَذِکْرٰی لِمَنْ کَانَ لَہٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَی السَّمْعَ وَھُوَ شَھِیْدٌ ۔ باید کہ پسماندگان عبرت بگیرند و موت را نصب العین دارند ؏ اگرچہ مانند خضر لیک جاودانہ نہ مانید ۔

؎ نہ ماند امروز کس غمخوار ایں بیمار سودائی ٭ فغاں از بیکسی فریاد از بیداد تنہائی

صلی اللہ علی سیدنا محمد وآلہ والسلام ۔ ۲۵ رجب ۱۲۹۰ھ

(۴) بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ از عبد الغنی فرزندی عزیزی مولوی محمد عمر و مولوی ابو الخیر سلام مطالعہ نمایند مکتوب ایشان درباب عزائے فرزندی نور اللہ مرقدہ رسید ۔ الحمد للہ علی کل حال ۔

؎ ہر چہ بر تو آید از شادی و غم ٭ ہم زگستاخیست و بیباکیست ہم

وفقنا اللہ لما یحب ویرضی ۔ اگر ایمان است ہمہ احسان است ۔ والسلام ۱۷ ذیقعدہ ۱۲۹۳ھ

(۵) بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ از عبد الغنی عزیز از جان و دل مولوی محمد عمر صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ بعد از سلام سنت اسلام مکشوف باد ۔ مکتوب محبت اسلوب در عین انتظار رسید مسرور ساخت ۔ در ینجا دو حادثہ عظیم در پیش آمدند ۔ یعنی بہ تاریخ ۹ ماہ ربیع الآخر امۃ کریم انتقال کرد کہ از چند ماہ مریض بود ۔ و بعد پانزدہ روز شب جمعہ محمد موسیٰ انتقال کرد ۔ روز چہارشنبہ برائے سبق ترمذی بہ خانہ حاجی صاحب رفتہ بود ۔ بعد سبق سردی معلوم شد

بہ خانہ آمد بخار شد شب دوم انتقال کرد۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ط او سبحانہ مغفرت فرماید۔ ۱۵ رجمادی الثانی ۱۲۹۵ھ

ذوق سخن آپ اچھا نا ذوق سخن بھی فرماتے تھے۔ فرماتے ہیں

کجا صوفی وصال یار ہیہات | کہاں ممکن کہاں وہ ذات بیچوں
غنی تو عشق کا ہرگز نہ دم بھر | کہ حیراں ہیں یہاں موسیٰ و ہارون

آپ مُسندِ وقت تھے حدیث شریف میں آپ مسند وقت تھے علماء کرام نے آپ کی اسناد عالیہ کو کتابی شکل میں جمع کیا ہے۔ چنانچہ "الیانع الجنی فی اسانید الشیخ عبد الغنی" تقریباً ساٹھ سال پہلے چھپ چکی ہے۔ اور مولانا ابو الفیض ابو الاسعاد عبد الستار صدیقی مہاجر مکہ نے "المورد الہنی فی اسانید الشیخ عبد الغنی عربی میں لکھی ہے۔ ۱۳۵۱ھ میں اس عاجز نے مکہ مکرمہ میں ان کے نسخہ سے نقل کیا اور انھوں نے اس کو مطالعہ کیا اور صفحۂ اول پر تصویب تحریر کی۔ رحمہ اللہ۔

آپ کے خلفاء آپ کے خلفاء کا حال تفصیل سے معلوم نہ ہو سکا۔ صرف سات صاحبان کے نام کا پتہ چلا ہے۔ اور وہ یہ ہیں (۱) جناب مولانا عبد الحق الہ آبادی مہاجر مکہ (۲) شاہ ابو احمد مجددی بھوپالی (۳) شاہ رفیع الدین نانوتوی (۴) مولوی امین الدین نانوتوی (۵) نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ (۶) میاں احمد جان دہلوی۔ (۷) قاری رحیم بیگ دہلوی پہلے چار حضرات سے طریقۂ شریفہ کی اشاعت ہوئی ہے۔

اولاد آپ کے چھ صاحبزادے ہوئے۔ ۱۔ عبد اللہ ۲۔ عبد الرحمٰن ۳۔ اسماعیل ۴۔ عبد القادر ۵۔ عبد الاحد ۶۔ صالح۔ اور دس صاحبزادیاں ہوئیں۔ ۱۔ زینب ۲۔ ام الفضل ۳۔ ام کلثوم ۴۔ امۃ اللہ کبریٰ ۵۔ رقیہ ۶۔ رابعہ ۷۔ تقیہ ۸۔ امۃ اللہ صغریٰ ۹۔ میمونہ ۱۰۔ امۃ الرحمٰن۔ سب صاحبزادے اور آٹھ نو صاحبزادیاں آپ کی حیات میں رحلت کر گئیں۔ رحمہم اللہ جمیعا۔

حضرت شاہ عبد المغنی آپ حضرت شاہ ابو سعید کے تیسرے صاحبزادے ہیں۔ ولادت شریف لکھنؤ میں ۱۷ ربیع الآخر ۱۲۳۹ھ میں ہوئی۔ تاریخی نام

فضل الرحمن ہے۔ بارہ ربیع الاول ۱۲۹۲ھ میں مدینہ منورہ میں وفات ہوئی۔ اَبْرَدَ اللّٰہُ قَبْرَہٗ وَثَرَاہُ تاریخ رحلت ہے۔ آپ کے تین صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں ہوئیں۔ محمد اور تاریخی نام مصباح المغنی۔ ابراہیم۔ عائشہ۔ ایک صاحبزادے اور دو صاحبزادیوں کے نام معلوم نہ ہو سکے۔

شیخ حافظ مصباح المغنی

آپ کی ولادت ربیع الاول ۱۲۷۲ھ میں خانقاہ شریف دلی میں ہوئی۔ حضرت سیدی الوالد سے ایک ماہ بڑے تھے۔ آپ کا قیام مدینہ منورہ میں رہا۔ پہلی جنگ عظیم میں مدینہ منورہ کو ترکوں نے لوگوں سے خالی کرایا۔ چنانچہ آپ اہل خانہ ان کے ساتھ ملک شام گئے۔ اور ۱۳۳۷ھ میں حمص میں وفات پائی اور سیف اللہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے قرب میں مدفون ہوئے۔ رحمہ اللہ و رضی عنہ۔ آپ نے ایک صاحبزادی حبیبہ اور ایک ضخیم دیوان شعر۔ اپنی یادگار چھوڑی صاحبزادی کی اولاد ہے۔ سلمہم اللہ۔ آپ کا تخلص مصباح تھا۔ نہایت پاک باطن اور صاف منش تھے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند کرے۔

(باباے دوم) حضرت شاہ احمد سعید قدس سرہ

آپ حضرت شاہ ابوسعید کے فرزند اکبر ہیں۔ آپ کا اسم گرامی احمد سعید، کنیت ابو المکارم ہے۔ یکم ربیع الآخر ۱۲۱۷ھ مطابق ۳۱ جولائی ۱۸۰۲ء ریاست رامپور میں ولادت ہوئی۔ "مظہر یزدان" تاریخی نام ہے اور وفات ظہر و عصر کے مابین روز سہ شنبہ ۲ ربیع الاول ۱۲۷۷ھ مطابق ۱۸ ستمبر ۱۸۶۰ء مدینہ منورہ میں ہوئی۔ محراب نبوی میں جہاں آپ کے جدِ اکبر امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ ہوئی تھی آپ کے جنازہ کی نماز ہوئی۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گنبد سے متصل جانب قبلہ سپرد خاک ہوئے۔ حضرت شاہ محمد عمر نے "عَاشَ سَعِیْدًا مَاتَ شَہِیْدًا" سے سال وفات نکالا ہے۔ آپ کی عمر شریف قمری حساب سے ۵۹ سال ۱۱ ماہ ایک دن۔ اور شمسی حساب سے ۵۸ سال ایک ماہ سترہ دن کی ہوئی۔

آپ کے مبارک احوال خوب تفصیل کے ساتھ آپ کے فرزند اصغر حضرت شاہ محمد مظہر

نے "مناقب احمدیہ مقامات سعیدیہ" میں لکھے ہیں۔ پہلے فارسی میں جو ۱۲۷۷ھ میں دِلّی کے اکمل المطابع میں چھپی۔ پھر عربی میں جو ۱۳۱۳ھ میں قزان میں چھپی۔ اور انساب الطاہرین میں اختصار کے ساتھ اور ذکر السعیدین اور سِیَرُ الکاملین میں کچھ تفصیل سے آپ کا ذکر ہے۔ یہ عاجز ان کتابوں سے بطورِ اختصار کچھ احوال لکھتا ہے۔

رُشد و ہدایت کے آثار خورد سالی سے آپ میں ظاہر تھے۔ آپ کے نانا شاہ غلام صدیق نہایت بزرگ اور عالم با عمل تھے انھوں نے آپ کا مشرب معلوم کرکے آپ کا نام غلام غوث رکھا تھا۔ جس زمانہ میں آپ قرآن مجید حفیظ کر رہے تھے حضرت شاہ درگاہی کے پاس کبھی کبھی اپنے والد ماجد کے ساتھ جایا کرتے تھے وہ آپ کو محبت سے اپنے پاس بٹھاتے اور کلام پاک سنتے۔ جب آپ کے والدِ ماجد حضرت شاہ غلام علی قدس سرہ سے بیعت ہونے کے لئے دِلّی تشریف لائے تو آپ بھی اُن کے ساتھ آئے اور حضرت شاہ صاحب سے بیعت ہوئے۔ اس وقت آپ کی عمرِ دس سال کی پوری نہ ہوئی تھی۔ شاہ صاحب آپ پر نہایت مہربان تھے۔ اور اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میں نے لوگوں سے ایک بچہ طلب کیا۔ کسی نے نہ دیا۔ ابو سعید نے میری طلب پوری کردی اور اپنا بیٹا مجھ کو دے دیا۔ شاہ صاحب نے آپ سے کہا۔ حال کو قال کے ساتھ جمع کرنا چاہیئے۔ لہٰذا علما سے علم ظاہر پڑھو اور فرصت کے وقت حلقہ میں شریک ہوا کرو۔ چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا۔ آپ فرماتے ہیں کہ اکثر ایسا بھی ہوتا تھا کہ مجھ کو کثرتِ مستفیدین کی وجہ سے بیٹھنے کی جگہ نہ ملتی تھی۔ ابھی میں کھڑا ہی ہوتا تھا کہ شاہ صاحب کی مجھ پر نظر پڑ جاتی تھی۔ آپ مجھ کو بلا کر اپنے پاس بیٹھنے کو فرماتے اور میں آپ کی مسند کے ایک گوشہ پر بیٹھ جاتا تھا۔ پھر شاہ صاحب بہ قوتِ تمام ایک ساعت توجہ دیا کرتے تھے۔

آپ نے شاہ صاحب سے تصوف کی کتابیں رسالہ قشیریہ۔ عوارف۔ الاحیاء۔ نفحات۔ رشحات۔ مکتوبات۔ مثنوی معنوی وغیرہ اور حدیث میں مشکات اور ترمذی پڑھی۔ معقول کی کتابیں مولوی فضل امام سے اور باقی کتابیں مولوی رشید الدین خاں سے پڑھیں۔ آپ شاہ عبدالعزیز، شاہ رفیع الدین، شاہ عبدالقادر کی خدمت میں

حاضر ہوا کرتے تھے۔ کبھی زیارت کے لئے اور کبھی برائے استفادہ۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ یہ تینوں بھائی علم کے سمندر تھے۔ اور تفسیر کلام الٰہی میں شاہ عبدالعزیز اللہ کی آیات میں سے ایک آیت تھے۔ تینوں بھائی صاحبِ نسبت و کشفِ صحیح تھے۔ اور شاہ عبدالقادر کا کشف نہایت عمدہ تھا۔ انھوں نے بارہ سال تک مجاہدہ اور اس طریقہ کے بعض خلفاء سے استفادہ کیا تھا۔ وہ میری تکریم کیا کرتے تھے اور نہایت محبت سے ملتے تھے۔ آپ نے رامپور میں مفتی شرف الدین اور شاہ سراج احمد مجددی سے بھی پڑھا ہے۔ شاہ سراج احمد آپ کے حضرت والد کے ماموں اور خواجہ محمد سعید کی اولاد میں سے تھے۔ حدیث مسلسل بالاولیۃ کی اجازت اُن سے لی جو کہ بہ طریق آبائے کرام حضرت مجدد کے واسطے سے روایت کی ہے۔ اور آپ نے لکھنؤ میں مولوی محمد اشرف اور مولوی نور سے بھی پڑھا ہے۔ مولوی محمد اشرف بڑے محقق اور مدقق تھے اور مولوی نور، عالم اور صاحبِ نسبت تھے آپ نے حدیث شریف کی اجازت حضرت شاہ عبدالعزیز سے حاصل کی ہے۔

حضرات نقشبندیہ مجددیہ کا سلوک اول سے آخر تک حضرت شاہ صاحب قدس سرہ سے حاصل کیا ہے۔ اور شاہ صاحب ہی نے آپ کو خلافت عطا کی ہے۔ چونکہ آپ نے جمیع مقامات میں اپنے پدر بزرگوار سے بھی توجہات لی ہیں۔ اس واسطے شجرۂ شریفہ میں حضرت والد کا اسم گرامی لکھا ہے۔

حضرت شاہ محمد مظہر نے "مناقب احمدیہ" میں لکھا ہے۔ کہ حضرت شاہ صاحب نے اواخر عمر میں ایک رسالہ لکھا ہے۔ اور غالباً یہ رسالہ ۱۲۳۷ھ میں لکھا گیا ہے۔ اس وقت حضرت والد ماجد کی عمر بیس سال کی ہوگئی تھی۔ اس رسالے میں جدامجد حضرت شاہ ابوسعید کے ذکر کے بعد آپ کا ذکر ان الفاظ سے کیا ہے "حضرت احمد سعید فرزند حضرت ابوسعید بہ علم و عمل و حفظِ قرآن مجید و احوالِ نسبتِ شریفہ قریب است بہ والد ماجد خود"

یہ عاجز کہتا ہے کہ حضرت شاہ صاحب قدس سرہ کا یہ رسالہ اس عاجز کے پاس موجود ہے۔ حضرت شاہ صاحب نے اس رسالہ کا کوئی نام نہیں تجویز فرمایا ہے۔ اس عاجز نے اس کا مطالعہ کیا اور "کمالات مظہری" کا نام اس کے لئے مناسب معلوم ہوا۔ چنانچہ

اس کے سرورق پر یہ نام لکھ دیا ہے۔ جو عبارت شاہ محمد مظہر نے نقل کی ہے وہ اس رسالہ کے صفحہ ایک سو تینتیس پر ہے۔ یہ رسالہ ۱۸۵۷ء کے فتنہ فرنگ سے پہلے کا لکھا ہوا ہے۔ اس وقت حضرات عالی قدر میں سے کسی نے حاشیہ پر لکھا ہے "و نیز در جائے ارقام نمودہ اند فرزند الیشاں حضرت احمد سعید حافظ و عالم از پدر خود کم نیست اجازت تعلیم طریقہ ازیں فقیر دارد۔ انتہی منقول از عین مسودہ حضرت شاہ صاحب قبلہ است۔ ۱۲"

شاہ محمد مظہر نے اپنے حضرت والد کا یہ قول بھی لکھا ہے "دراں ایام بہ روز عید قربان در مجمع عام ایں سگ آستانہ، خود را بہ تشریف ملبوس خاص از قسم کلاہ و دستار و پیراہن مبارک از دست شریف خود پوشانیدہ بہ اجازت مطلقہ نواختند و دعا تا دیر فرمودند"

اور اپنے حضرت والد کی یہ بات بھی لکھی ہے کہ شاہ صاحب کی وفات کے بعد حضرت والد کا قیام دلی میں رہا اور ان کی جگہ پر میرا قیام لکھنؤ میں رہا۔ کچھ مدت کے بعد میں بھی دلی آگیا۔ توجہات سالکین، تدریس علوم دینیہ۔ افتا اور پنجوقتہ نماز کی امامت میں مصروف رہا۔ اسی زمانے میں حضرات عالی قدر کے مزارات شریفہ کی زیارت سرہند شریف جا کر کی۔

جانشینی جمادی الآخرہ ۱۲۴۹ھ میں آپ کے والد ماجد حج کے لئے روانہ ہوئے اور خانقاہ شریف آپ کے حوالے کی۔ حضرت شاہ صاحب نے پندرہ سال آپ کی ظاہری اور باطنی تربیت فرمائی تھی اور انتہائے محبت سے فرمایا تھا کہ میں نے لوگوں سے ایک لڑکا مانگا تھا۔ کسی نے اپنے بیٹے کو مجھے نہ دیا۔ ابو سعید نے میری طلب پوری کردی۔ اور احمد سعید کو میرے حوالہ کر دیا۔ اس طرح آپ کو حضرت شاہ صاحب کی بُنُوّت کا مقام حاصل ہوا۔ اب جب کہ شاہ صاحب کی مسند ارشاد آپ کو ملی تو شاہ صاحب کی تربیت اور بُنُوّت نے اپنا رنگ دکھایا۔ اور اطراف و اکناف سے خلق خدا آکر مستفید ہونے لگی۔ چوبیس سال سات مہینے اور کچھ دن، دریائے فیضان جاری رہا۔

فرنگ کی غداری اواخر محرم ۱۲۷۴ھ میں فرنگ خذلہم اللّٰہ کی فوجیں دلی میں داخل ہوگئیں۔ اور خون مسلم کی ارزانی ہوئی۔

فَیَا لَلّٰہِ مِنْ رَزِیَّۃٍ۔

نہ می دانم حدیث نامہ چون است ہمیں دانم کہ عنوانش زخون است

ہجرت اس ہنگامہ دار و گیر میں آپ اہل و عیال و فقرائے باب اللہ کو لے کر خانقاہ شریف سے صفدر جنگ یعنی مقبرۂ منصور روانہ ہوئے۔ اس بے سر و سامانی کے عالم میں چھوٹے بڑے، مرد و زن۔ تقریباً ایک سو نفر کا ملجا اور مامن آپ کی ذات تھی اور آپ کی نظر سوئے پروردگار جل شانہ۔ منصور کے مقبرہ میں دو چار دن توقف فرما کر مہرولی کا قصد فرمایا۔ اور وہاں آستانہ قطب الاقطاب میں قیام کیا۔ وہاں طاعون کی وبا کا اثر تھا۔ لہذا چوتھے دن پھر صفدر جنگ تشریف لائے۔ وہاں شب جمعہ چہارم صفر ۱۳۶۷ھ آپ کی اہلیہ مبارکہ جناب امۃ الفاطمہ دختر جناب نثار حسن پسر جناب نثار احمد یحیوی مجددی کی روح پاک بارگاہِ قدس کو پرواز کر گئی۔ اس ہنگامۂ رستخیز میں نہایت خوبی کے ساتھ تجہیز و تکفین ہوئی اور سید السادات حضرت نور محمد بدایونی کے مزار شریف کے جوار میں جانب شرق مدفون ہوئیں۔ رحمہا اللہ و رضی عنہا۔ حضرت سید السادات کا مزار بستی حضرت نظام الدین سے جانب جنوب بہ فاصلۂ یک نیر پرتاب واقع ہے۔ حضرت سیدی الوالد اس جگہ کی خدمت کرتے تھے۔ سنگ خارا کا احاطہ بنوایا۔ فرش سنگ سرخ کا رکھا۔ جس کو ۱۹۴۷ء کے حوادثات میں ہنادو نے اکھیڑ لیا۔ پھر اس عاجز نے وہاں کی درستی کرائی۔ اور احاطہ کے نصف حصہ کا فرش سیمنٹ کا بنوایا۔ وفقہ اللہ لمرضاتہ۔

آزمائش پروردگار جل شانہ فرماتا ہے "وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ" (البتہ ہم آزمائیں گے تم کو تھوڑے سے ڈر اور بھوک اور جان و مال اور میووں کے نقصان سے اور خوشخبری دے صبر کرنے والوں کو) "مناقب احمدیہ" میں لکھا ہے۔ دوران سفر میں یعنی جب سے کہ آپ خانقاہ شریف سے نکلے اور جب تک کہ آپ دیارِ حضرت محبوب رب العلمین (صلی اللہ علیہ وسلم) پہنچے۔ آپ کے معمولات مبارکہ میں کوئی فرق نہیں آیا۔ حسب سابق اشتغال بہ حلقہ و اوراد رہا۔ اور جس جگہ بھی آپ فروکش ہوتے تھے۔ اذان و اقامت

وجاہت کے ساتھ نماز ادا فرماتے تھے۔ ذکر السعیدین میں صفدر جنگ کا عظیم واقعہ لکھا ہے۔ کہ وہاں ایک انگریز افسر مع چند سوار کے مسلح آیا اور آپ سے کہا میں تم کو اپنے ساتھ لے جا کر دِلّی سے پھانسی دوں گا۔ آپ نے فرمایا۔ اچھا ہم چلتے ہیں۔ پھر آپ نے خادم سے کہا۔ سواری لاؤ اور اس میں وظیفہ کی کتاب اور اشیائے ضروری رکھو۔ چنانچہ سواری آئی۔ اور آپ سوار ہوئے ضروری سامان ساتھ لیا۔ آپ کے دونوں برادر اور ہر سہ پسر اور مؤلف ذکر السعیدین آپ کے پوتے اور سب مریدین سواری کے چاروں طرف کھڑے تھے۔ انگریز افسر کھڑا ان سب باتوں کو دیکھ رہا تھا۔ اچانک اس پر ہیبت طاری ہوئی گھوڑے پر سوار ہو کر روانہ ہو گیا۔ اور ایک سوار کی زبانی کہلا بھیجا "پیر صاحب سے کہو آپ ٹھیریں" چنانچہ آپ سواری سے اتر کر اپنے معمولات میں مصروف ہوئے۔

اللہ کی مدد آپ پر آزمائش کا دور آیا۔ بے سروسامانی کی حالت میں ایک سو نفوس کو لے کر گھر سے نکلے۔ صفدر جنگ اور مہرولی کے راستہ میں ڈاکوؤں سے بھی واسطہ پڑا، وبا سے بھی تکلیف پہنچی۔ اہلیۂ مبارکہ کی رحلت ہوئی۔ اور تختۂ دار تک لے جانے کے لئے انگریز افسر بھی پہنچ گیا۔ جب بالکلیّہ تمام سہارے بجز پروردگار کے سہارے کے منقطع ہو گئے تو اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْن کا ظہور ہوا۔ اور بَشِّرِ الصّٰبِرِیْن کی نوید نے رنگ ہی بدل دیا۔ اور اس کی صورت یہ ہوئی۔ کہ مہرولی سے واپسی کے وقت انگریزی فوج میں پٹھان سپاہیوں کے افسر نورنگ خاں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے وہ آپ کو مہرولی سے صفدر جنگ بہ حفاظت لائے۔ آپ کو صفدر جنگ میں ٹھیرایا اور خود فوج کے انگریز بڑے افسر کے پاس پہنچے اور اس سے آپ کے اور آپ کے تمام رفقاء کے واسطے پروانۂ راہداری حاصل کیا۔ کہ آپ براہِ پنجاب و سندھ حجاز مقدس بہ آرام جا سکتے ہیں۔ دو چار دن اس کام میں لگے۔ پھر نورنگ خاں آپ کو چھاؤنی لے گئے۔ وہاں آپ نے تین دن قیام کیا۔ انگریز افسروں کے سامنے باذان و اقامت نماز بہ جماعت ہوتی تھی اور باقاعدہ حلقہ و توجہ ہوا کرتا تھا۔ انگریز اس کیفیت کو دیکھتے تھے اور متحیر تھے۔

ع "دشمن چہ کند چو مہرباں باشد دوست"

نورنگ خاں آپ کے خلیفہ، جلیل القدر حاجی دوست محمد قندھاری رحمۃ اللہ ورضی عنہ سے بیعت تھے۔ وہ کلاچی گنڈہ پوران ضلع ڈیرہ اسماعیل خاں کے رہنے والے تھے۔ آپ تین دن ان کے پاس چھاؤنی میں رہے۔ اور پھر پانی پت۔ کرنال۔ انبالہ کے راستے لاہور کو روانہ ہوئے۔ جب آپ لدھیانہ پہنچے تو وہاں بھی اللہ تعالیٰ نے ایک پٹھان فوجی افسر کو آپ کی خدمت میں بھیجدیا۔ وہاں آپ کو معلوم ہوا کہ صاحبزادہ خورشید احمد مجددی اسیر فرنگ ہوگئے ہیں۔ یہ صاحبزادے آپ سے بیعت تھے۔ آپ نے پٹھان فوجی افسر سے اُن کے متعلق کہا۔ اور اُس افسر کی کوشش سے خورشید احمد کو رہائی ملی۔ اور وہ بھی آپ کے قافلہ میں شامل ہوگئے۔

ڈیرہ اسماعیل خاں پہنچنا

جب یہ مبارک قافلہ لاہور پہنچا آپ کے خلیفہ حاجی دوست محمد کے افراد نے آپ کا استقبال کیا۔ اور آپ کے سارے قافلہ کو لے کر ڈیرہ اسماعیل خاں کی طرف روانہ ہوئے۔ ڈیرہ اسماعیل خاں سے دو تین منزل پہلے خود حاجی صاحب مع رفقاء کے آپ کے استقبال کو آئے اور خیر سے سارے قافلہ کو اپنی خانقاہ لے گئے۔ جو موسیٰ زئی، قریب ڈیرہ اسماعیل خان میں ہے۔ وہاں تین مہینے سب کا قیام رہا۔ جناب حاجی صاحب نے اس پریشانی اور بے سروسامانی کی حالت میں نہ صرف تنہا آپ کی بلکہ آپ کے تمام اہلِ قافلہ کی جو خدمت کی ہے لائق صد ستائش ہے۔ پروردگار اُن کو اجرِ کثیر دے اور ان کے مراتب میں اضافہ فرمائے۔

خانقاہ کی تفویض

حضرت شاہ احمد سعید قدس سرہ نے موسیٰ زئی میں ایک خط ہندوستان اور افغانستان کے مخلصین کے نام فارسی میں لکھا ہے۔ اس مکتوب گرامی کو شاہ محمد مظہر نے مناقب احمدیہ میں نقل کیا ہے۔ آپ نے اس خط میں حمد وصلاۃ کے بعد لکھا ہے کہ مدت سے حرمین شریفین جانے کی خواہش دل میں تھی۔ اب اللہ تعالیٰ کا ارادہ شامل حال ہوا اور میں مع اہل وعیال وہاں جارہا ہوں۔ اللہ خیر سے پہنچائے۔ میں اپنے تمام مریدوں سے جو کہ ہندوستان اور افغانستان میں رہتے ہیں، یہ بات کہتا ہوں کہ وہ میرے خلیفہ مقبول بارگاہ احد حاجی دوست محمد کو میرا قائم مقام

سمجھیں۔ اور اُن سے توجہات لیں وہ علی الاطلاق میرے خلیفہ ہیں۔ ان کا ہاتھ میرا ہاتھ ہے وہ شخص خوش نصیب ہے جو اُن کی پیروی کرے۔ وہ جس کام کو کہیں اس کو کرے اور اُن کی مخالفت نہ کی جائے۔ اے پروردگار تو حاجی صاحب کو ہادی اور مہدی بنا ہمیشہ ان سے لوگوں کو ہدایت نصیب ہو۔ اُن کی عمر میں، رشد و صلاح و فلاح میں برکت عطا کر۔ بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ کی رحمت اس بندہ پر ہو جو آمین کہے۔ والسلام۔

اور آپ نے ایک تحریر لکھ کر حاجی صاحب کو دی۔ اس میں لکھتے ہیں۔ کہ میں دلی کی خانقاہ شریف و تسبیح خانہ اور دیگر مکانات حاجی صاحب کے حوالہ کرتا ہوں۔ ان کو اختیار رہے کہ وہ خود جا کر وہاں قیام کریں یا اپنے کسی خلیفہ کو وہاں رکھیں۔

حاجی صاحب کی ایک خانقاہ افغانستان کے علاقہ میں تھی۔ اور دوسری خانقاہ موسی زی میں تھی جو افغانستان اور ہندوستان کی سرحد پر ہے۔ حاجی صاحب نے اس دوسری خانقاہ کو اپنا مسکن بنایا تھا۔ جب اُن کے پیر و مرشد نے دلی کی خانقاہ اُن کے سپرد کی۔ تو انھوں نے اپنے خلیفۂ پاک باطن مولوی رحیم بخش[۵] پنجابی کو اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں پیش کیا۔

---

۵ مولوی رحیم بخش پنجاب کے رہنے والے نہایت پاک طینت فرشتہ خصلت شخص تھے۔ حاجی صاحب سے بیعت ہوئے اور مراتبِ عالیہ کو پہنچے۔ جب حضرت شاہ احمد سعید قدس سرہ ڈیرہ اسمٰعیل خاں پہنچے ہیں۔ مستقبلین کی صف میں مولوی صاحب بھی تھے۔ حاجی صاحب نے دلی کی خانقاہ شریف کے واسطے ان کو تجویز کیا۔ حضرت پیر و مرشد نے اُن کی تجویز کو پسند کیا۔ اور مولوی صاحب دلی روانہ ہو گئے۔ ۱۲۷۴ھ سے ۱۲۸۳ھ تک خانقاہ شریف ان کی ذات ستودہ صفات سے آباد رہی۔ آخر يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِي فِي عِبَادِي وَادْخُلِي جَنَّتِي۔ کی نوید سنی اور راہی ملک بقا ہوئے۔

اُن کے مخلصین نے ان کو حضرت مرزا جانِ جاناں مظہر قدس سرہ کے مزار سے متصل جانب شرق، سپردِ خاک کیا۔ اُن کی قبر جس جگہ بنائی گئی ہے وہ کسی دیوار کی بنیاد ہے۔ جو سنگ خارا کے ٹکڑوں سے چُنی ہوئی ہے۔ اس بات کا علم اِس عاجز کو اُس وقت ہوا جب حجرہ شریف کے چاروں طرف کا

کہ میں ان کو دلّی کی خانقاہ شریف کی خدمت کے واسطے مناسب سمجھتا ہوں۔ حاجی صاحب کی پسند کو اُن کے پیرو مرشد نے بھی پسند فرمایا۔ اور مولوی رحیم بخش صاحب اسی وقت خیر سے دلّی کو روانہ ہوئے اور خانقاہ شریف میں آکر مقیم ہوئے۔

وصُول بہ مدینۃ الرسُول صَلّی اللہ علیہ وسلم

ڈیرہ اسماعیل خاں سے کشتی کے ذریعہ یہ مبارک قافلہ بمبئی کو پہنچا۔ اور وہاں سے بادبانی جہاز میں ماہ شعبان میں جدہ روانہ ہوا۔ یہ جہاز آخر شوال میں جدہ پہنچا۔ خیر و خوبی سے ۱۲۷۴ھ کا حج ہوا۔ تین مہینے مکہ مکرمہ میں قیام رہا۔ اس دوران میں اکثر آپ یہ اشعار پڑھتے تھے۔

ترحّم یا نبی اللہ ترحّم — زمہجوری برآمد جان عالم
نہ آخر رحمۃ للعالمینی — زمہجوراں چرا فارغ نشینی

ماہ ربیع الاول ۱۲۷۵ھ میں مدینہ منورہ کی حاضری ہوئی۔ اور آخر وقت
(بقیہ حاشیہ ص۷۳ کے بعد ملاحظہ فرمائیں)

فرش یہ عاجز درست کرا رہا تھا۔ شنبہ ۲۵ ربیع الآخر ۱۳۷۸ھ مطابق ۸ نومبر ۱۹۵۸ء کو یہ واقعہ پیش آیا کہ مزدور مولوی رحیم بخش کے سرہانے کی طرف سے سنگ خارا کا ایک بہت بڑا پتھر نکال رہے تھے۔ اس پتھر کے نکالتے وقت ایک چھوٹا ٹکڑہ سنگ خارا کا اپنی جگہ سے سرک گیا۔ مزدوروں نے اس کو بھی نکال دیا۔ اس کے نکلنے سے مولوی صاحب کی قبر میں سرہانے کی طرف سے دو تین انچ کا چھید ہو گیا۔ اس چھید میں سے نہایت عمدہ خوشبو کی لپٹ نکلی جس کی مہک چاروں طرف تقریباً دس دس گز پھیل گئی۔ مقصود راج نے اس چھید سے جھانکنا چاہا۔ اس عاجز نے منع کیا۔ اور اسی وقت اُس چھید کو گارے سے بند کرایا۔ اتفاق کی بات ہے کہ اس وقت آٹھ دس افراد فاتحہ پڑھنے آگئے اور انھوں نے خوشبو کے متعلق دریافت کیا کہ یہ کہاں سے آ رہی ہے۔ راج مزدوروں نے اُن سے حقیقت کا اظہار نہیں کیا۔ اور کچھ کہہ کر اپنے کام میں لگ گئے۔ مولوی صاحب کا سالِ وصال "اَلَا اِنَّ اَولیاءَ اللّٰہِ لَا خَوفٌ عَلَیہِم وَلَا ھُم یَحزَنُونَ" سے ظاہر ہے۔ جو کہ ۱۲۸۳ھ ہے۔ ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔ رحمۃ اللہ و رضی عنہ

تک وہاں قیام رہا۔

اس عاجز کے جدِ امجد نے اپنے برادر طریقت مولانا سید عبدالسلام ہسوی قدس سرہ کو جو کہ آپ کے پدر بزرگوار کے خلیفہ جلیل القدر ہیں۔ مکہ مکرمہ سے ایک خط ارسال فرمایا یہ خط مع دیگر خطوط مبارکہ کے جناب مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے پاس محفوظ ہے۔ انھوں نے اس خط کی نقل اس عاجز کو دی ہے۔ خط طویل ہے اور فارسی میں ہے کچھ حصہ کا ترجمہ لکھا جاتا ہے۔

"ابتدائے سفر سے انتہائے سفر تک، یعنی پنجاب کی حدود سے مدینہ منورہ پہنچنے تک ہر جگہ کے عمائد و شرفا و امراء و علماء و مشائخین آپ کی طرف راجع ہوئے۔ بیشمار افراد آپ سے بیعت ہوئے۔ مدینہ منورہ میں ترک اور عرب سینکڑوں کی تعداد میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ عوام و خواص کے لئے آپ کی ذاتِ گرامی مرجع بن گئی تھی۔ آپ کی مقبولیت کو دیکھ کر دیکھنے والے متحیر رہ جاتے تھے۔

اور تحریر فرمایا ہے "اگر آپ کی حیات وفا کرتی اور اس ملک میں کچھ عرصہ تک بہ قیدِ حیات رہتے تو یقیناً آپ کے مریدوں کی تعداد لاکھوں تک پہنچ جاتی۔ اب تک دور دراز ملکوں سے ترک اور عرب آتے ہیں اور حرمان و مایوسی کے پتھروں سے اپنی عقیدت و اخلاص کے سر کو پھوڑتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے اور تمام پیرانِ عظام قدس اللہ اسرارہم کے فیوضات و برکات سے ان گمنام عاجزوں کو سرفراز فرما کر خاندانِ مجددیہ کے چراغ کو قیامت تک روشن رکھے۔ اور فیوضات کا یہ دروازہ ہمیشہ کھلا رہے۔"

سیر الکاملین میں لکھا ہے۔ کہ مدینہ منورہ کے پاشا (گورنر) اور کبرا تجہیز و تکفین کے لئے آئے اور آپ کے جنازہ پر لوگوں کا اتنا اجتماع ہوا کہ اہل مدینہ کہہ رہے تھے کہ ہم نے اتنی خلقت کسی کے جنازہ پر نہیں دیکھی ہے۔ رحمہ اللہ۔

قصیدہ

حضرت کا قیام مدینہ منورہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ میں صرف دو سال رہا۔ اور اس دو سال میں جو مقبولیت خاص و عام میں آپ کو حاصل ہوئی، اس کا کچھ اندازہ اس قصیدۂ رائیہ سے ہوتا ہے جو کہ السید الشریف عبدالجلیل برّادہ

نے کہا ہے۔ سید عبد الجلیل نے آپ کے احوال اور کیفیات کو نہایت اچھے پیرایہ سے بیان کیا ہے اہل علم پڑھیں اور لطف اٹھائیں۔

كَذَا فَلْيَكُنْ سَعْيُ الْفَتَى لِلْمَآثِرِ ‏ ‏ ‏ وَتَجْدِيدِ اَعْلَامِ الْمَعَالِي الدَّوَاثِرِ

لَعَمْرُكَ هٰذَا الْفَخْرُ لَا مَا تَعُدُّهُ الْ... ‏ ‏ ‏ مُلُوكُ ذَوُوا التِّيجَانِ يَومَ التَّفَاخُرِ

وَمَن مِثْلُ سُلْطَانِ الطَّرِيقَةِ اَحْمَدِ ‏ ‏ ‏ سَعِيدٍ جَلَى الْأَبْصَارَ قُلْ وَالْبَصَائِرِ

مُنَوِّرِ اَقْطَارِ الْبِلَادِ بِذَاتِهِ ‏ ‏ ‏ وَاَوْلَادِهِ الْغُرِّ الْكِرَامِ الْأَكَابِرِ

هُوَ الشَّمْسُ فِي وَسَطِ السَّمَاءِ بِنُورِهَا ‏ ‏ ‏ تَبَدَّتْ وَنَجْمُ الْهُدَى يَبْدُو لِنَاظِرِ

هُوَ الطَّوْدُ حِلْمًا رَاسِخًا فِي وَقَارِهِ ‏ ‏ ‏ هُوَ الْبَحْرُ عِلْمًا ذَاخِرًا بِالذَّخَائِرِ

وَكَنْزٌ لِاَهْلِ الْفَقْرِ اَصْبَحَ مُغْنِيًا ‏ ‏ ‏ فَيَا حَبَّذَا كَنْزٌ لِسَدِّ الْمَفَاقِرِ

عَلَى نَهْجِهِ اِنْ شِئْتَ تَظْفَرْ بِالْمُنَى ‏ ‏ ‏ وَمِنْهَاجِهِ فَاسْلُكْ سَرِيعًا وَبَادِرِ

عَلَى سَيْرِهِ سِرْ اِنْ قَدَرْتَ مُشَمِّرًا ‏ ‏ ‏ مُجِدًّا وَعِنْدِي اَنْتَ لَسْتَ بِقَادِرِ

فَذَاكَ اِمَامُ الْعَصْرِ اَوْحَدُ دَهْرِهِ ‏ ‏ ‏ فَحَاشَا يُضَاهِي فِي الْمَلَا بِمُنَاظِرِ

لَهُ الرُّتْبَةُ الْعُلْيَا الَّتِي دُونَ نَيْلِهَا ‏ ‏ ‏ لِمَنْ رَامَهَا لَا شَكَّ شَقُّ الْمَرَائِرِ

وَكَيْفَ لِرَبَّاتِ الْخُدُورِ وَاِنْ سَمَتْ ‏ ‏ ‏ مُبَارَزَةُ الْاُسْدِ اللُّيُوثِ الْخَوَادِرِ

فَكَمْ حَائِرٍ لَا يَهْتَدِي لِسَبِيلِهِ ‏ ‏ ‏ اَتَاهُ فَوَافَاهُ الْهُدَى بِالْبَشَائِرِ

وَكَمْ وَارِدٍ لِلْفَيْضِ يَطْلُبُ هَائِمًا ‏ ‏ ‏ أَتَاهُ فَاَمْسَى حَامِلًا لِلْمَصَادِرِ

وَكَمْ مُسْتَغِيثٍ فِي دُجَى اللَّيْلِ اَمَّهُ ‏ ‏ ‏ فَصَادَفَ مِنْ اِحْسَانِهِ غَوْثَ نَاصِرِ

وَكَمْ مِنْ مُرِيدٍ يَشْكُو مُرِيدَهُ ‏ ‏ ‏ فَخَلَّصَهُ مِنْ شَرِّ اَخْبَثِ مَاكِرِ

تُطِيفُ بِهِ عِنْدَ الْمَسَاءِ وَغُدْوَةً ‏ ‏ ‏ رِجَالٌ تَحَامَوا عَنْ قَبِيحِ الْمَسَاجِرِ

وَلَيُسْعِدُهُمْ مِنْ نَظْرَةٍ بَعْدَ نَظْرَةٍ ‏ ‏ ‏ بِاَعْلَى مَقَامٍ جَلَّ عَنْ وَصْفِ شَاعِرِ

فَيَفْتَحُ مِنْ اَغْلَاقِ حِصْنِ قُلُوبِهِمْ ‏ ‏ ‏ مَغَالِيقَ تُمْلَى مِنْ صُنُوفِ الْجَوَاهِرِ

وَلَا زَالَ مِنْ خَمْرِ الْوِصَالِ عَلَيْهِمُو ‏ ‏ ‏ يُدِيرُ كُئُوسًا كَالشُّمُوسِ السَّوَافِرِ

اِذَا جَنَّهُمْ لَيْلٌ تَجَافَتْ جُنُوبُهُمْ ‏ ‏ ‏ يَسِيلُونَ دَمْعًا مِنْ عُيُونٍ سَوَاهِرِ

سکاری و من أنظاره في وجوههم | علامات صحو غيبت في السرائر
ويـنقلهم من حالة بعد حالة | يرقيهم في القرب أسنى المنابر
هم القوم حقا ليس يشقى جليسهم | ويسعد من يلقاهم في المحاضر
فبادر إليه واغتنم قرب وصله | ونافس إذا ما نلته ذاك وفاخر
ولذ كلما نابتك في الكون حاجة | بأعلى جناب منه في دفع ضائر
ومن حبه كن دائما متمسكا | يفح منك عرف فاق طيب المجامر

سیدِ برادہ کو اللہ نے آپ سے مستفیض کیا۔ اُن کی آنکھیں کھلیں، حقائق سے روشناس ہوئے اور اُن کا بیان کیا۔ سچ ہے ع۔ لذت مے نشناسی بخدا تا نہ چشی۔ رحمہما اللہ ورضی عنہما

آپ کی تالیفات

آپ نے پانچ رسالے لکھے ہیں۔ ۱۔ سعید البیان فی مولد سید الانس والجان۔ اردو میں ۲۔ الذکر الشریف فی اثبات المولد المنیف فارسی میں۔ ۳۔ الفوائد الضابطہ فی اثبات الرابطہ۔ فارسی میں۔ ۴۔ الانہار الاربعہ۔ فارسی میں۔ ۵۔ تحقیق الحق المبین فی اجوبۃ المسائل الاربعین۔ فارسی میں۔ اس رسالہ میں آپ نے شاہ محمد اسحاق کے رسالہ "المسائل الاربعین" پر جرح وقدح کی ہے۔ آپ احیاناً فتوی بھی دیا کرتے تھے لیکن کسی نے آپ کے فتاوی کو جمع نہیں کیا ہے۔

آپ کے جلیل القدر خلیفہ حاجی دوست محمد قندھاری نے آپ کے ایک سو سینتیس [۱۳۷] مکاتیب جمع کیے ہیں۔ چھیانوے [۹۶] خطوط حاجی صاحب کے نام اور اکتالیس [۴۱] اوروں کے نام ہیں۔ اس مبارک مجموعہ کو ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نے "تحفۂ زواریہ" کے نام سے سنہ ۱۳۷۳ھ میں کراچی سے شائع کیا ہے۔ اگر اس مجموعہ میں وہ خطوط بھی شامل کر دیئے جاتے جو خلیفۂ عالی مرتبت مولانا سید عبد السلام ہسوی کے نام ارسال کیے گئے ہیں تو نہایت بہتر ہوتا۔ یہ خطوط مولانا سید ابوالحسن علی ندوی صاحب کے پاس محفوظ ہیں۔ اس عاجز کے پاس قلمی نسخہ ہے۔ اس میں تین خطوط کا اضافہ ہے۔ آپ نے شیخ محمد چشتی کے رسالہ "اثبات ذکر جہر بعد الصلوات" کی تقریظ عربی میں لکھی ہے۔ اور وہ آپ کے ہاتھ کی تحریر کردہ

اس عاجز کے پاس محفوظ ہے۔

ذوقِ سخن شعر و سخن سے بھی آپ کو ذوق تھا۔ سعید تخلص فرماتے تھے۔ آپ نے غوث اعظم کی منقبت فارسی میں نظم کی ہے۔ اس کے اکتالیس (۴۱) شعر ہیں۔ یہ منقبت "مناقب احمدیہ" میں موجود ہے۔ اور حضرت صفی القادر کی تاریخ وفات چھ شعروں میں کہی ہے۔ جدّ امجد نے انساب الطاہرین میں اُن کو نقل کیا ہے۔ اور اپنے اشعار کی بیاض پر آپ کا یہ شعر لکھا ہے۔

دو گوشۂ لعلِ تو سر چشمۂ حیوان است　　روئے دلِ مَن زاں رو ہر لحظہ سوئے آن است

آپ کے شاگرد سیر الکاملین میں لکھا ہے "بسیارے از علماء زماں شاگرد حضرت ایشان بودند مثل مولوی عبد القیوم ابن مولوی عبد الحیٔ و مولانا محمد نواب و مولوی احمد علی سہارنپوری محدث و مولوی ارشاد حسین مجددی و مولوی فیض الحسن سہارنپوری و مولوی عبد العلی بن قاری ہاشم وغیرہم۔"

آپ کے خلفاء حضرت شاہ محمد مظہر نے "مناقب احمدیہ" میں فرزندانِ عالی قدر کے علاوہ اسّی افراد کے نام لکھے ہیں۔ اور یہ بھی تحریر کیا ہے۔ کہ کہاں تک آپ کے خلفا اور اصحابِ اجازت کے نام لکھوں، وہ بہت ہیں۔ اور "انساب الطاہرین" میں جد امجد نے لکھا ہے "سینکڑوں افراد اجازت و خلافت سے مشرف ہوئے اور اپنی اپنی جگہ ہر ایک صاحبِ ارشاد ہے۔ خلق خدا ان سے مستفیض ہے۔

آپ کی اولاد آپ کے چار صاحبزادے تھے ۱۔ عبد الرشید ۲۔ عبد الحمید۔ ۳۔ محمد عمر ۴۔ محمد مظہر اور ایک صاحبزادی تھیں۔ روشن آرا۔ عبد الحمید اور روشن آرا کا طفلی میں انتقال ہوا۔

حضرت شاہ عبد الرشید آپ حضرت شاہ احمد سعید کے فرزندِ اکبر ہیں۔ آپ کے مبارک احوال کو آپ کے صاحبزادے حضرت شاہ محمد معصوم نے "ذکر السعیدین" میں تفصیل سے لکھا ہے۔ آپ کی ولادت دوسری جمادی الآخرہ ۱۲۳۷ھ کو لکھنؤ میں ہوئی۔ دس سال کے نہ ہوئے تھے کہ کلام پاک کے

حفظ سے فارغ ہوئے۔ مولوی فیض احمد دہلوی سے علم معقول اور مولوی مخصوص اللہ اور مولوی محمد اسحاق سے حدیث شریف اور اپنے حضرت والد سے علم تفسیر وفقہ واصول وتصوف حاصل کیا۔ آپ اپنے دادا کے ملحوظ نظر تھے۔ رات کو ان کے پاس سوتے اور جب وہ تہجد کے واسطے اُٹھتے آپ بھی اُٹھتے اور ان کے ساتھ تہجد پڑھتے۔ بیس ۲۰ سال کی عمر میں آپ پوری طرح تحصیل علم ظاہر سے فارغ ہوئے۔ علم باطن اپنے حضرت والد سے حاصل کیا۔ اور اجازت وخلافت پائی۔ ۱۲۵۶ھ میں حجاز مقدس کا سفر کیا۔ اور حج وزیارت کی دولت سعادت حاصل کر کے بعافیت مراجعت فرمائی۔

۱۲۷۴ھ کو اپنے والد ماجد کے ساتھ ہجرت فرمائی۔ مدینہ منورہ میں قیام کیا۔ ۱۲۸۷ھ میں حسب معمول مکہ مکرمہ حج کے لئے آئے۔ اور خیروخوبی سے حج کیا۔ چودھویں ذی الحجہ کو علالت کے آثار ظاہر ہوئے اور منگل کے دن، ظہر وعصر کے درمیان، سولہ ذی الحجہ ۱۲۸۷ھ مصفّٰی ومزکّٰی ہو کر خلد بریں تشریف لے گئے۔ حرم محترم میں حضرت جد امجد نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اور معلّٰی میں ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے روضۂ مبارکہ کے پاس مدفون ہوئے۔ حضرت جد امجد نے یہ تاریخ وفات کہی۔

عبدالرشید شیخِ وقت	سوئے جناں تشریفش بُرد
گفت عمر سالِ ترحیل	شیخ زمانہ ہے ہے مُرد

قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ وَرَوَّحَ رُوْحَہٗ وَنَوَّرَ ضَرِیْحَہٗ۔ آپ کے چھ ۶ بیٹے تھے ۔ ۱۔ بدر الصیام ۲۔ محمد معصوم ۳۔ محمد بشیر ۴۔ محمد وحید ۵۔ محمد نذیر ۶۔ محمد سعید ۔ اور آٹھ لڑکیاں تھیں ۔ ۱۔ امۃ الرشید ۲۔ امۃ الحلیم ۳۔ امۃ الکریم ۴۔ عائشہ ۵۔ امۃ الرحیم ۶۔ حفصہ ۷۔ فاطمہ آٹھویں کا نام معلوم نہ ہو سکا۔ صاحبزادوں میں بجز محمد معصوم کے سب خورد سالی میں وفات پا گئے۔

حضرت شاہ محمد معصوم

آپ حضرت شاہ عبدالرشید کے فرزند دوم ہیں۔ آپ کی ولادت دسویں شعبان ۱۲۶۳ھ میں خانقاہ شریف دلّی میں ہوئی۔ ۱۲۷۴ھ میں اپنے حضرت والد اور جد امجد کے ساتھ حجاز مقدس گئے۔ قرآن مجید

آپ نے حفظ کرلیا تھا۔ مدینہ منورہ پہنچ کر حرم نبوی میں اپنے جد امجد قدس سرہ کو تراویح میں قرآن مجید سنایا۔ آپ نے تفسیر، حدیث، فقہ، اصول، تصوف، معقول اور دوسرے علوم کو اپنے چھوٹے چچا حضرت شاہ محمد مظہر سے حاصل کیا۔ اور حضرت شاہ عبدالغنی سے کچھ حدیث شریف پڑھی اور اجازت حاصل کی۔ آپ اپنے جدّ امجد سے بیعت ہوئے لیکن اتمام سلوک اپنے والد ماجد سے کیا اور خلافت حاصل کی۔ اور اُن کی وفات کے بعد مدینۂ منورہ میں ان کی جگہ مسند ارشاد پر بیٹھے۔

والی رامپور نواب کلب علی خان ۱۲۷۳ھ میں آپ کے حضرت والد ماجد سے بیعت ہوئے تھے اور اس وجہ سے ان کو آپ سے نہایت درجہ محبت اور اخلاص تھا۔ نواب صاحب اپنے پیرومرشد کی وفات کے بعد حج کو گئے تھے وہاں بہت اصرار کیا کہ آپ ان کے ساتھ رامپور تشریف لے جائیں۔ آپ نے فرمایا کچھ کام ہیں ان کو کرکے اِن شاء اللہ رامپور کا سفر کروں گا چنانچہ آپ ۱۲۹۱ھ میں رامپور تشریف لائے۔ اور وہاں نہایت عزت و احترام کے ساتھ قیام کیا۔ چوک نصر اللہ خاں کے قریب خانقاہ معصومی بنائی۔ اس خانقاہ شریف کی مسجد شریف لب سڑک ہے اور اللہ کے فضل و کرم سے خوب آباد ہے۔ آپ کا قیام بتیس ۳۲ سال رامپور میں رہا۔ نواب حامد علی خاں کے دورِ نوابی کے اوائل ۱۳۲۳ھ میں مدینہ طیبہ واپسی ہوئی۔ وہاں آپ کا قیام رہا۔ پہلی جنگِ عظیم کے دوران میں مدینہ منورہ میں اسباب خورونوش کی بیحد قلت ہوئی۔ لہٰذا حکومت ترکیہ نے وہاں کے رہنے والوں کو ترکیہ، شام اور فلسطین بھیجا۔ آپ دس شعبان ۱۳۳۵ھ میں ملک شام گئے۔ اور حمص میں تقریباً دو ۲ سال اور پھر دمشق میں سات آٹھ ماہ قیام کیا۔ اور جنگ عظیم کے ختم ہونے پر ۱۳۳۷ھ میں مکہ مکرمہ تشریف لائے اور وہاں دس شعبان ۱۳۴۱ھ میں آپ کی وفات ہوئی اور معلّٰی میں مدفون ہوئے۔ رحمہ اللہ ورضی عنہ۔

آپ نے رامپور میں دو ۲ نکاح کئے۔ اور اُن سے اولاد ہوئی۔ آپ کو شعر و سخن کا ذوق تھا تخلص معصوم تھا۔ عربی قصائد کا ایک مجموعہ ترکیہ میں چھپا ہے۔ چالیس صفحات پر مشتمل ہے۔ ۱۳۲۱ھ میں اس کا کچھ حصہ قصائدِ معصومی کے نام سے رامپور میں

چھپا ہے۔ اس کے ساتھ "المثنوی الفاصل بین الحق والباطل" بھی ہے جو کہ فارسی میں ہے۔
اور "انتخاب معصوم" فارسی کلام کا اور "کلام معصوم" اُردو کلام کا مجموعہ چھپ چکا ہے۔
آپ کا علمی پایہ بلند تھا۔ آپ کی تالیفات درج ذیل ہیں۔ ۱۔ وضوح المعانی تفسیر الکلام الربانی تا سورۂ مائدہ غیر مطبوع۔ ۲۔ ریاض الحکم فی معارف القدم۔ در تصوف۔ عربی میں تالیف قیّم ہے غیر مطبوع۔ ۳۔ الأدعیۃ الماثورۃ المعصومیہ مطبوع۔ ۴۔ اجازۃ الارشاد۔ عربی میں۔ یہ رسالہ شیخ اسعد حفید مولانا خالد کردی کو لکھ کر دیا۔ غیر مطبوع ۵۔ افصح البیان فی مکائد الشیطان۔ اُردو میں مطبوع۔ ۶۔ شمائل العارفین فی سیر المجددیین عربی میں غیر مطبوع۔ یہ رسالہ مولانا عبد الحی لکھنوی کی خواہش پر تالیف کیا ہے۔ ۷۔ کشف الغطاء عن اہل الخطاء اردو میں مطبوع۔ ۸۔ السبع الاسرار فی مدارج الاخیار، اُردو میں مطبوع۔ ۹۔ ذکر السعیدین فی سیرۃ الوالدین اردو میں مطبوع۔ ۱۰۔ الکہف المتین من منہج الرسول الامین۔ یہ رسالہ حصن حصین کا خلاصہ ہے اور چھپ گیا ہے۔ ۱۱۔ احسن الکلام فی اثبات المولد والقیام۔ اردو میں مطبوع۔ ۱۲۔ سعید البیان فی مولد سید الانس والجان کی تہذیب و ترتیب اردو میں مطبوع۔ ۱۳۔ الفوائد الضابطہ کو عربی میں ترجمہ کر کے شائع کرایا۔ یہ رسالہ آپ کے جد امجد کا فارسی میں ہے۔
آپ کے فرزند اصغر حضرت محمد ابو سعید سے آپ کی تالیفات کی تفصیل اس عاجز کو معلوم ہوئی ہے۔ البتہ جو رسالے چھپ گئے ہیں وہ عاجز کے پاس ہیں۔
آپ نے ذکر السعیدین میں اپنے اٹھارہ خلفاء کے نام لکھے ہیں۔ آپ کا حلقۂ ارشاد ترکیہ، روسیہ، اور چین میں خوب پھیلا۔
آپ کے چھ صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں، تین بیویوں سے ہوئیں۔ ۱۔ صبغۃ اللہ ۲۔ ابو الطاہر سیف الدین۔ ۳۔ ابو الطیب مجد الدین۔ ۴۔ ابو الشرف عبد القادر۔ ۵۔ ابو الفیض عبد الرحمٰن ۶۔ محمد ابو سعید۔ ۱۔ عارفہ۔ ۲۔ صادقہ۔ ۳۔ طاہرہ۔ ۴۔ کاملہ۔

شیخ ابو الطاہر سیف الدین

آپ کی ولادت ۲۰ ذی الحجہ ۱۲۹۸ھ کو رامپور

میں ہوئی۔ محمد عبدالغنی تاریخی نام ہے ۔ سنہ ۱۳۲۳ھ کو اپنے حضرت والد کے ساتھ حجاز گئے۔ کچھ دن رہ کر اپنی والدہ صاحبہ کے پاس رامپور آ گئے۔ جمعہ ۱۸ ربیع الاول سنہ ۱۳۷۸ھ مطابق ۳ اکتوبر سنہ ۱۹۵۸ء میں رامپور میں وفات ہوئی۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ۔ آپ اردو کے باکمال جدت طراز شاعر تھے۔ تخلص طاہر تھا۔ ایک ضخیم دیوان اور متفرق اوراق پر بہت کلام چھوڑا۔ افسوس ہے ان کا سارا کلام ان کے صاحبزادوں کے ہاتھ سے نکل گیا ہے۔ اردو کے بعض رسائل میں جو کلام چھپا ہے وہ بہت کم ہے۔

آپ کی ایک صاحبزادی قریشہ اور دو صاحبزادے میاں ابو احمد اور میاں عبدالباری تھے قریشہ کا نکاح شیخ عیسیٰ مظہر المدنی سے ہوا۔ ان کے ساتھ مدینہ منورہ گئیں۔ اور ۱۷ جمادی الاخرہ سنہ ۱۳۵۷ھ مطابق ۱۳ اگست سنہ ۱۹۳۸ء میں وفات پائی۔ اس عاجز نے جب خبر وفات سنی درج ذیل قطعہ تاریخ کہا۔

چو نعیِ قریشہ بہ شملہ رسید	تأسف کناں زید آہے کشید
بہ دریائے حیرت چناں غرق شد	کہ از ہر دو عالم زبانے رہید
چساں رفت از ہند سوئے حرم	وز انجا چہ گونہ بہ طیبہ رسید
چساں نار الفت تنش را گرفت	کہ از جملہ عالم علائق برید
زہے بخت عالی کہ یابد مقام	بہ آں مورد وحی و ملک سعید
بود تا ابد در جوارِ رسول ؐ	فَیَا حَبَّذَا مَالَھَا مِنْ مَزِیْد
دریں فکر و حیرت زمانے گزشت	کہ گوشِ دلِ من صدائے شنید
بگو سالِ ترحیلِ آں پاک جاں	"قریشہ ز طیبہ بجنت رسید"

ابو احمد کے چار بیٹے اور چار بیٹیاں ہیں۔ ۱ طیب ۔ ۲ شاہد ۔ ۳ زاہد ۔ ساجد ۔ ۱۔ نزہت ۔ ۲۔ عصمت ۔ ۳۔ عشرت ۔ ۴۔ فاطمہ سلمہم اللہ و حفظہم۔

عبدالباری کے تین بیٹے دو بیٹیاں ہیں۔ ۱۔ عبدالرحمٰن یوسف ۔ ۲ عبدالہادی ۔ ۳۔ عبدالمالک ۔ ۱۔ اختر عروسہ ۲۔ مبارک شگفتہ سلمہم اللہ و حفظہم۔

حضرت ابو الشرف عبدالقادر آپ کی ولادت رامپور میں ۴ ذی القعدہ

سنہ ۱۳۰۱ھ مطابق یکم ستمبر سنہ ۱۸۸۴ء میں ہوئی۔ تاریخی نام مظہرِ قیوم ہے۔ اور رحلت شب جمعہ ۱۲ ربیع الآخر سنہ ۱۳۶۳ھ مطابق ۱۴ اپریل سنہ ۱۹۴۴ء میں مکۂ مکرمہ میں ہوئی۔ ان کے برادر زادے حافظ عبد الحمید حمیدؔ نے حسب واقع تاریخ کہی ہے "ہوا خاکِ معلّٰی شرفؔ"۔

آپ اپنے حضرت والد کے جانشین تھے۔ حضرات کے طریقہ پر قائم تھے۔ حافظ، عالم، صاحبِ نسبت وارشاد، اور بلند پایہ شاعر تھے۔ شرفؔ تخلص تھا۔ ایک ضخیم دیوان موسوم بہ "کلامِ شرف" موجود ہے۔ چھپا نہیں ہے۔ عربی اور اردو میں اشعار کہتے تھے اور خوب کہتے تھے۔ عربی کا ایک قصیدہ "شمس التجلی" کے نام سے چھپا ہے اس میں وحدتِ شہود کا بیان کیا ہے۔ اردو میں "صبحِ حرم" - "توشۂ حقیقت" - "دیوانۂ حجاز" اور "پنجۂ سخن" چھپ چکے ہیں۔ پنجۂ سخن میں آپ نے مخمسات کو جمع کیا ہے۔ آپ نے حضرت سیدی الوالد قدس سرہ کی دو غزلوں کو مخمس کیا ہے۔ ایک غزل کے مطلع و مقطع کے بند درج ذیل ہیں۔

قربان تمہارے اس چلن کے ۔۔۔ روٹھے کو منالیا ہے مَن کے
کر جاتے ہو کام اپنا تن کے ۔۔۔ لے لیتے ہو دل کو دوست بن کے
استاد ہو تم بھی اپنے فن کے

کیوں مثلِ شرفؔ پھرو نظر میں ۔۔۔ آرام سے بیٹھو اپنے گھر میں
یکساں رہو تم سفر حضر میں ۔۔۔ مدت سے خراب ہو سفر میں
اے خیرؔ چلو طرف وطن کے

اپنے حضرت والد کی کتاب سبع اسرار کو عربی میں ترجمہ کیا ہے اور وہ آستانہ (ترکیہ) میں سنہ ۱۳۳۱ھ میں چھپی ہے۔

سنہ ۱۳۵۰ھ میں یہ عاجز مصر سے حجاز گیا۔ جمعہ ۲ ذی الحجہ سے شنبہ ۶ صفر سنہ ۱۳۵۱ھ تک مکہ مکرمہ میں قیام رہا۔ اس دوران میں آپ سے ہر روز ملاقات ہوا کرتی تھی۔

اس وقت آپ کے ایک صاحبزادے عبد العزیز تھے اور وہ برائے کسب علم رامپور آئے ہوئے تھے۔ اور ایک صاحبزادی رقیہ تھیں۔ عبد العزیز نہایت ہونہار و

ذہین و فطین نوجوان تھے۔ قرآن مجید خورد سالی میں حفظ کر لیا تھا۔ رامپور میں علم دین حاصل کیا۔ اور ان کے چھوٹے چچا حضرت ابو سعید نے ارادہ کیا۔ کہ ان کا عقد نکاح خاندان کی کسی عفیفہ سے کر دیں۔ اور اس سلسلہ میں دعوتی خطوط ٹائپ کی چھپائی کے مکہ مکرمہ میں چھپوائے۔ جب عقد نکاح میں چند روز رہ گئے تو صرف دو دن بیمار رہ کر۔ رَوۡحٌ وَّرَیۡحَانٌ وَّجَنَّتُ النَّعِیۡم کو اُن کی روح پرواز کر گئی۔ اُن کے حضرت والد نے عقد نکاح کے دعوتی خط کی پشت پر درج ذیل مضمون لکھ کر اس عاجز کو مصر ارسال کیا۔ جو اب تک اس عاجز کے پاس محفوظ ہے۔ تحریر فرماتے ہیں۔

"وہ چمن ہی مٹ گیا جس میں بہار آنے کو تھی۔"

جس کی تقریب شادی کے لئے یہ جدت طرازی کی گئی کہ مکہ مکرمہ میں یہ دعوت نامے چھپوا کر ہندوستان ارسال کئے گئے اور انتظار تھا کہ اب تاریخ انعقاد شادی کی خوشخبری آتی ہے۔ بہ تقدیر الٰہی بجائے اس کے یہ اطلاع ملی کہ ۱۲ ر محرم ۱۳۵۳ھ روز جمعہ وہ نوشاہ عزیز عروس اجل سے ہمکنار ہو کر حجلۂ گور میں جا کر آرام سے سو گیا۔ اور داعی حق کو لبیک کہتا ہوا جنت الفردوس کو سدھارا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ ذٰلِکَ تَقۡدِیۡرُ الۡعَزِیۡزِ الۡعَلِیۡمِ۔ بندے کے منصوبے کچھ ہوتے ہیں۔ اللہ کی مرضی کچھ اور ہوتی ہے۔ جو اللہ چاہتا ہے وہی بہتر و اولیٰ ہے۔ اس کی ایک مرضی پر ہزار جانِ عزیز قربان۔ وَھُوَ الموفق والمعین۔ یہ ہے بے ثباتیِ دنیا کا ایک ادنیٰ نمونۂ عبرت۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

اس رقعہ کے ساتھ جو خط لکھا تھا اس میں تحریر فرمایا ہے۔

"اس واقعہ کا جو اثر ہونا چاہیئے اس کے لکھنے کی حاجت نہیں۔ جب غیر اور اجنبی تک متاثر ہیں تو بیکس دور افتادوں کا کیا پوچھنا۔ افسوس۔

اَرۡثِیۡکَ (یَا وَلَدِیۡ) بِاَیِّ رِثَاءٍ ❊ (عبد العزیز) یَعِزُّ فِیۡکَ عَزَائِیۡ
مَا کُنۡتُ اَحۡسِبُ اَنۡ تُسَابِقَنِی الۡفَنَا ❊ بَلۡ کُنۡتُ اَحۡسِبُ اَنۡ تَکُوۡنَ وَرَائِیۡ الخ

رَحۡمَۃُ اللّٰہِ عَلَیۡہِ رَحۡمَۃً وَّاسِعَۃً وَّغَفَرَ اللّٰہُ لَہٗ۔

ابو المشرف کان اللہ لہ۔ ۱۴ ر ربیع الاول ۱۳۵۳ھ سہ شنبہ

آپ کی صاحبزادی رقیہ نہایت سمجھدار اور ہوشیار تھیں ۔ شعر و سخن سے بھی لگاؤ تھا ۔ پہلے اپنے جوان بھائی کا رنج برداشت کیا ۔ پھر اپنے حضرت والد کا غم اٹھایا ۔ چونکہ طبیعت حسّاس تھی ، اثر پذیر ہوئی اور اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھیں ۔ اب قید شعور سے بالکل "آزاد" رامپور میں اپنے دن پورے کر رہی ہیں ۔

شیخ ابوالفیض عبدالرحمٰن

آپ کی ولادت ۱۸ ذی القعدہ ۱۳۰۴ھ رامپور میں ہوئی مظہر الحسنین ۔ تاریخی نام ہے ۔ قرآن مجید حفظ کیا ۔ علم دین حاصل کیا ۔ فنِ اصول میں "وصول الماشی الی اصول الشاشی" ناتمام رسالہ لکھا ۔ آپ کا حافظہ قوی تھا ۔ بات کم کرتے تھے ۔ ذوق سخن خوب تھا ۔ تخلص فیض تھا ۔ آپ کے کلام کا مجموعہ "چشمۂ فیض" کے نام سے قلمی موجود ہے ۔ آپ کی شادی ہوئی ۔ دو اولادیں ہوئیں اور پھر اہلیہ اور اولاد کی وفات ہوئی ۔ وہ اس صدمہ کو برداشت نہ کر سکے ۔ دماغ پر اثر پڑا ۔ اور پھر ان کے تاریخی نام نے یہ اثر دکھایا کہ جمعہ دس محرم ۱۳۳۷ھ کو اپنے حضرت والد کی حیات میں راہیِ ملک بقا ہوئے ۔ اور دمشق کے مقام صالحیہ میں سپرد خاک ہوئے ۔ رحمہ اللہ وغفرلہ ورضی عنہ ۔

حضرت محمد ابوسعید

آپ کی ولادت رامپور میں ۲۲ ربیع الاول ۱۳۱۷ھ مطابق ۳۱ جولائی ۱۸۹۹ء میں ہوئی جس وقت آپ کے حضرت والد ماجد رامپور چھوڑ کر حرمین شریفین زادھما اللہ شرفا و تکریما ۔ ہجرت کر کے جا رہے تھے آپ کی عمر چھ سال کی تھی ۔ مدینہ منورہ میں آپ نے قرآن مجید حفظ کیا اور خوب حفظ کیا ۔ آپکی قرأت دلکش و شیریں ہے ۔ جہری نماز میں سامعین کو خوب لطف آتا ہے ۔ خاص کر جب کہ قرأت قدرے طویل ہو ۔ علوم دینیہ سے بھی بہرہ ور ہیں ۔ بینائی میں ضعف آجانے کی وجہ سے مطالعہ اور کتب بینی سے معذور ہو گئے ہیں ۔ ذوق سخن خوب ہے ۔ جب چاہتے ہیں ، عربی اور اردو میں اشعار کہتے ہیں ۔ فارسی میں احیاناً کچھ کہتے ہیں ۔ زیادہ تر "آمد" کسی مناسبت کی وجہ سے ہوا کرتی ہے ۔ اس عاجز نے ۱۳۵۹ھ میں عربی کتاب "الخیر المزید فی اعراب الآیۃ و کلمۃ التوحید" لکھی ۔ آپ نے تاریخی قطعہ گیارہ شعر کا عربی میں

نظم کیا اور ۱۳۶۰ھ میں اس عاجز نے ضخیم کتاب "القول السنی فی الذب عن الشیخ عبد الغنی" فارسی میں لکھی۔ آپ نے تاریخی قطعہ نو شعر کا فارسی میں نظم کیا اور ۱۳۷۶ھ میں جب فارسی میں "مناہج السیر و مدارج الخیر" کی تالیف ہوئی تو آپ نے تین شعر کا تاریخی قطعہ نظم کیا۔ آپ کے مجموعۂ کلام کا نام "فکرِ سعید" ہے۔

۱۳۴۱ھ میں آپ کے حضرت والد کی وفات ہوئی۔ آپ حجاز سے ریاست رامپور تشریف لے آئے اور "خانقاہ معصومی" آپ کے وجود سے آباد ہوئی۔ تقریباً بائیس ۲۲ سال مسلسل رامپور میں قیام رہا۔ جب ان کے حضرت برادر کلاں ابو الشرف کی وفات مکہ مکرمہ میں ہوئی تو وہاں کی جائداد کے سلسلہ میں اکثر وہاں جانا ہوتا ہے۔ چونکہ آپ ۱۳۴۲ھ میں حجازی پاسپورٹ پر آئے تھے اس لئے اب حکومت عربیہ سعودیہ کا پاسپورٹ مل گیا ہے۔ اُن کے متعلقین رامپور میں رہتے ہیں۔ اپنے منجھلے ماموں شیخ محمد یوسف کی بڑی صاحبزادی سے ۱۳۳۶ھ میں نکاح کیا۔ دو صاحبزادے "عبد الحمید و عبد المجید" ہوئے۔ تیسری اولاد کی ولادت پر ان کی وفات ہوئی۔ نومولود بھی اپنی والدہ کا رفیقِ سفر بنا۔ چند سال کے بعد اپنے ماموں کی دوسری صاحبزادی سے نکاح کیا۔ ان سے چار صاحبزادیاں بہ قید حیات اور اپنے گھروں میں آباد ہیں۔ ۱۔ سکینہ۔ ۲۔ میمونہ۔ ۳۔ عذرا۔ ۴۔ مرشدہ۔ اول الذکر تین کے اولاد ہے۔ چوتھی کی شادی سال گزشتہ ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی نیک اولاد عنایت کرے۔

حافظ عبد الحمید

اپنے جد امجد کی حیات میں ۱۵ رمضان ۱۳۳۹ھ مطابق ۲۳ مئی ۱۹۲۱ء میں ان کی ولادت ہوئی۔ قرآن مجید حفظ کیا۔ حجازی لہجہ میں کلام پاک کی ترتیل نہایت عمدہ کرتے ہیں۔ جب مولوی حافظ عبد العزیز کی وفات ہوئی تو اُن کے والد نے اُن کو مکہ مکرمہ میں اپنے برادر کلاں کے پاس بھیجدیا۔ وہاں عربی کی اچھی استعداد حاصل کی۔ شعر و سخن سے فطری ذوق اور لگاؤ ہے۔ عربی اور اردو میں جب چاہتے ہیں اشعار کہتے ہیں۔ اور خوب کہتے ہیں۔ تخلص حمید ہے۔ عربی کلام کے مجموعہ کا نام "وحی الجبال" ہے۔ اور اردو کلام کے

مجموعہ کا نام "آئینۂ افکار" ہے۔ اپنے عمِّ مکرم حضرت ابو الشرف عبد القادر رحمۃ اللہ سے بیعت ہیں۔ جَعَلَہُ اللّٰہُ مُمْتِنًا وَکَرَّمَہٗ مِنْ عِبَادِہِ الصَّالِحِیْنَ۔ حکومت عربیہ سعودیہ کے پاسپورٹ پر رامپور آئے ہوئے ہیں۔ اور سالہا سال سے سفارت سعودیہ میں موظف ہیں۔ ان کی اہلیہ رامپور کی اپنے خاندان میں سے ہیں۔ اللہ نے ان کو دو بیٹیاں اور تین بیٹے عنایت کئے ہیں۔ ۱۔ سعدیہ ولادت ۱۳ رمضان ۱۳۷۳ھ مطابق ۱۷ مئی ۱۹۵۴ء ۲۔ صبیحہ ولادت ۲۰ جمادی الآخرہ ۱۳۷۵ھ مطابق ۳ فروری ۱۹۵۶ء ۱۔ معصوم ولادت ۱۲ ربیع الاول ۱۳۷۷ھ مطابق ۷ اکتوبر ۱۹۵۷ء ۲۔ زُہیر، ولادت ماہ ذی الحجہ ۱۳۷۹ھ مطابق جون ۱۹۶۰ء ۳۔ امین، ولادت رمضان ۱۳۸۷ھ مطابق دسمبر ۱۹۶۷ء سلمہم اللہ وحفظہم۔

عبد المجید اپنے جد امجد کی حیات میں، ماہ شوال ۱۳۴۰ھ مطابق اواخر مئی یا اوائل جون ۱۹۲۲ء میں ان کی ولادت ہوئی۔ ایک یا دو پارے رہ گئے ہیں۔ باقی کلام پاک حفظ کر لیا ہے۔ اُن کی اہلیہ راشدہ بنت قاری محمد اسماعیل مجددی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تین بیٹے اور تین بیٹیاں عنایت کی ہیں۔ ۱۔ عبد الرشید، ولادت ۱۹ جمادی الآخرہ ۱۳۷۰ھ موافق ۲۸ مارچ ۱۹۵۱ء یوم چہار شنبہ ۲۔ عبد الوحید، ولادت ۲۳ جمادی الآخرہ ۱۳۷۳ھ موافق ۲۸ فروری ۱۹۵۴ء یوم یکشنبہ ۳۔ عبد المعید، ولادت ۲۵ ذی الحجہ ۱۳۷۵ھ موافق ۳ اگست ۱۹۵۶ء یوم جمعہ۔ ۱۔ لیلیٰ ۲۔ نجلا ۳۔ شہلا، سلمہم اللہ وحفظہم

حضرت شاہ محمد مظہر آپ حضرت شاہ احمد سعید قدس سرہ کے چھوٹے صاحبزادے ہیں۔ ولادت ۳ جمادی الاولیٰ ۱۲۴۸ھ میں خانقاہ شریف دہلی میں ہوئی۔ "مظاہر محمدی" آپ کا تاریخی نام ہے۔ وفات دو شنبہ ۱۱ محرم ۱۳۰۱ھ میں مدینہ منورہ میں ہوئی۔ بقیع میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قبۂ شریفہ کے قریب استراحت فرما ہیں۔

آپ حافظ۔ عالم۔ کامل۔ صاحب النسبۃ، قوی الجذبہ، کثیر الارشاد تھے۔ حضرت شاہ احمد سعید قدس سرہ کے بعد آپ سے طریقۂ شریفہ کی خوب رونق بڑھی۔ سمرقند۔ بخارا۔

قزان۔ ارض روم۔ افغانستان۔ ایران کے بعض اضلاع، سارا جزیرۂ عرب اور شام وغیرہ فیضیاب ہوا۔ مناقب احمدیہ کے آخر میں آپ نے اپنا مختصر حال لکھا ہے۔ بائیس سال کی عمر میں آپ کو خلافت ملی۔ پھر آپ سرہند شریف گئے اور حضرات عالی قدر سے فیض یاب ہوئے اس کے بعد آپ حج کے واسطے روانہ ہوئے۔ اس مبارک سفر کے دوران آپ نے جو خطوط اپنے حضرت والد رحمہما اللہ کو ارسال کئے ہیں۔ انھوں نے ہر خط پر تصویب و تحسین تحریر فرمائی ہے۔ شاہ محمد مظہر نے اپنے دس خط مع آپ کی تحریرات کے نقل کئے ہیں۔ لیکن اپنے خلفاء میں سے کسی کا ذکر نہیں کیا ہے۔ آپ کے احوال مبارکہ کو کسی نے تفصیل سے نہیں لکھا ہے آپ نے مدینۂ منورہ میں سہ منزلہ نہایت عمدہ رباط ۱۲۹۰ھ میں بنائی۔ حضرت جدّ مکرم قدس سرہ نے اس کی تاریخ لکھی ہے۔

ساخت خوش بنیاد زیبا خانقاہِ احمدی	چون اخ کامل محمد مظہر عالی ہمم
تا ابد آباد بادا خانقاہِ احمدی	سالِ تاریخش دعائیہ عمر گفت۔ اے الٰہ

یہ خانقاہ "رُباطِ مظہر" کے نام سے مشہور ہے۔ اور اب نئی سڑکوں کے بن جانے کی وجہ سے دو طرف سے نہایت چوڑی سڑکوں پر واقع ہے۔ ایک طرف کی سڑک مسجد نبوی کے باب النساء کو جاتی ہے اور دوسری طرف کی سڑک جنت البقیع اور رباط کے درمیان واقع ہے۔

آپ کی تالیفات

آپ نے کتاب "مناقب احمدیہ مقامات سعیدیہ" فارسی اور عربی میں تالیف فرمائی ہے اور اس کا بیان آپ کے حضرت والد کے ذکر میں گزر چکا ہے۔ "الدر المنظم فی القیام تجاہ القبر المکرم" ایک مختصر رسالہ عربی میں ۱۲۹۶ھ میں لکھا ہے۔ اور "الدر المنظم" اس کا تاریخی نام ہے۔ اس کی شرح آپ کے خلیفہ سید محمود مدراسی نے لکھی ہے۔ جس کا نام "السلک المنظم" ہے۔ ۱۳۲۴ھ میں آپ کا یہ رسالہ مع شرح کے مدراس کے احسن المطابع میں چھپا ہے۔

آپ کی اولاد

آپ کے دس صاحبزادے اور پانچ صاحبزادیاں تھیں۔ صاحبزادے ۱۔ عبداللہ ۲۔ مبشر ۳۔ احمد ۴۔ عبداللہ ثانی ۵۔ احمد ثانی

بہاء الدین ۶۔ محمد ۷۔ محمود ۸۔ عیسیٰ ۹۔ موسیٰ ۱۰۔ ابراہیم۔ اور صاحبزادیاں۔ ۱۔ امۃ الجمیل معروف بہ جمیلہ ۲۔ فاطمہ ۳۔ خدیجہ ۴۔ امۃ العزیز ۵۔ ام کلثوم۔

آپ کی وفات کے وقت احمد ثانی بہاء الدین چھ سال کے اور عیسیٰ۔ موسیٰ۔ ابراہیم۔ زوجات مختلفہ سے حالت شیر خوارگی میں تھے۔ باقی چھ صاحبزادے آپ کی حیات میں۔ اور موسیٰ و ابراہیم آپ کی وفات کے بعد رحلت کر گئے۔ شیخ عیسیٰ کی یادگار تین صاحبزادیاں ہیں اور آپ کی صاحبزادیوں میں صرف امۃ الجمیل نے عمر پائی۔ ان کا ذکر احمد بہاء الدین کے بعد آرہا ہے۔

شیخ احمد (ثانی) بہاء الدین۔ آپ شاہ محمد مظہر کے پانچویں صاحبزادے ہیں۔ والد بزرگوار کے انتقال کے وقت چھ سال کے پورے نہ ہوئے تھے۔ آپ کی تربیت آپ کے والد کے خلیفہ سید عبداللہ زواوی نے کی اور پھر آپ کو مسندِ ارشاد پر بٹھایا۔ تقریباً اسّی سال کی عمر پائی۔ آپ کے ایک صاحبزادے محمد مظہر ہیں۔

شیخ محمد مظہر آپ شیخ احمد بہاء الدین کے صاحبزادے ہیں۔ ان کی ولادت سنہ ۱۳۱۹ھ یا سنہ ۱۳۲۰ھ کی ہے۔ مدینہ منورہ میں قیام ہے۔ عطارے کی دوکان کرتے ہیں۔ بکسب حلال و بہ ذکر رب ذی الجلال مصروف ہیں۔ نہایت پاکیزہ زندگی بسر کر رہے ہیں۔ چھ سال پہلے ان کا خط اس عاجز کو ملا تھا۔ درجِ ذیل تفصیل اولاد کی لکھی ہے۔

صاحبزادے:۔ احمد سعید ۲۔ محمد عمر ۳۔ محمود ۴۔ عدنان ۵۔ ہاشم ۶۔ ابراہیم۔

احمد سعید کی ولادت غالباً سنہ ۱۳۳۹ھ کی ہے۔ ان کے چھ صاحبزادے ہیں۔ ۱۔ خالد ۲۔ عبدالعزیز ۳۔ عبداللہ ۴۔ بہاء الدین ۵۔ نشأت ۶۔ عصام۔

محمد عمر کے ایک صاحبزادہ عبدالرحمٰن ہیں۔

محمد مظہر صاحب نے صاحبزادیوں کے نام نہیں لکھے۔ اس سلسلہ میں تحریر فرمایا ہے

اما الاناث فلا حاجۃ الی اسمائھن۔ سلمہم اللہ الذکور والاناث وحفظہم۔

امۃ الجمیل عرف جمیلہ اس عاجز نے حضرت مجدد و فیما بعد دیگر حضرات قدس اللہ اسرارہم کی صاحبزادیوں کے صرف نام لکھے ہیں۔ ان کے

حالات کا ذکر نہیں کیا ہے۔ اس لحاظ سے حضرت امۃ الجمیل کا بھی ذکر نہ ہونا چاہیئے تھا لیکن اس عاجز نے اُن کے جو کمالات دیکھے انھوں نے مجبور کیا کہ آپ کا کچھ حال لکھا جائے۔ متنبی نے کیا خوب کہا ہے۔

وَلَوْ کَانَ النِّسَاءُ کَمَنْ فَقَدْ نَا ۔۔۔ لَفُضِّلَتِ النِّسَاءُ عَلَی الرِّجَالِ
وَمَا التَّانِیْثُ لِاسْمِ الشَّمْسِ عَیْبٌ ۔۔۔ وَلَا التَّذْکِیْرُ فَخْرٌ لِلْھِلَالِ

آپ کی ولادت خانقاہ شریف دلّی میں ۱۲۶۰ھ میں ہوئی۔ اور وفات رامپور میں بدھ کا دن تمام کر کے شب پنجشنبہ کو عشا کے بعد رات کے نو بجے ۵ رمضان ۱۳۵۸ھ مطابق ۱۸ اکتوبر ۱۹۳۹ء میں ہوئی۔ آپ کی والدہ صاحبہ کا نام اُمّ الفضل تھا اور وہ حضرت شاہ عبد الغنی قدس سرہ کی دوسری صاحبزادی تھیں۔

۱۲۷۴ھ میں اپنے جد مکرم والدین و اہل خاندان کے ساتھ مدینہ منورہ گئیں۔ آپ کا نکاح آپ کے بڑے چچا حضرت شاہ عبد الرشید کے صاحبزادے حضرت شاہ محمد معصوم سے ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اولاد دی۔ ایک صاحبزادی السیدہ عارفہ حیات رہیں۔

حضرت شاہ محمد معصوم والی رامپور نواب کلب علی خان کی خواہش پر ۱۲۹۱ھ میں رامپور تشریف لے آئے۔ آپ اپنے حضرت والد کے پاس مدینہ منورہ میں رہیں۔ کیونکہ آپ کی ازدواجی زندگی خوش گوار نہ تھی۔ حضرت شاہ محمد معصوم نے رامپور میں دو شادیاں کر لیں اور اللہ تعالیٰ نے اُن سے بھی اُن کو اولاد دی۔

آپ نے اپنے نانا محدث دار الہجرہ حضرت شاہ عبد الغنی اور اپنے حضرت والد سے پڑھا تھا اور نسبت شریفہ بہ درجہ اتم حاصل کی تھی۔ ۱۲۹۷ھ میں اپنے چھوٹے بزرگوار چچا کے ساتھ رامپور تشریف لائیں۔ اور تا وفات رامپور میں قیام رہا۔ آپ حضرت سیدی الوالد کی چچا زاد بہن اور خوشدامن تھیں۔ حضرت والد ان کو آپا صاحبہ، اور وہ حضرت والد کو اچھا نانا میاں، اچھا نانا بھائی فرمایا کرتی تھیں۔

حضرت سیدی الوالد ۱۳۳۴ھ کے اوائل مطابق نومبر ۱۹۱۵ء میں رامپور تشریف لے گئے۔ تقریباً تیس ۳۰ سال کے بعد ہر دو حضرات کی ملاقات ہوئی۔ اس عاجز کو وہ وقت

خوب یاد ہے کہ صبح سویرے مکان میں داخل ہو کر حضرت سیّدی الوالد نے حضرت عمۂ محترمہ سے جو کہ دروازہ کے پاس کھڑی تھیں۔ دریافت کیا "ہماری آپا صاحبہ کہاں ہیں"؟ حضرت عمۂ محترمہ نے فرمایا۔ بھائی تم تو بوڑھے ہو گئے۔ یہ سن کر آپ اُن کے قریب پہنچے اور نہایت ادب سے سر جھکا کر آداب بجا لائے۔ اور انھوں نے اپنا ہاتھ آپ کے سر پر رکھا۔ پھر آپ نے حضرت والدہ صاحبہ اور ہم بھائی بہنوں کو اُن کے سامنے پیش کیا۔ اور ہر ایک کا تعارف کرایا۔

اگرچہ آپ دونوں کی ملاقات تقریباً تیس ۳۰ سال کے بعد ہوئی تھی۔ لیکن آپ ان کی خدمت میں ہر سال سوا سو روپیہ اور ایک سیر عمدہ سبز چائے اور دو ۲ سیر بادام ارسال کیا کرتے تھے۔ اور ہر دختر کی پیدائش پر پچیس روپیہ اور ہر پسر کی پیدائش پر پچاس روپیہ۔ جو ادب اور احترام حضرت سیدی الوالد اُن کا کرتے تھے شاید ہی کوئی اپنی ہمشیرہ کا بلکہ شاید ہی کوئی اپنی والدہ کا۔ اتنا ادب کرتا ہو۔ آپ ۱۳۳۹ھ میں دوسری مرتبہ ہمشیرہ صاحبہ سے ملنے رامپور تشریف لے گئے۔ تین رات وہاں قیام فرمایا۔ اہل شہر کو آپ کی آمد کا علم ہوا۔ تو بہت سے لوگ جن میں علماء اور عمائدین شہر بھی شامل تھے آپ سے ملاقات کے لئے آئے۔ آپ ہمشیرہ صاحبہ سے گفتگو فرما رہے تھے۔ پٹھان نے آنے والوں کی اطلاع آپ کو دی۔ آپ نے پٹھان سے فرمایا "سب سے کہدو۔ ہم اس وقت اپنے بزرگوں کا ذکر کر رہے ہیں۔ تم لوگوں سے نہیں مل سکتے۔" دو چار منٹ کے بعد حضرت عمۂ محترمہ نے آپ سے فرمایا "میاں یہ تم نے کیا کیا" یہ الفاظ سن کر گھبراہٹ کی حالت میں آپ نے فرمایا۔ "آپا صاحبہ کیا ہوا، کیا ہوا" انھوں نے فرمایا "شہر کے لوگ تم سے ملنے آئے اور تم نے ان کو رخصت کر دیا" آپ نے فرمایا۔ آپا صاحبہ ہم اُن سے ابھی جا کر ملتے ہیں۔ چنانچہ آپ اُسی وقت باہر تشریف لائے اور سب سے ملے۔

آپ کی بزرگی

آپ کا یہ ادب واحترام حضرت عمۂ محترمہ کے صفائے باطن اور عُلُوِّ مرتبہ کی وجہ سے تھا۔ حضرت شاہ احمد سعید، حضرت شاہ عبدالغنی حضرت شاہ محمد مظہر قدس اللہ اسرارہم کی توجہات عالیہ کا اثر پوری طرح آپ پر ظاہر تھا۔

حضورِ قلب اور توجہ الی اللہ ہر وقت اور ہر حالت میں نقد وقت تھا ہر کام کا وقت مقرر تھا۔ جو کہ نہایت سکون اور حضورِ قلب سے کیا جاتا تھا۔ غفلت کے لئے کسی حال میں کسی طرح کی گنجائش نہ تھی۔

ذکر گفتن ہمہ آں نیست کہ گوئی اللہ ذکر آن است کز و یاد کنی وقتِ گناہ

حضرات القدس میں حضرت مجدد قدس سرہ کے نماز کی جو کیفیت لکھی ہے۔ اس میں سے آپ کو پورا حصہ ملا تھا۔ توکل اور رضا میں بلند مقام تھا تقریباً تیس سال بلا کسی یار و مددگار کے تنہا ایک مکان میں رہیں۔ جو رامپور کے محلہ مدرسہ کہنہ میں حکیم مظہر حسین خان صاحب کا تھا۔ انھوں نے اپنے مکان سے متصل یہ چھوٹا مکان آپ کو رہنے کے واسطے دیا تھا۔ جو کہ دم واپسیں تک آپ کے تصرف میں رہا۔ صرف ایک بڑی بی کو کام کے واسطے آپ رکھتی تھیں وہ بھی آپ کی طرح ضعیفہ اور سال خوردہ تھیں۔ نواب حامد علی خاں والیٔ رامپور آپ کو بیس یا پچیس روپیہ ہر ماہ دیا کرتے تھے جب دربارِ رامپور سے یہ رقم بند ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے میر عثمان علی خاں نظام حیدر آباد کو آپ پر مہربان کر دیا۔ اور وہ آخر وقت تک ہر ماہ تیس روپیہ حیدر آبادی آپ کو دیتے رہے۔ وَمَن یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَل لَّہٗ مَخْرَجًا وَیَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ وَمَن یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ۔

ایک دن اس عاجز کی زبان سے حضرت شاہ محمد معصوم قدس سرہ کے لئے تایا کا لفظ نکلا آپ نے فرمایا۔ میاں یہ گنواری لفظ کیوں بولتے ہو۔ عاجز نے کہا۔ والد کے بڑے بھائی کو کیا کہیں۔ آپ نے فرمایا۔ ہماری دِلّی والے، بڑے ابا یا چچا ابا یا چچا میاں کہتے ہیں تم کیوں نہیں چچا حضرت کہتے۔

ایک دن یہ عاجز اُن سے کچھ حالات دریافت کر رہا تھا۔ دورانِ گفتگو میں انھوں نے فرمایا "تمھارے دادا مجھ کو مدینہ منورہ سے رامپور لائے اور چند ماہ بعد ان کی وفات ہو گئی۔ تمہارے چچا (شاہ محمد معصوم) مکہ چلے گئے، تمہارے باپ دِلّی میں بیٹھ گئے۔ میں یہاں تنہا رہ گئی۔ میرا اپنا کوئی نہیں تھا۔ اللہ نے اپنے کرم سے مجھ کو کسی کا محتاج نہ کیا۔" پھر ان کو کچھ جوش آیا اور فرمایا "میں تمہارے باپ اور چچا سے کس بات میں کم ہوں۔

اگر وہ شاہ احمد سعید کے پوتے ہیں تو میں بھی اُن کی پوتی ہوں اور شاہ عبد الغنی کی نواسی ہوں بس یہی فرق ہے کہ وہ مَرد ہیں اور میں عورت ہوں۔ اگر میں بھی مَرد ہوتی تو تم دیکھتے کہ میرا دائرۂ ارشاد اُن سے کم نہ ہوتا۔" یہ عاجز کہتا ہے کہ آپ نے درست بات کہی حضرت سیدی الوالد نے کئی بار یہ بات فرمائی کہ "ہماری آپا صاحبہ نجیبُ الطرفین ہیں اور ہمارے خاندان میں یہ بات کسی دوسرے کو حاصل نہیں۔" اور اگر آپ مرد ہوتیں تو حضرت شاہ محمد مظہر کی رباط مدینۂ منورہ میں اللہ کے نیک بندوں سے معمور رہتی اور خلقِ خدا اس چشمۂ ارشاد سے مستفید ہوتی۔

رامپور میں آپ کے سوتیلے بیٹے جناب ابو الطاہر طاہر کی سکونت تھی وہ ہفتہ میں ایک بار آپ کی زیارت کرنے حاضر ہوتے تھے۔ اُن کے آنے کا دن اور وقت مقرر تھا۔ آپ اُن پر شفقت فرماتی تھیں۔ ایک مرتبہ اس عاجز نے آپ سے کہا۔ کہ آپ بہ نسبت اُن کے برادران کے بھائی ابو الطاہر صاحب پر شفقت فرماتی ہے۔ آپ نے فرمایا "اس کی ماں بھی میری طرح مظلومہ تھی اس لئے مجھ کو اُس پر شفقت ہے۔"

حضرت سیدی الوالد جب ۱۳۳۷ھ میں پہلی بار رامپور تشریف لے گئے اور وہاں چند ماہ قیام رہا تو آپ نے عمۂ محترمہ سے فرمایا۔ کہ جب تک ہمارا قیام رامپور میں ہے۔ آپ ہمارے پاس قیام فرمائیں۔ آپ نے منظور نہ فرمایا۔ اور حضرت سیدی الوالد کی خواہش کو دیکھتے ہوئے یہ بات منظور فرمائی کہ جمعہ کے دن صبح کے دس بجے سے شام کے پانچ بجے تک کے لئے وہ آپ کی قیام گاہ پر تشریف لے آیا کریں گی۔ چنانچہ آپ کے دوران قیام رامپور میں ان کا یہی معمول رہا۔ ان کے وقت پر سواری ان کے واسطے پہنچتی اور پھر وقت پر ان کو پہنچاتی۔ تیس بتیس سال کے دوران میں مکان کی دہلیز سے باہر اگر آپ نے قدم رکھا تو صرف حضرت سیدی الوالد کی خواہش کی وجہ سے اس سال رکھا۔ نہ اس سے پہلے کبھی وہ باہر نکلیں۔ اور نہ اس کے بعد کبھی انھوں نے قدم باہر نکالا۔ جب دوسری مرتبہ حضرت سیدی الوالد ۱۳۳۹ھ میں اُن سے ملنے رامپور تشریف لے گئے تو اُن سے فرمایا "آپ دِلّی تشریف لے چلیں۔ ہم آپ کے واسطے مستقل مکان بنوا دیتے ہیں۔ اس

پر آپ کا کامل تصرف ہوگا۔ بلا اجازت کوئی داخل نہ ہوگا۔ لیکن آپ نے یہ بات منظور نہ کی۔

آپ کی صرف ایک بیٹی محترمہ عارفہ تھیں۔ اُن کا عقد نکاح حضرت سیدی الوالد سے ۱۲۹۹ھ میں ہوا تین اولادیں ہوئیں اور پھر ان کی خواہش پر حضرت سیدی الوالد نے ان کو چھوڑ دیا۔ وہ اپنے حضرت والد کے ساتھ حرمین شریفین چلی گئیں۔ پہلی جنگ عظیم کے دوران حمص میں ان کی وفات ہوئی اور پھر اُن کی صاحبزادی رابعہ عرف نواسی بیگم کی وفات بحالتِ نفاس مکۂ مکرمہ میں ہوئی۔ آپ نے ان خبروں کو سنا، بجز کلمۂ استرجاع ایک لفظ بھی زبان پر نہ آیا۔

آپ کے صرف ایک نواسے قاری محمد اسمٰعیل صاحب ہیں۔ جب تک ان کے نانا حضرت حیات رہے وہ مکۂ مکرمہ میں رہے اور اُن کی وفات کے بعد رامپور آگئے۔ ان کی وجہ سے حضرت عمۂ محترمہ کا دل خوش ہوگیا۔ جس وقت وہ سرائے فانی سے سرائے باقی کو رحلت فرما رہی تھیں یہ اُن کی خدمت میں موجود تھے۔ وہ بیان کرتے ہیں۔ کہ آخر وقت تک حضرت نانی صاحبہ کے ہوش و حواس قائم تھے۔ انھوں نے بتایا کہ ٹانگوں کی رُوح نکل چکی ہے۔ پھر ہاتھوں کی رُوح نکلنے کا بیان کیا۔ اور آخر میں فرمایا کہ اب آنکھوں میں دھند آگئی ہے۔ اور آنکھیں بند کر کے ذکر الٰہی میں مصروف ہو کر بہ کمالِ سکون و خندہ پیشانی جان شیرین جان آفرین کے سپرد کر دی۔

متاعے بود جاں، شد نذرِ جاناں   دلم زیں بیش سامانے نہ دارد

آپ کو حضرت شاہ درگاہی قدس سرہ سے ایک خاص نیازمندی تھی۔ اور انہی کے حظیرۂ مبارکہ کو اپنے مدفن کے لئے تجویز فرمایا تھا۔ چنانچہ اُسی مبارک مقام میں آرام کی ابدی نیند سو رہی ہیں۔ اکیانوے سال کی عمر پائی۔ تقریباً ساٹھ سال تک گوناگوں مصائب برداشت کرتی رہیں۔ لیکن کیا مجال ہے جو سرِ مُو ان کے معمولات میں فرق آیا ہو۔ یہی وہ دولتِ عظمٰی ہے جس کو حضرات مشائخ کرام قدس اللہ اسرارہم۔ الاستقامۃ فوق الکرامۃ کہتے ہیں۔

مبارک باد وے را ایں کرامت   مبارک باد ویراں ایں سعادت

قاری محمد اسماعیل

آپ کے نواسے قاری محمد اسماعیل صاحب ہیں۔ ان کی ولادت ۷ رجب ۱۳۲۱ھ رامپور میں ہوئی۔ اور ۱۳۲۳ھ میں اپنی والدہ صاحبہ و نانا صاحب کے ساتھ حجاز مقدس گئے۔ وہاں سے ۱۳۴۲ھ میں غالباً واپسی ہوئی اور اب رامپور میں قیام ہے۔ انھوں نے اپنے عم اصغر کی صاحبزادی امۃ العلی سے نکاح کیا۔ اللہ نے سات صاحبزادے اور پانچ صاحبزادیاں عنایت کیں۔ ان میں سے دو صاحبزادے محمد عثمان اور محمد حسین اور دو صاحبزادیاں اسماء و عائشہ اَجرِدُ وَ مُخّر، آخرت ہوئیں۔ اور ۱۔ محمد عمر۔ ولادت رمضان ۱۳۴۱ھ ۲۔ محمد علی ولادت ۵ محرم ۱۳۵۵ھ ۳۔ محمد خالد۔ ولادت یکم ربیع الاول ۱۳۶۴ھ ۴۔ حافظ محمد راشد ولادت یکم محرم ۱۳۶۵ھ ۵۔ محمد ماجد ولادت ۸ ربیع الآخر ۱۳۶۸ھ ۱۔ زبیدہ۔ ولادت ۲۸ صفر ۱۳۴۳ھ ۲۔ رضیہ۔ ولادت ۲۵ ذی القعدہ ۱۳۴۸ھ ۳۔ راشدہ ولادت ۱۵ ربیع الاول ۱۳۵۲ھ۔ خدا کے فضل و کرم سے بقید حیات ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی عمروں میں برکت عنایت کرے۔ تینوں صاحبزادیاں اور اول الذکر دو صاحبزادے متزوج اور صاحب اولاد ہیں۔ سلمہم اللہ وحفظہم۔

(بابلائے اول) حضرت شاہ محمد عمر قدس سرہ

آپ حضرت شاہ احمد سعید قدس سرہ کے فرزند ثالث ہیں۔ آپ کی ولادت شریف ماہ شوال ۱۲۴۴ھ مطابق اپریل ۱۸۲۹ء میں خانقاہ ارشاد پناہ، دِلّی میں، اور وفات صباح یکشنبہ دوم محرم ۱۲۹۸ھ مطابق ۵ دسمبر ۱۸۸۰ء کو رامپور میں ہوئی اور حضرت شاہ جمال اللہ قدس سرہ کے گنبد سے متصل جہت غرب چبوترہ پر مدفون ہوئے۔ آپ کی عمر شریف قمری حساب سے ۵۳ سال ۳ ماہ اور شمسی حساب سے ۵۱ سال ۸ ماہ کی ہوئی۔ آپ سے بڑے بھائی کا نام عبدالحمید تھا۔ حضرت شاہ احمد سعید قدس سرہ کو ان سے بہت محبت تھی۔ اُن کی وفات ہوگئی۔ اور حضرت کو بہت رنج و ملال ہوا۔ اتفاق سے اُنہی دنوں میں آپ کے ایک خلیفہ، خواجۂ نقشبندیاں حضرت باقی باللہ قدس سرہ کے مزارِ پُر انوار پر حاضر ہوئے۔ مراقبہ میں اُن سے حضرت خواجہ نے فرمایا۔ اپنے پیر سے جا کر کہو کہ وہ رنج نہ کریں۔ عنقریب اللہ تعالیٰ اُن کو نعم البدل عطا فرمائے گا اور وہ

میرا فرزند ہوگا۔ میں اس کا نام عمر رکھتا ہوں وہ عمر پائے گا اور صاحبِ کمال ہوگا۔ حافظ غلام رسول ویران نے اسی مکاشفہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے۔

دلا ایں بشارت نہ شاید نہفت　　　　کہ فرزند خود خواجہ با تیش گفت

زلبس بٹش بود شں بہ سولیش نظر　　　　بہ ضمنیّت خود گرفتش بدر

انہی دنوں میں آپ کی والدہ صاحبہ نے خواب میں دیکھا کہ مہتاب میرے گھر میں نکلا ہے۔ حضرت نے ان سے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ تم کو مثل بدر فرزند عنایت کرے گا۔ جب آپ کی ولادت ہوئی تو نام محمد عمر اور کنیت ابوالسعادات تجویز فرمائی۔ جو محبت حضرت کو عبدالحمید سے تھی وہ آپ کی طرف منتقل ہوئی۔ آپ خورد سالی سے آخرِ دم تک گوناگوں امراض میں مبتلا رہے۔ اور اس وجہ سے آپ کے حضرت والد کو آپ سے مزید لگاؤ پیدا ہوا۔ چنانچہ جب آپ نے دورانِ سلوک میں اپنے والد ماجد سے کہا۔ کہ امراض کی وجہ سے حلقۂ شریفہ سے میری غیر حاضری ہوتی ہے۔ اور مجھ کو اس کا ملال ہوتا ہے۔ آپ کے والد ماجد نے فرمایا۔ میں تم کو اپنی ضمنیّت میں لیتا ہوں۔ میری طرف سے کوتاہی کا خیال نہ کرو۔ خدا تم کو استقامت دے۔ ویران نے دوسرے شعر میں اسی بات کی طرف اشارہ کیا ہے۔

آپ نے قرآن مجید حفظ کیا۔ مولانا حبیب اللہ سے علوم متداولہ اور اپنے چچا شاہ عبدالغنی سے حدیث شریف اور حضرت والد سے تصوف کی کتابیں پڑھیں۔ اور سلوکِ نقشبندیہ مجددیہ از اول تا آخر اپنے حضرت والد سے حاصل کیا۔

۱۲۶۲ھ کو آپ کا نکاح ہوا۔ مقامات سعیدیہ میں لکھا ہے کہ آپ کے پتھری ہوگئی تھی۔ جراح نے چیرہ دے کر اس کو نکالا۔ اس وجہ سے آپ کے یہاں اولاد نہ ہوتی تھی۔

اس عاجز سے عمۂ محترمہ نے فرمایا کہ آپ کی والدہ ماجدہ کو بڑی فکر لاحق تھی اور وہ اکثر حضرت سے کہتی تھیں کہ آپ دعا فرمائیں۔ تاکہ پروردگار اس فرزند کو اولاد دے۔ حضرت ان کو تسلی دیا کرتے تھے اور فرماتے تھے۔ تم خاطر جمع رکھو۔ پروردگار

اپنے فضل و کرم سے تمھارے فرزند کو پسر نیک اختر عنایت فرمائے گا۔

سفر اجمیر خود آپ کو بھی اولاد نہ ہونے کا خیال تھا۔ اور اس سلسلہ میں آپ ۱۲۶۶ھ میں اجمیر شریف تشریف لے گئے اور وہاں آپ نے پروردگار جل شانہ سے دعا کی۔ اس وقت آپ کی عمر بائیس سال کی تھی۔ جب آپ اجمیر شریف روانہ ہونے لگے تو آپ کے حضرت والد نے آپ کو کامل خلافت عنایت کی۔ اور اپنے خلفاء میں سے دو افراد کو آپ کے ساتھ کیا۔ اور ارشاد کیا کہ حلقہ کیا کرو۔ اور اپنے رفقاء کو توجہ دیا کرو۔ آپ نے اجمیر شریف کے سفر کی تاریخ اس طرح کہی ہے۔

تیرے جاتے میں عمر اجمیر کے جب دعا دل سے کرے سارا جہاں
ہاتف غیبی نہ کیوں سُن کر کہے خیر سے اللہ لاوے پھر یہاں

سفر حجاز جب دلی پر نصاریٰ کا تصرف ہوگیا۔ آپ مع اہل و عیال اپنے حضرت والد ماجد کے ساتھ حجازِ مقدس کو روانہ ہوئے اور دیارِ حبیب صلوات اللہ وسلامہ علیہ میں قیام فرمایا۔ اواخرِ ماہ ربیع الاول ۱۲۷۵ھ سے اوّلِ ماہ ربیع الاول ۱۲۷۷ھ تک بکمال راحت وہاں قیام رہا۔

خدائیست آنکہ ذاتِ بے مثالش نہ گردد ہرگز از حالے بحالے

وفات والد آخر وہ وقت بھی آپہنچا جس نے آپ کا سارا چین دیکھ لیا۔ اگر آپ کے حضرت والد کو آپ سے فوق العادہ محبت تھی تو آپ کو بھی ان سے کمال ارتباط بلکہ عشق تھا۔ دوسری ربیع الاول ۱۲۷۷ھ کو آپ کے والد ماجد کی رحلت ہوئی۔ آپ پر اس صدمہ کا بڑا ہی اثر ہوا۔ حضرت عمۂ محترمہ کی عمر اس وقت دس سال کی تھی وہ اس عاجز سے کہتی تھیں کہ تمہارے دادا کو اتنا صدمہ ہوا کہ گھر والوں کو اندیشہ ہوا کہیں ان کے دماغ پر بُرا اثر نہ ہو جائے۔ آپ نے اپنی تسکینِ خاطر کے لئے وہی صورت اختیار فرمائی جو کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اختیار فرمائی تھی۔ وہ مدینۂ منورہ سے ملک شام چلے گئے تھے۔ اور آپ نے مدینۂ منوّرہ سے مکّۂ مکرّمہ کا قصد کیا۔ آپ نے ۱۲۷۷ھ کا حج کیا۔ دورانِ حج میں گیارہ بند کا خمسہ کہا ہے۔ اور اس کا تاریخی نام "لبیک ریختہ" رکھا ہے۔

آپ نے جو خط حضرت مولانا سید عبدالسلام ہنسوی قدس سرہ کو لکھا ہے۔ اس میں تحریر فرماتے ہیں: "مدینہ منورہ میں قیام کرنے کی تاب نہ لاتے ہوئے ایام حج سے پہلے مع عیال و اطفال مکہ مکرمہ پہنچ گیا۔ تاکہ زیارت کعبۂ مشرفہ سے تسکین حاصل کرسکوں۔ میری طبیعت پر جو وحشت اور بے قراری طاری ہے اس کے بیان سے قاصر ہوں۔ آپ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ تسکین عنایت فرمائے۔"

سفرِ قدس

آپ کے دل و دماغ پر جو اثر ہوا تھا۔ اس کے ازالہ کے لئے آپ مولوی ابوالبرکات بہاری فرزند مولوی فضل امام اور مولوی حکیم محمد اسماعیل اور مولوی ابوالحسن وغیرہم رحمہم اللہ کے ساتھ بیت المقدس کی زیارت کے واسطے روانہ ہوئے۔ بارہ محرم ۱۲۷۹ھ کو جدہ سے مصر کو سمندری جہاز سے روانہ ہوئے۔ آپ سب نے صخرۂ شریفہ اور اماکنِ مقدسہ کی زیارت کی۔ اس مبارک سفر کی تاریخ آپ نے کیا ہی خوب نکالی ہے۔ فرماتے ہیں۔

بحمد اللہ دیدم روے اقصیٰ — کہ بر بنیادِ تقویٰ شد مؤسس
چہ خوش تاریخ مولانا عمر گفت — عَبَدْتُ اللّٰہ فی بیتِ المقدس

۴۷۶ + ۶۶ + ۹۰ + ۴۱۲ + ۲۳۵ = ۱۲۷۹ھ

آپ نے یہ تاریخ مولوی ابوالبرکات کی زبان سے کہی ہے۔ اور ان کو دی تاکہ وہ اپنی کتاب میں اس کو لکھ لیں۔ مولوی ابوالبرکات نے اس مبارک سفر کا حال خوب تفصیل سے لکھا ہے۔ اور ان کی کتاب کا نام "برکات الانس لزائر القدس" ہے۔ یہ کتاب اس عاجز کے پاس موجود ہے۔ ۲۴ ربیع الاول ۱۲۷۹ھ کو آپ مع رفقاء آپ جدہ پہنچے۔ آپ نے مسجد اقصیٰ سے احرام باندھ کر عمرہ کیا اور پھر مکہ مکرمہ میں مقیم ہوئے۔

اہلیہ اور دو پسر کی وفات

ابھی آپ کے دل و دماغ کو پورا سکون نہیں ملا تھا۔ کہ آپ مزید مصائب سے دوچار ہوئے۔ ۲۴ ذیقعدہ ۱۲۸۰ھ کو بحالتِ نفاس آپ کی اہلیہ محترمہ نواب بیگم بنت جناب احمد علی بن مولوی محمد باقر از اولادِ امجاد حضرت خواجہ عثمان ہارونی۔ کی وفات ہوئی اور ساتویں دن نومولود ابوحفص

اور پھر ساتویں دن دو سالہ ابوبکر اپنی حضرت والدہ ماجدہ سے جا ملے۔ پندرہ دن کے عرصہ میں آپ کو یہ تین صدماتِ شدیدہ پیش آئے۔ اب آپ کے پاس آپ کے فرزند اکبر حضرت سیدی الوالد قدس سرہ ہی رہ گئے۔ پروردگار جل شانہ کو یہی منظور تھا کہ آپ کی نظرِ عنایت صرف انہی کی طرف متوجہ رہے۔ اور وہ مہذب بہ اوصافِ نبویہ، و متخلق بہ اخلاقِ الٰہیہ، و مُجَلّیٰ، مُزَکّیٰ، مُحَلّیٰ، ہو کر اپنے وقت کے فرد اکمل بنیں۔

مجاہدات

آپ کے کسی مخلص[1] نے عربی میں نہایت مختصر رسالہ آپ کے احوال مبارکہ میں لکھا ہے۔ آپ نے ۱۲۹۷ھ میں جب ہندوستان کا سفر کیا۔ تو وہ آپ کی خدمت میں رہے۔ انھوں نے جو کچھ لکھا ہے۔ چشم دید لکھا ہے۔ یہ رسالہ اس عاجز کے پاس موجود ہے۔ اس میں لکھا ہے۔

"اپنے حضرت والد ماجد کی وفات کے بعد آپ نے مکۂ مکرمہ کی سکونت اختیار کی اور مجاہدات شاقہ میں مصروف ہو گئے۔ عشاء کی نماز کے بعد بیت اللہ شریف کے سامنے مراقبہ میں بیٹھ جاتے اور فجر تک سر مراقب رہتے۔ مریدوں کی تربیت دن میں تین مرتبہ فرماتے۔ اِشراق کے بعد، ظہر کے بعد اور پھر مغرب سے عشاء تک۔ رمضان مبارک میں آپ کی مساعی میں اضافہ ہو جاتا تھا۔ اس ماہ مبارک میں آپ بہ کثرت قرآن مجید کی تلاوت فرماتے تھے۔ تراویح میں تین مرتبہ کلام الٰہی کا ختم کرتے۔ مراقبات و اَوراد میں مزید اضافہ فرماتے۔ باوجودیکہ آپ کا مبارک جسم کمزور و نحیف تھا اور گوناگوں امراض آپ کو لاحق تھے۔ آپ کو دیکھنے والا یہ خیال کرتا تھا کہ آپ کے لئے بات چیت باعث تکلیف ہے۔ آپ اللہ کی یاد میں ہمہ وقت مصروف رہتے تھے۔ آخر حیات تک ہمیشہ تراویح کھڑے ہو کر پڑھی۔ حالانکہ قیام طویل ہوا کرتا تھا آپ بیت المقدس گئے، حضرات انبیاء علیہم السلام کے مزارات مبارکہ پر حاضر ہوئے۔ اور بیت المقدس سے احرام باندھ کر مکہ مکرمہ آئے۔ یہ واقعہ ۱۲۷۹ھ کا ہے" الخ

---

[1] اس عاجز کا خیال ہے کہ یہ رسالہ علی افندی نے لکھا ہے۔ محمد اصحاب الدین کا ذکر ان شاء اللہ بعد میں آئیگا انھوں نے ۱۲۹۹ھ میں آپ کو عریضہ ارسال کیا ہے اس میں علی افندی کا ذکر کیا ہے۔ واللہ اعلم

آپ کے برادر زادے حضرت شاہ محمد معصوم قدس سرہ "ذکر السعیدین" میں لکھتے ہیں۔" شب و روز سوائے اذکار و اشغال و طاعت و عبادت و نشر طریقت و افادۂ سلوکِ طریقت کوئی کام نہ تھا۔ باوجودیکہ ایسے سخت امراض لاحق تھے کہ طاقت نشست و برخاست وغیرہ بہت کم ہوگئی تھی۔ مگر جو اشغال و اوراد و توجّہ و حلقہ آپ کے معمول تھے۔ ہرگز ان میں فتور نہ تھا۔ یہی استقامت ہے۔ کہ نزد صوفیہ بالائے کرامت ہے" الخ

سیر الکاملین میں لکھا ہے "تا والد ماجد بہ قیدِ حیات بودند سکونت در مدینۂ منورہ داشتند و بعدِ رحلت بہ مکہ معظمہ تشریف آوردہ توطن اختیار فرمودند۔ تقریباً بست سال کامل دراں بلدۂ معظمہ بودہ اند۔ و رواج طریقۂ شریفہ فرمودہ اند و صدہا کس را بہ نسبتِ حضور و آگاہی رسانیدہ اند، مجاہدات کثیرہ و ریاضاتِ شاقہ از بہر تعالیٰ و قیام و صیام و قلّۃ المخالطۃ مع الانام بر ذاتِ شریف لازم داشتند از اتفاقات قضا و قدر در سنۂ یک ہزار و دو صد و نود و ہفت رونق افروز ہندوستان شدند و بلدۂ رامپور را از قدوم شریف منور ساختند۔ نواب صاحب رامپور بہایت بہ تعظیم و تکریم پیش آمدند و تشریف آوری آنحضرت را از مغتنمات و کمال عزت و شرف خود دانستند و بہ خدمات لائقہ ممتاز گردیدند۔ و حضرت را از مدت شش ہفت سال مرض سخت لاحق شدہ بود، گاہ خفیف می شد، امّا اکثر بہ شدّت می بود و جناب ایشاں ازاں بسیار نحیف و ضعیف گشتہ بودند و باوجود ایں کیفیت، در توجہات و اذکار و اشغال و اوراد مثلِ سابقہ بلکہ زائد ازاں مشغول می بودند و ہیچ فتور راہ نیافتہ بود، و ایں دلیل قوی ہست بر کمالِ استقامتِ ظاہری و باطنی آنحضرت پنج شش ماہ دراں شہر بہ قیدِ حیات بودہ روز یکشنبہ دوم محرم الحرام سنہ ہزار و دو صد و نود و ہشت ازیں دارِ فانی بہ دار القرار رحلت فرمودند و بہ جانبِ مغرب روضۂ حضرت حافظ جمال اللہ رحمۃ اللہ مدفون گشتند۔ رضی اللہ الوکیل عنہ مادہ تاریخ ارتحال آں جناب است۔" اھ

آپ کا سرمایہ

آپ کا قیام مکہ مکرمہ میں باب العمرہ کے قریب تھا۔ اور آپ کا سرمایہ توکل اور قناعت تھا۔ آپ فرماتے ہیں :-

اہلِ حرفہ بہ کسب دارد ناز   کارِ درویش بر خدا باشد

آپ کی تنگدستی اور عُسر کا اندازہ اس واقعہ سے ہوتا ہے کہ آپ کے برادرِ کلاں حضرت شاہ عبدالرشید قدس سرہ اپنی وفات سے پانچ چھ سال قبل سے ہر سال مدینۂ طیبہ سے حج کے واسطے مکہ مکرمہ تشریف لایا کرتے تھے۔ اُن کا قیام آپ کے پاس ہوا کرتا تھا۔ ایک سال آپ نے اپنے حضرت برادر کا ساتھ حج میں نہ دیا۔ حج کے بعد آپ کے بھائی صاحب کو معلوم ہوا کہ آپ نے مالی مشکلات کی وجہ سے عرفات و منیٰ کا قصد نہیں کیا تھا تو از روئے شفقت و محبت آپ سے فرمایا "بھائی تم نے مجھ سے کیوں نہ کہا۔ میرے پاس اللہ کے فضل و کرم سے اتنا تھا کہ تم بھی آرام سے حج کر لیتے۔" آپ نے حضرت برادرِ کلاں سے فرمایا۔ اور کیا ہی خوب فرمایا ہے "آپ کا ارشاد بجا ہے۔ لیکن کہنے کے بعد وہ لذّت و حلاوت کب نصیب ہوتی جو نہ کہنے کی صورت میں ہے۔"

یہ بات اس عاجز سے حضرت ابوالشرف نے اوائل ۱۳۵۶ھ میں مکہ مکرمہ میں فرمائی۔ اور اُن سے اُن کے حضرتِ والد شاہ محمد معصوم قدس اللہ اسرارہما نے کہی ہے۔ آپ کے جواب سے آپ کی قناعت اور رضا بہ قضائے الٰہی کا پتہ چلتا ہے۔ اور آپ کی خودداری کا اظہار ہوتا ہے۔ اَللّٰھُمَّ ارْحَمْہُ وَنَوِّرْ قَبْرَہٗ وَارْفَعْ مَنَازِلَہٗ۔

مکہ مکرمہ میں تمام عزیزوں سے الگ تھلگ بہ جوارِ بیت اللہ الحرام شاداں فرحاں اپنے ایام بسر کرتے رہے۔ دنیوی وابستگی کے لئے صرف ایک فرزند دلبند کی ذات ستودہ صفات رہ گئی تھی۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے لختِ جگر کو ایسی استعدادات سے نوازا کہ جن کو دیکھ کر آپ اپنے تمام غموں کو بھول جاتے تھے۔

علالت

عربی کے قلمی رسالہ میں لکھا ہے "برادرِ کلاں کی وفات کے تین سال بعد (ان کی وفات ۱۶ ذی الحجہ ۱۲۸۷ھ مکہ مکرمہ میں ہوئی) آپ علیل ہوئے اور آپ کی علالت اتنی سخت تھی کہ دیکھنے والے آپ کی شفایابی سے نا اُمید ہو گئے تھے۔ آپ کے فرزند کریم، فاضل فخیم سیدنا و مولانا و امامنا الشیخ محی الدین ابوالخیر عبداللہ الاحمدی نہایت پریشان اور مضطرب ہوئے۔ آپ نے

اپنے فرزند ارجمند کی پریشانی کو دیکھ کر فرمایا۔ تم پریشان نہ ہو ابھی میری رحلت کا وقت نہیں آیا ہے۔ یہ بات سُن کر آپ کے فرزند کو خیال ہوا کہ شاید میری تسلّی کے لئے آپ نے یہ بات فرمادی ہے۔ یا پھر مرض کی شدّت اور بُحرانی کیفیت کا اثر ہے۔ جب آپ کو اپنے لختِ جگر کے اس خیال کا علم ہوا تو آپ نے اُن سے فرمایا "میری بات تم نہیں سمجھے ہو۔ ابھی تمہارے دادا حضرت میرے پاس آئے تھے۔ میں نے ان سے عرض کی حضرت میں آپ کے پاس آنا چاہتا ہوں تو آپ نے فرمایا۔ ابھی نہیں کیونکہ تم کو ایک فرد کی تربیت ابھی کرنی ہے۔ (رسالہ کے مؤلف نے اس کے بعد لکھا ہے) ظاہر ہے کہ وہ فرد آپ کے فرزندِ کریم ہی کی ذات ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو شفا دی۔ اور آپ کئی سال حیات رہے" الخ

دیدِ قصور

ابتدا سے آپ پر دیدِ قصور غالب تھی۔ مناقبِ احمدیّہ میں لکھا ہے "حضرت والد کی وفات کے بعد آپ کو غلبۂ تواضع کی وجہ سے طالبانِ حق کو بیعت کرنے میں تردد ہوا۔ آپ نے امام الطریقہ خواجہ بہاء الدین کو خواب میں دیکھا کہ انھوں نے اپنی مبارک ٹوپی آپ کو پہنائی اور تسلّی دی۔ خدا کا فضل و کرم ہے کہ وہ اپنے حضرت والد کے طریقہ پر قائم ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ سے امید ہے۔ کہ آپ اپنے والد ماجد قدس سرہ کے قائم مقام بلکہ سجادہ نشین ثابت ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی عمر و عمل میں برکت عنایت کر کے کمال و تکمیل کے بلند ترین مرتبہ پر پہنچائے اور آپ کو فیض بخشِ جہاں کرے۔ آمین یا رب العالمین"

یہ عاجز کہتا ہے کہ آپ کو عنفوانِ شباب سے اپنی کوتاہی کا احساس ہوگیا تھا اور اس کی وجہ یہ ہوئی تھی۔ کہ آپ خورد سالی سے بیماریوں میں مبتلا رہنے کی وجہ سے اکثر حلقۂ شریفہ میں شریک ہونے سے قاصر رہے۔ آپ نے اپنی اس کوتاہی کا اپنے حضرت والد سے ذکر کیا تھا۔ انھوں نے آپ سے فرمایا تھا "اگر قدم بر قدم من خواہید رفت مثل من خواہید شد۔ آنچہ کار من بود در حق شما من آں را کردم حالا استقامتِ شما در کار است" آپ کا یہ احساس اُواخرِ عمر میں انتہا کو پہنچا۔ اور اس کا علاج آپ نے صرف اسی میں پایا کہ پروردگار جل شانہ کی عبادت میں ہمہ تن

متوجہ ہو جائیں۔ اور آپ نے یہی کیا۔ سیر الکاملین میں ہے "درخوردی ملحوظ نظر جدامجد خود حضرت شیخ ابوسعید قدس سرہ بودند۔ حضرت والد ماجد الیشان، الیشاں را در فرزندان خود بسیار دوست می داشتند و رعایت و نظر شفقت بر حال شریف آں حضرت بسیار مصروف بود" اور لکھا ہے "در آخر عمر آں قدر در مشہود خود استہلاک داشتند کہ از خویش و بیگانہ، بیگانہ گشتہ بودند و شب و روز بہ اذکار و اشغال و مراقبات و اوراد و وظائف اشتغال داشتند و تعلقات ماسوا از ساحتِ سینہ و نقوشاتِ غیر از قلبِ منور مرتفع بود۔ تحمل و بردباری و مسکنت و تواضع شیوۂ مرضیہ حضرت الیشان بود۔ بہ ہر کس کہ سخن می فرمودند شیفتۂ تقریر دلپذیر می شد۔ مَنْ اِذَا رُءُوْا ذُکِرَ اللّٰہُ۔ از سیمائے شریف چوں مہر تاباں جلوہ گر بود۔ حُبِّ دنیا و اہلہا بر ضمیر عرفاں تخمیر اثرے نہ داشت، بادشاہ و فقیر و امیر و وزیر در نظرِ شریف یکساں بود، در معاملہ بہ ہیچ کس از ینہا فرق نہ می فرمودند" الخ

انکساری

آپ کی طبیعت میں انکساری بہ درجۂ اتم تھی۔ آپ نے "انساب الطاہرین" میں اپنا ذکر ان الفاظ سے کیا ہے "محمد عمر فرزند سیوم حضرت سراج الاولیا کی تاریخ ولادت۔ احقر البشر محمد عمر۔ سے نکلتی ہے۔

آپ کا حلیہ و اخلاق

عربی قلمی رسالہ میں لکھا ہے کہ آپ معتدل القامہ، معتدل الاعضاء، معتدل المزاج تھے۔ حضرت عمہ محترمہ اور حضرت سیدی الوالد اور خاندان کے کہن سال افراد سے جنہوں نے آپ کو رامپور میں دیکھا تھا۔ جو تفصیل اس عاجز کو معلوم ہوئی ہے۔ لکھتا ہے۔

آپ کا قد میانہ تھا۔ بدن بھاری نہ تھا۔ ہجوم امراض نے نہایت کمزور کر دیا تھا۔ سر مبارک میانہ۔ زلفوں کی درازی کان کی لَو تک۔ لحیۂ مبارک بہت گھنی نہ تھی۔ درازی میں بہ اندازہ یک مشت۔ چہرۂ مبارک بیضوی آنکھیں فراخ پُر انوار، جب آپ حلقہ و توجہ سے فارغ ہوتے تھے تو آنکھ کی سپیدی پر سرخی غالب ہوتی تھی۔ ناک بلند۔ دست و پا نازک۔ شیریں کلام۔ غصہ نہایت کم۔ البتہ اگر غصہ آجاتا تھا تو شان فاروقی کا مظاہرہ ہوتا تھا۔ گھر میں کپڑے کی ٹوپی استعمال فرماتے اور باہر سر پر دستار رہتی۔ دستار مختصر ہوتی

تھی طبیعت نفاست پسند تھی۔ آپ کا قلمدان مقط، محابہ، مقراض، مہر، مسجعہ۔ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے استعمال کی اشیار نفاست سے خالی نہ تھیں۔ آپ نے حزب البحر اور درود کبریت احمر کو مختصر تقطیع پر نہایت خوشخط لکھوایا تھا عمدہ باریک کاغذ ہے۔ پہلے صفحہ پر گول دائرہ بنالیا ہے اور اس میں۔ وظیفۂ عمر بے بدل است تحریر فرمایا ہے۔ پھر اس کی نفیس جلد مع غلاف کے جس کا رواج ترکیہ میں ہے بنوائی ہے۔ آپکی تین مہریں ہیں۔ پہلی ۱۲۶۲ھ میں بنوائی جو بہت مختصر ہے اور اس پر محمد عمر کندہ ہے دوسری مہر ۱۲۶۰ھ میں بنوائی اس پر "محمد عمر ابن احمد سعید" کندہ ہے۔ محمد عمر نیچے، ابن بیچ میں اور احمد سعید اوپر۔ یہ مہر پیتل کی ہے اور بڑی ہے۔ تیسری مہر نہایت نفیس ہے عقیق پر یہ شعر کندہ ہے۔

عمرؔ نام و فعلش ہمہ ناپسند   سگِ خانقاہِ شہ نقشبند

کتابت بہ خط نسخ ہے۔ عقیق کو چاندی کے مٹھے میں پکڑا ہے۔ اور یہ مٹھا بہت خوبصورت بنا ہوا ہے۔ غالباً ترکیہ کی ساخت ہے۔

آپ کی بیماریاں

مناقب احمدیہ کے صفحہ ۱۶۳ پر ہے کہ آپ کے مثانہ میں پتھری ہوگئی۔ اور اس کو جراح نے چیرہ دے کر نکالا۔ ایک مدت کے بعد آپ کے مثانہ میں پھر پتھری ہوگئی۔ جراحوں نے کہا کہ اب جراحی نہیں کی جاسکتی۔ یہ سن کر آپ کی والدہ صاحبہ کو نہایت ملال ہوا، انھوں نے آپ کے حضرت والد سے دعا کرنے کے واسطے نہایت عاجزی سے عرض کی۔ چنانچہ حضرت والد نے توجہات فرمائیں اور پتھری از راہِ بول خارج ہوگئی۔

آپ نے ۲۷ر جمادی الآخرہ ۱۲۹۶ھ میں ایک خط اپنے برادر زادے حضرت شاہ محمد معصوم کو لکھا ہے۔ اصل خط فارسی میں ہے جو بہت طویل ہے۔ اس میں خانگی امور کا بھی ذکر ہے۔ اس کا ایک حصہ یہ ہے "میں نے شیخ ابوالخیر کو لکھا ہے کہ رجبیہ کے بعد یہاں آجائیں (مدینہ منورہ سے) اگرچہ گرمی شدید ہے۔ اور رطب یعنی کھجوروں کے دن ہیں۔ لیکن اُن کے سبب سے قرآن مجید کے تین ختم سُنے جاتے ہیں۔ اور اہلِ ذوق و

شوق حاضر ہوتے ہیں تندکیرکے وقت تک یعنی پہلی توپ سر ہونے تک ان کی تراویح تمام ہوتی ہے، عشرۂ اخیرہ میں فقیر کی جگہ اعتکاف میں بیٹھتے ہیں۔ اُن کی وجہ سے حرم شریف کا ایک گوشہ آباد ہوتا ہے۔ یہ فقیر بالکل بیکار ہو گیا ہے۔ نماز فرض اور وہ بھی بہ دقت کھڑے ہوکر پڑھتا ہوں کمر کے ناسور، وجعِ مفاصل اور ضعف دماغ کی وجہ سے بہ دقت دو وقت حرم شریف میں حاضر ہوتا ہوں اور یہ بھی شیخ ابوالخیر کے سفر کرنے کی وجہ سے ورنہ انھوں نے فقیر کا تمام بوجھ اٹھالیا ہے۔ میں تو خانہ نشین اور صاحبِ فراش ہوگیا ہوں شیخ مظہر کا حال بھی اسی کے قریب شیخ ابوالخیر نے لکھا ہے۔ کہ دسویں پندرہویں دن اُن کو بخار عود کر آتا ہے اور وہ پھر ضعیف ہو جاتے ہیں۔ غرض ہماری عمریں آخر کو پہنچی ہیں۔ اللہ تعالیٰ تم دونوں کو سلامت با کرامت اور شریعت پر مستقیم رکھے۔ تم دونوں سے طریقۂ شریفہ کو رواج دے۔ تم دونوں کا وجود بقیۂ سلف ہے۔ سَلَّمَکُمَا رَبُّکُمَا۔" آپ کے اس مکتوب گرامی سے ناسور کا پتہ چلا۔ عربی کے قلمی رسالہ میں ہے کہ سات سال سے آپ کو ایک مرض لاحق تھا۔ کبھی اس میں تخفیف ہوتی تھی اور کبھی شدت۔ غالباً اس مرض سے مراد ناسور ہوگا۔ حضرت عمۂ محترمہ نے فرمایا تھا کہ آپ کے سر میں درد ہوا کرتا تھا۔

حلقۂ احباب مولانا رحمت اللہ کیرانوی۔ مولانا سید حبیب الرحمان کاظمی ردولوی مولانا عبدالحق الہ آبادی خلیفہ حضرت شاہ عبدالغنی اور مولانا حاجی امداد اللہ سے آپ کے خصوصی مراسم تھے۔ ان حضرات کا اجتماع ہوا کرتا تھا۔ اور یہ حضرات اپنا تازہ کلام ایک دوسرے کو سنایا کرتے تھے۔ اس بزم صفا کیشاں میں حضرت سیدی الوالد شمعِ محفل تھے۔ ایک دن آپ نے فرمایا کہ ہم نے اپنی ایک غزل پڑھی جب یہ شعر پڑھا۔

رُدے انور پہ نمو ہے خط کا ابر میں ماہ نہاں ہوتا ہے

تو حاجی صاحب کو بہت لطف آیا۔

ایک دن آپ حرم شریف میں تھے مولانا محمد سکندر رحاصل خالص پوری خلیفۂ مولانا سید عبدالسلام ہسوی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور التماس دعا کی۔ آپ نے

فی البدیہہ یہ شعر پڑھا۔

سکندر یکے از غلامانِ تست بکن رحم بروے کہ شایانِ تست

سفرِ ہند
آپ کا قیام مکہ مکرمہ میں اواخر ۱۲۷۷ھ سے اوائل ۱۲۹۶ھ تک رہا۔ حضرت سیدی الوالد نے فرمایا ہے ؎

وہ رہے قاسمِ فیضِ اقدس حرم کعبہ میں انیس برس

بارہ سو ستتر کے اوائل میں آپ نے ہندوستان کا قصد کیا تاکہ اپنے فرزند گرامی قدر کا نکاح اپنے برادر کلاں کی پوتی السیدہ عارفہ سے کردیں۔ یہ رشتہ آپ ہی نے تجویز کیا تھا صرف اس رشتہ کی وجہ سے حضرت سیدی الوالد کی شادی میں چند سال کی تاخیر ہوئی۔ اس رشتہ کی وجہ یہ ہوئی۔ کہ آپ کو اپنے بڑے بھائی کے فرزند شاہ محمد معصوم اور اپنے چھوٹے بھائی کی دختر محترمہ امۃ الجمیل سے بہت محبت تھی۔ جب یہ دونوں رشتۂ ازدواج میں منسلک ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو عارفہ عنایت کی۔ تو آپ نے اُسی وقت اپنے حضرت برادر کلاں اور برادر خورد سے فرمادیا۔ کہ اس بچی کو میں اپنے فرزند دلبند کے واسطے طلب کرتا ہوں حضرت سیدی الوالد کی عمر اس وقت بارہ سال کی تھی۔ دونوں بھائیوں نے آپ سے فرمایا کہ بچی آپکی ہے ہم کو کوئی عذر نہیں۔

آپکے برادر کلاں کی وفات ذی الحجہ ۱۲۸۴ھ میں ہوئی۔ والی رامپور نواب کلب علی خاں ۱۲۷۳ھ میں آپ سے بیعت ہوئے تھے حضرت کی وفات کے بعد نواب صاحب نے اپنے مرشد زادے شاہ محمد معصوم کو رامپور بلایا۔ چنانچہ وہ ۱۲۹۱ھ میں تنہا رامپور آگئے۔ اور وہاں انھوں نے دو نکاح کیئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو اولاد عنایت کی۔ محترمہ امۃ الجمیل اپنی دختر کے ساتھ اپنے حضرت والد کے پاس رہیں۔ آپ نے جب اپنے فرزند کے نکاح کا قصد فرمایا تو آپ نے اپنے برادر زادے کو لکھا کہ آکر یہ کام کرلو۔ ممکن ہے کہ وہ اپنے عمِ محترم کی طلب پر حرمین شریفین چلے جاتے لیکن نواب کلب علی خاں کی بڑی تمنا تھی کہ حضرت جدامجد کچھ دن کے واسطے رامپور تشریف لائیں۔ لہٰذا وہ اپنے مرشد زادے سے کہتے رہے کہ کسی طرح اپنے حضرت عم کو رامپور بلالیں۔

مدینہ منورہ سے آپ کے برادر خورد اور اُن کی صاحبزادی نے آپ کو مکہ مکرمہ خطوط لکھے کہ عارفہ بالغ ہے لہٰذا آپ یہاں تشریف لے آئیں اور اپنے فرزند کا نکاح کردیں۔ چونکہ آپ کو

اپنے برادر زادے سے محبت تھی اس لئے آپ نے اُن کی خواہش کو پورا کیا اور خیر سے ہندوستان کو اپنے فرزند و برادر زادی اور ان کی دختر اور کرامت النساء کو لے کر روانہ ہوئے۔

عربی قلمی رسالہ کے مؤلف آپ کی خدمت میں تھے وہ لکھتے ہیں :۔ "بہ حکم قضا و قدر ۱۲۹۷ھ میں ہندوستان آپ کے مبارک قدوم سے مشرف ہوا۔ آپ میمن جماعت کے ساتھ مع متعلقین مکہ مکرمہ سے روانہ ہوئے۔ جدہ سے سمندری سفر شروع ہوا۔ آپ پر ایک دن اور ایک رات استغراقی کیفیت طاری رہی۔ آپ کو اس عرصہ میں کسی بات کی خبر نہ تھی، نہ گرمی کی، نہ ازدحام کی اور نہ سمندری سفر کے اثرات کی، حالانکہ تمام مسافروں کو دَوَرانِ سر اور قے کی تکلیف تھی اور خاص کر مستورات کو تکلیف زیادہ تھی۔ جب آپ کے رفقاء کی تکلیف حد سے بڑھ گئی تو بعض مریدوں نے آپ کو مطلع کیا۔ آپ اُن کی بات سن کر مُراقب ہوئے۔ تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ جہاز کا انگریز کپتان آیا۔ وہ انگریزی میں کچھ کہہ رہا تھا۔ کوئی اس کی بات نہیں سمجھا۔ چونکہ وہ بار بار حضرت کا لفظ کہہ رہا تھا۔ اس لئے آپ کے مریدوں کو خیال ہوا کہ وہ آپ کو دریافت کر رہا ہے۔ چنانچہ وہ اس کو آپ کی خدمت میں لائے۔ جب اس نے آپ کو دیکھا تو اپنی ٹوپی اتار دی اور ترجمان کو بلوا کر آپ سے کہا کہ وہ آپ کے واسطے الگ جگہ کا بندوبست کر رہا ہے۔ چنانچہ اس نے تختوں اور لکڑیوں کے مخزن کو خالی کرایا اور صاف کر کے آپ کو اور آپ کے مریدوں کو اس میں ٹھیرایا اور مستورات کے واسطے دوسری جگہ کا بندوبست کیا۔ جب تک سفر جاری رہا، ہر روز کپتان ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا۔ اور آپ کے سامنے تقریباً نصف ساعت برہنہ سر کھڑا رہتا تھا۔ جب جہاز کلکتہ پہنچا تو وہ آپ کو اپنے خصوصی کمرہ میں لے گیا۔ اور وہاں نصف ساعت تنہائی میں آپ سے ملا۔ آپ کے مریدوں میں سے بعض نے کہا۔ کیا عجب کہ وہ مسلمان ہو گیا ہو لیکن آپ سے بوجہ آپ کی ہیبت کے کوئی دریافت نہ کر سکا۔"

حضرت عمہ محترمہ نے فرمایا کہ کلکتہ میں تقریباً چالیس دن آپ کا قیام رہا۔ رامپور سے آپ کے برادر زادے آپ کے لینے کے واسطے کلکتہ پہنچے تھے۔ کلکتہ سے مرادآباد تک ریل کا سفر رہا۔ ریل کا ایک ڈبہ مخصوص کرالیا تھا۔ اس میں دو پلنگ نیچے اور دو اوپر تھے۔

ایک طرف نیچے کے پلنگ پر تمہارے دادا اور اس کے اوپر تمہارے والد اور دوسری طرف نیچے میں اور اوپر میری بیٹی اور چوں کہ میری بیٹی کی شادی تمہارے والد سے ہونے والی تھی اس لئے بیچ میں پردہ ڈال لیا تھا۔

عربی کے قلمی رسالے میں ہے۔ جب کلکتہ والے آپ کی زیارت سے مشرف ہو چکے تو آپ ریل کے ذریعہ رامپور کو روانہ ہوئے۔ سبحان اللہ راستہ بھر کیا کیفیت رہی جس اسٹیشن پر بھی ریل ٹھہرتی تھی لوگوں کا ہجوم ہوتا تھا اگر آپ کے پاس کی کھڑکی کھلی ہوتی تھی تو لوگ پروانہ وار آپ کی دست بوسی کے لئے گرتے تھے۔ اُن کی تمنا یہ ہوتی تھی کہ وہ آپ کے مبارک بدن کو چھو لیں۔ اور اگر آپ کے پاس کی کھڑکی بند ہوتی تھی تو اس سے متصل کھڑکی سے آپ کے فرزند اپنا مبارک ہاتھ نکال کر لوگوں سے مصافحہ کر لیا کرتے تھے۔ سارا سفر اسی کیفیت سے گزرا۔ رامپور پر نواب صاحب نے آپ کا شاہانہ استقبال کیا۔ اور بہایت تکریم و تعظیم کے ساتھ آپ کو آپ کے قیام فرمانے کے مکان تک لے گئے۔ الخ

نواب صاحب نے نواب احمد یار خاں کا محل آپ کے اور آپ کے متعلقین کے قیام کے واسطے تجویز کیا تھا۔ چنانچہ آپ کے متعلقین نے اس محل میں قیام کیا۔ لیکن آپ نے اپنے واسطے اُس مسجد شریف کا انتخاب فرمایا جو کہ اس محل کے قریب تھی۔ جب تک آپ حیات رہے مسجد شریف کے حجرہ میں قیام پذیر رہے۔ اُسی حجرہ میں آپ نے صدائے "یَا اَیَّتُہَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ" سُنی۔ اور اسی حجرہ میں آپ نے اپنی جان جان آفریں کے سپرد کی۔ رحمۃ اللہ و رضی عنہ۔

حرم کی یاد

آپ نے اپنے برادر زادے کی خوشی پوری کی۔ ان کی اہلیہ و دختر اور اپنے پسر کو باوجود نقاہت و گوناگوں امراض کے، لے کر رامپور تشریف لائے۔ لیکن یہ آنا آپ کی تکالیف میں اضافہ کا سبب ہوا۔ آپ کے امراض میں شدت ہوئی اور آپ بالکل صاحبِ فراش ہو گئے۔ ان تکالیف کے ساتھ ساتھ آپ کو حرم محترم کی یاد تڑپانے لگی۔ آپ نے دورانِ قیامِ حرم میں ایک مناجات نظم کی ہے۔ اس میں فرماتے ہیں۔

مدینے میں مدفن ہو میرا الٰہی — مجھے پاس رکھ لے مرے پیشوا کے
الٰہی تو جنت دے سب مومنوں کو — پڑھا جس نے کلمہ ہو تصدیق لا کے
مجھے کافرستاں سے تو نے نکالا — رکھا پھر حرم میں عنایت سے لا کے
اب امید یہ ہے کہ فردوس میں بھی — عمرؔ زیر سایہ رہے مصطفا کے

نواب کلب علی خاں رحمہ اللہ نے اگرچہ دوا دارو کے سلسلہ میں پوری توجہ کی لیکن دل کی بیکلی کا وہ کیا علاج کرتے۔ دل میں اگر کسی وجہ سے مسرت اور توانائی ہوتی ہے تو ازالۂ مرض میں سہولت ہوتی ہے۔ اور جب کہ دل مہموم و محزون ہو تو مرض پوری طرح اپنا زور دکھاتا ہے۔ اندریں صورت نواب صاحب کی کوششیں کیا بار آور ہوتیں۔ بلکہ کیفیت یہ تھی۔

مریضِ عشق پر رحمت خدا کی — مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

آپ نے اس دوران میں جو غزل کہی ہے وہ حقیقت حال کو بتا رہی ہے فرماتے ہیں ؎

ترے کوچہ کی دل کو اب جستجو ہے — گلستاں کی بلبل کو پھر آرزو ہے
جبیں آستاں پر رکھوں اس کے کیونکر — کیا میں نے کب خون دل سے وضو ہے
ہوا سرخیٔ رنگ گل سے ہویدا — پیا اس نے بلبل کے دل کا لہو ہے
دم سیر سایہ کہیں پڑ گیا ہے — جو تیرے پسینے کی سی گل میں بو ہے
بتا اپنے قاصد کو میں کیا بتاؤں — خبر کیا کہاں منزل ماہرو ہے
خبر کر دو مستقیان حرم کو — مری چشم تر سے رواں آب جو ہے
رگ جاں سے تو گرچہ نزدیک تر ہے — مگر مجھ کو پھر تیری ہی جستجو ہے
ترے ہونے سے میں ہوں اور مجھ سے تو ہے — جو تو ہے تو میں ہوں جو میں ہوں تو تو ہے
ستم میں بھی اس کے مزا ہے کرم کا — مجھے ہر طرح سے پسند اس کی خو ہے
سعید جہاں سے ملے سارے مطلب — عمرؔ اب نہیں دل میں کچھ آرزو ہے

آپ نے پہلے شعر میں اپنی تڑپ کا اظہار کیا ہے۔ اور دوسرے شعر میں دید قصور کا غلبہ ہوا ہے۔ اور آپ اس مضمون کا بیان کر رہے ہیں۔ جس کو فارسی میں آپ نے اس طرح ادا کیا ہے۔ ؎

شدہ تو مسخ و بیجاں بنشیں بہ قربِ انساں | کہ رود بہ فیضِ یزداں بہ تنِ تو جانِ ایماں
بکن اقتباسِ عرفاں کہ شوی تو قابلِ آں | تو غریقِ بحرِ عصیاں چہ روی بہ کوے جاناں

سگِ تر شدہ بہ باراں بہ حرم چہ کار دارد

تو یں شعر میں اعلیٰ مقامِ رضا کا بیان ہے کہ۔ ہر چہ از دوست می رَوَد نیکو است آپ کی معارف سے بھرپور اس غزل پر مولانا سلامت اللہ ابوذ کار اسلام پوری خلیفۂ حضرت مولانا ارشاد حسین نے خمسہ کہا ہے۔ اس کے اکتیس ۳۱ بند ہیں۔ دو ۲ بند درج ذیل ہیں۔

اِذَا جَاءَ کا حق سے مژدہ تھا ان کو | بیاں اس میں اور رنج و غم دوستوں کو
کہا کھول کر صاف رازِ خفی کو | خبر کردو مستقیانِ حرم کو

مری چشم تر سے رواں آب جو ہے

ہے طاعت میں شرط طہارت مقرر | نہ ہو شرط یہ جس کسی کو میسّر
تو کس طرح سجدہ کے لائق ہو وہ سر | جبیں آستاں پر رکھوں اس سے کیونکر

کیا میں نے کب خون دل سے وضو ہے

مکاتیب شریفہ

آپ کے فرزند گرامی قدر ۱۲۹۶ھ میں مدینہ منورہ تشریف لے گئے تھے۔ اس وقت آپ نے جو خطوط ارسال فرمائے ہیں۔ ان کی ابتدا اس طرح سے ہے۔ ایک خط کی ابتدا۔ اعزی ارشدی قرۃ عینی۔ سے اور دو کی "اعزی ارشدی قرۃ عینی ثمرۃ فوادی" اور چودہ کی۔ فرزندی اعزی قرۃ عینی ثمرۃ فوادی۔" ان خطوط میں آپ نے حضرت سیدی الوالد قدس سرہ کی بعض باتوں کا جواب دیا ہے۔ اور کچھ نصائح تحریر فرمائے ہیں۔ یہ عاجز ان کو بیان کرتا ہے۔

(۱) جدہ سے حضرت سید الوالد نے لکھا کہ بازار کی ظلمت کی وجہ سے مسجد شریف نہیں جاتا اور گھر میں نماز پڑھتا ہوں۔ آپ نے تحریر فرمایا" بازاروں کی ظلمت کی وجہ سے گھر میں نماز پڑھنی ہمارے حضرات کا معمول نہیں ہے۔ اگرچہ بہ جماعت نماز پڑھی جائے۔

(۲) صبح و شام "کبریت احمر" کا پڑھنا فقیر کا معمول ہے اور جمعہ کے دن جمعہ کی نماز کے بعد بھی۔ شما ہم اختیار کنید۔

(۳) اللہ معکم اینما کنتم ھو الناصر والحافظ والمعین والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ (ترجمہ) تم جہاں بھی رہو اللہ تمہارے ساتھ رہے۔ نُصرت دینے والا، حفاظت اور مدد کرنے والا وہی ہے اور تم پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت اور برکتیں ہوں۔

(۴) مراقبہ میں تمہارا مقام ولایتِ کُبریٰ ہے۔ صبح اور شام ایک بجے (عربی وقت) کے بعد تقریباً ڈیڑھ بجے تک تمام یارانِ طریقت سے پہلے تم کو توجہ دی جاتی ہے اور پھر دوسروں کو۔ اکثر اوقات تمہارا خیال اپنے مراقبہ پر ہونا چاہیئے، رات دن۔ بلکہ بعض اوقات بخیالِ ذوق عالمِ امر کے لطائف میں سے کسی لطیفہ کا مراقبہ گھڑی آدھ گھڑی کرنے میں مضائقہ نہیں۔ یہ مراقبہ فرحت میں اضافہ کرتا ہے۔ پروردگار ہم کو اور تم کو اپنی نظرِ عنایت سے نوازے۔ بجاہِ خاتم الرسالۃ علیہ وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات اتمہا واکملہا۔ ۶ ماہ میلاد پنجشنبہ ۱۲۹۶ھ

(۵) لوگوں کی وعدہ خلافی سے رنجیدہ نہ ہو۔ ہر کام کے لئے ایک وقت معین ہے۔ اس میں کسی تبدل اور تغیر کو دخل نہیں ہے۔ حق سبحانہ تعالیٰ انجام کار بخیر فرمائے۔ بحرمۃ حبیبہ صلی اللہ علیہ وسلم والسلام

(۶) مشائخ رضی اللہ عنہم کے اذکار واشغال میں مشغول رہو جہاں بھی رہو۔

اوقات ہمان است کہ با یار بسر رفت ۔۔۔ باقی ہمہ بے حاصلی وبے خبری بود

سورۂ یاسین بھی ہمارے حضرات کا معمول ہے اور حاجت روائی کے لئے نہایت مفید ہے۔ اقل درجہ رات اور دن میں ایک ایک مرتبہ اور زیادہ جتنا کرو اُتنا ہی زیادہ فائدہ مند ہے۔

(۷) بلدۂ طیبہ کے لوگوں نے بوجہ طبع کرانے فیروز آبادی کی کتاب کے جیون بیگ اور فضل اللہ پر بہت شورش کی اور مولوی رحمت اللہ نے نہایت زجر کرکے کتابوں کے اخراج کا حکم دیا۔ اور حاجی صاحب (یعنی حاجی امداد اللہ صاحب) بیچ میں پڑے ورنہ فساد زیادہ ہوتا۔ جمعہ ۱۳ ربیع میلاد (یعنی ۱۳ ربیع الاول ۱۲۹۶ھ)

(۸) فرزندی اعزی قرۃ عینی ثمرۃ فوادی سلمہ ربہ تعالیٰ شانہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ حمد ہے اللہ سبحانہ کی تمہاری سلامتی اور تمہاری عافیت پر۔ تمہاری بیمار بخش

پر تعجب ہے۔ ابھی تو میں تم کو سفر میں شمار نہیں کرتا۔ گویا کہ تم گھر میں ہو اور اگر سفر میں تکلیف نہ ہوتی تو نماز میں قصر کیوں ہوتا۔ ہر چیز اپنے وقت پر موقوف ہے۔ اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ وہ اسی چیز کا حکم کرتا ہے جس کا ارادہ کرتا ہے۔ عربی مولد جو حکیم عظیم آبادی نے بھیجا تھا کہاں ہے۔ اس کو کرامت پڑھتی ہے۔

(۹) السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ بھلائی اسی میں ہے جو اللہ نے کیا۔ بلدِ طیبہ کی زیارت اور قبلۂ اعظم کی عتبہ بوسی مبارک ہو۔ تم اپنے اخروی کام میں مشغول رہو۔ دنیوی کام ضمناً اپنے وقت پر خود بخود انجام پائیں گے۔ اگر اپنے دل میں وہاں کے رہنے میں جمعیت پاؤ تو اقامت کرو۔ کیونکہ کل کی خبر نہیں ہے کہ کیا ہونے والا ہے۔ رات دن مواجہہ شریف اور اپنے دادا کے مزارِ پُر انوار اور عم بزرگوار کی صحبت سے فیض حاصل کرنے میں سرگرم رہو۔ اور اگر طوافِ بیت اللہ اور میری اور یارانِ طریقہ و سلسلہ کی ملاقات کی طرف دل مائل ہو تو یہاں آجاؤ۔ اور درس و تدریس اور ذکر و اذکار میں اپنا وقت خرچ کرو۔ یہاں کے لوگ تمہارے منتظر ہیں۔ اس فقیر کا حوصلہ کہاں ہے کہ میاں معصوم کے لینے کو ہندوستان اس ضعف اور بیماریوں میں جائے۔ بہت ہمت کر کے حرم شریف دو بار اور کبھی ایک بار جانا ہوتا ہے۔ اور وہ بھی سر کے درد اور جوڑوں میں درد کی وجہ سے کسی دن رہ جاتا ہے۔ البتہ خط لکھ لیتا ہوں۔ شنبہ ۱۱ جمادی الاولیٰ ۱۲۹۶ھ۔

اپنے فرزند کی تعریف

آپ نے اپنے برادر زادے شاہ محمد معصوم رحمہ اللہ کو تحریر فرمایا ہے۔ آپ کا خط فارسی میں ہے۔

(۱۰) اپنے ختم اور حلقہ کا حال لکھو۔ اگر ایک گھڑی دن میں ایک گھڑی رات میں، اس کا شغل رکھو گے تو باطن کو فیوض و برکات کا نقصان نہیں پہنچے گا۔ یہاں شیخ ابوالخیر سے طالبوں کو بہت فائدہ قلیل مدت میں میسر ہوتا ہے۔ وہ اپنے کام ہی سرگرم ہیں۔ دونوں وقت حلقہ اور مراقبہ کرتے ہیں۔ مکہ معظمہ میں بھی اور مدینہ منورہ میں بھی۔

بارک اللہ فی ما اعطاکما وسلمکما ربکما وجعلکما للمتقین اماماً بحرمۃ سید الاولین والآخرین۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ اجمعین۔

اس خط کا کچھ حصہ پہلے نقل کیا جاچکا ہے۔ اسی خط میں یہ بھی تحریر فرمایا ہے۔
(شیخ ابوالخیر نے) شریف عبداللہ کے ساتھ مکہ مکرمہ جانے کا ارادہ کیا لیکن استخارہ مسنونہ میں اجازت نہ ملی اور اشرف الخلائق صلی اللہ علیہ وسلم کے فیوضات اور برکات اور عنایات مدینہ طیبہ سے جانے نہیں دیتیں۔ الحق کہ راستہ میں بدوان نے رعب کے بادیہ نشین لوگوں نے شریف کے ساتھ جنگ وجدال کیا جس میں چند فوجی، تین اونٹ، ایک گھوڑا اور شریف کا گدھا قتل ہو رضائع ہوئے۔

فرزند عالی قدر کو وصیّت

حضرت عمہ محترمہ نے فرمایا کہ تمہارے والد کو ان کی نصیحت تھی کہ حضرات کرام کے طریقہ پر قائم رہو۔ رحلت فرمانے سے پہلے آپ نے اُن کو کہا: "کلکتہ میں ایک میمن نے دو ہزار روپیہ نذرانہ دیا تھا۔ وہ روپیہ میں نے امانت اسی کے پاس رکھ دیا ہے۔ یہ روپیہ تم لے کر کرامت النساء کی شادی پر خرچ کر دینا۔ تمہارا حافظ و ناصر پروردگار ہے۔"

بجز اس رقم کے جو کلکتہ میں نذر پیش کرنے والے کے پاس امانت رکھی تھی۔ دنیوی مال و متاع سے آپ خالی ہاتھ تھے۔ آپ کی میراث علم دین کی کچھ کتابیں تھیں یا وہ نسبت شریفہ تھی جس سے آپ کا مبارک سینہ بھرا ہوا تھا اور یہ دونوں چیزیں آپ نے اپنی حیات مبارکہ ہی میں اپنے فرزند گرامی قدر کو سونپ دی تھیں۔

آپ کے برادرانِ والامرتبت حضرت شاہ عبدالرشید، حضرت شاہ محمد مظہر اور آپ کے عم مکرم محدث دارالہجرہ حضرت شاہ عبدالغنی قدس اللہ اسرارہم وافاض علینا من برکاتہم نے تراثِ دینی اور علمی دولت کے ساتھ کچھ متاعِ دنیویہ بھی اپنے پس ماندگان کے واسطے چھوڑا۔ یہ حضرات بہ زبان حال فرماتے تھے۔ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ لیکن آپ نے دنیا سے بالکل روگردانی فرمائی تھی۔ اور وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ۔ آپ کے حسب حال تھا۔ جیسا کہ آپ فرماتے ہیں۔

جز لقائے حبیب در عالم	خستہ دل را چہ مدعا باشد
خوبی عافیت از و پرسید	کہ در آلام مبتلا باشد

اہلِ حرفہ بہ کسب دار و ناز　　کارِ درویش بر خدا باشد

آپ کی دنیوی حالت۔ وکان رزقہ کفافاً فصبر علی ذلک۔ الحدیث۔ کی مظہر ہے۔ ایامِ آخر میں کسی مخلص نے دو ہزار کی رقم آپ کو پیش کی۔ وہ بھی آپ نے اُسی کے پاس رہنے دی اور وہ کرامت النسار کے لئے مخصوص کردی۔ لِکُلٍّ وِجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا۔ رحمھم اللہ ورضی عنھم۔

الوصال والتدفین

آخر وہ گھڑی بھی آگئی جس کا انتظار بڑی شدت سے آپ کو تھا۔ اگرچہ رامپور میں آپ کی آمد عارضی طور پر کچھ وقت کے لئے ہوئی تھی تاکہ فرزند گرامی قدر کا گھر آباد ہو اور گھر میں بہو آجائے لیکن رامپور پہنچنے پر امراضِ جسمانی نے پوری طرح ہجوم کرلیا۔ اور صباحِ یک شنبہ دوم محرم ۱۲۹۸ھ کو آپ نے نویدِ یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربکِ راضیۃً مرضیۃً۔ سنی۔ اور

علی الصباح چو مردم بہ کاروبار روند　　بلاکشانِ محبت بہ کوے یار روند

آپ نے متاعِ جاں سپردِ جاناں کی اور حجرۂ مسجد شریف سے حضرت حافظ شاہ جمال اللہ کے حظیرہ میں منتقل ہوئے۔ جنازہ کی نماز حضرت مولانا ارشاد حسین مجددی نے پڑھائی جو کہ آپ کے پدر بزرگوار کے خلیفہ تھے۔ آپ کی قبر، حضرت شاہ جمال اللہ کے گنبد سے ایک قبر کے فاصلہ سے، چبوترہ کے اوپر جانب غرب بنائی گئی۔ اور ایک قبر کا فصل نواب کلب علی خاں کے ایما پر ہوا۔ وہ جگہ انھوں نے اپنے واسطے تجویز کی اور چند سال بعد وہی جگہ اُن کی قبر ہوئی۔

اے خوشا مردے کہ باشد خاکِ او　　در حریمِ دوستانِ کردگار

آپ کی تربت مبارکہ مہبطِ انوارِ الٰہیہ بنی ہوئی ہے۔ جو بھی حاضر ہوتا ہے مستفید ہوتا ہے۔ جو شفقت مخلصین پر اپنی حیات میں فرماتے تھے وہی کیفیت اب بھی زائرین کے ساتھ ہے۔ آپ عیسوی المشرب تھے اور اس مشرب کا اثر ظاہر و باہر ہے۔ حضرت سیدی الوالد نے مولانا سید عبدالسلام ہسوی کو اُن دنوں ایک خط لکھا ہے۔ حضرت سید صاحب آپ کے جدِّ بزرگوار کے خلیفہ تھے۔ یہ خط جناب سید ابوالحسن علی ندوی صاحب

کے پاس محفوظ ہے سو آپ نے اس کی نقل عاجز کو دی ہے۔ اس خط میں سیدی الوالد نے لکھا ہے "بعد وفات شریف عنایتہا و نوازشہا بیش از ایام حیات مشہود اند" یعنی آپ کی نوازشیں اور عنایات بہ نسبت ایامِ حیات، اب بعد وفات زیادہ نظر آ رہی ہیں۔ رَحِمَہُ اللّٰہُ وَ عَطَّرَ ضَرِیْحَہٗ۔

شاہ محمد مظہر کو خط

حضرت سیدی الوالد نے اس حادثۂ جانکاہ کے بعد اپنے مشفق اور مہربان چھوٹے چچا حضرت شاہ محمد مظہر کو ایک خط لکھا ہے کسی نے صرف ابتدائی حصہ نقل کیا ہے۔ چوں کہ اس حصہ سے آپ کی کیفیت کا کچھ اندازہ ہو رہا ہے۔ اس لئے یہ عاجز نقل کرتا ہے:" بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط بہ خدمت شریف جناب عموی صاحب مخدوم مکرم قبلہ و کعبۂ اعظم۔

دل بہ چاہِ ذقن افتاد حریفاں مددے ؎ یوسفم گم شدہ ارواحِ عزیزاں مددے
بلے چو فضل الٰہی طبیب من گردد۔ اھ۔

قطعات تاریخ

حافظ محمد یعقوب صاحب مجددی پانی پتی رحمہ اللہ اُن دنوں رامپور میں تھے۔ جو تاریخیں آپ کے ارتحال پر کہی گئی تھیں وہ انھوں نے لکھ لی تھیں اور اس عاجز کو اُن کی نقل دی سو ان میں سے بعض تاریخیں نقل کیجاتی ہیں

حضرت سیدی الوالد گفتہ

جنابِ شاہ محمد عمر شہِ عرفاں ؎ کہ مرشدِ حرم و ہادیِ طریقت بود
دُوُم زماہِ محرّم صباحِ یکشنبہ ؎ وداعِ خلق و لقائے حق اختیار نمود
برائے سالِ وصالش بہ خیر گفت "عُمر ؎ مکینِ مَقعدِ صدقست" ہاتفِ مسعود

ایضاً گفتہ

محمد عمر آسماں پایگاہ ؎ منوّر ز خاکِ درش مہر و ماہ
مُؤدّب بہ آدابِ ختم رُسُل ؎ مہذّب بہ اوصافِ مردانِ راہ
شہِ اَلف را بود لختِ جگر ؎ ہم احرار را بود نورِ نگاہ
ز فوتش نہ گریہ چرا عالمے ؎ کہ غوثِ زماں بود بے اشتباہ
زماہِ شہادت محرّم لقب ؎ دُوُم بود و یکشنبہ و صبح گاہ

بکن ماتم اے نسبتِ احمدی　　کزیں خاکداں مونست رفت آہ
بیا معرفت گریہ کن بر سرش　　کہ فرقِ تو زیں مرگ شد بے کلاہ
کجائی کجا روحِ پاکِ سعید　　کہ فرزندِ تو رفت نزدِ الٰہ
مگر گشتہ شد شمعِ دیں کز غمش　　زماہی است ماتم کناں تا بہ ماہ
گلے بود در گلشنِ معرفت　　کہ پژمرد از صرصرِ دہر آہ
خدا را کن اے نورِ چشمِ سعید　　بہ حالِ منِ خستہ دل یک نگاہ
کہ مستِ نگاہِ خدا بینِ تو　　نہ سنجد نگینِ سلیماں بہ کاہ
هَلُمُّوا اَحِبَّایَ نَنْظُرْ اِلیٰ　　ضَرِیحٍ کَرِیمٍ وَمَا قَدْ حَوَاہ
مِنْ اَنْوَارِ اَحْمَدَ خَیْرِ الْوَرٰی　　وَصِدِّیْقِهٖ وَکَذَا مُرْتَضَاہ
وَاَسْرَارِ مَنْ جَدَّدَ الْاَلْفَ اِذْ　　بِهِمْ وَبِاَصْحَابِهِمْ مُنْتَمَاہ
بِنَفْسِی فَدَیْتُکَ مِنْ مَدْفَنٍ　　وَمَنْ حَلَّ فِی الْقَبْرِ رُوْحِی فِدَاہ
بگو خیر تاریخ ایں صدمہ ـ ہائے　　بمرد ند شاہِ حقیقت پناہ

منشی امیر مینائی گفتہ

چوں محمد را کنی ضم با عمر پیدا شود　　نامِ آں شاہے کہ حق در فقر او را شاہ کرد
مصرعِ سالِ وفاتش ریختہ از طبعِ امیر　　اللہ اللہ کردنش اینک فنا فی اللہ کرد

مولوی محمد سعید عظیم آبادی گفتہ

آں کہ نامِ نامیش باشد محمد با عمر　　وارثِ علمِ نبی شیخ مکرم آہ آہ
کرد رحلت زیں جہاں سوئے بہشت جاوداں　　دیدہا شد پُر نم و دلہا پُر از غم آہ آہ
مصرعِ تاریخ شد حادی بہ روز و ماہ و سال　　یومِ یکشنبہ دوم شہرِ محرم آہ آہ

جلال لکھنوی گفتہ

یک بزرگے بد ملائک صورت و قدسی صفات　　کز غمِ او سینۂ قدوسیاں ہم شق شدہ
مصرعِ سالِ وفاتش گفت ہاتف از جلال　　جاں بحق تسلیم وے الحق بہ یادِ حق شدہ

شاہ محمد معصوم گفتہ

جناب محمد عمر عمّ اکبر | زفوتش شکستہ دلم شد جگر ہم
ہمہ خلق در گریہ مصروف گشتند | زمین و سماء و نجوم و قمر ہم
چو معصوم گفتہ بہ رضواں چہ گوئی | بہ تاریخ آں شیخ جنّ و بشر ہم
اَلَم را زسر دور کردہ بفرمود | بجنّات باشد مقامِ عُمر ہم

حضرت شاہ محمد معصومؒ نے اردو قطعہ بھی پانچ شعر کا کہا ہے اور (رضی اللہ الولی عنہ) اور (افسوس فتاد برج عرفاں) سے بھی تاریخ نکالی ہے۔ لیکن۔ افسوس فتاد برج عرفان۔ کے لاجواب مادہ کو نظم نہیں فرمایا۔ مولوی حبیب الرحمٰن مجددی نے دو شعر کا تاریخی قطعہ اردو میں کہا ہے اور۔ عَاشَ جَوَادًا وَسَعِيدًا اَمَاتَ شَهِيدًا۔ اور۔ وَقَدْ سَقَاهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُورًا۔ سے بھی تاریخ نکالی ہے۔ لیکن وقد سقاہم سے فصلی تاریخ ۱۲۸۸ سنہ نکالی ہے۔ اس عاجز نے۔ بحمد اللہ سقاہم ربہم شرابا طہورا۔ سے ہجری تاریخ ۱۲۹۸ سنہ نکالی ہے۔ مولوی منصور علی رامپوری نے تین شعر کا قطعہ فارسی کہا ہے۔ اس میں سال فصلی اور سال ہجری کے تاریخی مصرعے ہیں۔ عبد الرحمٰن شاکر نے دو دو شعر کے پانچ فارسی قطعے لکھے ہیں۔ چار سے ہجری اور ایک سے فصلی سال نکلتا ہے۔

واقف گوالیاری نے حضرت سیدی الوالد کو ایک پرچہ ارسال کیا ہے اس میں یہ قطعہ تاریخ لکھا ہے۔

جب کہ بیت اللہ سے آئے عمر | نور سے روشن ہوا ہندوستاں
آفتابِ فقر و مہرِ اِتّقا | نیّرِ اسلام و فخرِ قدسیاں
شکلِ انسانی میں سِرِّ سرمدی | اور مقامِ سُبحہ میں سُبّوحیاں
عین عشرہ میں ہوئی ان کی وفات | کیوں نہ ہو آراستہ باغ جناں
یوں لکھا تاریخ میں واقف نے۔ کیا | انتقال عمر عمرِ جاوداں

اس پرچہ کی پشت پر حضرت سیدی الوالد قدس سرہ کو فارسی کے یہ تین شعر لکھے ہیں۔

مدتے شد کہ من غمزدۂ سودائی | می کشم بارِ فراق و ستم تنہائی

جرعۂ زہرِ غریبی چو شکر می نوشم — از کفِ ساقی دورِ فلکِ مینائی
یاد آر از غریبے رنجورِ بے طبیبے — از ہجر دل فگارے واز وصل بے نصیبے

حضرت سیدی الوالد نے ان تین شعروں کے نیچے تحریر فرمایا ہے "نزیل گوالیار بودہ دررامپور ہم چندے اقامت کردہ، باز بہ گوالیار رفتہ ہمانجا وفات یافت۔ رحمہ اللہ۔

آپ کی تالیفات

(۱) آپ نے اپنے حضرت والد قدس سرہ کے رسالہ" اربعہ انہار" میں سے طریقۂ نقشبندیہ مجددیہ کے اذکار و مراقبات کو مختصر رسالہ کی شکل میں بیان فرمایا ہے اور اس کا نام "الجدولُ المنتخبہ من النہر المماد من الانہار الأربعۃ" رکھا ہے۔ یہ رسالہ فارسی میں ہے۔

(۲) عربی میں نہایت مختصر رسالہ وظائف و مراقبات کے بیان میں۔

(۳) رسالہ "کنز المصلی" کو آپ نے اُردو میں نظم کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

برس بارہ سو اور اِکّانوے — سرِ سال ہجرت سے ابتک ہوئے
یہ تاریخ اصغر میں پائی تمام — رکھا فقہ اصغر رسالہ کا نام

مولانا عبدالحق الہ آبادی مہاجر مکہ و شیخ الدلائل و خلیفہ حضرت شاہ عبدالغنی نے اردو میں اس کی شرح بیت اللہ شریف کے سامنے بیٹھ کر لکھی۔ جو کہ ۱۲۹۳ھ میں پوری ہوئی ہے۔ اس کا نام" الکنز الاکبر شرح الفقہ الاصغر" ہے۔

(۴) "انساب الطاہرین" حضرت مجدد قدس سرہ کی اولاد در اولاد کے بیان میں ہے۔ چہار شنبہ ۵ ذی الحجہ ۱۲۸۴ھ سال تالیف ہے۔ یہ کتاب اُردو میں ہے۔ آپ نے اتمام کی تاریخ اس طرح کہی ہے۔

خوش نسخہ درست عمر لبعد مدتے — ایں مختصر زشرح مطوّل مجدد ست
پرسید مش چو از سن ترتیب ایں کتاب — گفتا خرد فصیل گلستان احمد ست

آپ کا ذوق سخن

آپ کو خورد سالی سے شعر و سخن کا شوق تھا۔ حکیم مومن خان مومنؔ کو اپنا کلام دکھاتے تھے۔ ۱۲۷۴ھ مطابق ۱۸۵۷ء سے پہلے جس مکان میں رہتے تھے اس کی دیواروں پر آپ کے تحریر کردہ اشعار اب تک

ثبت ہیں۔ آپ کے فارسی اور اردو کلام کا کچھ نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔

قند پارسی

دہانے کو کہ در مدحت سرایم حرف زیبا را   نمایم ہر بُنِ مُو را زبانِ صد بیاں آرا
جنونم بہ زہشیاری است اگر بیند گہے سویم   کہ دانم دوست دارد طفلِ شوخ من تماشا را
کشد بدکاریِ ما گر بہ فسق و کفر ہم یا رب   امیدِ عفو افزوں تر ز جرمِ خود بود ما را

کن خجل از جلوہ ات مہرِ جہاں افروز را   تا نیابد ہمچو شب ہر چند جوید روز را
در فغان و زاریم معذور دار اے شعلہ رو   ضبط نتواں کرد ہرگز نالۂ جاں سوز را

اے سرو قد نسریں قبا اے غنچہ لب اے گلبدن   بنما جمالِ خویشتن، سیرے کنم گلزار را
بگزار ما را بر زمیں آرام من بیتابی است   غلطم بہ خاک و خوں نہ می خواہیم ننگ و عار را
شد نیم جاں از دردِ ہجرت عاشقِ شیدائے تو   از شربتِ دیدارِ خود درماں بکن بیمار را
مسکیں عمر می گویدت للّٰہ سعید الطف کن   از من سلامے عرض فرما سیّدِ ابرار را

نیم جانم نیم جاں اے گلعذارِ من بیا   در فراقت عمر بگزشت اے نگارِ من بیا
بر سرِ یک گل تو داری نازہا اے عندلیب   ایں گلستان است جسمِ داغدارِ من بیا
کن قدم رنجہ خدارا یک دم اے عیسیٰ نفس   قُم باذنِ اللّٰہ گویاں بر مزارِ من بیا
زندہ گردم بارِ دیگر باز گردم سبزہ زار   از کرم اے ابر رحمت بر مزارِ من بیا
در غمِ دوری عمر بیچارہ افتادہ شہا   اے سعیدِ چارہ ساز و غمگسارِ من بیا

آخر شدہ عمر و بہ لب آمد نفسِ ما   صد حیف کہ از دل نہ بروں شد ہوسِ ما
گہ گریہ کنم، گاہ فغاں، گاہ دعا ہا   دیگر چہ کنم چوں نہ بود دسترسِ ما
رحمت مکُش اے بحر کہ آلودۂ ذنبم   جز اشکِ ندامت نہ برد ایں دنسِ ما
یک دیدہ نہ دیدم کہ بگرید بمنِ زار   ایں چشم نہ دارم کہ شود گریہ بسِ ما
در حرص و ہوا رفت دریغا ہمہ برباد   شد صرفِ عبادت نہ دمِ یک نفسِ ما
خواہد کہ کند سرد چراغاں ہمہ جسمم   از شمعِ سعید است عمر چوں قبسِ ما

محمد مظہرِ جانِ جہان است   محمد مصدرِ سرِّ نہان است

محمد سیدِ اولادِ آدم — محمد مفخرِ کون و مکان است
محمد قبلهٔ اہلِ حقیقت — محمد کعبهٔ صاحبدلان است
محمد تاجدارِ قابَ قوسین — محمد شہسوارِ لامکان است
بہ تعلیمِ سعیدِ پیرِ کامل — عمر نامم محمد حرزِ جان است

حسنِ روئے تو نہ از زلف نمایاں شدہ است — از تہِ ابرِ سیہ مہرِ درخشاں شدہ است
بار بار آمدہ چوں مصحفِ رومی بوسد — زلفِ کافر عجبے نیست مسلماں شدہ است
نظم کردن چہ عجب چوں عمر اصلاحِ سخن — از سعیدِ دو جہاں مظہرِ یزداں شدہ است

رونق افزا است کرامی شہِ خوباں یارب — کز قدومش دلِ پر زنگ مصفا شدہ است
باش خود یارِ خود و گوشہٴ خود گیر دِلا — یارِ غمخوار دریں دہر چو عنقا شدہ است
فرسودہ اے خارش پا، خارِ مغیلاں در پیش — باز در دل ہوسِ یثرب و بطحا شدہ است

صد بلا در گردنم بود ایں اسیری تا نہ بود — گرد آزاد از جہاں یک حلقہٴ گیسوئے دوست
کے بجز گردیدن گردِ قدش گردد طواف — کے ادا گردد نمازم بے خمِ ابروئے دوست
دوستاں من خود اسیرم حاجتِ زنجیر چیست — بس بود از بہر قیدم حلقہٴ گیسوئے دوست
در حریمِ حرمتش اظہارِ حالِ من کنید — سعی فرمائید للہ ساکنانِ کوئے دوست

اگر حسنِ روئے تو پنہاں نہ باشد — بہ گردوں گہے مہرِ تاباں نہ باشد
چناں شادم اندر خیالش کہ ہرگز — غمِ فرقت و رنجِ ہجراں نہ باشد
سکندر بود تشنہ و خضر نوشد — میسر بہ زر آبِ حیواں نہ باشد
سعیدِ ازل چوں مرا رہنما شد — عمر را چرا منزل آساں نہ باشد

من شکایت ز غیر کے گردم — ہر چہ باشد ز آشنا باشد
اہلِ حرفہ بہ کسب دارد ناز — کارِ درویش بر خدا باشد

بہار لالہ و گل را خزاں کند برباد — ہمیشہ حسن و جمالِ تو ہمچناں باشد
چہ گونہ جلوہٴ جاناں نصیبِ من گردد — کہ اشکِ دیدہٴ خونشیم حجابِ آں باشد

چہ حسن است این کہ پایانے نہ دارد — مہ و خور پیشِ آں شانے نہ دارد

متاعے بود جاں، شد نذر جاناں — دلم زیں بیش سامانے نہ دارد

بود صد گونہ سنگ بہتر ازاں دل — کہ زخم تیر مژگانے نہ دارد

بہ فراق ماہ پیکر دلم اضطرار دارد — بہ امید وصل لیکن قدرے قرار دارد

تو غریق بحر عصیاں چہ روی بہ کوئے جاناں — سگ تر شدہ بہ باراں بہ حرم چہ کار دارد

چہ عجب دلے کہ در وے نہ بود سوائے فکرش — چہ عجب کسے کہ چشمش بہ جمالِ یار باشد

بدہ ساقی چناں ساغر کہ از خود بے خبر گردم — فشانم دست از ہستی ز عقل و ہوش برگردم

زمین آسا شوم ساکن گزینم خلوت خود را — چرا ہر دم بہ رنگ چرخ نیلی فتنہ گر گردم

غلام شاہ سعیدم دگر نہ می دانم — نیاز مند و مریدم دگر نہ می دانم

ترا چو دیدم و گردِ قدِ تو گردیدم — بہ گرد کعبہ دویدم دگر نہ می دانم

ز جام نسبت تو آب و شیر و شہد و شراب — ز چار نہر چشیدم دگر نہ می دانم

غزال دشت فیوضِ مجدّدِ الفم — ز جملہ خلق رمیدم دگر نہ می دانم

ز بزم خلق گزینم چرا کنارہ عبث — چلہ چہ سود چو خلوت در انجمن بینم

سفر نشستہ نمایم بہ عالم امکان — بغیر منت پا سیر در وطن بینم

اے عمر بیعت احسان و جہادِ اکبر — از سعید ازلی قبلۂ پاکاں دارم

جلوہ مفت است چو خورشید نگر — حیف من تاب نہ دارم چہ کنم

گرچہ باشم سوے کعبہ در نماز — سجدہ ام ہر وقت باشد سوئے تو

رو عمر در خدمت پیر سعید — تا نکو گردد رذیلہ خوئے تو

از زلف مشکبویت رستم ز رنج و محنت — یابم نہ تا قیامت زیں سلسلہ رہائی

اے دل بہ جہان پنج روزہ — بیہودہ کنی تو خواب تا کے

ذوق شعر است عمر را و بہ گفتن نہ رسد

جانِ[۱] جاناں مددے مظہر یزداں مددے

---

۱ جان جاناں سے مراد حضرت میرزا مظہر ہیں اور مظہر یزداں سے آپ کے حضرت والد کیونکہ یہ ان کا تاریخی نام ہے۔

دو بند از خمسہ بر غزل حضرت میرزا مظہر قدس سرہ

فغان و زاری بلبل مرا بس زار می سازد　　فگار سینۂ لالہ مرا افگار می سازد
نگہ بر نرگس شہلا مرا سرشار می سازد　　نسیم کوے رعنایاں مرا بیکار می سازد
زبس نازک دماغم بوے گل بیمار می سازد

عمرؔ از خادمانِ تست گو حالش بود ابتر　　شدہ آلودہ دامن در خرابات جہاں اکثر
بہ جرم رندیم معذور دار اے مرشدِ رہبر　　نیاید کارے از من تا نہ گیرم جام می مظہرؔ
ہمیں مستی و بیہوشی مرا ہشیار می سازد

دو بند از خمسہ بر غزل خود حضرت الیشاں

بہ وصال مہر دانم کہ کمال ذرّہ باشد　　رخ آفتاب ہر دم بہ خیال ذرّہ باشد
بہ ہمیں طریق باید کہ وصال ذرّہ باشد　　بہ خیال مہر انور چہ مجال ذرّہ باشد
خبر آں حسین دلبر چہ زخاکسار دارد

شدۂ تو مسخ و لے جان نشیں بہ قرب انسان　　کہ رود بہ فیض یزداں بہ تن تو جانِ ایمان
بکن اقتباس عرفاں کہ شوی تو قابل آں　　تو غریق بحر عصیاں چہ روی بہ کوئے جاناں
سگ تر شدہ بہ باراں بہ حرم چہ کار دارد

نباتِ ہندی

اگرچہ لطف و کرم سے اپنے نقاب اُلٹ کر دکھائے جلوا　　پر ایسی آنکھیں کہاں سے لائے کوئی جو دیکھے جمال سلمیٰ
عمرؔ قیامت کا تجھ کو کیا ڈر سعید دوراں ہے تیرا رہبر　　رسول تیرا شفیع محشر غفور بیشک ہے تیرا مولیٰ

فکر ملنے کا کروں میں گر فراہم ہوں حواس　　اس کی زلفوں کے تصور نے پریشاں کر دیا
ہر بن مُو سے ہوا ہے سوزِ الفت شعلہ زن　　ان بتوں کے عشق نے مجھ کو چراغاں کر دیا

رکھوں گا زمیں پر نہ کبھی اپنی جبیں میں　　جب تک تری دہلیز کا پتھر نہ ملے گا
مت چھوڑ عمرؔ ساتھ سعیدِ ازلی کا　　دنیا میں پھر ایسا کوئی رہبر نہ ملے گا

گردن بھی کٹی تو بھی وہی ایک نظر تھی　　توحید کا تھا دیدۂ منصور کا سُرما
خاکِ تہ پاپوشِ سعیدِ ازلی سے　　آنکھوں میں عمرؔ کے ہے بھرا نُور کا سُرما

مُہر دہن وسیلہ ہے عزّ و وقار کا   عالم میں ہے سکوت سبب اعتبار کا
چل جانبِ مدینہ سعیدِ جہاں کے پاس   کرا اے عمؔر طواف نبی کے مزار کا

ہم نے اس محفل میں آکر کیا کیا   مفت اپنے آپ کو رسوا کیا
عمر بھر بازیچۂ اطفال میں   سانگ رنگا رنگ کے دیکھا کیا
ہو چکی مے نوشی ہمدم چل دیئے   تو تو غافل رات بھر سویا کیا
ہم پیالہ ہم نوالہ ہیں کہاں   ساتھ جن کے مدتوں کھایا کیا

جانِ جہاں سے کام ہے کیا ہے جہاں سے کام   مطلب مکیں سے ہے نہیں مجھ کو مکاں سے کام
ہرگز بھلا نہ دل سے سعیدِ ازل کا قول   کیجو عمؔر جدا نہ کبھی تو زباں سے کام

جو قسمت یاوری کرتی تو نظارا رہا کرتا   ہم اپنی آنکھ جڑ دیتے تمہارے گھر کے روزن میں
ریاضت سے دلِ پر زنگ یوں آئینہ بنتا ہے   جلا سے جس طرح صورت نظر آتی ہے آہن میں

چشم کس کام کی جو منتظرِ یار نہ ہو   کیا وہ سر ہے جو تہِ خنجرِ قاتل ہی نہیں
رونق افزائی سے ہوتا ہے تری گھر روشن   تجھ سے خالی ہو جو محفل تو وہ محفل ہی نہیں

فلک تک اسی کا ہوا بول بالا   جسے خاک پر ہم پڑا دیکھتے ہیں
درِ قصرِ عرفاں کھلا گر کسی پر   تو قفل اس کے منہ پر لگا دیکھتے ہیں

جستجو کی انھیں حاجت کیا ہے   جو تصور میں رہا کرتے ہیں
کیوں نہ تھک جائے وہ پائے نازک   میری آنکھوں میں پھرا کرتے ہیں

دل تو مزرع ہے جو لگاؤ گے   تخم الفت کا اس میں بونے دو
ہے نشانی سعیدِ حق کی یہ درد   اس کو ضائع عمؔر نہ ہونے دو

ہو غرق سر سے تا بہ قدم بحرِ عشق میں   پر شرط یہ ہے بال برابر بھی تر نہ ہو
سر پاؤں سے لگا دیا گو ضعف نے مرا   یارب نشانِ سلسلہ اب دربدر نہ ہو

کوچہ ترا فردوس ہے یا خلد بریں ہے   یا عرش ہے یا مہبطِ جبریلِ امیںؑ ہے
ہر ذرّہ ہے یاں خاک کا خورشید سے بہتر   کرتا ہے سدا رشک فلک یہ وہ زمیں ہے
کس در پہ سعیدِ ازلی لے گئے تجھ کو   اس طرح سے روشن جو عمؔر تیری جبیں ہے

کوئی دل پر جما کر نقش اُس بے نقش کا ہر دم — لسانِ نقشبنداں نقشِ ہستی کو مٹاتا ہے

اطبّا کیا کریں گے چارہ سازی — مرا تو درد ہی میری دوا ہے

زردی رُو مری الفت کی خبر دیتی ہے — بن کے غماز یہ رسوا مجھے کر دیتی ہے

کیا نگہ تجھ پہ سعیدِ ازلی نے ڈالی — کہ عمر خاک تری اب بھی شرر دیتی ہے

کر مشرف تو ہمیں دیدار سے — بحث کیا لاتدرک الابصار سے

عرض یہ ہے سیّدِ ابرار سے — دل مرا بھر دیجیے انوار سے

ناخریدہ ہیں کسی کے ہم غلام — ہے جو نسبت خواجۂ احرار سے

مشکل نہیں کچھ بھی کرم یار کے آگے — اک روز پہنچ جائینگے دلدار کے آگے

ہر لحظہ زمانے کے تغیر سے ہے عبرت — غفلت نہیں آسکتی ہے ہشیار کے آگے

جلوا دکھا کے اپنا دل لے لیا کسی نے — دل کیا لیا کسی نے یہ جان کیا کسی نے

ہیں جتنے اہل دنیا مطلب کے آشنا ہیں — نام ان کا خوب رکھا ہے بیوفا کسی نے

ہیں یوں تمام مُرسَل مقبول پر خدا کو — آنکھوں سے کب ہے دیکھا جز مصطفےٰ کسی نے

نہ ہے حشر برپا نہ قائم قیامت — تڑپتے ہیں بسمل بچارے تمھارے

توڑ کر بال و پر مرے صیّاد — مژدہ دیتا ہے اب رہائی ہے

کچھ جو بھاتا نہیں ان روزوں — سچ کہو کس کی آن بھائی ہے

لبیک ریختہ

۱۲۷۷

یہ کیا آج ہے شان لبّیک لبّیک — ہے بخشش کا سامان لبّیک لبّیک

فدا ہوں دل و جان لبّیک لبّیک — الٰہی میں قربان لبّیک لبّیک

میں لایا ہوں ایمان لبّیک لبّیک

کروں نعمتوں کا تری کیا بیاں میں — پئے شکر لاؤں کہاں سے زباں میں

خدائے جہاں تو ہی، ننگِ جہاں میں — کہاں یہ وقوف و طواف اور کہاں میں

ترے سب ہیں احسان لبّیک لبّیک

گناہوں میں ہر چند میں مبتلا ہوں　　مگر دل میں شرمندہ حد سے سوا ہوں
تو مالک ہے میرا میں بندہ ترا ہوں　　ترے آستانے پہ حاضر ہوا ہوں
مری جان ہو قربان لبیک لبیک

الٰہی بہت نادم و منفعل ہوں　　غم و رنج و اندوہ سے خستہ دل ہوں
اسیرِ ہوا و ہوس پا بہ گِل ہوں　　عمل کے نہ کرنے سے یارب خجل ہوں
بہت ہوں پشیمان لبیک لبیک

میں پہنچا ہوں درگاہِ شاہِ شہاں میں　　حرم میں ہوں اس کے اُسی کے اماں میں
مرا بھی تو حصہ ہے لطفِ نہاں میں　　چھپا میرے عیبوں کو دونوں جہاں میں
مرے بخش عصیاں لبیک لبیک

آیاتِ الٰہیہ آپ اور آپ کے دونوں گرامی قدر بھائی قدس اللہ اسرارہم آیات تھے۔ از آیاتِ الٰہیہ۔ حضرت سیدی الوالد کے ایک سن رسیدہ مرید منشی احمد حسین اپنی نانی کی یہ بات بیان کرتے تھے کہ یہ تینوں بھائی جس وقت ایک ساتھ کھڑے ہوتے تھے، مجھ کو یہ معلوم ہوتا تھا۔ کہ آسمان سے فرشتوں کی جماعت اتری ہے اور وہ کھڑی ہے۔

ایں گروہ انس بینم یا ملک　　یا قمر را با نجوم اندر فلک

ان تینوں بھائیوں میں جو اُخُوّت، محبّت، یگانگت تھی بہت کم اس کی مثال ملتی ہے۔ ان کی خواہش یہ تھی کہ جو کچھ ان کو حاصل ہوا ہے۔ اوروں کو بھی حاصل ہو جائے۔ لہٰذا ان حضرات میں سے کسی ایک کا مرید اگر دوسرے کے پاس جاتا تھا تو وہ اپنے بھائی کے نام خط لکھ کر اس کے ہاتھ ارسال کرتے تھے کہ یہ شخص اس مقام تک پہنچا ہوا ہے آئندہ تسلیک میں اس کی مدد فرمائیں۔ یہ عاجز آپ کے مکاتیب کے بعض حصص لکھ چکا ہے۔ مکتوب ۹ میں آپ اپنے فرزند گرامی قدر کو لکھ رہے ہیں۔ کہ اپنے عم بزرگوار سے فیض حاصل کرو۔ آپ کے بڑے بھائی حضرت شاہ عبدالرشید کا خط اُن کے ہاتھ کا لکھا ہوا اس عاجز کے پاس موجود ہے۔ وہ تحریر فرما رہے ہیں "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اخی، اعزی، ارشدی منظہر انوار و فیوضات لم یزلی از فقیر عبدالرشید احمدی کان اللہ لہٗ بعد سلام سنت الاسلام و اشتیاق حصولِ ملاقات

بہجت آیات مطالعہ فرمایند الحمد للہ والمنہ کہ خیریت دارم ودعائے خیر و برکتِ ظاہری و باطنی آں عزیز از جان، از درگاہ او تعالیٰ خواستگار۔ مکاتبہ مرسلۂ الیشان دربارہ تعزیتِ برخورداری مرحومہ رسید و کاشف مندرجہ گردید۔ الحق کہ عزیزان را از وفاتِ عزیزان رنج والم حاصل میشود لیکن ازانجا کہ از مشیتِ الٰہی عزاسمہ جز تسلیم وصبر چارہ نیست باید کہ صبر نمایند ودعائے مغفرت نمودہ باشند اَللّٰھُمَّ لَاتَحْرِمْنَا اَجْرَھَا وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَھَا اِنَّکَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔ دربنولا محمد یعقوب بخاری۔ طالب درانجامی رسد صاحب "مقام قلب" ہست مشغولی در "معیّت" دارد۔ توجہ نمودہ باشند۔" تحریر بتاریخ ۲۴ ماہ جمادی الاولیٰ ۱۲۸۷ سنہ ہجری۔ مقام مدینہ منورہ۔"

یہ تینوں حضرات دل وجان سے شریعت اور طریقت کے خادم تھے اور ہر وقت اس خیال میں رہتے تھے۔ کہ علم ظاہر اور باطن کو دوسروں تک پہنچائیں۔ لہٰذا حدیث شریف۔ نَضَّرَ اللّٰہُ امْرَأً سَمِعَ مِنَّا شَیْئًا فَبَلَّغَہٗ کَمَا سَمِعَہٗ۔ الحدیث۔" کی رو سے "نضارت" کے مستحق ہوئے۔ یعنی دنیا اور آخرت میں ان کے مبارک چہرے تروتازہ اور چمک دمک کے ساتھ رہیں۔ ع ھَنِیْئًا لِاَرْبَابِ النَّعِیْمِ نَعِیْمُھُمْ۔

رحمۃ اللہ علیہم وعلینا معہم یارب العالمین

الٰہی بہ این پاک مردانِ خویش — کہ بودند در عشق تو سینہ ریش
بفگن از ایشاں بہ من پرتوے — کہ ایں رہرواں را شوم پیروے
مرانیز از عشق دردے بدہ — زخاکِ رہِ خویش گردے بدہ

وصلی اللہ علیٰ سیدنا محمد وآلہ واصحابہ وسلم

ملفوظات

(۱) حضرت سیدی الوالد کے بابائے نہم حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی سے آپ کے والد ماجد حضرت شاہ محمد عمر قدس اللہ اسرارہم تک تمام حضرات کا حال مختصر طور پر بیان کر دیا ہے ان بزرگواران کے حالات کو پڑھنے سے یہ بات صاف طور پر ثابت ہے کہ ان میں سے ہر ایک خدا کے فضل و کرم سے علمِ ظاہر سے مُحَلّیٰ اور علمِ باطن سے مُجَلّیٰ تھا اور جب ان کے ساتھ حضرت "مخدوم" کو شامل کیا جاتا ہے۔ تو تِلْکَ عَشَرَۃٌ کَامِلَۃٌ ہونے میں کلام نہیں۔ اور پھر جب جناب ابوالخیر خیرِ مجسّم، کا شمول اس سلسلہ مُبارکہ میں ہوتا ہے تو اَحَدَ عَشَرَ کَوْکَبًا" کی صورت پیدا ہے اور خواجہ خواجگان، قبلۂ حق پرستاں، سیدی و سید آبائی و اجدادی حضرت خواجہ بیرنگ باقی باللہ قدس سرہ کا یہ شعر جو آپ نے "ساقی نامہ" میں کہا ہے۔ صادق آتا ہے۔

این سلسلہ از طلائے ناب است ‏ ‏ ‏ ‏ این خانہ تمام آفتاب است

اور کیوں نہ آئے جب کہ آپ نے اپنے مکتوب گرامی ع ۶۵ کے آخیر میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہ، اور آپ کی اولاد طیبہ کے متعلق تحریر فرمایا ہے "فرزندان آں شیخ کہ اطفال اند، اسرار الٰہی اند۔ بالجملہ شجرۂ طیبہ است، انبتہ اللہ نباتاً حسناً، وفقرائے باب اللہ اند، دلہائے عجب دارند"۔ حضرت خواجہ نے حضرت مجددِ دوراں کے صاحبزادگان کو شجرۂ طیبہ قرار دے کر رب العزت سے دعا کی ہے۔ کہ وہ اس مبارک درخت کی اچھی نشو و نما فرمائے۔ آپ کی دعا قبول ہوئی سادرع جو شاخ شجر پھوٹی پھولوں سے بھری نکلی۔ کی صورت ظاہر ہے۔ ذٰلِکَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰہِ وَکَفٰی بِاللّٰہِ عَلِیْمًا ۵

(۲) حضرت سیدی الوالد اپنے دادا حضرت شاہ احمد سعید کو "بڑے حضرت" اور اپنے والد حضرت شاہ محمد عمر کو "حضرت" "با" ہمارے حضرت" فرماتے تھے۔ لہذا آپ کے کلام میں جہاں ان الفاظ کا استعمال ہو، ان کا یہی مفہوم سمجھا جائے۔

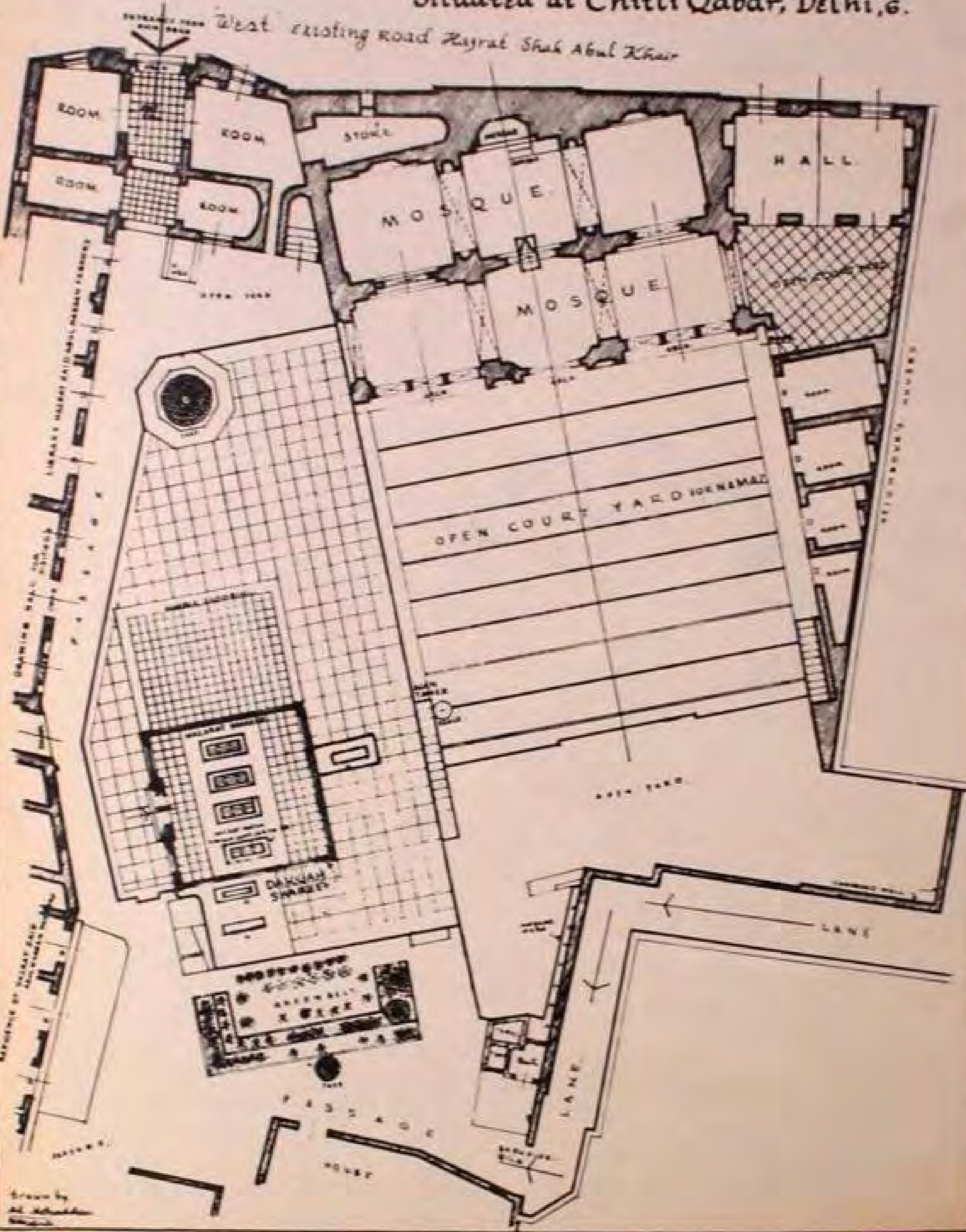
(۳) یہ عاجز جہاں بھی "حضرت صاحب" کا لفظ مطلقاً لکھے گا۔ اس سے مراد حضرت سیدی الوالد ہیں۔ آپ کی مبارک حیات میں کیا اولاد اور کیا مرید سب ہی آپ کو حضرت صاحب کہتے تھے۔ اور دادا حضرت، یا حضرتِ جد یا جدّ مکرم سے مراد حضرت شاہ محمد عمر اور حضرت جد اکبر سے مراد حضرت شاہ احمد سعید ہیں۔ قدس اللہ اسرارہم۔

(۴) حضرت سیدی الوالد کے حقیقی بہن بھائی نہیں تھے۔ وہ اپنے بڑے چچا حضرت شاہ عبدالرشید کے صاحبزادے حضرت شاہ محمد معصوم کو "بھائی صاحب" اور چھوٹے چچا حضرت شاہ محمد مظہر کی صاحبزادی حضرت امۃ الجمیل کو آپا صاحبہ فرماتے تھے۔ اور ہم سب ان دونوں حضرات کو چچا حضرت اور پھوپی اماں کہا کرتے تھے۔ وہی استعمال اس کتاب میں بھی ہوگا۔

اب آئندہ صفحات میں حضرت سیدی الوالد قدس سرہ کا ذکر خیر لکھا جا رہا ہے
پروردگار خیر سے پورا کرائے

نقشہ خانقاہ ارشاد پناہ
المعروف بہ درگاہ حضرت شاہ ابو الخیرؒ، شاہ ابو الخیر مارگ دہلی ۶

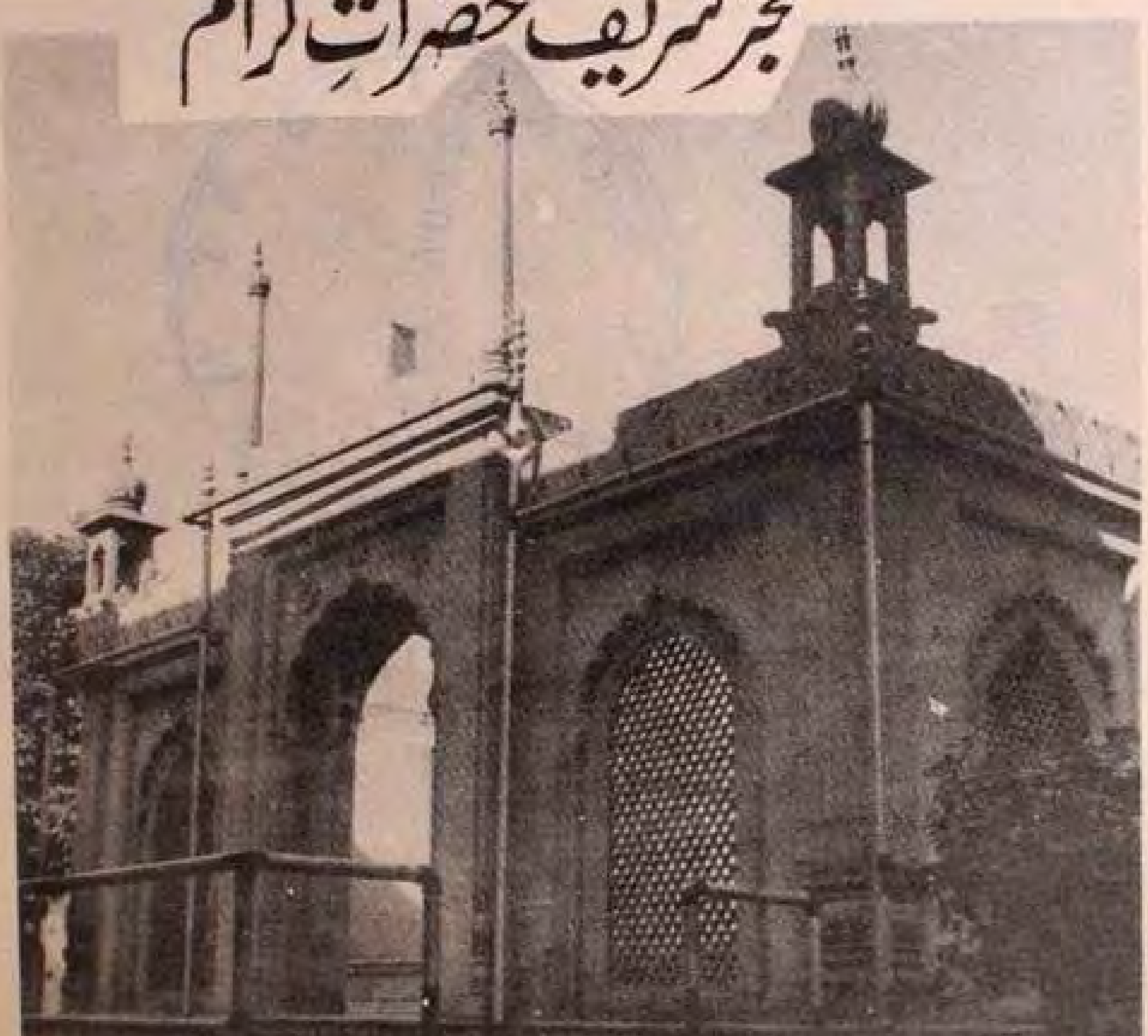
Plan Showing The Mosque and Dargah Shareef
Hazrat Shah Abdulah Abul Khair Farooqi Mujadadi
Situated at Chilli Qabar, Delhi, 6.



مسجد شریف درگاہ شاہ ابو الخیرؒ



محجّر شریف حضراتِ کرام



ذکرِ خیر

گوہرِ درجِ ولایت

سیّدی و مرشدی و وسیلتی الی اللہ

حضرت شاہ ابوالخیر عبداللہ محی الدین خیر

فاروقی مجدّدی دہلوی

قدّس اللہ سرّہ الاقدس

بہ سرورِ ریاضِ سعید و عُمر — ابوالخیر بُرندہ بیخِ شر
وجودش ہمہ خیر آمد پدید — بہ ایں شکلِ خیرِ مجسّم کہ دید
محبِّ خدا دوستدارِ رسول — فدائے رہِ حق نثارِ رسول
دلش پُر ز توحیدِ باری چناں — کہ وہمِ دگر ہم نہ گنجد دراں
بہ مشغولیِ خالقِ انس و جاں — شدہ فارغ از شغلِ خلقِ جہاں
فتد چشمِ لطفش بہ ناقص اگر — کند کاملِ دہر از یک نظر

(از غلام رسول ویران)

چراغِ نبوی

حضرت شاہ ابوالخیر عبداللہ محی الدین خیر

رضی اللہ جل وعلا عنہ

ولادت شریف و تسمیہ

آپ کی ولادت یکشنبہ ۲۷ ربیع الآخر ۱۲۷۲ھ - موافق ۶ جنوری ۱۸۵۶ء خانقاہ شریف، دلی میں ہوئی۔ آپ کے حضرت والد نے دو تاریخیں کہی ہیں ایک اردو میں، دوسری فارسی میں جو درج ذیل ہیں۔

تاریخ ولادت نور چشم ابوالخیر عبداللہ اطال اللہ عمرہ

خوب سی دینا مبارکبادیاں — جب جگر گوشہ عمر صاحب کا ہو
اور کوئی پوچھے سن میلاد تو — "قرۃ العین عمر صاحب" کہو

تاریخ تولد نور بصر خجستہ اختر ابوالخیر عبداللہ بن عمر مجددی سلمہ اللہ

چوں ابوالخیر شدہ نور فگن — مہر بنیاد چراغ نبوی
سالِ میلاد عمر خواست ز دل — کرد ارشاد۔ چراغ نبوی

آپ کے حضرت والد کو جو مرض لاحق تھا اس کے پیش نظر نہ صرف ان کو بلکہ ان کی حضرت والدہ اور گھر کے بیشتر افراد کو ناامیدی نے گھیر لیا تھا۔ البتہ آپ کے جدِ امجد پوری طرح مطمئن تھے۔ اور وہ اکثر آپ کی دادی صاحبہ سے فرماتے تھے تم پریشان نہ ہو اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے تمہارے بیٹے کو فرزند عنایت کرے گا۔ چنانچہ وہی ہوا اور دس سال کے بعد آپ کی ولادت ہوئی۔

حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہ نے تفسیر عزیزی میں۔ "ادخلوا الباب سجدا" کے بیان میں تحریر فرمایا ہے کہ بعض متبرک مقامات جو اللہ کی رحمت کا مورد بن چکے ہیں یا جو

اہلِ تقویٰ اور صلاح کے قدیم گھرانے ہیں ایک خاص کیفیت کے حامل ہو جاتے ہیں کہ وہاں جا کر توبہ و استغفار و عبادت و طاعت، مقبولیت کا سبب اور اچھے ثمرات کا حامل ہوتا ہے۔"

آپ کے والد ماجد نے ۱۲۶۶ھ میں اجمیر شریف کا سفر کیا اور وہاں دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول کی اور آپ کی مراد بر آئی۔

مناقب احمدیہ میں لکھا ہے کہ پورے دس سال کے بعد جد امجد کی ہمتِ باطن اور قوتِ تصرف سے اُن کی ولادت ہوئی۔ جد امجد بہت خوش ہوئے اور انھوں نے محی الدین نام رکھا۔

آپ کے جد امجد حضرت شاہ احمد سعید کے بیان میں گزر چکا ہے۔ کہ جب حضرت کی ولادت ہوئی تھی تو آپ کے نانا شاہ غلام صدیق نے آپ کا مشرب معلوم کر کے آپ کا نام غلام غوث رکھا تھا۔ اب آپ نے حضرت غوث سیدنا عبدالقادر قدس سرہ کا لقب اپنے محبوب پوتے کے واسطے تجویز فرمایا۔

آپ کے والد ماجد کا نام حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نام پر عمر رکھا گیا تھا۔ اس لئے انھوں نے حضرت امیر المومنین کے فرزند جلیل القدر کے نام پر اپنے محبوب پسر کا نام عبداللہ اور کنیت ابوالخیر رکھی۔

آپ کی حضرتِ والدہ

آپ کی حضرتِ والدہ کا اسم گرامی نواب بیگم ہے۔ "انساب الطاہرین" میں ہے "والدہ اُن کی حضرت خواجہ عثمان ہارونی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں ہیں۔" پھاٹک مفتی والان۔ تراہا بہرام خاں، دِلّی میں اُن کا آبائی مکان تھا۔ مولوی انوار الحق حقی (خان بہادر) نے ۲۹ ماہ میلاد ۱۲۹۵ سنہ ہجری میں خاندانی شجرہ لکھا ہے۔ اُس میں آپ کا اور آپ کی والدہ صاحبہ اور ان کے نسب کا ذکر اس طرح پر ہے۔

مولوی ابوالخیر عبداللہ مجددی پسر نواب بیگم صاحبہ دختر میر احمد علی خاں پسر مولوی محمد باقر از بطن صاحب بیگم بنت عبدالرحیم رمّال و منجم سرکارِ بادشاہی از اولاد عبدالرشید رمّال مشہور عہد شاہی۔ مولوی محمد باقر پسر مولوی کلیم اللہ فرزند صبغۃ اللہ فرزند افضل شاہ فرزند حضرت عبداللہ سنامی۔ صبغۃ اللہ کی والدہ کا نام امامی بیگم عرف بڑی بی بی —

مورثِ اعلیٰ کا نام حضرت شاہ دوست محمد چشتی دہلوی برادرِ خالہ زاد حضرت سید حسن رسول نما ازاولادِ امجاد حضرت خواجہ عثمانی ہارونی بودہ اند۔ رحمۃ اللہ علیہم۔

آپ کی عمر پونے دو سال کی تھی کہ دلّی پر انگریزوں کا تصرف ہوا اور اواخرِ محرم ۱۲۷۴ھ میں آپ اپنے جدامجد و ابوین کریمین اور اہلِ خاندان کے ساتھ خانقاہ شریف سے حجاز مقدس روانہ ہوئے۔ اس مبارک سفر کا مختصر حال آپ کے جدامجد حضرت شاہ احمد سعید قدس سرہٗ کے احوال میں گزر چکا ہے۔

آپ کی عمر نو سال کی تھی کہ ۲۴ ذی القعدہ ۱۲۸۱ھ میں آپ کی والدہ صاحبہ، آپ کے تیسرے بھائی ابوحفص کی ولادت کے وقت رحلت فرما گئیں۔ آپ نے ان کی تاریخ "اَللّٰھُمَّ نَوِّرْ مَضْجَعَھَا" سے نکالی ہے۔ آپ کی کوئی خالہ نہ تھیں۔ صرف ایک ماموں اشرف علی صاحب تھے۔ ان کا تخلص شرف تھا۔ ۱۲۹۵ھ میں مکہ مکرمہ تشریف لے گئے تھے۔ جوانی میں رحلت کر گئے۔ لاعقب لہ۔ آپ کے نانا کی ایک بہن تھیں اور ان کے نواسے مولوی مصباح الدین حقی تھے۔ یہ آپ سے عمر میں کچھ چھوٹے تھے۔ آپ ان کو بھائی مصباح الدین فرمایا کرتے تھے۔

عہدِ طفلی آپ کا عہدِ طفلی دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلا حصہ وہ ہے جو حضرتِ جدِّ بزرگوار کے سایۂ عاطفت میں گزرا۔ اور دوسرا حصہ وہ ہے جو حضرت والدہ کے دامنِ شفقت میں بسر ہوا۔

ہر مولود میں کچھ علامات اور خصوصیات ہوا کرتی ہیں جن کی بنا پر اہلِ بصیرت اس کے متعلق کوئی رائے قائم کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ میں ایسی خصوصیات و علامات ودیعت کی تھیں کہ آپ کے خاندان کے تمام حضرات آپ کے متعلق پُر امید تھے۔ آپ کے احوال پر حضرت شیخ سعدی شیرازیؒ کا یہ شعر پوری طرح صادق آتا ہے۔ ؎

بالائے سرش ز ہوش مندی　　　می تافت ستارۂ بلندی

بیعت آپ کی عمر چار سال کی جب پوری ہوگئی۔ تو آپ کے والد بزرگوار آپ کو لے کر آپ کے جدامجد کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ آپ

ان کو بعیت فرمالیں۔ آپ کے جدِ امجد اُس وقت حرم نبوی میں حلقہ و توجہ فرما رہے تھے۔ انھوں نے آپ کو اپنے پاس بٹھایا اور آپ کے پیارے ہاتھوں کو اپنے مبارک ہاتھوں میں لے کر آپ سے بیعت کے الفاظ کہلوائے۔ اور پھر آپ کے واسطے دیر تک دعا فرماتے رہے اور اہل حلقہ آمین کہتے رہے۔

خلافتِ خاصّہ

آپ اکثر اپنے جد بزرگوار کے ساتھ حرم تشریف لے جاتے اور ان کے پاس بیٹھ جاتے۔ ایک دن حاضرین میں سے کسی نے پوچھا کہ آپ کا جانشین کون ہوگا۔ آپ نے فرمایا خدا کے فضل و کرم سے میرے تینوں بیٹے حافظ، عالم، متقی، اور صاحبِ نسبت ہیں۔ سلوکِ مجددیہ از اوّل تا آخر بہ وجہِ اتم حاصل کیا ہے۔ اُن میں سے ہر ایک میری جانشینی کے قابل ہے۔ رہی میری خلافتِ خاصّہ تو وہ اس بچے کے نصیبے میں ہے پھر آپ نے اپنا مبارک ہاتھ آپ کے مبارک سر پر پھیرا۔

آپ کے والدِ بزرگوار "انساب الطاہرین" میں تحریر فرماتے ہیں: "ولادت اس فرزندِ ارجمند کو حضرت سراج الاولیاء (حضرت شاہ احمد سعید) سے ہے۔ حضرت سراج الاولیا اپنے پوتوں میں ان کو بہت عزیز رکھتے تھے۔ اور بشارت اپنی خلافتِ خاص کی دی ہے۔ الحمد للہ کہ آثار اس کے پائے جاتے ہیں۔ نو دس برس کی عمر میں قرآن شریف یاد کیا۔ اور تحصیل کتبِ درسیہ میں مشغول ہیں۔ کافیہ پڑھتے ہیں۔ سَلَّمہ ربہ و بلّغہ الی مراتب الکمال والتکمیل۔"

مناقبِ احمدیہ میں

آپ کے عم اصغر نے ۱۲۷۷ھ میں کتاب "مناقب احمدیہ" تالیف کی ہے۔ اس میں اپنے چھوٹے چچا حضرت شاہ عبد المغنی اور برادرانِ کرام حضرت شاہ عبد الرشید اور حضرت شاہ محمد عمر کے صاحبزادوں کا اور اپنے فرزندِ دلبند کا ذکر کیا ہے۔ یہ چاروں حضرات ایک ہی شجرۂ طیبہ کی شاخیں ہیں۔ اور اُن کی مبارک اولاد اسی ایک درخت کا پھل ہیں۔ آپ نے ان میوہ ہائے نورس کا ذکر جن الفاظ سے کیا ہے۔ یہ عاجز اس کو نقل کرتا ہے۔

(۱) حضرت شاہ عبد المغنی کے فرزند کا ذکر صفحہ ۷۰ پر: "فرزند دلبند الیشاں میاں محمد (مشہور تاریخی نام مصباح المغنی ہے) بہ ہفت سال رسیدہ، حفظ قرآن مجید می نماید،

وراثتِ آبارِ کرام از ناصیۂ او پیدا است، اللہ تعالیٰ معمر وصالح کند، واز ظاہر و باطن ممتاز گرداند۔ آمین۔"

(۲) حضرت شاہ عبد الرشید کے فرزند کا ذکر صفحہ ۲۱۰ پر: "فرزند الیشان نورِ بصر محمد معصوم حالا بہ بلوغ رسیدہ است، حفظ کلام شریف نمودہ بہ تحصیلِ علم اشتغال دارد، آثارِ سعادت از ناصیۂ او ظاہر و باہر است، حق تعالیٰ او را مثل آبارِ کرام از ظاہر و باطن کامل و مکمل گرداند و معمر فرماید۔ آمین۔"

(۳) اپنے فرزند دلبند کا ذکر صفحہ ۲۱۸ پر: "فرزندی نور چشمی شیخ احمد بارک اللہ فی عمرہ وعملہ نیز بہ ہفت سال رسیدہ، حفظ قرآن می نماید، اللہ تعالیٰ بہ موجب تسمیۂ حضرت الیشان (حضرت مجدد قدس سرہ) او را وارثِ اَتم حضرتِ مجدد فرماید۔ آمین یا رب العالمین"

(۴) حضرت شاہ محمد عمر کے فرزند (حضرت سیدی الوالد) کا ذکر صفحہ ۲۱۸ پر۔

"فرزند الیشان قرۃ العین ابو الخیر محی الدین ایں وقت ہفت سالہ است و بہ حفظ قرآن مشغول است، آثارِ سعادت و فہم و سلامتِ عقل و علم از پیشانیٔ او آشکارا است۔ حق سبحانہٗ معمر و صالح کند و در صورت و معنیٰ مانندِ سلفِ کبار گرداند بمنّہٖ وکمالِ کرمہ۔ آمین۔"

آپ کے متعلق آثارِ سعادت کے ساتھ "فہم و سلامت عقل و علم" کا اضافہ کیا ہے۔ اور دعا میں بھی "مانندِ سلفِ کبار گرداند" لکھ کر گویا اپنے حضرت والد ماجد کے ارشاد کی تائید کردی ہے۔ کہ میری خلافتِ خاصّہ اس فرزند کا نصیبہ ہے۔ اور "بمنّہٖ وکمالِ کرمہ" لکھ کر اپنی دلی خواہشات کا بھی اظہار کر دیا۔ ذٰلک الفضل من اللہ۔

حضرت عمّۂ محترمہ نے دو تین مرتبہ اس عاجز سے یہ بات فرمائی ہے: "تمہارے باپ بچپنے ہی سے نہایت بھولے اور نیک تھے اُن کی شکل و صورت ہی کچھ ایسی اچھی تھی کہ گھر کے بڑے، کیا مرد اور کیا عورت۔ اُن سے محبت کرتے تھے۔ ان کے دادا اُن کو بہت چاہتے تھے اور بُلا کر کبھی اپنے پاس اور کبھی اپنی گود میں بٹھلاتے تھے۔ جب وہ حرم شریف، حلقہ و توجہ کے واسطے جاتے تو یہ بھی کبھی ان کے ساتھ چلے جاتے اور اُن کے پاس مسند پر بیٹھتے۔ میرے نانا (شاہ عبد الغنی) اور میرے بڑے چچا اور خالد بھی ان کو بہت چاہتے تھے۔ اور

ان کے والد تو ان کے گرویدہ اور عاشق تھے۔"

سیر الکاملین میں ہے

سیر الکاملین قلمی کے صفحہ ترپن، "چون" میں لکھا ہے "شیخ ابوالخیر فرزند حضرت شیخ محمد عمر ہستند، ولادت ایشاں در ربیع الثانی سنہ ہزار و دوصد و ہفتاد دو در دہلی رو داد، در عمر نہ سالگی حفظ قرآن شریف کردند و تحصیل علم از علمائے زمانہ مثل مولوی رحمۃ اللہ و سید مولوی حبیب الرحمٰن الکاظمی و مولانا محمد نواب و حدیث شریف از عم والد خود حضرت شیخ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ خواندند و در جمیع علوم استعداد خوب حاصل کردہ اند۔ بسیار ذہین و طباع، شعر عربی و فارسی و ہندی خوب نظم می کنند، حضرت جد ایشاں، ایشاں را در نبیرہ بادوست می داشتند۔ پنج سالہ بودند کہ بر دست شریف آنحضرت والد ایشاں، ایشان را بیعت کنانیدند۔ والد ایشاں می فرمودند۔ در حق این فرزند خویش بشارت خلافت خود دادہ اند کسب کمالات باطنی و سلوک از حضرت والد خود حاصل کردہ اند و از نسبت آبائے خود بہرہ تمام دارند۔ زاد اللہ رشدہ۔ آمین۔"

فراستہ مومن

یہ عاجز کہتا ہے کہ ائمہ حدیث نے یہ حدیث شریف روایت کی ہے "اتقوا فراسۃ المؤمن فانہ ینظر بنور اللہ۔" ان حضرات کی فراست کا سرچشمہ نور الٰہی ہے۔ لہذا وہی ہوا جس کی توقع ان حضرات کو تھی، ابھی عمر شریف کے نو سال پورے ہوئے تھے کہ آپ نے قرآن مجید حفظ کر لیا۔ اور پھر تحصیل علم میں مصروف ہو گئے۔ ۱۲۷۷ھ میں آپ کے جد امجد کی وفات مدینہ طیبہ میں ہوئی۔ اور چند ماہ بعد آپ کے والد بزرگوار آپ کو اور آپ کی والدہ محترمہ کو لے کر مکہ مکرمہ آگئے۔ بسم اللہ آپ کے جد امجد سے کرا چکے تھے۔ طبقات ابن سعد کی جلد اول صفحہ ایک سو بارہ میں ختق صدر شریف کے سلسلہ میں لکھا ہے۔" وکأنہ ابن اربع سنین۔" غالباً اسی وجہ سے اکابر نے یہ عمر بسم اللہ کے واسطے تجویز فرمائی ہے۔ مکہ مکرمہ میں آپ حفظ کلام پاک میں مصروف ہو گئے۔ نو سال اور چند ماہ کی عمر تھی کہ آپ نے کلام پاک رب العالمین کو اپنے صاف سینے میں محفوظ کر لیا۔ آپ کی حضرت والدہ نے آپ کی یہ

سعادت دیکھ لی اور قریب العین اس دنیا سے سفر کر گئیں۔ اور پندرہ دن کے عرصہ میں ان کے دو چھوٹے بیٹے بھی اُن سے جا ملے۔ آپ کی تربیت کا پورا بوجھ آپ کے صاحبِ الأمراض ناتواں حضرت والد پر پڑا اُن کی عمر اس وقت ستیئس سال کی تھی۔ حضرت عمّہ محترمہ فرماتی تھیں کہ میرے نانا (شاہ عبد الغنی) اور بڑے چچا (شاہ عبد الرشید جو خسر بھی تھے) نے آپ سے کہا کہ عقد ثانی کر لیں۔ آپ نے فرمایا۔ کہیں سوتیلی والدہ سے میرے لختِ جگر کو تکلیف نہ پہنچے۔ اس لئے میں عقد ثانی نہیں کرتا۔ چنانچہ آخر وقت تک انھوں نے دوسرا عقد نکاح نہ کیا۔ آپ نے سولہ سال تک تکالیف برداشت کیں۔ لیکن اپنے لختِ جگر کو تکلیف نہ پہنچنے دی۔

قوتِ حافظہ

حضرت سیدی الوالد کی قوت حافظہ و یاد داشت بہت عمدہ تھی آپ کے جدِّ بزرگوار نے ۱۲۷۴ھ مطابق ۱۸۵۷ء میں جب دلی چھوڑی تھی اور براہ پانی پت ڈیرہ اسماعیل خاں کا سفر کیا تھا۔ اس وقت آپ کی عمر دو سال کی پوری نہ ہوئی تھی۔ آپ کو اس وقت کی دو باتیں یاد تھیں۔ ایک بات صفدر جنگ کے دوران قیام کی ہے۔ کہ وہاں پر ایک انگریز کچھ سپاہیوں کو لے کر آیا۔ اس کے ہاتھ میں بید تھی۔ اس نے پوچھا۔ یہاں پر کوئی عبد اللہ نام کا شخص ہے۔ آپ اس وقت حوض کے کنارے کھڑے تھے۔ کسی نے آپ کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ اس بچے کا نام عبد اللہ ہے۔ انگریز ہنسا اور اپنی بید آپ کی کمر سے لگائی۔ آپ نے جس جگہ پر اپنے کھڑے ہونے کا بیان کیا تھا وہ جگہ اس عاجز کو اب تک یاد ہے۔ دوسری بات کا تعلق پانی پت میں حضرت قاضی ثناء اللہ قدس سرہ کے مکان سے ہے۔ ۱۳۴۰ھ میں آپ تین دن کے واسطے پانی پت تشریف لے گئے۔ نواب زادہ فاخر احمد خاں انصاری رحمہ اللہ نے آپ کو محلہ قاضیان میں حضرت قاضی صاحب کے مکان میں ٹھیرایا۔ آپ جب اس مکان میں داخل ہوئے تو اندر کے دالان میں ایک جگہ کھڑے ہو کر فرمایا "ہم کو یاد ہے کہ یہاں ہمارے دادا حضرت نے قیام کیا تھا"

مدینۂ منوّرہ کا سفر

۲۶ جمادی الآخرہ ۱۲۸۳ھ میں جب کہ آپ کی عمر گیارہ سال دو مہینے کی تھی۔ آپ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ

تشریف لے گئے۔ آپ نے "المنتقی شرح الملتقی" کے قلمی نسخے کے شروع میں سادہ کاغذ پر انہی ایام میں یہ عبارت لکھی ہے "۲۶ رجمادی الآخری قافلۂ شیخ العلماء و مفتی مکہ شیخ جمال روانہ می شود۔ فقط"۔

گیارہ سال کی عمر میں تاریخ

آپ نے گیارہ سال دو ماہ کی عمر میں یہ فارسی عبارت لکھی اور اُسی صفحہ پر سفرِ مبارک کی عربی تاریخ تحریر فرمائی۔ پہلے آپ نے۔ زار النبی ابو الخیر عبداللہ۔ مادہ نکالا ہے۔ اس کے عدد ۱۲۹۳ نکلے۔ آپ نے اس پر "غ" لکھدیا۔ یعنی غلط۔ پھر آپ نے۔ لزار خیر النبی عبداللہ کا مادہ نکالا اور اس کے عدد ۱۲۸۳ تحریر فرمائے۔ پھر اس مادہ کے الفاظ کو آگے پیچھے کرکے للنبیّ الخیر عبدُاللہ زار۔ تحریر فرماکر اس کے اوپر یہ مصرع تحریر فرمایا ہے۔ قلتُ لمّا طابَ سَعیًا اَرِّخوا۔ اس طرح ایک شعر مکمل ہوگیا اور اس کے پاس ہی آپ نے تین شعر لکھے ہیں۔ یہ عاجز بجنسہٖ تینوں شعر مع مادۂ تاریخ کے لکھتا ہے۔

اَیُّ شخصٍ قَد حَوَی کُلَّ الفخار	مثل مخدومٍ لہ طابَ النِّجار
زَارَطَہٰ وَکَذَا اجدّاً لہ	عمر الفاروق من طاب الجوار
وامام الصحب من یَنمی لہ	طرفنا الصدیق موفور الوقار
قلت لمّا طابَ سَعیًا اَرِّخوا	للنبیّ الخیرِ عبدُ اللہ زار

آپ نے گیارہ سال اور دو ماہ کی عمر میں جولاجواب تاریخی مادہ نکالا ہے اور پھر جن پاکیزہ اعلیٰ خیالات کا اظہار فرمایا ہے۔ یقیناً آپ کی غیر معمولی ذہانت اور صلاحیت پر دال ہیں۔ آپ کے والد ماجد نے ۱۲۹۴ھ میں "انساب لطاہرین" تالیف کی ہے۔ انھوں نے آپ کی فوق العادہ صلاحیتوں کو دیکھ کر تحریر فرمایا ہے "الحمد للہ کہ آثار اُس کے پائے جاتے ہیں"۔

تحصیلِ علم اور آپ کے اساتذہ

آپ نے علوم عقلیہ اور نقلیہ کی کتابیں مندرجہ ذیل حضرات سے پڑھی ہیں۔

(۱) حافظ عبداللہ الضریر (۲) قطب مکہ سید احمد دہّان (۳) شیخ الاسلام سید احمد دحلان مفتی شافعیہ (۴) مولانا رحمت اللہ کیرانوی مؤسّس مدرسۂ صولتیہ (۵)

عہ النجار - بکسر النون وضمہا الاصل والحسب - والمخدوم ھو حامل ہ -

سرشار بادۂ عشقِ نبوی مولانا سیّد حبیب الرحمٰن ردولوی (۶) عمِ اصغر حضرت شاہ محمد مظہر (۷) عمِ پدرِ بزرگوار حضرت شاہ عبد الغنی محدث دار الہجرۃ۔ رسالۂ سِیَر الکاملین میں مولانا محمد نواب کا اسمِ گرامی آپ کے اساتذہ میں لکھا ہے۔ مولانا محمد نواب آپ کے جدِّ امجد کے شاگرد اور مرید تھے اور مدت تک ساتھ رہے ہیں۔ ممکن ہے مدینہ منورہ کے دورانِ قیام میں آپ نے خورد سالی میں اُن سے کچھ پڑھا ہو۔ لیکن آپ نے اپنے اساتذۂ کرام میں کبھی ان کا ذکر نہیں فرمایا ہے بعض افراد نے مولانا عبد الحق الہ آبادی مہاجر مکی کو آپ کے اساتذہ میں شمار کیا ہے۔ اور یہ درست نہیں ہے۔ مولانا عبد الحق سے آپ نے کچھ نہیں پڑھا ہے۔

اس عاجز کو تفصیل کے ساتھ معلوم نہ ہو سکا۔ کہ آپ نے کونسا فن کس سے پڑھا۔ آپ نے ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ احیاء العلوم اور الطریقۃ المحمدیہ شیخ الاسلام سید احمد دحلان سے پڑھی ہے۔ اور ابنِ حاجب کی شافیہ کے آخر میں آپ نے لکھا ہے:" تمّ ھذا الکتاب وقرأتہ علی الحافظ عبد اللہ الضریر یوم الاربعاء السادس والعشرین من شھر ذی القعدۃ الحرام سنۃ الف ومائتین وخمس وثمانین من ھجرۃ نبی الکونین صلی اللہ علیہ وسلم وانا الفقیر الی رحمۃ اللہ الاکبر محی الدین ابو الخیر عبد اللہ بن عمر المجددی نسبًا والنقشبندی طریقۃً والحنفی مذھبًا عفی اللہ عنھما وغفر لھما یعنی عبد اللہ الضریر سے ۲۶ ذی القعدہ ۱۲۸۵ھ بدھ کے دن یہ کتاب ختم کی۔ اور آپ نے ابن سعد کی "مختصر" پر تحریر فرمایا ہے:" کان ابتداء قرأتی لمختصر المسعد علی العلامۃ، ادیب لزمان سیدی حبیب الرحمن الکاظمی جزاہ اللہ تعالیٰ عنی خیر الجزاء وادام لہ الافاضۃ والبقاء یوم الاثنین عاشر شوال واختتامہ یوم الخمیس الخامس والعشرین من ذی القعدہ سنۃ الف ومائتین وخمس وتسعین۔ وانا المرتجی شفاعۃ خیر البشر ابو الخیر عبد اللہ بن عمر خادم السادۃ النقشبندیۃ ومقلد الائمۃ الحنفیۃ، الحقھما اللہ لسلفھما الکرام۔ آمین" یعنی میں نے مختصر المعانی بیر دس شوال کو مولانا سید حبیب الرحمٰن سے شروع کی۔ اور جمعرات پچیس ذی القعدہ ۱۲۹۵ھ میں ختم کی یعنی پینتالیس دن میں آپ نے یہ کتاب پڑھی۔ اور آپ نے حضرت شاہ عبد الغنی سے مدینہ منورہ میں جامع ترمذی

پڑھی۔ حضرت نے آپ کو یہ سند لکھ کر، مہر لگا کر عنایت فرمائی۔

حضرت شاہ عبد الغنی کی سند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ الحمد للہ اولاً و آخراً والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ وآلہ دائماً وسرمداً۔

اما بعد فقد قرأ علیّ الولد الأعز ابو الخیر عبد اللہ بن عمر الصحیح للإمام ابی عیسیٰ محمد بن سورۃ الترمذی من الأول الی الآخر إلا انہ فات منہ نبذاً من الکتاب واسأل اللہ تعالیٰ لہ الصواب وأن یوفقہ لما یحب ویرضیٰ من القول والعمل والفعل والنیۃ والہدیٰ، واجزت لہ بما یجوز الروایۃ عنی علی العموم واوصیہ بالورع والتقویٰ واجتناب اہل الہویٰ واللہ ولی التوفیق۔

مہر: واللہ الغنی وانتم الفقراء

کتبہ الملتجی الی حرم النبی عبد الغنی بن ابی سعید سامحہما اللہ بلطفہ الخفی ۱۲۹۱ھ

آپ نے حدیث شریف کی باقی کتابیں اور تفسیر و فقہ و اصول فقہ و نحو و صرف و منطق و فلسفہ کی کتابیں کس سے پڑھیں تفصیل کے ساتھ اس کا علم عاجز کو نہیں۔ البتہ اتنا معلوم ہے۔ کہ آپ نے بیشتر علوم و فنون کی کتابیں مولانا حبیب الرحمٰن سے پڑھی ہیں اور اُن ہی سے آپ نے شاطبیہ وغیرہ کا درس تحقیق و تدقیق کے ساتھ لیا ہے۔ آپ نے مختصر ابن سعد پر جو عبارت لکھی ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ۱۲۹۵ھ تک آپ کسب علوم فرماتے رہے۔ یعنی تیئیس ۲۳ سال کی عمر تک۔

ایک دن کوئٹہ میں آپ نے اس عاجز سے فرمایا: "ہم جوان ہو گئے تھے اور دوستوں کے ساتھ تفریح کرنے جایا کرتے تھے۔ ایک دن جب ہم تفریح کر کے گھر آئے تو تمہارے دادا حضرت نے ہم کو دیکھ کر فرمایا: میاں، خدا کے فضل سے اب تم جوان ہو گئے ہو، اپنے باپ دادا کا علم کب سیکھو گے؟" آپ نے فرمایا کہ اس دن کے بعد سے ہم اپنے کام میں مصروف ہو گئے اور یہ صورت ہونے لگی کہ ہم اپنے وظیفہ میں مصروف رہتے اور تمہارے دادا حضرت کہیں تشریف لے جاتے اور لوگ آپ سے پوچھتے کہ صاحبزادے کہاں ہیں؟ تو آپ اُن سے فرماتے کہ وہ اپنے کام میں مصروف ہیں۔

آپ کی اس بات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ علم ظاہر کی تکمیل میں علم باطن کے اشتغال سے کچھ تاخیر واقع ہوئی۔ "انساب الطاہرین" ۱۲۸۴ھ میں لکھی گئی ہے، اس وقت آپ کی عمر بارہ ۱۲ سال کی تھی۔ اور کافیہ پڑھتے تھے اور ۱۲۸۵ھ میں آپ نے شافیہ پڑھی ہے۔ اگر آپ صرف علم ظاہر میں اشتغال

فرماتے تو اٹھارہ سال کی عمر میں علم ظاہر سے بہ وجہ اتم فارغ ہوجاتے۔

سفرِ دیارِ حبیب ﷺ سہ شنبہ ۷ رمحرم ۱۲۹۶ھ میں آپ کے حضرت والد کے چچا اور آپ کے نہایت مشفق ومہربان استاد حضرت شاہ عبدالغنی قدس سرہ کی وفات مدینۂ منورہ میں ہوئی۔ اس سلسلہ میں آپ ماہ مبارک ربیع الاول میں مکۂ مکرمہ سے مدینۂ طیبہ کو روانہ ہوئے۔ چار یا پانچ مہینے آپ بہ فراغ خاطر اس دیارِ مقدسہ میں رہے۔ مدینۂ منورہ پہنچ کر آپ نے حضرت شاہ محمد معصوم کے گھر میں قیام کیا۔ اگرچہ وہ تو رامپور میں تھے۔ لیکن ان کی بہن بہنوئی وہاں تھے۔ آپ کے چھوٹے چچا حضرت شاہ محمد مظہر اصرار کر کے آپ کو اپنے گھر لے گئے۔ کچھ دن آپ نے وہاں قیام کیا، چونکہ وہاں کے قیام میں آپ کو کچھ تکلف کرنا پڑتا تھا۔ اس لئے آپ بھائی صاحب کے گھر تشریف لے گئے اور آپ نے ساری کیفیت حضرت والد ماجد کو لکھدی۔ آپ کے حضرت والد نے ۲۷ رجمادی الآخرہ ۱۲۹۶ھ میں ایک مفصل خط فارسی میں اپنے برادر زادہ کو رامپور لکھا۔ اس خط کے کچھ حصے پہلے نقل کئے جاچکے ہیں۔ اس میں یہ بھی ہے "پرسوں شیخ ابوالخیر کا خط مدینہ طیبہ سے اور تمہارا خط مع ہنڈی کے ملا۔ فحمد اللہ سبحانہ علی صحتکما و سلامتکما و استقامتکما علی الطریقۃ المرضیۃ۔ انھوں نے لکھا ہے کہ عمّ اکرم اصرار کر کے مجھ کو اپنے گھر لے گئے۔ چونکہ میری طبیعت آزاد ہے اور وہاں قیودات ہیں۔ اس لئے میں پھر بھائی صاحب کے گھر آگیا۔ بی بی عائشہ اور ان کے خاوند، نہایت خدمت گزاری ومسافر پروری کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ انھوں نے (بی بی عائشہ اور ان کے خاوند نے) اپنا گھر چھوڑ کر اسی مکان میں سکونت اختیار کرلی ہے ـــــــ جزاہما اللہ سبحانہ۔"

فتوحاتِ باطنی اس مبارک سفر میں باطنی فتوحاتِ عظیمہ آپ کو حاصل ہوئیں۔ آپ مسجد شریف نبوی میں حلقہ فرما رہے تھے، آپ کے چچا حضرت شاہ محمد مظہر اس وقت روضۂ مطہرہ پر حاضر ہوئے اور وہاں مراقبہ فرمایا۔ ان سے سردار دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جاؤ ہماری طرف سے اپنے بھتیجے کو چادر اوڑھاؤ۔ اور ان سے کہو کہ ہندوستان جائیں۔ چنانچہ حضرت شاہ محمد مظہر آپ کے پاس آئے اور

فرما مسرت سے آبدیدہ ہو کر اپنی چادر آپ کے کندھوں پر ڈالی اور کہا کہ یہ چادر حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے ڈال رہا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں کہ تم ہندوستان جاؤ۔"

نفیس کتابوں کا خریدنا

حجازِ مقدس میں جب کسی کا انتقال ہوتا ہے تو اس کی اشیائے منقولہ فروخت کر دی جاتی ہیں۔ اور ورثار پر قیمت تقسیم کر دی جاتی ہے۔ چنانچہ حضرت شاہ عبدالغنی قدس سرہ کا سامان منقولہ فروخت ہوا۔ آپ نے ان کے سامان میں سے تیرہ نفیس کتابیں خریدیں۔ اور کسی کتاب کے ابتدا میں سادہ ورق پر یہ عبارت تحریر فرمائی ہے۔

اشتریت من ترکۃ سیدی واستاذی مروج الشریعۃ الغراء المحمدیۃ، منور الطریقۃ البیضاء الاُحمدیۃ، ناصر اھل السنۃ، محدث دار الھجرۃ، بقیۃ السلف، حجۃ الخلف، الشیخ عبد الغنی المجددی رحمۃ اللہ علیہ۔ صحیح الاُمام مسلم مع شرح الامام النووی والخصائص الکبری للسیوطی، والدر النثیر لہ ایضا، والمیزان للشیخ الشعرانی، والنصف الثانی من حضرات القدس للشیخ بدر الدین السھرندی، ومقامات العروۃ الوثقی الامام محمد معصوم رضی اللہ عنہ للشیخ صفر احمد العمری، والمجموعۃ الشریفۃ فی المعارف، والرسالۃ الشھیرۃ بالحسامی فی اصول الفقہ، والمجموعتین العجیبتین من رسائل محدث الھند الشیخ ولی اللہ بن عبد الرحیم رحمۃ اللہ علیہ، وشرح الشاطبیۃ بالفارسی، وکلیات العارف السامی سیدی عبد الرحمٰن الجامی رحمہ اللہ، وبیاض الاشعار الفارسیۃ بخط ظریف۔

آپ کا علمی پایہ

سیر الکاملین کے مؤلف نے وصراحت لکھا ہے "در جمیع علوم استعداد خوب حاصل کردہ اند" آپ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور شاطبیہ کا درس جس تحقیق سے دیا کرتے تھے اور جس دقتِ نظر سے آپ نے قرآن مجید کے از اول تا آخر اوقاف لکھے ہیں۔ اور۔ تام و حسن و کافی۔ پر جائز کا اضافہ کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا علمی پایہ بہت بلند تھا۔ اس عاجز نے بارہا دیکھا کہ آپ ایک مختصر بات فرما دیا کرتے تھے۔ اور بڑے بڑے علمار کا اشکال رفع ہو جاتا تھا۔ مولانا مفتی مظہر اللہ

امام جامع فتحپوری آپ کے پاس مولانا شاہ رکن الدین اَلوَری کا رسالہ "توضیح العقائد" لائے اور خواہش ظاہر کی کہ آپ اس پر تقریظ لکھدیں۔ اس وقت مولانا سیف الرحمن صدر مدرس مدرسۂ عالیہ فتحپوری اور دو تین علماء اور بھی بیٹھے تھے۔ آپ نے وہ رسالہ کھولا اتفاق سے "میزان" کا بیان آپ کے سامنے آیا۔ اس میں یہ مضمون تھا کہ دنیوی اور اخروی ترازو میں فرق ہے۔ دنیوی ترازو کا بھاری پلّا نیچے رہتا ہے اور ہلکا پلّا اوپر اٹھتا ہے۔ اور اخروی ترازو کا بھاری پلّا اُٹھا رہے گا۔ اور ہلکا پلّا نیچے رہے گا۔ آپ نے مفتی صاحب کو یہ مضمون سنا کر فرمایا "اس کی کیا دلیل ہے"؟ مفتی صاحب خاموش رہے۔ آپ نے پھر فرمایا "مولوی مظہر، تم اور مولوی سیف الرحمن ہم کو یہ رسالہ از اوّل تا آخر سناؤ، پھر ہم تقریظ لکھدیں گے"۔ جب یہ دونوں صاحبان آپ سے رخصت لے کر روانہ ہوئے تو مولانا سیف الرحمن نے مفتی صاحب سے کہا۔ حضرت صاحب کے علم باطن کے متعلق میں کچھ نہیں کہہ سکتا یہ تو تم سمجھو یا مولوی رکن الدین صاحب سمجھیں البتہ علم ظاہر کے متعلق میں پورے وثوق سے کہتا ہوں کہ آپ کا علم نہایت وسیع اور متین ہے۔ ان کے سامنے اس رسالہ کا پڑھنا اور اُن کے استفسارات کا جواب دینا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ لہذا بہتر یہ ہے کہ ان سے تقریظ لکھوانے کے خیال کو دل سے نکال دو"۔

یہ تفصیل جناب مفتی صاحب نے ۱۳۸۵ھ میں اس عاجز سے بیان کی۔ "رسالہ توضیح العقائد" کی دوسری تیسری اشاعت میں یہ بیان نہیں ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس بیان کو حذف کر دیا گیا ہے۔ اور اگر آپ کے پاس قلمی نسخہ لایا گیا تھا تو طباعت کے وقت اس حصہ کو نکال دیا گیا ہے۔

الاکلیل کا ذکر

آپ کی محققانہ روش کا اندازہ آپ کی اس بات سے بہ خوبی ہوتا ہے جو آپ نے ایک دن حلقہ میں فرمائی۔ استادی جناب مولانا مولوی محمد عمر صاحب گھوسی ضلع اعظم گڑھ کے رہنے والے، اس وقت موجود تھے اور انھوں نے اس عاجز سے بیان کیا کہ ایک دن آپ نے مولانا عبدالحق مہاجر مکی کا ذکر فرمایا کہ وہ "الاکلیل علی مدارک التنزیل" کی تالیف میں مصروف تھے۔ ہم نے ان

سے ایک دن کہا۔ مولوی صاحب! آپ دوسری تفاسیر سے علماء کے اقوال نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ آپ اپنی تحقیق بیان نہیں کرتے۔ مناسب یہ ہے کہ آپ اپنی تحقیق بھی لکھا کریں۔" جو شخص محقق و مدقق ہوتا ہے وہ رطب و یابس کے جمع کرنے سے خوش نہیں ہوتا۔ وہ تحقیق کا طلبگار ہوتا ہے۔ وہ یہ دیکھتا ہے کہ مؤلف نے جو کتاب لکھی ہے۔ اس میں کیا تحقیق کی ہے۔

پشین کے ملا سید عبدالقدوس آپ کے مخلصین میں سے تھے۔ وہ کوئٹہ میں جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے تو آپ سے تفسیر روح البیان کی کوئی جلد لے کر مطالعہ کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے ان سے فرمایا "روح المعانی تفسیر ما است۔ شما چرا مطالعۂ روح المعانی نہ می کنید۔" یعنی ہم کو روح المعانی پسند ہے۔ تم اس کا مطالعہ کیوں نہیں کرتے۔

مولانا سید حبیب الرحمٰن

اساتذۂ کرام میں آپ کو مولانا حبیب الرحمٰن سے خصوصی تعلق وارتباط تھا اور ان کو بھی آپ سے خصوصی لگاؤ تھا اس کی وجہ یہ ہے کہ دونوں حضرات کی طبیعت میں تحقیق و تدقیق کا ذوق بہ درجۂ اتم تھا۔ دونوں کا مشرب ایک تھا۔ دونوں عشق نبوی سے سرشار تھے۔ ایسے پاکیزہ نفوس یقیناً نازک مزاج و مستغنی ہوا کرتے ہیں۔ چنانچہ آپ دونوں حضرات نازک مزاج اور مستغنی واقع ہوئے تھے۔ ایسے حضرات کی نازک مزاجی نااہلوں کے لئے ہوا کرتی ہے۔ اگر ان کو کوئی اہل ملتا ہے تو وہ سراسر مودّت و مرحمت ہوا کرتے ہیں۔

حضرت مولانا نے مولانا غلام امام شہید کی غزل پر خمسہ کہا ہے۔ حضرت سیدی الوالد احیاناً اس کے تین بند نہایت ذوق و شوق و نیازمندی سے پڑھا کرتے تھے۔ وہ تین بند یہ ہیں۔

محروم نہ تھے کوچۂ جاناں میں گزر سے
حاضر درِ دولت پہ ہوا کرتے تھے سر سے
خونابہ فشاں رہتے ہیں اب دیدۂ تر سے
قسمت یہ دکھاتی ہے کہ حسرت کی نظر سے
ہم دیکھتے ہیں اُن کو جو دیکھ آئے مدینہ

اللہ سے بندوں کو ملا دیتے ہیں اب تک
زنجیرِ درِ عرش ہلا دیتے ہیں اب تک
جب چاہیں مئے وصل پلا دیتے ہیں اب تک
سو مردہ دِل اِک جا جلا دیتے ہیں اب تک
اک آن میں دربانِ مسیحائے مدینہ

اِنِّی لَحَبِیْبٌ وَ اَرَی الشَّوْقَ شَدِیْدًا　　مَنْ یَدْنُ مِنَ الْحُبِّ یَرَی الصَّبْرَ بَعِیْدًا
لَا سَلْوَۃَ بَلْ اَطْلُبُ فِی الْوَصْلِ مَزِیْدًا　　اب خواب سے تسکین نہیں ہوتی ہے شہیدا
بیداری میں مولیٰ مجھے دکھلائے مدینہ

جب بھی حضرت مولانا کو دیارِ محبوب کی یاد ستاتی تھی وہ دیوانہ وار مکہ مکرمہ سے مدینۂ منورہ روانہ ہو جاتے تھے۔ نہ وہ کسی رفیق کا انتظار کرتے تھے اور نہ کسی قافلہ کو دیکھتے تھے۔ وہ ہوتے تھے اور مبارک بیابانِ حجاز۔

دشتِ یثرب میں ترے ناقہ کے پیچھے پیچھے　　دھجیاں جیب و گریباں کی اُڑاتے جاتے

حضرت مولانا کے ۲ دو خط

اس دوران میں حضرت سیدی الوالد آپ کی خدمت میں عرائض ارسال کرتے تھے اور آپ جواب تحریر فرماتے تھے آپ کے ۲ دو خطوط درج ذیل ہیں:۔

(۱) اِلَی الْجَنَابِ الْمُکَرَّمِ الْعَزِیْزِ سیدی الشیخ عبد اللّٰہ ابی الخیر۔ سلمہ اللّٰہ تعالیٰ وبعد السلام علیکم ورحمۃ اللّٰہ، فاوّلاً، السؤال عنکم وعن عزیز خاطرکم، وثانیاً ان سألتم عن العبد الضعیف فللّٰہ الحمد علی کل حالٍ وقد وصل الینا منکم کتاب منبئ عن صحتکم وسلامتکم فحمدت اللّٰہ سبحانہ علی ذلک، جزیتم عنّا خیراً۔ والفقیر بنفسی کنت مقصراً فی ارسال الکتاب الیکم ظنًّا منّی بان تکونوا مشغولین فی العید، والمشغول لا یشغل، والذی ضمنتموہ کتابکم العزیز بعض کلمات ناشئۃ عن حسن اخلاقکم وفرط عنایتکم فکل ذلک علی لسانی وما ہو الّا حکایۃ عما یرقمہ بنانی۔ ؎

ما خود مقصریم و تو در بندِ اعتذار　　این نیز از خصائص لطفت بعید نیست

کتبت ہذہ الاسطر فی کمال العجلۃ فلا تاخذوا علی ما نسیت فیہ واقتصرت علی قدر ما لا بد منہ والمسامحۃ من شان الکرام والسلام وسلموا لنا علی حضرۃ الوالد الماجد وکل من یسأل عنا۔

(۲) من حبیب الکئیب الی حضرۃ الجناب المکرم العزیز المحترم الشیخ

ابی الخیر عبد اللہ سلمہ اللہ والبقاہ - السلام علیکم وبعد فانی احمد الیکم اللہ الذی لا الہ الا ھو واصلی واسلم علی حبیبہ المصطفٰی ونبیہ المرتضیٰ وعلیٰ آلہ وصحبہ - وقد قرات العین بموافاۃ کتاب منکم بعد کتابین - جزاکم اللہ خیرا سالماٴمول من عنایتکم ان لا تنسونا من صالح دعائکم ولا تخرجونا من خاطرکم وھمادی اتوجہ الیکم بعد الجمعۃ ان شاء اللہ تعالیٰ - سلموا لنا علی حضرۃ الوالد الماجد وسائر من لیسال عنا والسلام علیکم

سَطَرَتْ قَبلِی اَحَادِیثَ الھَویٰ   وَ بِمِسکٍ مِن حدیثی یختم

ان دو خطوں سے اُس تعلق اور ارتباط کا پورا پتہ چل رہا ہے جو آپ میں اور سیدی الوالد میں تھا ایسے خطوط کا ترجمہ کوئی کیا کرے - وہ نسبت اور جذبہ مودت جو کہ ان الفاظ میں ہے مترجم کے الفاظ میں کب سما سکتے ہیں - اور ان کی حلاوت اور چاشنی کا بیان کیا ہو سکتا ہے

گر مصور صورتِ آں دلربا خواہد کشید   حیرتے دارم کہ نازش را چساں خواہد کشید

لہذا یہ عاجز اُن کا مفہوم بیان کرنے پر اکتفا کرتا ہے -

(۱) عزیز مکرم سیدی جناب شیخ عبد اللہ ابو الخیر سلمہ اللہ تعالیٰ - السلام علیکم ورحمۃ اللہ پرسش احوال کے جواب میں نگارش ہے کہ بخیریت ہوں - اور ہر حال میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں - آپ کی صحت وسلامتی کا حال معلوم ہو کر مسرت ہوئی - الحمد للہ علیٰ ذلک اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر مرحمت فرمائے - اس فقیر کی جانب سے خط لکھنے میں اس خیال کے زیر اثر تاخیر ہوئی - کہ آپ عید سعید کی مسرتوں میں مشغول ہوں گے اور مشغول کی مشغولیت میں مخل ہونا مناسب نہیں -

آپ نے اپنے عنایت نامے میں ازراہ عنایت جو الفاظ میرے متعلق لکھے ہیں وہ آپ کے عمدہ اخلاق کے آئینہ دار ہیں - اور گویا کہ وہ میری زبان سے آپ کے محاسنِ اخلاق کے بارے میں ادا ہوئے ہیں - یا آپ کے قلم نے میری تحریر کی ترجمانی کر دی ہے -

قصوروار تو ہم خود ہیں - لیکن عذر خواہی آپ کر رہے ہیں - یہ بات بھی تو آپ کے خصوصی لطف وعنایت پر دلالت کرتی ہے -

یہ چند سطریں انتہائی عجلت میں لکھی ہیں۔ اگر کوئی بھول ہوئی ہے یا لکھنے میں کچھ کوتاہی ہوئی ہے۔ تو اس سے صرف نظر کریں۔ کہ کریموں کی شان اور طریقہ یہی ہے۔

حضرت والد ماجد اور پرسانِ حال کی خدمت میں میری جانب سے سلام پہنچا دیجئے

(۲) از جبیب خستہ دل بہ حضرت جناب مکرم عزیز محترم شیخ ابو الخیر عبد اللہ۔ سلام مسنون اللہ تعالیٰ آپ کو سلامت رکھے۔ خدائے وحدہ لاشریک کی حمد و ثنا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام کے بعد نگارش ہے۔ کہ آپ کا مکتوب جو میرے دو خطوں کے بعد ملا۔ باصرہ نواز ہوا۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر مرحمت فرمائے۔ امید ہے اپنی نیک دعاؤں میں مجھے فراموش نہ کریں گے اور خاطر عاطر سے دور نہ فرمائیں گے۔ جمعہ کے بعد ان شاء اللہ آپ کی طرف آنے کا قصد ہے (مکہ مکرمہ کا) اپنے حضرت والد ماجد اور پرسانِ حال کو میرا سلام پہنچادیں (شعر) میرے خط کی ابتدا عشق و محبت سے ہوئی۔ اور اب اختتام بھی محبت اور خلوص پر ہو رہی ہے۔

ذوق سخن

جب سے آپ نے آنکھ کھولی اپنے حضرت والد قدس سرہ کو شعر و شاعری کی طرف متوجہ پایا۔ پھر آپ کو استاد ملے تو مولانا جبیب الرحمٰن جیسے یگانۂ روزگار مشفق و مہربان استاد ملے جن کی جامعیت مُسَلّم تھی۔ قرأت، تفسیر، حدیث، فقہ، اصول، علوم بلاغت، ادب، نحو، صرف اور تصوف میں کامل دستگاہ تھی اور شاعری میں بھی خوب کمال حاصل تھا۔ ان سب کمالات ظاہری کے ساتھ صفائے باطن اور عشق نبوی میں مشہور تھے۔ آپ ان کا کلام سنتے تھے۔ ذہن کی تیزی اور فکر کی بلند پروازی خدا کے فضل و کرم سے بہ وجہ اتم موجود تھی۔ اب جو آپ نے اپنے گھر میں اور پھر مدرسہ میں شعر و شاعری کا چرچا دیکھا تو اس کی طرف بھی متوجہ ہو گئے۔ اور خورد سالی میں اپنے جوہر دکھا کر اپنے خاندان کے اکابر کو اپنا گرویدہ بنا لیا۔ گیارہ سال کی عمر میں جو تاریخ مدینۂ منورہ کے سفر کی آپ نے نکالی ہے اور عربی میں جن معانی کا اظہار فرمایا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نو دس سال کی عمر سے آپ اس طرف متوجہ ہو گئے تھے۔ اور یہ سلسلہ زیادہ سے زیادہ یکم صفر ۱۲۹۴ھ تک جاری رہا یعنی بائیس سال کی عمر تک۔ کیونکہ پھر امور یقینیہ کی طرف متوجہ ہو گئے آپ نے کوئٹہ میں اس عاجز سے فرمایا تھا۔ "جب ہم اس طرف مشغول ہو گئے تو ہم نے سب

مشاغل چھوڑ دیئے۔

اپنے کلام کو ضائع کیا

آپ اپنا کلام کتابوں کے اول و آخر جلد سے متصل سادے اوراق پر لکھ لیا کرتے تھے۔ ۱۳۲۴ھ تک آپ کا سارا کلام محفوظ رہا۔ اس سال بابو عزیز الدین ساکن صدر بازار میرٹھ۔ مکہ مکرمہ سے آپ کی کتابیں لائے۔ آپ نے شیخ غلام احمد ہانسوی، مولوی شمس الدین میرٹھی، منشی حسین علی دہلوی سے فرمایا کہ کتابوں کی فہرست بنائیں اور ترتیب سے ان کو رکھیں۔ اس موقع پر آپ ہر روز کئی گھنٹے اس کام میں صرف کرتے تھے۔ منشی حسین علی ایک ایک مجلد آپ کو پیش کرتے تھے اور اس کے متعلق جو کچھ آپ فرماتے تھے وہ لکھ لیا کرتے تھے۔ منشی حسین علی نے اس عاجز سے کہا کہ بیشتر مجلدات پر آپ کا کلام درج تھا۔ اور آپ اُن اوراق کو مجلد سے الگ کر کے ریزہ ریزہ کر دیا کرتے تھے۔ اور اس طرح آپ نے اپنے کلام کا بیشتر حصہ ضائع کر دیا۔ اس عاجز کو اتفاق سے آپ کی ایک بیاض مل گئی ہے۔ اس میں اُردو کی اٹھاون کامل اور ایک غیر کامل غزل اور دو خمسے اور ایک غزل فارسی کی ہے۔

آپ نے اپنے حضرت والد ماجد رحمہ اللہ کی دو تاریخیں وفات کی فارسی میں کہی ہیں۔ یہ دو تاریخیں حافظ محمد یعقوب صاحب مجددی پانی پتی سے اس عاجز کو ملی ہیں۔ جس وقت حضرت جد امجد کی وفات ہوئی تھی یہ رامپور میں موجود تھے اور انھوں نے حضرت کے وصال کی تمام تاریخیں (جن کو یہ عاجز لکھ چکا ہے) لکھ لی تھیں۔ اور ان میں آپ کے فرمودہ دو قطعے بھی ہیں۔ فارسی کی ایک غزل تو مل گئی ہے۔ لیکن عربی کا ایک شعر بھی اس وقت کا نہیں مل سکا ہے۔ بجز اس تاریخی قطعے کے جو گیارہ سال کی عمر میں آپ نے کہا ہے۔

دَورِ آخر کا کلام خواہ وہ عربی ہو یا فارسی یا اُردو۔ از قسم مناجات و دعا ہے۔ آپ نے اُردو میں تین شجرے نظم کئے ہیں۔ ان میں سے دو کا قافیہ وَفَا۔ صَفَا اور ردیف "کے واسطے" ہے۔ یہ سن بارہ سو ننانوے اور تیرہ سو میں نظم فرمائے ہیں۔ ایک مختصر ہے، دوسرا مطولہ۔ البتہ ان دونوں شجروں کا ایک ایک شعر بعد میں آپ نے بدلا ہے۔ اور تیسرا شجرہ وفات سے دو سال پہلے نظم فرمایا ہے۔ اس کا تتمہ اس عاجز نے لکھا ہے جو خیر البیان میں چھپ چکا ہے۔

اتفاق سے اوراق قدیمہ میں آپ کا ایک خط دستیاب ہوا ہے جو کہ آپ نے اپنے استاد حضرت مولانا سید حبیب الرحمٰن کو تحریر فرمایا ہے۔ اس خط کے ساتھ حضرت مولانا کا جواب بھی ہے۔ آپ کے خط اور حضرت مولانا کے جواب سے آپ کی شاعری پر روشنی پڑتی ہے۔ یہ عاجز ان کو نقل کرتا ہے۔

حضرت مولانا کی خدمت میں عریضہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ از ابوالخیر عبداللہ احمدی بہ خدمت شریف جناب مولوی صاحب عمدۃ العلماء العظام وقدوۃ الفضلاء الکرام سیدی و مولائی حضرت شیخ حبیب الرحمٰن صاحب متع اللہ المسلمین بطول بقائکم آداب و تسلیم را ذریعہ نامہ نگاری می نمایم و عرض ضروری بہ سمع شریف می رسانم۔ مدتیست کہ از احوال گرامی اطلاعے نہ دارم وبدیں سبب از بس پریشان حال و بے قرارم۔ غالب گوید ؎

وعدہ آنے کا وفا کیجیے یہ کیا انداز ہے ؟   تم نے کیوں سونپی ہے میرے گھر کی دربانی مجھے

مکرر آنکہ عرصہ چند روز می گزرد کہ جناب ماموں اشرف علی صاحب از دہلی تشریف آوردہ اند۔ و بہ سبب موزونی طبع و اقامت دہلی والفت شعرائے آنجا گاہے بہ فکر شعر ہم می پردازند و بسیار خوب می گویند۔ یری شب مصرعے طرح فرمودند۔ وبندہ را ہم از سر نو تحریک شعر گوئی کردند۔ بموجب گفتن الیشان غزل گفتہ ام و بہ خدمت سامی بہ جہت اصلاح می فرستم۔ مرجو کہ بہ نظر اصلاح دیدہ اصلاح دادہ بہ فقیر ہمراہ این عریضہ ارسال فرمائید و ایں امر از عنایات آں قبلۂ حاجات بعید نیست وغزل ماموں صاحب کہ فی البدیہ نوشتہ اند نیز می فرستم۔ زیادہ حد ادب تحریر ۲۰ شوال ۱۲۸۹ھ از حضرت والد روحی فداہ بخدمت سامی سلام مسنون رسیدہ باد

بقیۃ المرام آں کہ اگر بہ معرفت شخصے معروف مثل حاجی حسین وغیرہ جواب ایں عریضہ فرمایند غالب است کہ بہ زودی خواہد رسید۔ والامر امرکم۔

آپ کے ماموں کی غزل

آپ کے اس خط کی لپشت پر آپ کے ماموں صاحب نے تحریر فرمایا ہے۔

آج کیوں دوش پہ ہے تیغ حمائل قاتل
قتل پر کس کے طبیعت ہوئی مائل قاتل

سامنے ہونا ترے تیغ کے کچھ سہل نہیں
کوئی ہوتا ہے ہزاروں میں مقابل قاتل

غیر وہاں قتل ہوا اور یہاں حسرت ہے
ہر لب زخم پہ فریاد تھی قاتل قاتل

کیا ترے تیغ نے جوہر کا چمن دکھلایا
آشیانوں سے نکل آئے عنادل قاتل

کیا شرف کی تھی خطا قتل کیا کیوں اس کو
دل میں ہوتا نہیں شرمندہ قائل قاتل

مخدومی بندہ۔ بہ نظر اصلاح ملاحظہ فرما کر درست فرماویں۔ زیادہ نیاز (اشرف)

حضرت سید الوالد کی غزل نو شعروں کی ہے ۔ آپ کے اشعار میں اس کو دیکھا جائے اس غزل کے آخر کے دو شعر درج ذیل ہیں۔

دم بدم جوش جنوں اور ترقی پر ہے
رنگ لائی ہے عجب قید سلاسل قاتل

کیوں نہ ہو گور مری غیرت فردوس بریں
میرا اے خیر ہے ایک حور شمائل قاتل

حضرت مولانا کا جواب

الی الجناب المکرم العزیز الشیخ عبد اللہ ابو الخیر سلمہ اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔

وقد وصل منکم کتاب مشعر لصحتکم و سلامتکم فالحمد للہ علی ذلک۔ والاشعار التی انشأتموھا تأملتھا وامعنت النظر فیھا فلم اجد منھا ما یلزم تغییرہ ولا وجدت عندی لفظا احسن من الفاظکم حتی اضعہ مکان لفظ من الفاظکم غیر ان لفظۃ دم بدم ۔ مکان ۔ دن بہ دن ۔ فی قولکم ۔ دن بدن جوش جنوں اور ترقی پر ہے۔ علی ما یظھر لی احسن وانسب لأن الباء لفظۃ فارسیۃ وھی حرف والحرف مع الاسم بمنزلۃ کلمۃ واحدۃ فی وقوعھما لعدل الترکیب احد طرفی الکلام وعدم قبل انضمام الاسم الی الحرف بخلاف الاسم فانہ مستقل فترکبھا مع اللفظ الفارسی دون الھندی احسن ۔ ولفظۃ "دِن" ھندیۃ وکلمۃ "دَم" فارسیۃ ۔ والسطر التالی ۔ رنگ لایا ہے ۔ عجب قید سلاسل قاتل ۔ یحتاج فیہ لفظ "لایا ہے" الی تذکیر لفظۃ "قید" فما الشاھد فی ذلک۔ ھذا وسلموا لنا علی الوالد الماجد وعلی کل من یسأل عنا واقرؤا المکرم العزیز الشیخ اشرف علی

جزیل السلام وقد تأملت کلامہ والشادہ فوجد تہ کلاماً حسناً وشعراً مستحسناً یدل علی مصاحبتہ لشعراء الھند ومجالستہ للفصحاء و الادباء کما یرشد ذلک الی حسن اخلاقہ وتواضعہ وکل منکم مغتنم فی مثل ھذا الزمن والسلام ختام ۔

یعنی ۔ جناب مکرم عزیز شیخ عبداللہ ابوالخیر سلمہ اللہ تعالیٰ ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ ۔ مجھ کو تمھارا خط ملا جس سے تمہاری صحت اور سلامتی معلوم ہوئی ۔ الحمدللہ علی ذلک ۔ اُن اشعار کو جو تم نے کہے ہیں ۔ میں نے دقیق نظر سے دیکھا اور پڑھا ۔ میں نے ان کو نہ بدلنے کے قابل پایا اور نہ تمہارے استعمال کردہ الفاظ سے ایسا کوئی بہتر لفظ مجھ کو نظر آیا ۔ جو کہ ان کی جگہ لے سکے ۔ البتہ میرے نزدیک تمہارے اس مصرع میں ۔ دن بہ دن جوش جنوں اور ترقی پر ہے ۔ دن بہ دن کی جگہ ۔ دم بہ دم کا استعمال زیادہ بہتر معلوم ہوتا ہے ۔ کیونکہ "بہ" فارسی لفظ ہے ۔ اور وہ حرف ہے ۔ اور اسم کے ساتھ جب حرف ملتا ہے تو وہ بمنزلہ ایک کلمہ کے ہو جاتا ہے ۔ اور اس کا استعمال کلام کے کسی حصہ میں اسی طرح پر ہوتا ہے کہ وہ کسی اسم سے مل گیا ہو ۔ اور اگر وہ کسی اسم سے نہیں ملا ہے تو اس کا استعمال نہیں ہوتا ۔ بہ خلاف اسم کے کہ وہ خود مستقل ہے ۔ لہذا فارسی حرف "بہ" کا فارسی اسم کے ساتھ مرکب ہونا بہ نسبت ہندی اسم کے میرے نزدیک بہتر ہے ۔ اور دوسرے مصرع میں جو کہ رنگ لایا ہے عجب قید سلاسل قاتل ۔ ہے ۔ لفظ قید کو مذکر قرار دیتے ہوئے ۔ تم نے ۔ رنگ لایا ہے ۔ کہا ہے اور یہ قابل توجہ ہے ۔ قید کی تذکیر کا کیا ثبوت ہے ۔ اپنے والد ماجد اور سب پرسانِ حال کو میرا سلام پہنچا دو ۔ اور عزیز مکرم اشرف علی کو بھی میرا سلام پہنچے ۔ میں نے ان کے کلام اور اشعار کو تأمل کر کے دیکھا ۔ عمدہ اور اچھا پایا ۔ معلوم ہوتا ہے ان کو ہندوستان کے شعرا کی صحبت اور وہاں کے اُدبا اور فُصَحا کی مجالست ملی ہے ۔ اور ان کے اچھے اخلاق اور تواضع کا بھی پتہ چلتا ہے ۔ اب موجودہ زمانے میں تم میں سے ہر ایک مغتنم ہے ۔ والسلام ختام ۔

حضرت مولانا نے اپنے اس خط کے ساتھ ایک دوسرا پرچہ بھی آپ کو اُسی دن لکھا ہے اور اس میں تاریخ شنبہ ۱۴ ذی القعدہ تحریر ہے ۔ اس پرچہ میں یہ بھی تحریر فرمایا ہے ۔ کہ حاضرین جلسہ میں سے بعض افراد نے تمہاری غزل مجھ سے طلب کی ۔ لیکن میں نے معذوری ظاہر کی اور میں نے ان سے کہا ۔ تم صبر کرو تا آنکہ صاحب غزل اپنی غزل تمہارے واسطے ارسال کریں ۔ اب اگر تم چاہو تو ایک نقل مجھ کو ارسال کردو ۔ والسلام ۔

اس وقت ۱۷ سال کے تھے

آپ نے ۱۲۸۹ھ میں یہ غزل مولوی صاحب کو ارسال کی ہے ۔ اس وقت آپ کی عمر سترہ سال کی تھی ۔ جو متانت اور پختگی آپ کے فارسی خط میں ہے اور جو زور اور خوبی آپ کی اردو غزل میں ہے تحیرؔ کا مقام ہے ۔ ذٰلک فضل اللّٰہ یوتیہ من لیشار ۔

آپ کی طباعی

عہد طفلی کے بیان میں یہ عاجز "سیر الکاملین" کی عبارت نقل کرچکا ہے ۔ اس میں یہ عبارت ہے "در جمیع علوم استعداد خوب حاصل کردہ اند ۔ بسیار ذہین وطبّاع ۔ شعر عربی و فارسی و ہندی خوب نظم می کنند" یعنی تمام علوم میں اچھی استعداد حاصل کی ہے ۔ نہایت ذہین اور طبّاع ہیں ۔ عربی و فارسی و ہندی اشعار خوب کہتے ہیں ۔ یعنی ان تینوں زبانوں میں آپ اشعار کہا کرتے تھے جو مقبول خواطر ہوتے تھے ۔

ذکر السعیدین میں ہے

آپ کے ابنِ عمِ اکبر حضرت شاہ محمد معصوم قدس سرہ نے ذکر السعیدین میں آپ کا ذکر اس طرح کیا ہے "ان کے والد ماجد نے بہ عمر چار سالگی ان کو بہ حضورِ حضرت جدّ امجد لاکر عرض کیا کہ اس فرزند کو بیعت سے مشرف فرمایئے ۔ آپ نے الفاظ بیعت ان کو پڑھائے ۔ حفظ قرآن شریف کرکے تحصیلِ علومِ مُروّجہ مولوی رحمۃ اللّٰہ صاحب مہاجر و مولوی سید حبیب الرحمٰن صاحب مہاجر و سید احمد دہلان مکی وغیرہ سے کئے ۔ استعداد علوم ظاہری میں خوب حاصل ہے ۔ فطین و ذہین ہیں ۔ طبیعت موزون ہے ۔ شعر خوب کہتے ہیں ۔ سلوکِ طریقۂ آبارِ کرام اپنے والد ماجد سے طے کیا ۔ اجازت وخلافت سے مشرف فرمایا ۔ بعد ان کے انتقال کے ان کے قائمقام

ہوئے مستفیدین توجہ سے بہرہ یاب ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی عمر میں برکت کرے۔ مانند آباء و اجداد ظاہر و باطن میں کامل و مکمل فرمائے۔ آمین۔

خوردسالی سے جب آپ کے اکابر نے (کیا اہلِ خاندان اور کیا اساتذہ) آپ کی فطانت، عقل، اور قوتِ اخذ کو دیکھا۔ آپ کے گرویدہ ہوئے۔

ایں سعادت بہ زورِ بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

حاجی دوست محمد کا خط

جناب حاجی دوست محمد صاحب کی وفات دوشنبہ ۲۲ رشوال ۱۲۸۴ھ میں ہوئی ہے۔ انھوں نے اپنی وفات سے کچھ دن پہلے آپ کے پدر بزرگوار اور آپ کے نام جو خط تحریر فرمایا ہے اس کی ابتدا اس طرح پر ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ امابعد، بہ خدمت باعظمت حضرتِ ولایت منزلت قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین عمدۃ الواصلین قبلۃ المحققین وارث الانبیاء والمرسلین سیدنا و مولانا نیکو سیر حضرت مولوی محمد عمر قدس سرہ العزیز وجناب صاحبزادہ سعادت و سادہ حضرت مولوی عبداللہ ابوالخیر صاحب اوصلہ اللہ تعالیٰ الی مراتب آبائہ الکرام۔

آپ چھوٹی عمر سے اپنے حضرتِ والد کے خط میں حضراتِ اعمام وغیرہما کو خط لکھا کرتے تھے اور وہ حضرات بھی آپ کو جواب تحریر کرتے تھے۔ غالباً یہی صورت حضرت حاجی صاحب کے ساتھ ہوئی ہے۔ اور انھوں نے جواب لکھا ہے۔

شاہ عبدالرشید کا خط

آپ کے عمِّ اکبر حضرت شاہ عبدالرشید کی صاحبزادی کی وفات ہوئی تو آپ نے اسی طرح ان کو تعزیت کا خط تحریر فرمایا انھوں نے جواب اس طرح لکھا ہے کہ پہلے حصہ میں آپ کے والد کے نام خط ہے۔ اور پھر آپ کے نام یہ خط ہے۔

برخوردار نور چشم حافظ ابوالخیر اطال اللہ عمرہ۔ بعد دعوات و دیدہ بوسی معلوم نمایند کہ خط تعزیت رسید و حال رنج والم معلوم گردید۔ صبر نمایند و بہ دعاء مغفرت یاد آوردہ باشند

کہ ہمیں حق عُمرِ دگان برزندگان ہست و در تحصیل علوم ظاہری و باطنی سعیِ بلیغ دارند سالہٗ تعالیٰ بمنتہائے مرام برساند و جمیع عزیزان خورد و کلان ما واجب می رسانند۔ تحریر تاریخ ۲۴ ربیع جمادی الاولیٰ ۱۲۸۶ھ ہجری مقام مدینہ منورہ۔

کسب سلوک

آپ چار سال کے ہوئے تھے کہ حضرت جدِّ بزرگوار نے حرم نبوی میں مواجہہ شریفہ میں آپ کو سلسلۂ مبارکۂ طیبہ سے وابستہ کر دیا اور اگر یہ کہا جائے کہ آپ کے گلے میں حلقۂ عبدیت ڈال دیا تو بیجا نہ ہوگا۔ آپ اپنے حسبِ حال بڑے ذوق سے یہ شعر احیاناً پڑھا کرتے تھے۔

حلقۂ در گردنم افگندہ دوست   می برد ہر جا کہ خاطر خواہِ اوست

رسالہ "بزم غیر از زید در جواب بزم جمشید" کے صفحہ ۶۴ پر اس عاجز نے لکھا ہے۔

"خانۂ علم و فضل میں آپ کی آنکھ کھلی۔ دایۂ شریعت نے آپ کی پرورش کی۔ پستانِ طریقت سے آپ کی تربیت ہوئی۔ اور دبستانِ معرفت میں معلّمِ فطرت نے اسرار و حقائق کے خیابانوں سے گزار کر مَا لَا عَیْنٌ رَأَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ کے مقام اعلیٰ سے آپ کو مشرف فرمایا۔

سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ خَیْرُ مُعَلِّمٍ   عَلَّمْتَ بِالْقَلَمِ الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰی

اَخْرَجْتَ ھٰذَا الْعَقْلَ مِنْ ظُلُمَاتِہٖ   وَھَدَیْتَہُ النُّوْرَ الْمُبِیْنَ سَبِیْلًا

فَسَمِعَ مَا سَمِعَ وَرَاٰی مَا رَاٰی وَحَفِظَ مَا حَفِظَ وَوَعٰی مَا وَعٰی۔ وَکَانَ مَدَّ مَدَّہُ الشَّرِیْفُ مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ یَلْتَقِیَانِ۔ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ فِیْ کُلِّ حِیْنٍ وَّاٰنٍ"

جن پاکیزہ نفوس کی گودیوں میں آپ نے پرورش پائی ہے اور جن کی مبارک صحبتوں میں آپ کی نشو و نما ہوئی ہے۔ اس کی وجہ سے آپ کی لوحِ قلب اور ساحتِ سینہ بالکل پاک و صاف ہو گئی تھی۔ ابن ماجہ کی روایت ہے۔ اَلَا وَاِنَّ فِی الْجَسَدِ مُضْغَۃً اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ اَلَا وَھِیَ الْقَلْبُ۔ اور آپ کا معاملۂ باطن "یَکَادُ زَیْتُھَا یُضِیْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْہُ نَارٌ" کا مصداق بنا ہوا تھا۔ اب ضرورت اشتغال کی تھی۔ کارِ باطن کی طرف آپ متوجہ کب ہوئے اس سلسلہ

میں حکیم فرید احمد عباسی امروہوی رحمہ اللہ نے آپ سے دریافت کیا۔ آپ نے ان سے فرمایا، لکھو۔ اور پھر آپ نے درج ذیل بیان لکھوایا۔ آپ کا بیان فارسی میں ہے یہ عاجز اس کا ترجمہ لکھتا ہے۔

آپ کی ایک تحریر

"یوم جمعہ پہلی صفر ۱۲۹۴ھ کو حضرت ایشاں (حضرت والد) کے حضور سے مشرف ہوا۔ آپ نے مراقبۂ احدیت اور لطیفۂ قلب و لطیفۂ نفس سے اسم ذات کا ذکر شریف دو دو ہزار اور باقی لطائف سے (روح۔ سر۔ خفی۔ اخفی) ایک ایک ہزار اور نفی و اثبات گیارہ سو مرتبہ۔ اور دو دو ساعت انتظارِ فیض اور دو رکعت اشراق اور دو رکعت اول نہار میں استخارہ کے اور چار رکعت چاشت کی مداومت کی ہدایت فرمائی۔ اور صبح و شام سورۂ یاسین پڑھنے کی وصیت کی۔ اور ان امور کی تاکید فرمائی۔ اور ارشاد کیا کہ کام کے دن یہی ہیں۔ جو شے بھی اس کام سے مانع ہو وہ لہو و لعب میں داخل ہے۔

جز یادِ دوست ہر چہ کنی عمر ضائع است | جز سرِ عشق ہر چہ بخوانی بطالت است
سعدی بشوے لوحِ دل از یادِ غیر حق | علمے کہ رہ بحق نہ نماید جہالت است

اسی سال ماہ رمضان میں مراقبۂ معیت کی تعلیم فرمائی اور شوال ۱۲۹۵ھ میں مراقبۂ اقربیت "ہمہ اوست" سے سرفراز فرمایا۔ اور اسی سال وسطِ ماہِ ذی القعدہ میں حضرت شاہ عبدالغنی قدس سرہ نے اپنی وفات سے پورے تین ماہ پہلے ظہر کے "حلقہ" اور "توجہ بیاراں" کا امر فرمایا۔ اور ارشاد کیا کہ صبح کا حلقہ اور توجہ تمہارے والد کریں۔ اور صفر ۱۲۹۶ھ میں مراقبات لطائفِ خمسہ کی تعلیم فرمائی۔ اور ارشاد کیا کہ ہر لطیفہ کا فیض الگ حاصل کرو۔ اسی مہینے مدینۂ منورہ کا سفر کیا اور وہاں حلقہ ہوا کرتا تھا۔ حضرت عمّ بزرگوار شاہ محمد مظہر قدس سرہ موجود تھے۔ سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عنایات سے مشرف ہوا۔ اسی سال ماہ شعبان میں مکۂ مکرمہ واپسی ہوئی۔ اس وقت حضرت پیر و مرشد والد ماجد نے فرمایا کہ میں نے تم کو محمدی المشرب پایا۔ اور آپ نے ولایتِ کبریٰ کے دائرۂ ثانیہ کی تعلیم فرمائی۔ اور اسی سال رمضان میں دائرۂ ثالثہ عنایت فرمایا۔ اور

ذی القعدہ میں قوس کی تعلیم فرمائی جو کہ ولایتِ کبریٰ کا آخر مقام ہے۔ اور ۱۲۹۷ھ کے شروع میں مسجد حرام میں حلقۂ مغرب اور مریدوں کو توجہ کی خدمت سپرد کی اور اسی سال ماہِ صفر میں مراقبہ ولایتِ علیا جو کہ ولایتِ ملائکہ کرام ہے تلقین فرمایا۔"

پون گھنٹے میں آپ نے اپنی یادداشت کی بنا پر یہ بیان تحریر کرایا ہے۔ تقریباً پچاس سال قبل کے واقعات کو دن اور ماہ و سال کی تفصیل کے ساتھ لکھوانا بجائے خود ایک کرامت ہے۔

حضرت شاہ عبد الغنی کی عنایت

آپ کے اس بیان میں دو باتوں کا ذکر ہے۔ کہ آپ کو حلقہ اور توجہ کا امر ذی القعدہ ۱۲۹۵ھ میں آپ کے حضرت والد ماجد کے عمِ بزرگوار حضرت شاہ عبد الغنی قدس سرہ نے دیا۔ ان کا یہ امر بمنزلۂ نورٌ علیٰ نور ہے۔ اور اس سے ان کی انتہائے عنایت و شفقت کا پتہ چلتا ہے۔

عنایات نبویہ

اور دوسری بات حضرت شاہ محمد مظہر قدس سرہ اور عنایات نبویہ کی ہے۔ اس کی تفصیل اس طرح پر ہے کہ آپ مسجد نبوی میں حلقہ فرما رہے تھے۔ آپ کے عم بزرگ تشریف لائے اور تھوڑی دیر تک آپ کی کیفیات کو ملاحظہ فرماتے رہے۔ پھر روضہ مقدسہ پر حاضر ہوئے اور وہاں مراقبہ فرمایا۔ وہاں سے آکر ایک مبارک چادر آپ کے سر اور شانوں پر ڈالی اور انتہائے مسرت سے آبدیدہ ہو کر فرمایا۔ کہ میں تو کسی لائق نہیں ہوں۔ یہ چادر حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے بموجب آپ کی طرف سے ڈال رہا ہوں۔ اور پھر یہ فرمایا کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "تم ہندوستان جاؤ"۔

اے خدا قربانِ احسانت شوم — ایں چہ احسانہا است قربانت شوم

سلوک نقشبندیہ مجددیہ

حضرت امام ربانی مجدد و منوّرِ الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہ فرماتے ہیں :۔

پروردگار جلّت حکمتہ نے پہلے عالمِ اَمر بنایا اور پھر عالمِ خلق۔ عالمِ اَمر کا ظہور لفظ کُن کے فرماتے ہی ہوا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اِنَّمَا اَمْرُہٗ اِذَا اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ

لہٗ کُن فَیَکُوْنُ ۔ عالمِ اَمر نورانی عالم ہے۔ اور پھر عالمِ خَلق کو پیدا کیا جس کی تخلیق میں زمانہ صرف ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے خَلَقْنَا السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّۃِ اَیَّام۔ یعنی آسمانوں اور زمین کی تخلیق چھ دن میں ہوئی ہے۔ دن سے مراد ہزار سالہ دن ہے۔ جیساکہ اس آیت میں ہے۔ وَاِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّکَ کَاَلْفِ سَنَۃٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ۔ یا پچاس ہزار سالہ دن ہے۔ جیساکہ اس آیت میں مذکور ہے۔ فِیْ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُہٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَۃٍ۔ یا اس سے بھی بڑا دن ہے۔ اس کا علم اللہ ہی کو ہے۔

آپ فرماتے ہیں جو کچھ عالم خلق میں ہے اس کی حقیقت اور اصل عالم اَمر میں موجود ہے۔ عالمِ ارواح اور عالمِ مثال کا تعلق عالمِ امر سے ہے۔

جب پروردگار جل شانہ نے ارادہ کیا کہ اپنے اسماء و صفات کے کمالات کو پردۂ غیب سے مَنصۂ شہود پر ظاہر کرے تو اُس نے تمام عالم کو پیدا کیا۔ تمام عالم اس کے اسماء و صفات کی تجلّیات کا اثر ہے۔ جب عالمِ امر اور عالمِ خلق کا ظہور ہو گیا اس نے ارادہ کیا۔ کہ کسی کو اپنا خلیفہ بنائے اور امانت اس کے سپرد کی جائے۔ آسمان و زمین بارِ امانت اٹھانے سے عاجز رہے۔ صرف عالمِ خلق کے اجزاء میں اتنی طاقت نہ تھی کہ وہ یہ بوجھ اُٹھا سکتے۔ لہٰذا پروردگار نے انسان کو پیدا کیا۔ اس کی تخلیق۔ عالمِ اَمر اور عالمِ خلق کے اجزاء سے ہوئی ہے۔ وہ ہر دو عالم کے اجزاء کا مرکب ہے۔ ہر عالَم ایک عالمِ صغیر ہے اور دونوں عوالم کا مجموعہ عالم کبیر ہے اور اُس کو عالمِ اِمکان کہتے ہیں۔ انسان اپنی تخلیق کے اعتبار سے عالمِ کبیر کا خلاصہ ہے۔ اس نے بارِ امانت اٹھایا اور اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی تمام صفات کا مظہر بنا۔ اللہ کی صفات میں سے ایک صفت "اَکبر" ہے۔ جب انسان اس صفت کا مظہر بنا تو وہ "عالمِ اکبر" ہوا۔

یہ کون و مکان اور ساری زمین — سمٰواتِ عُلیا و عرشِ برین
یہ سب عالمِ خلق کی ہے نمود — دُوم عالمِ اَمر کا ہے وجود
ہر اک اِن میں کا اک جہانِ صغیر — صَغیرین مل کر بنے ہیں کبیر
سمجھ لو کہ اکبر کبھی ہوگا ضرور — جہاں شانِ اکبر کا ہوگا ظہور

وہ اکبر ہے کیا اور کیسے بنا — کبھی اس کو سوچا ہے تم نے ذرا
شرف آدمی کو ملا کس لئے — وہ خلقت میں اشرف ہوا کس لئے
جو اشرف ہے۔ سمجھو کہ اکبر بھی ہے — جو اکبر ہے۔ جانو کہ انور بھی ہے
وہ اکبر۔ وہ انسانِ کامل بنا — جو بارِ امانت کا حامل بنا
صفاتِ جلیلہ کا مظہر ہے وہ — کمالاتِ علیا کا مصدر ہے وہ
بہ ظاہر ہے اصغر وہ از مشتِ خاک — بہ باطن ہے اکبر وہ از نورِ پاک
ز اسرارِ بیچون و فیضانِ نور — ہوا خانۂ قلب صدر رشکِ طور
سماوات پر ہے وہ عرشِ بریں — ہے یہ قلب عرشِ دگر بر زمین
ہے سایہ خدا کا وہ کامل بشر — جو در شکل مرشد ہوا جلوہ گر
وہ مرشد ہے انسانِ افضل کی ذات — وہ افضل ہے بے شک جلیل الصفات
وہ ہے بالاصالت حبیبِ خدا — ہیں بالتبع سب انبیا اولیا
تمام انبیا آپ کے ہیں مناب — تمام اولیا آپ سے فیض یاب
خلائق میں جس کو بھی نعمت ملی — ہے معطی خدا اور قاسم نبی ؐ

حضرت مجدد قدس سرہ فرماتے ہیں۔ انسان کی ساخت دس لطائف سے ہوئی ہے۔ ان میں سے پانچ عالمِ خلق کے اجزار ہیں اور وہ نفس، ہوا، پانی، آگ اور مٹی ہیں اور پانچ عالمِ امر کے اجزار ہیں اور وہ۔ قلب۔ روح۔ سِر۔ خفی۔ اخفیٰ ہیں۔
"لطیفۂ نفس" عالمِ خلق کے اجزار کا معجون ہے اور "لطیفۂ قلب" عالمِ امر کے اجزار کا مرکب ہے۔ ان اجزائے عشرہ کو حضرات کرام "لطائف عشرہ" کہتے ہیں۔

آپ نے فرمایا ہے کہ عالمِ امر کے پانچ لطائف کا مقام انسان کے سینہ میں ہے

اخفیٰ

بائیں چھاتی سے دو انگل نیچے قدرے مائل بہ پہلو "لطیفۂ قلب" کا مقام ہے اور دائیں چھاتی سے دو انگل نیچے قدرے مائل بہ پہلو "لطیفۂ روح" کا اور بائیں چھاتی سے بفاصلۂ دو انگشت وسطِ سینہ

خفی ۰ سِر ۰ صدر ۰ روح

سینہ کی طرف "لطیفۂ سِر" کا اور دائیں چھاتی سے بہ فاصلۂ دو انگشت وسط سینہ کی طرف "لطیفۂ خفی" کا اور وَسَطِ سینہ میں "لطیفۂ اخفیٰ" کا۔ اور فرمایا ہے کہ لطیفۂ قلب، لطیفۂ نفس کا اور لطیفۂ روح۔ لطیفۂ ہَوا کا اور لطیفۂ سِر۔ لطیفۂ آب کا۔ اور لطیفۂ خفی، لطیفۂ آتش کا اور لطیفۂ اخفیٰ لطیفۂ خاک کا اصل ہے۔ آپ نے فرمایا ہے کہ یہ پانچ لَطَائف اللہ تک پہنچانے کے پانچ راستے ہیں اور ان پانچ راستوں میں سے ہر ایک راستہ ایک اُولُوا العَزْم رسول کے زیر قدم ہے۔ لَطِیفۂ قلب، حضرت آدم کے اور لطیفۂ رُوح حضرت ابراہیم کے اور لطیفۂ سِر حضرت موسیٰ کے اور لطیفۂ خفی حضرت عیسیٰ کے اور لطیفۂ اخفیٰ سردارِ دو عالم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَ عَلٰی جَمِیْعِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ کے زیر قدم ہے۔ سالِکانِ راہِ طریقت اگرچہ پانچوں لطائف سے ذکر کرتے ہیں اور فیضیاب ہوتے ہیں۔ لیکن اُن کو کسی ایک لطیفہ سے زیادہ مناسبت ہوتی ہے۔ جس سالک کو لطیفۂ قلب سے زیادہ مناسبت ہوگی وہ آدمی المشرب ہے۔ اور جس کو لطیفۂ روح سے زیادہ مناسبت ہوگی وہ ابراہیمیُّ المُشْرب اور لطیفۂ سِر والا موسویُّ المشرب اور لطیفۂ خفی والا عیسویُّ المشرب اور لطیفۂ اخفیٰ والا محمدیُّ المشرب کہلاتا ہے۔ ان پانچوں مبارک لطائف کا اصل مقام عرش کے اُوپر ہے۔ پہلا مقام قلب کا ہے، اس سے اوپر روح کا، اس سے اوپر سِر کا، اس سے اوپر خفی کا اور اس سے اوپر اخفیٰ کا۔ یہ پانچوں لطائف نورانی ہیں۔ لیکن انسانی جسم میں آکر گناہوں کی وجہ سے اُن کی نورانیت زائل ہوگئی ہے۔ حضرات نقشبندیہ، لطائفِ عالمِ خلق کی اصلاح سے پہلے عالمِ امر کے لطائفِ خمسہ کو اپنی اصلی حالت پر لانے کی کوشش کرتے ہیں۔ بہ خلاف دوسرے طریقوں کے کہ اُن میں پہلے لطائفِ عالمِ خلق کے اصلاح کی طرف توجہ دی جاتی ہے۔ اور مجاہدات و ریاضات میں عمریں بسر ہوتی ہیں، اور پھر لطائفِ عالمِ امر کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ چونکہ طریقۂ نقشبندیہ میں ابتداءِ کار لطائفِ عالمِ امر سے ہے اس لئے حضرت امام الطریقہ سید محمد بہاء الدین نقشبند قدس سرہ نے فرمایا ہے۔

اوّلِ ما آخرِ ہر منتہی   آخرِ ما جیبِ تمنا تہی

حضرات نقشبندیہ پہلے لطیفۂ قلب سے اسمِ جلالہ اَللّٰہ کا ذکر کرتے ہیں۔ جب یہ لطیفۂ مبارکہ پوری طرح ذاکر ہو جاتا ہے کہ اٹھتے، بیٹھتے، چلتے، پھرتے، کھاتے، پیتے، سوتے، جاگتے، گفتگو کرتے نہ کرتے وقت اسمِ ذات سے گویا رہے تو پھر لطیفۂ روح کی طرف، پھر لطیفۂ سِر کی طرف، پھر لطیفۂ خفی کی طرف پھر لطیفۂ اخفی کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جب یہ پانچوں لطائف بہ اسم پاک پروردگار گویا ہو جاتے ہیں۔ اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ کے اسرار کھلنے لگتے ہیں اور ساحتِ سینہ جولانگہِ انوار بن جاتا ہے۔

زلورت قلبہا جولانگہِ برق   دلِ ہر ذرّہ در جوشِ انا الشرق

ان پانچ لطائف کی نورانیت کے بعد لطائفِ عالمِ خلق کی طرف توجہ دی جاتی ہے۔ پہلے لطیفۂ نفس کو ذاکر کیا جاتا ہے۔ اس لطیفہ کا مقام پیشانی کا وسط ہے۔ اور یہ لطیفہ، عالم خلق کے باقی لطائف کا جن کو عناصرِ اربعہ کہتے ہیں، معجون ہے۔ یہ لطیفہ اَمَّارَۃٌ بِالسُّوْءِ ہے۔ جب ذکرِ الٰہی میں اس کو مشغول کیا جاتا تو اس کی اَمّاریت رُو بہ زوال ہوتی ہے۔ اور مطمئنیت کے جوہر کھلنے لگتے ہیں، یہاں تک کہ۔ یَا اَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً کے خطاب کا سزاوار بنتا ہے جب یہ لطیفہ پوری طرح ذاکر ہو جاتا ہے اور ارجعی سے اُنس پیدا کر لیتا ہے تو اپنے مقام سے مقامِ قلب میں نزول کرتا ہے۔ اور لطیفۂ قلب کی نیابت کا منصب سنبھالتا ہے تاکہ لطیفۂ قلب مع باقی لطائفِ عالمِ امر کے اپنے اصلِ موطن کی سیر کرے اور پانچوں لطائف کو فنائیت حاصل ہو۔ اور مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا کما قالہ المشائخ ان کے نقدِ حال ہو۔

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را   ہر زماں از غیب جانے دیگر است

لطیفۂ نفس کی فنائیت کے بعد عناصرِ اربعہ کی باری آتی ہے۔ جن سے کالبدِ انسانی بنا ہوا ہے۔ اور اس لطیفہ کا نام لطیفۂ قالبیہ ہے۔ جب اس لطیفہ سے ذکر کیا جاتا ہے تو جسم کا ایک ایک بال، ایک ایک ذرّہ ذاکر بہ اسمِ پاک ہوتا ہے۔

اور جب یہ کیفیت سالک کو حاصل ہو جاتی ہے تو پرندوں، درختوں اور ہواؤں کی آوازیں بھی اس کے واسطے ذکرِ الٰہی ہوتی ہیں اور اس پر۔ وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ۔ کی حقیقت واضح ہوتی ہے۔

چوں بادۂ شوقِ تو کند بَرّاقی — گردد تن و روح جملہ مستِ ساقی
تن مستِ شراب و روح مستِ ساقی — آں گردد فانی و ایں گردد باقی

یہ ہیں لطائف سبعہ جن کی مناسبت سے حضرات مشائخ کبار قدس اللہ اسرارہم نے فرمایا ہے۔ راہِ سلوک الی اللہ ہفت گام است۔ اور چونکہ لطائف عالمِ امر کا معجون لطیفۂ قلب اور لطائف عالمِ خلق کا معجون لطیفۂ نفس ہے اور اگر یہ دو لطائف صحیح معنی میں پوری طرح ذاکر ہو جاتے ہیں تو بقیہ لطائف از خود ذاکر ہو جاتے ہیں۔ بنا بریں کہا گیا ہے۔ راہِ سلوک الی اللہ دو گام است۔

خوش نصیب است آنکہ سکر و انبساط — صرف در ذکرش کند لیل و نہار
در رہِ الفت بہ عزم و صدقِ تام — مرد واراں پا نہادہ استوار
چشم پُر نم آہ پر سوزش بود — تن زَبُون و قلب باشد بے قرار
ہر زماں از شوق مُشتیہا کند — ہر نفس بر نامِ جانانش نثار
ذکرِ پاکش داروئے دلہا است زید — آتشِ عشقش سپر باشد زنار

لطائفِ مبارکۂ سبعہ کے بعد نفی و اثبات کا مشغلہ ہوتا ہے۔ اور۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا ورد حرزِ جان بنتا ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے۔ کہ ناف سے۔ لَا۔ کو کھینچ کر مقامِ نفس تک جو کہ وسطِ پیشانی میں ہے۔ لیجاتے ہیں۔ اور وہاں سے۔ اِلٰہَ۔ کو دائیں بازو تک لاتے ہیں۔ جو کہ۔ اصحاب یمین۔ سَفَرَۃٍ کِرَامٍ بَرَرَۃٍ۔ کا مقام ہے۔ اور پھر وہاں سے۔ اِلَّا اللّٰہُ کو لطیفۂ اخفیٰ اور سِر سے گزارتے ہوئے لطیفۂ قلب پر ضرب لگاتے ہیں۔

شاہ غلام علی کا ذکر شریف

حضرت شاہ غلام علی قدس اللہ سرہٗ و اَفَاضَ عَلَیْنَا مِنْ بَرَکَاتِہٖ وَ اَسْرَارِہٖ۔ جس وقت دلی کی

جامع مسجد میں، نزدِ حوض نفی و اثبات میں مصروف ہوتے تھے تو جامع مسجد بقعۂ نور بن جاتی تھی۔

حریفاں بادہا خوردند و رفتند　　　تہی خمخانہا کردند و رفتند

یہاں تک ذکر شریف کا بیان تھا اللہ کے فضل و کرم سے سالک۔ اَلذّٰکِرِیْنَ اللّٰہَ کَثِیْرًا وَّالذّٰکِرَاتِ۔ کی مبارک جماعت میں شامل ہو گیا۔ اب۔ وَاِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ کے مقام کا حاصل کرنا ہے۔ تاکہ اللہ تعالیٰ کے اکرامات و انعامات سے دامنِ مراد بھرا جا سکے۔ اس کام کے لئے حضرات نقشبندیہ مجددیہ نے مراقبات کا طریقہ بیان کیا ہے۔

مُراقبہ مُراقبہ ماخوذ ہے رُقُوبَت سے جس کے معنی انتظار کرنے اور حفاظت کرنے کے ہیں۔ اور حضرات مشائخ کے نزدیک حضرتِ مَبدَءِ اَفیاض سے ورودِ فیض کا انتظار کرنا ہے۔

حبذا قومے کہ دادِ بندگی را دادہ اند　　　ترکِ دنیا کردہ اند و از ہمہ آزادہ اند
روزہا با روزہا در گوشۂ بنشستہ اند　　　بازشبہا در مقامِ بندگی استادہ اند
طرفۃ العینے نہ بودہ غافل از حضرتِ ولی　　　سیلہا با این ہمہ از چشم خود بکشادہ اند
راحتے دیدند و ذوقے یافتند از این و آن　　　روز و شب در کنجِ محنت بر سرِ سجادہ اند
پیرِ انصاری تو میدانی کہ ایشاں کیستند　　　فرقۂ بے کرّ و فرّ زمرۂ دل سادہ اند

حضرت امام ربانی مجددِ منوّرِ الفِ ثانی قدس سرہ نے مراقبات کا بیان خوب تفصیل سے کیا ہے۔ اکابر نے اپنی تالیفات میں اور اس عاجز نے فارسی رسالہ "مناہج السیر و مدارج الخیر" میں تشریح کے ساتھ ان کا بیان کیا ہے۔ یہاں مختصر طور پر ذکر کیا جاتا ہے۔

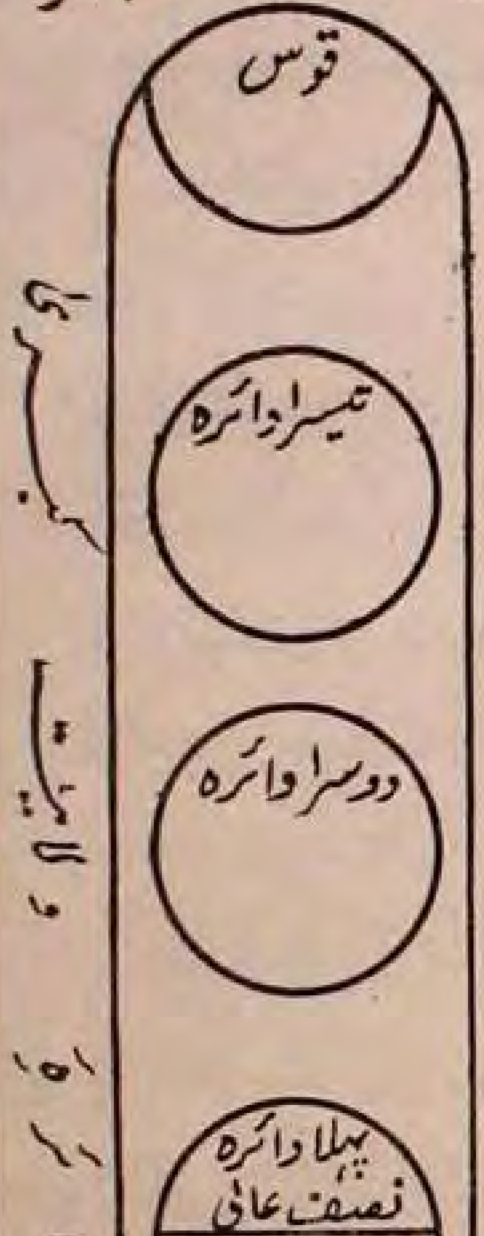
آپ نے راہ سلوک کو سات مراتب پر تقسیم کیا ہے۔ ہر مرتبہ کو ایک دائرہ قرار دیا ہے اور دائرہ اس وجہ سے کہا ہے کہ حلقۂ مُفرَّغہ کا ہر حصہ اوّل و آخر، بالا و پست، یمین و یسار، ہو سکتا ہے۔

پہلا مرتبہ۔ دائرۂ امکان کا ہے۔ اس دائرہ کے دو حصے ہیں۔ ایک عالمِ امر،

دوسرا عالمِ خلق ۔ عالمِ امر عرش سے اوپر ہے ۔ اور عالمِ خلق از عرش تا تحت الثریٰ ہے ۔ اس دائرہ میں صرف ایک مراقبہ اَحدِیّت ہے ۔ اور مَورِدِ فیض لطیفہ قلب ہے ۔

دوسرا مرتبہ ۔ دائرہ ظلالِ تجلیاتِ اسماء وصفات ہے ۔ ظل سے مراد وہ سایہ نہیں ہے جو مُوہمِ تولیدِ مثل ہے ۔ آپ فرماتے ہیں کہ جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا تو محمد کے خدا جلّ وعلا کا سایہ کیسے ہو سکتا ہے ۔ بلکہ ظل سے مراد دوسرے یا تیسرے یا چوتھے مرتبہ میں (الیٰ آخر المراتب) ظہور ہے ۔ اس دائرہ کو دائرہ ولایتِ صُغریٰ کہتے ہیں اس دائرہ میں صرف ایک مراقبہ مَعِیّت ہے ۔ اور مورد فیض لطیفہ قلب ہے ۔

تیسرا مرتبہ ۔ دائرہ تجلیاتِ اسماء وصفات ہے ۔ اس دائرہ کو دائرہ ولایتِ کبریٰ کہتے ہیں ۔ یہ ولایت حضرات انبیاء علیہم السلام کی ولایت کہلاتی ہے ۔ کیونکہ حضرات انبیاء علیہم السلام جب اس مقام و رتبہ پر فائز ہوتے ہیں تو اُن کی نبوت ظاہر ہوتی ہے ۔ اس دائرہ میں ظل کا اثر نہیں ہوتا ۔ اور نہ سُکر و غیبوبت کی گنجائش ہے ۔ یہ دائرہ مشتمل ہے تین دوائر اور ایک قوس پر ۔



پہلے دائرہ میں مراقبہ اَقربیّت کرتے ہیں ۔ اس دائرہ کے دو حصے ہیں ۔ نصفِ سافل میں تجلیاتِ اسماء وصفاتِ زائدہ میں سیر ہوتی ہے اور نصفِ عالی میں تجلیاتِ شیونات واعتبارات ۔ میں ۔ مراقبہ اَقربیّت سے دوئی کا پتہ چلتا ہے اور سالک محسوس کرتا ہے ۔ کہ کمالِ اقربیّت دوئی میں ہے ۔ یہ مقامِ صَحو ہے ۔

دوسرے اور تیسرے دائرہ میں اور پھر قوس میں مراقبہ محبت کیا جاتا ہے ۔ مراقبہ محبت ہی سالک کو ایک اصل سے دوسرے اصل تک اور دوسرے سے تیسرے تک اور پھر قوس تک پہنچاتا ہے ۔ تینوں دوائر اور

قوس کے مراقبات میں مَوردِ فیض لطیفۂ نفس ہوتا ہے۔

یہ عاجز کہتا ہے کہ ان تین دوائر اور قوس کے متعلق۔ فَاسْتَوٰی وَھُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰی ثُمَّ دَنٰی فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی۔ سے شاید اشارہ ہوتا ہو۔

ابتدائے ولایتِ صغریٰ سے انتہائے ولایتِ کبریٰ تک سالک کی سیر کا تعلق اُن اسمار وصفاتِ الٰہیہ سے ہے جن میں ذات مبارکہ ملحوظ نہیں ہوا کرتی۔ جیسے سمع، بصر، قدرۃ، ارادۃ، علم۔ اس سیر کو حضرت مجدد قدس سرہ نے اسمِ "الظاہر" میں سیر بتایا ہے۔ تحریر فرمایا ہے: "سیر در اسم الظاہر سیر در صفات است بے آنکہ در ضمنِ آنہا ذات ملحوظ گردد تعالیٰ وتقدس"۔ مکتوب ۲۶۰ از دفتر اول۔

چوتھا مرتبہ۔ دائرۂ تجلیاتِ اسماو صفاتِ الٰہیہ بامتزاج تجلیاتِ ذاتیۂ الٰہیہ ہے۔ اس دائرہ کو دائرۂ ولایتِ عُلیا کہتے ہیں۔ اس دائرہ میں سالک کی سیر اُن اسمار وصفاتِ الٰہیہ کی تجلیات میں ہوتی ہے۔ جن میں تجلیاتِ ذاتیۂ الٰہیہ کا امتزاج ہوتا ہے۔ جیسے سَمیع، بَصیر، قدیر، مُرید، عَلیم۔ اس سیر کو حضرت مجدد قدس سرہ نے اسم "الباطن" میں سیر سے تعبیر کیا ہے۔ مکتوب سابق الذکر میں تحریر فرماتے ہیں:-

"سیر در اسم الباطن نیز ہر چند سیر در اسما است اَمّا در ضمن آنہا ذات تعالیٰ ملحوظ است و آں اسماء در رنگ سپر ہا اند کہ رُوپوشِ حضرتِ ذات تعالیٰ وتقدس گشتہ مثلاً در صفت "العلم" "ذات تعالیٰ اصلاً ملحوظ نیست و در اسم "العلیم" "ملحوظ ذات است تعالیٰ در پس پردۂ صفت۔ زیراکہ علیم ذاتے است کہ مرُاو را علم است۔ فالسیر فی العلم سیر فی الاسم الظاہر والسیر فی العلیم سیر فی الاسم الباطن وَقِسْ علیٰ ہذا سائر الصفات والاسمار وایں اسمار کہ بہ اسم الباطن تعلق دارند مبادی تعینات ملائکہ ملاءِ اعلیٰ است"۔

اس ولایت کو ولایتِ ملائکۂ کرام کہتے ہیں۔ اس دائرہ میں ایک مراقبہ ہے۔ اور مَوردِ فیض عناصرِ ثلاثہ آب وہوا وآتش ہیں۔

پانچواں مرتبہ۔ دائرۂ کمالاتِ ثلاثہ ہے۔ جس کو دائرۂ تجلیاتِ ذاتیہ کہتے ہیں۔ اس دائرہ میں تین دوائر ہیں۔ دائرۂ کمالاتِ نبوت۔ دائرۂ کمالاتِ رسالت۔ دائرۂ

کمالاتِ اولی العزم ۔ ہر دائرہ کا ایک مراقبہ ہے ۔ مراقبہ کمالاتِ نبوت میں موردِ فیض لطیفہ خاک ہے ، اور مراقبہ کمالاتِ رسالت اور مراقبہ کمالاتِ اولی العزم میں موردِ فیض ہیئتِ وحدانی ہے ہیئتِ وحدانی سے مراد وہ کیفیت ہے، جو لطائفِ خمسۂ عالمِ امر اور لطائفِ خمسۂ عالمِ خلق کے تصفیہ کے بعد پیدا ہو گئی ہے ، یہ دس لطائف مُجلّٰی ، مزکیٰ ہونے کے بعد باہم مل کر ایک ہیئت بنا لیتے ہیں ۔ اِس ہیئت کو ہیئتِ وحدانی کہتے ہیں ۔ دائرہ کمالاتِ رسالت سے تا آخرِ دوائر موردِ فیض سالک کی ہیئتِ وحدانی ہے ۔

اس کے بعد راہِ سلوک دو حصوں پر منقسم ہے ۔ ایک راہ "معبودیتِ صرفہ" کی طرف اور دوسری راہ "لاتعیّن وحضرتِ اطلاق" کی جانب جاتی ہے ۔ جو راہ معبودیتِ صرفہ تک پہنچتی ہے اس کو حقائقِ الٰہیہ ، اور جو لاتعین تک پہنچتی ہے ۔ اس کو حقائقِ انبیاء کہتے ہیں ۔ بعض حضرات پہلے حقائقِ الٰہیہ کو طے کراتے ہیں ۔ اور بعض حضرات حقائقِ انبیاء کو ۔ حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں شہید اور حضرت شاہ غلام علی قدس اللہ اسرارہما پہلے حقائقِ الٰہیہ کو طے کراتے تھے اور پھر حقائقِ انبیاء کو ۔ یہ عاجز ان حضرات کا اتباع کرتے ہوئے پہلے حقائقِ الٰہیہ کو بیان کرتا ہے ۔

چھٹا مرتبہ ۔ حقائقِ الٰہیہ کا ہے ۔ اس مرتبہ میں چار دوائر ہیں ۱ ۔ دائرہ حقیقتِ کعبہ ۔ ۲ ۔ دائرہ حقیقتِ قرآن ۔ ۳ ۔ دائرہ حقیقتِ صلاۃ ۔ ۴ ۔ دائرہ معبودیتِ صرفہ ۔ موردِ فیض سب میں ہیئتِ وحدانی ہے ۔

ساتواں مرتبہ ۔ حقائقِ انبیا کا ہے ۔ اس مرتبہ میں چھ دوائر ہیں ۔

۱ ۔ دائرہ حقیقتِ ابراہیمی ۔ ۲ ۔ دائرہ حقیقتِ موسوی ۔ ۳ ۔ دائرہ حقیقتِ محمدی ۔ ۴ ۔ دائرہ حقیقتِ احمدی ۵ ۔ دائرہ حُبِّ صرفہ ذاتیہ ۔ ۶ ۔ دائرہ لاتعین وحضرتِ اطلاق ۔ جلّ مجدہٗ ۔ موردِ فیض سب میں ہیئتِ وحدانی ہے ۔

یہ سب بیس مراقبات ہوئے ۔ بعض حضرات مراقباتِ لطائفِ خمسہ کا عمل بھی کرتے ہیں ، اور یہ مراقبات ، لطائفِ خمسہ کے ذاکر و شاغل ہونے کے بعد کئے جاتے ہیں اور بعض حضرات تیسرے مرتبہ کے اختتام پر مراقبہ اسم الظاہر اور چوتھے مرتبہ کے اختتام پر

مراقبہ اسم الباطن کا شغل کرتے ہیں۔ اور بعض حضرات مراقبہ شرح صدر کرتے ہیں۔ اور یہ بھی ولایت کبریٰ کے اختتام پر کیا جاتا ہے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ نے جن بیس مراقبات کا ذکر کیا ہے۔ وہ از مُتمّمات راہ سلوک ہیں۔ سالک نے ذکر اسم ذات اور نفی و اثبات سے اپنے لطائف عشرہ کو مُزکیٰ و مُصفّیٰ کیا۔ اور پھر مراقبات کی مداومت سے ان لطائف پر ابواب فیضان و برکات کھُلے۔ اب وہ اس سے مستفید ہو رہا ہے۔ وہ قرآن مجید و احادیث نبویہ کے ایک ایک لفظ سے مراقبہ کرکے لطف اٹھا سکتا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں لکھا ہے۔ کہ اہل سلوک کے نزدیک اللہ کی صفات میں تفکر کرنے کو مراقبہ کہتے ہیں اور اس کی اصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے۔ الاحسان ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تراہ فانہ یراک (اللہ کی عبادت اس طرح پر سمجھ کر کرو گویا کہ تم اس کو دیکھ رہے ہو۔ اور اگر تم اس کو نہیں دیکھ رہے ہو تو وہ تم کو دیکھ رہا ہے۔) اور آپ کا یہ ارشاد ہے۔ احفظ اللہ تجدہ تجاھک (اللہ کے ذکر کی حفاظت کرو۔ اس کو یاد رکھو تو تم اس کو اپنے سامنے پاؤ گے) اور اگر کوئی مراقبہ کرنا چاہے تو اس کا طریقہ یہ ہے۔ کہ پہلے وہ یہ آیت شریفہ پڑھے۔ وھو معکم اینما کنتم۔ یا۔ وما یعزب عن ربک مثقال ذرۃ فی الارض ولا فی السماء ولا اصغر من ذلک ولا اکبر الا فی کتاب مبین (آپ نے چند آیات اور بھی لکھی ہیں) یا وہ اس ارشاد نبوی کو پڑھے (سمجھ لو اگر ساری امت ارادہ کرلے کہ تم کو کچھ فائدہ پہنچائے۔ تو وہ صرف وہی فائدہ پہنچا سکتی ہے جو اللہ نے تمہارے واسطے مقرر کر دیا ہے۔ اسی طرح اگر ساری اُمّت مل کر تم کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرے تو وہی نقصان تم کو پہنچا سکتی ہے جو اللہ نے تمہارے واسطے مقرر کر دیا ہے۔ قلم اٹھا لیا گیا ہے اور وہ خشک ہو چکا ہے۔ یا اس ارشاد نبوی کو پڑھے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی ایک سو رحمتوں میں سے صرف ایک رحمت زمین پر نازل ہوئی ہے۔ پھر ان آیات و احادیث کے معنی اور مفہوم کا تصور بلا کسی تشبیہ اور جہت کے کرے۔ وہ صرف یہ خیال کرے کہ اللہ تعالیٰ اس سے متصف ہے اور اسی خیال میں بیٹھ جائے

جب اس خیال میں فتور آنے لگے۔ تو آیت یا حدیث کا اعادہ کرلے اور اس کا تصور کرتا رہے اور اس شغل کے لیئے وہ وقت مناسب ہے کہ حوائجِ ضروریہ کی وجہ سے تنگ نہ ہو، نہ بھوکا پیاسا ہو، نہ نیند آرہی ہو اور نہ غصہ کی حالت ہو۔ اُس کا قلب تمام امور سے فارغ ہو۔" یہ ہے خلاصہ سلوکِ نقشبندیہ مجددیہ۔

با ایں ہمہ بے حاصلی و ہیچ کسی — درماندہ بہ نارسائی و بوالہوسی
دادیم ترا ز گنج مقصود نشان — گر ما نہ رسیدیم تو شاید برسی

رجوع بہ احوال حضرت سید الوالد قدس سرہ۔

آپ کا کسب سلوک

کسب سلوک کے متعلق آپ کا بیان نقل کیا جا چکا ہے آپ باقاعدہ طور پر جمعہ پہلی صفر ۱۲۹۴ھ میں اس راہِ تقرب الی اللہ پر گامزن ہوئے۔ آپ کے پیر و مرشد حضرت والد نے پہلے دن آپ کو لطائفِ خمسۂ عالم امر۔ قلب، روح، سر، خفی، اخفیٰ، اور لطیفۂ نفس کی تعلیم دی۔ اور ساتھ ہی مراقبۂ اَحَدیّت کرنے کو فرمایا۔ یعنی دائرۂ امکان قطع کرنے کا راستہ کھول دیا۔ وہ افراد جو اس راہ و رسم سے واقف ہیں، جانتے ہیں کہ ہزاروں میں کوئی ایک آدمی ایسا ہوا کرتا ہے۔ کہ جہاں اس کو لطیفۂ قلب کی تعلیم دی گئی۔ اس کا نہ صرف لطیفۂ قلب ہی ذاکر ہو جاتا ہے۔ بلکہ عالم امر کے بقیہ چاروں لطائف بھی ساتھ ہی ذاکر ہو جاتے ہیں اور وہ لطائفِ خمسہ سے ذکر کرنے لگتا ہے۔ ورنہ عام طور پر پہلے صرف لطیفۂ قلب ہی کو ذاکر کیا جاتا ہے۔ اور پھر روح کو، پھر سر کو، پھر خفی کو پھر اخفیٰ کو۔ اور ایسا شخص تو بہت کم ملتا ہے جو پہلے ہی دن سے لطائفِ خمسۂ عالمِ امر و لطیفۂ نفس سے ذکر الٰہی میں مصروف ہو جائے۔ اور جس کو یہ بات نصیب ہوتی ہے وہ از جماعتِ مُرادان و مجذوبان ہے۔ اللہ کی عنایت اور رحمت اس کو اپنی طرف کھینچ رہی ہے اور وہ مجذوب سالک کہلاتا ہے۔ وہ از راہِ اجتبا منازلِ سلوک قطع کرتا ہے۔" ایں سیر را اندراج النہایۃ فی البدایۃ گویند کہ جذبہ کہ در آخر کار بود در ابتدا مندرج شد۔" ذٰلِکَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰہِ وَکَفٰی بِاللّٰہِ عَلِیْمًا۔

لائحۂ عمل

دلائل الخیرات کی جلد پراپنے اوقات شریفیہ کا بیان آپ نے اس طرح کیا ہے۔ (آپ کی عبارت کا اُردو ترجمہ لکھا جارہا ہے۔

تحریم سے پہلے (یعنی صلاۓ تہجد سے پہلے) بیدار ہوکر چند رکعتیں پڑھنی اور پھر کچھ ذکر کرنا اور اسفار میں حنفی امام کے ساتھ نماز پڑھنی۔ پھر اَدْعیۂ ماثورہ کا پڑھنا۔ اس کے بعد حرم شریف میں ذکر کرنا۔ یا حلقہ میں (حضرت والد کے حلقہ میں) شریک ہونا اور آفتاب کے نکلنے کے بعد دو رکعت پڑھ کر خلوت میں جانا اور تصوف کی کتابوں کا مطالعہ کرنا۔ جیسے مکتوبات قدسی آیاتِ امام الطریقہ رحمہ اللہ ومثنوی مولوی رحمہ اللہ واحیاۓ غزالی رحمہ اللہ ونفحات عارف جامی رحمہ اللہ وطریقہ محمدیہ برکوی رحمہ اللہ خصوصاً محل درس کا۔ اس کے بعد کھانا کھا کر قیلولہ کے واسطے سید حبیب اللہ کے گھر جانا اور زوال سے پہلے وضو کرنا اور بعد زوال کے چار رکعت پڑھنی اور ظہر کی چار رکعت سنت پڑھ کر نماز کے واسطے حرم شریف میں حاضر ہونا، ظہر کی نماز تکبیر تحریمہ کے ساتھ پڑھنی، پھر خلوت خانہ میں جاکر بعد کی سنتیں پڑھنی، پھر کچھ ذکر کرنا۔ پھر حلقہ میں حاضر ہونا۔ حلقہ سے فارغ ہونے کے بعد قرآن مجید کے چھ پارے پڑھنا۔ میری رُوح اور میرے تمام آبا واجداد کی ارواح اس کے مبارک نام پر فدا ہو۔ اور اسبوعۂ دلائل الخیرات اور حزب اعظم کا باکمال ترتیل وخشوع وتفکر اور لحاظ معنیٰ سے پڑھنا۔ انتہی۔

آپ کو نُعُومَتِ اَظْفَار سے اللہ تعالیٰ نے اولیاۓ کبار کی صحبت عنایت کی، اولیاء اللہ کی ایک نظر انسان کی کایا پلٹ کر رکھ دیتی ہے۔ چہ جاۓ کہ مسلسل بیس سال ان کی رفاقت رہی ہو۔ صحیحین کی حدیث شریف میں اچھے جلیس اور بُرے جلیس کی مثال، مشک رکھنے والے اور لوہے کی بھٹی تاپنے والے سے دی ہے۔ اور ارشاد فرمایا ہے کہ مشک والا یا تو کچھ مشک تم کو عنایت کردے گا۔ یا تم اس سے کچھ مشک خرید لوگے ورنہ مشک کی اچھی خوشبو سے مستفید ہوگے۔ الخ۔ یعنی جلیس صالح کی صحبت سراسر خیر وبرکت ہے۔ اس خیر وبرکت کا یہ اثر ظاہر ہوا کہ جب راہ سلوک کو طے کرنے کا ارادہ فرمایا تو پہلے ہی قدم میں دائرۂ امکان قطع کرلیا۔ دو سال، چار ماہ، پچیس دن

کے بعد بہ روز چہارشنبہ ۲۷ رجادی الآخرہ ۱۲۹۶ھ میں آپ کے پیر و مرشد حضرت والد ماجد اپنے برادرزادے حضرت شاہ محمد معصوم کو رامپور تحریر فرماتے ہیں۔

پیر و مرشد کی شہادت

حال ختم و حلقہ، خولش، کہ اگر یک ساعت از نہار و یک ساعت از لیل مشغولی کردہ شود نقصان بہ باطن از فیوض و برکات نخواہد شد ان شاء اللہ تعالیٰ و روز بہ روز از فضل الٰہی قوتِ نسبت و ذوق و شوق و حرارت زیادہ خواہد شد، بر نگارند و ایں جا از شیخ ابوالخیر طالباں را فائدہا بسیار بہ زود میسّر می شود و در شغل خود سرگرم اند۔ و ہر دو وقت حلقہ و مراقبہ می کنند۔ در مکہ معظمہ ہم و در مدینہ منورہ ہم۔ بارک اللہ فیما اعطاکما و سلمکما ربکما وجعلکما للمتقین اماماً۔ بحرمۃ سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وآلہ اجمعین۔

یعنی ان کی صحبت میں مریدوں کو فائدہ جلدی حاصل ہوتا ہے اور وہ اپنے کام میں سرگرم ہیں۔ دونوں وقت حلقہ و مراقبہ کرتے ہیں۔ چاہے مکہ مکرمہ میں ہوں، چاہے مدینہ منورہ میں۔ پیر و مرشد کی اس گواہی کے بعد اب کسی بیان کی ضرورت نہیں۔ فَاِنَّ الْقَوْلَ مَا قَالَتْ حَذَامِ۔

ہند کا سفر

اللہ تعالیٰ کو منظور یہی تھا کہ آپ اپنے ناتوان و مریض والدِ مکرم کو لیکر برائے عقد نکاح ہندوستان کا سفر کریں۔ آپ کی منگنی جناب عارفہ دختر حضرت شاہ محمد معصوم سے ہوئی تھی۔ عارفہ کی والدہ عمۂ محترمہ تھیں جو حضرت شاہ محمد مظہر کی صاحبزادی تھیں۔ شاہ محمد مظہر اور عمۂ محترمہ کی خواہش یہ تھی کہ عقد نکاح مدینہ منورہ میں ہو۔ آپ کے حضرت والد ماجد اپنے برادرزادے حضرت شاہ محمد معصوم کو بہت چاہتے تھے۔ ان کا فرمانا یہ تھا کہ اگر میاں محمد معصوم بہ خوشی عقد زواج کرنے کی اجازت دیں۔ تو مدینہ منورہ میں اس خوشی کو کر لیا جائے ورنہ نہیں۔" اس سلسلہ میں آپ کے حضرت والد نے اپنے برادرزادے کو چند خط بھی ارسال کئے اور ان کو رائے دی۔ کہ عارضی طور پر دو چار ماہ کے واسطے وہ آجائیں۔ شاید وہ اپنے مشفق و مریض و ناتواں چچا کے بلانے پر کچھ دن کے واسطے مدینہ منورہ چلے بھی جاتے، لیکن نواب کلب علی خاں کی خواہش کو دیکھتے ہوئے وہ اس بات پر مُصر ہوئے۔ کہ ان کے مکرم چچا ان کی اہلیہ و دختر اور اپنے

فرزند رشید کو ساتھ لے کر خود رامپور تشریف لائیں۔ چنانچہ یہی ہوا اور ۱۲۹۶ھ میں یہ مبارک قافلہ حجازِ مقدس سے کلکتہ پہنچا۔ اور وہاں چالیس دن قیام کرکے اواخر ماہ جمادی الآخرہ ۱۲۹۷ھ تک رامپور پہنچا۔

دوسری محرم ۱۲۹۸ھ یوم یکشنبہ آپ کے حضرت پدر بزرگوار راہیِ ملکِ بقا ہوئے۔

آپ نے اس زمانے میں ایک خط اپنے جدِّ امجد کے خلیفۂ اجل سیادت پناہ مولانا سید عبدالسلام ہنسوی رحمہما اللہ کو تحریر فرمایا ہے۔ اس خط سے اس وقت کے احوال پر روشنی پڑتی ہے۔ اس لئے اس کو نقل کیا جاتا ہے۔ اصل خط سیادت پناہ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی حفظہ اللہ تعالیٰ کے پاس محفوظ ہے۔ اور انھوں نے اس عاجز کو اس کی نقل ارسال کی ہے۔ جزاہ اللہ سبحانہ خیر الجزاء۔

سید عبدالسلام کو خط

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی۔

از ابوالخیر عبداللہ بن عمر کان اللہ لہٗ بخدمت حقائق پناہی معارف دستگاہی مولانا سید عبدالسلام جعلہ اللہ للمتقین اماما وکثر امثالہ وبارک فی علومہ ومعارفہ وعمرہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ وبعد فللہ سبحانہ المنۃ والحمد والشکر علی ما انعم وعلی ما أبلی۔ ہر چند ایں مصیبت عظمیٰ۔ فوت چنیں مربی ومرشد وشفیق وعاشق ومعلم مرہمے ودارو‌ئے نہ دارد۔ می دانم کہ تا لبِ گور ایں داغ مونسِ من است۔ اما بعد وفات شریف عنایتہا ونوازشہا بیش از ایام حیات مشہود اند ودل را بہ تصور صورت مبارک خورسندی دارم۔ اِنَّا لِلّٰہِ سُبۡحَانَہٗ مِلۡکًا وَّعُبُوۡدِیَّۃً وَّاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ ط بعد چندے ان شاء اللہ دراں عالم قدمبوسی حاصل خواہد شد۔ رَحِمَہُ اللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَاَکۡرَمَ نُزُلَہٗ فِیۡ مَقۡعَدِ صِدۡقٍ عِنۡدَ مَلِیۡکٍ مُّقۡتَدِرٍ وَّرَضِیَ عَنۡہُ وَاَرۡضَاہُ وَاَفَاضَ عَلَیۡنَا مِنۡ فُیُوۡضَاتِہٖ وَبَرَکَاتِہٖ۔ عنایت نامہ رسید۔ شرفہا بخشید۔ جزاکم اللہ خیرا۔ در حینِ حیاتِ قبلہ گاہی ارشاد پناہی قدس سرہ نیز مکتوب گرامی رسیدہ بود۔ لیکن بہ سبب اشتغال بہ تداوی حضرت ایشان اتفاق تحریر جواب نیفتاد۔ بعد وصول مکتوب سامی حضرت ایشاں رحمہ اللہ فرمودند۔ کہ

مولوی صاحب بہ ماگفتہ بودند کہ اگر در ہندوستان آئی بہ خانۂ ما ہم بیائی۔ لیکن میاں معصوم مارا نہ گزاشتند و بہ خط مستقیم بہ رامپور آوردند۔ انتہی کلامہ الشریف۔ عقد نکاح فقیر با دختر جناب مولانا محمد معصوم در منتصف ماہ گزشتہ جمادی الاولیٰ شد۔ و داع در آخر ایں ماہ قصد دارند دعا کنند کہ حق سبحانہ مبارک کند و موجب جمعیت و اطمینان کند نہ پریشانی سابق احوال مستوجب حمد الٰہی است۔ ختمہا صبح و شام خواندہ می شود و قصد حرمین ہنوز ہیچ موہوم نیست۔ ہر چہ مرضیٔ مولیٰ از ہمہ اولیٰ۔ اگر گاہ گاہ بہ مکاتیب خوش می فرمودہ باشند بعید از محبت نیست والسلام علیکم و علینا و علیٰ جمیع عباد اللہ الصالحین۔ سُبحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَنْتَ اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ۔

حرر فی ۱۲ر جمادی الآخرہ یوم الربوع (۱۲۹۸ھ) از رامپور متصل قلعہ۔

آپ کا پہلا عقد نکاح

آپ کے اس خط سے چند باتوں کا استفادہ ہوا۔

(۱) آپ نے اپنے حضرت والد کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے۔ کہ ایسے مُربّی اور مُرشد اور شفیق اور عاشق اور معلم کی مصیبت کی دوا کچھ نہیں ہو سکتی الخ آپ کی اس تحریر سے حضرت عمّۂ محترمہ کے اُس بیان کی تائید ہوتی ہے۔ جو یہ عاجز کچھ پہلے دربیانِ عہد طفلی، لکھ چکا ہے کہ" ان کے والد تو اُن کے گرویدہ و عاشق تھے۔" آپ نے صراحۃً لفظ عاشق کا استعمال فرمایا ہے۔

(۲) آپ کا عقد نکاح وسط جمادی الاولیٰ ۱۲۹۸ھ میں ہوا۔ اور وداع اواخر ماہ جمادی الآخرہ ۱۲۹۸ھ میں ہوئی۔

(۳) آپ کو غالباً کچھ کھٹکا پیدا ہو گیا تھا کہ یہ عقد نکاح موجب جمعیت و اطمینان نہ ہوگا۔ بلکہ پریشانی کا سبب بنے گا۔ لہٰذا سید صاحب کو برلئے دعا تحریر فرمایا ہے۔ اور آپ کو جو اندیشہ لاحق ہوا تھا وہ واقع ہوا۔

عارفہ صاحبہ سے رامپور میں آپ کا عقد نکاح جیسا کہ آپ نے تحریر فرمایا ہے ہوا اور جمادی الاولیٰ ۱۲۹۹ھ میں عابدہ کی ولادت ہوئی، عابدہ نے پانچ ماہ زندہ رہ کر وفات پائی۔ پھر ماہ ربیع الاول سنہ ۱۳۰۰ھ میں صابرہ کی ولادت ہوئی۔ کچھ دن رہ کر وفات

پائی۔ پھر ۱۳۰۱ھ میں کاملہ کی ولادت ہوئی۔ سترہ دن زندہ رہ کر وفات پائی۔

کرامت النسار

حضرت جدامجد کے بیان میں گزر چکا ہے کہ آپ کے ہمراہ مکہ مکرمہ سے کرامت النسار بھی ساتھ آئی تھیں۔ اور آپ نے حضرت سیدی الوالد کو وصیت فرمائی تھی۔ کہ وہ رقم جو کلکتہ میں ہے کرامت النسار کی شادی پر خرچ کردیں۔ اور کرامت النسار کا عقد زواج کسی بھلے آدمی سے کردیں۔ کرامت النسار کا ذکر آپ کے آٹھویں خط میں بھی ہے۔

کرامت النسار کون تھیں۔ ؟ اس سوال کے جواب کی تفصیل اس طرح پر ہے کہ شیخ احمد ابوالخیر العطار المکی نے حضرت مجدد قدس سرہ کی اولاد کا بیان رسالہ "ہدیۂ احمدیہ" میں کیا ہے۔ یہ رسالہ فارسی میں ہے اور ماہ ربیع الاول ۱۳۱۳ھ میں مطبع انتظامی واقع کانپور میں چھپا ہے۔ اس کے صفحہ ۷۷ پر حضرت سیدی الوالد قدس سرہ کا ذکر ہے۔ آپ کے ذکر میں لکھا ہے "ایشان را از بطن عارفہ بیگم مجددیہ سہ دختر شدہ بود۔ عابدہ بیگم۔ صالحہ بیگم۔ کاملہ بیگم ہر سہ در طفولیت فوت شدند۔ و از زوجات مختلفہ غیر مجددیہ دو دختر دارند۔ یکے منسوب بہ نیک عالم غیر مجددی و دیگرے احمدیہ بیگم خورد سالہ است۔ سلمہما ربہما۔" اس بیان کی وجہ سے مشہور رہا۔ کہ کرامت النسا آپ کی صاحبزادی تھیں

اس عاجز کی ہمشیرہ وسطیٰ جناب فاروقیہ رحمہا اللہ کا عقد نکاح گیارہ رجب ۱۳۳۹ھ مطابق ۱۳ر مارچ ۱۹۲۱ء میں ہوا۔ اس تاریخ تک ہم بھائی بہنوں کو کرامت النسار کے متعلق کسی بات کی خبر نہ تھی۔ نہ کبھی ان کا ذکر سنا۔ نہ کبھی اُن کو دیکھا۔ اور نہ کبھی وہ خانقاہ شریف میں آئیں۔ چند مواقع ایسے پیش آئے کہ بعض افراد نے حضرت سیدی الوالد قدس سرہ سے دریافت کیا کہ آپ کی کتنی اولاد ہے؟ تو آپ نے اُن سے ارشاد کیا۔ تین بیٹے اور تین بیٹیاں۔ دریافت کرنے والوں میں سے اعظم خاں بھی ہیں۔ یہ خانِ قلات خداداد خان کے فرزند ہیں۔ ان کے بھائی محمود خان، خانِ قلات تھے اور یہ کوئٹہ میں نظر بند تھے۔ بعد میں محمود خاں کے مرنے پر وہ خان قلات ہوگئے تھے۔ یہ واقعہ کوئٹہ کا ہے اور دہلی میں صدرالدین صاحب کیفی غازی پوری نے ۱۳۳۹ھ میں آپ سے دریافت

کیا اور آپ نے ان کو بھی تین بیٹے اور تین بیٹیاں نام لے کر بتائے۔ ان مواقع پر یہ عاجز حاضر تھا۔ ان دو افراد کے علاوہ دیگر دو تین افراد نے آپ سے دریافت کیا تھا۔ اور آپ نے ان سے بھی یہی فرمایا تھا ہم بہن بھائیوں نے پہلی مرتبہ کرامت النسار کو ہمشیرہ مُسَمّٰی کی شادی کے موقع پر دیکھا اور یہ بھی دیکھا کہ ان کے صاحبزادے جو حضرت برادر کلاں سے ایک سال کے قریب بڑے تھے۔ ان کے ساتھ آئے۔ وہ خانقاہ شریف میں باہر بیٹھے رہے۔ گھر کے اندر نہیں آئے اور حضرت والدہ صاحبہ وہر سہ ہمشیرگان سے ملاقات کر سکے۔ اور یہ بھی دیکھا کہ ۱۳۳۹ھ میں آپ نے شیخ غلام احمد ہانسوی، چودھری مولاداد خاں خورجوی، مولوی عبید الرحمٰن معروف بہ سردار احمد محمدی رامپوری سے فرمایا۔ ہماری جائداد کو ہمارے بچوں کے نام منتقل کر دو اور آپ نے تمام کاغذات ان لوگوں کو دیدیئے۔ آپ نے ہم تین بھائی اور تین بہنوں کے نام بتائے تھے۔ چند روز بعد آپ سے چودھری مولاداد خاں نے یہ عرض کی کہ حضور۔ آپ کی ایک اور صاحبزادی کرامت النسار بھی ہیں کیا ان کو بھی کچھ دیا جائے گا۔ یہ بات حلقہ شروع ہونے سے قبل رات کے نو بجے چودھری صاحب نے کہی تھی۔ آپ نے اُن سے فرمایا "کون کہتا ہے وہ ہماری لڑکی ہے۔ وہ لونڈی کی لڑکی ہے۔" یہ الفاظ جو اس عاجز نے نقل کیے ہیں۔ آپ ہی کے الفاظ ہیں۔

حضرت سیدی الوالد قدس سرہ کی وفات کے بعد چند افراد نے ایک فتنہ کی صورت پیدا کرنے کی کوشش کی۔ اس وقت جناب والدہ صاحبہ رحمہا اللہ نے حقیقت امر سے آگاہ کیا۔ پھر اس عاجز کی مع برادرانِ گرامی قدر حضرت عمۂ محترمہ کی خدمت میں حاضری ہوئی۔ ان سے حقیقت امر دریافت کی گئی۔ ان کا بیان یہ تھا۔

عمۂ محترمہ کا بیان

"تمہاری دادی اماں کی وفات ہوگئی۔ تمہارے والد چھوٹے تھے۔ گھر میں کوئی عورت نہ تھی۔ اُن کی تکلیف کو دیکھ کر کسی مرید نے آپ کو ایک لونڈی بازار سے خرید کر دے دی۔ وہ لونڈی پیٹ سے تھی۔ تین چار مہینے کے بعد کرامت النسار پیدا ہوئی۔ تمہارے دادا نے کہا۔ ہماری کوئی بیٹی نہیں ہے۔ یہ ہماری بیٹی ہے۔ وہ کرامت النسا کو بیٹی کی طرح رکھتے تھے۔ تمہارے والد کی عمر اس وقت

تیرہ سال کی تھی۔ کلکتہ میں کسی میمن نے تمہارے دادا کو دو ہزار روپے دیئے تھے۔ وہ اسی کے کے پاس امانت رکھے تھے۔ وفات کے وقت انھوں نے تمہارے والد کو وصیت کی کہ اس دو ہزار روپیہ سے کرامت کی شادی کر دیں۔ رامپور میں تمہارے والد عبیدالرحمٰن عرف سردار احمد وکیل کو بیٹے کی طرح اپنے پاس رکھتے تھے۔ انھوں نے چاہا کہ سردار احمد مجددی سے کرامت کی شادی کر دیں۔ لیکن سردار احمد کے ماں باپ نے یہ رشتہ اس لئے پسند نہیں کیا کہ کرامت کسی لونڈی کی بچی تھی۔ تمہارے والد کے ایک کشمیری مرید تھے۔ ان کا نام نیک عالم تھا۔ تمہارے والد نے نیک عالم سے کرامت کی شادی کر دی۔ جب نیک عالم کو حقیقت کا پتہ چلا۔ وہ تکیہ کے نیچے ایک پرچہ رکھ کر کسی طرف چلے گئے۔ اس پرچہ میں لکھا تھا۔ میں تم کو حضرت صاحب کی صاحبزادی سمجھتا تھا۔ اب مجھ کو معلوم ہوا کہ تم ان کی صاحبزادی نہیں ہو۔ اس لئے میں جا رہا ہوں۔"

اصحاب الدین کا خط

مولوی عبیدالرحمٰن عرف سردار احمد مجددی کے متعلق حضرت عمۂ محترمہ کے قول کی تائید محمد اصحاب الدین کے خط سے ہوتی ہے۔ جو انھوں نے ۶ رجمادی الاولیٰ ۱۳۰۲ھ مطابق ۳ رمارچ ۱۸۸۵ء میں آپ کی خدمت میں دہلی ارسال کیا ہے۔ یہ آپ سے رامپور میں بیعت ہوئے اور خلافت حاصل کر کے وطن گئے۔ وہ لکھ رہے ہیں "بخدمات شریفات اخوان طریقہ اعنی میر عوض علی صاحب و ملا عبدالرحیم صاحب و محمد صدیق صاحب و سید نیک عالم صاحب و منشی کریم بخش صاحب اَلف تحیات وسلام مسنون الاسلام موفر باد اللھم بلغ منی السلام الی خدمت اخی الاحلی جناب ملا محمد یعقوب صاحب و بخدمت جمیع اخوان طریقہ درجہ بدرجہ سلام مع الاحترام مقبول باد و حال جناب علی افندی صاحب معلوم نہ شد کہ بہ خدمت شریف حاضر اند یا نہ و ہم معلوم نہ شد کہ حال میاں عبیدالرحمٰن کہ بادے تزویج عفیفہ مُسلّم شد یا نہ" الخ

کرامت النساء کے متعلق حضرت والدہ صاحبہ محترمہ نے وہی سب کچھ بیان کیا تھا۔ جو حضرت عمۂ محترمہ نے بیان کیا ہے۔ اس عاجز سے ایک دن مدرسہ عبدالرب میں حضرت استادی مولانا محمد شفیع تلمیذ و داماد مولانا محمود الحسن دیوبندی رحمہما اللہ نے کرامت النساء

کے متعلق استفسار فرمایا۔ غالباً اس سلسلہ میں آپ سے کسی نے کچھ کہدیا تھا اس عاجز نے پوری حقیقت اُن کے سامنے ظاہر کردی۔ جو کچھ ہدیۂ احمدیہ نے لکھا ہے، وہ بھی اور جو کچھ حضرت سیدی الوالد قدس سرہ نے چودھری مولا داد خاں وغیرہ سے فرمایا ہے۔ وہ بھی۔ اور یہ بھی بیان کیا کہ کرامت النساء کے بیٹے سے ہمشیرگان کا پردہ آپ نے کرایا۔ اس عاجز کے بیان کو سُن کر جناب مولوی صاحب نے فرمایا "ہدیۂ احمدیہ میں لکھ دینے سے کچھ نہیں ہوتا۔ جب کہ حضرت شاہ صاحب نے آپ بہن بھائیوں سے نہیں فرمایا کہ یہ میری لڑکی ہیں۔ اور پھر جب کہ انھوں نے آپ کی بہنوں کا ان کے بیٹے سے پردہ کرایا۔ اندریں صورت کرامت النساء کو ان کی صاحبزادی نہیں کہا جا سکتا۔

سید نیک عالم کی رُوپوشی

کرامت النساء سے نکاح کے بعد اُن کے شوہر سید نیک عالم کشمیری روپوش ہو گئے تھے۔ لہٰذا جب ۱۳۰۲ھ میں آپ حجاز گئے تو کرامت النساء کو بھی ساتھ لیتے گئے۔ اور پھر ۱۳۰۶ھ میں اپنے ساتھ دہلی لائے۔ ۱۳۰۹ھ تک وہ خانقاہ شریف میں رہیں۔ اس کے بعد نہایت غیر مناسب طریقہ سے اُن کا جانا ہوا۔ اس وقت سے ۱۳۳۹ھ تک حضرت سیدی الوالد اُن سے بالکل بے خبر رہے۔ اس عاجز کو معلوم ہوا کہ ایک شخص نے نیک عالم کا پتہ لگایا۔ وہ پنجاب میں کسی جگہ تھے۔ اُن سے طلاق حاصل کی گئی اور پھر ڈاکٹر ولی اللہ ساکن رڈول ضلع میرٹھ سے اُن کا عقد ثانی کر دیا گیا۔

مع ہذا یہ عاجز کہتا ہے کہ کرامت النساء کی تربیت حضرت جد امجد نے کی تھی۔ کچھ کتابیں بھی پڑھائی تھیں۔ آپ کے آٹھویں خط میں تحریر ہے "عربی مولد جو حکیم عظیم آبادی نے بھیجا تھا کہاں ہے، اس کو کرامت پڑھتی ہے۔" آپ کی تعلیم و تربیت کا اثر کرامت النساء میں موجود تھا۔ ان کے مخارج حروف نہایت اچھے تھے۔ نسبت شریفہ سے بھی محلّی تھیں۔ اوائل شعبان ۱۳۷۹ھ مطابق اوائل فروری ۱۹۶۰ء میں یہ عاجز ان سے ملا تھا۔ اس وقت ان کی عمر نوے سال سے متجاوز تھی۔ یہ عاجز حضرت برادر کلاں کے ساتھ گیا تھا۔ حضرت برادر نے ایک حدیث شریف پڑھی، اور وہ لطف اندوز ہوئیں۔ رحمہا اللہ وغفر لہا۔

ہدیۂ احمدیہ میں حضرت سید الوالد کی زوجۂ اولی کی تین صاجزادیوں کا ذکر ہے۔ لیکن ان کی ترتیب میں اور ایک کے نام میں فرق ہے۔ اس عاجز نے حضرت عمۂ محترمہ کا بیان لکھا ہے۔

قیامِ دِلّی و سرہند

اولِ ماہ صفر ۱۲۹۴ھ سے آپ کے احوالِ مبارکہ بالکل بدل گئے تھے۔ اوقاتِ شریفہ کی نگہداشت فرماتے تھے خوش طبعی کی محفلوں سے بالکل کنارہ کش ہو گئے تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے۔

جز یادِ دوست ہر چہ کنی عمر ضائع است — جز سرِّ عشق ہر چہ بخوانی بطالت است

سعدی بشوے لوحِ دل از یادِ غیرِ حق — علمے کہ رہ بہ حق نہ نماید جہالت است

ایک تحریرِ مبارک

ایک پرچہ آپ کے ہاتھ کا تحریر کردہ ملا ہے۔ اس میں حضرات گرامی قدر میں سے کسی حضرت کے ارشادات تحریر ہیں۔ یہ عاجز اس کو نقل کرتا ہے۔

می فرمودند، ہر گاہ ہیضۂ قابلیت بہ صحبتہائے مختلف فاسد شد، تدبیر کارِ او دشوار است، جز بہ صحبتِ اہلِ تدبیر کہ کبریتِ احمر است بصلاح نمی آید ؎

جز صحبتِ عاشقانِ مستاں مپسند — در دل ہوسِ قوم فرومایہ مبند

ہر طائفہ ات بہ جانبِ خویش کشد — جُغد ست سوئے ویرانہ و طوطی سوئے قند

می فرمودند، دور افتادگیہائے خلق ازاں است کہ خود را دور می اندازند و بہ اختیار بار بر خود زیادت می گردانند وگرنہ قصور در فیض الٰہی نیست۔

می فرمودند، عادت انس می شود و انس طبیعت۔ سالک را ترکِ نوافل عبادات گاہ گاہے از برائے ترکِ استیناس رواست۔

می فرمودند، شیخ ابو سعید ابوالخیر قدس اللہ سرہ فرمودہ اند کہ اِغْبَابُ الزِّیَارَۃِ مَعَ حُضُوْرِ الْقَلْبِ خَیْرٌ مِنْ دَوَامِهَا بِلَا حُضُوْرٍ۔ و حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم مر ابو ہریرہ را رضی اللہ عنہ فرمودند۔ زُرْ غِبًّا تَزْدَدْ حُبًّا۔ وے از پسِ ستونے در گشت و گفت۔ یا رسول اللہ بیش ازیں طاقت ندارم۔ اگرچہ اظہار کمال محبت خود کرد امّا اگر

متابعتِ امر کردے بہتر بودے۔

شباب کی باتیں

آپ کی اس مبارک تحریر سے آپ کے احوال کا بہ خوبی پتہ چلتا ہے۔ کہ آپ کا مشغلہ کیا تھا اور آپ کا لگاؤ کن چیزوں سے تھا۔ رامپور میں زندہ دل عزیزوں کا اجتماع تھا۔ ہنسی مذاق، سیر و تفریح اور خوش طبعی ان کا مشغلہ تھا ۱۳۳۹ھ مطابق ۱۹۲۰ء میں تین دن کے واسطے آپ رامپور گئے۔ وہاں عزیزان گرامی آپ سے ملنے آئے۔ اُن میں چند افراد وہ بھی تھے جو چالیس سال پہلے اپنی خوش طبعی اور بے فکری میں مشہور رہتے۔ آپ نے اُن کے نام لے کر ارشاد فرمایا "تم کو وہ وقت یاد ہے جب تم نے ہم کو تماشہ دیکھنے کا مشورہ دیا تھا۔" ابھی آپ کچھ اور باتیں بیان فرماتے کہ مخلص قدیم طبیعت شناس، عاشقِ صادق، صاحبِ نسبت شیخ غلام احمد ہانسوی رحمۃ اللہ نے یہ شعر پڑھا ؎

عہد پیری شباب کی باتیں ایسی ہیں جیسی خواب کی باتیں

اس شعر کو سُن کر آپ اس کا لطف لینے لگے اور وہ ذکر رہ گیا۔ آپ کو زندہ دل شُبّان کی جگہ سوختہ جگر، دل ریش لوگوں کی ضرورت تھی۔ آپ گوشۂ عافیت کے طلبگار تھے۔ اور رامپور میں اس کی کمی تھی۔ لہذا حضرت والد ماجد کی وفات کے بعد سے جمادی الاولیٰ ۱۳۰۲ھ تک جبکہ آپ حجاز گئے آپ اکثر دلّی تشریف لے آتے تھے اور خانقاہ شریف میں مہینوں قیام فرماتے۔ دو۲ مرتبہ اس دوران میں آپ سرہند شریف بھی تشریف لے گئے اور وہاں کافی دن قیام فرمایا۔ پہلی مرتبہ ۱۲۹۹ھ میں آپ کا جانا ہوا اور دوسری مرتبہ ۱۳۰۱ھ میں۔ آپ سے دِلّی اور سرہند شریف میں پاکیزہ نفوس کی ایک جماعت بیعت ہوئی۔ اس مبارک جماعت میں سے جس کو بھی اس عاجز نے دیکھا ہے۔ آپ کا عاشق و شیدا پایا ہے۔ اور خدا کے فضل و کرم سے نسبتِ شریفہ سے بھی بہرہ ور دیکھا۔ اس جماعتِ مبارکہ میں سے چند افراد کے نام اوراق قدیمہ سے معلوم ہوئے ہیں۔ یہ عاجز ان کو لکھتا ہے۔

مخلصین قدماء

شیخ عبدالرحمن عرف غلام بھیک مخدومی، شیخ محمد معصوم مخدومی حاجی عبداللہ، پیرجی حسین شاہ عرف سوندھے شاہ آستانۂ عالیہ

سرہند شریف کے متولی ۔ عبدالشکور خاں، قادر بخش کشمیری، اللہ بخش، احمد بخش، نبی بخش، خدا بخش، مولا بخش، پیراں بخش، حکیم عبدالسبحان، شیر خاں، اعظم خاں، محمد حسین خاں، حافظ غلام رسول ویرانؔ، حافظ محمد وزیر خاں ۔ قدرت اللہ، فیض اللہ، برکت اللہ، حاجی محمد سرہندی، محمد اصحاب الدین چاٹگامی، وغیرہم ۔

حافظ غلام رسول ویرانؔ، استاد ذوق کے شاگرد تھے اور حافظ محمد وزیر خان ویرانؔ کے شاگرد تھے ۔ یہ دونوں ۱۲۹۹ھ میں آپ سے دلی میں بیعت ہوئے تھے ۔ ویرانؔ نے سلسلۂ مبارکۂ پیرانِ طریقت کو فارسی میں نظم کیا ہے ۔ کل اشعار ایک سو چوراسی ہیں ۔ آپ کے احوال مبارکہ کے بیان کرنے سے پہلے جو چھ شعر لکھے گئے ہیں، وہ اسی شجرۂ شریفہ کے ہیں ۔ ویرانؔ کی وفات ۱۳۰۵ھ میں ہوئی ۔ حافظ وزیر خاں نے اس وقت آپ کی خدمت میں ایک عریضہ مکہ مکرمہ ارسال کیا ہے ۔ اس میں لکھتے ہیں: "قبلہ استادی بہ حینِ حیاتِ خود مادۂ تاریخ وفات خود قبل از یک سال بہ زبان مبارک خود چنیں ارشاد کردہ بودند ۔ خاکِ شدہ خواجہ، ۱۳۰۵ھ" اور ویرانؔ نے لوح مرقد کے لئے یہ شعر لکھا تھا ؎

کہدو ان سے جو ہیں اس رہ سے گزرنے والے ٭ فاتحہ مرقدِ ویرانؔ پہ بھی پڑھتے جانا

اُن کا نظم کردہ شجرۂ شریفہ، نہایت خوشخط، بڑی تقطیع پر ۱۳۲۶ھ میں مطبع قاسمی میرٹھ میں حافظ اشفاق الٰہی، حافظ حفیظ الدین اور محمد یاسین نے چھپوایا تھا ۔ رحمہم اللہ ورحم الناظم ورضی عنہم ۔

اصحاب الدین

محمد اصحاب الدین کے والد کا نام محمد زین الدین صدیقی ہے ۔ اصحاب الدین نے آپ سے سلوک مجددیہ پوری طرح حاصل کیا اور اجازت وخلافت حاصل کرکے اپنے وطن کو مراجعت فرمائی اور وہاں اُن سے خلق خدا مستفید ہوئی ۔ اُن کے تین خط پیشِ نظر ہیں ۔ ان خطوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنے پیر ومرشد کی محبت میں درجۂ فنائیت حاصل کرچکے تھے ۔ لکھا ہے ۔

بجز تو شغلے دگر نہ دارم بجز درِ تو درے نہ دارم
فان سجدنا الیک نسجد وان سعینا الیک نسعی ۱۶

اور اپنے قلبی شوق اور تاثرات کا اظہار اس طرح کیا ہے۔

من از دنیا و دیں بس بے نیازم | بہ سر دارم کفِ پا خیرِ عمری
نہ دارم بیم و طمعِ جنّت و نار | تمنّا یم کفِ پا خیرِ عمری
خدایم داد شاہی در دو عالم | بہ سر تاجم کفِ پا خیرِ عمری
گدایم بل سگم در کوے بوالخیر | بَرَ دُ رَشکم شہاں، والاتری

غالباً محمد اصحاب الدین اس عاجز کی ولادت سے قبل رحلت فرمائے خلد بریں ہو چکے ہیں۔ رحمہ اللہ۔

شجرہ کا نظم کرنا

اس زمانے میں آپ نے اُردو میں دو شجرے نظم فرمائے ہیں دونوں کی ردیف "کے واسطے" اور قافیہ " گدا۔ روا۔ صفا " ہے۔ ایک مختصرہ گیارہ شعر کا، دوسرا مطوّلہ اُنتالیس شعر کا ہے۔ مطولہ کا تینتیسواں شعر اپنی وفات سے چند سال پہلے بدلا ہے۔ آپ نے ۱۲۹۹ھ میں شجرہ مختصرہ حافظ امیر اللہ لبسی والے کو دیا ہے۔ اس کے دس شعر ہیں۔ دسواں شعر اس طرح ہے۔

یاالٰہی تو ابوالخیر و امیر اللہ کو | عشق اپنا کر عطا ان اولیا کے واسطے

پھر آپ نے پہلے مصرع کو اس طرح بدلا ع حضرت شاہ ابوالخیرِ ولی مرشد مرے۔
اور پھر آپ نے اس ایک شعر کی جگہ دو شعر کر دیئے۔

گوہرِ درجِ ولایت شہ ابوالخیر احمدی | عارفِ کامل ولیؔ با خدا کے واسطے
یااللہ العالمین کر یہ دعا میری قبول | عشق دے اپنا مجھے ان اولیا کے واسطے

سائیں توکل شاہ کی آپ سے ملاقات

سائیں توکل شاہ صاحب آپ سے ملے۔ اُن کی باطنی کیفیت کو دیکھ کر آپ بہت خوش ہوئے اور آپ نے اُن سے یہ الفاظ فرمائے "سائیں صاحب یہ دولت کہاں سے حاصل کی ہے"۔ سائیں صاحب پر آپ کی اس بات سے وجد کی کیفیت طاری ہو گئی۔ وہ کھڑے ہو گئے۔ زار و قطار روتے ہوئے دست بستہ کہا "حضرت یہ سب آپ کے گھر سے ملا ہے"۔ سائیں صاحب ملّا محمود جالندہری کے خلیفہ تھے۔ اور وہ ملا محمد شریف

کے اور وہ حضرت شاہ ابوسعید قدس اللہ اسرارہم کے۔

اس عاجز سے مولوی احمد سعید بن عصمۃ اللہ سرحدی نے چند سال پیشتر کہا کہ سائیں صاحب آپ سے انبالہ میں ملے تھے۔

انبالہ کے مخلصین دو تین دن کے واسطے آپ کو انبالہ لے گئے تھے۔ جب آپ انبالہ کا قصد فرما رہے تھے تو مولوی سراج الدین ساکن پھاٹک مفتی والان دہلی نے آپ کے متعلق سائیں صاحب کو لکھا۔ سائیں صاحب نے مولوی سراج الدین کو لکھا "او ملا تو آفتاب کی کیا تعریف کرتا ہے وہ تو مثل آفتاب کے ہیں"۔ اس تحریر کو مولوی سراج الدین نے خوب حفاظت سے رکھ چھوڑا تھا اور اپنے دوستوں کو دکھایا کرتے تھے۔ رحمہ اللہ۔

حجاز مقدس کو واپسی

محترمہ عارفہ سے آپ کا نکاح ہوا اور تین صاحبزادیاں بھی ہوئیں۔ اگرچہ وہ اپنے ابوین کے واسطے اجر و ذخر آخرت ہوگئیں۔ لیکن طبائع میں باہم اختلاف تھا۔ اور دختر سوم کاملہ کی ولادت اور وفات کے بعد محترمہ عارفہ اپنے والدین کے پاس رامپور میں رہنے لگیں اور آپ کا قیام خانقاہ شریف دلی میں رہا۔ اس عاجز سے عمۂ محترمہ نے فرمایا "میں اپنی لڑکی کی طبیعت سے اور تمہارے والد کی طبیعت سے خوب واقف تھی۔ مجھ کو یقین تھا کہ ان دونوں میں نباہ نہ ہوگا۔ اور یہ شادی صرف تمہارے دادا کی خوشی کے پیش نظر ہوئی۔ اور وہی پیش آیا جس کا کھٹکا تھا"۔

آپ نے خانقاہ شریف کے دوران قیام میں جناب ملا محمد عثمان دامانی خلیفہ و جانشین جناب حاجی دوست محمد قندھاری رحمہما اللہ سے خانقاہ ارشاد پناہ میں قیام کرنے کے سلسلہ میں خط و کتابت کی (عنقریب اس کا بیان آنے والا ہے) اور اواخر جمادی الاولیٰ ۱۳۰۲ھ مطابق مارچ ۱۸۸۵ء میں دلی سے بمبئی روانہ ہوئے۔ آپ کے ساتھ کرامت النساء اور غالباً علی افندی تھے جن کا ذکر اصحاب الدین نے اپنے خط میں کیا ہے۔ آپ کا پہلی مرتبہ بمبئی جانا ہوا۔ نہ وہاں آپ کا کسی سے تعارف تھا اور نہ کوئی آپ کو جانتا تھا۔ نہ آپ کے ساتھ مریدوں کی کوئی جماعت تھی اور نہ کچھ نام و نمود تھا۔ آپ کا مبارک چہرہ ۔ اَلَّذِیْنَ اِذَا رُءُوْا ذُکِرَ اللّٰہُ ۔ کا

مصداق تھا۔ لہذا جس کی نظر آپ پر پڑتی تھی وہ آپ کا گرویدہ ہوجاتا تھا۔ دو مہینے آپ کا قیام بمبئی میں رہا۔ اور جن کی قسمت میں سعادت تھی وہ آپ سے بیعت ہوئے۔

بمبئی سے آپ غالباً ۲۲ رجب ۱۳۰۲ھ مطابق ، رمئی ۱۸۸۵ء کو جدہ روانہ ہوئے۔ حاجی ایوب اور محمد اسماعیل نے آپ کے روانہ ہوتے ہی ایک ضروری خط آپ کو مکہ مکرمہ ۲۵ رجب ۱۳۰۲ھ کو لکھا ہے۔ اس میں لکھتے ہیں: "بعد انفصالِ صحبتِ صوری دل بسیار مغموم و متفکر شد، گویا آدم از ملاکُ الأمر و ضالۃُ المؤمن مہجور شدہ باشد بعد عصر ارادہ کردیم کہ یک بار از مطالعۂ آفتابِ عالم تاب روئے انور و چہرۂ منور کہ نقوشِ ماسوا از دیدنش سوختہ شوند و جمال محبوبِ حقیقی بہ وساطتِ او دیدہ شود مشرف شویم لکن اگنبوٹ روانہ شدہ بود بجز حسرت و غم بر غم ہیچ حاصل نہ شد ؎

فراقے کافتد از دورانِ دوری
بہ از وصلِ بدیں تلخی و شوری۔ الخ"

نکاح دوم

مکہ مکرمہ میں جناب امجد حسین صاحب صدیقی شاہجہاں پوری اور ان کے چھوٹے بھائی (مہاجر مکہ) کا قیام تھا اور "شال والا" کے نام سے اُن کی شہرت تھی۔ یہ دونوں حضرت جدِّ امجد اور حضرت والدِ مکرم سے نہایت اخلاص رکھتے تھے۔ جب برادر خورد زیارت کے واسطے آتے تھے تو دروازہ پر کھڑے ہو کر یہ شعر پڑھتے تھے۔

بر در آمد بندۂ بگریختہ
آبروئے خود ز عصیاں ریختہ

مکہ مکرمہ پہنچ کر آپ نے حضرت ہاجرہ بنت جناب امجد حسین سے نکاح کیا۔ اس عاجز کو صحت کے ساتھ معلوم نہیں ہوسکا کہ ۱۳۰۲ھ کے حج سے پہلے عقدِ ازدواج ہوا یا بعد میں۔ البتہ اتنا معلوم ہے کہ ۱۳۰۳ھ کے اواخر میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو صاحبزادی اُحمدی عنایت کی۔

مولوی عبداللہ قندہاری

مولوی عبداللہ قندہاری آپ سے کب بیعت ہوئے اس کے متعلق عاجز کو کچھ علم نہیں۔ البتہ یہ معلوم ہے کہ یوم جمعہ ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۰۲ھ کو آپ نے مکہ مکرمہ میں خلافت نامہ لکھ کر

مولوی صاحب کو دیا۔ پھر ۱۵ر محرم ۱۳۰۴ھ کو مدینۂ منورہ سے اور ۲۶ر صفر ۱۳۰۴ھ کو مکۂ مکرمہ سے ان کو خطوط ارسال کئے۔ دوشنبہ ۱۶ر رجب ۱۳۸۶ھ مطابق ۳۱ر اکتوبر ۱۹۶۶ء کو کابل میں مولوی عبداللہ قندھاری رحمۃ اللہ کے فرزند مولوی عبدالکریم حقانی سابق قاضی القضات سے اس عاجز کی ملاقات ہوئی اور اُن سے خلافت نامہ اور دونوں خطوط کا علم ہوا۔ اور پھر مولوی عبدالکریم صاحب نے اُن کی نقل اس عاجز کو دی۔ ان شاء اللہ آپ کی تحریرات و خطوط میں اُن کو نقل کیا جائے گا۔ خلافت نامہ عربی میں ہے۔ اور اس عاجز کے علم میں نہیں کہ آپ نے کسی اور کو خلافت نامہ لکھ کر دیا ہو۔

سفر بہ طابۂ طیبہ

آپ نے مکۂ مکرمہ سے ایک خط ملا عبدالحکیم کولابی کو مدینۂ منورہ لکھا ہے۔ اس میں تحریر فرماتے ہیں: "عرض غلامی ازین اسیر ہوا و ہوس بہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وسلم بہ ہزاراں ادب نمایند و تحیۂ صلاۃ وسلام بصد تعظیم عرض نمایند۔" پھر لکھا ہے: "لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَأَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّالِّيْنَ" یا رسول اللہ چشم رحمت بکشا سوے من انداز نظر، سَلَامٌ عَلَيْكَ وَعَلٰى ضَجِيْعَيْكَ أَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعَلٰى خَادِمَيْكَ سَعِيْدٍ وَعُمَرَ رَحِمَهُمُ اللهُ سُبْحَانَهٗ" خط کے بعد یہ چند شعر لکھے ہیں۔

إِلَيْكَ رَسُوْلَ اللهِ حَثَّتْ مَطِيَّتِيْ   فَقَدْ كُنْتُ مُشْتَاقًا إِلَيْكَ اشْتِيَاقِيَا
وَمَا كُنْتُ قَبْلَ الْيَوْمِ أَحْسَبُ أَنَّنِيْ   أُلَاقِيْكَ لٰكِنْ كَانَ لِيْ أَنْ أُلَاقِيَا

آپ پہ ہم بانیازوں کا ہے ناز   آپ پر ہم ناتوانوں کا ہے زور
اک جوش عشق ہے نہ عمل ہے نہ زورِ علم   تم خوب جانتے ہو مری کائنات کو
کعبہ بھی گئے پر نہ گیا عشق بتوں کا   زمزم بھی پیا پر نہ بجھی آگ جگر کی
اس متاعِ گوہرِ غلطاں کو دیکھے کون ہے   کارواں اشکِ مسلسل کا رواں ہونے کو ہے

یہ عاجز کہہ نہیں سکتا کہ یہ اشعار آپ کے ہیں یا دیگر شعراء کے ہیں یا بعض آپ کے اور بعض اوروں کے۔ البتہ آپ کے اس خط اور ان اشعار کو پڑھ کر آپ کے عشق اور جذبۂ نہانی کا کچھ اندازہ ہوتا ہے۔ آپ نے ۱۵ر محرم ۱۳۰۴ھ کو ایک خط مدینۂ منورہ

سے مولوی عبداللہ قندہاری کو لکھا کہ ہیں ماہ رجب (۱۳۰۳ھ) ہیں مدینہ منورہ آیا ہوں۔ اور بے انتہا عنایات سے مشرف ہو رہا ہوں۔ اور دوسرا خط ۶ رصفر ۱۳۰۴ھ کو مکہ مکرمہ سے لکھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ مدینہ منورہ میں تقریباً چھ ماہ آپ کا قیام رہا۔

حضرت ابن عباسؓ کے مزار پر حاضری

مکہ مکرمہ سے گرمیوں کے موسم میں طائف تشریف لے گئے۔ وہاں حضرت کے مزار شریف پر حاضر ہوئے۔ جمعہ کا دن تھا۔ مراقبہ میں آپ سے حضرت نے فرمایا۔ "ہماری مسجد میں آج جمعہ کی نماز تم پڑھاؤ گے۔" آپ متحیر ہوئے کہ حضرت تو یہ فرما رہے ہیں اور مسجد شریف کا امام مقرر ہے۔ تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ مؤذن نے آکر آپ سے کہا۔ امام صاحب علیل ہو گئے ہیں۔ لہذا آپ نماز پڑھائیں۔ چنانچہ آپ نے نماز پڑھائی۔ یہ واقعہ آپ نے خود بیان فرمایا ہے۔

آپ کی علالت

ماہ شوال ۱۳۰۵ھ میں آپ علیل ہوئے۔ مرض نے شدت اختیار کی۔ آپ نے بارگاہ بے نیاز میں عرض کی کہ "بارِ خدایا اس موذی مرض سے نجات پاؤں تو حج کروں اور تیری راہ میں ایک اونٹ نحر کروں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول کی اور آپ نے حج کیا اور ایک اونٹ نحر کیا۔ جس وقت آپ نحر کر رہے تھے تو اپنے حضرت والد کا "لبیک ریختہ" بہ ذوق و شوق تمام پڑھ رہے تھے۔ مولوی بخش اللہ رحمہ اللہ نے آپ کے حضرت والد ماجد کے کسی مرید کا بیان لکھا ہے کہ یہ علالت مدینہ منورہ میں ہوئی تھی اور صحت یاب ہوتے پر آپ فوراً مکہ مکرمہ کو روانہ ہوئے اور حج و نحر کیا۔

یہ عاجز کہتا ہے کہ ۱۳۰۵ھ میں آپ مدینہ منورہ یقیناً گئے تھے۔ حضرت والدہ صاحبہ قدس اللہ سرہا سے اس عاجز نے سنا تھا اور یہ بھی سنا تھا کہ بارگاہ نبوی سے آپ کو حکم ملا تھا۔ "تم ہندوستان جاؤ۔" چنانچہ ۱۳۰۵ھ کا حج کر کے آپ نے رخت سفر باندھا اور ہند کو روانہ ہوئے۔

دوبارہ ہند کا سفر

آپ نے کتابیں حضرت مولانا عبدالحق الہ آبادی کے پاس اور کچھ سامان خوقندی کے پاس رکھا۔ اور ۱۳۰۶ھ کے

اوائل میں یعنی اواخر ستمبر ۱۸۸۸ء ۔ جدہ سے بمبئی کو روانہ ہوئے ۔ آپ کے ساتھ آپ کی اہلیہ محترمہ اور صاحبزادی احمدی اور کرامت النساء اور ایک بخاری تھے ۔ بمبئی میں تقریباً دو ماہ قیام رہا ۔ کافی افراد داخل سلسلہ ہوئے ۔ ان میں سے عبداللہ عمر اور اسماعیل عبدالرحمن قابل ذکر ہیں

خانقاہ شریف میں ورود مسعود

بمبئی سے دلی کی خانقاہ شریف میں آمد ربیع الآخر ۱۳۰۶ھ مطابق دسمبر ۱۸۸۸ء میں ہوئی ۔ آپ کے جد امجد نے ۱۲۷۵ھ میں حرم نبوی میں فرمایا تھا "میری خلافت خاصہ اس بچے کے نصیبے میں ہے " اکتیس سال کے بعد اس کا ظہور ہوا اور خانقاہ شریف پھر گہوارۂ رشد و ہدایت ہوئی ۔ اس عاجز سے اکبر خان خردئی کوچی نے جمعہ ۳ ذی القعدہ ۱۳۵۸ھ مطابق ۱۵ دسمبر ۱۹۳۹ء کو کہا کہ میں ماہ شعبان ۱۳۰۶ھ میں آپ سے بیعت ہوا ۔ یعنی اپریل ۱۸۸۹ء میں ۔ غالباً یہ وہی دن تھے جب مُلّا محمد عثمان قدس سرہ خانقاہ شریف کی تفویض کے لئے دلی آئے تھے ۔ آپ کی اس آمد کے بعد غالباً اکبر خاں افغانوں میں سب سے پہلے بیعت ہوئے تھے ۔ پھر ان کے بھائی اورنگ خان اور یار محمد اور محمد زمان خان فقیر وغیرہم بیعت ہوئے تھے ۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ۔

آپ کے جدّ بزرگوار کے حالات میں لکھا جا چکا ہے کہ آپ نے یہ خانقاہ شریف ۱۲۷۴ھ میں جناب حاجی دوست محمد کو عنایت کر دی تھی ۔ حاجی صاحب کی وفات ۲۲ شوال ۱۲۸۴ھ مطابق ۱۶ فروری ۱۸۶۸ء میں ہوئی ۔ وفات سے پہلے انھوں نے اپنی تینوں خانقاہوں کو اپنے خلیفہ مُلّا محمد عثمان دامانی کے حوالہ کیا ۔ اور آپ نے اپنے مریدوں کے نام ایک خط لکھا ۔ اس کے آخر میں یہ عبارت ہے "مولوی محمد عثمان صاحب را سلمہ ربہ خلیفہ و مسند نشین خود و متولی خانقاہات و کتب و اسباب متعلقہ لنگر ساختم و بر اتباع خود اتباع او شاں مقرر نمودہ ام ۔" اس عاجز نے حاجی صاحب کی اس تحریر کو افغانستان میں دیکھا ہے ۔ اور اپنی بیاض پر پوری تحریر نقل کر لی ہے ۔

حضرت سیدی الوالد قدس سرہ کو ان امور کا علم تھا ۔ لہذا ۱۳۰۲ھ میں حجاز جانے سے پہلے آپ نے خانقاہ شریف کے متعلق مُلّا صاحب سے خط و کتابت کی تھی ۔ اب دلی پہنچنے

پر آپ نے مُلّا صاحب کو لکھا کہ میں دلی آ گیا ہوں اور اب اس کام میں تاخیر مناسب نہیں۔

ساقیا عشرت امروز بہ فردا مفگن
یا ز دیوانِ قضا خطِ اَمانی بہ من آر

آپ کی اس تحریر پر جناب مُلّا صاحب خود دلی تشریف لائے اور خانقاہ شریف آپ کے حوالہ کی۔ حاجی محمد اسماعیل جوہری خانقاہ شریف کے قریب رہتے تھے۔ آپ سے بیعت تھے۔ مُلّا صاحب کی آمد کے موقع پر موجود تھے۔ ان کا چشم دید بیان درج ذیل ہے۔

مُلّا محمد عثمان کی آمد

مُلّا صاحب پینس میں سوار تھے اور تقریباً ساٹھ ستر افراد ان کے ساتھ تھے۔ زیادہ تر ضلع بلند شہر اور علی گڑھ کے رؤسا تھے۔ خانقاہ شریف کے صدر دروازہ پر مُلّا صاحب پینس سے اُترے ان کی داڑھی سفید، چہرہ نورانی تھا۔ حضرت صاحب خانقاہ شریف کے دروازہ میں اندر کھڑے تھے۔ مُلّا صاحب بہ محبت آگے بڑھے اور انھوں نے قصد کیا کہ آپ کے قدموں کو ہاتھ لگائیں۔ حضرت صاحب نے ان کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر اپنے سینہ سے لگاتے ہوئے فرمایا۔ مُلّا صاحب دیکھو ہمارے حضرات کیا فرما رہے ہیں اور آپ نے دائیں ہاتھ سے مجھ شریف کی طرف اشارہ کیا۔ اور پھر آپ مُلّا صاحب کو مزارات شریفہ پر لے گئے۔ فاتحہ پڑھنے کے بعد مُلّا صاحب نے حاضرین سے کہا۔ کہ حضرت صاحبزادہ صاحب کے جدِّ امجد نے یہ خانقاہ اپنے خلیفہ حاجی صاحب کو دی اور انھوں نے میرے سپرد کی۔ میں آج یہ خانقاہ حضرت صاحبزادہ صاحب کو دیتا ہوں۔ اور مُلّا صاحب نے حاضرین سے کہا تم حضرت صاحبزادہ صاحب کی خدمت میں آیا کرنا۔

شاہ ولی النبی کی مراجعت

جب مُلّا صاحب نے حضرت سیدی الوالد کے سپرد خانقاہ شریف کر دی تو حضرت شاہ وَلی النبی رامپور تشریف لے گئے۔ نواب کلب علی خاں خانقاہ شریف کے مصارف کے واسطے تیس ۳۰ روپیہ ماہوار ارسال کرتے تھے۔ حضرت سیدی الوالد نے عطیہ کے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اور لکھ دیا "ہم کو ضرورت نہیں"۔

پہلی اہلیہ محترمہ کی جُدائی

خانقاہ شریف میں قیام کرنے کے بعد آپ نے حضرت

شاہ محمد معصوم اور حضرت امۃ الجمیل کو رامپور خطوط ارسال کیے "کہ ہم نے حجاز میں عقد ثانی کیا اور ان کو لے کر خانقاہ شریف آگئے۔ اگر آپ کی صاحبزادی عارفہ ہمارے پاس آنا چاہیں تو خوشی سے آجائیں ہم اُن کو آرام سے رکھیں گے۔" حضرت عمۃ محترمہ نے اس عاجز سے کہا۔ "کہ میری بیٹی کی خوشی جانے کی نہ تھی لہذا میں نے تمہارے والد کو لکھ دیا کہ تم میری بیٹی کو طلاق دے دو۔ چنانچہ انھوں نے فوراً طلاق دے دی اور مجھ کو لکھ دیا۔"

خانقاہ شریف کب بنی

حضرت مرزا جانِ جاناں مظہر قدس اللہ سرہ الاقدس کو کسی شیعی نے نجف خاں کی ایما پر شنبہ، محرم ۱۱۹۵ھ میں زخمی کیا، شب سہ شنبہ دس محرم میں آپ کی پاک رُوح اَعلیٰ علیین کو پرواز کرگئی۔ اور دس محرم ۱۱۹۵ھ میں آپ کی اہلیۂ محترمہ کی خواہش پر اُن کے مکان میں جو کہ چتلی قبر اور ترکمان دروازہ کے مابین واقع ہے، آپ کو سپردِ خاک کیا۔ آپ کی اہلیۂ محترمہ نے آپ سے درخواست کی تھی کہ آپ کی تجہیز و تکفین و تدفین کا معاملہ اُن کے سپرد کردیا جائے۔ حضرت کے مریدوں کو اس کا علم تھا۔ لہذا انھوں نے حضرت بی بی صاحبہ کی خوشی کو ملحوظ رکھا، شاہ نعیم اللہ بہرائچی مؤلف "معمولات مظہری" نے "بشاراتِ مظہریہ"[ا] میں لکھا ہے "وصباح آں شب تجہیز و تکفین نمودہ تابوت مبارک ایشاں ہمراہ تعزیہ ہائے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ برداشتہ ہمہ یاران و عزیزاں ماتم کناں ہمراہ جنازہ شدند و بعد از نماز جنازہ در حویلی حضرت بی بی صاحبہ در دہلی کہ متصل چتلی گور واقع است آسودند و بہ زبان حال این بیت دیوان شریف می سرائیدند ؎

نہ کرد مظہر ما طاعتے و رفت بخاک ؛ نجات خود بہ تولاے بوتراب گزاشت" الخ

چوں کہ آپ کے مخلصین کو اس بات کا بھی علم تھا کہ آپ نے ایک وصیت نامہ لکھ کر

[ا] بشاراتِ مظہریہ کا وہ مبارک نسخہ جس کے حاشیہ پر حضرت شاہ غلام علی قدس سرہ کے دست مبارک کی کچھ تحریرات بھی ہیں۔ لندن کے انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے۔ اس عاجز نے وہاں سے عکسی نقل منگائی اور وہ اس وقت پیش نظر ہے۔

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ کو دیا ہے اور اس میں تحریر ہے کہ میں نے اپنی اہلیہ کی درخواست منظور کرلی تھی لیکن ان دنوں دلی میں ان کی کوئی زمین نہ تھی اور اب انھوں نے ایک حویلی خرید لی ہے ۔ اور میرے دل کو اس جگہ سے نفرت ہے ۔ میں وہاں سے بیزار ہوں ۔ میرے مخلصین کو چاہیئے کہ اس جگہ مجھ کو دفن نہ کرنے دیں ۔ بنابریں مخلصین نے آپ کو تابوت میں رکھ کر سپرد مادرِ خاک کیا ۔ چونکہ حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ کو حضرت میرزا صاحب رحمۃ اللہ کے مجروح ہونے کی اطلاع اس واقعہ کے فوری بعد دی جاچکی تھی ۔ لہٰذا وہ فوراً پانی پت سے روانہ ہوئے اور چہارشنبہ گیارہ محرم کو دہلی پہنچے ۔ اور یہ ارادہ کیا کہ پنجشنبہ بارہ محرم کو آپ کے تابوت شریف کو نکال کر کسی دوسری جگہ دفن کریں گے "تابوتِ آنحضرت در آں حویلی بہ نیت امانت بود کہ بہ وقت فرصت نقل خواہند کرد ۔ سیوم چون قصدِ نقل کردند در معاملۂ آنحضرت از نقل منع فرمودند لہذا نعش مبارک ازانجا نقل نہ کردند و درہمانجا بہ خاک سپردند " الخ

آپ کو شہید کرنے اور کرانے میں جس جس کا ہاتھ تھا ، منتقمِ حقیقی نے بہت جلد ان کو سزا دی ۔ چنانچہ اس سلسلہ میں بشارات مظہریہ میں کسی کا یہ قطعہ تحریر ہے ۔

نجف خاں نہ ماند و نجف خانیش نہ افراسیاب و نہ ہمدانیش
نہ لشکر بماند و نہ مرزا شفیع شود حاکمِ نو بہ فصلِ ربیع

خلافِ توقع آپ کی تدفین حضرت بی بی صاحبہ کی حویلی ہی میں ہوئی ۔ اور پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کے خلیفہ حضرت شاہ غلام علی قدس سرہ کو توفیق دی کہ اس مبارک مقام کو خانقاہ مبارک بنائیں ۔ وَکَانَ ذٰلِکَ قَدَرًا مَقْدُوْرًا ۔

خانقاہِ شریف کی تفصیل

حضرت میرزا صاحب کا مزار مبارک شارعِ عام سے شرق کی طرف بانوے (۹۲) فٹ کے فاصلہ پر ہے ۔ سڑک پر خانقاہ شریف کا دروازہ ہے ۔ دروازہ سے متعلق ستائیس فٹ شمالاً جنوباً اور انیس (۱۹) فٹ شرقاً غرباً زمین ہے اس کے بیچ میں چھ فٹ چوڑا راستہ ہے ۔ اس کے دونوں طرف صحنچیاں ہیں اور شمال کی طرف صحنچی سے متصل کنواں ہے ۔ اور اس کے مقابلہ میں دوسری طرف ایک حجرہ ہے ۔ اس کے بعد مزار شریف تک کھلا صحن ہے ۔ دروازہ کی زمین کے متصل

جہتِ شمال مسجد شریف ہے۔ مسجد شریف کی پشت شارعِ عام پر ہے۔ شمالاً جنوباً بیالیس فٹ اور شرقاً غرباً تقریباً سینتالیس فٹ ہے۔ اس میں سے شرقاً غرباً اٹھارہ فٹ کا صحن اور باقی حصہ میں دو دالان کی مُسقّف مسجد تھی۔ صحن سے متصل بڑا حوض تھا اور حوض کے بعد ایک کونے میں حوائج ضروریہ اور پھر تقریباً پچاس فٹ لمبی اور بارہ تیرہ فٹ چوڑی زمین پر حجرے بنے ہوئے تھے

خانقاہ شریف کا دوسرا دروازہ شمال شرقی گوشہ میں ہے۔ اس دروازہ کے دونوں طرف حجرے بنے ہوئے تھے اور ان حجروں کے اوپر بالاخانہ تھا اور اس میں حضرت شاہ محمد مظہر رہا کرتے تھے۔ یہ حصہ حضرت کے مزار شریف کے جہتِ شرق ہے اور ادھر بھی افتادہ زمین واقع ہے۔ حضرت کے مزار شریف سے تقریباً سولہ سو فٹ کے فاصلہ پر جہتِ جنوب حضرت شاہ غلام علی قدس سرہ کے رہنے کا بڑا مکان ہے۔ اس مکان کو حضراتِ کرام تسبیح خانہ کہتے ہیں۔ اس مکان کا عقب محلّہ سُوئی والان سے ملتا ہے۔ اس مکان سے متصل جہتِ شرق ایک مکان ہے یہ مکان ایک ہندو عورت کا تھا اور اس مکان سے متصل جہتِ شرق ایک مکان اور پھر اس سے متصل جہت شمال دو منزلہ مکان حضرت شاہ صاحب کے تھے۔ حضرت شاہ صاحب کی خواہش تھی کہ ہندو عورت کا مکان بھی آپ کو مل جائے تاکہ خانقاہ شریف میں کسی دوسرے کا تصرف و گزر باقی نہ رہے۔ اس مکان کے سلسلہ میں ضمیمہ مقاماتِ مظہری میں حضرت شاہ عبد الغنی نے فصل مکاشفات و الہامات میں لکھا ہے "روزے مکان ہمسایہ طلب نمودم الہام شد ہر ہمسایہ را تکلیف می رسانی و بدر می کنی۔" یہ مکان ۱۲۷۳ھ سے چند سال پیشتر حضراتِ کرام کے تصرف میں آیا ہے۔ حضرتِ عمہ محترمہ نے فرمایا کہ ہجرت سے تین چار سال پہلے ہندو عورت کے ورثاء سے حضرت شاہ عبد المغنیؒ نے یہ مکان خریدا۔ پھر ان کو خانقاہ شریف کے صدر دروازہ کے مقابل ایک بڑا مکان مل گیا۔ لہذا انھوں نے یہ مکان فروخت کر دیا۔ اور ان سے تمہارے دادا نے یہ مکان خریدا۔ کیونکہ وہ بالاخانہ پر رہتے تھے اور ان کو اپنی بیماریوں کی وجہ سے چڑھنا اترنا مشکل تھا۔" حضرت سیدی الوالد نے بھی اتنا فرمایا تھا یہ مکان ہمارے حضرت والد نے خریدا تھا اور آپ نے اس مکان کو حضرت والدہ صاحبہ کے مہر میں اُن کو دے دیا تھا۔

اس مکان کے علاوہ ایک چھوٹا مکان تسبیح خانہ کے دروازہ سے خانقاہ کے صدر دروازہ تک تھا۔ اور اس کا راستہ اس مختصر سی گلی میں تھا جو خانقاہ شریف سے متصل بہ جہتِ جنوب واقع ہے۔ یہ حصہ حضرات کے ہجرت فرمانے کے بعد خرید لیا گیا تھا۔ مسجد شریف کے جانبِ شمال حجرے تھے۔ یہ حصّہ اور مسجد شریف اور حوض و حجروں کا حصّہ اور شرقی دروازہ کی طرف کا کچھ حصّہ اور تین مکان اور صدر دروازے کا حصّہ حضرت شاہ صاحب کا خرید کردہ ہے۔ آپ نے مرض الموت میں اپنے خلیفۂ اجل حضرت شاہ ابوسعید کو لکھنؤ جو خط تحریر فرمایا ہے۔ اس میں لکھا ہے۔

"برخوردار احمد سعید را آنجا گزاشتہ بہ مجردِ رسیدنِ رقیمہ، ہمہ را جواب دادہ نزد ما بیایند۔ قبرِ ما در صحن ہمیں مکان خواہد شد و تبرکات بر بالین بر گنبدِ ضیق۔ و مردمانِ وابستہ شما ہر وقتیکہ خواہند آمد در دو حویلی باشند و شما اینجا بہ مزارِ ما باشید۔ و اخراجاتِ خانقاہ ہمہ بر طورِ شما است۔ بہ ہر طور کہ مناسب دانید و بردباری و تحمل بہ صبر بہ ورزید و دعائے حسنِ خاتمہ و لقائے جان افزا و اتباعِ حبیبِ خدا محمد مصطفیٰ فرمایند زیادہ والسلام"۔

آپ نے تین حویلیوں کا ذکر فرمایا ہے۔ ایک تسبیح خانہ اور پھر وہ دو مکان جو خانقاہ شریف کے جنوب شرقی گوشہ میں واقع ہیں۔

حضرت شاہ صاحب کا مزار

آپ نے پہلے اپنے واسطے حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کے قبرستان میں سردابہ بنوایا تھا جو ۱۲۶۲ھ تک محفوظ رہا اور پھر آپ کے مرید خاص مولوی حافظ خلیل احمد بجیوی مجددی رحمہ اللہ کی آرام گاہ بنا۔ جیسا کہ بابائے سوم کے احوال میں حاشیہ پر ذکر کیا جا چکا ہے۔ پھر آپ نے تسبیح خانہ کے صحن میں اپنا دفن تجویز فرمایا۔ رحلت فرمانے سے دو تین ماہ پہلے آپ نے خط لکھا ہے۔ اور اس میں اس کا ذکر ہے۔ مع ہذا آپ کی تدفین حضرت میرزا صاحب کے مزار شریف سے متصل جہت غرب ہوئی ہے۔ غالباً آخر وقت میں آپ نے اسکی اجازت دی ہوگی۔

مزاراتِ شریفہ پر مجبر کی تعمیر

۱۲۵۰ھ میں حضرت شاہ عبدالغنی قدس سرہ اپنے حضرت والد صاحب کے تابوت کو ٹونک سے

دہلی لائے اور حضرت شاہ صاحب کے پہلو میں جہتِ غرب سپرد خاک کیا۔ اس وقت تک مزارات مبارکہ کے چار جانب محجّر بنا ہوا نہ تھا حضرت شاہ عبد الغنی نے مزارات کے چار طرف اینٹ اور چونے سے قد آدم دیوار بنائی۔ شرق و غرب و شمال کی طرف سنگ باسی کی عمدہ تین تین جالیاں لگائیں جو کہ اب تک محفوظ رکھی ہیں اور سمتِ جنوب میں دو جالیاں اور بیچ میں آنے جانے کا راستہ۔ راستہ پر خوبصورت کمانی بنائی تھی اور اس کے اوپر سنگ مرمر کا چوکور پتھر لگا ہوا تھا۔ اس پتھر میں یہ شعر دو سطروں میں کندہ تھا شعر حضرت میرزا صاحب کا ہے۔

بہ لوح تربت من یافتند از غیب تحریرے ۔۔۔ کہ ایں مقتول را جزبے گناہی نیست تقصیرے

خانقاہ شریف کی تعمیرِ نو

آپ کی عمر چار سال کی تھی کہ حرم نبوی میں آپ کے جد بزرگوار نے فرمایا تھا کہ میری خلافت خاصّہ اس بچے کے نصیبہ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ایک ولی نے یہ پیشین گوئی کی تھی جو کہ اِنَّہٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰہِ کے مصداق تھے۔ اب وقت آیا کہ اس پیشینگوئی کا ظاہراً و باطناً ظہور ہو۔ آپ ۱۳۰۷ھ کے اواسط میں دلی آئے تین چار مہینے بعد جناب ملا محمد عثمان رحمۃ اللہ موسیٰ زئی سے آئے اور خانقاہ شریف آپ کے حوالے کی۔ آپ کے جد امجد کے جانے کے بعد سے آپ کے تشریف لانے تک خانقاہ شریف کی مرمّت کا خیال کسی کو نہ آیا۔ بلکہ خانقاہ شریف کے حجروں پر نااہل افراد کا تصرف تھا۔ آپ نے ان لوگوں کو خانقاہ شریف سے نکالا۔ مسجد شریف کی آدھی چھت گر گئی تھی۔ یہی حالت حجروں کی تھی۔ آپ نے سب سے پہلے مسجد شریف کی تعمیر کی طرف توجہ کی۔

نیک بندوں کا مددگار پروردگار جل شانہ ہوتا ہے۔ اسی دوران میں منشی محمد رضا دلی کے۔ حاجی فیض اللہ سرسہ کے، کرم اللہ خاں عرف منشی ننھے خاں جو ٹیا محل دلی میں رہتے تھے حاجی عبد الغنی آنریری مجسٹریٹ دلی۔ حاجی محمد اسحاق سوداگر صدر بازار دلی آپ سے بیعت ہوئے ان میں سے ہر ایک نہایت قابل اور سمجھدار تھا۔ خاص کر منشی ننھے خاں اور منشی محمد رضا اور حاجی فیض اللہ۔ آپ نے ان تین افراد کے متعلق مسجد شریف کی تعمیر کا کام کیا۔

مسجد شریف اور اُس کا شمالی حصہ اور شرقی حصہ جس میں خانقاہ شریف کے شرقی

دروازہ تک پختہ دیوار بھی ہے، پہلے بنا، یہ کام چارشنبہ ۲ رجمادی الاولی ۱۳۰۷ھ مطابق ۲۹ ردسمبر ۱۸۸۹ء کو شروع ہوا۔ اور چارشنبہ ۵ رمحرم ۱۳۱۱ھ مطابق ۱۹ رجولائی ۱۸۹۳ء کو تمام ہوا مسجد شریف کے شمال کی طرف لب سڑک تین دروازوں کا کمرہ بنا ہے۔ پہلے یہ جگہ کمیٹی کے تصرف میں تھی۔ کمیٹی سے یہ جگہ لی گئی۔ (۱۳) کمرہ کا چھوٹا صحن بھی ہے پھر مسجد شریف کے صحن کے محاذات میں چار حجرے بنائے ہیں۔ آپ نے تین گنبد کی مسجد شریف و۲و دالان کی بنوائی۔ جس کے ۲و منارے ہیں۔ مسجد شریف کے اندر نہایت نازک اور عمدہ مُنبّت کاری کی گئی ہے۔ اس عاجز کو پرانے کاغذات میں مصارف کا یہ گوشوارہ دستیاب ہوا۔ اس کی نقل درج ذیل ہے۔

گوشوارۂ حسابات

"فرد گوشوارہ آمد و خرچ بابت تعمیرات متعلقہ خانقاہ شریف از ابتدائے ۲ رجمادی الاولی ۱۳۰۷ھ لغایت محرم الحرام ۱۳۱۱ھ

تعمیر میں خرچ ہوئے	روپیہ آنہ پائی	آمدنی نذرانہ بنابر تعمیر	روپیہ آنہ پائی
۲ رجمادی الاولی ۱۳۰۷ھ سے لغایت ۵ رمحرم الحرام ۱۳۱۱ھ تک بابت خرید مسالحہ ومزدوری وغیرہ	سمما معہ للعہ ۲ / ۶۸۴۷ ـ ۲ ـ ۳	از نزد حضرت صاحب بہ طریق دستگرداں لے کر امانت کھاتہ کے جمع کرے	سمما لہ للعہ // ۶۶۴۱ ـ ۸ ـ ۰
یافتنی بذمہ عبدالرحمٰن مرحوم مستری	للعہ /		مالعہ
یافتنی بذمہ حاجی سقّہ	۸ے /		
بقایا نقد تاریخ ۵ رمحرم ۱۳۱۱ھ	۴ ہر /		

میزان کل سمما لعہ ۱۴ آنے / ۶۸۶۹ ـ ۱۴ ـ ۹ میزان کل آمدنی سمما لہ ۸ / ۶۸۶۶ ـ ۸ ـ ۰

غلطی ے

یہ ہر دو رقومات اسمی عبدالرحمٰن وحاجی سقّہ قابلِ وصول نہیں ہیں۔ اگر اجازت ہو تو خرچ میں ڈال کر حساب برابر کر دیئے جاویں اور مبلغ ما عہ ۲۲۵ روپے جو آپ کے امانت کھاتہ میں

جمع ہیں اس کا بھی جمع خرچ کردیا جاوے۔ تو تاریخ مذکور تک تمام حساب صاف ہوجاتے ہیں۔"

یہ عاجز کہتا ہے کہ ایک دوسرے پرچہ سے معلوم ہوا تھا کہ راج کی اجرت چار آنہ اور ساڑھے چار آنہ تھی اور اچھے بیلدار کو تین آنے اور مزدور کو دو آنہ اور چھ پیسے ملتے تھے۔ مستری اسلام الدین فراش خانہ میں رہتے تھے۔ مسجد شریف جب بن رہی تھی اُن کی عمر بیس سال کی تھی۔ وہ اپنے والد اور چچا کے ساتھ کام کرتے تھے۔ اُن کا بیان ہے کہ ابتدا میں مجھ کو ساڑھے تین آنہ اور بعد میں چار آنہ ملتے تھے۔ اور اب ۱۳۹۲ھ میں دلّی میں اچھا راج بارہ اور چودہ روپیہ اور بیلدار آٹھ روپیہ اور مزدور چھ روپیہ لے رہا ہے۔ یعنی مسجد شریف کی تعمیر کے وقت کا ایک روپیہ اس وقت کے پینتالیس اور پچاس روپیہ کے مساوی ہے۔ گویا جو رقم اُس وقت صرف ہوئی ہے وہ اِس وقت کے پونے چار اور چار لاکھ کے مساوی ہے

پاک مال سے تعمیر

آپ نے اس مسجد شریف کی تعمیر میں ایک پیسہ بھی مکروہ اور مشتبہ مال سے نہیں لگایا۔ جناب کرم اللہ خاں عرف منشی ننّے خاں ٹیا محل میں رہتے تھے۔ ان کے برادر کلاں عبدالرحیم خاں اور برادرزادہ عبدالمجید خاں خواجہ دہلی کے رُوٴسا میں سے تھے۔ منشی ننّے خاں آپ کے اَوّلینہ مُخلصین میں سے تھے ان کے گھرانے کا ایک بڑا وقف تھا۔ دونوں بھائیوں کی نہایت خواہش تھی کہ وقف جائداد کی آمدنی میں سے کچھ روپیہ مسجد شریف کی تعمیر میں لگائیں۔ چونکہ اس وقف میں شرعی پہلو سے کچھ خرابی تھی، آپ نے منظور نہ فرمایا۔

آپ نے ۶ ماہ جمادی الاولیٰ ۱۳۰۷ھ میں ایک خط مُلّا عثمان صاحب رحمہ اللہ کو موسیٰ زی لکھا۔ اس میں آپ تحریر فرماتے ہیں: "امیر علی شاہ از لاہور قصدِ تعمیرِ مسجد شریف کردہ است۔ بہ ما تحریراً عرض کردہ بود۔ معماران این شہر بست و دو صد روپیہ تخمینہ تعمیر کردند، بہ موصیٰ الیہ اطلاع کردیم۔ نوٹ چہار صد روپیہ بہ ما فرستاد، در صدد جمع اسباب عمارت شدہ ایم۔ امیر علی شاہ دریں معاملہ از سابقین شد۔" معمارانِ شہر نے جو اندازہ لگایا تھا، صرفہ اس سے سہ چند ہوا۔ غالباً اس کی بڑی وجہ مُنبّت کاری ہوگی۔ کیونکہ آپ نے مسجد شریف میں نہایت عمدہ اور نازک مُنبّت کاری کروائی ہے۔ اور

پھر وہ سہ درہ ہوگا جوکہ مسجد شریف کے بالمقابل بنوایا گیا تھا۔ اور شیخ غلام احمد قریشی ہانسوی نے ۱۳۳۹ھ میں توڑا تاکہ اس حصہ میں شاندار دو منزلہ کتب خانہ بنائیں۔ کتب خانہ کی بنیاد نہایت عمدہ بھر دی۔ سنگ باسی کے ستون اور داسے بنوالئے۔ ہزاروں روپیہ آپ کا اس پر صرف ہوا۔ اب تعمیر کا کام شروع ہوتا کہ آپ رحلت فرمائے خلد بریں ہوئے اور وہ کام رُک گیا۔ بنیاد بھری ہوئی ہے۔ داسے اور ستون رکھے ہوئے ہیں۔ اور تعمیر کرنے اور کرانے والے ابدی میٹھی نیند سو رہے ہیں۔ رحمہم اللہ۔

اسلام الدین کا بیان

مستری اسلام الدین نے بیان کیا کہ آپ کُرتے کے دامن میں روپیہ رکھ کر باہر تشریف لاتے تھے اور کارپردازوں کے حوالہ کرکے فرماتے تھے۔ شمار کرکے حساب میں جمع کر لو۔ اور آپ صحن میں سر جھکا کر بیٹھ جاتے تھے۔ دو تین گھنٹے اس حالت میں گذر جاتے تھے۔ حاجی فیض اللہ وغیرہ آپ سے عرض کرتے تھے کہ آپ پر اُڑ کر گرد آرہی ہے آپ کو تکلیف ہوگی۔ آپ اُن سے فرماتے۔ اللہ کا گھر بن رہا ہے اور اس کی مٹی اڑ کر ہم پر آرہی ہے۔ ہمارا دل خوش ہو رہا ہے۔ راج اینٹ کاٹ رہے ہیں۔ جو آواز پیدا ہو رہی ہے۔ ہم کو اس میں اللہ کی تسبیح سُنائی دے رہی ہے۔

ہر شے کی تسبیح

"رشحات" کے فصل دوم میں فقر و تجرد ایشاں۔ سے ایک صفحہ پہلے لکھا ہے۔ "منتسبانِ خواجہ عبدالخالق رَوَّحَ اللہُ تعالیٰ رُوحَہٗ کہ در بازارہا می روند ہمہ آوازہا بہ گوش ایشان ذکری آید و غیر ذکر ہیچ چیز نہ می شنوند و در مبادی حال ذکر چناں غالب شدہ بود کہ از ہر باد وزہر آوازے کہ بہ گوش می آمد ذکر شنودہ می شد۔" آپ حضرت خواجہ ہی کے طریقہ پر تھے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اُسی رنگ میں پوری طرح رنگ دیا تھا۔ آپ پر اسرار تُسَبِّحُ لَہُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِیْھِنَّ وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَھُوْنَ تَسْبِیْحَھُمْ کے کھل گئے تھے۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ۔

آپ نے حوض کو مٹی سے بھروا کر مسجد شریف کے صحن کو وسیع کر دیا۔ پہلے صحن میں چار صفیں تھیں اور اب نو ہیں۔

مسجد شریف اور اس کا شمالی اور شرقی حصہ بن جانے کے دو تین سال بعد خانقاہ شریف کا صدر دروازہ اور اس کی صحنچیاں اور بالاخانہ اور زینہ اور پھر صدر دروازہ سے تسبیح خانہ کی ڈیوڑھی تک چار حجرے اور ایک سہ دری کی تعمیر ہوئی۔ بعد میں سہ دری میں جالی کے دروازے لگواکر عمدہ کمرہ بنا دیا گیا تھا۔

تعمیرِ تسبیح خانہ شریف

حضرت شاہ غلام علی کی رہائش گاہ کا نام تسبیح خانہ شریف ہے۔ آپ نے ۱۲۳۱ھ میں اس مبارک مکان کو بنا کر ؎ چو فقر اندر لباس شاہی آمد ۔ بہ تدبیر عبید اللّٰہی آمد۔ کی یاد تازہ کردی۔ دیواروں کے علاوہ صرف کھلی زمین کی کیفیت اس طرح پر ہے کہ یہ زمین شرقاً غرباً ۲۸ فٹ چوڑی اور شمالاً جنوباً ۶۲ فٹ لمبی ہے۔ دروازہ شمال غربی گوشہ میں ہے داخل ہونے پر ساڑھے اٹھائیس فٹ کا صحن ملے گا جس کے چاروں طرف چار فٹ چوڑی روش سنگ سرخ کی ہے۔ پھر پونے دو فٹ کرسی دے کر بارہ فٹ چوڑا چبوترہ ہے۔ پھر مزید پانچ اِنچ کی کرسی دے کر بارہ فٹ چوڑا دالان ہے۔ اور اس کے عقب میں نو فٹ چوڑے دو کمرے ہیں۔ ایک سوا انیس فٹ لمبا اور دوسرا آٹھ فٹ لمبا ہے۔ چبوترہ کا اور پھر دالان کا داسا پانچ اِنچ موٹا اور پونے دو فٹ چوڑا نفیس سنگ مرمر کا ہے۔ اور دالان کے ستون بھی سنگ مرمر کے ہیں۔ آپ اس مبارک مکان کا اتنا احترام فرماتے تھے کہ اس مکان میں آپ نے کبھی جوتی نہیں پہنی اور نہ آپ کی حیات مبارکہ میں کوئی شخص جوتی پہن کر اس میں داخل ہوا۔

مبارک مُصلّٰی

تسبیح خانہ شریف میں سنگ خارا کا ساڑھے پانچ فٹ لمبا، پونے تین فٹ چوڑا اور تقریباً نو انچ موٹا ایک قطعہ تھا۔ یہ مبارک پتھر سالہا سال حضرت شاہ غلام علی کا اور پھر دس سال حضرت شاہ ابوسعید کا اور پھر تیئیس سال حضرت شاہ احمد سعید کا اور پھر اکتیس سال مولوی رحیم بخش اور شاہ ولی النبی کا اور پھر کئی سال تک حضرت سیدی الوالد قدس اللّٰہ اسرارہم کا مصلی بنا رہا۔ حضرت شاہ غلام علی قدس سرہ اکثر اس پر ایک اینٹ کا تکیہ بنا کر لیٹ بھی جاتے تھے۔ حضرت سیدی الوالد قدس سرہ نے

جب تسبیح خانہ کو قصرِ عالی شان میں تبدیل کر دیا تو حاجی فیض اللہ اور منشی حسین علی رحمہما اللہ اس مبارک پتھر کو باہر لے آئے اور مولوی رحیم بخش کی قبر کے سرہانے قبلہ رُخ کر کے بچھا دیا ربیع الآخر ۱۳۷۸ھ میں اس عاجز نے مجحر شریف کے حوالی فرش کو درست کرایا۔ تو اس مبارک پتھر کو مولوی رحیم بخش رحمہ اللہ کے مزار کے محاذ میں جنوب کی طرف قبلہ رخ کر کے نمایاں طور پہ بشکل مُصلّیٰ بچھا دیا۔ تاکہ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے جس کا دل چاہے اس سنگِ مبارک کو اپنا مُصلّیٰ بنائے اور فیوضات و برکات حاصل کرے۔

مجحر شریف

۱۳۳۰ھ میں آپ نے مجحر شریف کو توڑا۔ آپ کی خواہش تھی کہ تہ خانہ میں اصل مزارات شریفہ رہیں۔ اور اوپر تعویذ بنا دیئے جائیں۔ اس مقصد سے مزارات شریفہ کے اوپر کی مٹی ہٹوائی اور چاروں طرف سے کھدائی کروائی۔ حضرت مرزا صاحب کے مزار پُرانوار سے حضرت شاہ صاحب اور حضرت شاہ ابو سعید کا مزار اوپر تھا اس لئے تہ خانہ نہیں بن سکتا تھا۔

منشی حسین علی صاحب کی نگرانی میں یہ کام ہو رہا تھا۔ انھوں نے بیان کیا کہ مزارات مبارکہ کے پائنتی ایک قبر تھی۔ اس کے اوپر سے جب مٹی ہٹائی جا رہی تھی تو پٹاؤ کا ایک پتھر سرک گیا۔ اس وقت دن کا ایک بجا تھا۔ حضرت صاحب برہنہ سر اور برہنہ پا تسبیح خانہ کا دروازہ کھول کر باہر تشریف لائے اور آپ نے فرمایا "لڑکو۔ تم کیا کر رہے ہو۔ ابھی ہم سے شکایت کر رہے تھے کہ ہم کو تکلیف پہنچا رہے ہیں۔" منشی حسین علی کہتے تھے۔ کہ میں نے آپ سے واقعہ بیان کیا۔ آپ نے سُن کر فرمایا کہ پتھر کو درست کر دو اور ان کی قبر کو نہ چھیڑو۔ یہ فرما کر آپ تشریف لے گئے۔

مجحر شریف اندر سے شمالاً جنوباً ساڑھے سولہ فٹ اور شرقاً غرباً پونے سترہ فٹ ہے۔ اس کا فرش اور مزارات کے تعویذ سنگ مرمر کے ہیں۔ اور دیوار سنگ باسی کی ہے تین طرف تین تین جالیاں اور سمتِ جنوب میں دو جالیاں اور بیچ میں دروازہ ہے۔

جن دنوں یہ مجحر شریف آگرہ میں حافظ عبد الحکیم صاحب سوداگر جفت کی معرفت بنوایا جا رہا تھا۔ اور وہاں کے کاریگر یہاں آئے ہوئے پیمائش کر رہے تھے۔ تو

حبیب الرحمٰن خاں صاحب شروانی (صدر یار جنگ) برائے ملاقات علی گڑھ سے آئے اور انھوں نے دو ہزار روپیہ برائے مجھر پیش کیا۔ جزاہ اللہ سبحانہ خیر الجزاء ورحمہ ورضی عنہ۔

بعض افراد کی شورش

جب آپ نے مجھر شریف بنوایا تو مولوی رحیم بخش رحمہ اللہ کے مریدوں نے کچھ شورش کی اور واجد علی خاں رئیس بڈھانسی و مدار المہام ریاست جیسپور نے ان افراد کی سرپرستی کی۔ ان لوگوں کی خواہش یہ تھی کہ جناب مولوی رحیم بخش صاحب کے مزار کو بھی مجھر شریف کے اندر لے لیا جائے۔ آپ نے فرمایا کہ مولوی صاحب خانقاہ شریف کے خادم اور محافظ تھے۔ ان کو حضرات کی صف میں لانا درست نہیں۔ اور جب ان لوگوں نے زیادہ شورش کی۔ اور آپ کو گمنام خطوط لکھ کر کچھ دھمکی دی تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ اگر یہ لوگ اپنے پیر و مرشد کی خاک کو یہاں سے لے جانا چاہتے ہیں لیجائیں۔ اور پھر ان کی تربت پر گنبد بنوائیں۔ جب ان لوگوں کو اس سلسلہ میں ناکامی ہوئی تو ایک دوسرا قضیہ اٹھایا کہ خانقاہ شریف کا صدر دروازہ بند رہتا ہے۔ اور دروازہ کا بند رکھنا مسجد شریف میں نماز پڑھنے سے روکنا ہے۔ اس سلسلہ میں آپ کے نام واجد علی خاں نے فتویٰ ڈاک سے بھیجا۔ یہ فتویٰ مفتی مظہر اللہ صاحب امام مسجد فتحپوری کا تھا۔ مفتی صاحب اکثر آپ کے پاس آیا کرتے تھے۔ اس عاجز سے مفتی صاحب نے ۱۳۸۳ھ مطابق ۱۹۶۳ء میں فرمایا۔ میں حسب معمول عشاء کو آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مولانا سیف الرحمٰن صدر مدرس مدرسہ فتحپوری بھی موجود تھے۔ آپ نے مجھ کو خطاب کرتے ہوئے صرف یہ الفاظ فرمائے "مفتی مظہر یہ تو مسجد بیت ہے۔" اس کے علاوہ کچھ ارشاد نہ کیا۔ آپ نے اُس دن مجھ کو مفتی مظہر فرمایا۔ ورنہ آپ عام طور پر مجھ کو مولوی مظہر فرمایا کرتے تھے۔ آپ کے اس ارشاد سے مجھ کو خیال ہوا کہ جیسپور کے واجد علی خان نے چند روز پیشتر جو فتویٰ لیا تھا، وہ آپ کو ڈاک سے ارسال کیا ہے۔ میں نے عام مساجد کے متعلق فتویٰ دیا تھا۔ آپ کے اس فرمانے کے بعد میں نے محسوس کیا اور دیکھا کہ جو دروازہ بند رہتا ہے وہ مسجد کا خاص دروازہ نہیں ہے۔ لہٰذا اس مسجد کا حکم عام مساجد کا نہیں ہو سکتا۔ یہ فی الواقع مسجد بیت ہے۔"

حجرہ کے دروازہ کے اوپر آپ نے چار فٹ کے قطر کے نصف دائرہ کا ایک قطعہ سنگِ باسی کا کھڑا کرایا تھا۔ اس پر نہایت عمدہ پھول پتے بنے ہوئے تھے اور اس میں سنگ مرمر کا دہ چوکور ٹکڑا نصب تھا جو پہلے دروازہ کے اوپر اینٹ چونہ سے جمایا گیا تھا دوشنبہ ۹ رذی الحجہ ۱۳۴۶ھ مطابق ۲۹ رمئی ۱۹۲۸ء میں زبردست آندھی سے وہ منقش سنگ باسی کا ٹکڑا مع قطعۂ سنگ مرمر گر کر پاش پاش ہوگیا۔ سہ شنبہ ۲۱ رجمادی الآخرہ ۱۳۸۲ھ مطابق ۲۰ رنومبر ۱۹۶۲ء میں اللہ تعالیٰ نے اس عاجز کو توفیق دی۔ کہ سنگ مرمر پر بہ انداز سابق شجر کندہ کرواکے دروازہ کے اوپر لگوادیا ہے۔

کتابوں کا منگوانا

منشی عزیز الدین رحمہ اللہ ساکن صدر بازار میرٹھ اوائل ماہ ربیع الاول ۱۳۲۳ھ مطابق ماہ مئی ۱۹۰۵ء میں آپ کی کتابیں مکہ مکرمہ سے لائے۔ آپ نے سمتِ جنوبی کے دو حجروں کو ایک حجرہ کرواکے کتب خانہ بنایا۔ اور اب باقی دو حجروں کو بھی اس عاجز نے ایک حجرہ کرواکے کتب خانہ میں شامل کردیا ہے آپ نے پوری خانقاہ شریف۔ حجرہ شریف اور تسبیح خانہ کو کامل طور پر از سرِ نو بنوایا اور مسجد شریف کے سامنے جہتِ شرق کتب خانہ کی نہایت اعلیٰ دو منزلہ عمارت کے لئے کام شروع کردیا لیکن آپ کی رحلت فرمانے سے وہ کام رہ گیا۔ ۱۳۴۰ھ میں ایک دن ہوا خوری سے تشریف لانے کے دوران میں فرمایا تھا:" خانقاہ شریف کی تعمیر پر ایک لاکھ روپیہ سے کچھ اوپر صرف ہوا ہے۔"

حرم سرائے جدید

تسبیح خانہ سے متصل جہت غرب آپ نے ایک مکان خریدا۔ اور ۱۳۲۶ھ میں اس کو بہت عمدہ بنوایا۔ منشی حسین علی صاحب نے اس کی تاریخ لکھی ہے۔ ؎

باقی ماند بہ خوبی و خیر ✽ فردوس منازل ابوالخیر

اور" کاخ بہشت" سے بھی تاریخ نکالی ہے۔ یہ مکان حضرت برادر کلاں ادام اللہ ارشادہ کے حصہ میں آیا۔ اور ۱۳۶۶ھ مطابق ۱۹۴۷ء میں تقسیم ہند کے بعد کسٹوڈین نے اس پر تصرف کیا۔ اور اس طرح یہ مبارک مکان جس میں تیرہ سال حضرت سیدی الوالد

قدس سرہ کا قیام رہا۔ اور اڑتیس سال تک خانقاہ شریف کا ایک حصہ بنا رہا۔ غیروں کے تصرف میں چلا گیا۔ ع تَجْرِی الرِّیَاحُ بِمَا لَا تَشْتَہِی السُّفُنُ ۔ وَالْاَمْرُ کُلُّہٗ لِلّٰہِ۔

حضرت سیّد نور محمد بدایونی

آپ نے خانقاہ شریف کو از سر نو تعمیر کرانے کے بعد سید السادات حضرت نور محمد بدایونی قدس سرہ کے مزار پُر انوار کی طرف توجہ فرمائی۔ آپ کا مزار شریف نواب مکرم خاں کے باغ میں حضرت سلطان المشائخ نظام الدین والاولیا قدس سرہ کے مزار کی سیدھ میں جہت جنوب بستی سے بہ فاصلۂ یک تیر پرتاب واقع ہے۔ مزار شریف خام تھا اور سرہانے لوح لگی ہوئی تھی۔ آپ کے مزار کے جہت شرق حضرت امۃ الفاطمہ بنت نثار حسن یحیوی مجددی اہلیہ حضرت شاہ احمد سعید کا مزار شریف ہے نواب مکرم خاں حضرت شاہ نقشبند قدس سرہ کی اولاد میں سے اور حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ کے خلیفہ تھے۔ جواہر علویہ میں لکھا ہے کہ آپ کے انتقال فرمانے کے وقت آپ کے مبارک سر پر حضرت خواجہ ناصر الدین عبید اللہ احرار قدس سرہ کی مبارک ٹوپی رکھی گئی۔ آپ نے فرمایا اگرچہ اس کلاہ مبارک کے انوار سے مستفید ہو رہا ہوں۔ لیکن میرے سر پر میرے پیر و مرشد کی مبارک ٹوپی لاکر رکھو تاکہ آپ کے انوار میں مستغرق ہو کر اس دنیا سے سفر کروں۔ چنانچہ آپ کے پیر کی مبارک کلاہ آپ کے سر مبارک پر رکھی گئی۔ اور اسی حال میں آپ کی رحلت ہوئی۔ رحمہ اللہ۔ حضرت سید صاحب کے آپ سے بہت زیادہ روابط تھے۔ ان کے باغ میں آپ اُن کے مزار سے کچھ فاصلہ پر جہت جنوب مدفون ہوئے۔ باغ اجڑ چکا ہے اور یہ علاقہ نئی دلی میں آ گیا ہے۔ سنہ ۱۳۵۵ھ کے اواخر اور ۱۹۳۷ء کے اوائل میں اس عاجز نے وہاں کی مرمت کی اور اس وقت ضرورت ہوئی کہ اس جگہ کے نمبر وغیرہ معلوم ہوں۔ اس عاجز نے جناب خواجہ حسن نظامی کے پاس آدمی بھیجا اور اُن سے دریافت کیا۔ پروردگار اُن کو اجرِ کثیر دے کہ انھوں نے درج ذیل معلومات فراہم کر کے اس عاجز کو ارسال کیں۔

حضرت سید نور محمد بدایونی کا مزار سکندر پور کے رقبہ میں واقع ہے۔ پہلے اس جگہ کا تعلق پی۔ ڈبلیو۔ ڈی سے تھا اور اُس وقت کے نقشہ میں خسرہ نمبر ۳۶۵ میں اندراج تھا

اب اس موضع کا تعلق امپرومنٹ ٹرسٹ سے ہے اور خسرہ نمبر ۶۳۴/۲ میں واقع ہے۔ مزید معلومات ڈپٹی کمشنر کے دفتر میں شاخ معاوضہ کاغذات ۱۹۱۳ء و ۱۹۱۴ء سے کی جائے۔

حضرت سیدی الوالد قدس سرہ کو پتہ چلا کہ حکومت بہت چوڑا برساتی نالہ بنانے والی ہے اور اس میں حضرت سید صاحب کا مزار شریف آنے والا ہے۔ آپ کو بہت تشویش لاحق ہوئی اور آپ نے اس جگہ کو بنانے کا ارادہ کیا۔ اتفاق سے ایک مسلمان افسر ڈپٹی محبوب عالم کا صاحب کا تقرر وہاں ہوا۔ اور انھوں نے احاطہ بنانے کی اجازت دیدی۔

سمتِ جنوب سے شرقاً غرباً صحن کی درازی ۳۸ فٹ ۳ انچ ہے اور سمتِ شمال سے شرقاً غرباً صحن کی درازی ۵۵ فٹ ۵ انچ ہے۔ غرب کی طرف شمالاً جنوباً صحن کی درازی ۳۷ فٹ ہے۔ اور شرق کی طرف کا صحن کجی لئے ہوئے ۶۷ فٹ ہے۔ اس زمین کے چاروں طرف سنگ خارا کی دیوار ہے۔ جو کہ ڈیڑھ فٹ چوڑی ہے۔ اور صحن سے ساڑھے تین فٹ بلند ہے۔ آپ نے سارا فرش سنگ سرخ کا لگوایا تھا۔

حضرت کے مزار پر حاضری

آپ دو تین سال تک جاڑوں کے موسم میں صبح کو دس بجے وہاں تشریف لے جاتے تھے اور تین بجے کے بعد وہاں سے روانہ ہوتے تھے۔ ناشتہ دان میں کھانا، ایک صراحی اور ایک لوٹا ساتھ ہوتا تھا۔ آپ تنہا وہاں یادِ الٰہی میں مصروف رہتے تھے کھانے کے وقت ہم بچوں کو بلا لیتے تھے۔ اس عاجز کی عمر اس وقت چار پانچ سال کی ہوگی۔ اس وقت تک احاطہ نہیں بنا تھا۔ اور نہ سنگِ سرخ کا فرش لگا تھا۔ غالباً فرش اور احاطے کی تعمیر سن تیرہ سو اکتیس یا بتیس میں ہوئی ہے یعنی انیس سو تیرہ یا چودہ عیسوی میں۔

سید السادات کی کرامت

آپ کا مزار شریف دلی میں بستی حضرت نظام الدین قدس سرہ کی آبادی سے باہر ہے۔ جمعہ ۲۷ رمضان ۱۳۶۶ھ مطابق ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء میں ہند کو آزادی ملی۔ اس عاجز کے نزدیک مسلمانوں کا دورِ محن و بربادی شروع ہوا۔ انیس سو بیس میں جب کہ ترکِ موالات کی تحریک نے شدت اختیار کر لی تھی، حافظ عبدالحکیم وغیرہ سے حضرت سیدی الوالد نے فرمایا: "تم لوگ اس زمانہ کو پھر یاد کروگے۔"

آپ نے ستائیس سال پہلے بہ چشم باطن اللہ کے نور سے جس بربادی کو دیکھا تھا۔ اب بہ چشم سر ہم نے اس کو دیکھا۔ کہ دَمُ الْمُسْلِمِ هَدَرٌ ۔ نہ مساجد کی حرمت باقی رہی اور نہ اولیاء اللہ کے مزارات کی۔ حضرت سید السادات کے مزار کو بھی اشقیا نے نقصان پہنچایا۔ کتبہ کو اور احاطہ کی دیوار کو دو تین جگہ سے توڑا۔ سنگِ سرخ کا سارا فرش اکھاڑ کر لے گئے۔ اس عاجز نے ۱۳۵۵ھ مطابق ۱۹۳۶-۳۷ء میں اس جگہ کی مرمت کرائی تھی۔ کچھ ٹکڑیاں ۲×۲ فٹ کی، خراب اور ضائع ہو گئی تھیں۔ ان کی جگہ نئی لگوائی تھیں۔

یہ عاجز دوشنبہ ۱۲ محرم ۱۳۷۳ھ مطابق ۲۱ ستمبر ۱۹۵۳ء کو مع ایک شخص کے حضرت کے مزار پر حاضر ہوا۔ تاکہ مصارف کا اندازہ کیا جاسکے۔ یہ عاجز ابھی وہاں تھا کہ ایک ہندو کچھ پھول لے کر آیا۔ اس نے حضرت کے مزار پر ان کو ڈالا۔ اور یہ بیان کیا۔

"یہاں کا فرش دو آدمیوں نے اکھاڑا ہے۔ ایک اس گاؤں کا ہے اور دوسرا بھوگل کا چمار ہے۔ یہ دونوں افراد برباد ہو گئے۔ گاؤں والے نے اپنے واسطے نیا کمرہ بنایا۔ چھت پر کڑیاں رکھ کر ٹکڑیاں پھیلائیں اور اوپر ملبہ ڈالا۔ دوپہر کو راج مزدور کھانا کھانے سامنے کنوئیں پر گئے۔ وہ شخص اپنے گھر والوں کو کمرہ دکھانے لگا۔ یہ سب کمرے میں تھے کہ ان پر چھت آپڑی، وہ، اس کی بیوی، بڑی لڑکی اور اس کے دو چھوٹے بچے دب کر مر گئے۔ بھوگل کا چمار بیمار رہا۔ اور دو دن میں مر گیا۔ پھر اس کا جوان لڑکا اور بہو مرے اور اس کی بیوی اندھی ہوئی جو ابھی زندہ ہے۔ سب لوگ کہتے ہیں کہ ان دونوں کو ان کی بے ادبی کی سزا ملی ہے۔ آج میں نے آپ دونوں کو یہاں آتے دیکھا تو آگیا۔ ورنہ میں ہر جمعرات کو یہاں آکر پھول چڑھاتا ہوں۔

پنجشنبہ ۱۵ محرم (۲۴ ستمبر) کو تینتیس بوری سیمنٹ، دس من چونا اور دوسرا سامان وہاں گیا۔ مقصود راج اور چار مزدور کام پر لگے۔ عصر کو مزدوروں سے کہا گیا کہ ان میں سے دو آدمی رات کو یہاں سوئیں تاکہ سیمنٹ ضائع نہ ہو۔ چونکہ وہ جگہ ایک گوشے میں ہے۔ مزدور ڈر رہے تھے۔ اس وقت وہ ہندو بھی آگیا جو ہر جمعرات کو پھول چڑھاتا تھا۔ اس نے بھی مزدوروں کو ہمت دلائی۔ چنانچہ دو مزدور راضی ہو گئے اور رات کو وہاں رہے۔ یہ عاجز ہر روز دن کے بارہ بجے گھر سے جاتا تھا۔ اور شام تک وہاں رہتا تھا۔ دوسرے دن جمعہ کو وہاں پہنچا تو دیکھا کہ مزدور

نہایت خوشی سے کام کر رہے ہیں مزار شریف پر تازہ پھول پڑے ہیں۔ اگر کی بتی جل رہی ہے اور ایک ڈوکری رکھی ہے۔ اس میں کچھ شیرینی ہے۔ مقصود راج نے کہا۔ آج رات ان دونوں کو حضرت کی زیارت ہوئی ہے اور اس خوشی میں پھول اور شیرینی لائے ہیں۔ پھر مزدور نے یہ واقعہ بیان کیا۔

رات ہم سامان کے پاس سوئے (حضرت کے مزار سے شمال کی طرف چھ سات گز کے فاصلہ پر) ہم کو کچھ ڈر لگ رہا تھا۔ ہماری آنکھ لگ گئی۔ رات میں کسی وقت میری آنکھ کھلی۔ چاند کی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ قبلہ کی طرف منہ کئے ایک بوڑھے شخص مزار شریف کے اوپر بیٹھے ہیں۔ اُن کی ڈاڑھی سفید ہے اور کمر جھکی ہوئی۔ ان کے چہرہ سے نور نکل رہا تھا سفید کپڑے پہنے دو زانو بیٹھے ہیں۔ میں تھوڑی دیر تک بہت غور سے ان کو دیکھتا رہا۔ پھر میں نے اپنے ساتھی کو جگایا اور اس سے کہا۔ کہ وہ بھی اُن بڑے میاں کو دیکھے اور ہم دونوں دس پندرہ منٹ دیکھتے رہے۔ پھر اچانک وہ ہماری نظروں سے غائب ہو گئے۔

حضرت سید صاحب کا جو حُلیہ کتابوں میں لکھا ہے۔ وہ مزدوروں کے بیان کردہ حلیہ سے سرِ مو متفاوت نہیں ہے۔ کثرتِ مراقبہ سے آپ کی مبارک کمر جُھک گئی تھی۔ یہ دونوں مزدور بالکل اَن پڑھ تھے۔ نماز اور روزے کے بھی پابند نہ تھے۔ اس کرامت کو دیکھ کر دل و جان سے حضرت کے معتقد ہوئے اور پنجشنبہ ۲۹ محرم (۸ راکتوبر) تک نہایت خوشی سے وہاں رہے۔ پنجشنبہ کو کام ختم ہوا۔ اور وہ مزار شریف پر پھول چڑھا کر وہاں سے روانہ ہوئے۔

حضرت حافظ شاہ سعد اللہ رح

آپ حضرت محمد صدیق فرزند ششم حضرت خواجہ محمد معصوم کے خلیفہ ہیں۔ حضرت مرزا صاحب نے حضرت سید نور محمد بدایونی کے بعد حضرت محمد افضل خلیفہ حضرت حجۃ اللہ نقشبند سے دس سال استفادہ کیا۔ اور پھر بارہ سال تک حضرت سعد اللہ سے مستفید ہوئے۔ آپ کا مزار اجمیری دروازہ کے باہر مدرسۂ غازی الدین خاں کے قریب تہ خانہ میں ہے۔ حضرت سیدی الوالد آپ کے مزار شریف پر حاضر ہوئے۔ ریل

کی لائنوں کی وجہ سے تہ خانہ میں شگاف پڑ گئے تھے اور خطرناک حالت میں تھا۔ آپ نے عربک کالج کے ماسٹر فضل الدین اور مولوی سید عطاء الحق کی نگرانی میں نیچے مزید پائے کھڑے کر کے ڈاٹیں لگوائیں اور تہ خانہ کو محفوظ کر دیا۔ مرمت کے بعد جب آپ حاضر ہوئے تو آپ پر کشف ہوا اور حافظ صاحب نے آپ سے فرمایا "تم نے میرے جھونپڑے کو سنوارا اللہ تم کو اور تمہارے گھر کو سنوارے۔"

حضرت شاہ گلشن رح

آپ حضرت عبدالاحد وحدت فرزند حضرت خواجہ محمد سعید کے خلیفہ ہیں۔ آپ کا مزار شریف کناٹ پلیس کے باہر کے دائرہ میں ہے۔ حکومت کا ارادہ اس مزار کو توڑنے کا تھا۔ آپ نے امام صاحب جامع مسجد دہلی سید احمد شمس العلماء سے اس سلسلہ میں کہا۔ اور ان کی مساعی سے اجازت مل گئی کہ ان کی قبر کے چاروں طرف گول چبوترہ بنوا لیا جائے۔ آپ نے نقشہ بنوالیا، تعمیر کے لئے روپیہ بھی فراہم کر لیا۔ مگر آپ کی وفات ہوگئی۔ آپ کی وفات کے دس ماہ بعد حضرت برادر کلاں ادام اللہ فیضہ وارشادہ۔ نے وہ نقشہ اور روپیہ حافظ غلام محمد باغ والے کو دیا۔ اور وہ چبوترہ سنگ خارا کا بنا۔ امام صاحب جامع مسجد کی نگرانی رہی۔ چارشنبہ۔ ۱ر جمادی الاولیٰ ۱۳۴۲ھ ۱۹ ر دسمبر ۱۹۲۳ء کو تعمیر کا کام شروع ہوا۔ اور جنوری ۱۹۲۴ء میں تکمیل کو پہنچا۔

خانقاہ شریف میں قیام

حجاز مقدس سے آپ اپنے ساتھ ایک بخاری مخلص کو لائے تھے۔ دو تین سال تک وہ آپ کی خدمت میں رہے۔ اُن کے جانے کے بعد تقریباً تین سال تک کوئی خدمتگار نہ تھا۔ رات کو حلقہ کے بعد آپ خانقاہ شریف کی کنڈی اندر سے لگا لیتے تھے۔ اور دہلی کے مخلصین میں سے دو نفر صبح کے نو بجے آ کر کنڈی کھٹکھٹاتے تھے۔ اُن کو ہدایت تھی کہ اندر سے کنڈی کھولنے کے ایک دو منٹ کے بعد دروازہ کھولا کریں۔ کیونکہ حضرت والدہ صاحبہ کنڈی کھولا کرتی تھیں۔ اس زمانہ میں کرامت النساء کے جانے کا واقعہ پیش آیا ہے جس کا بیان پہلے لکھا جا چکا ہے۔

یہ ایک دو آدمی جو کنڈی کھٹکھٹاتے تھے۔ گھر کا سودا لاتے تھے اور پھر شام تک کوئی نہ کوئی ہوا ہی کرتا تھا۔

آپ نے ۶ رجمادی الاولیٰ ۱۳۰۷ھ میں ایک خط مُلّا محمد عثمان کو لکھا۔ اور اس میں اُن افراد کا ذکر ہے جو رات کو حلقہ شریفہ میں شریک ہوا کرتے تھے۔ آپ نے حاجی عیسیٰ، عبدالرسول، محمد عالم، منشی محمد رضا، مولوی سیف الرحمٰن، احسان علی، امداد حسین، عبدالرحمٰن، حافظ محمد، حبیب بخش، عبدالحق، عبدالواحد، سید اکبر، شمس الدین، گل محمد، کے نام تحریر فرمائے ہیں اور اس زمانہ میں حاجی عبدالغنی منتظم عید گاہ و حاجی محمد اسحاق سوداگر صدر بازار و نورالٰہی صندوق والے و منشی ننّے خاں و منشی حسین علی و حاجی فضل عمر سوداگر آپ سے بیعت ہوئے اور یہ سب افراد خدا کے فضل و کرم سے آپ سے مستفید ہوئے۔ اور حاجی فضل عمر تو مخلصین ہندیاں کے سرتاج ہوئے۔ رحمہم اللہ و رضی عنہم۔

غالباً ۱۳۱۲ھ سے آپ کی خدمت میں افغانستان کے پٹھان آنے شروع ہوئے۔ ان میں یار محمد خروٹی از سُر دَزَہ و خان فقیر احمر خیل از وازِ خواہ سابقین میں سے ہیں۔ یار محمد کے اوائل دور میں دو تین سال ایسے گزرے۔ کہ آپ بہت کم افراد سے ملتے تھے۔ البتہ وہ افراد جو حلقہ میں شریک ہوتے تھے اپنے وقت پر آتے تھے، ان کے علاوہ افغانستان سے جو لوگ برائے بیعت آتے تھے ان کے لئے خانقاہ شریف کے دروازے کھلے ہوئے تھے اور اُن میں سے جو افراد اہلِ علم ہوتے تھے ان کو آپ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کا درس بھی دیتے تھے۔ غالباً مولوی سیف الرحمٰن صدر مدرس مدرسۂ فتحپوری نے آپ کے حلقۂ درس کو دیکھا تھا۔ کیونکہ وہ کہا کرتے تھے کہ آپ کا علم بہت وسیع ہے اور آپ کی تحقیق کوئی معمولی تحقیق نہیں ہے۔

دُنیا و اہلِ دُنیا سے انقطاع

آپ نے جمعہ ۶ رجمادی الآخرہ ۱۳۱۱ھ کو ایک خط اسماعیل بن عبدالرحمٰن ساکن بمبئی کو تحریر فرمایا ہے۔ اس خط میں آپ تحریر فرماتے ہیں: "کتاب مستطاب رسید۔ سبحان اللہ عجب کتاب است۔ سالہا است کہ حقیر مشتاق زیارت آں بود۔ بہ سبب شما بہ سعادت مطالعہ اش سرفراز شد۔ نسبت غلامی کہ ایں حقیر را بہ قرآن شریف است ہر چند نہ می گزارد کہ یہ کلام

کسے ذوقیین شوم ؎

آں راکہ در سرائے نگارے است فارغ است
از باغ و بوستاں و تماشائے لالہ زار

اما در تصوف قدیم در مدح ایں کتاب لم یصنف مثلہ گفتن رواست۔ الخ

اور آخر میں تحریر فرمایا ہے: "زیادہ از یک سال است کہ از خانقاہ شریف قدم بیرون نہ نہادہ ام۔ دروازۂ ملاقات مردم بالکل مسدود شدہ است۔ دو سہ خادم ولایتی یک نیم ہندی بہ مشقت تمام حاضر می شوند۔ طالب خدا نیست الا ماشاءاللہ۔ از آمدن مردم بمزگی می شود۔ بہ دعا یاد دارند۔ والسلام۔ اے عزیز در عالم کسے نسبت و چیزے نیست کہ مرا ذوق دہد بہ جز خلوتِ من۔ سلوک سالکان و جذبۂ مجذوبان را درونِ حرم دل من بار نیست خود در فہم عنایتے کہ بر من است قاصرم۔ بہ دیگران چہ رسد۔ وَاللّٰہُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِہٖ مَنْ یَّشَاءُ وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْم۔ تحدیثاً بنعمۃ اللہ بہ شما نوشتم کہ دوست باشید و فہم کنید ؎

من اگر رندم دگر شیخ چہ کارم باکس
حافظِ راز خودم عارفِ وقتِ خویشم

یعنی۔ کتاب مستطاب پہنچی۔ سبحان اللہ کیا ہی عمدہ کتاب ہے۔ سالوں سے یہ حقیر اس کتاب کی زیارت کا مشتاق تھا۔ تمہاری وجہ سے اس کے مطالعہ سے سرفراز ہوا۔ ہر چند کہ اس حقیر کو قرآن شریف سے جو غلامی کی نسبت ہے اور اس کی وجہ سے مہلت نہیں ملتی کہ کسی کے کلام سے لطف اندوز ہوں۔ شعر۔

جس کے خانۂ دل میں محبوب جلوہ فرما ہو اس کو گل و گلزار کے سیر کی کیا حاجت

پھر بھی میں یہ کہتا ہوں کہ اس کتاب کی تعریف میں یہ کہنا درست ہے۔ کہ تصوفِ قدیم کے بیان میں اس کتاب جیسی کوئی کتاب نہیں لکھی گئی ہے۔ الخ

ایک سال سے زائد عرصہ ہونے کو آیا۔ کہ میں نے خانقاہ شریف سے باہر قدم نہیں رکھا ہے۔ دو تین ولایتی اور ایک آدھ ہندی خادم بہ مشقت تمام حاضر ہوتے ہیں۔ اس زمانہ میں خدا کے طالب بہت ہی کم ہیں۔ لوگوں کے آنے سے بدمزگی پیدا ہوتی ہے۔ دعا میں یاد رکھو۔ والسلام۔ اے عزیز! دنیا میں میری خلوت کے علاوہ کوئی شخص یا کوئی چیز

ایسی نہیں ہے جو میرے ذوق میں اضافہ کرے۔ میرے حریم دل میں سالکوں کے سلوک اور مجذوبوں کے جذبہ سے کوئی گرانی نہیں پیدا ہوتی۔ جو عنایت مجھ پر ہو رہی ہے۔ اس کے سمجھنے سے میں خود قاصر ہوں بھلا اور کیا سمجھیں گے۔ اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت سے اختصاص دیتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔ اللہ کی نعمت کا بیان کرتے ہوئے تم کو یہ بات لکھدی تاکہ دوست رہو اور حقیقت کو سمجھو۔ شعر۔

میں چاہے رند ہوں چاہے شیخ کسی سے میرا کیا کام۔ اپنے راز کا حفاظت کرنے والا اور اپنے وقت کا سمجھنے والا ہوں۔ اھ۔

یہ عاجز کہتا ہے کہ جس نے بھی آپ کو دیکھا ہے اور آپ کے احوال پر نظر ڈالی ہے وہ جانتا ہے کہ آپ نے بلاشک وشبہ اظہار امر واقع کیا ہے آپ کے مخلصین میں سے دسیوں اصحاب جذب کو اس عاجز نے دیکھا ہے۔ اکبر توخی۔ عبداللہ کاکڑ۔ پائندہ کاکڑ۔ سید اکرم شاہ۔ سید بدل شاہ۔ حافظ محمد یوسف دہلوی۔ مولوی عبدالعزیز بنگالی وغیرہم جذبہ کی حالت میں نہایت شور برپا کرتے تھے۔

بہ جرم عشق تو ام می کشند وغوغائیست — تو نیز بہ سر بام آ عجب تماشائیست

وہ افراد جو حلقہ میں شریک ہوتے تھے ان پاک نہاد افراد کے آہ ونعرہ سے گراں خاطر ہو جاتے تھے لیکن آپ گھنٹوں تشریف فرما رہتے تھے اور کبھی کوئی بات نہ فرمائی۔ ایک رات آپ خانقاہ شریف کے دروازہ میں حلقہ فرما رہے تھے۔ حافظ محمد یوسف جذبہ کی حالت میں شارع عام پر چلا رہے تھے۔ بانس کی لکڑی کو زور سے زمین پر مارتے اور نعرے لگا رہے تھے۔ اہلِ حلقہ میں سے بعض افراد پر ان کا شور گراں گزرا۔ آپ نے یہ الفاظ فرمائے "زیادہ چڑھ گئی ہے" اور ایک دن فرمایا "یوسف کو گرمی زیادہ پہنچ گئی ہے" آپ کا یہ تحمل آخر وقت تک رہا، نہ صرف حلقہ میں۔ بلکہ نماز کی حالت میں بھی۔ کیونکہ جب آپ نماز پڑھاتے تھے۔

از خود رفتہ افراد میں سے کوئی نعرۂ اللہ لگا کر بیہوش ہو جاتا تھا کوئی آہ وفغاں کرتا تھا سید اکرم شاہ اس میں پیش پیش تھے۔ آپ نے ایک دن کوٹھڑی میں اس عاجز سے فرمایا "سید اکرم شاہ اس قابل ہیں کہ نماز میں میرے پاس کھڑے ہوں لیکن ان میں ضبط نہیں ہے اور بے اختیارانہ

حرکت کرتے ہیں۔اس لئے اپنے سے متصل اُن کو کھڑا نہیں کرتا" یہ بیان قدرے تفصیل سے آپ کے حلقہ اور نماز کے بیان میں آئے گا۔

آپ کی قبولیت

آپ نے اہلِ دنیا اور اصحابِ غفلت پر ملاقات کا دروازہ بند کر دیا۔ لیکن جو قبولیت پروردگار جل شانہ نے آپ کو عطا فرمائی تھی۔ اور جس کی بشارت آپ کے حضرت جدامجد نے حرم نبوی میں دی تھی اس کا ظہور کیسے نہ ہوتا۔ مشکات کے باب الحب فی اللہ کے فصل اول کی دوسری حدیث جو از صحیح مسلم ہے عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ اللہَ اِذَا اَحَبَّ عبداً دَعَا جبرئیل فَقَالَ انی احب فلاناً فاَحِبَّہٗ قال فیحبّہٗ جبرئیل ثم ینادی فی السماء فیقول اِنَّ اللہ یحب فلاناً فاحبّوہ فیحبّہٗ اھلُ السماءِ ثم یوضَعُ لہ القبولُ فی الارض۔ الخ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ جس خوش نصیب بندے سے اللہ تعالی جل شانہ کو محبت ہوتی ہے۔ وہ جبرئیلؑ کو بلا کر کہتا ہے۔ مجھ کو فلاں بندے سے محبت ہے تم اس سے محبت کرو۔ چنانچہ جبرئیلؑ کو اس سے محبت ہو جاتی ہے اور پھر جبرئیلؑ آسمان میں آواز لگاتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے فلانے بندہ سے محبت کی ہے۔ لہذا تم سب اس بندے سے محبت کرو۔ چنانچہ اہلِ سماء اُس بندے سے محبت کرتے ہیں اور پھر اس بندے کے لئے زمین میں قبولیت رکھ دی جاتی ہے۔ یعنی اہل زمین کے دل اس بندے کو قبول کرتے ہیں۔ الخ

آپ نہ واعظ شیریں بیاں تھے کہ اپنی سحر بیانی سے لوگوں کے دلوں پر اثر ڈالا ہو۔ نہ کسی بڑے ادارے یا مدرسہ کے سرکردہ تھے جو امتیازی شان پیدا کی ہو۔ نہ آپ کی تصنیفات تھیں جن کی وجہ سے شہرت پائی ہو۔ نہ آپ کا کوئی مجلہ اور اخبار تھا۔ نہ آپ کے گماشتے تھے جو آپ کی طرف دعوت دیتے پھرتے ہوں۔ خاموشی کے ساتھ ایک خادم واہلیہ کے ہمراہ آپ حجاز مقدس سے دہلی آئے۔ اپنے جدِ امجد کی خانقاہ جائز صورت سے حاصل کی اور دروازے بند کر کے اللہ کی یاد میں مصروف ہو گئے۔ اب۔ ثم یوضع لہ القبول۔ کا ظہور ہوتا ہے الٰہی منادی کا یہ اثر دیکھنے میں آتا ہے کہ کوئی اکیاب (برما) سے۔ کوئی چٹاگانگ (مشرقی بنگال)

سے، کوئی ملک شام سے، کوئی حجاز سے، کوئی ہرات سے کوئی افغانستان کے دور دراز پہاڑی علاقہ سے ایک ماہ کی مسافت طے کر کے آتا تھا۔ کوئی نیٹال افریقہ میں آپ کا ذکر خیر کر کے اپنے دل کو تسکین دیتا تھا۔ ایک دن سید محمد شاہ قصوری جانشین خانقاہ مولانا غلام محی الدین قصوری آپ کی خدمت میں بیٹھے تھے۔ مولوی سیف الرحمٰن اور دوسرے افراد بھی حلقہ میں موجود تھے۔ سید محمد شاہ نے آپ سے "فرد" کے متعلق دریافت کیا وہ کس پایہ و مرتبہ کا ہوتا ہے آپ خاموش رہے۔ اسی عرصہ میں مولوی شمس الدین خدمت میں حاضر ہوئے اور ایک ایسے شخص کا سلام پیش کیا کہ نہ کبھی وہ آپ کی خدمت میں آئے تھے اور نہ کبھی آپ نے ان کو دیکھا تھا۔ آپ نے سید محمد شاہ سے فرمایا۔ فرد کا یہ مقام ہوتا ہے کہ کوئی واقفیت نہیں ہوتی ہے اور نیک بندوں کے دل اس کی طرف از خود مائل ہوتے ہیں۔ "جمع الفوائد" کی کتاب "التواد وکتمان السر" میں بخاری کی حدیث ہے "قالت عائشۃ سمعتہ یقول الارواح جنود مجندۃ فما تعارف منہا ایتلف وما تنافر منہا اختلف" یعنی ارواح افواجِ مجتمعہ ہیں، ایک فوج وہ ہے کہ ان کا آپس میں تعارف ہو چکا ہے اور ان میں ایک دوسرے سے الفت ہے۔ پھر ایک فوج وہ ہے کہ اُن میں باہم دگر تنافر ہوا اور وہ مختلف ہیں۔" اللہ کے نیک بندوں کے قلوب ملے ہوئے ہیں وہ ایک دوسرے کے مراتب کو سمجھتے ہیں چاہے ان کی ملاقات بہ ظاہر نہ ہوئی ہو۔

آپ پر کفر کا فتویٰ

چونکہ آپ نے خانقاہ شریف سے مفسدوں کو نکالا، اس لئے ان لوگوں نے آپ کے خلاف غلط باتیں پھیلانی شروع کر دیں اور خانقاہ شریف کی مسجد کے غم میں گھلنے لگے۔ اس سلسلہ میں ان لوگوں نے آپ پر کفر کا فتویٰ کسی سے حاصل کر کے شائع کر دیا۔ ایک دن آپ نے فرمایا۔ ہمارے پاس حکیم عبدالمجید خاں آئے اور افسوس کرتے ہوئے آبدیدہ ہو کر انھوں نے کہا۔ آپ پر مولویوں نے کفر کا فتویٰ لگایا ہے۔ ہم نے حکیم صاحب سے کہا! "آپ کیوں رنجیدہ ہوتے ہیں۔ کیا ہم ان دو پیسوں کے ملاؤں کے فتوی سے کافر ہو جائیں گے۔" حکیم صاحب آپ کے استقلال اور ثبات کو دیکھ کر متعجب ہوئے اور سرِ نیاز جھکا کر دل شاد گھر کو روانہ

ہوئے۔ حکیم صاحب کو آپ سے کامل عقیدت تھی۔ انھوں نے اپنے والد بزرگوار حکیم محمود خاں سے بارہا سنا تھا "ہم نے حضرات صحابہ کو دیکھا نہیں ہے لیکن اُن کا ذکر اور اُن کا حال پڑھا ہے۔ اگر صحابہ کے احوال کو دیکھنا ہے تو خانقاہ شریف میں جا کر دیکھ لو"

مُفسدوں کی ایذا رسانی

فسادی عنصر نے جب دیکھا کہ اُن کے شائع کردہ فتوی کا اثر کچھ بھی نہ ہوا بلکہ آپ کی مقبولیت میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے تو انھوں نے آپ کے خدمتگار یار محمد خردئی کو خانقاہ شریف کے اندر بہت زدوکوب کی۔ یار محمد نے بیان کیا کہ پندرہ افراد سے زائد نے مجھ پر حملہ کیا۔ چنانچہ کافی دن یار محمد صاحب فراش رہے اور پھر ان لوگوں نے حبیب بخش کو آمادہ کیا کہ وہ یار محمد پر مار پیٹ کا دعوی کر دے۔ چنانچہ ۶ رجنوری ۱۸۹۴ء مطابق ۲۶ر جمادی الآخرہ ۱۳۱۱ھ میں یہ دعوی ہوا۔ اور ۱۳ر فروری ۱۸۹۴ء مطابق ۲ر شعبان ۱۳۱۱ھ کو یار محمد اللہ کے فضل و کرم سے باعزت بری ہوئے۔ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُوْنَ۔

اللہ تعالی فرماتا ہے:۔ "وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِيْنَ۔ البتہ ہم تم کو آزمائیں گے، تھوڑے سے ڈر سے اور بھوک سے اور مالوں اور جانوں اور میووں کے نقصان سے۔ اور خوشخبری دو صبر کرنے والوں کو"۔ آپ نے ان تکالیف کو بہ خوشی برداشت کیا۔ اور بَشِّرِ الصَّابِرِيْنَ کے مستحق ہوئے۔ آپ حلاوتِ باطنی کی کمی کو برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ اور اس کے واسطے اَکلِ حلال کا ہونا ضروری ہے۔ لہذا آپ ہدیہ قبول کرنے میں نہایت احتیاط سے کام لیتے تھے۔ جو بھی ہدیہ آتا تھا وہ آپ کی رہائش گاہ کے صحن میں دیوار کے پاس رکھ دیا جاتا تھا۔ اگر آپ کی حلاوت باطنی میں کچھ بھی فرق آیا دوسرے دن آپ نے دربان سے کہدیا کہ اس شخص کا ہدیہ واپس کر دو۔ چنانچہ جہاں اس نے ایک دن پہلے ہدیہ رکھا تھا وہاں سے اٹھا کر وہ ہدیہ واپس کر دیتا تھا۔ احتیاط اس حد تک تھی کہ لانے والے کا روپیہ تک وہی رہتا تھا، یہ نہیں ہو سکتا تھا کہ اس کا روپیہ کسی دوسرے کے لائے ہوئے روپیہ سے مل جائے۔ آپ کی اس احتیاط تام کی بدولت یہ بھی ہوتا تھا کہ گھر کے خرچہ کے واسطے

کچھ نہ رہتا تھا اور اس صورت میں آپ اپنی کوئی کتاب یا کوئی دوسری شے فروخت کروا کر خرچہ چلاتے تھے۔ یار محمد خردنی رحمۃ اللہ کے دوران خدمت میں یہ واقعہ کئی مرتبہ پیش آیا۔ اور انھوں نے اس عاجز سے بیان کیا۔

قبولِ ہدایا میں احتیاط

جو احتیاط آپ کرتے تھے اس کی تفصیل بیان کی جاتی ہے۔ آپ کے پاس جو رقم کوئی لاتا تھا اس کے متعلق معلوم کیا جاتا تھا کہ کس مد سے اس کا تعلق ہے۔ مثلاً مسجد شریف کی تعمیر، مسجد شریف کے حجروں کی تعمیر، خانقاہ شریف کی تعمیر، مزارات شریفہ کی تعمیر۔ ہر مد کی الگ تھیلی اور حساب ہوتا تھا۔ ایک مد کا روپیہ پیسہ دوسرے مد کے روپیہ پیسے سے بالکل الگ رہتا تھا۔ خاص مسجد شریف کی تعمیر میں مشتبہ مال سے اجتناب فرماتے تھے منشی نبے خاں صاحب کے پاس کسی مستورہ کا وقف تھا اور اس میں کچھ سقم تھا۔ لہذا اس وقف کی آمدنی میں سے مسجد شریف کی تعمیر میں ایک پیسہ نہیں لیا گیا۔ خانقاہ شریف یا مزارات شریفہ یا تسبیح خانہ کی تعمیر میں قبول فرما لیتے تھے۔

آپ کو جو شخص ہدیہ دیتا تھا اس کے قبول کرنے میں نہایت احتیاط فرماتے تھے۔ سود خور، رشوت خور، بداعمال مثلاً شرابی، بھنگ و چرس استعمال کرنے والے کا ہدیہ نہیں لیتے تھے، اس لئے آپ کا مال نہایت پاک و صاف ہوتا تھا۔ تُلا تُلا خرچ ہوتا تھا۔ مشکٰوۃ کے باب استحباب المال کے فصل سوم میں حضرت سفیان ثوری کا ارشاد ہے۔ "الحلال لا یحتمل السرف" یعنی پاک صاف، حلال طیب مال، اسراف کا متحمل نہیں ہوا کرتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا تھی۔ اَللّٰھم اجعل رزق آل محمد قوتاً وفی روایۃ کفافاً۔ عن ابی ھریرۃ۔ متفق علیہ۔ کتاب الرقاق عن المشکٰوۃ۔ بارخدایا، آل محمد کی روزی گزارے کے لائق رہے۔ یعنی نہ وہ دوسروں کے محتاج ہوں اور نہ فضول خرچی کریں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اسی حال میں رکھا۔

لطیفہ

افغانستان کے بعض افراد کہا کرتے تھے۔ کہ جو شخص مال و دولت کا خواہشمند ہو تو فلاں پیر کا مرید ہونا چاہیئے اور جو شخص نام و نمود چاہے تو فلاں پیر کا

کا مرید ہونا چاہیئے اور جو گزارے کے لائق روزی چاہتا ہو تو وہ دہلی کے حضرت صاحب کے پاس جائے۔ افغانستان میں آپ کے مخلصین بہت تھے مگر ان میں مال و دولت والے نہایت قلیل تھے۔

گرمائی مقام کوئٹہ بلوچستان

بارہ سال تک آپ خانقاہ شریف میں مقیم رہے۔ آپ کے مزاج کی طرح آپ کا جسم بھی مثل گل نازک اور ملائم تھا۔ گرمی کے موسم میں گرمی دانوں سے آپ کا سارا بدن کھل جاتا تھا۔ حکیم عبدالمجید خاں صاحب آپ کے معالج اور مخلص تھے انھوں نے آپ کو مشورہ دیا کہ آپ موسم گرما میں پہاڑ پر جائیں۔ اور چونکہ آپ مرطوب مزاج ہیں اس لئے آپ کے واسطے کوئٹہ بلوچستان جانا بہتر ہے۔

کوئٹہ آپ کے واسطے بالکل نئی جگہ تھی۔ نہ وہاں کوئی آپ کا مرید تھا اور نہ حضرات کرام سے وابستہ کوئی فرد تھا۔ آپ نے خانقاہ شریف میں ولایتی خادم کو چھوڑا۔ اور ایک بڑے میاں اور بڑی بی کو ملازم رکھا۔ کیونکہ اس وقت آپ کی دو صاحبزادیاں تھیں۔ بڑی پانچویں سال میں، چھوٹی دو سال کی۔ آپ نے مخلص پاک طینت حاجی فضل عمر سے فرمایا۔ تم ہمارے ساتھ چلو اور وہاں کرایہ پر مکان حاصل کرو۔ اور پھر آجاؤ۔ آپ اوائل محرم الحرام ۱۳۱۸ھ مطابق مئی ۱۹۰۰ء مع اہلیہ محترمہ و دختران و ملازم و ملازمہ حاجی فضل عمر دہلوی کے ہمراہ کوئٹہ کو روانہ ہوئے۔ کوئٹہ کی جامع مسجد قندھاری بازار کے شرقی سرے پر واقع تھی۔ مسجد شریف کے قریب ایک بالاخانہ کرایہ پر لیا۔ اور چار ماہ وہاں قیام فرمایا۔

آپ کی طلعتِ نورانی محتاج تعارف نہ تھی۔ شمع جہاں روشن ہوتی ہے پروانے خود بہ خود پہنچ جاتے ہیں۔ عام طور پر یہ دیکھا گیا ہے کہ پہلے عوام کا رجحان ہوا کرتا ہے اور بعد میں علماء کا میلان ہوتا ہے۔ لیکن آپ کا معاملہ برعکس تھا۔ عوام آپ کے پاس آنے سے ڈرتے تھے۔ اور علماء حاضر ہونے کی کوشش کرتے تھے۔ کوئٹہ کی جامع مسجد کے امام مفتی محمد جمعہ اور چوہی متصل کوئٹہ کے آخوندزادے ملا عبدالرشید و ملا عبدالحلیم اور مستنگ

ریاستِ قلات کے قاضی لعل محمد آپ سے بیعت ہوئے۔

میر حسن صاحبزادہ

افغانستان کے جید علماء میں سے میر حسن صاحبزادہ پسر سید امان اللہ مشہور بہ میاں صاحب۔ امیر کابل عبدالرحمان خاں کی وجہ سے جلا وطن ہوئے تھے اور پشین میں رہتے تھے معمّر تھے۔ انھوں نے آپ کا ذکر سُنا۔ لہذا پشین سے جو کہ کوئٹہ سے تقریباً چالیس میل کے فاصلہ پر ہے اپنے چھوٹے صاحبزادے عبدالحلیم کو بھیجا کہ جاؤ، حضرت صاحب کا حال دیکھو، جو کہ حضرت امام ربانی مجددِ الفِ ثانی قدس سرہ کی اولاد میں سے ہیں۔ اور پھر مجھ کو آکر خبر دو۔ چنانچہ عبدالحلیم صاحبزادہ کوئٹہ آئے۔ دو تین دن قیام کیا۔ آپ کی نورانی شکل دیکھ کر وہ خود آپ کے گرویدہ ہوگئے اور پشین جا کر اپنے والد ماجد سے کہا "کہ آپ بہت کم لوگوں سے ملتے ہیں۔ فاسقوں سے دور رہتے ہیں۔ ہر شخص کا ہدیہ نہیں قبول فرماتے، کسی کے پاس نہیں جاتے اور نہ کسی سے تعرض کرتے ہیں۔ چلتے وقت نظر قدم پر رہتی ہے۔ آپ کی مجلس علمی ہے۔ مریدوں میں سے جو بھی غلطی کرتا ہے اس کو فوراً جھڑک دیتے ہیں۔" عبدالحلیم صاحبزادہ نے اس عاجز سے بیان کیا کہ میرے والد ماجد نے میرے بیان کو سُن کر فرمایا" اے پسر۔ یقیناً یہ شخص اللہ کا کامل ولی ہے۔ اس کی خدمت میں حاضر ہونا سعادت مندی ہے۔" چنانچہ انھوں نے صرف آپ کی وجہ سے کوئٹہ کی سکونت اختیار کی۔

میر حسن صاحبزادہ کا مطالعہ بہت وسیع تھا۔ احادیث شریفہ کا بہ کثرت مطالعہ کیا کرتے تھے۔ بنابریں اُن کو افغانستان کے نیم مُلّا، وہابی کہتے تھے۔ وہ جب بھی آپ کے پاس آتے تھے تو آپ ان کی سیادت و علم و مُعمّری و صفائے باطن کی وجہ سے اپنے قریب بٹھاتے تھے۔ آپ کے پاس ایک صندلی پر حدیث شریف کی کچھ کتابیں رکھی ہوتی تھیں اور اُسی کے ایک کنارہ پر فانوس رکھا ہوتا تھا۔ آپ کسی کتاب کا مطالعہ فرماتے تھے۔ میر صاحب بھی کوئی کتاب لے کر مطالعہ میں مصروف ہوجاتے تھے۔ اسی کیفیت میں ایک دو گھنٹے گزر جاتے تھے۔ ۱۳۳۳ھ مطابق ۱۹۱۵ء میں میر صاحب علیل ہوئے۔ آپ جمعہ کی نماز کے بعد میر صاحب کی عیادت کو کئی مرتبہ تشریف لے گئے۔ آپ دہلی واپس تشریف لائے اور

وہ سردی کی وجہ سے بیبی گئے۔ وہاں یکشنبہ ۱۰ ربیع الاول ۱۳۳۴ھ مطابق ۱۶ جنوری ۱۹۱۶ء کو بہ عمر چوراسی سال رحلت فرمائی اور متصل سول اسپتال۔ کوسہ سرائے میں نزد گنبد پیر بخاری مدفون ہوئے۔ رحمہ اللہ ورضی عنہ۔

آپ کا کوئٹہ بلوچستان تشریف لے جانا افغانستان کے لوگوں کے واسطے نعمت غیر مترقبہ ثابت ہوا۔ یہ لوگ عام طور پر دہلی نہیں آسکتے تھے۔ کوئٹہ افغانستان سے ستر میل کے فاصلہ پر ہے۔ سینکڑوں افراد بپیادہ پا سفر کر کے آجاتے تھے۔ علمار کی بڑی تعداد آیا کرتی تھی۔ افغانستان کے بعض مشائخ نے آپ کے پاس اپنے آدمی الارسال کئے اور حصول برکت کے لئے آپ سے اجازتِ ارشاد چاہی وہ آپ کو اپنے وقت کا فردِ کامل اور قطبِ ارشاد جانتے اور مانتے تھے۔

کوئٹہ پہنچنے کا دن

آپ ۱۳۱۸ھ سے ۱۳۴۰ھ تک یعنی ۱۹۰۰ء سے ۱۹۲۲ء تک برابر تیئیس سال کوئٹہ تشریف لے گئے۔ عام طور سے آپ اپریل کی بیس پچیس کو دہلی سے کوئٹہ کو اور اکتوبر کی بیس پچیس تک کوئٹہ سے دہلی کو روانہ ہوتے تھے۔ کوئٹہ پہنچنے کی تاریخ کا اندازہ اہل افغانستان کو ہوگیا تھا۔ لہذا کوئٹہ کے اسٹیشن پر ہزارہا مخلصین کا اجتماع ہوتا تھا۔ جس وقت اسٹیشن پر آپ کی ریل پہنچتی تھی۔ پاک باطن افراد کے نعرہ ہائے ہُو واہ و بکا سے فضا مرتعش ہو جاتی تھی۔ انگریز حکام ایک طرف کھڑے ہو کر بہت غور سے اس کیفیت کو دیکھا کرتے تھے۔ اور جس وقت آپ بگھی میں سوار ہو کر گھر تشریف لے جاتے تھے۔ سرشارانِ بادۂ وحدت نعرہ ہائے مستی لگاتے ہوئے آپ کی بگھی کے آگے پیچھے دائیں بائیں دوڑتے جاتے تھے۔ کوچوان بڑی احتیاط سے بگھی چلاتا تھا کہ کہیں کوئی دب نہ جائے۔ ضعفار سڑک کے کنارہ کھڑے ہوتے تھے تاکہ آپ کی سواری کو دیکھ لیں افغانستان کے حاجی نیاز اندڑ ایک مرتبہ یوم ورود پر اسٹیشن میں آپ تک پہنچ گئے۔ وہ دست بوس ہوئے وہ اچھے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ آپ نے خوش ہو کر اُن سے کہا۔ واہ واہ، نیاز۔ امروز جامہ ہائے خوب پوشیدۂ اپنا نام آپ کی زبان سے سنکر وہ عاشقِ صادق وجد میں آگیا۔ اور اس نے کہا۔ یہی دن میری عید کا دن ہے کہ میں آپ کو دیکھ لیتا ہوں۔

مرزا نیاز محمد

کوئٹہ کے تاجر مرزا نیاز محمد خان جو کہ از زمرۂ۔ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ۔ تھے۔ اس موقع پر بڑی خدمت کرتے تھے۔ ایک دن پہلے کوئٹہ سے پانچ اسٹیشن پہلے مچھ پر حاجی عبد الغنی کو مع دو نفر کے بھیجتے تھے۔ جس وقت آپ کی ریل مچھ پر پہنچتی تھی وہ نہایت عمدہ شیر چائے بہت بڑے چائے دان میں اور نہایت اعلیٰ سبز چائے دو گرد نرچائے دانیوں میں اور گھی کے عمدہ گرم پراٹھے پیش کرتے تھے۔ پھر کوئٹہ میں تین دن تک ہر دو وقت کا کھانا آپ کے اور آپ کے گھر والوں کے لئے اور تین دن تک عمدہ چائے ہر زائر و وارد کو پیش کرتے تھے گھر پر چائے پلانے کا انتظام حاجی مرزا محمد اسلم کے سپرد ہوتا تھا۔ مرزا نیاز محمد خاں یہ سب کچھ کرتے تھے اور جب وہ آپ کی دست بوسی کے لئے بڑھتے تھے۔ ارشاد نبوی۔ تَهَادَوْا تَحَابُّوا کو نہیں بھولتے تھے اور کچھ ہدیہ ضرور پیش کرتے تھے۔

مخلصین کا ولولہ

افغانستان سے جو جماعتیں آتی تھیں۔ طرح طرح سے اپنے عشق و محبت کا اظہار کرتی تھیں۔ اس عاجز کو خوب یاد ہے کہ مُلّا خیر اللہ اندڑی باغیچہ میں بیٹھے بہ سوز و محبت اپنی افغانی نظم پڑھ رہے تھے۔ وہ خود زار و قطار رو رہے تھے اور عاشقانِ پاک دل جو کہ اُن کو گھیرے بیٹھے تھے اپنی اپنی جگہ آہ و بکا میں مصروف تھے۔ اُن کے بعض اشعار کا مفہوم اس عاجز کو یاد ہے۔ جو اس طرح پر ہے

اے غوثِ دہلوی تم کوئٹہ کی سرزمین پر آرہے ہو۔ تمہاری آمد پر یہاں کا ذرہ ذرہ جھوم رہا ہے۔ آسمان سے انوار کی بارش ہو رہی ہے۔ اس ملک کا چپہ چپہ تمہاری آمد کا منتظر تھا اور آج وہ خوشی میں ناچ رہا ہے۔ اگر خلقِ خدا تمہاری سلامی کے لئے کھڑی ہے تو یہ بلند و بالا پہاڑ جس کا نام گوزرک ہے (چمن کے قریب بڑا پہاڑ ہے) تمہارے سلام کے لئے اپنی چوٹیاں اٹھائے ہوئے ہے۔ کب ہم کو تمہارا دیدار نصیب ہوتا ہے اور کب ہمارے دلوں کو قرار ملتا ہے۔ الخ

ملا خیر اللہ صاحبِ نسبت تھے آپ نے ان کو طریقۂ شریفہ کی اجازت دی تھی۔ اُن کے اشعار پڑھنے کا کیا اثر تھا۔ اس کا بیان کیا ہو۔ البتہ اتنا کہا جا سکتا ہے کہ جتنے افراد

اُن کو گھیرے بیٹھے تھے بادۂ محبت سے سرشار ہو رہے تھے۔ اس نظم کو پڑھ کر ملا خیراللہ نے سامعین سے کہا: "آپ کے جسم پر نہ جُبّہ ہو نہ سر پر دستار اور نہ ہاتھ میں تسبیح ہو نہ عصا۔ صرف سر پر عرق چین (سفید کپڑے کی ٹوپی) ہو اور تن پر یہ مختصر کرتا ہو اور آپ صحرا میں نکل جائیں تو جو بھی آپ کو دیکھے گا۔ آپ کا گرویدہ ہو جائے گا۔"

ایک مردِ پیر

سالہا سال پہلے ملا خیراللہ سے یہ بات اس عاجز نے سنی تھی۔ اوائل ماہ ربیع الاول ۱۳۴۱ھ میں آپ کوئٹہ سے دہلی تشریف لا رہے تھے دو دن لاہور میں قیام ہوا۔ آپ شالامار باغ تشریف لے گئے۔ یہ عاجز اور معالج چشم حکیم محمد شفیع دہلوی اور میاں قمرالدین اچھرہ کے اور ڈاکٹر اشفاق محمد امرتسری آپ کے ساتھ تھے۔ باغ میں ایک حوض کے کنارے آپ بنچ پر بیٹھ گئے۔ آپ کے مبارک سر پر سفید ٹوپی اور تن پر چھوٹا کرتہ تھا۔ میاں قمرالدین، حکیم محمد شفیع اور ڈاکٹر اشفاق محمد کچھ فاصلہ پر بیٹھ گئے۔ اسی دوران میں ایک سفید ریش جن کی عمر غالباً نوّے سال کی ہوگی۔ آئے اور آپ کے پاس بیٹھ گئے۔ انھوں نے آپ کی طرف دیکھا اور نہایت محبت سے آپ کے مبارک سر پر ہاتھ پھیر کر کہا۔ سائیں اللہ تم کو خوش رکھے۔ اور تھوڑی دیر بیٹھ کر چلے گئے۔ قمرالدین و اشفاق محمد و حکیم محمد شفیع تعجب کے ساتھ اُن بڑے میاں کو دیکھ رہے تھے۔ یہ عاجز برادرِ طریقت مُلّا خیراللہ کے خیال کو ظاہری شکل میں دیکھ رہا تھا۔

کوئٹہ میں پہلے ہی سال آپ سے کافی افراد بیعت ہوئے۔ جب آپ دہلی تشریف لانے لگے تو انھوں نے آپ سے کہا۔ کہ فالتو سامان آپ چھوڑ دیں اور آپ اپنی آمد سے پہلے خبر دیں، ہم یہاں مکان کرایہ پر لے لیا کریں گے۔

ولادتِ حضرت بلال

جب آپ کوئٹہ سے دہلی تشریف لائے تو آٹھ صاحبزادیوں کے بعد (تین پہلی اہلیہ محترمہ سے اور پانچ حضرت والدہ صاحبہ سے) اللہ تعالیٰ جل شانہ نے آپ کو فرزند ارجمند شب جمعہ ۲۹ رجب ۱۳۱۶ھ ہجری مطابق ۲۳ نومبر ۱۸۹۸ء میں عنایت کیا۔ یہ خبر افغانستان اور بلوچستان میں بجلی کی طرح پھیلی اور وہاں کے مخلصین نے خوشی میں صدہا دنبہ ذبح کر کے لوگوں کو کھانا کھلایا۔ حاجی

عبدالحکیم دفتانی جوکہ آپ کے جانِ نثار مرید اور صاحبِ نسبت تھے اس وقت دہلی میں موجود تھے۔ آپ باہر تشریف لائے اور اُن سے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے ہم کو فرزند عنایت کیا ہے۔ صاف باطن حاجی عبدالحکیم دفتانی نے آپ سے کہا کہ عبدالرحمٰن نام تجویز فرمائیں۔ چونکہ آپ کا اسم گرامی عبداللہ تھا۔ اس مناسبت سے انھوں نے عبدالرحمٰن تجویز کیا۔ آپ نے اُن سے فرمایا۔ ہم نے حضرت بلالؓ مؤذنِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی پر حضرت بلال نام رکھا ہے۔

آپ نے بروز سہ شنبہ دوم رمضان ۱۳۱۶ھ بمبئی کے عبداللہ عمر کو خط تحریر فرمایا ہے اس میں لکھا ہے۔

"ہمارے حضرت ابوبکر کے ایک غلام تھے۔ اُن کا نام بلال تھا، وہ بڑے مرتبہ کے تھے۔ ہمارے دادا حضرت عمر فرماتے ہیں۔ ابوبکر سیّدُنا واعتق سیّدَنا یعنی ابوبکر ہمارے سردار ہیں اور آزاد کیا انھوں نے ہمارے سردار کو یعنی بلال کو۔ بہ نیتِ تحصیل برکات ہم نے اپنے فرزند کا نام بلال رکھا۔ رسول مقبول کی زبان پر نامِ بلال جس قدر گزرا ہے کسی آدمی کا نام شاید نہ گزرا ہو۔"

ایک شاعر اور ابن عمرؓ

آپ نے ایک کارڈ پر لکھا ہے "مَدَحَ شاعِرٌ عبداللہ بن عمر وابنہ بلالاً فقال۔ وَبِلَالُ عبدِاللہ خَیْرُ بِلَالِ۔ فغضب عبداللہ بن عمر وقال کذبتَ۔ بَلْ۔ بلالُ رسولِ اللہِ خیرُ بلالِ۔ رضی اللہ عنہم ورحمہم قد عَرَفُوا الحقَّ لِاَھْلِہٖ وَاَذْعَنُوا لَہٗ"

یعنی ایک شاعر نے عبداللہ بن عمر بن الخطاب اور ان کے فرزند بلال کی مدح میں اشعار کہے۔ جب شاعر نے یہ مصرع پڑھا جس کا ترجمہ ہے۔ کہ۔ عبداللہ کے بلال بہتر بلال ہیں۔ تو عبداللہ بن عمر نے غضب ناک ہوکر فرمایا۔ تم نے غلط بات کہی۔ بلکہ رسول اللہ کے بلال بہتر بلال ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہو اور ان پر رحمتیں نازل فرمائے۔ انھوں نے اہل حق کے حق کو پہچانا اور اس کا اعتراف کیا۔

آپ کے دو شعر

اور آپ نے ایک پرچہ پر عربی کے یہ دو شعر تحریر فرمائے ہیں

۱۔ بِلَالُ رسولِ اللّٰہِ لی منہ ذِمَّۃٌ   بانّیَ اُدْعیٰ فِی الوَرٰی بِاسمِہِ السّامِی

۲۔ بلالَ رسولِ اللّٰہ یا سیّدَ الصحب   سَمِیّکَ ارجوان تفیض علی قلبی

ان تفیض علی کا نسخہ ان تنور لی۔ تحریر فرمایا ہے۔ اس عاجز کا خیال ہے کہ یہ دونوں شعر آپ کے ہیں۔ ترجمہ۔

۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلال پر میرا یہ ذِمّہ ہے یعنی حرمت اور حق ہے کہ میں ان کے مبارک نام سے مخلوق میں پکارا جاتا ہوں۔

۲۔ اے رسول اللہ کے بلال۔ اے سیدِ اصحاب! میں آپ کا ہمنام ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ میرے قلب پر فیضان فرمائیں۔ یا میرے قلب کو منور فرمائیں۔

گلستان جانا اور مُلّا عبد الحمید کا واقعہ

گلستان پشین کا ایک بڑا گاؤں ہے کوئٹہ سے تقریباً چالیس میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ وہاں کے خان جلال خان آپ سے بیعت ہوئے۔ جلال خان کو آپ سے نہایت محبت واخلاص تھا افسوس یہ ہے کہ چند سال بعد جوانی میں رحلت کر گئے۔ ۱۳۱۹ھ مطابق ۱۹۰۱ء میں وہ آپ کو چالیس دن کے واسطے گلستان لے گئے۔

بلوچستان میں پشین کا علاقہ اہلِ علم کا علاقہ تھا۔ ہر گاؤں میں ایک اچھا عالم ہوتا تھا۔ جب آپ وہاں تشریف لے گئے اس علاقہ کے علماء آپ کی خدمت میں آئے۔ آپ کے مخلصین میں جو افراد اصحابِ جذب تھے۔ وہ نماز میں آہ و بکا کرتے تھے۔ کوئی اپنے ہاتھ اور بدن کو بے اختیاری کے عالم میں ہلاتا تھا اس سلسلہ میں علماء نے کچھ بحث کی۔ اس علاقہ کے ضعیف العمر جیّد عالم، مُلا عبد الحمید آخوندزادہ تھے۔ تمام علماء اُن کا احترام کرتے تھے۔ وہ سب کے استاد یا استاد الاستاد تھے۔ آخوندزادہ صاحب آپ کے پاس آئے۔ کسی نے آپ سے کہا کہ آخوندزادہ صاحب کہتے ہیں کہ جو لوگ نماز میں نعرے لگاتے ہیں یا حرکت کرتے ہیں۔ اُن کی نماز نہیں ہوتی ہے۔ آپ نے یہ بات سنی اور تھوڑی دیر تک مراقب رہے۔ پھر آپ نے سر اٹھا کر آخوندزادہ صاحب سے صرف اس قدر فرمایا۔ "اے عزیز حلاوتِ ایمان نہ چشیدہ ئی۔" یعنی اے عزیز ایمان کی حلاوت سے بے بہرہ ہو۔

علم حجاب اکبر بھی ہے

سمجھنے والے سمجھتے ہیں کہ آپ کی اس ایک بات نے ملا صاحب پر حقیقت واضح کردی۔ علماء کے لئے علم، حجاب اکبر بھی بنتا ہے۔ اسی حجاب نے ابلیس کو راندۂ درگاہ بنایا۔ حضرت مرزا مظہر جان جاناں قدس اللہ سرہ ونور ضریحہ اپنے خلیفۂ اجل حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی قدس سرہ کو تحریر فرماتے ہیں۔[1]

"برادرم عجب کارے است کہ ہر واحد از مردم پانی پت لبریز شکایت می آید معلوم نیست چہ عمل از شما واقع می شود ساگر راستی و دیانت شما باعث آزار مردم است ازاں راستی بگزرید خود را فضیحت نہ کنید برائے حفظ حرمت بہ تاویل ہم خاطر مردم را مرعی دارید کہ طریقۂ پیران طریقہ بدنام می شوند و این معنی نتیجۂ خوب نہ دارد۔ و انہماک در امور دنیا و منصب قضا بلائے است کہ راحت و حرمت شما را بر باد دادہ۔ خدا حافظ آخرت است۔ نفس علماء افعال خود بہ زور و قوت علم مزین در نظر خود می دارد و متصدی جواب می شود۔ عند الحساب مشکل خواہد شد۔ الخ۔"

حضرت موسیٰ علیہ السلام تاب تجلی نہ لا سکے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَخَرَّ موسیٰ صَعِقًا۔ اور سردار دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم خلوت خانہ قاب قوسین او ادنیٰ میں مشرف بہ دیدار و کلام ہوئے۔

موسیٰ زہوش رفت بہ یک پرتو صفات   تو عین ذات می نگری در تبسمی

اخوندزادہ صاحب پر آپ کے کلام نے ایسا اثر کیا کہ پھر جب تک وہ حیات رہے یہ بات زبان پر نہ لائے۔

دہلی میں جناب مفتی کفایت اللہ صاحب سے ایک شخص نے دریافت کیا کہ ایک صاحب نماز پڑھا رہے تھے۔ اور ان کے پیچھے جو لوگ کھڑے تھے وہ رو رہے تھے اور اُن میں سے کوئی اللہ کا نعرہ لگاتا تھا۔ ان کی نماز ہوئی یا نہیں۔ مفتی صاحب نے اس سے دریافت کیا۔

---

[1] آپ کے ہاتھ کا تحریر کردہ خط اس عاجز کے پاس محفوظ ہے۔ عبدالرزاق قریشی صاحب نے آپ کے مکاتیب شریفہ کو۔ علوی بک ڈپو۔ محمد علی روڈ بمبئی ۳ سے طبع کرایا ہے۔ اس میں خط ۱۶ کو دیکھا جائے۔

کہ نماز کون پڑھا رہا تھا اور مقتدی کون تھے۔ سائل نے کہا نماز حضرت شاہ ابوالخیر پڑھا رہے تھے اور اُن کے مرید مقتدی تھے اور وہ سورۂ والشمس پڑھ رہے تھے۔ مفتی صاحب نے جواب دیا "کفایت اللہ کس طرح کہدے کہ نماز نہیں ہوئی یہ تو عشق و محبت کی بات ہے۔" مفتی صاحب نے یہ بات چند افراد کے سامنے کہی تھی۔ عبدالحمید نے بھی یہ بات سنی اور اس عاجز سے بیان کی۔

یہ عاجز کہتا ہے۔ کسی امر میں اختلاف کا ہونا مذموم نہیں بلکہ شانِ علم اور وسیلۂ رحمت ہے۔ البتہ یہ سمجھ لینا کہ جو کچھ اپنی سمجھ میں آیا ہے وہی حق ہے اور دوسروں نے جو کچھ سمجھا ہے وہ غلط ہے۔ اِسی پندار کو علم کا حجاب اکبر کہا گیا ہے۔

خواجہ پندارد کہ مرد واصل است ‏ ‏ ‏ حاصل خواجہ بہ جز پندار نیست

اسی پندار نے تفسیق، تضلیل، تکفیر کا بازار گرم کر رکھا ہے۔ سُبْحَانَکَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا

آں کس کہ بداند و بداند کہ بداند ‏ ‏ ‏ اسپ طربِ خویش بہ افلاک جہاند

واں کس کہ نہ داند و بداند کہ بداند ‏ ‏ ‏ در جہلِ مُرکّب اَبَدُ الدّہر بماند

میر محبوب علی خان نظام حیدر آباد دکن کی آمد

میر محبوب علی خان نظام حیدر آباد دکن کی آمد دہلی میں تاجپوشی کے دربار کے سلسلہ میں ہوئی۔ جو کہ یکم شوال ۱۳۲۰ھ مطابق یکم جنوری ۱۹۰۳ء کو ہوئی۔ اس موقع پر نواب صاحب مع فرزند عثمان علی خان آپ سے ملاقات کے لئے خانقاہ شریف میں آئے۔ اس عاجز سے ایسے چند افراد نے اس آمد کی تفصیل بیان کی ہے جو کہ اس موقع پر موجود تھے۔ ان لوگوں کا بیان اس طرح پر ہے۔

"خانقاہ شریف کے دروازہ پر پٹھان بیٹھے تھے۔ نواب صاحب کی سواری آئی۔ ایک انگریز افسر بھی ساتھ تھا۔ اس کے اردلی نے پٹھان سے کہا کہ نواب صاحب آئے ہیں۔ پٹھان نے اطلاع کی۔ انگریز افسر دروازے پر رہا۔ نواب صاحب اور اُن کے بیٹے اندر داخل ہوئے دو تین آدمی نواب صاحب کے پیچھے تھے۔ نواب صاحب آپ سے مل کر باہر آئے تو انھوں نے ایک لاکھ روپیہ کی اشرفیاں چاندی کی تھالیوں میں بطور نذر پیش کیں۔

آپ نے فرمایا نواب صاحب سے ہمارا سلام کہدو۔ ہم نے ان سے ملاقات کرلی ۔اس نذر کی ہم کو ضرورت نہیں ہے۔ ہم ان کے واسطے دعا کرتے ہیں۔ چنانچہ نذر کی تھالیاں اسی وقت لوٹا دی گئیں۔"

ایک دن آپ نے اس عاجز سے نواب صاحب حیدرآباد کے آنے کا واقعہ اس طرح بیان فرمایا۔

"ہماری داڑھ میں تکلیف تھی۔ ہم مسجد شریف میں باہر کے دالان کے وسط میں جنوب کی طرف منہ کئے بیٹھے تھے کہ نواب صاحب آئے۔ اُن کے ساتھ اُن کے بیٹے بھی تھے۔ وہ جس وقت دالان کے جنوبی سرے پر پہنچے باہر کے صحن میں جُھک کر تین مرتبہ دونوں ہاتھ سے فرشی سلام کیا اور پھر دالان کے سرے پر بیٹھ گئے (تقریباً سولہ فٹ کے فاصلہ پر) انھوں نے خیریت دریافت کی۔ میں نے کہا اللہ کا فضل ہے۔ خیریت سے ہوں۔ اور پھر میں نے ان کی خیریت دریافت کی۔ تقریباً پانچ منٹ بیٹھے اور پھر تین مرتبہ فرشی سلام کرکے چلے گئے۔"

آپ نے نذر کا ذکر نہیں فرمایا۔ یہ عاجز کہتا ہے۔ نواب صاحب صرف اس خیال سے آپ کے پاس آئے کہ اُن کے خیال میں آپ اللہ تعالیٰ کے ایک نیک بندہ تھے۔ اور آپ کی زیارت سے اللہ تعالیٰ راضی ہوگا۔ نواب صاحب کو اس کا اجر ملے گا اور کیا عجب ہے کہ یہی عمل اُن کی بخشش کا سامان ہوجائے۔ حضرت شاہ نقشبند قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں۔ رحمتِ حق بہا نہ می جوید۔ رحمتِ حق بہانہ می جوید۔ خوش نصیب ہے وہ بندہ کہ اس کا کوئی عمل مقبول بارگاہِ کبریا ہوجائے۔

دو[٢] صاحبزادیوں عثمانی وحیدری کی وفات

اللہ تعالیٰ نے آپ کو اوائل محرم ۱۳۲۰ھ میں ایک صاحبزادی عنایت کی۔ آپ نے اُن کا عثمانی نام رکھا۔ وہ جمادی الآخرہ ۱۳۲۱ھ مطابق ستمبر ۱۹۰۳ء ایک ہفتہ بیمار رہ کر رحلت کرگئیں۔ کوئٹہ شہر سے جہتِ غرب چمن کو جانے والے راستہ پر "شیخ ماندہ" اسٹیشن سے قریب اُن کی تدفین ہوئی۔ یہ جگہ ملا عبدالرشید ملا عبدالحلیم

آخوندزادہ کے گھر کے قریب ہے۔ پھر اوائل شعبان ۱۳۲۱ھ میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک اور صاحبزادی عنایت کی۔ آپ نے حیدری نام رکھا۔ اور وہ بھی گرمیوں کے موسم میں جب کہ آپ کوئٹہ میں تھے ۱۳۲۲ھ مطابق ۱۹۰۴ء میں رحلت کر گئیں اور اپنی بہن عثمانی کے پہلو میں آرام فرما ہوئیں۔

عثمانی اور حیدری کی قبریں ریل کی لائن اور سڑک کے شمال کی طرف ہیں۔ آپ جمعہ کی نماز کے بعد وہاں جایا کرتے تھے اور دو تین گھنٹے بیٹھتے تھے۔ چونکہ حضرت والدہ صاحبہ اور دو بڑی صاحبزادیاں ساتھ ہوا کرتی تھیں۔ اس لئے مُلّا عبدالرشید اور مُلّا عبدالحلیم نے تقریباً تیس فٹ لمبی تیس فٹ چوڑی چہار دیواری بنوادی تھی۔ راستہ شمال کی طرف سے رکھا تھا۔ آپ وہاں آنکھیں بند کر کے اللہ کی یاد میں مصروف ہو جاتے تھے۔ حضرت والدہ صاحبہ بھی یادِ الٰہی اور مراقبہ میں مصروف رہتی تھیں۔

میر اعظم خان

خان قلات خداداد خان کے بڑے بیٹے خان محمود خاں نے انگریزوں سے سازش کر کے بلوچستان کی ریاست انگریزوں کی حمایت میں دے دی۔ اور اپنے والد اور ایک بھائی میر اعظم خاں کو نظر بند کرادیا۔ میر اعظم خان کی کوٹھی اس راستہ پر واقع تھی جو کوئٹہ سے چمن کو جاتا تھا۔ اور عثمانی و حیدری کے مزار سے تقریباً آدھ میل پہلے تھی۔ ان کو علم تھا کہ آپ جمعہ کے دن مزارات پر جاتے ہیں اور پھر تقریباً تین گھنٹہ کے بعد مراجعت فرماتے ہیں۔ وہ اور ان کے بیٹے اور دیگر افراد کوٹھی سے متصل کرسیوں پر بیٹھ جاتے تھے۔ اور آپ کی سواری کے منتظر رہا کرتے تھے۔ جب آپ کی سواری قریب پہنچتی تھی۔ وہ ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو جاتے تھے اور جب تک آپ کی سواری خاصی آگے نہ چلی جاتی تھی۔ ہاتھ باندھے کھڑے رہتے تھے۔

سالہا سال اُن کا یہ معمول رہا۔ وہ اور اُن کے دو بڑے بیٹے اکرم خاں اور اللہ یار خان بہت عمدہ گھوڑوں پر سوار ہو کر نکلا کرتے تھے۔ اگر کہیں ان کو آپ کی سواری نظر آجاتی تھی، فوراً گھوڑوں پر سے اتر کر ہاتھ سینہ پر رکھ کر سر جھکا کر سلام عرض کرتے تھے اور جب تک آپ کی سواری گزر نہ جاتی تھی اسی حالت میں کھڑے رہتے تھے۔ ایک دن جب آپ مزارات پر جارہے تھے اور میر اعظم خاں حسب معمول اپنے فرزندوں کے ساتھ اپنی کوٹھی سے متصل

دست بستہ کھڑے تھے تو ہم بھائیوں میں سے کسی نے کہا۔ دیکھئے حضرت۔ وہ اعظم خاں کھڑے ہیں۔ آپ نے مظفر کو چوان سے بگھی روکنے کو کہا۔ جب آپ کی بگھی رُکی۔ اعظم خاں، ان کے بیٹے اور ملازم دوڑے ہوئے آئے۔ اور آپ کی دست بوسی سے مشرف ہوئے۔ یہ سالہا سال کے بعد پہلا موقع تھا کہ انھوں نے آپ کے مبارک ہاتھ کو بوسہ دیا۔ پھر انھوں نے نہایت ادب سے کہا۔ کہ آپ اس عاجز کے گھر پر تشریف لے چلیں۔ آپ نے اُن کی خوشی پوری کی اور اس دن دو تین گھنٹہ وہاں ٹھیرے۔

اپنے بھائی کے مرنے کے بعد اعظم خاں۔ میرِ قلات ہو گئے تھے۔ دو چار سال نوابی کی پھر رحلت کر گئے۔ ان کے بعد اللہ یار خاں میرِ قلات ہوئے اور غالباً اب تک حیات ہیں

امیر حبیب اللہ خاں شاہ افغانستان

امیر حبیب اللہ خاں وائسرائے کی دعوت پر ۱۹۰۷ء میں دہلی آئے تھے۔ دہلی میں ان کے سفیر سردار محمد اسماعیل خان تھے۔ انھوں نے پانچ ذی الحجہ ۱۳۲۴ھ مطابق بیس جنوری ۱۹۰۷ء کو اپنے سفیر محمد اسماعیل خان کو آپ کی خدمت میں بھیجا کہ میں آپ کی ملاقات کا مشتاق ہوں۔ مجھ کو حاضر ہونے کی اجازت دی جائے۔ آپ نے سفیر صاحب سے فرمایا۔" امیر صاحب کو ہمارا سلام کہدو اور ہماری طرف سے یہ بات کہدو "غرض وغایتِ آمد شما بہ دہلی ملاقات فقیر نہ بود۔ لہذا برائے کارے کہ آمدہ اند آں را بہ اتمام رسانند۔ فقیر برائے ایشاں دعائے خیر می کند۔ البتہ اگر از کابل بہ نیتِ ملاقات فقیر می آمدند۔ فقیر ملاقات می کرد۔" آپ کے دہلی آنے کی غرض وغایت میری ملاقات نہ تھی۔ لہذا جس کام کے واسطے آپ آئے ہیں اس کو پورا کریں۔ میں آپکے واسطے دعائے خیر کرتا ہوں۔ البتہ اگر آپ کابل سے اس فقیر کی ملاقات کی نیّت سے آتے تو یہ فقیر آپ سے ملاقات کرتا۔" سفیر محمد اسماعیل خاں سات ذی الحجہ مطابق بائیس جنوری کو پھر امیر صاحب کا پیام لائے۔ کہ آپ میرا ہدیہ قبول فرمالیں۔ آپ نے عذر کرتے ہوئے فرمایا۔ " اللہ کے فضل وکرم سے مجھ کو حاجت نہیں ہے۔ وہ مسلمانوں کے امیر ہیں۔ اسلام کی خدمت کریں، یہی میرا تحفہ ہے۔"

سکھر کا قیام

۱۳۱۸ھ مطابق ۱۹۰۰ء سے آپ موسم گرما میں کوئٹہ تشریف لے جاتے تھے اور چھ مہینے وہاں قیام رہتا تھا۔ ۱۳۲۶ھ میں جب آپ کا قصد دلی آنے کا ہوا تو غشی نتھے خاں اور حکیم اجمل خاں نے آپ کو صلاح دی کہ دلی کا موسم اچھا نہیں ہے۔ ابھی آپ تشریف نہ لائیں۔ کوئٹہ میں سردی زیادہ ہو گئی۔ برادر خورد کی عمر آٹھ ماہ کی اور یہ عاجز دو سال کا اور ہمشیرہ خورد ساڑھے تین سال کی تھیں، لہذا آپ نے سردار محمد علی خان محمد زی سے فرمایا کہ سکھر میں کوئی جگہ کرایہ پر لیں۔ کیونکہ سردار صاحب سردیوں میں سکھر میں رہتے تھے۔ چنانچہ انھوں نے ایک کوٹھی لب دریا چالیس روپیہ ماہوار کرایہ پر دو ماہ کے واسطے لی۔ آپ شنبہ ۱۲ شوال ۱۳۲۶ھ مطابق ۱۸ اکتوبر ۱۹۰۷ء کوئٹہ سے روانہ ہوئے اور یکشنبہ کو صبح صادق کے وقت سکھر پہنچ گئے۔ آپ کو کوٹھی اور اس کا محل وقوع پسند آیا۔ آپ نے سکھر سے غلام رضا کو دلی خط لکھا ہے۔ اس خط سے دن اور تاریخ کا پتہ چلا ہے۔ اس میں تحریر فرمایا ہے: "یہ شہر ملک سندھ کا برلب دریا واقع ہے، چالیس روپیہ ماہوار پر ایک عمدہ بنگلہ کرایہ پر لیا ہے۔ یہاں بیماری سے بھی امن ہے اور سردی سے بھی امن ہے۔" دلی کی خانقاہ شریف کی حفاظت و خدمت طیب خان کرتے تھے۔ چونکہ اکتوبر میں ان کو جانا تھا۔ اس لئے آپ نے حاجی ملا احمد خاں کو دلی بھیجدیا۔ اور پھر ملا احمد خاں کو خط لکھا کہ سید نعمت علی و سید معشوق علی اور سرور کو وظیفہ بتادو اور اُن سے وظیفہ کروایا کرو۔" آپ سکھر سے دلی کو ذی القعدہ کے اواخر میں تشریف لائے۔

کوئٹہ میں مکان

کوئٹہ میں آپ کا قیام کرایہ کے مکانوں میں رہتا تھا۔ جس مکان میں ۱۳۲۶ھ سے آپ کا قیام تھا، اتفاق سے وہ فروخت ہو رہا تھا۔ آپ نے ۲۷ رجب ۱۳۲۸ھ مطابق ۱۳ اگست ۱۹۰۹ء کو وہ مکان خرید لیا۔ جس وقت آپ نے اس مکان کو خریدا تھا وہ شہر سے باہر کھیتوں میں واقع تھا اور اب وسط شہر میں آ گیا ہے۔ اس مکان سے متصل تیس فٹ چوڑی سڑک شمالاً جنوباً نکلی ہے۔ پہلے اس کا نام "پیر ابوالخیر روڈ" تھا۔ اور اب "شارع پیر ابوالخیر" کا بورڈ دونوں طرف لگا ہوا ہے۔

میرٹھ کا قیام

آپ رجب ۱۳۲۹ھ مطابق اکتوبر ۱۹۱۱ء میں کوئٹہ سے دلّی تشریف لائے یہاں دربار ۱۹۱۱ء کی تیاریاں ہورہی تھیں۔ آپ نے مخلصین سے فرمایا: "دربار کے موقع پر دلّی میں اہل دنیا کا اجتماع ہوتا ہے اور وہ آکر ہم کو ستاتے ہیں۔ لہٰذا چند ماہ کے واسطے ہمارا کسی دوسری جگہ جانا مناسب ہے۔" میرٹھ کے مخلصین حاضر تھے۔ انھوں نے میرٹھ صدر میں ویسٹنڈ روڈ پر حیدر شاہ کی کوٹھی عـ۳ تیس روپیہ ماہوار کرایہ پر لی اور آپ میرٹھ تشریف لے گئے۔

عصر کی تفریح

آپ کا معمول تھا کہ عصر کو تفریح کے واسطے آبادی سے دُور تشریف لے جاتے تھے اور وہاں تنہائی میں تین گھنٹے اللہ تعالیٰ کی یاد میں صرف کرتے تھے۔ ہاتھ میں تسبیح ہوتی تھی آنکھیں بند کئے قبلہ رو بیٹھے رہتے تھے۔ آپ کے پاس ایک جوہری، پان کی ڈبیہ اور صراحی ہوتی تھی۔ ہم بچے آپ سے کچھ فاصلہ پر کھیلتے رہتے تھے۔ ایک پٹھان ساتھ ہوتا تھا وہ خیال رکھتا تھا کہ کوئی آپ کے پاس نہ جائے۔ کبھی ایسا ہوتا کہ ہمارے شور سے یا ہماری گیند سے آپ آنکھیں کھولتے۔ اس وقت آپ کی آنکھیں سُرخ ہوا کرتی تھیں۔ لیکن کبھی آپ نے ہم سے کچھ نہ فرمایا۔ ایک مرتبہ دِلّی کے روشن آرا باغ میں ہماری فٹ بال آپ کی پیٹھ پر زور سے لگی۔ آپ نے صرف اتنا فرمایا "بچو، خیال کرو۔" اگر مخلصین میں سے کوئی پہنچ جاتا تھا تو وہ نہایت خاموشی سے دس پندرہ گز کے فاصلہ پر بیٹھ جاتا تھا۔ اس کا روئے باطن آپ کا خیال مبارک اور آپ کی توجہ بہ حضرتِ لاتعین و حضرتِ اطلاق جَلّ مَجدُہٗ۔ دلّی کے روشن آرا باغ میں دو سال تک برابر مفتی مظہر اللہ صاحب آیا کرتے تھے اور یادِ الٰہی میں مصروف ہو جاتے تھے۔ جو بھی اس وقت حاضر ہوتا تھا۔ کچھ دیر کے لئے دنیا و مافیہا سے بےخبر ہو جاتا تھا۔

اے زدردت خستگاں را بوئے درماں آمدہ ... یادِ تو مر عاشقاں را راحتِ جاں آمدہ
صد ہزاراں ہمچو موسیٰ ہست در ہر گوشۂ ... ربِّ ارنی گو شدہ دیدار جویاں آمدہ
سینہا بینم زسوزِ ہجرِ تو بریاں شدہ ... دیدہا بینم زدردِ عشق گریاں آمدہ

حافظ عبدالکریم میرٹھی

حافظ عبدالکریم ساکن لال کُرتی میرٹھ محدثِ دارالہجرہ

حضرت شاہ عبد الغنی قدس سرہ سے بیعت تھے۔ ان کے صاحبزادے شیخ وحید الدین۔ شیخ بشیر الدین کو آپ سے غایت درجہ محبت و اخلاص تھا۔ جب آپ میرٹھ تشریف لے گئے۔ یہ دونوں بھائی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انھوں نے آپ سے کہا۔ ہم کچھ اور خدمت آپ کی نہیں کر سکتے۔ البتہ یہ خواہش ہے کہ جب تک آپ کا قیام میرٹھ میں رہے۔ عصر کو ہماری بگھی آپ کی خدمت میں آیا کرے۔ آپ نے اس کو منظور فرمایا۔ اور جب تک میرٹھ میں قیام رہا ان کی بگھی میں تفریح کے واسطے تشریف لے گئے۔ آپ میرٹھ میں معظم علی شاہ کے باغ تشریف لے جاتے تھے۔ اور سردیوں میں عصر کی نماز پڑھ کر اور گلابی موسم میں مغرب کی نماز پڑھ کر مراجعت فرماتے تھے۔ واپسی میں آپ لال کرتی کی طرف سے آتے تھے۔ لال کرتی میں تھوڑی دیر بیٹھتے تھے۔ اور عشاء کی نماز پڑھ کر وہاں سے روانہ ہوتے تھے۔ صدر بازار میرٹھ کے مخلصین میں سے چند افراد وہاں پہنچ جایا کرتے تھے اور نماز کا لطف حاصل کرتے تھے۔ شیخ وحید الدین اور شیخ بشیر الدین آپ کے واسطے ایک آرام کرسی رکھا کرتے تھے اور جب آپ اس پر بیٹھ جاتے تھے تو دونوں برادران اور صدر بازار کے مخلصین تھوڑی دیر آپ کے پاؤں دباتے تھے۔

سیّد احمد شاہ قصوری کی آمد

سید احمد شاہ قصوری آپ سے بیعت تھے۔ ان کے بڑے بھائی سید محمد شاہ اپنے نانا جناب عبد الرسول کے جانشین تھے۔ چونکہ ان کی خورد سالی میں ان کے نانا کی وفات ہو گئی تھی۔ انھوں نے سلوک مجددیہ آپ سے حاصل کیا۔ چند سال تک آپ کی خدمت میں آتے رہے اور مہینہ چالیس دن تک آپ کے حلقہ میں پابندی سے شریک ہوتے تھے۔ سید احمد شاہ اپنے ساتھ دو تین افراد کو بھی لائے تھے۔ ان میں سے ایک پیر سید گلاب شاہ تحصیلدار ریواڑی بھی تھے جو کہ مولوی غلام دستگیر قصوری مؤلف رسالۂ تقدیس الوکیل کے حامیوں میں سے تھے۔ سید احمد شاہ اپنے بڑے فرزند سید رؤف احمد شاہ کے واسطے بڑی ہمشیرہ صاحبہ صدیقی رحمہا اللہ کو طلب کرنے آئے تھے۔ میرٹھ میں چار پانچ دن ان کا قیام رہا۔ اُن کی طلب کے سلسلہ میں آپ نے دِلّی سے چند مخلصین کو بلایا تھا۔ چنانچہ آپ نے مخلصین سے مشورہ کرنے کے بعد سید احمد شاہ کی طلب منظور فرمالی۔

جناب مولانا محمود الحسن

میرٹھ میں جن دنوں سید احمد شاہ قصوری مع رفقاء اور دِلّی کے مخلصین آئے ہوئے تھے۔ ایک دن صبح کو جناب مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندی آپ سے ملنے تشریف لائے۔ آپ اُن سے نہایت محبت سے ملے۔ گھنٹہ سوا گھنٹہ دونوں حضرات کی نہایت پُر لطف ملاقات رہی۔ مولوی صاحب نے آخر میں آپ سے جلسۂ موتمر انصار کا ذکر فرمایا۔ جو کہ اس دن عصر کو آپ کی کوٹھی کے پاس منعقد ہو رہا تھا، اور خواہش ظاہر فرمائی۔ کہ آپ بھی اس جلسہ میں شریک ہوں۔ آپ نے اُن کی بات سُنی اور خاموشی اختیار فرمائی۔ مولوی صاحب آپ سے مل کر بہت خوش ہوئے اور آپ نے ان کو بہ محبت و احترام مرخص کیا۔

تفریح اور جلسہ

حسب معمول آپ عصر کو تفریح کے واسطے روانہ ہوئے۔ قصور کے مہمانوں اور دِلّی کے مخلصین کے واسطے مزید دو سواریوں کا بندوبست تھا۔ موتمر انصار کا جلسہ ہو رہا تھا۔ مقررین کے واسطے جو جگہ بنائی تھی وہ راستہ کے قریب تھی۔ آپ نے راستہ پر بگھی رکوائی۔ اور بگھی میں بیٹھے بیٹھے غالباً آدھ گھنٹہ تقریر سنی اور پھر معظم علی شاہ کے باغ کو روانہ ہو گئے۔

مولانا اشرف علی اور مولانا حافظ احمد

موتمر انصار کے جلسہ میں مولانا اشرف علی اور مولانا حافظ احمد موجود تھے۔ ان دونوں صاحبان نے آپ کو دور سے دیکھا اور ان کو معلوم ہوا کہ آج صبح مولانا محمود الحسن سے بھی آپ کی بے تپاک ملاقات ہوئی تھی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ بین العشائین آپ شیخ وحید الدین و بشیر الدین کی کوٹھی جاتے ہیں۔ اور وہاں تھوڑی دیر بیٹھتے ہیں۔ چنانچہ یہ دونوں صاحبان آپ سے ملاقات کرنے کے واسطے لال کرتی تشریف لائے۔ شیخ وحید الدین و بشیر الدین آپ کی طبیعت سے واقف تھے۔ لہٰذا انھوں نے ان دونوں صاحبان کو آپ کی نشستگاہ کے علاوہ دوسری جگہ بٹھایا۔ آپ اپنے وقت پر پہنچے اور آرام کرسی پر رونق افروز ہوئے۔ دونوں بھائی فوراً آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حسب معمول انھوں نے اور صدر بازار کے آئے ہوئے مخلصین نے آپ کو دبانا شروع کیا۔ دو چار

منزل طے گزرنے پر شیخ وحید الدین نے مولانا صاحب اور حافظ صاحب کی آمد سے مطلع کیا۔ آپ نے خوش ہو کر فرمایا۔ ہاں اُن کو بلاؤ ہم اُن سے ملیں گے چنانچہ دونوں صاحبان تشریف لائے۔ آپ نے مخلصین سے فرمایا، ہم کو سہارا دو۔ چنانچہ سہارا لے کر آپ کھڑے ہوئے اور دونوں سے بہ محبت ملے۔ حافظ صاحب کی وجہ سے اُن کے پدر بزرگوار کا ذکر آیا۔ آپ نے فرمایا مولوی قاسم صاحب اور مولوی رشید احمد صاحب نے خانقاہ شریف میں حضرت شاہ عبدالغنی سے حدیث شریف پڑھی ہے۔ یہ دونوں صاحبان اپنے استاد کا اور اُن کی جائے قیام کا اتنا ادب کرتے تھے کہ خانقاہ شریف کے دروازہ کے باہر جوتی اتار دیا کرتے تھے اور خانقاہ شریف میں برہنہ پا داخل ہوتے تھے۔ پھر آپ نے فرمایا۔ مکہ مکرمہ میں ہمارے حضرت والد ماجد علیل تھے۔ حلقہ اور توجہ کی خدمت ہمارے سپرد تھی۔ ایک دن جب حلقہ سے فارغ ہوا تو مولوی قاسم صاحب مجھ سے ملے اور حضرت والد کی خیریت دریافت کی۔ میں نے اُن کی علالت کا ذکر کیا۔ مولوی صاحب نے کہا۔ میں اُن سے ملنا چاہتا ہوں۔ اور میرے ساتھ گھر کو روانہ ہوئے۔ چلتے وقت مخلصین میں سے ایک شخص نے حسب معمول سجادہ اٹھایا۔ مولوی صاحب نے کہا۔ یہ خدمت آج مجھ کو ملنی چاہیئے چنانچہ مولوی صاحب نے سجادہ اٹھایا اور میرے ساتھ مکان پر آئے۔ حضرت والا بوجہ علالت و ناتوانی لیٹے ہوئے تھے۔ مولوی صاحب کو دیکھ کر آپ نے بیٹھنا چاہا۔ لیکن مولوی صاحب نے بہت اصرار سے روکا اور پھر بڑی محبت سے آپ کو دبانے لگے۔ اور آخر میں آپ سے کہا "حضرت ہندوستان میں دو دجّال پیدا ہو گئے ہیں۔ آپ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اُن کے شر سے محفوظ رکھے۔

مولانا قاسم کا ذکر

اس واقعہ کو بیان کر کے حضرت سیدی الوالد قدس سرہ نے مولانا قاسم صاحب کی خدمتِ اسلام کا ذکر کیا اور اس سلسلہ میں دارالعلوم دیوبند کا ذکر آیا۔ اتفاق سے ان دنوں اخبارات و رسائل میں دارالعلوم کی بدانتظامی وغیرہ کا چرچا ہو رہا تھا۔ اور آپ سے بھی کسی نے اس کا ذکر کیا تھا۔ لہٰذا آپ نے فرمایا۔ ہم نے سنا ہے کہ مدرسہ پہلے کی طرح دین کی خدمت اب نہیں کر رہا ہے۔ یہ سُن کر دونوں صاحبان نے کہا حضرت مدرسہ پہلے کی طرح دین کی خدمت کر رہا ہے۔ البتہ بعض مخالفوں نے ذاتی عناد اور فاسد اغراض

کی وجہ سے مدرسہ کو بدنام کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس سلسلہ میں بعض اخبار غلط خبریں شائع کر رہے ہیں۔

سیّد گلاب شاہ

یہاں تک گفتگو محبت کے پیرایہ میں ہو رہی تھی اور حاضرین لطف اٹھا رہے تھے۔ پیر سید گلاب شاہ تحصیلدار ریواڑی یہ مکالمہ سُن رہے تھے۔ وہ مولانا غلام دستگیر قصوری کی جماعت سے تعلق رکھتے تھے۔ جنہوں نے ایک مختصر رسالہ طبع کرایا تھا۔ جس میں مولوی اسماعیل اور ان کے ہم خیال علمار کے ناشائستہ اقوال کو جمع کیا گیا تھا۔ یہ رسالہ پیر سید گلاب شاہ کی جیب میں تھا۔ انھوں نے اپنی جیب سے اس رسالہ کو نکال کر حضرت سیدی الوالد سے کہا۔ حضور دین کی خدمت اس طرح پر کی جا رہی ہے۔ مولوی خلیل احمد نے براہین قاطعہ کے صفحہ ۲۲۸ پر لکھا ہے "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مولود شریف کرنا۔ اور قیام تعظیمی کے لئے کھڑا ہونا بدعت و شرک ہے اور مثل کنہیا کے جنم کی" اس قبیح تشبیہ کو سن کر آپ کو نہایت ملال ہوا۔ اور ہونا بھی چاہیئے۔ کہاں حضرت محبوب ذوالجلال کے ذکر مبارک کی محفل اور کہاں ہندوستان کے مشرکوں کا تہوار۔ چہ نسبت خاک را بہ عالم پاک۔ آپ نے فرمایا "افسوس ہے مولوی خلیل احمد آپ کے ذکر شریف کی مبارک محفل کو ایسی بُری تشبیہ دیتے ہیں اور آپ کے ذکر شریف کی محفل منعقد کرنے سے منع کرتے ہیں" پھر آپ نے فرمایا۔ جہاں بھی کوئی جلسہ ہوتا ہے حسب ضرورت اور حسب احوال اس جگہ کو پاک و صاف کیا جاتا ہے۔ اور زیب و زینت کرتے ہیں۔ اور یہ لوگ میلاد شریف کی مبارک محفل کے لئے اس سے بھی رد کتے ہیں۔ ہم نے سنا ہے کہ مولوی خلیل احمد ایسے شخص کو بیعت بھی نہیں کرتے۔ جو میلاد شریف کرتا ہو یا اُس کا حامی ہو" اس موقع پر مولانا اشرف علی نے کہا۔ مولوی خلیل احمد صاحب جس مولود کو منع کرتے ہیں اُس کو آپ بھی منع کریں گے۔ اور بیعت نہ کرنے کی بات درست نہیں ہے۔ آپ سے کسی نے غلط بات کہدی ہے۔ چونکہ آپ سے یہ بات مولوی شمس الدین نے کہی تھی جو کہ صدر بازار میرٹھ میں رہتے تھے۔ اور نماز میں شریک ہونے کے لئے آئے ہوئے تھے۔ آپ نے ان کی طرف منہ کر کے فرمایا "ارے بھائی جواب دو" یہ سن کر مولوی شمس الدین نے اس شخص کا نام بتایا جس کو مولوی خلیل احمد صاحب نے مرید کرنے سے

انکار کیا تھا۔ وہ شخص میرٹھ کا رہنے والا تھا۔ اور اس وقت زندہ تھا۔ مولوی شمس الدین کا بیان ختم ہوتے ہی پیر سید گلاب شاہ نے مختصر رسالہ میں سے مولوی اشرف علی صاحب کے رسالہ حفظ الایمان کے صفحہ، کا حوالہ دیتے ہوئے یہ عبارت سنائی "دریافت طلب یہ امر ہے۔ کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب ہے۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے" یہ سنکر آپ نے مولوی صاحب سے فرمایا "کیا یہی دین کی خدمت ہے۔ تمہارے بڑے تو ہمارے طریقہ پر تھے۔ تم نے اس کے خلاف کیوں کیا" مولوی صاحب نے کہا "میں نے اس عبارت کی توضیح اپنے دوسرے رسالہ میں کر دی ہے" آپ نے اُن سے کہا "تمہارے اس رسالہ کو پڑھ کر کتنے لوگ گمراہ ہوئے۔ ہم تمہارے دوسرے رسالہ کو لے کر کیا کریں۔" اس کے بعد دو چار منٹ خاموشی رہی۔ اور پھر آپ نے فرمایا "نماز کا وقت ہو گیا ہے جس کا وضو نہ ہو وضو کر لے" اس موقع پر کچھ لوگ اُٹھے اور مولوی صاحب اور حافظ صاحب بھی اٹھ گئے۔ آپ نے عشاء کی نماز پڑھائی۔ نماز شروع کرنے سے پہلے جیسا کہ آپ کا معمول تھا۔ فرمایا "ہماری نماز کو ئی خراب نہ کرے" جب آپ نماز سے فارغ ہو گئے تو آپ نے مولوی صاحب اور حافظ صاحب کے متعلق دریافت فرمایا۔ اس موقع پر شیخ وحید الدین نے آپ سے کہا۔ حضور یہ دونوں صاحبان تشریف لے گئے ہیں۔ آپ کے دریافت کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان دونوں صاحبان سے کچھ دیر اور گفتگو فرماتے۔ لیکن اُن کے چلے جانے کی وجہ سے نہ مزید گفتگو ہوئی اور نہ پھر کبھی اُن سے ملاقات ہوئی۔

اس ملاقات کے وقت دونوں میزبان اور قصور کے مہمان اور دلی سے آئے ہوئے مخلصین جن میں مولوی بخش اللہ بھی تھے۔ اور صدر بازار کے مولوی شمس الدین و حافظ اشفاق الہٰی و حافظ محمد عمر و محمد یاسین اور دو چار افراد موجود تھے۔ مولوی بخش اللہ کا قاعدہ تھا کہ وہ آپ کے احوال اور اقوال کو لکھ لیا کرتے تھے۔ چنانچہ انھوں نے تفصیل کے ساتھ یہ ساری کیفیت لکھ لی تھی۔ اس عاجز نے مولوی بخش اللہ کی تحریر پڑھی ہے۔

اور مولوی شمس الدین اور حافظ اشفاق الٰہی سے بھی اس واقعہ کو بالتفصیل سُنا ہے۔

رسالہ بزم جمشید

وصل بلگرامی نے اپنے پیر مولوی اشرف علی صاحب کے چند اقوال کو جمع کیا ہے اور باغپت کے رئیس جمشید علی خاں کے نام پر اس مجموعہ کا نام "بزم جمشید" رکھا ہے۔ اور اس مجموعہ کو "امداد الغربا سہارنپور" نے ۱۳۵۸ھ میں چھاپا ہے۔ یہ رسالہ ۴۳ صفحے کا تھا اور ۴۸ صفحات کا اضافہ صرف حجم بڑھانے کے لئے کیا گیا ہے۔ صفحہ ۴۳ پر وصل نے لکھا ہے: "اسی دوران گفتگو میں دونوں کا خیال ہوتا ہے کہ اس کا حجم کم ہے۔" اگر وصل نے یہ حکیمانہ قول سُنا ہوتا۔ مَا قَلَّ وَ كَفٰى خَيْرٌ مِمَّا كَثُرَ وَ اَلْهٰى۔ تو ہرگز اس خود ساختہ بیان کا اضافہ نہ کرتے۔ وصل نے اپنے بیان میں نہ "کنہیا جنم" کا ذکر کیا ہے۔ اور نہ حفظ الایمان کی رسوائے زمانہ عبارت کا۔ میرٹھ کے واقعہ کے ۲۹ سال بعد اور حضرت سیدی الوالد کی وفات کے ۱۷ سال بعد ۱۳۵۸ھ میں وصل نے یہ کارنامہ انجام دیا ہے۔ مولوی بخش اللہ نے ۱۳۴۳ھ میں اپنے پیرو مرشد قدس سرہ کے کچھ مبارک احوال لکھے۔ وہ میرٹھ کی ملاقات کے وقت موجود تھے اور انھوں نے اسی رات سارے واقعہ کو لکھ لیا تھا۔ وہ چاہتے تو اپنی کتاب میں اس کو لکھتے لیکن انھوں نے صرف اتنا لکھا ہے "سوء اتفاق سے حاضرین میں سے کسی نے اس وقت اختلافی مسائل کا ذکر چھیڑ دیا۔ اور آپ دونوں حضرات اجازت لے کر تشریف لے گئے۔"

مولوی بخش اللہ نے اس عاجز سے کہا۔ "بات گزر گئی ہے۔ اب اس کا ذکر کرنا اختلافات کو بڑھانا ہوگا۔ اس لئے میں ذکر نہیں کرتا۔" جَزَاهُ اللّٰهُ عَلٰى حُسْنِ نِيَّتِهٖ وَ رَحِمَهٗ وَ رَضِيَ عَنْهُ

بزم خیر از زید

وصل کے کارنامہ کی اطلاع اس عاجز کو شعبان ۱۳۷۳ھ میں ہوئی۔ یہ عاجز مجبور ہوا کہ حقیقت کا اظہار کرے۔ کیونکہ ارشاد نبوی ہے۔

"مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَرُدُّ عَنْ عِرْضِ اَخِيْهِ اِلَّا كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ اَنْ يَّرُدَّ عَنْهُ نَارَ جَهَنَّمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، ثُمَّ تَلٰى هٰذِهِ الْاٰيَةَ، وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ (مشکٰوۃ باب الشفقۃ) اس عاجز نے سہارنپور سے بزم جمشید، گھوسی سے تغییر العنوان، بازار سے حفظ الایمان، بسط البنان اور المہند مہیا کی اور ۹۶ صفحہ کا رسالہ "بزم خیر

از زید در جواب بزم جمشید" لکھا اور چھپوایا جس میں بتفصیل حقیقت واقعہ بیان کی گئی ہے

مولود کے حامی کو مُرید نہ کرنا

اس سلسلہ میں وصل نے لکھا ہے "ان کے پاس کیا جواب تھا جو دیتے یا کیا شہادت تھی جو پیش کرتے" حالانکہ آپ نے جواب میں مولوی شمس الدین کو پیش کر دیا۔ اور انھوں نے حقیقت بیان کر دی۔ اور اس کے شاہد حافظ اشفاق الٰہی بھی موجود تھے۔ اللہ نے سیدی الوالد کی مدد اس طرح کی۔ یہ عاجز کہتا ہے کہ مولانا خلیل احمد کی یہ بات کوئی پوشیدہ بات نہیں ہے۔ مولانا اشرف علی بھی اُن کے ساتھ تھے۔ شیخوپورہ کی مسجد قصائیان میں چودہری شادی خاں کا ایک روپیہ ہدیہ انھوں نے رد کیا۔ اور چودہری صاحب سے کہا۔ اگر مولوی محمود خان خلیفہ حضرت لطافت علی قدس سرہ کی بیعت توڑ دو تو میں تمہارا ہدیہ لے لیتا ہوں۔ نہ انھوں نے بیعت توڑی۔ (جزاہ اللہ خیر الجزاء) اور نہ مولانا نے ہدیہ قبول کیا۔

آرام کرسی

وصل کو آپ کا آرام کرسی پر بیٹھنا ناگوار گزرا ہے۔ حالانکہ آپ کو عشق الٰہی اور محبت نبوی علی صاحبہا الصلاۃ والتحیۃ کی یہ دولت جو بلند مقام حاصل تھا اس کی وجہ سے آپ دلوں کے بادشاہ تھے اور گدائی میں شوکتِ شاہانہ رکھتے تھے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

بر سریر دل شاہم شوکتِ گدا این است گرد کوے معشوقم رتبۂ رسا این است

خدا کے فضل و کرم سے آپ از گروہ محبوبان و مرادان تھے۔ چوبی کرسی کیا شے ہے اگر جان و دل کی کرسی کا وجود ہوتا تو شیخ وحید الدین اور شیخ بشیر الدین اسی کو پیش کرتے۔ للعاجز

اے بلا گردانِ تو جانم بود وے فدایت جملہ سامانم بود

در حریمِ دل فرود آ یک نَفَس فرشِ راہت ہر دو چشمانم بود

محقق اور کامل نہ ہونا

وصل نے سیدی الوالد کو غیر محقق اور غیر کامل قرار دیا ہے بے شک جو تحقیق اور کمال (کنہیا جنم کا مثل، قرار دینے میں اور (اس میں حضور کی الخ) لکھنے میں ہے۔ اُس سے آپ کوسوں دُور تھے۔ آپ کا مسلک "لا یمکن الثناء کما کان حقہ" اور آپ دل و جان سے اس کے قائل تھے۔

خدا را در الٰہیّت اَحَد خواں ‏ نبی را در عبُودیّت یکے داں
چو حق اندر خدائی فرد و دانا است ‏ نبی در بندگی بے مثل و ہمتا است
یقین داں تاکہ نشناسی خدا را ‏ نہ دانی قدر و جاہِ مصطفےٰ را

تیز روشنی نماز کے سلسلہ میں وصل نے لکھا ہے "ہمارے بزرگ محقق و کامل تھے۔ ان کے انوار مثل تیز روشنی کی قندیل کے تھے کہ اگر ہزاروں ظلمات ان کے سامنے ہوں اُن سب پر وہی غالب رہے"۔ یہ عاجز چند احادیث لکھتا ہے وصل صاحب پہلے ان کو پڑھ لیں، پھر اپنے بزرگ کا ذکر کریں۔ کہیں یہ نہ ہو کہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے، خدانخواستہ اپنے بزرگ کو بڑھا دیں۔

احادیث شریفہ (۱) مشکات کے باب القراءت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی۔ سلام پھیرنے کے بعد آپ نے دریافت فرمایا "کیا تم میں سے کسی نے ابھی نماز میں میرے ساتھ کچھ پڑھا تھا۔ ایک شخص نے اقرار کیا۔ آپ نے فرمایا "انی اقول مالی انازع القراٰن"۔ یعنی میں بھی کہتا تھا کہ کیا بات ہے جو میری قراءت میں رکاوٹ پڑ رہی ہے۔

(۲) مشکات کے باب الوسوسہ میں مسلم کی روایت ہے کہ عثمان بن ابی العاص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ کہ میری قراءت کو شیطان خراب کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اس شیطان کا نام خنزب ہے۔ جس وقت اس کا تم کو احساس ہو تو اس کے شر سے اللہ کی پناہ طلب کرو۔ اور بائیں جانب تین مرتبہ تف کر دو۔ راوی نے کہا۔ میں نے آپ کے ارشاد پر عمل کیا۔ اور اللہ نے شیطان کو دور کیا۔

(۳) مشکات کتاب الرقاق میں احمد کی روایت عائشہ صدیقہ سے ہے کہ میرے ایک پردے پر پرندوں کی تصویریں تھیں آپ نے مجھ سے فرمایا "یا عائشۃ حوّلیہ فانّی اذا رأیتہ ذکرت الدّنیا"۔ یعنی اے عائشہ اس پردے کو پلٹ دو، کیونکہ جب میں اس کو دیکھتا ہوں مجھ کو دنیا یاد آجاتی ہے

(۴) مشکات کے باب الستر میں بخاری کی روایت انس سے ہے کہ عائشہ صدیقہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "امیطی عنا قرامک ھذا فانہ لا یزال تصاویرہ تعرض لی فی صلاتی"۔ یعنی اپنے اس باریک پردے کو میرے پاس سے ہٹاؤ۔ کیونکہ اس کی تصویریں نماز میں میرے سامنے آتی رہیں۔

(۵) مشکات کے باب الستر میں بخاری اور مسلم کی روایت ہے کہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دھاری دار کالی چادر میں نماز پڑھی - اس کی دھاریوں پر آپ کی ایک نظر پڑی - نماز سے فارغ ہو کر آپ نے فرمایا - میری یہ اچھی چادر لے جا کر ابوجہم کو دیدو (ابوجہم نے آپ کو یہ چادر دی تھی) اور ان کی موٹی کھُردری چادر میرے واسطے لے آؤ۔ فَاِنَّھَا اَلْھَتْنِی اٰنِفًا عَنْ صَلاَتِی - کیونکہ اس نے نماز میں مجھ کو اس وقت اپنی طرف متوجہ کیا۔ شیخ عبدالحق نے یوں ترجمہ لکھا ہے" بازداشت مرا از ذوق دحضور نماز "۔

(۶) مشکات کے باب صفۃ الصلاۃ کی فصل ثالث میں احمد کی روایت ابوہریرہؓ سے ہے - کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز ہم کو پڑھائی - ایک شخص نے صفوں کے آخیر میں کچھ ایسا عمل کیا جو نماز کے آداب کے خلاف تھا - سلام پھیرنے کے بعد آپ نے اس شخص کو آواز دی اور اس سے فرمایا - اے فلاں تجھ کو خدا کا ڈر نہیں، کیا تو نہیں دیکھتا کہ تو نے کس طرح نماز پڑھی ہے - انکم ترون انہ یخفی علیّ شیءٌ مما تصنعون واللہ انی لأریٰ من خلفی کما اریٰ من بین یدیّ - یعنی تم لوگ خیال کرتے ہوگے کہ جو کچھ تم کر رہے ہو وہ مجھ سے پوشیدہ ہے - اللہ کی قسم - جس طرح اپنے سامنے کی چیز کو میں دیکھتا ہوں اسی طرح اپنے پیٹھ پیچھے کی چیز کو بھی میں دیکھتا ہوں۔

ابن حجر کی عبارت

مشکات مطبوعۂ احمدی دلی ۱۲۷۱ھ کے حاشیہ پر اس مبارک حدیث کے بیان میں ابن حجر کی یہ عبارت لکھی ہے۔

"ای فی حال الصلوٰۃ لانہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یحصل لہ فیہا قرۃ العین بما یفاض علیہ فیہا من غایات القرب وخوارق التجلیات فینکشف لہ حقائق الموجودات علی ماھی علیہ فیدرک من خلفہ کما یدرک من امامہ لانہ لبا هر کمالہ لا یشغلہ جمعہ عن فرقہ فھو وان استغرق فی عالم الغیب لا یخفی علیہ شیٔ من عالم الشھادۃ "۔ یعنی نماز کی حالت میں انتہائے قرب اور ظہور تجلیات کی وجہ سے آپ کی مبارک آنکھوں کی قوت اس حد تک قوی ہو جاتی تھی کہ تمام موجودات کی حقیقتیں اپنی اصلی حالت میں آپ پر ظاہر ہو جاتی تھیں۔ آپ پسِ پشت کی چیز کو بھی

اُسی طرح دیکھتے تھے جس طرح سامنے کی چیز کو دیکھتے تھے۔ چونکہ آپ قرب وحضوری کے اوجِ کمال پر فائز ہوتے تھے۔ اس لئے موجودات کا دیکھنا آپ کی جمعیت خاطر کو پراگندہ نہیں کرتا تھا۔ اور نہ کوئی شے اپنی طرف متوجہ کر سکتی تھی۔ آپ اگرچہ عالمِ غیب میں مستغرق ہوتے تھے لیکن آپ سے عالمِ شہادت کی کوئی شے پوشیدہ نہیں رہتی تھی۔

شیخ عبدالحق کی عبارت

اشعۃ اللمعات میں شیخ دہلوی لکھتے ہیں "این جا محل عبرت وپند کار است مر عاقل را در تاثیرِ صحبت کہ سیدِ رسل صلوات اللہ وسلامہ علیہ بہ آن مرتبہ وجلالتِ شان درحالتِ قراءتِ قرآن در نماز کہ اعظمِ حالات واقربِ اوقات اوست در قربِ حضرتِ رب العالمین از صحبت یکے از آحادِ اُمّت بہ ترکِ سُنن وبعض آدابِ وضو کہ نہ عباداتِ مقصود لذاتہ است متاثر گردد چہ جائے دیگراں کہ بہ مصاحبت ومخالطتِ اہل فسق وبدعت گرفتار باشند و شب وروز بہ ایشان باشند"۔ یعنی سمجھ بوجھ رکھنے والے کے لئے یہ حیرت وعبرت کا مقام ہے کہ صحبت میں کیسی تاثیر ہوا کرتی ہے۔ سردار انبیاء و مرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلی جمیع اخوانہ۔ باوجود اس بلند مرتبہ اور جلالتِ شان کے، نماز میں قرآن مجید پڑھنے کے وقت، جو کہ حضرت رب العالمین میں قرب وحضوری کا بہترین وقت ہوتا ہے، اپنی اُمّت کے ایک فرد کے بعض سنن اور وضو کے آداب کے چھوڑنے سے جو کہ مقصود لذاتہ عبادت بھی نہیں ہے۔ متاثر ہوئے تو پھر اُن لوگوں کا کیا ذکر ہے جو کہ فاسقوں اور اہل بدعت کی مصاحبت اور مخالطت میں گرفتار ہیں اور دن رات ان کے ساتھ رہتے ہیں۔

وصل صاحب ان چھ احادیث مبارکہ کو خیال سے پڑھیں اور علامہ ابنِ حجر اور شیخ دہلوی کے بیان کو سمجھنے کی کوشش کریں اور پھر اُس عبارت کو پڑھیں جو انھوں نے اپنے بزرگوں کی تعریف میں لکھی ہے۔ سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تو بعض سنن وآداب کے تارک سے اثر لے رہے ہیں۔ اور وصل اپنے بزرگوں کے متعلق لکھ رہے ہیں "ان کے انوار مثل تیز روشنی کی قندیل کے تھے کہ اگر ہزاروں ظلمات اُن کے سامنے جمع ہوں، اُن سب پر وہی غالب رہے"۔ کیا حضرت محبوب کبریا کے پاس انوار اور تیز روشنی کی

العیاذ باللہ کمی تھی جو آپ نے اثر لیا۔

وصل کے بزرگ

وصل نے اپنے بزرگوں کی تعریف لکھی ہے لیکن نام نہیں لکھا ہے۔ یہ عاجز اتنا جانتا ہے کہ مولانا رشید احمد صاحب، مولانا محمد قاسم صاحب اور وصل صاحب کے بزرگ مولوی اشرف علی صاحب کے پیر و مرشد حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی تھے۔ اور اوّل الذکر دو صاحبان کے استاد حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی مہاجر مکی اور حضرت شاہ عبد الغنی مہاجر و محدث دار الہجرت تھے۔ وصل صاحب کے پیر اپنے پیر و مرشد کی صحبت میں چند مہینے رہے ہوں گے۔ لیکن حضرت سیدی الوالد کے سترہ اٹھارہ سال تک وہ نہایت مہربان دوست رہے اور حبیب اللہ تعالیٰ جل شانہ وعم احسانہ نے اپنے فضل و کرم سے حضرت سیدی الوالد کو حقیقتِ صلاۃ سے کامل نصیبہ عنایت کر دیا۔ تو حضرات گرامی قدر حاجی صاحب، مولانا رحمت اللہ، مولانا سید حبیب الرحمٰن۔ اگر کسی مجلس میں ہوتے تھے اور نماز کا وقت آجاتا تھا تو حضرت سیدی الوالد سے فرماتے تھے کہ نماز پڑھائیں۔

وصل صاحب جوانی واعظانہ شان دکھاتے ہوئے حضرت سیدی الوالد کو ناقص ثابت کرنے کے لئے اپنا پورا زور صرف کر رہے ہیں۔ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ حضرت سیدی الوالد قدس سرہ نے مولوی اشرف علی صاحب کو "ایمان سوز" عبارت پر کیوں ٹوکا، آپ نے مولوی صاحب کو صرف یہ دو باتیں کہی ہیں۔ ا۔" کیا یہی دین کی خدمت ہے۔ تمہارے بڑے تو تمہارے طریقہ پر تھے، تم نے اس کے خلاف کیوں کیا۔

۲۔ تمہارے اس رسالہ کو پڑھ کر کتنے لوگ گمراہ ہوئے۔ ہم تمہارے دوسرے رسالہ کو لے کر کیا کریں۔" ان دو باتوں کے سوا آپ نے کچھ نہیں فرمایا۔ اور آپ نے یہ دونوں باتیں نہایت درست فرمائی ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے کہلوائی ہیں۔ چنانچہ اُن کا اثر ہوا، جس کا بیان عنقریب آنے والا ہے۔

کلیاتِ امدادیہ

وصل صاحب اگر اپنی اس تحریر سے پہلے جو کہ رسالہ کا حجم بڑھانے کے لئے بنائی گئی ہے، اپنے پیر و مرشد کے اُس رسالہ کو دیکھ

لیتے جو کہ سن تیرہ سو چودہ میں " کلیاتِ امدادیہ " کے نام سے تھانہ بھون سے چھپا ہے۔ اس اضافہ کرنے اور رسالہ کا حجم بڑھانے سے یقیناً باز آتے۔ کلیات امدادیہ میں مولوی اشرف علی نے اپنے پیر و مرشد کا ایک واقعہ لکھا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ میں اور مولوی رشید احمد وغیرہ حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک بددی نے آکر حضرت حاجی صاحب کو دعوت دی۔ آپ نے اس سے فرمایا۔ میں اس شرط پر دعوت قبول کرتا ہوں کہ سماع بھی ہو۔ بددی نے آپ کی شرط قبول کی۔ جب آپ بددی کے گھر تشریف لے جانے لگے۔ تو فرمایا۔ "جس کی طبیعت چاہے چلے اور جس کی طبیعت نہ چاہے نہ چلے۔" مولوی اشرف علی نے اپنے متعلق لکھا ہے کہ میں نے آپ کے ساتھ جانے کا ارادہ کیا۔ اور جب آپ روانہ ہوئے تو آپ کے ساتھ گیا۔ وہاں کھانے کے بعد نعت خوانی ہوئی اور پھر حضرت حاجی صاحب نے فرمایا۔ "فقیر کا سماع یہ ہے۔ یہ لوگ فقیر سے نفع بھی حاصل کرنا چاہتے ہیں اور فقیر کا اتباع کبھی نہیں کرتے۔"

کلیات امدادیہ کا یہ نسخہ اس وقت پیش نظر نہیں۔ بعد کی طباعتوں میں یہ عبارت حذف کر دی گئی ہے۔ جو کچھ لکھا گیا ہے از روئے حافظہ ہے۔ لہذا الفاظ میں فرق آسکتا ہے لیکن مفہوم میں کمی بیشی نہیں ہے۔ حاجی صاحب نے جو بات سن تیرہ سو بارہ تیرہ یا اس سے کچھ پہلے یا بعد اپنے بعض مخلصین کے متعلق فرمائی ہے۔ وہی بات حضرت سیدی الوالد نے میرٹھ میں مولوی اشرف علی صاحب سے کہی ہے۔ جس پر وصل صاحب چراغ پا ہوئے ہیں۔ کیا وصل صاحب کو معلوم نہیں ہے کہ چودھویں صدی کے اوائل میں مولوی اشرف علی صاحب کانپور میں رہا کرتے تھے اور جب تک حضرت حاجی صاحب حیات رہے۔ مولوی صاحب نہایت جوش و خروش اور عقیدت کے ساتھ میلاد شریف کرتے تھے اور بڑے ادب اور نیازمندی سے قیام کرتے تھے۔ اسی زمانے میں "فیصلہ ہفت مسئلہ" لائے۔ اور اس کو چھپوایا۔ اور پھر اپنی عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے " کلیاتِ امدادیہ " تالیف کی اور اس کو چھپوایا۔ ان کے پیر بھائیوں نے کہا۔ یہ کتابیں تم نے کیوں چھپوائیں۔ تو انھوں نے کہا۔ پیر و مرشد کے ارشاد کو میں کس طرح ٹالتا۔ جمادی الآخرہ ۱۳۱۷ھ میں حضرت حاجی صاحب رحلت

فرمائے خلد بریں ہوئے۔ اب مولوی صاحب کے واسطے راستہ صاف ہوا۔ اُن پر نئی تحقیق کی راہیں کھل گئیں، سب سے پہلے انھوں نے علم غیب کے مسئلہ کو چھیڑا۔ اور رسالہ "حفظ الایمان" لکھ کر بحساب غلامانِ بارگاہِ رسالت کو ایذا پہنچائی۔ یہ واقعہ ۱۳۱۹ھ کے اوائل کا ہے۔ حفظ الایمان لکھنے کی برکت سے وہ ایسے مقام پر پہنچے کہ۔ اَلْعَظَمَۃُ لِلّٰہِ۔ وصل صاحب بزم جمشید کے صفحہ ۳۶ پر اپنے پیر و مرشد کی زبانی اس اعلیٰ مقام کا بیان ان الفاظ سے کر رہے ہیں (دیکھو سطر سات اور آٹھ) "جس طرح حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو لوگوں نے نہیں پہچانا خدا معاف کرے، خدا معاف کرے مجھ کو بھی نہیں پہچانا۔" سردار کل کائنات۔ بِاَنْفُسِنَا ھُوَ وَبِاٰبَائِنَا وَاُمَّھَاتِنَا وَاَوْلَادِنَا۔ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اللہ جل شانہ فرما رہا ہے "وَکَانَ فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا" اور فرما رہا ہے "فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَا اَوْحٰی۔" بشر تو درکنار ملکِ مقرب تک نہیں جانتا کہ وہ فضل عظیم کتنا ہے۔ اور اللہ نے آپ کو کیا وحی کی اور آپ کو کیا کچھ عنایت کیا۔ اور مولوی صاحب نہایت آسانی سے لکھ جاتے ہیں: "تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے ایسا علم تو الخ" یہ ہے "خدا معاف کرے خدا معاف کرے مجھ کو بھی نہیں پہچانا" کا اعلیٰ مقام۔

خواجہ پندارد کہ مردِ واصل است ۔۔۔ حاصلِ خواجہ بہ جز پندار نیست

خصائصِ مبارکہ

یہ عاجز کہتا ہے کہ حضرت محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم از سر تا پا خصائص ہی خصائص ہیں۔ ائمۂ اعلام نے جو کتابیں لکھی ہیں اُن کو اٹھا کر دیکھا جائے اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے طریقۂ ادب پر نظر رکھی جائے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُن سے دریافت کرتے تھے "جانتے بھی ہو آج کونسا دن ہے" اور "جانتے بھی ہو یہ کونسا مقام ہے" صحابۂ کرام کو خوب معلوم تھا کہ وہ دن ایام تشریق میں سے تھا اور وہ مقام مشعر حرام تھا۔ لیکن انھوں نے جواب میں کہا۔ اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتا ہے۔ صحابہ نے اپنی ہمہ دانی کا اظہار نہیں کیا۔ وہ سمجھتے تھے کہ ان کے دیکھنے اور آپ کے دیکھنے میں اور ان کے علم اور آپ کے علم میں صرف اسمی اشتراک ہے۔ ورنہ چہ نسبت خاک را بہ عالمِ پاک۔

لَا یُمْکِنُ الثَّنَاءُ کَمَا کَانَ حَقُّہٗ　　　بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

اور پھر یہ عاجز کہتا ہے۔ بالفرض والتقدیر اگر آپ کی تخصیص نہ بھی ہو۔ تو کیا ادب اس سیاق کا مقتضی ہے، کیا کوئی تلمیذ اپنے معلّم سے کہے گا۔ آپ نے بھی طالب علمی کی تھی اور میں نے بھی کی ہے، یا کوئی مرید اپنے مرشد سے کہے گا آپ نے بھی صاحب بصیرت بننے کی کوشش کی تھی اور میں نے بھی کی ہے اور کیا یہ ادب کا طریقہ کہلائے گا۔ اللہ تعالیٰ اپنے کلام پاک میں جابہ جا آپ کے ادب کرنے کے طریقے ہم کو بتا رہا ہے اور ہم اس کا خیال نہ کریں۔ رَبُّنَا الرحمٰن المستعان علی ما تصفون

المہنّد کسی صاحب نے ۱۳۲۵ھ میں رسالہ المہنّد لکھا ہے۔ علمار دیوبند کی اُن عبارتوں کو جن پر فریق ثانی کو اختلاف ہے۔ اس رسالہ میں عربی میں بیان کیا ہے، تاکہ ان کی صحت اور عدم صحت کے متعلق علمار اسلام کی رائے لی جاسکے۔ عاجز کو نہ ان باتوں سے تعلق ہے اور نہ اس رسالہ کا ذکر کرنا اگر مؤلفِ "بزم جمشید" جارحیت نہ کرتا۔ لہٰذا یہ عاجز صرف "حفظ الایمان" کی تعریب اور پھر اس کے ترجمہ کا جائزہ لیتا ہے۔

المہنّد نے حفظ الایمان کی عبارت کو ان الفاظ میں پیش کیا ہے:" اس غیب سے مراد کیا ہے۔ یعنی غیب کا ہر ہر فرد یا بعض غیب، کوئی کیوں نہ ہو۔ پس اگر بعض غیب مراد ہے تو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی تخصیص نہ رہی۔ کیونکہ بعض غیب کا علم اگرچہ تھوڑا سا ہو، زید و عمر بلکہ ہر بچہ اور دیوانہ بلکہ جملہ حیوانات اور چوپاؤں کو بھی حاصل ہے۔" اور اسی عبارت کو عربی جامہ پہنایا ہے۔ رسالہ حفظ الایمان میں جو عبارت ہے، یہ عاجز نقل کرچکا ہے۔ دونوں عبارتوں کے الفاظ میں بڑا فرق ہے۔ اور خرابی کی جڑ "کلمہ ایسا" کو معرّب و مترجم صاحب نے حذف کر دیا ہے۔ عبارت کو انہی الفاظ سے جو حفظ الایمان میں ہیں نہ لکھنا اور خرابی کی جڑ کو حذف کرنا۔ ظاہر کر رہا ہے کہ خود معرّب و مترجم کو پورا کھٹکا تھا۔ کہ اگر وہی الفاظ بیان کئے گئے اور انہی کو عربی کا لباس پہنایا گیا تو یقیناً علمار کرام کی آرار موافقت میں نہیں آئیں گی۔

عبارت کا بدلنا معرّب و مترجم صاحب اس کو دیکھیں۔ کہ یہ رسالہ حفظ الایمان ۱۳۱۹ھ میں لکھا گیا۔ بے شمار بندگان خدا کے قلوب مجروح

ہوئے۔ ان کے دلوں پر مرہم رکھنے کے لئے ۱۳۲۹ھ میں بسط البنان کا ظہور ہوا۔ جس کی عدمِ افادیت کا اظہار حضرت سیدی الوالد قدس سرہ نے ان الفاظ میں فرمایا۔ "تمہارے اس رسالہ کو پڑھ کر کتنے لوگ گمراہ ہوئے۔ ہم دوسرے رسالہ کو لے کر کیا کریں"۔ اللہ کے ایک ولی کی زبان سے یہ الفاظ نکلے تھے۔ بھلا کس طرح رائیگاں جاتے۔ ان کا اثر ہوا، اور کامل اثر ہوا، آپ کی وفات کے بعد ۱۳۴۲ھ میں خود مؤلف نے اس گندی عبارت کا خاتمہ کر دیا۔ اور رسالہ "تغییر العنوان" میں صراحت کے ساتھ لکھدیا "اس طرح بدلتا ہوں۔" اور "اس طرح پڑھا جائے۔" مترجم صاحب خیال فرمائیں کہ ایک معمولی رسالہ کے واسطے اتنی دردسری کیوں مول لی جارہی ہے۔ کہ خود مؤلف اس کی وضاحت کے واسطے پہلے رسالۂ بسط البنان لکھتے ہیں۔ اور پھر مجبور ہو کر رسالہ تغییر العنوان لکھ کر عبارت بدلتے ہیں۔ اور معرب و مترجم صاحب بھی اس گندی عبارت کی اصلاح کر کے عالمِ اسلام کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ آخر یہ سب کچھ کیوں ہو رہا ہے۔ کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے۔ اس سلسلہ میں پیر صاحب بغدادی حیدرآبادی کا بیان ص ۶۱۶ پر آرہا ہے۔

بہرحال جس دن سے مؤلف نے اپنی عبارت کو بدلا، حفظ الایمان کو اس گندی عبارت سے چھاپنا شرعاً و اخلاقاً جائز نہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ اس قسم کے رسائل کو پڑھ کر جن لوگوں کی ذہنیت بدل گئی ہے، اُن کو اس گندی عبارت میں جو لطف آتا ہے۔ وہ اصلاح شدہ عبارت میں نہیں آتا۔ لہٰذا وہ اسی پہلی گندی عبارت میں اس کو چھاپ رہے ہیں۔

دلّی کے ایک واعظ

یہ عاجز اُن نیم مُلّا افراد کو دیکھ رہا ہے جن کا پیشہ واعظی ہے کہ وہ اس قسم کے رسائل کو پڑھ کر نہایت تیزی کے ساتھ گستاخی اور بے ادبی کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ یہ عاجز چار سال پہلے کا ایک واقعہ لکھ رہا ہے۔ تاکہ حفظ الایمان جیسے رسائل کی قباحت و شناعت معلوم ہو جائے۔

ایک مولوی صاحب نے قرآن مجید کے ترجمہ ختم کرنے کے سلسلہ میں جلسہ کیا۔ جہاں شہر کے دوسرے علماء و فضلاء کو بھی بلایا۔ وہاں اس عاجز کو بھی بلایا۔ اِس سلسلہ

میں دو ۲ مرتبہ وہ اس عاجز کے پاس آئے۔ اور نہایت اصرار کیا۔ چونکہ ختم کلام پاک کا مبارک جلسہ تھا یہ عاجز چلا گیا۔ یہ واقعہ جمعرات کا دن تمام کرکے شب جمعہ ۱۱ رجب ۱۳۸۸ھ مطابق ۳ اکتوبر ۱۹۶۸ء رات کے ساڑھے نو بجے کا ہے۔ یہ جلسہ پھاٹک تیلیان نزد ترکمان دروازہ میں تھا۔ اس عاجز کے ساتھ عبدالحی خاں بھی تھے۔ مولوی صاحب نے کلام پاک کا ترجمہ کیا اور اُن کے بعد ایک واعظ وعظ کرنے لگے۔ انھوں نے حضرتِ محبوب رب العالمین سید الانبیاء والمرسلین (بِنَفْسِی ہُوَ وَبِآبَائِیْ وَاُمَّہَاتِیْ وَاَوْلَادِیْ) صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کہا۔

"آپ پانچ سال کے ہوئے دس سال کے ہوئے، کچھ بھی نہیں، پندرہ سال کے بیس سال کے ہوئے کچھ بھی نہیں، پچیس سال کے تیس سال کے ہوئے کچھ بھی نہیں، پینتیس سال کے چالیس سال کے ہوئے، کچھ بھی نہیں، اب آپ کو نبوت ملی اور آپ کی وہ بات حجت ہوئی جو وحی سے ہو ورنہ کچھ بھی نہیں، آپ نے شہد حرام کرلیا تو اللہ نے ان کو ڈانٹا۔ لِمَ تُحَرِّمُ مَا اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ۔ تم کون ہوتے ہو اللہ کی حلال کی ہوئی شئے کو حرام کرنے والے۔"

جس وقت اس بے ادب نے یہ الفاظ کہے، یہ عاجز آیت شریفہ۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَہُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّ لَہُمْ عَذَابًا مُّہِیْنًا۔ پڑھتا ہوا اُٹھ آیا اور عبدالحی خان صاحب بھی ساتھ آگئے۔ گھر پہنچ کر اُسی وقت اس بیان کو لکھ لیا۔ یہ عمر میں پہلی بار تھی کہ عاجز نے حضرت محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایسی بے ادبی کے الفاظ کسی شقی سے سُنے ہوں۔ افسوس صد افسوس۔ گر سنگ ازیں حدیث بنالد عجب مدار۔ اِلَی اللّٰہِ الْمَفْزَعُ وَاِلَیْہِ الْمُشْتَکٰی۔ اَللّٰہُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ عِلْمٍ لَّا یَنْفَعُ وَقَلْبٍ لَّا یَخْشَعُ۔

اس واعظ نے بار بار آپ کے متعلق "کچھ بھی نہیں" کا استعمال کیا۔ اور آپ ارشاد فرما رہے ہیں۔ کُنْتُ نَبِیًّا وَّاٰدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ۔ اور اللہ تعالیٰ سورۂ فتح میں فرما رہا ہے "لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَتُعَزِّرُوْہُ وَتُوَقِّرُوْہُ" تاکہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول کی تعظیم اور توقیر کرو۔

بیواعظ کہتا ہے "آپ کی وہ بات حجت ہوئی جو وحی سے ہو" اور رب العزت ارشاد فرما رہا ہے۔ وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ یعنی آپ خواہش نفسانیہ سے بات نہیں کرتے جو کچھ بھی آپ فرماتے ہیں وہ وحی الٰہی ہے۔ آپ تو سراپا رحمتِ عالم تھے۔ آپ کے ہر فعل میں امت کے واسطے رحمت ہی رحمت ہے۔ اس واقعہ سے امت کو جو فوائد حاصل ہوئے اہلِ بصیرت نے ان کا بیان کیا ہے۔ کور باطن ان کو کیا سمجھے۔

یہ بے ادب کہہ رہا ہے "اللہ نے ان کو ڈانٹا"۔ مَا لَهُم بِهِ مِنْ عِلْمٍ وَلَا لِآبَائِهِمْ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ إِن يَقُولُونَ إِلَّا كَذِبًا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نہایت محبت اور احترام سے اپنے حبیب کو يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ سے مخاطب فرما کے لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ ارشاد کر رہا ہے۔ اور یہ کور باطن کہہ رہا ہے "تم کون ہوتے ہو اللہ کی حلال کی ہوئی شے کو حرام کرنے والے"۔ کیا یہ بے ادب کہیں دکھا سکتا ہے۔ کہ آپ نے یہ فرمایا ہو۔ میں اللہ کی حلال کردہ شے کو حرام کر رہا ہوں۔ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا۔

جائے عبرت

ان مدعیانِ علم کا یہ حال ہے اور جن افراد کو یہ لوگ فاسق کہتے ہیں اُن کا یہ حال ہے جو نثار احمد صاحب فریدی فاروقی نے یکشنبہ یکم شعبان ۱۳۹۲ھ مطابق ۱۰ ستمبر ۱۹۷۲ء کو سنایا اور پھر اس عاجز کی طلب پر سات دن بعد لکھ کر دیا۔ جزاہ اللہ خیرا اُن کی تحریر یہ ہے۔

علّامہ اقبال کا واقعہ

"ڈاکٹر خلیفہ عبد الحکیم مرحوم نے اپنے ایک مضمون میں یہ واقعہ لکھا ہے۔ اور غالباً اس کی روایت مولانا عبد المجید سالک نے اپنی کتاب "یارانِ کہن" یا "سرگزشت" میں کی ہے۔ کہ علّامہ اقبال مرحوم سے ملاقات کرنے کے لئے ایک مسلمان نوجوان آئے۔ یہ ولایت سے تازہ وارد تھے اور وہاں کی کسی یونیورسٹی سے فارغ ہو کر آ رہے تھے۔ انھوں نے علّامہ اقبال کے سامنے اثنائے گفتگو میں "محمد صاحب" (روحی فداہ) کہا۔ علّامہ نے اچانک رونا شروع کر دیا۔ حاضرین اور خود وہ نوجوان حیرت زدہ تھے کہ یہ کیوں رو رہے ہیں۔ چند ثانیوں کے بعد علّامہ نے بہت درد بھری آوازمیں حاضرین سے کہا۔ "میں یہ سوچ کر رو رہا ہوں کہ اس قوم کا کیا انجام ہونا ہے۔ جس قوم کے تعلیم یافتہ

نوجوان اپنے پیغمبر کا نام لینا بھی نہیں جانتے۔" خلیفہ صاحب کا بیان ہے کہ علامہ کے اس طرزِ عمل اور کلام سے وہ نوجوان اتنے خجل ہوئے کہ پھر وہ جتنی دیر بھی موجود رہے ایک لفظ بھی اپنی زبان سے ادا نہ کر سکے۔"

علامہ اقبال رحمہ اللہ ورضی عنہ کا کھٹکا بالکل صحیح تھا۔ مسلمانوں پر جو آفتیں نازل ہو رہی ہیں بلا وجہ نہیں ہیں۔ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِن كَانُوٓا اَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ۔ بھلا مسئلہ بیان کرنے کے سلسلہ میں ایسی گستاخیاں۔ اَلْاَمَان اَلْحَفِيظ۔

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است

جناب مفتی عزیز الرحمٰن

میرٹھ میں آپ تفسیر مظہری کی تصحیح فرماتے تھے۔ مولوی حافظ کفایت اللہ آپ کو تفسیر سنایا کرتے تھے۔ حافظ صاحب جناب مولانا محمود الحسن کے شاگرد اور جناب مفتی صاحب کے مرید تھے۔ مفتی صاحب شاہ رفیع الدین نانوتوی کے اور وہ شاہ عبد الغنی مجددی کے خلیفہ تھے۔ ایک دن حافظ صاحب کے ساتھ جناب مفتی صاحب نسبت شریفۂ مجددیہ لے کر حضرت سیدی الوالد سے ملنے تشریف لائے۔

حافظ صاحب کا بیان ہے کہ حضرت سیدی الوالد کھڑے ہو کر حضرت مفتی صاحب سے ملے۔ اور دونوں حضرات کی آنکھوں سے محبت کے آنسو جاری ہوئے۔ قدس اللہ اسرار جمیعہم۔

حافظ کفایت اللہ نے یہ بھی بیان کیا کہ اس کے علاوہ ایک دن جناب مفتی صاحب اور جناب مولانا محمود الحسن صاحب آپ سے ملنے گئے۔ میں بھی ساتھ تھا۔ آپ ان دونوں صاحبان سے مل کر بہت خوش ہوئے اور یہ دونوں صاحبان بھی آپ کی محبت لے کر رخصت ہوئے۔ حضرت مفتی صاحب تیرہ سو اکتیس یا بتیس میں دِلّی آ کر بھی آپ سے ملے۔ رحمہم اللہ۔

مولانا اختر شاہ خان کا قصیدہ

مولانا اختر شاہ خان امروہوی۔ میرٹھی نے آپ کی شان میں درج ذیل قصیدہ کہا۔

قصیدہ

مرحبا اے مظہرِ ذاتِ خدائے لایزال وے کہ در وصفت زبانِ عقلِ اوّل گشت لال

مرحبا اے غیرتِ خورشیدِ عالمتابِ دہر — کز ضیا رت ورد مے آمد مہ کامل ہلال

مرحبا اے مایۂ صد گونہ فخرِ اولیا — کز فیوضِ صحبتِ تو جامِ جم گرد دسفال

ہر زماں اہلِ زمیں اند از درونت مقتبس — می سزد گر گویم آں را آفتابِ بے زوال

نیستی عیسیٰ ولے بخشی حیاتِ جاوداں — نیستی یوسف ولے داری جمالِ بے مثال

در حضورِ لامع النورت ہوا جس[۱] ترت مرت — ورو جودِ کامل الجودت وساوس تال و مال[۲]

بس کہ یکتا ہست، گوید فلسفی ہم لا کلام — انقسامِ جوہرِ فردِ کمالت را محال

افتخارِ صاحبِ اَلْفَقْرُ فَخْرِی گشتہ ای — بس کہ کردی دولتِ دنیائے دوں را پائمال

تو ابو الخیری و محمودی و مسعودِ ازل — خیریت از ذاتِ تو یابد چگونہ انفصال

آستانت راست در فوقیت فردوس شک — خادمانت راست در تفضیلِ رضواں احتمال

قصرِ جاہت را بود خاتونِ لغما[۳] خاره[۴] — خدمتت را پیر گردوں بند از جوزا دوال

بس کہ از ذاتِ رفیعت گشت دہلی مرتفع — دارد از خلدِ بریں اندیشۂ عین الکمال[۵]

بس کہ می ریزی بہ کامِ طالبان آبِ حیات — خضر و الیاس اند دائم غرقِ آبِ انفعال

ہمتت مستغرقِ بحرِ رضا ماند مدام — کے بہ داما نش نشیند از جہاں گردِ ملال

کے خسانِ دہر را گنجائشے در قلبِ تو — کاتشِ عشقِ خدا دارد درو بس اشتعال

دیو را یَا لَیْتَنِیْ کُنْتُ تُرَابًا ورد شد — بس کہ از دستِ تو می یابد مدام گوشمال

شانِ عنقا را چہ داند جغدِ دوں، نادر نہ شد — ناقصے در شانِ والائے تو کرد، از قیل و قال

کور باطن ار نیابد در حضورت گو میا — شپرک خورشید را ہرگز نہ می خواہد وصال

در حضورت طالباں را مرگ ہم باشد حیات — زندگی باشد مگر در غیبتت جاں را وبال

مختصر گویم کہ نتوانم صفاتت حصر کرد — با جمالی، با جلالی، باکمالی، خوش خصال

---

۱ ہوا جس ترت مرت۔ ای خطرہا برباد۔ منہ ۲ تال و مال۔ ای برباد۔ منہ ۳ خاتون لغما۔ ای آفتاب۔ منہ۔ ۴ خاره۔ جاروبے را گویند کہ بر سرِ چوبِ درازے بندند و سقفِ خانہ را بدان روبند۔ برہان۔ منہ ۵ عین الکمال۔ ای چشم زخم۔ منہ رحمہ اللہ۔

جو بدار گواے زمن اوصافِ پاکت را دلیل   گو نمیش خود شمس آمد بر وجودِ شمس دال

حجتے زیں ہم عیاں تر گر بخواہد گو نمیش   حاسداں چوں در عذاب اندازنہ می زد اکمال

مدحتت را ختم سازم بر دعاے زانکہ نسبت   اخترے را ہیچ خورشیدِ شرف تابِ مقال

تا بود خیر و صلاح آثار مردِ نیک ذات   تا بود شر و فساد اطوار شخصِ بدمآل

حامیِ خیر و صلاح و ماحیِ شر و فساد   ذات پاکت را بدارد فضلِ ربِّ ذوالجلال

مولانا اختر شاہ خاں نہ آپ سے بعیت تھے اور نہ کبھی آپ کے پاس دِلّی آئے۔ صرف میرٹھ میں چند بار اُن کی ملاقات آپ سے ہوئی۔ اُن کا مسلک دیوبندی تھا۔ البتہ آپ کے مخلصین سے اُن کی خوب ملاقات تھی۔ انھوں نے آپ کے خطوط پڑھے اور آپ کے مریدوں کے احوال کو دیکھا اور دل و جان سے آپ کے معترف ہوئے۔ حضرت سیدی الوالد قدس سرہ اپنی وفات سے دو سال پہلے حافظ حفیظ الدین کی بیٹی کی شادی میں دو تین رات کے واسطے میرٹھ تشریف لے گئے۔ جب آپ نے نکاح پڑھا دیا تو مولوی صاحب نے کھڑے ہو کر آپ کی مدح میں ایک قصیدہ پڑھا۔ نہایت عمدہ قصیدہ تھا۔ اس کی نقل عاجز کو دستیاب نہ ہوسکی ورنہ اس کو بھی نقل کرتا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ واکرمہ۔

نمازِ جمعہ اور احتیاطِ ظہر

آپ کا مسلک یہ تھا کہ اگر جمعہ کی شروط میں سے کوئی شرط نہیں پائی جاتی تو جمعہ مسقطِ فرض نہیں ہے۔ آپ فرماتے تھے ہندوستان میں تمام شرائط نہیں پائی جاتیں لہذا ظہر کی نماز کا پڑھنا فرض ہے۔ اس سلسلہ میں مولوی عبدالرحمٰن پسر مولوی امام الدین ساکن نکودر ضلع جالندھر نے آپ کو ایک خط لکھا۔ اور آپ نے ان کو یہ جواب تحریر فرمایا: "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ سعادت نشان عبدالرحمان کو بعد سلام علیک واضح ہو کہ شرائطِ جمعہ میں سے کوئی شرط اگر یقیناً مفقود ہو تو جمعہ مسقطِ فرضِ ظہر نہیں، فرض ادا کرنا ضرور فرض ہے۔ کتبِ معتبرہ مذہب ہدایہ، شرح وقایہ، قدوری، کنز سے یہ مسئلہ ظاہر ہے۔ مذہب حنفی کو اور شرائطِ مرقومۂ کتب کو جو لوگ معتبر جانتے ہیں۔ اُن کا یہی مسلک ہے۔ اور جو لوگ اصل سے مذہب کو اور شرائطِ مرقومۂ کتب کو حق اور معتبر نہیں جانتے اُن کا مسلک مائل غیر مقلدی

کی طرف ہے وہ سیدھے راہ پر نہیں۔ علم ضروری حاصل کرلو اور اس کے بعد تکمیل علم قراءت کے واسطے مصر کو جانا ان شاء اللہ تعالیٰ مناسب ہے۔ وہ علم پورا اُس ملک میں ہے یہاں نہیں اور خود قرآن مجید سے وہ علم متعلق ہے بلا واسطہ۔ وفقنی اللہ سبحانہ وایاک لما یحبہ ویرضاہ والسلام شنبہ یکم جمادی الاولیٰ ۱۳۳۰ھ

عبداللہ ابوالخیر فاروقی عفا اللہ تعالیٰ عنہ وعن والدیہ واحسن فی الدارین الیہما والیہ

یہ عاجز کہتا ہے۔ جمعہ کے متعلق آپ کی تحریر بالکل واضح ہے۔ سلطان کا ہونا اناء عاظم شرط ادائے نماز جمعہ ہے اور یہ شرط ہندوستان میں یقیناً مفقود ہے۔ جس شخص کا مسلک کتب معتبرہ قدمائے حنفیہ اور ظاہر الروایہ وظاہر المذہب پر ہو۔ اُس کے نزدیک نماز جمعہ یقیناً نفل ہے۔ لأن الأداء لا یصح بانتفاء شروطہ ویصح بانتفاء شروط الوجوب طحطاوی اور علامہ ابن الہمام نے لکھا ہے۔ مالم یتحقق وجود الشرط لم یحکم بوجود الجمعۃ فلم یحکم بسقوط الفرض واللہ سبحانہ اعلم۔

آپ سے مولوی عبدالسلام پانی پتی نے جمعہ کے متعلق دریافت کیا۔ آپ نے مالم یتحقق سے آخر تک عربی عبارت ان کو سنائی۔ اور فرمایا۔ جب شرط مفقود ہے تو مشروط بھی مفقود ہے۔ شعارِ اسلام ہونے کی وجہ سے ہم جمعہ پڑھ لیتے ہیں۔ اور ظہر کی نماز پڑھ کر فرض ادا کرتے ہیں۔

خواجہ محمد ہاشم کشمی رحمۃ اللہ نے برکات الاحمدیہ الباقیہ معروف بہ زبدۃ المقامات میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کے متعلق لکھا ہے: " ظہر را نیز بعد ادائے جمعہ احتیاطاً می گزاروند "

مُلّا احمد جیون جونپوری نے " التفسیرات الاحمدیہ " بر نظر ثانی ۱۰۷۵ھ میں کی ہے۔ انھوں نے اس تفسیر میں شرائط جمعہ کا بیان کیا ہے۔ اور پھر لکھا ہے۔ علماء میں اختلاف پیدا ہوگیا ہے۔ بعض نے جمعہ کی نماز پڑھنی چھوڑ دی۔ ترکوا الجمعۃ اصلاً۔ اور بعض نے صرف جمعہ کی نماز پر اکتفا کی۔ اکتفوا بہا فقط۔ اور بعض اپنے گھر میں ظہر کی نماز پڑھ کر جمعہ کی نماز پڑھنے کو جاتے ہیں۔ اور بعض اکثر پہلے جمعہ کی نماز پڑھتے ہیں۔ کیونکہ وہ اسلام کے شعائر

میں سے ہے اور اس کے بعد ظہر کی نماز پڑھنے کا التزام کرتے ہیں۔ کیونکہ شکوک کی کثرت اور اوہام کا غلبہ ہوگیا ہے۔ اگرچہ اسلام میں جمع بین الفرضین نہیں ہے۔ التزموا بعدھا اداء الظہر لکثرۃ الشکوک فی شانھا وغلبۃ الاوھام وان کان لا یجوز الجمع بین الفرضین عند اہل الاسلام۔

حضرت سیدی الوالد قدس سرہ جمعہ کی نماز کے بعد۔ ظہر کی نماز کا ملاً پڑھتے تھے۔ پہلے چار سنتیں، پھر چار فرض اور پھر دو سنتیں آپ نے ایک بیاض کی جلد پر تحریر فرمایا ہے۔

"اذا فات الشرط فات المشروط۔ لہذا چہار رکعتِ ظہر خواندن لازم است۔"

ایک نیم ملّا کا فتنہ برپا کرنا اگر بزم جمشید والوں نے اپنی نادانی اور کم علمی کا اظہار کرتے ہوئے لکھا ہے۔" یہ محقق اور کامل نہ ہونے کی علامت تھی۔" یعنی نماز میں حضور قلب کو قائم رکھنے کے لئے جو اہتمام آپ فرماتے تھے یہ محقق اور کامل نہ ہونے کی وجہ سے تھا۔ اُن کے بھائی نے میرٹھ میں یہ فتنہ برپا کیا۔ کہ آپ جمعہ کی نماز کے بعد ظہر کے چار فرض پڑھتے ہیں۔ لہذا آپ کا جمعہ پڑھنا نفل ہے۔ اور ہم لوگ جمعہ کو فرض کہتے ہیں۔ لہذا فرض کہنے والے کی نماز جمعہ آپ کے پیچھے جائز نہیں۔ اور یہ فتویٰ اس بنا پر دیا کہ جامع مسجد کے امام صاحب جمعہ کے دن آپ کو امام بناتے تھے۔ ان مولوی صاحب کو یہ بات ناگوار گزری۔ اور ادھر مولوی اشرف علی صاحب کا قصہ ہو چکا تھا۔ مولوی صاحب کے اس فتوے پر عجیب شورش پیدا ہوئی۔ پنجابی سوار رجمنٹ کے بیشتر افراد آپ سے بیعت تھے۔ اُن میں سے ایک نے قصد کیا کہ مولوی صاحب کو جسمانی ایذا پہنچائیں۔ اس کی خبر صدر بازار کے مخلصین کو ہوئی اور آپ تک خبر پہنچی، آپ نے سختی سے اس شخص کو منع کیا۔ اور ارادہ فرمایا کہ شہر کی جامع مسجد جانا چھوڑ دیں۔ لیکن صدر بازار کے مخلصوں نے ایک آدمی کے ہاتھ دارالعلوم دیوبند استفتار ارسال کیا۔ وہاں سے فتویٰ آیا۔ اور اس کو ان لوگوں نے شائع کیا۔ اس طرح نیم مُلّا کا فتنہ فرو ہوا۔ فتح القدیر میں لکھا ہے۔" اذا دام الاشتباہ قائماً فلا یجزم بکونھا نفلاً۔" جب کہ ظہر کی نماز کی نفلیت قطعی نہیں تو پھر قیل وقال کے لئے کیا گنجائش۔ اللہ سب کو سمجھ دے۔

پنجابی سوار رجمنٹ

اس رجمنٹ میں آپ کے بہ کثرت مرید تھے۔ جیسے عدالت خاں مہتاب شاہ۔ بولے خاں رشیر احمد۔ عبداللہ خاں۔ محبوب خاں فضل الٰہی وغیرہم۔ یہ لوگ اپنی محبت اور اخلاص میں بہت پیش پیش تھے۔ انھوں نے ایک دن آپ سے خواہش ظاہر کی کہ وہ اسپ سواری کے کرتب آپ کو دکھائیں گے۔ آپ نے منظور فرمالیا۔ چنانچہ اُس چمن میں جہاں گھوڑے دوڑائے جاتے ہیں، آپ تشریف لے گئے۔ فوج کے انگریز افسر بھی بہ کثرت تھے۔ ان لوگوں نے نہایت خطرناک کرتب دکھائے۔ گھوڑوں کی پیٹھ ننگی تھی۔ گھوڑا سرپٹ دوڑ رہا ہے اور سوار اس کی پشت پر تیر کی طرح سیدھا کھڑا ہے۔ جب سوار آپ کے سامنے آتا تھا تو ہاتھ اُٹھا کر آپ کو سلام کرتا تھا۔ ایک نے سات گھوڑے دوڑائے اور وہ دوڑنے کی حالت میں ایک گھوڑے سے دوسرے پر۔ دوسرے سے تیسرے پر یہاں تک کہ چھٹے سے ساتویں پر گیا۔ ایک سوار کبھی لیٹ جاتا تھا۔ کبھی گھوڑے کی گردن پکڑ کر نیچے کو جھکتا تھا۔ اور اس کے علاوہ نیزہ بازی کے کرتب تھے۔ یہ کرتب دکھانے کے بعد ان لوگوں نے آپ کو ایک شامیانہ کے نیچے چائے پلائی۔ جزاہم اللہ خیراً ورحمہم وغفرلہم۔

سردھنہ کو جانا

نواب جانفشاں خاں سردھنوی آپ کے جدامجد حضرت شاہ احمد سعید قدس سرہ کے مخلصین میں سے تھے۔ ان کے بیٹوں میں سے صرف چھوٹے بیٹے بہ قید حیات تھے اور نوابی کے خطاب سے سرفراز تھے۔ اور بیٹوں کی اولاد میرٹھ اور بلند شہر میں آباد تھی، بیشتر آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل تھے۔ ان میں سے سید امجد علی شاہ آپ کے قدیم مخلص تھے اور معظم علی شاہ، اصغر علی شاہ، افضل علی شاہ، فرخ علی شاہ، حیدر علی شاہ، سلطان محمد خاں شاہ، دوست محمد خاں شاہ وغیرہم کو آپ سے کامل عقیدت اور محبت تھی۔ ان سب نے آپ سے سردھنہ تشریف لے جانے کو کہا۔ اور آپ نے منظور فرمالیا۔ میرٹھ سے سردھنہ ریل میں جانا ہوا اور سردھنہ کے اسٹیشن سے قیام گاہ تک بگھی میں، لیکن بگھی میں گھوڑے نہیں تھے۔ جانفشاں خاں کی اولاد بگھی کو کھینچ رہی تھی۔ اور اللہ اکبر کے نعروں سے سردھنہ کی فضا مرتعش تھی۔ ان تمام راستوں کو آراستہ کیا گیا تھا جہاں سے آپ کی سواری گزر رہی تھی۔ مختلف قسم کے اَعلام آویزاں تھے۔ چراغاں کی رونق قابل دید

تھی۔ تمام راستے پھولوں کی بارش ہوتی رہی۔ قیام گاہ پہنچنے پر آتش بازی چھوڑی گئی۔ اس موقع پر آپ نے فرمایا کہ "ان کے بزرگوں نے ہمارے جدامجد کو جب کہ وہ ہجرت کرکے حجاز تشریف لے جارہے تھے۔ دہلی سے لاہور تک مع الخیر پہنچایا تھا اور حکام سے ایسا کاغذ حاصل کیا تھا کہ راستہ میں کوئی مانع و مزاحم نہ ہو"۔ اصغر علی شاہ فرزند فتح علی شاہ فرزند جانفشان خان نے پُرکیف انداز میں آپ کے سامنے یہ نظم پڑھی۔

اصغر علی شاہ کی نظم

مظہرِ حق قامتِ دلجوئے تو — دیدہا محوِ رخِ نیکوئے تو
اے ہلالِ عیدِ جودِ ابروئے تو — چشمِ امیدِ مریداں سوئے تو
مفلسانیم آمدہ در کوئے تو — شیئاً للہ از جمالِ روئے تو

ہستم آوارہ بہ جستجوئے تو — خضر کو تا رہ نماید سوئے تو
تشنہ ام نوشم زلالِ جوئے تو — اے کلیدِ گنجِ فیض ابروئے تو
مفلسانیم آمدہ در کوئے تو — شیئاً للہ از جمالِ روئے تو

واقفِ اسرارِ پنہانی توئی — موردِ الطافِ رحمانی توئی
رازدارِ سرِ یزدانی توئی — خاصۂ درگاہِ سبحانی توئی
مفلسانیم آمدہ در کوئے تو — شیئاً للہ از جمالِ روئے تو

اے توئی ہر گمرہے را رہنما — منبعِ جودی و تو بحرِ سخا
نیست جز تو دردِ دلہا را دوا — ہاں نگاہِ لطف برایں بینوا
مفلسانیم آمدہ در کوئے تو — شیئاً للہ از جمالِ روئے تو

نائبِ خیر الوریٰ خوانم ترا — نفسِ دینِ مصطفیٰ خوانم ترا
وقتِ مایوسی ترا خوانم ترا — اے ستودہ رہنما خوانم ترا
مفلسانیم آمدہ در کوئے تو — شیئاً للہ از جمالِ روئے تو

بر درت اے شاہِ شاہاں آمدم — مضطر و خاطر پریشاں آمدم

همرهِ صد یاس و حرماں آمدم با ہزاراں شوق و ارماں آمدم
مفلسانیم آمدہ در کوئے تو شیئاً للہ از جمالِ روئے تو

مفت کردم عمرِ خود را من تلف گشتہ ام تیرِ ملامت را ہدف
گوہرِ مقصود گم شد از صدف مفلسم ہیچک ندارم من بہ کف
مفلسانیم آمدہ در کوئے تو شیئاً للہ از جمالِ روئے تو

دست من از کار رفتہ اے حبیب کار من از دست گشتہ بے نصیب
بر درت افتادہ مسکین و غریب نیست جز تو بہر دردِ دل طبیب
مفلسانیم آمدہ در کوئے تو شیئاً للہ از جمالِ روئے تو

ہادیا در پیش می دارم سفر پائے من لنگ است و منزل پُر خطر
خوف رہزن در دلم شام و سحر خواجۂ ما شاہِ ما بر ما نگر
مفلسانیم آمدہ در کوئے تو شیئاً للہ از جمالِ روئے تو

بر سرِ کوہ آفتابم آمدہ وقتِ صبح و باز خوابم آمدہ
سرزنشہا در جوابم آمدہ وقت یاس و اضطرابم آمدہ
مفلسانیم آمدہ در کوئے تو شیئاً للہ از جمالِ روئے تو

عمر آخر گشتہ و من بے خبر ہمرہاں در منزل و من در سفر
خود نہ کردم امتیازِ خیر و شر داری اے خواجہ ز احوالم خبر
مفلسانیم آمدہ در کوئے تو شیئاً للہ از جمالِ روئے تو

زادِ راہم جز گناہاں ہیچ نیست توشۂ من غیر عصیاں ہیچ نیست
در کفم جز یاس و حرماں ہیچ نیست بے سر و برگیم و ساماں ہیچ نیست
مفلسانیم آمدہ در کوئے تو شیئاً للہ از جمالِ روئے تو

نیست اندر جیب و داماں یک جوم توشۂ تا جانبِ عقبیٰ روم
در قطارِ خادمانت من ددم تا بگردم گرد و قربانت شوم
مفلسانیم آمدہ در کوئے تو شیئاً للہ از جمالِ روئے تو

نامۂ ایں اصغرِ گم کردہ راہ | از عملہائے زبوں گشتہ سیاہ
اولیا را ہست قدرت از الٰہ | تیر جستہ باز گردانند ز راہ
مفلسانیم آمدہ در کوئے تو | شیئاً للہ از جمالِ روئے تو
بس دریں عالم ہمیں خیر من است | خواجہ ام شاہِ ابوالخیر من است
صد ہزاراں خادمش غیر من است | خلد دیدارِ رخش سیرِ من است
مفلسانیم آمدہ در کوئے تو | شیئاً للہ از جمالِ روئے تو

اس نظم کا ایک ایک لفظ جس سوز و گداز کا پتہ دے رہا ہے، اصغر علی شاہ کے پڑھنے نے آگ پر تیل کا کام کیا۔ فرطِ عقیدت سے ہر ایک حاضرین میں سے رو رہا تھا۔ رحمہم اللہ جمیعاً رحمۃً واسعۃً۔

محبتِ مخلصین اور ایک حدیث

اس عاجز کو ان لوگوں کی محبت اور اخلاص کو دیکھ کر صحیحین کی یہ حدیث شریف یاد آجاتی ہے۔ عن ابنِ مسعودٍ قال جاءَ رجلٌ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہِ کیف تقول فی رجلٍ احبَّ قوماً ولم یلحق بھم فقال المرءُ مع من احبَّ یعنی رحمتِ عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص آیا۔ اور اس نے کہا۔ یا رسول اللہ آپ اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں کہ اُس کو ایک جماعت سے محبت ہے لیکن وہ اپنے اعمال کی وجہ سے اُس جماعت سے ملحق نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا۔ جس شخص کو جس سے محبت ہوگی وہ اسی کے ساتھ ہوگا۔" سبحان اللہ عاجز اور ناکارہ امتیوں کے لئے کیا روح افزا نوید ہے۔ اگر اعمال میں کمزوری ہے لیکن محبت کامل ہے وہ اس حدیث شریف کی بشارت میں شامل ہے۔ ھَنِیْئاً لَہٗ۔

آپ کی زجر و توبیخ

آپ کا برتاؤ مخلصین کے ساتھ، ایک مشفق اور مہربان باپ کا برتاؤ تھا۔ اپنی اولاد کی طرح مخلصین کو بھی جھڑکتے تھے۔ تنبیہ کرتے تھے۔ گھر سے نکال دیتے تھے۔ تاکہ وہ اخلاق رذیلہ کو چھوڑیں۔ اور اُن باتوں کو اختیار کریں۔ جن سے اللہ جل شانہ راضی ہوتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کے مخلصین میں انانیت

کا مرض نہیں تھا۔ یہی روش آپ کی سر دھنے والوں سے تھی۔ آپ کو کسی نے کوئٹہ خط لکھا۔ کہ معظم علی شاہ پسر جانفشان خان کسی مقدمہ میں ماخوذ ہو گئے ہیں۔ آپ نے دِلی مولوی بخش اللہ کو کارڈ لکھا۔ اس میں معظم علی شاہ کے متعلق تحریر فرمایا "ہم کو اطلاع دیں معاملہ کیا ہوا۔ کس نے نالش کی۔ قید تو نہیں ہوئے۔ یا قید ہو گئے۔ یا جرمانہ ہوا۔ افسوس۔

قرض کی پیتے تھے مے اور یہ سمجھتے تھے کہ ہاں رنگ لائے گی ہماری فاقہ مستی ایک دن

معظم علی شاہ کے واسطے دُعا

معظم علی شاہ مقدمہ بازی میں بہت مصروف رہا کرتے تھے۔ آپ نے بارہا ان کو روکا تھا لیکن وہ اپنی افتادِ طبع سے مجبور تھے۔ اس بار وہ ایسے پھنسے کہ رہائی کی صورت نظر نہیں آتی تھی۔ آپ جب کوئٹہ سے دہلی تشریف لائے تو وہ آستانۂ خیر پر حاضر ہوئے۔ آپ نے پہلے ان کو جھڑکا اور فرمایا۔ ہم نے تم سے بار بار کہا اور تم نے کچھ خیال نہ کیا۔ دو دن تک خانقاہ شریف میں گھسنے نہ دیا۔ وہ گلی میں پڑے رہے۔ اور عاجزی کرتے رہے۔

تا نہ گرید طفل کے جوشد لبن تا نہ گرید ابر کے خندد چمن

جب آپ نے سمجھ لیا کہ معظم علی شاہ صدق دل سے تائب ہو گئے ہیں اور اُن کو اپنے کئے پر ندامت ہے، تو آپ نے ان کو بلایا اور ان سے توبہ کرائی۔ اور پھر مبارک ہاتھ اُٹھا کر اس طرح دعا فرمائی۔ کہ پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھی اور پھر سورۂ فاتحہ۔ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ تک پڑھی اور پھر ان الفاظ سے دعا کی "اے اللہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں تو ہمارے اور معظم علی شاہ کے اور سب مسلمانوں کے گناہوں کو بخشدے اور معظم علی شاہ کو اس بلا سے نجات دے" آپ دعا کر رہے تھے۔ اور حاضرین بھی عاجزی کر رہے تھے۔ پھر آپ نے محبت سے معظم علی شاہ کے سر پر ہاتھ رکھا اور ان کو رخصت کیا۔ دوسرے دن مقدمہ کی میرٹھ میں پیشی تھی۔ عصر کو تار آیا کہ اللہ تعالےٰ نے اُن کو بری کر دیا۔

آپ حضرات مشائخ کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے متبع اور اُن کے ارشادات پر عمل کرنے والے تھے۔ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار کا ارشاد گرامی ہے کہ اللہ تعالےٰ کا فرمان ہے:۔

اُدْخُلُوا الْبُیُوْتَ مِنْ اَبْوَابِھَا۔ یعنی گھروں میں اُن کے راستہ سے داخل ہو۔ گھر چاہے ظاہری ہو، چاہے معنوی، طریقے اور قاعدے سے اس میں جانا چاہیئے۔ آپ نے معظم علی شاہ کو ایک دو دن گریہ و زاری کرنے دی۔

انفعالِ جُرم بہتر از غرورِ طاعت است ۔۔۔ مظہرا ے دو راز حقیقت بر نماز خود مناز

جب صحیح معنی میں انفعال ہو گیا تو آپ نے دعا کی اور ع اجابت از درِ حق بہرِ استقبال می آید۔ کا ظہور ہوا۔ وہ لوگ جو حضراتِ مشائخ کرام کے اقوال اور ان کے طریقوں سے واقف نہیں ہیں۔ وہ آپ پر اعتراضات کرتے ہیں۔ لِلّٰہِ فِیْ عِبَادِہٖ شُئُوْنٌ

مراجعتِ میرٹھ

آپ کی سردھنہ سے واپسی بھی اُسی شان عُبَیدُ اللّٰہی سے ہوئی جس کے متعلق مولانا جامی کہتے ہیں۔

زد بہ جہاں دولتِ شاہنشہی ۔۔۔ کوکبۂ فقرِ عُبَیدُ اللّٰہی

میرٹھ میں آپ کو معلوم ہوا کہ ایک صاحب نہایت سن رسیدہ ہیں۔ ان کی عمر تقریباً سوا سو سال کی ہے۔ آپ نے ان کو بلایا وہ نہایت شوق سے آئے۔ ان کے دانت تیسری بار نکلے تھے۔ انھوں نے اُن پاکیزہ نفوس کا ذکر کیا جن کو انھوں نے دیکھا تھا۔ ان کی باتوں سے آپ کو مسرت ہوئی اور دوران گفتگو میں بعض اوقات آبدیدہ بھی ہوئے۔ حاضرین میں سے ہر شخص پر رقت طاری تھی۔ رحمہ اللہ۔

مخلصین کی کیفیت

آپ کا قیام جس کوٹھی میں تھا وہ ایک بڑے رقبہ میں تھی۔ شرق اور شمال کی طرف پکی سڑک تھی۔ کوٹھی کی عمارت ایک طرف کو تھی دو طرف کھلا حصہ تھا۔ آپ جس وقت حلقہ فرماتے تھے۔ تو وہ افراد جن کا معاملہ باطن کچھ سُست تھا اور وہ آپ کے قریب جاتے ہوئے ڈرتے تھے۔ کافی دور فاصلہ پر آپ کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھ جاتے تھے۔ ان میں سے بعض افراد نے بیان کیا کہ اپنے گھر میں ہم اپنے قلب کو ذکر شریف میں مصروف کرنے کی کوشش کرتے تھے اور پھر بھی خاطر خواہ کامیابی نہیں ہوتی تھی۔ اور آپ کی نیت سے جب ہم آپ کی طرف روانہ ہوتے تھے قلب کی کیفیت میں تبدیلی واقع ہونی شروع ہو جاتی تھی۔ اور

جب ہم کوٹھی کی حدود میں داخل ہوتے تھے ہمارا قلب ذاکر ہو جاتا تھا۔ اور جتنی دیر ہم یہاں بیٹھتے تھے۔ ہمارا قلب ذکر الٰہی میں مصروف رہتا تھا۔

تفسیر طبری کی حدیث

یہ عاجز کہتا ہے امام ابو جعفر طبری نے تفسیر جامع البیان کی دوسری جلد کے اخیر میں۔ وَلَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَفَسَدَتِ الْاَرْضُ کے بیان میں جابر بن عبداللہؓ سے یہ حدیث شریف روایت کی ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اِنَّ اللّٰهَ لَيُصْلِحُ بِصَلَاحِ الرَّجُلِ الْمُسْلِمِ وَلَدَهٗ وَوَلَدَ وَلَدِهٖ وَاَهْلَ دُوَيْرَتِهٖ وَدُوَيْرَاتٍ حَوْلَهٗ وَلَا يَزَالُوْنَ فِیْ حِفْظِ اللّٰهِ مَا دَامَ فِيْهِمْ۔ یعنی مرد صالح کی صلاح کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے بچوں کو اور بچوں کے بچوں کو اور اس کے گھر کے لوگوں کو اور اس کے گھر سے متصل گھروں کے لوگوں کو صالح کرتا ہے۔ اور جب تک وہ مرد صالح اُن میں رہتا ہے وہ سب اللہ کی حفاظت میں رہتے ہیں۔ اور ابن عمرؓ سے یہ حدیث شریف روایت کی ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اِنَّ اللّٰهَ لَيَدْفَعُ بِالْمُؤْمِنِ الصَّالِحِ عَنْ مِائَةِ اَهْلِ بَيْتٍ مِنْ جِيْرَانِهِ الْبَلَاءَ۔ یعنی ایک مومن صالح کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے پڑوس کے ایک سو گھر والوں کی بلائیں ٹالتا ہے۔"

نارِ خنداں باغ را خنداں کند　　　صحبتِ نیکانت از نیکاں کند

میرٹھ سے کوئٹہ

میرٹھ میں غالباً پانچ ماہ قیام فرمانے کے بعد آپ دلّی ہوتے ہوئے ربیع الآخر ۱۳۳۰ھ مطابق اپریل ۱۹۱۲ء کوئٹہ تشریف لے گئے۔ وہاں اس عاجز کی خواہر کلاں کی طبیعت علیل ہوئی۔ آپ نے حافظ اشفاق الٰہی کو میرٹھ خط تحریر فرمایا۔ کہ ہم متعلقین کو لے کر میرٹھ آ رہے ہیں۔

بلند شہر کا قیام

آپ بیس رمضان ۱۳۳۰ھ مطابق ۲ ستمبر ۱۹۱۲ء کوئٹہ سے روانہ ہو کر میرٹھ میں حافظ اشفاق الٰہی کے گھر تشریف لے گئے۔ وہاں تھوڑی دیر قیام فرمایا تھا کہ شیخ وحید الدین شیخ بشیر الدین آپ کی خدمت میں پہنچے اور عرض کی کہ کوٹھی خالی ہے۔ آپ وہاں تشریف لے چلیں۔ چنانچہ آپ نے اس کوٹھی میں آٹھ دس

دن قیام کیا۔ اور قاری نیاز احمد صاحب نے وہاں تراویح میں قرآن مجید ختم کیا۔ عیدالفطر کے بعد آپ بلند شہر تشریف لے گئے۔ وہاں خان شیرین خاں کی کوٹھی میں کرایہ پر چند ماہ قیام رہا۔ یہ کوٹھی دلی کی سڑک سے متصل کالا آم کے پاس واقع ہے۔ اور بھونس کی کوٹھی کے نام سے مشہور تھی۔ آپ نے مولوی برکت اللہ کو ہانسی ضلع حصار خط تحریر فرمایا ہے۔ اس میں لکھا ہے: "ہم عشرۂ آخرۂ رمضان میں میرٹھ پہنچے، علاج و معالجہ سے فائدہ نہ ہوا، تو بلند شہر آئے۔ یہاں علاج سے نفع ہوا۔" اور تحریر فرمایا ہے "یہاں کا پتہ:۔ بلند شہر۔ کوٹھی بھونس والی۔ حضرت صاحب۔"

بلند شہر کے مولوی عبدالرشید نے چند سال پہلے اس عاجز سے بیان کیا کہ میں کوٹھی بھونس والی میں آپ سے بیعت ہوا۔ میں اُس زمانے میں مولوی احمد اللہ صاحب سے اُن کے مدرسۂ احمدیہ میں پڑھتا تھا جو کہ محلہ فراشان کی اُس مسجد میں ہے جو مُلّا حسن شہید کے مزار کے قریب ہے۔ ایک دن حضرت صاحب ملا حسن شہید کے مزار پر فاتحہ پڑھنے کے واسطے تشریف لے گئے۔ فاتحہ پڑھ کر آپ نے مولوی احمد اللہ صاحب سے کہا: "ملا حسن نے ہم کو شیشہ پر جگہ دی۔" مولوی صاحب نے کہا: "حضور کا قلب آئینہ ہے اس لئے شہید صاحب نے حضور کو شیشہ پر جگہ دی۔"

گلاوٹی

گلاوٹی کے حکیم محمد سعید صاحب ہمشیرۂ محترمہ کے علاج کے سلسلہ میں اکثر آپ کے پاس حاضر ہوا کرتے تھے۔ وہ آپ کو ایک دن کے واسطے گلاوٹی لے گئے۔ وہاں آپ نے میرمہربان علی رئیس کے مزار پر فاتحہ پڑھی، پھر آپ نے حاضرین سے فرمایا۔ "میرمہربان علی کی ڈاڑھی میں سفیدی آچلی ہے اور دو دانت سامنے کے ٹوٹے ہوئے ہیں۔" حاضرین میں سے کسی نے آپ سے کہا۔ کیا میرمہربان علی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا: "ہم اس وقت ان کو دیکھ رہے ہیں۔" اور آپ نے اپنے مبارک ہاتھ سے اشارہ ان کی قبر کی طرف کیا۔ بلند شہر میں اللہ تعالیٰ نے ہمشیرہ صاحبہ کو شفا دی۔ اور آپ چالیس بیتالیس دن وہاں قیام کرکے بخیر دلی تشریف لے آئے۔

ترکیہ کو طبی وفد

طرابلس اور بلقان کی لڑائیوں سے حکومت ترکیہ کو جن تکالیف

کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ آپ کو حکومتِ ترکیہ اور خلیفۃ المسلمین سے قلبی تعلق تھا۔ اکثر آپ نماز میں قنوت پڑھا کرتے تھے۔ ۱۹۱۲ء میں دِلّی کے مسلمانوں نے ترکیہ کو طبّی وفد بھیجنے کے لئے چندہ جمع کیا۔ ڈاکٹر مختار احمد انصاری کو وفد کا رئیس تجویز کیا گیا اور اس وفد کو رخصت کرنے کے لئے جامع مسجد کی سیڑھیوں پر جلسہ منعقد کیا گیا۔ جامع مسجد کے جنوبی دالان اور سیڑھیاں اور اس کے سامنے کا میدان لوگوں سے بھرا ہوا تھا۔ مولانا محمد علی اور حکیم محمد اجمل خاں نے تقریریں کیں۔ اس جلسہ میں آپ کو بھی خاص طور سے بلایا تھا۔ کہ دعا آپ فرمائیں۔ اس عاجز سے ان لوگوں نے بیان کیا جو اس موقع پر موجود تھے۔ کہ تمام میدان اور سیڑھیاں لوگوں سے بھری ہوئی تھیں۔ اس بھیڑ میں سے کسی کا گزرنا نہایت مشکل تھا۔ جب آپ کی تشریف آوری ہوئی۔ اور مولانا محمد علی اور حکیم محمد اجمل خان کی نظریں آپ پر پڑیں تو خوشی کی ایک لہر سی دوڑ گئی۔ اور جس طرح کائی پھٹتی ہے۔ اس طرح مجمع پھٹا اور آپ کے واسطے ایک راستہ بن گیا۔ آپ سیڑھیوں کے اوپر اس مقام پر پہنچ گئے جہاں ارکانِ وفد، مولانا محمد علی، اور حکیم صاحب و دیگر عمائدین کھڑے تھے۔

حیاتِ اجمل "حیات اجمل" میں ڈاکٹر مختار احمد انصاری کی ایک تحریر ہے۔ جس میں انھوں نے اس کیفیت کا بیان کیا ہے۔ یہ عاجز اُن کی تحریر کا ایک حصہ نقل کرتا ہے۔

"دِلّی کے عام مسلمانوں میں ایک ایسی رُوح پیدا ہو گئی تھی کہ تنہا انھوں نے پچاس ساٹھ ہزار روپیہ جمع کیا۔ وفد کو رخصت کرتے وقت مسجد جامع اور اس کے سامنے کے میدان میں آدمیوں کے سروں کے سوا کوئی دوسری چیز نظر نہیں آتی تھی۔ یہ مجمع نہ صرف آدمیوں کی تعداد اور اُن کے جوش کے لحاظ سے ایک تاریخی حیثیت رکھتا تھا۔ بلکہ دِلّی میں شاید شاہانِ مغلیہ کے بعد اپنے تزک و احتشام میں یکتا تھا۔ حکیم صاحب اور محمد علی صاحب کی الوداعی تقریروں نے اور مولانا شاہ ابو الخیر کی رخصتی دعا نے ایسے گہرے اثرات چھوڑے ہیں کہ تمام عمر کوئی نہیں بھول سکتا۔" الخ

روشن صاحب صدیقی مرحوم نے اس واقعہ کی تفصیل کسی سے سُنی تھی۔ وہ اپنی وفات سے دو سال پہلے عاجز سے پُر کیف انداز میں اس کا بیان کر رہے تھے۔ اور "حیات اجمل" کی تحریر کا ذکر بھی انھوں نے کیا تھا۔ آج اُن کی بات یاد آ رہی ہے۔ اور یہ عاجز اُن کے واسطے دعائے خیر کر رہا ہے۔ رحمہ اللہ۔

جہاں میں تو کارِ نکوئی رہے گا ۔۔۔ نہ کوئی رہا ہے نہ کوئی رہے گا

سفیر محمد اسماعیل

محمد اسماعیل خاں محمد زی افغانستان کے سفیر تھے۔ ۱۳۲۴ھ مطابق ۱۹۰۷ء میں امیر حبیب اللہ خاں ہندوستان آئے تھے۔ حکومت ہند سے امیر صاحب کی مہمانداری کا ٹھیکہ محمد اسماعیل خان نے لے لیا تھا۔ اور اس میں انھوں نے لاکھوں روپیہ کمایا۔ یہ بات امیر حبیب اللہ خان کو پسند نہ آئی اور انھوں نے بعد میں محمد اسماعیل خان کو سفارت سے برطرف کر دیا تھا محمد اسماعیل خاں نے شکارپور سندھ اور کوئٹہ بلوچستان میں لاکھوں روپیہ کی عمارتیں بنوائیں۔ کوئٹہ میں انھوں نے تقریباً ایک سو مکان کرایہ کے اور ایک عالی شان دو منزلہ قصر اپنے واسطے بنوایا۔ اس قصر کے دو حصّے تھے۔ ایک حصّہ مردانہ دوسرا زنانہ، دوسرے حصہ میں بہت عمدہ پائیں باغ بھی تھا۔ یہ قصر آپ کے مکان کے قریب تھا۔ محمد اسماعیل خان نے بہت کوشش کی کہ یہ کامل قصر آپ قبول فرمالیں لیکن آپ نے قبول نہ فرمایا۔ اس سلسلہ میں انھوں نے سردار محمد اسحاق خان وغیرہ سے کہا کہ وہ آپ سے عرض کریں۔ لیکن ان کی تمام کوششیں بے سود رہیں۔ اور آپ نے ایک وجب زمین کا لینا قبول نہ کیا۔

خاک نشینی است سلیمانیم ۔۔۔ ننگ بود افسرِ سلطانیم
ہست چہل سال کہ می پوشمش ۔۔۔ کہنہ نہ شد جامۂ عریانیم

کوئٹہ میں مسجد حضرت بلال

کوئٹہ شہر کی کمیٹی نے شہر کی توسیع کا نقشہ بنایا۔ اس میں آپ کے مکان سے متصل شرق کی طرف شمالاً جنوباً تیس فٹ چوڑا راستہ دکھایا۔ اور اس راستہ کا نام "پیر ابوالخیر روڈ" رکھا۔ آپ نے اپنے مکان کے مقابل راستہ کے دوسری جانب نہایت عمدہ، عالی شان

مسجد شریف بنوائی۔ زلزلہ ۱۹۳۵ء سے پہلے کوئٹہ کی عمارتیں کچی اینٹ اور گارے کی ہوتی تھیں۔ آپ نے مسجد شریف خشت پختہ اور مسالے سے بنوائی۔ مسجد شریف کو چار فٹ کی کرسی دی، اپنی نوعیت کے اعتبار سے تمام بلوچستان میں یہ ایک مسجد شریف تھی اس کی تعمیر ۱۳۳۱ھ مطابق ۱۹۱۳ء میں ہوئی۔ دیواروں پر لپائی نہیں ہوئی تھی اور چھت میں جست کی چادروں کے نیچے تختہ بندی بھی نہیں ہوئی تھی۔ مسجد شریف سے متعلق پانچ عمدہ کشادہ حجرے تھے۔ سڑک کی طرف دو دکانیں نکالی تھیں۔ تین کمروں کا ایک عمدہ مکان اس سے متعلق تھا اور اس مسجد کا نام حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے اسم گرامی پر مسجدِ حضرت بلال رکھا۔

آپ کے ایک پرانے مخلص حافظ محمد وزیر حصاری نے آپ کو خط لکھا۔ آپ کے اسم گرامی کے ساتھ القاب وآداب لکھے اور مسجد شریف کو "مسجدِ بلال" لکھ دیا۔ آپ نے ان کو خط لکھا اور اس میں تحریر فرمایا: "خط لکھنے سے غرض مکتوب الیہ کا خوش ہونا ہے۔ القاب وآداب باقاعدہ ہونے سے مکتوب الیہ خوش ہوتا ہے۔ تمسخر آمیز الفاظ جو کوئی لکھتا ہے۔ اس سے دل خفا ہوتا ہے مثلاً مولانا، مولوی، حاجی، صوفی صاحب، ایسے القاب سے دل کو نفرت ہوتی ہے۔ پرہیز کرنا چاہیئے۔ اور مثلاً "مسجد حضرت بلال کے بدلے مسجد بلال لکھنا" حضرت بلال کی تحقیر ہے۔ اگرچہ عوام کی وقعت کچھ نہیں ہے۔ تم جیسوں کا کیا لکھنا، کیا مذمت، کیا تعریف، مگر قاعدۂ شرفا سے تم کو مطلع کرنا مناسب معلوم ہوا۔ ایسے الفاظ آئندہ نہ لکھنا۔ بلکہ خط کتابت بھی کم ہوتی بہتر ہے تم جیسے اشخاص سے۔ والسلام

آپ کے تین شعر

حافظ محمد وزیر رحمہ اللہ کے خط یا کسی دوسرے شخص کے اس قسم کے خط پہنچنے پر آپ نے حضرت مصلح الدین سعدی شیرازی رحمہ اللہ کی گلستان کے صفحۂ اول کے حاشیہ پر فارسی کے یہ تین شعر تحریر فرمائے ہیں۔ اشعار آپ کے ہیں۔

نہ جنابم نہ شہ نہ مولانا ۔۔۔ بندۂ آستانہ عمرم
گر کنی نسبتم بہ آں درِ فیض ۔۔۔ ہرچہ گفتی ازاں بلند ترم
ور کنی زیں اضافہ فی الجملہ ۔۔۔ زشت کردار خیر محتقرم

عاجز کے اشعار

اس عاجز نے جب آپ کے ان اشعار کو پڑھا بیساختہ زبان پر یہ اشعار آ گئے۔

نہ صوفی ہوں نہ مولانا نہ حضرت — نہ ان القاب کی مجھ میں لیاقت
غلامِ بے درم اُس خیر کا ہوں — غلامی جس کی ہے کانِ کرامت
پڑا ہے جب سے یہ طوقِ غلامی — کھُلے ہیں مجھ پر ابوابِ سعادت
طلب پیدا ہوئی راہِ ہُدیٰ کی — ہوئی اہلِ صفا سے دل کو اُلفت
محبت اولیا کی رنگ لائی — ہوئی نسبت بہ درگاہِ رسالت
نہ اب دنیا کی نیرنگی کا کھٹکا — نہ اب عقبیٰ کے اندیشوں سے وحشت
ہوا ہے ذرّہٴ ناچیز بے غم — اُسی نسبت کی ہے ساری یہ برکت
محبت میں اضافہ ہر گھڑی ہو — ترقی پر رہے دائم یہ نسبت
یہ اُلفت جزوِ ایمان ہے عزیزو — یہی فتویٰ ہے از اہلِ طریقت
نہ ہو جس دل میں الفت کا یہ جذبہ — نہ پائی کچھ بھی ایمان کی حلاوت
الٰہی اُن کی الفت بیشتر ہو — رہے نظروں میں ہر دم پاک طلعت
اٹھوں محشر میں اُن کے زیرِ سایہ — ملے جنّت میں پھر اُن کی رفاقت
کرم ہے زید کچھ تجھ پر خدا کا — لڑکپن[1] سے ملی تجھ کو یہ دولت

یہ مسجد شریف شبِ جمعہ ۲۷ صفر ۱۳۵۴ھ مطابق ۳۱ مئی ۱۹۳۵ء کوئٹہ کے زلزلۂ ہائلہ میں مسمار ہوگئی۔ وَكَانَ ذٰلِكَ قَدَرًا مَّقْدُورًا

آپ جب دِلی تشریف لائے تو ماہ محرم ۱۳۳۳ھ میں مُلّا حاجی گُل ولد مُلّا شیخ الدین خداداد خیل ازواز خواہ۔ کٹواز، رحلت کر گئے! اور انہی دنوں میں ان کے برادرِ طریقت ملا گل محمد ولد ملا مہرداد دخیل ساکن کٹواز نے دہلی آتے ہوئے ڈیرہ اسماعیل خان میں وفات پائی۔ آپ کو ان دونوں اصحابِ کمال کی رحلت کا افسوس ہوا

[1] ساڑھے دس سال کی عمر میں یہ عاجز سلسلۂ عالیہ میں داخل ہوا ہے۔

ان شاء اللہ ان کا کچھ بیان آپ کے خلفاء و مجازین کے ذکر میں آئے گا۔ رحمۃ اللہ علیہما وعلی جمیع اخوانہما من اہل الوفاء والنسبتہ۔

نکاح ہمشیرہ کلاں

آپ کی مسلسل چھ صاحبزادیاں ہوئیں اور وہ سب خوردسالی میں رحلت کر گئیں۔ اللہ تعالیٰ نے ۱۳۱۲ھ میں آپ کو ساتویں صاحبزادی عنایت کی آپ نے ان کا نام صدیقی رکھا۔ مخلصین ان کو بڑی بیگم اور ہم بھائی بہن، بڑی آپا کہتے تھے۔ وہ خوردسالی سے اکثر مریض رہا کرتی تھیں۔ اُن کی دوا دارو پر آپ نے بہت روپیہ صرف کیا۔ اور اُن کی اِن خصوصیات کی بنا پر آپ کو اُن سے بہت محبت تھی۔

آپ نے جب اپنی عمر شریف کے باسٹھ مراحل طے کر لئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ وقت دکھایا کہ آپ اپنی صاحبزادی کا گھر آباد کریں۔ قصور کے سید احمد شاہ صاحب نے جن کا ذکر میرٹھ کے قیام کے بیان میں گزر چکا ہے اپنے فرزند سید رؤف احمد شاہ کے واسطے اُن کو طلب کیا اور آپ نے منظور فرما لیا۔ اور اب وقت آیا کہ یہ کارِ خیر بہ انجام پہونچے۔ چنانچہ شب جمعہ ۴ ماہ صفر ۱۳۳۳ھ مطابق ۳ دسمبر ۱۹۱۴ء اس کارِ خیر کی تاریخ مقرر ہوئی۔

آپ سے مخلصین نے کہا کہ اس موقع پر خانقاہ شریف میں بجلی لگوانی چاہیئے۔ آپ نے ان کو اجازت دی اور بجلی لگی۔ چونکہ اس وقت دِلی میں بجلی عام نہ تھی۔ صرف بڑے بڑے بازاروں میں بجلی کی روشنی تھی اس وجہ سے خرچہ بہت ہوا۔ دِلی دروازہ سے خانقاہ شریف تک سات کھمبے لگے اور یہ سب آپ کے حساب میں لگے۔

آپ نے مخلصین سے فرمایا۔ دِلّی شہر کے علماء، فضلاء، شرفا کی فہرست مرتب کرو اور تمام مخلصین کے نام لکھو۔ اسی طرح باہر کے لوگوں کے نام لکھو اور سب کو دعوتی خط ارسال کرو۔ مخلصین نے آپ سے رسم و رواج کے متعلق دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا۔ "دِلّی کے پُرانے شریف گھرانوں میں جو رسم و رواج ایسے موقع پر ہوتے ہیں وہ کرو۔ ہماری طرف سے اجازت ہے۔ اور ہم سے اس کے متعلق کچھ نہ پوچھو۔ جو خرچہ ہو، وہ ہم سے لے لو" اور آپ نے گھر میں سید محمد میر وکیل کی والدہ جو سیّد صاحب کی بیٹی کے نام سے

مشہور تھیں اور امۃ الحی جو سید احمد خاں کی بہو تھیں اور حکیم جی کی بیٹی کے نام سے مشہور تھیں، اور امۃ الوحید جو میر قادر علی کی بہو کے نام سے مشہور تھیں اور منشی ننّے خاں کی بہن اور حنیفہ زوجہ چودھری مولاداد خاں خورجوی وغیرہن کو بھی یہی بات فرمادی تھی۔

گھر میں تقریباً ایک ماہ پہلے سے بیس پچیس مستورات کا اجتماع ہوگیا تھا اور انتظامات ہورہے تھے۔ یہ سب کچھ اندر اور باہر ہورہا تھا۔ لیکن آپ کے جو معمولات تھے اُن میں بال برابر فرق نہیں آیا۔ اپنے وقت پر ہر کام ہورہا تھا، کیا حلقہ، کیا توجہ اور کیا تفریح کو جانا۔ پنجشنبہ ۱۳ ربیع صفر کا دن گزار کر بعد عشا محفلِ عقد نکاح منعقد ہوئی، صدہا اشخاص باہر سے آئے ہوئے تھے۔ لیکن آپ عصر کو حسب معمول برائے تفریح تشریف لے گئے اور بین العشائین تشریف لائے۔

رسم و رواج

آپ نے گھر میں مخلصات سے اور باہر مخلصین سے صرف ایک بات فرمادی کہ دِلّی کے شریف گھرانوں میں جو رسوم اس موقع پر کئے جاتے ہیں وہ کرو۔ ہماری طرف سے اجازت ہے۔ اس موقع پر حافظ عبدالحکیم مالک جنرل بوٹ ہاؤس نے آپ سے کہا۔ نکاح کے بعد لڑکے والوں کی طرف سے شیرینی تقسیم ہوگی۔ آپ کی طرف سے بُن، الائچی وغیرہ تقسیم ہونی چاہیئے۔ آپ نے فرمایا۔ شہر کے شریفوں میں جو کچھ ہوتا ہے، کرو۔ حافظ عبدالحکیم نے کہا۔ حضور یہ سب کے یہاں ہوتا ہے۔ اور یہ ضروری ہے۔ آپ نے ارشاد کیا۔ "تم نے ایک رواج کو جو کہ شرعاً غیر ضروری ہے، ضروری قرار دے دیا۔ اور غیر ضروری کو ضروری قرار دینے سے کراہت تحریمی آجاتی ہے۔ لہٰذا اب اس رسم کو نہ کرو۔ چنانچہ باقی تمام رسم و رواج ہوئے۔ مثلاً جسلی قبر پر اور خانقاہ شریف کے دروازے کے باہر پھول پتّوں کے دروازے۔ اور جسلی قبر سے خانقاہ شریف تک تمام راستے کی پوری سجاوٹ، نکاح کے وقت گولوں کا چھوڑنا۔ عطر و گلاب کا استعمال، نوشاہ اور اُن کے باپ بھائی وغیرہ کو پھولوں کے ہار پہنانا۔ خانقاہ شریف کی اندرونی زیبائش و آرائش، الائچی پان سے سب کی تواضع، مدعو افراد کو جو کہ ایک ہزار سے زائد تھے، عمدہ مکلف کھانا کھلانا، نوشاہ کو ایک انگوٹھی اور ایک سو روپیہ سلامی کے، وغیرہ۔ لیکن بُن الائچی تقسیم کرنے کی رسم نہ ہوئی۔

بعض افراد کو آپ کے اس ارشاد پر تعجب ہوا۔ کہ شہر کے شریف گھرانوں میں جو

رسم و رواج اس موقع پر کیے جاتے ہیں وہ کرو، ہماری طرف سے اجازت ہے۔" ان لوگوں کا استعجاب ایک حد تک اپنی جگہ درست تھا، کیونکہ عام طور پر واعظوں کے بیانات اس کے خلاف ہوتے ہیں۔ ان کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ اپنے کو متقی اور پارسا ظاہر کریں اور جہاں تک ہو سکے حرام کے دائرے کو پھیلائیں۔ اور اُس وقت تو تعجب کرنے والے حیرت میں رہ گئے جب نوشاہ سید رؤف احمد شاہ سہرا باندھ کر آئے اور آپ نے کچھ نکیر نہ فرمائی۔

فرق اور سَدُل

اس سلسلے میں یہ عاجز کہتا ہے۔ کہ فَرقُ الرأس اور سَدل کے متعلق امام بخاری کی صحیح میں ابن عباس سے روایت ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جس کام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی حکم نہیں ہوتا تھا۔ آپ اس کام میں اہلِ کتاب کی موافقت پسند فرماتے تھے۔ آپ ابتدائے امر میں سدل کرتے تھے۔ (مانگ نہیں نکالتے تھے) لیکن آخر امر میں آپ مانگ نکالتے تھے جو کہ مشرکین کا طریقہ تھا۔"

اس حدیث شریف کے بیان میں بعض علماء نے کہا ہے کہ آپ کو اہل کتاب کا طریقہ پسند تھا اور پھر بھی آپ نے مشرکین کا طریقہ پسند کیا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو مانگ نکالنے کا حکم ہوا ہے ورنہ آپ مشرکین کی موافقت اختیار نہ کرتے۔ لہٰذا اب سدل کرنا جائز نہیں ہے۔ اور بعض دوسرے علماء نے کہا ہے۔ کہ ابتدا میں مسلمان تھوڑے تھے۔ آپ تالیفِ قلب کے لئے اہلِ کتاب کی موافقت فرماتے تھے۔ جب مشرک فوج در فوج اسلام میں داخل ہو گئے۔ آپ نے ان کے طریقہ کو اختیار کر لیا۔ کیونکہ اُن کا طریقہ کسی غیر کا طریقہ نہیں رہا۔ اور آپ کا اُن کے طریقہ کو لینا دینی امر نہ تھا۔ بلکہ طبعی امر تھا۔ اسی لئے آپ نے سدل سے نہیں روکا۔

یہ عاجز کہتا ہے کہ بعض دوسرے علماء کا قول وجیہ ہے۔ ان کے قول کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو مشکات کے باب اعلان نکاح کے فصل دوم میں ابن ماجہ سے منقول ہے" کہ ابن عباس کہتے ہیں۔ حضرت عائشہ نے اپنی قرابت دار لڑکی کا نکاح انصار میں کیا۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ کیا تم نے لڑکی بیاہ دی۔ انھوں نے ہاں میں جواب دیا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ کیا تم نے کسی گانے والے کو بھی ساتھ بھیجا۔ انھوں نے کہا۔ نہیں۔ آپ نے فرمایا۔ انصار قوم غزل ہے یعنی گانا پسند کرتی ہے۔ اگر تم کسی کو ساتھ کر دیتیں کہ۔ اَتَیْنَاکُم اَتَیْنَاکُم

تحییّا نا وَحییّا کُم ۔ پڑھتا جاتا تو بہتر ہوتا ۔" بعض دوسرے علماء کے قول سے یہ بات ظاہر ہوئی ۔ کہ جب مشرک بہ کثرت اسلام میں داخل ہوگئے تو ان کے رسم و رواج دوسروں کے رسم و رواج نہیں رہے ۔ لہٰذا ان کے کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے ۔ اس مسئلہ میں یہ عاجز تفصیل کے ساتھ اپنی کتاب " القولُ السّنِی فی الذّبِّ عن الشیخ عبد الغنی " اور کتاب " الحُجّۃ فی مسائلۃِ اللحیۃِ والقُبضَۃِ " میں بحث کر چکا ہے ۔

حضرت سیدی الوالد قدس سرہ کا علم جیسا کہ مولانا سیف الرحمٰن نے کہا ہے ۔ " آپ کا علم نہایت وسیع اور متین ہے ۔" نہایت وسیع تھا ۔ آپ کو ان اقوال کا علم یقیناً تھا ۔ لہٰذا آپ نے ان امور کے کرنے سے منع نہ کیا ۔ البتہ غیر ضروری امر کو جو کہ بُن الاگی کا تقسیم کرنا تھا اور اس میں ضروری کہنے کی وجہ سے جو قباحت پیدا ہوئی آپ نے اس کی وجہ سے روک دیا ۔ لمثلِ ھٰذا فلیعملِ العامِلُونَ ۔

بقیہ احوال نکاح

ہندوستان اور بلوچستان کے مختلف مقامات سے کافی افراد آئے تھے ۔ ما یذکر میں سے مولانا عبد الکافی اور قاری عبد الرحمٰن الہ آبادی ۔ سید محمد شاہ قصوری ، مولانا سید احمد حسین امروہوی ۔ مولانا رکن الدین الوری ، مولانا نور احمد امرتسری ، مولانا مشتاق احمد انبیٹھوی ، قاری ولی محمد اور حکیم فخر الدین میرٹھی ہیں ۔ مہمانوں کے واسطے چار مکانوں کا بندوبست کیا گیا تھا ۔ اگرچہ پہلی صفر سے مہمانداری شروع ہوگئی تھی ۔ لیکن تین دن ڈھائی من گوشت کا قورمہ پکوایا گیا ۔ نکاح کے وقت خانقاہ شریف بھری ہوئی تھی ۔ شہر کے معززین ، عمائدین اور علماء و فضلاء میں سے کوئی باقی نہ رہا تھا ۔ آپ نے سب کو بلایا تھا ۔ آخوندجی محمد عمر بھی آئے تھے ۔ نکاح کے بعد سب کو کھانا کھلایا گیا ۔ دوسرے دن صبح کو نو بجے آپ باہر تشریف لائے باہر کے مہمان اور شہر کے کافی افراد موجود تھے ساتفاق سے ایک پارٹی قوالوں کی آگئی ۔ آپ مسجد شریف کے صحن سے متّصل حصّہ میں بیٹھے اور قوالوں نے دَف کے ساتھ فارسی ، اُردو ، کلام پڑھا ۔ مُلّا عبد الحلیم پر وجد کی کیفیت طاری ہوئی اور وہ چلّا کر کہنے لگے (فارسی میں) ہم کو معلوم نہ تھا کہ ہمارے حضرت صاحب طریقہ چشتیہ میں اتنا بلند مرتبہ رکھتے ہیں ۔"

قوالی کے بعد سب کو کھانا کھلایا گیا۔

جمعہ کی نماز سید محمد شاہ قصوری نے پڑھائی۔ اور نماز کے بعد مولانا سید احمد حسین صاحب امروہوی نے وعظ کیا۔ ان کا وعظ علمی تھا۔ آپ نہایت خاموشی کے ساتھ سنتے رہے اور بہت خوش ہوئے۔

آپ نے بعد میں ہمشیرہ محترمہ وسطی اور حضرت برادر کلاں کی شادیاں کیں۔ لیکن جن کیفیات کا ظہور ہمشیرہ کلاں کی شادی میں ہوا، اوروں میں نہ ہوا، بڑی ہمشیرہ صاحبہ کی شادی کے متعلق مخلصین کہا کرتے تھے کہ ایک شاہی دربار تھا۔

سُنّتِ بابائے نہم

جن افراد کو حضرات مشائخ کرام کے احوال مبارکہ اور راہِ سلوک کے نشیب و فراز سے کچھ واقفیت ہے وہ سمجھتے ہیں کہ راہِ سلوک قطع کرنے میں تربیتِ جمالی اور تربیتِ جلالی کی ضرورت ہوتی ہے۔ حضرت امام ربّانی مجدّدِ الف ثانی قدس اللہ سرہ السّامی کو شاہِ وقت نے قلعۂ گوالیار میں حبس کیا۔ اس حبس سے جو فوائد آپ کو حاصل ہوئے اُن کا ذکر آپ نے دفتر سیوم کے مکاتیب شریفہ میں کیا ہے۔ آپ بھی اللہ تعالیٰ کے اولیائے کبار میں سے تھے اور آپ کو بھی اُن مقاماتِ عالیہ کو حاصل کرنا تھا جن کا حصول تربیتِ جلالی سے وابستہ ہے۔ لہٰذا آپ کی بھی جلالی تربیت ہوئی۔ یہ دوسری بات ہے کہ آپ ازگروہِ محبوبان و مرادان تھے اس لئے آپ کی جلالی تربیت بھی شانِ محبوبی لئے ہوئے تھی۔

تربیتِ جلالی کے اسباب

پہلی جنگ عظیم کا زمانہ تھا۔ ہندوستان کے حُرّیّت پسند اپنے ملک کو آزاد کرانے کی فکر میں تھے۔ اس سلسلہ میں مولانا محمد علی اور مولانا شوکت علی نے ایک فتویٰ شائع کیا کہ انگریزوں کی نوکری اور خاص کر فوج کی نوکری کرنی ناجائز ہے۔ اس فتویٰ سے حکومت کو پریشانی لاحق ہوئی۔ اور حکومت نے ارادہ کیا۔ کہ کسی با اثر عالم سے اس فتویٰ کے خلاف فتویٰ حاصل کیا جائے۔ اور اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے حکومت کی نظر آپ پر پڑی۔ چونکہ بلا اجازت آپ کے پاس کوئی جا نہیں سکتا تھا۔ اور ہر شخص سے آپ ملتے نہیں تھے۔ اس لئے حکومت کو ایسے شخص کی

ضرورت ہوئی جو حکومت کے آدمی کو آپ تک پہنچائے، اس کام کے واسطے مصباح الدین حقی کا انتخاب ہوا۔ مصباح الدین صاحب پھاٹک مفتی والان ترا ہا بہرام خان میں رہتے تھے۔ ان کی نانی صاحبہ آپ کے نانا کی چھوٹی بہن تھیں اور جب تک وہ حیات رہیں آپ اُن کے پاس جایا کرتے تھے اور ان کو نانی صاحبہ کہا کرتے تھے۔ مصباح الدین صاحب کو بھائی مصباح الدین کہتے تھے۔ مصباح الدین آپ سے دو تین سال چھوٹے تھے۔ سال دو سال میں کبھی وہ آپ کے پاس آیا کرتے تھے۔ جب بھی وہ آئے آپ ان سے ملے۔

مصباح الدین

حکومت نے جب اُن کے سپرد یہ کام کیا تو وہ رات کے نو بجے سی۔ آئی۔ ڈی کے بڑے افسر کو لیکر آپ سے ملنے آئے۔ دربان نے اطلاع کی۔ کہ مصباح الدین اور ان کے ساتھ ایک شخص ملاقات کے واسطے آئے ہیں۔ آپ نے اجازت دی۔ اور یہ دونوں صاحبان آپ کے پاس آئے۔ تھوڑی دیر بعد سی۔ آئی۔ ڈی کے افسر نے آپ سے کہا۔ میں سی آئی ڈی کا افسر ہوں۔ مجھ کو آپ سے ایک بات کہنی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہو۔ اس نے کہا کہ میری گفتگو تخلیہ میں ہوگی۔ آپ نے فرمایا۔ ہم ضعیف ہوگئے ہیں۔ اور یہ سب جو بیٹھے ہیں بمنزلہ میری اولاد کے ہیں۔ جس کو بھی جو کچھ کہنا ہوتا ہے۔ ان کے سامنے کہتا ہے۔ تخلیہ میں کسی سے ہم نہیں ملتے۔ اس نے پھر اپنی بات دُہرائی۔ آپ نے مخلصین سے فرمایا۔ کہو۔ چنانچہ مولوی بخش اللہ۔ مولوی بدر الاسلام حافظ عبدالحکیم نے کہا۔ حضور تنہائی میں نہیں ملتے۔ اس جواب کو سن کر وہ افسر اُٹھ گیا اور اس نے باہر نکل کر کہا۔ "میں بتاؤں گا کہ کس طرح نہیں ملتے۔"

سی آئی ڈی کا تقرر

اس واقعہ کے دوسرے دن سے خانقاہ شریف کے دونوں دروازوں کے باہر چوبیس گھنٹہ سی آئی ڈی کے دو دو سپاہی بیٹھے رہتے تھے۔ جو بھی خانقاہ شریف میں آتا تھا۔ اس کا نام، ولدیت، پتہ پوچھا جاتا تھا اور رجسٹر پر لکھا جاتا تھا۔ دس بارہ دن اس حال میں گزرے تھے کہ آپ کے پاس دِلّی کے بڑے پولیس افسر کی چٹھی آئی کہ ہم سے آکر دفتر میں ملو۔ چنانچہ دن کے دس بجے آپ اور حافظ عبدالحکیم اور ایک پٹھان تمھی میں بیٹھ کر کشمیری دروازہ

پولیس افسر سے ملنے گئے۔

آپ کو افسر نے بلایا

اس دن صبح سے شہر میں یہ افواہ گشت کر رہی تھی کہ حکومت آپ کو گرفتار کرنے والی ہے، حافظ عبدالحکیم نے یہ افواہ سن رکھی تھی اور وہ نہایت پریشان تھے۔ حافظ عبدالحکیم نے اس عاجز سے بیان کیا کہ جب آپ کی سواری پولیس افسر کے دفتر میں پہنچی۔ دربان نے آگے بڑھ کر آپ سے کہا۔ چلئے صاحب نے آپ کو بلایا ہے۔ اور دربان نے چلمن اٹھائی آپ داخل ہوئے۔ جب میں داخل ہونے لگا دربان نے کہا آپ ٹھہریں۔ حافظ عبدالحکیم کا بیان ہے کہ یہ سن کر مجھ پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوئی اور بے ساختہ میں نے چلا کر کہا۔ یہ ہمارے حضرت صاحب ہیں ہم ان کے ساتھ جائیں گے۔ واللہ اعلم دربان پر کیا اثر ہوا جو میں آپ کے پیچھے اندر داخل ہوا۔ میں نے دیکھا کہ آپ کے پہنچنے پر انگریز افسر آپ کو دیکھ کر کھڑا ہو گیا، اور اس نے آپ سے کرسی پر بیٹھنے کو کہا۔ چنانچہ آپ کرسی پر بیٹھ گئے اور میں آپ کے پیچھے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا۔ انگریز نے اپنا سر جھکا لیا۔ تقریباً ایک ۲/۱ ۱ منٹ خاموشی کے گزرے۔ پھر آپ نے کہا "صاحب کیا بات ہے۔ ہم کو آپ نے کیسے بلایا ہے"۔ اس نے سر جھکائے ہوئے کہا "ہمارے پاس رپورٹ آئی ہے کہ آپ خانقاہ شریف میں کسی کو داخل نہیں ہونے دیتے۔" آپ نے کہا "اگر کوئی فاتحہ پڑھنے کو جاتا ہے اس سے ہم کو غرض نہیں ہے اور جو کوئی ہم سے ملنے آتا ہے اگر ہمارا دل چاہتا ہے۔ تو اس سے ملتے ہیں ورنہ رخصت کر دیتے ہیں۔" آپ کی بات سن کر ایک دو منٹ وہ افسر خاموش رہا، اور پھر اس نے کہا "آپ جا سکتے ہیں۔" چنانچہ آپ وہاں سے تشریف لے آئے۔

آپ پر ان واقعات کا اثر ہوا۔ آپ نے کسی سے کچھ نہ فرمایا بلکہ آپ اپنے حضرت والد قدس سرہ کے ارشاد گرامی پر عامل رہے۔

مہر دہن وسیلہ ہے عزّ و وقار کا — عالم میں ہے سکوت سبب اعتبار کا
چل جانب مدینہ سعید جہاں کے پاس — کرائے عمر طواف نبی کے مزار کا

دوسرے دن آپ نے حضرت والدہ صاحبۂ محترمہ سے فرمایا۔ رامپور میں ہماری آپا صاحبہ ہیں۔ تین دن کے واسطے ان سے ملنے رامپور چلو۔

رامپور کا سفر اور وہاں کا قیام

اواخر ماہ محرم ۱۳۳۴ھ مطابق نومبر ۱۹۱۵ء میں آپ نے رامپور کا سفر کیا۔ آپ دلی سے رات کے گیارہ بجے والی ریل سے روانہ ہوئے۔ اس ریل میں ایک ڈبہ دوسرے درجہ کا ہوا کرتا تھا جو مرادآباد میں کاٹ کر اُس ریل سے جوڑ دیا جاتا تھا جو رامپور جاتی تھی۔ صبح کے پانچ بجے وہ ریل رامپور پہنچتی تھی۔ آپ کے ساتھ حضرت والدہ صاحبہ، تینوں بہنیں اور ہم تینوں بھائی اور دو پٹھان تھے۔ آپ کی روانگی ایک دم ہوئی۔ رامپور میں کسی کو خبر نہ تھی۔ جب رامپور کے اسٹیشن پر پہنچے تو اسٹیشن ماسٹر نے جو کہ ادھیڑ عمر کا ہندو تھا، آپ کے واسطے "ویٹنگ روم" کھول دیا۔ اور کہا آپ دو گھنٹہ یہاں آرام کریں۔ اس وقت کوئی سواری نہیں ہے اور جانے میں خطرہ بھی ہے۔ آفتاب نکل آنے پر آپ جائیں چنانچہ سات بجے ایک شکرم میں حضرت عمۂ محترمہ کے گھر کو (مکان حکیم مظہر حسین خاں محلہ مدرسہ کہنہ) روانہ ہوئے۔ وہاں پہنچنے پر حضرت عمۂ محترمہ کے دروازہ پر جو کہ اندر سے بند تھا۔ پٹھان نے آواز لگائی "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ دلی سے حضرت صاحب آیا ہے۔" اس آواز کو سن کر حضرت عمۂ محترمہ حیران ہوگئیں۔ دُلائی اوڑھ کر تشریف لائیں اور دروازہ کھولا۔ دروازہ کھلنے پر آپ پہلے اندر داخل ہوئے اور ہم سب آپ کے پیچھے۔ حضرت عمۂ محترمہ سامنے کھڑی تھیں آپ نے ان سے فرمایا۔ ہماری آپا صاحبہ کہاں ہیں۔ یہ سُن کر عمۂ محترمہ نے فرمایا۔ میاں تم کیسے آئے۔ آپ کی آواز کو انھوں نے پہچانا اور ان کی آواز کو آپ نے پہچان کر پہلے نہایت ادب سے سر جھکا کر آداب عرض کیا۔ اور فرمایا۔ آپا صاحبہ آپ تو بڑھیا ہوگئیں۔ انھوں نے آپ کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے فرمایا۔ میاں۔ تم اپنے کو نہیں دیکھتے کہ بوڑھے ہوگئے۔ ہم سب حیرت سے ان دونوں حضرات کی گفتگو سُن رہے تھے۔ اور عمر میں پہلی مرتبہ دیکھا کہ آپ نے اتنا احترام کسی کا کیا ہو۔

ادھر تو آپ کی رامپور کو روانگی ہوئی اور دوسری طرف دلی کے چیف کمشنر اپنی موٹر

سے آپ کی ریل روانہ ہوئے پھر رامپور روانہ ہوئے اور رات کے دو ڈھائی بجے نواب حامد علی خان والئی رامپور کو وائسرائے کا پیغام پہنچایا۔ کہ حضرت صاحب رامپور پہنچے ہیں اُن کو تم رامپور میں رکھو اور جب تک ہماری طرف سے اجازت نہ ملے وہ رامپور سے باہر نہ جائیں۔

نظر بندی

دلی میں حکیم اجمل خاں کو کسی طرح چیف کمشنر کے رامپور جانے کی اطلاع ہوگئی اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ وہ کس مقصد سے گئے ہیں۔ لہذا انھوں نے حافظ عبدالحکیم کو اُن کی دوکان پر سے جو کہ بلیماران کے سرے پر چاندنی چوک میں تھی۔ بلوایا اور ان سے کہا کہ حضرت صاحب نظر بند ہوگئے ہیں۔ تم فوراً رامپور جاؤ اور میری طرف سے اُن سے کہو کہ وہ رامپور سے باہر جانے کی ہرگز کوشش نہ کریں۔ چنانچہ دوسرے دن صبح کو حافظ عبدالحکیم نے حکیم صاحب کی بات آپ سے کہدی۔

نواب صاحب کی مہمانی

آپ حضرت عمہ محترمہ کے گھر تقریباً ساڑھے سات یا آٹھ بجے صبح کو پہنچے۔ ہمشیرگان چائے تیار کرنے لگیں اور پٹھان بازار سے دودھ وغیرہ لایا۔ ابھی ناشتہ سے فراغت نہ ہوئی تھی کہ پٹھان نے عبدالصمد خاں چیف سکریٹری، ہادی حسن خاں پرائیویٹ سکریٹری، چھٹن صاحب (نواب کے پھوپا) اور ابوالحسن خانِ سامان کے آمد کی اطلاع کی۔ ان لوگوں سے حضراتِ صاحبزادگان مجددیہ اور اساتذۂ مدرسۂ عالیہ کو بھی خبر ہوگئی۔ گیارہ بجے تک علماء و فضلاء و عمائدین کی ایک بہت بڑی تعداد پہنچ گئی۔ نواب صاحب کے پھوپا اور سکریٹریوں نے نواب صاحب کی خواہش کا اظہار کیا۔ کہ آپ ان کی مہمانی قبول فرمائیں۔

آپ کو واقعات کا علم قطعاً نہ تھا آپ نے اپنی عادت شریفہ کے مطابق ان لوگوں سے فرمایا۔ ہم اپنی آپا صاحبہ سے ملنے تیئیس سال کے بعد آئے ہیں تین دن کی نیت سے آئے ہیں۔ ابھی ہم آپا صاحبہ سے پوری طرح بات بھی نہیں کر سکے ہیں۔ ہم ان سے دریافت کرینگے۔ اور ایک دو دن کے بعد تم کو جواب دیں گے۔

دوسرے دن حافظ عبدالحکیم پہنچ گئے۔ اور آپ کو واقعات کا علم ہوا۔

آپ کی تین شرطیں

نواب صاحب کے سکریٹری صاحبان سے آپ نے فرمایا۔

ہمارے بھائی صاحب (حضرت شاہ محمد معصوم قدس سرہ) کے ساتھ نواب صاحب نے جو معاملہ کیا ہے ہم کو معلوم ہے اور اس قسم کی بات ہم نہیں سن سکتے۔ لہٰذا ہم ان تین شرطوں پر نواب صاحب کی مہمانی قبول کر سکتے ہیں۔

۱۔ نواب صاحب ہم سے ملاقات نہیں کریں گے۔

۲۔ جس مکان میں ہمارا قیام ہوگا اُس پر ہمارا کامل تصرف ہوگا اور بلا اجازت کوئی داخل نہ ہوگا۔

۳۔ ہمارے مریدوں اور ملنے والوں سے نواب صاحب کو کوئی تعلق نہیں ہوگا۔ اور نہ ان پر کوئی پابندی عائد کی جائے گی۔

سکریٹریوں نے آپ کی شرائط نواب صاحب سے بیان کیں اور انھوں نے آپ کی شرائط منظور کیں۔ آپ تقریباً سات ماہ رامپور میں رہے اور نواب صاحب نے آپ کی شرائط کا آخر وقت تک پورا خیال رکھا۔

النشر کا واقعہ

اس عاجز کو خوب یاد ہے کہ قلمی کتاب "النشر فی قراءات العشر" آپ نے نواب صاحب کے کتب خانہ سے عاریۃً طلب کی کتب خانہ کے مہتمم نے آپ کے آدمی سے کہا۔ نواب صاحب سے اجازت لے کر پیش کروں گا۔ آپ کو یہ بات ناگوار گزری۔ دربان سے فرمادیا۔ جب نواب صاحب کا کھانا آئے اس کو واپس کردو۔ اور ان کے کسی آدمی کو باہر کے دروازہ کے اندر نہ آنے دو۔ اور آپ نے گھر میں فرمایا۔ بازار سے اپنا سودا منگاؤ اور کھانا پکاؤ۔ اس کی خبر نواب صاحب کو جب ہوئی انھوں نے عبد الصمد خان اور چھٹن صاحب کو بھیجا کہ آئندہ ہرگز ایسی صورت پیش نہ آئے گی۔ اس عاجز نے دیکھا کہ عبد الصمد خان اور نواب صاحب کے پھوپا چھٹن صاحب دروازہ کے باہر تقریباً آدھ گھنٹہ کھڑے رہے۔ اس دوران میں یہ عاجز وہاں پہنچ گیا۔ اور عبد الصمد خان بڑی محبت سے گفتگو کرتے رہے۔

قلعہ کہنہ میں قیام

نواب صاحب نے قلعۂ کہنہ میں اندر کا بڑا مکان آپ کے واسطے تجویز کیا۔ باہر کا حصہ مردانہ تھا۔ اس میں چار

بڑے کمرے تھے اور ان کے سامنے عمدہ دالان تھا۔ دالان کی لمبائی بیس گز سے زائد ہوگی اور ضروریات کا حصہ الگ تھا۔ اندر کا حصہ چوڑائی میں اس سے دگنا ہوگا اس کا صحن پندرہ بیس گز لمبا اور دس بارہ گز چوڑا تھا اس وقت اس مکان کو قلعہ کہنہ کہتے تھے اور اب عوام کی زبان پر پرانی کوتوالی ہے۔ اس مکان کو پوری طرح مفروش کیا گیا تھا۔ اور آخر وقت تک چاندنیاں بدلی جاتی تھیں۔ دونوں وقت نواب صاحب کے باورچی خانہ سے نہایت مکلّف کھانا آتا تھا۔ اور وہ اتنا زیادہ ہوتا تھا کہ آپ عزیزوں کے گھروں کو ارسال فرماتے تھے۔ کھانے کے ساتھ عمدہ قسم کے پان، چھالیا الائچی وغیرہ بھی ہوتا تھا۔ آٹھ اپریل تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ پھر آپنے کھانے کو رکوا دیا تفریح کے لئے ایک فٹن مقرر تھی۔ اگر مہمان آجائیں تو دوسری تیسری فٹن بھی آتی تھی۔ اور اگر آپ ہاتھی طلب فرماتے تو دو تین ہاتھی آجاتے تھے۔

آپ کی تربیتِ جلالی اس شان وشوکت سے ہوئی۔ نام کو بے شک نظربندی تھی لیکن حقیقت میں سروری اور نوابی تھی۔ محبوبیّت ومرادیّت والوں میں ایسی شان والے بھی بہت کم ہوتے ہیں۔

رامپور کے دورانِ قیام میں جمعہ کی نماز آپ جامع مسجد میں پڑھتے تھے جو آپ کی قیام گاہ کے قریب تھی وہاں کے امام صاحب آپ سے عرض کرتے تھے کہ آپ نماز پڑھائیں۔ اس عاجز نے بارہا جمعہ کے دن دیکھا کہ ایک دو اور کبھی تین غیر مسلم آپ کے مبارک ہاتھ پر دائرہ اسلام میں داخل ہوتے تھے۔ جب آپ نماز پڑھ کر جامع مسجد سے روانہ ہوتے تھے تو لوگ آپ سے مصافحہ کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ آپ بھی ان کے شوق ومحبت کو دیکھ کر ان کو مصافحہ کرنے کا موقع دیتے تھے۔

نواب صاحب نے خسرو باغ کے دروازہ سے بینظیر باغ تک ایک راستہ بنایا تھا۔ یہ راستہ ٹھنڈی سڑک کے نام سے مشہور تھا۔ اس کے دونوں طرف پھلوں سے لدے پھندے سرسبز وسایہ دار درخت تھے۔ اس راستہ پر کسی کو جانے کی اجازت نہ تھی۔ اگر کوئی چلا جاتا تھا گرفتار ہوتا تھا۔ آپ کے واسطے یہ راستہ کھلا تھا۔

آپ بینظیر کو اس راستہ سے تشریف لے جاتے تھے اور واپسی عام راستہ سے ہوتی تھی۔

حضرتِ والد کے مزار پر حاضری

آپ کا معمول تھا کہ ہر جمعرات کو بینظیر سے واپسی پر حضرت والد ماجد قدس سرہ کے مزار پُر انوار پر حاضر ہوا کرتے تھے۔ مزار شریف حضرت شاہ جمال اللہ رحمۃ اللہ کے گنبد سے متصل چبوترہ پر ہے۔ چبوترہ سے تقریباً بیس گز کے فاصلہ پر احاطہ کی دیوار ہے جس میں دروازہ ہے۔ دروازہ سے چبوترہ تک تقریباً چار فٹ چوڑا راستہ ہے۔ اور عام طور پر زائرین چبوترہ تک جوتی پہن کر آتے ہیں۔ آپ احاطہ کی دیوار کے دروازہ پر جوتی اتار دیتے تھے اور وہاں سے دست بستہ سر جھکائے نہایت ادب سے حاضر ہوتے تھے اور مزار شریف سے کئی گز کے فاصلہ پر، چبوترہ کے سرے پر کھڑے ہو کر سلام مسنون برائے اموات پیش کرتے تھے اور پھر مزار شریف کی طرف منہ کر کے دو زانو بیٹھ کر سورۂ یاسین بہ کمال خشوع و خضوع بلند آواز سے پڑھتے تھے۔ اہلِ دل افراد کو آپ کی اس حاضری کا علم ہو گیا تھا اور وہ وہاں پہنچ جایا کرتے تھے۔ جس وقت آپ تلاوت فرماتے تھے عجیب انوار و برکات کا ظہور ہوتا تھا۔ بعض افراد تڑپنے لگتے تھے۔ ایسا بھی ہوا ہے کہ بعض افراد چبوترہ سے نیچے گر پڑتے تھے۔ چبوترہ زمین سے تقریباً چار فٹ بلند تھا۔

ایک دن کیفیات و برکات میں بہت اضافہ تھا۔ آپ پر نسبتِ شریفہ کا اتنا غلبہ ہوا کہ آپ دو زانو بیٹھے سے گھٹنوں کے بل ہو گئے اور اس حال میں آپ نے یہ شعر پڑھا۔

یہ گھر چراغِ فیوضِ عمر سے روشن ہے　　نہیں ہے خیر کے سینہ میں نور آپ سے آپ

آپ نے جس وقت اپنے حضرت والد ماجد کا اسم گرامی لیا۔ دونوں ہاتھ سے مزار شریف کی طرف اشارہ کیا۔ اس وقت حاضرین کے قلوب پر گویا برق چمکی۔ اور وہ سب وَجد میں آ گئے۔ اس دن دِلّی کے مخلصین میں سے چار پانچ افراد موجود تھے تقریباً تیس ۳۰ سال کے بعد اُن میں سے ایک نے اس عاجز سے کہا۔ کہ اس دن کی حلاوت اور فیوض و برکات کے خیال سے آج بھی باطن میں حلاوت آ جاتی ہے۔

آپ سورۂ یاسین کی تلاوت سے فارغ ہو کر مراقبہ میں بیٹھ جاتے تھے۔ مراقبہ

کی مدت مقرر نہ تھی۔ کبھی پندرہ منٹ کبھی آدھ گھنٹہ اور کبھی ایک گھنٹہ۔ پھر آپ ہاتھ اٹھاکر دعا کرتے تھے۔ احیاناً آپ مزار شریف کے پائنتی ہاتھ مل کر مسح کرتے اور پھر اپنے سر اور چہرہ پر پھیرتے۔ مزار شریف پر حاضری کا اثر کافی دیر تک آپ پر رہا کرتا تھا۔

مزید واقعات عمۂ محترمہ کے گھر میں تین رات قیام فرمانے کے بعد جب آپ "قلعۂ کہنہ" تشریف لے جانے لگے تو آپ نے حضرت عمۂ محترمہ سے فرمایا کہ آپ بھی میرے پاس قیام فرمائیں۔ انھوں نے منظور نہ فرمایا۔ البتہ اتنا کیا کہ ہر جمعہ کے دن دس بجے تشریف لائیں اور شام تک واپسی ہوتی۔ یہی آپ کا معمول رہا۔ چنانچہ ایک بگھی پہنچتی تھی اور آپ کو لاتی تھی اور پھر شام کو لے جاتی تھی۔

حامد منزل کی سیر نواب حامد علی خان نے بتیس سال پہلے آپ کو اپنے دادا نواب کلب علی خاں کے زمانہ میں دیکھا تھا اور اس وقت ان کی عمر دس گیارہ سال کی ہوگی۔ اب ان کو بہت خواہش تھی کہ وہ آپ کو دیکھ لیں۔ انھوں نے اپنی خواہش کا اظہار اپنے آدمیوں پر کیا۔ اور ان لوگوں نے یہ صورت پیدا کی کہ آپ کو قلعہ کے اندر کا عالی شان محل "حامد منزل" دکھایا جائے۔ اور خود نواب صاحب ایسے کمرہ میں بیٹھیں جہاں سے وہ آپ کو دیکھ سکیں۔ اور یہ کام جناب مولوی عبید الرحمٰن معروف بہ سردار احمد صاحب مجددی کے سپرد ہوا کہ وہ اس کا انتظام کریں۔

مولوی سردار احمد مولوی سردار احمد صاحب رحمہ اللہ کو آپ نے پینتیس سال پہلے بیٹا بنایا تھا۔ اب بھی آپ کو ان سے حقیقی محبت تھی۔ اور وہ بھی آپ کے نہایت مزاج شناس تھے۔ علمیت میں اور خاص کر علم منطق وفلسفہ میں ممتاز علماء میں سے تھے۔ انھوں نے منطق وفلسفہ مولانا عبد الحق خیرآبادی سے پڑھا تھا۔ وہ داڑھی منڈواتے تھے آپ نے اس سلسلہ میں اُن سے کبھی کچھ نہیں کہا۔ اُن کی وجہ معاش وکالت پر تھی۔ آپ نے پینتیس سال پہلے علم باطن کی طرف ان کو متوجہ کیا تھا اس کا اثر ان میں موجود تھا۔ آپ کے ساتھ تفریح میں باقاعدہ جایا کرتے تھے۔ سنہ ۱۳۵۰ھ میں راہی ملک بقا ہوئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ

وکیل صاحب نے آپ سے حامد منزل دیکھنے کا ذکر اس انداز سے کیا کہ آپ نے منظور

فرمالیا۔ اور مقررہ وقت پر آپ تشریف لے گئے۔ حامد منزل میں ایک بڑا کمرہ ہے۔ جب آپ وہاں تشریف لے گئے تو دیواروں پر قدِ آدم تصاویر آویزاں تھیں۔ ایک تصویر ممتاز جگہ پر تھی۔ چہرہ نورانی، داڑھی بہت خوبصورت اور مُرتّب تھی۔ آپ نے دریافت کیا کہ یہ کس کی تصویر ہے۔ اس وقت نواب صاحب متصل کمرہ میں سے دیکھ رہے تھے۔ کسی سکریٹری نے کہا کہ یہ حضرت علی کی شبیہ ہے۔ یہ سُن کر آپ نے بہ غور تصویر کی طرف دیکھا اور فرمایا: "یہ ان کی تصویر نہیں ہے یہ تو ان لوگوں نے ___"۔ یہاں تک آپ نے بات کی تھی کہ وکیل صاحب نے آپ سے کہا۔ حضرت یہ تو دیکھئے۔ اور آپ اُدھر متوجہ ہو گئے اور وہ بات رہ گئی۔ وکیل صاحب نے بعد میں بتایا کہ نواب صاحب نے بڑے شوق سے یہ تصویر بنوائی تھی آپ اس کے بارے میں کچھ اور فرماتے اور ممکن تھا کہ شیعوں کے متعلق کچھ فرماتے۔ اس لئے میں نے آپ کے ذہن کو دوسری طرف متوجہ کر دیا۔

ایک قیدی

ایک دن آپ تفریح کے واسطے روانہ ہوئے۔ قلعہ کے غربی دروازہ کے سامنے سے آپ کی سواری گزری اور تھوڑی دُور پر پولیس کے سپاہی سنگینیں لئے ہوئے ایک مجرم کو جس کے ہاتھ میں ہتکڑیاں اور پیروں میں بیڑیاں پڑی تھیں، لے جا رہے تھے۔ جب آپ نے اس کو دیکھا تو بگھی رکوالی۔ پولیس والوں نے آپ کو سلام کیا اور کھڑے ہو گئے۔ مجرم نے آپ کو جُھک کر سلام کیا۔ وکیل صاحب نے آپ سے کہا۔ اس شخص نے ایک سیّد کے بیٹے کو قتل کیا ہے۔ اور پھر اس کے ٹکڑے ٹکڑے کئے۔ نواب صاحب نے ابھی پھانسی کی سزا کا حکم دیا ہے۔ یہ سن کر آپ نے مجرم سے فرمایا۔ دیکھو تم نے ایک بڑا جرم کیا ہے۔ اب تم کو دنیوی سزا ملنے والی ہے۔ یہ تھوڑی دیر کی سزا ہے اور گزر جائے گی۔ آخرت کی فکر کرو، سچّے دل سے اللہ کے سامنے توبہ کرو اور معافی چاہو تاکہ وہ تم پر رحم کرے اور آخرت کے عذاب سے تم کو نجات ملے۔ آپ نے یہ نصیحت اس طرح کی کہ وہ مجرم اور سب سپاہی آبدیدہ ہو گئے۔ مجرم نے توبہ کی، پھر آپ کو سلام کیا اور آپ روانہ ہو گئے۔

مولوی عبد الغفار

ابوالحسن خانِ سامان (یعنی نواب صاحب کے خاص

توشہ خانہ کے محافظ) نے اپنے گھر میں آپ کی دعوت کی۔ آپ تشریف لے گئے۔ وہاں کافی افراد کا اجتماع تھا مولوی عبدالغفار خان بھی تھے۔ وہ مولانا ارشاد حسین رحمۃ اللہ کے خلیفہ تھے جو کہ آپ کے جد امجد کے خلیفہ تھے۔ مولوی صاحب نے آپ سے مصافحہ کیا۔ آپ نے ان کے ہاتھ کو پکڑ کر فرمایا۔ مولوی صاحب تم نے نواب صاحب سے زیادہ ملاقاتیں کر کے اپنی باطنی حالت کو خراب کر لیا ہے۔ آج صبح ہمارے پاس شوکت علی محمد علی کی والدہ آئی تھیں۔ ان کا قلب تمہارے قلب سے روشن تر ہے (شوکت علی محمد علی کی والدہ شاہ ولی النبی سے بیعت تھیں جو کہ آپ کے جد امجد کے خلیفہ تھے۔) مولوی صاحب نے شاید آپ کی بات کو اہمیت نہیں دی۔ آپ نے اُن سے فرمایا۔ تم ہم سے کیا چھپاؤ گے اللہ کے فضل و کرم سے ہم کو یہ بات حاصل ہے۔ کہ اگر تم اپنا خیال بدلو گے۔ ہم کو معلوم ہو جائے گا۔ ہم تمہارے پیر کی قبر پر گئے تھے۔ وہ تمہاری شکایت کر رہے تھے۔ جاؤ اپنے پیر و مرشد سے دریافت کر لو۔ آپ کی اس بات کا مولوی صاحب پر اثر ہوا۔ اور اس دن کے بعد سے انھوں نے نواب صاحب کے پاس جانا چھوڑ دیا۔ رحمۃ اللہ ورضی عنہ

آپ نے چہار شنبہ ۱۱ ربیع الآخر ۱۳۳۴ھ کو ایک خط حافظ اشفاق الٰہی کو تحریر فرمایا ہے اس میں تحریر فرماتے ہیں "امۃ القیوم کی بہن کا نام امۃ الحی اچھا معلوم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ دونوں کو صالحات میں کرے اور عمر میں برکت عطا فرمائے۔ سب کی طرف سے دعا و سلام۔ بسکٹ خود یہاں میزبان کی طرف سے ایسے اچھے اور نفیس آتے ہیں۔ کہ شاید ہم نے ایسے نہ کھائے ہوں گے۔ تم بسکٹ نہ بھیجو۔ مولوی وحید اللہ خاں اور مولوی سردار احمد اور مولوی نظام الدین صاحب مدرس مدرسۂ عالیہ۔ کتاب شاطبیہ شریف ہم سے بہ تحقیق بعد مغرب پڑھتے ہیں۔ قاری ولی محمد صاحب بھی اگر پڑھنا ہم سے پسند کریں تو یہاں آجائیں۔ مکان اور کھانا اور آرام ہر طرح کا میرٹھ سے بہت زیادہ اور خادم اور مسجد یہاں موجود ہے۔ والسلام۔ ریاست رامپور قلعہ کہنہ "بجلی گھر" تقریباً ڈھائی مہینہ آپ نے ان تینوں صاحبان کو پڑھایا۔

بے نظیر سے واپسی اور ایک حال آپ بے نظیر باغ سے مغرب کی نماز پڑھ کر

روانہ ہوئے۔ حسبِ معمول اسمائے حسنیٰ مع آیاتِ شریفہ اور مسبعاتِ عشر آپ اور ہم ہر سہ برادر اور سردار احمد وکیل صاحب بلند آواز سے پڑھ رہے تھے۔ بالکل سناٹے کا عالم تھا۔ سڑک پر کسی کی آمد و رفت نہ تھی۔ دونوں طرف آم کے بڑے بڑے درخت تھے جن کی وجہ سے اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ آپ پر جذبہ کی کیفیت طاری ہوئی۔ اور آپ نے درختوں۔ جھاڑیوں، کنکروں کو مخاطب کرکے فرمایا۔ اے درختو، اے جھاڑیو، اے کنکرو، اور اے زمین، قیامت کے دن تم گواہی دینا کہ ایک بندہ اس راستے پر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہوا جا رہا تھا۔ جس وقت آپ یہ فرما رہے تھے۔ محسوس ہو رہا تھا کہ وہ سب اثبات میں جواب دے رہے ہیں۔ دو تین سال بعد آپ نے کوئٹہ میں اس واقعہ کا ذکر فرمایا۔ اور ارشاد کیا "خدا کے فضل سے اب بھی وہ کیفیت ظاہر ہے۔ افسوس ہے ان امور کا جاننے والا اب کوئی نہ رہا۔" جناب مولوی محمد عمر صاحب نے کوئٹہ میں یہ بات آپ سے سنی اور اس عاجز سے بیان کی۔ اس واقعہ اور کیفیت کا جب بھی اس عاجز و درماندہ کو خیال آتا ہے، ایک کیفیتِ تازہ حاصل ہوتی ہے۔ رَحِمَ اللّٰہُ عِبَادَہُ الصَّالِحِینَ الَّذِینَ۔

إِذَا دَرَدُوا الْأَطْلَالَ تَاهَتْ بِهِمْ عُجْبًا — وَإِنْ لَمَسُوا عُودًا زَهَا غُصْنُهُ رَطْبًا
وَإِنْ وَطِئُوا يَوْمًا عَلَى ظَهْرِ صَخْرَةٍ — لَأَنْبَتَتِ الصَّمَّاءُ مِنْ وَطْئِهِمْ عُشْبًا
وَإِنْ وَرَدُوا الْبَحْرَ الْأُجَاجَ لِشَرْبَةٍ — لَأَصْبَحَ مَاءُ الْبَحْرِ مِنْ رِيقِهِمْ عَذْبًا

آپ نے نواب صاحب کے کتب خانہ سے "النشر فی قراءات العشر" از امام شمس الدین ابوالخیر محمد الجزری۔ عاریۃً لی تھی۔ اس کتاب کی آپ کو بہت تلاش تھی۔ لہٰذا فیاض الدین کاتب کو آپ نے مقرر کیا۔ وہ ہر روز آتے تھے اور اس کتاب کو نقل کرتے تھے۔ اس کتاب کی دو جلدیں ہیں۔ پہلی جلد ۴۶۹ صفحہ میں نقل ہوئی۔ دوسری جلد کے اَسّی صفحے لکھے گئے تھے۔ تا۔ باب امالۃ ھاء التانیث وما قبلھا فی الوقف۔ کہ آپ رامپور سے روانہ ہوگئے۔ اور پھر یہ دوسری جلد مکمل نہ ہوسکی۔ یہ نسخہ اس عاجز کے پاس بفضل اللہ واحسانہ محفوظ ہے۔

نواب صاحب کا مکرر شوقِ دید

نواب صاحب رامپور کو پھر خواہش ہوئی کہ آپ کو ایک نظر دیکھ لیں۔ اور اب کی مرتبہ انھوں نے یہ صورت

اختیار کی کہ اپنے آدمیوں سے کہدیا کہ جب آپ کی سواری خسرو باغ کے دروازہ پر پہنچ جائے تو ہم کو اطلاع دی جائے۔ آپ اس راستہ پر تقریباً ایک میل سوا میل پیادہ چلتے تھے۔ پٹھان صراحی لئے ہوئے آپ کے پیچھے رہتا تھا۔ اور کبھی اس کے پیچھے اور ہم ہر سہ برادر اور سردار احمد وکیل آپ سے آگے رہتے تھے اور چھوٹی گیند ایک دوسرے کی طرف اچھالتے ہوئے چلتے تھے۔ آپ کے داہنے ہاتھ میں تسبیح ہوتی تھی اور آپ ذکر الٰہی میں مصروف رہتے تھے۔ یہ آپ کا معمول تھا کہ راستہ کے بائیں جانب چلتے تھے۔ چنانچہ اسی کیفیت سے آپ اور ہم سب جا رہے تھے کہ موٹر کے ہارن کی آواز آئی۔ تعجب ہوا کہ یہ موٹر کیسے آئی۔ اس موٹر میں نواب صاحب تھے۔ موٹر آہستہ آ رہی تھی۔ موٹر کے شیشوں پر پردے پڑے ہوئے تھے۔ نواب صاحب نے آپ کو دیکھا اور پھر انہوں نے اس کا ذکر اپنے سکریٹریوں سے کیا۔ نواب صاحب کی بہت خواہش تھی کہ آپ سے مل لیں لیکن آپ نے پہلے دن اُن سے وعدہ لے لیا تھا کہ وہ نہیں ملیں گے، نواب صاحب نے اپنے وعدہ کو پورا کیا۔ اور جس طرح آپ کی مہمانی کی اور ہر طرح آرام پہنچانے کی کوشش کی وہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے بے مثل ہے۔ گرمی کا موسم شروع ہوتے ہی آپ کی قیام گاہ کے بیرونی حصے کے دالان میں عمدہ خس خانہ بنوایا۔ اس میں لوہے کا دستی پنکھا تھا اور اس کا دستہ باہر تھا۔ باہر سے اس کو ملازم گھماتا تھا اور وہ اندر ہوا دیتا تھا۔

نواب صاحب نے بہت کوشش کی کہ آپ ایک ہزار روپیہ ماہوار کی پیشکش قبول فرمالیں۔ لیکن آپ نے قبول نہ فرمائی۔ پھر نواب صاحب نے کہا کہ یہ رقم آپ کے صاحبزادوں کے نام مقرر کر دی جائے۔ آپ نے چیف سکریٹری عبد الصمد خان سے فرمایا۔ رامپور میں ہمارے خاندان کے افراد خستہ حالت میں ہیں۔ نواب صاحب اُن کی مدد کر دیں۔

رفقائے پاک نہاد کی رحلت

آپ رامپور تشریف لائے اور دلی میں آپ کے مخلص صادق حاجی فضل عمر شب جمعہ ۹ صفر ۱۳۴۶ھ اور حکیم قیام الدین خان یکشنبہ ۱۱ صفر ۱۳۴۷ھ میں رحلت فرما گئے۔ آپ نے رامپور سے حضرت استاذی مولانا محمد عمر کو گھوسی خط تحریر فرمایا ہے۔ اس میں لکھتے ہیں۔

امروز گراز رفتہ عزیزاں خبرے نیست   فردا است دریں بزم زما ہم اثرے نیست

سعادت آثار مولوی محمد عمر کا خط پہنچا۔ الحمد للہ رب العالمین ہم سب بخیریت ہیں۔ مولوی عبدالحق الہ آبادی مقیم حرم شوال میں (۱۳۳۳ھ) حکیم قیام الدین خان کل کے دن۔ حاجی محمد عمر (معروف بہ فضل عمر) سوداگر جمعہ کی شب کو، یہ سب اشخاص منتخبات زمان و مغتنمات دوران مسلمانوں میں اہل الحل والعقد، صلحائے اہل سنت، خدام طریقۂ شریفۂ مجددیہ راہی ملک بقا ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ط وَاِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ۔ ان لوگوں کا مرنا مسلمانوں کے واسطے بڑی مصیبت ہے۔ حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْل عَلَی اللّٰہِ تَوَکَّلْنَا۔

دوشنبہ ۱۲ ؍صفر ۱۳۳۴ھ (۱۹؍دسمبر ۱۹۱۵ء)

ہندوستان کے مخلصین میں حاجی فضل عمر جیسا کوئی دوسرا نہ ہوا۔ ان کو اپنے پیرو مرشد سے ایسا کامل تعلق اور وابستگی تھی کہ ان کی شکل وکیفیت اپنے پیرو مرشد کی شکل وکیفیت میں تبدیل ہوگئی تھی۔ آپ کو قرآن مجید سے جو تعلق تھا حاجی فضل عمر کو اس سے نصیب کامل ملا تھا۔ وہ آپ ہی کے لہجے اور صوت میں تلاوت قرآن مجید کیا کرتے تھے۔ اور ان کی آنکھوں سے سیل اشک جاری ہوتا تھا۔ آپ رامپور سے سیدھے کوٹہ گئے اور جب کوٹہ سے اواخر ذی القعدہ ۱۳۳۴ھ (اکتوبر ۱۹۱۶ء) میں دہلی پہنچے تو ان کے مزار شریف پر فاتحہ پڑھنے تشریف لے گئے۔ اس وقت کافی افراد موجود تھے۔ آپ نے فرمایا "دیکھو فضل عمر کی قبر کا ذرہ ذرہ ذکر الٰہی میں مصروف ہے۔"

برسر خاک ما بیا نغمۂ عشق را سرا   کز جذبات شوق تو نعرہ زخاک برزنم
بعد ہزار سال اگر برقبرم گزر کنی   مشک غنود غبار من روح شود بہ تنم

رحمۃ اللہ علیہ وعلی جمیع اخوانہ وعلینا معہم اجمعین۔

نظر بندی کا خاتمہ اور کوٹہ کا سفر

گرمی کی وجہ سے آپ کو نہایت تکلیف تھی۔ گرمی دانوں سے آپ کا سارا جسم پھل گیا تھا۔ آپ نہایت خاموشی اور صبر کے ساتھ اس کو برداشت کر رہے تھے۔ آپ نے نظر بندی کے رفع کرنے کے لئے نہ کسی سے کچھ فرمایا اور نہ کسی کو کچھ تحریر کیا۔ حضرت

والدہ صاحبہ رحمہا اللہ نے نہایت خاموشی سے عبدالرحمٰن خضر خیل افغانی کو کوئٹہ بھیجا اور وہاں کے مخلصین کو آپ کی تکلیف سے آگاہ کیا اور ان سے نظر بندی کو رفع کرانے کے لئے فرمایا۔ عبدالرحمٰن خضر خیل کے پہنچنے پر وہاں کے مخلصین کو معلوم ہوا کہ آپ نظر بند ہیں۔ لہٰذا ان لوگوں نے ایک وفد بلوچستان کے حاکم اعلیٰ کے پاس بھیجا۔ (سارا بلوچستان براہ راست وائسرائے کے تصرف میں تھا۔ وہاں کے حاکم اعلیٰ کو "ایجنٹ گورنر جنرل" کہتے تھے) ارکانِ وفد نے اے۔ جی۔ جی۔ سے کہا کہ حضرت صاحب کو سیاست سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ وہ صرف مذہبی رہنما ہیں، اُن کی تکلیف سے تمام بلوچستان اور افغانستان کے لوگوں کو رنج ہوگا۔ اے، جی، جی نے اس سلسلہ میں فوری طور پر وائسرائے سے بات کی۔ اور پھر اُس نے آپ کے مخلصین کو پروانہ لکھ کر مع ایک باوردی سپاہی کے دیا اور کہا کہ تم اس سپاہی کے ساتھ جا کر حضرت صاحب کو لے آؤ۔ چنانچہ رحمت اللہ کاکڑ معروف بہ خدائے رحم پروانہ لے کر پولیس کانسٹیبل کے ساتھ رامپور پہنچے۔ اُسی وقت دلی آدمی بھیجا گیا تاکہ کوئٹہ تک بُوگی کرلی جائے۔ اور آپ سات ماہ کی نظر بندی کے بعد شعبان ۱۳۳۴ھ مطابق جون ۱۹۱۶ء میں نہایت خاموشی کے ساتھ رامپور سے دِلّی روانہ ہوئے۔ آپ صبح کو نو دس بجے رامپور سے چلے اور پانچ بجے تک دِلّی پہنچے۔ خانقاہ شریف میں دو تین گھنٹے قیام رہا۔ اور خیر سے رات کے نو بجے کوئٹہ کو روانہ ہوئے۔ باوردی سپاہی مع پروانہ کے ساتھ تھا اور اس کے بعد چار سال تک ایک باوردی سپاہی دِلّی سے کوئٹہ اور کوئٹہ سے دلّی آپ کے ساتھ آتا جاتا رہا۔

حضرت والدہ صاحبہ کی بائیں ٹانگ کی پنڈلی میں تقریباً بیس، پچیس دن سے تکلیف شروع ہو گئی تھی اور وہ کھڑے ہونے اور چلنے سے معذور ہو گئی تھیں۔ اُن کا سفر کوئٹہ کا اسی حال میں ہوا۔

کوئٹہ پہنچنا

دن کے تین چار بجے آپ کی ریل کوئٹہ پہنچی۔ اسٹیشن مخلصین سے بھرا ہوا تھا۔ ایک طرف انگریز حُکّام کھڑے تھے۔ وہ آپ کے احوال دیکھنے کو آئے تھے۔ آپ کے عاشقِ صادق مُلّا عبدالحلیم آخوند زادہ صاحب سب سے پہلے آپ کی دست بوسی کے واسطے کھڑکی پر آئے۔ آپ کے تن پر کُرتا اور سر پر سفید عرق چین (ٹوپی) تھی۔ جس وقت

آخوندزادہ صاحب نے آپ کے مبارک ہاتھ کو پکڑا۔ اور اُن کی نظر گرمی دانوں پر پڑی۔ بے اختیار (وُئی وُئی دہلائے ہائے) کہہ کر بلند آواز سے رونے لگے۔ جب میرکارواں اپنے کو ضبط نہ کرسکے۔ تو پھر اوروں کا کیا کہنا۔ اِن لوگوں کے نعرہ ہائے اَللہ اور گریہ و بکا اور فِدائیت و وارفتگی کو دیکھ کر انگریز افسر حیران رہ گئے اور اُن کو یقین ہو گیا۔ کہ اس مبارک جماعت کا معاملہ صرف دینی معاملہ ہے۔ دنیوی امور سے ان کو تعلق نہیں۔

بی۔ ٹی صاحب

تمام بلوچستان کی پولیس کے بڑے افسر کا نام بی۔ ٹی تھا۔ انھوں نے بلوچستان کے خان خداداد خان اور اُن کے بیٹے اعظم خان کو گرفتار کیا تھا۔ آپ کے کوئٹہ پہنچنے کے چند روز بعد وہ آپ سے ملنے آئے۔ اس وقت آپ کے پاس حضرت برادر کلاں اور کوئٹہ کے سب اوورسیئر ولی محمد صاحب کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ ولی محمد صاحب آپ سے بیعت تھے۔ بی۔ ٹی صاحب نے آپ سے کہا۔ کہ جلسوں اور اجتماعات سے آپ الگ رہیں۔ آپ کو حکومت کی طرف سے کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی۔

مہدی حسن

کچھ دنوں بعد سی۔ آئی۔ ڈی کے بڑے افسر مہدی حسن باقاعدہ وردی میں آپ کے پاس آئے۔ اُن کا تعلق قادیانی جماعت سے تھا۔ اُن کے ساتھ اُن کا جوان لڑکا تھا۔ کالج سے اُسی سال فارغ ہوا تھا۔ مہدی حسن تو سرکاری کام سے آئے۔ لیکن ان کا لڑکا صرف آپ کو دیکھنے آیا تھا۔ آپ کو دیکھ کر وہ آپ کا گرویدہ ہو گیا۔ اور دو چار دن بعد آکر بیعت ہوا۔ اور اس کی یہ کیفیت ہوئی کہ صبح کو نو بجے آتا اور آپ کے مکان کے صحن میں دروازہ کے پاس مٹی پر آپ کی طرف رخ کرکے ذکر قلبی میں مصروف ہو جاتا تھا اور بارہ بجے اپنے گھر کو جاتا تھا۔ آپ کوئٹہ سے دلی تشریف لائے اور دو ماہ بعد وہ رحلت کر گیا۔ رحمہ اللہ و غفرلہ۔

آپ کی نواسی محمدی

اللہ نے ۲۳ رمضان ۱۳۳۴ھ مطابق ۲۴ جولائی ۱۹۱۶ء آپ کو نواسی عنایت کی۔ یہ محترمہ صدیقی صاحبہ کی دختر ہے۔ جن کا عقد نکاح ۱۴ صفر ۱۳۳۳ھ میں ہوا تھا۔ بچی کا نام محمدی رکھا۔ پر تکلف عقیقہ ہوا اور مخلصین کو کھانا کھلایا۔ آپ کو محمدی سے بہت محبت تھی۔ جب وہ دو ڈھائی سال کی ہو گئی۔ تو اپنے ساتھ تفریح میں لے جانے لگے۔ ایک دن آپ نے فرمایا۔ ہم نے لڑکوں کی اولاد

نہیں دیکھی ہے اور ہم کو معلوم نہیں کہ اُن سے کتنی محبت ہوتی ہے۔ اللہ نے ہم کو نواسی عنایت کی ہے۔ اور اس کی طرف خود بخود ہمارا دل کھنچتا ہے۔ ہمارا خیال یہ ہے کہ یہ اُس محبت کا اثر اور پرتو ہے جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے مبارک نواسوں سے تھی۔

دہلی میں ایک دن آپ تفریح کو جا رہے تھے۔ جب آپ کی سواری موری دروازہ کے باہر پہنچی تو محمدی نے اپنے چھوٹے باجے کو بجانا شروع کیا۔ آپ پر ایک کیفیت طاری ہوگئی۔ آپ کے آنسو جاری تھے اور مثنوی شریف کے یہ دو شعر آپ پڑھ رہے تھے۔

بشنو از نے چوں حکایت می کند   وز جدائیہا شکایت می کند

کز نیستاں تا مرا ببریدہ اند   از نفیرم مرد و زن نالیدہ اند

محمدی کی بسم اللہ

بارہ ربیع الاول ۱۳۳۸ھ مطابق ۴ر دسمبر ۱۹۱۹ء کو دن کے دس بجے آپ باہر تشریف فرما تھے اور باہر کے آئے ہوئے وہ تمام افراد موجود تھے جو محفلِ مبارک میلاد شریف میں شریک ہوئے تھے اور دِلّی کے بھی وہ تمام افراد تھے جن کو آپ نے میلاد مبارک کی خوشی کے کھانے پر مدعو کیا تھا۔ حضرت والدہ صاحبہ نے چاندی کی تختی کے ساتھ محمدی کو آپ کے پاس بھیجا تاکہ آپ بسم اللہ پڑھا دیں تختی پر۔ بسم اللہ اور سورۂ اقرأ۔ مالم یعلم تک خوشخط لکھی ہوئی تھی۔ آپ نے خوشی سے محمدی کو بسم اللہ پڑھائی۔ اور پھر حضرت سعدی کا یہ قطعہ پڑھا۔

پادشاہے پسر بہ مکتب داد   لوحِ سیمینش در کنارش نہاد

بر سرِ لوح نوشتہ بود بہ زر   جورِ استاد بہ ز مہرِ پدر

سہ شنبہ ۲۹ رمضان ۱۳۵۲ھ مطابق ۱۶ر جنوری ۱۹۳۴ء حضرت برادرِ کلاں نے اُن کا عقدِ نکاح مرزا حافظ عبداللہ سے کابل میں بخیر و خوبی کر دیا۔ صدرِ اعظم سردار محمد ہاشم خاں اور سردار فیض محمد خاں اس تقریب میں شریک تھے۔ یہ عاجز مع برادر خورد اُن دِنوں مصر میں تھا۔ خدا کا فضل ہے کابل میں بہ عافیت و راحت ہیں۔ ان کی تین بیٹیاں اور دو بیٹے ہیں۔ سلمہم اللہ و حفظہم۔

حضرتِ برادرِ کلاں کو خلافت

اوائلِ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۵ھ مطابق

پہلی یا دوسری مارچ ۱۹۱۷ء حضرت برادر کلاں اور اُن کے ساتھ یہ عاجز مع مُلّا خیراللہ و مُلّا ولی محمد کوئٹہ کو روانہ ہوئے۔ حضرت سیدی الوالد قدس سرہ اُن کی تودیع کے لئے اسٹیشن تشریف لے گئے۔ جب حضرت برادر کلاں ریل میں بیٹھ گئے آپ ڈبہ کے پاس تشریف لائے، کھڑکی میں سے ان کے ہاتھوں کو اپنے مبارک ہاتھوں میں لیا۔ اور کلمۂ طیبہ و کلمۂ شہادت تلقین فرما کر آپ کو خلافت عنایت کی۔ یہ عاجز حضرت برادر کلاں کے پہلو میں کھڑا تھا۔ ابھی سترہ سال کی عمر نہ ہوئی تھی جو اُن کو یہ دولتِ عظمیٰ ملی۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

کوئٹہ میں آپ کے عاشق صادق مُلّا عبدالحلیم آخوند زادہ کو جب یہ خبر معلوم ہوئی تو حضرت برادرِ کلاں کے پاس آئے اور ان سے کہا۔ کہ آپ سب سے پہلے مجھ کو بیعت کریں۔ چنانچہ اصرار کر کے انھوں نے آپ کے ہاتھ پر تجدید بیعت کی۔ رحمہ اللہ۔

حافظ محمد اسحاق رانی کھیت والے

حافظ محمد اسحاق کشن گنج دِلّی کے رہنے والے تھے۔ ان کا کاروبار رانی کھیت میں تھا۔ آپ کے قدیم مخلص اور صاحبِ وظیفہ اور صاحبِ نسبت تھے۔ خاموشی اور اختصار کے ساتھ محتاجوں اور عاجزوں کی مدد کرتے تھے۔ سردی میں لحاف اور کمبل تقسیم کرتے تھے۔ میلاد شریف کی مبارک محفل کے سلسلہ میں دل کھول کر خرچ کرتے تھے۔ ۱۲ رجمادی الاولیٰ ۱۳۳۵ھ مطابق ۵ مارچ ۱۹۱۷ء میں ان کی وفات ہوئی۔ آپ شیدی پورہ اُن کے مزار پر گئے۔ اس وقت اُن کے فرزند شیخ محمد الیاس اور اُن کی برادری کے کافی افراد موجود تھے۔ آپ نے فاتحہ پڑھی اور ہاتھ اٹھا کر اُن کے واسطے دعائے مغفرت کی۔ آپ کی آنکھیں بند تھیں۔ اور آپ دعا کر رہے تھے۔ اچانک آپ دو تین قدم پیچھے کی طرف ہٹے اور آپ کی زبان مبارک سے نکلا: "حافظ محمد اسحاق کیا کر رہے ہو"۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا: "جو راحت ان کو نصیب ہوئی اس کی خوشی میں وہ پائے بوسی کر رہے تھے"۔ اس واقعہ کو ان کے فرزند اور دیگر افراد نے جو کہ اس وقت موجود تھے بیان کیا۔ اسی طرح کا واقعہ منشی عزیزالدین کی قبر پر میرٹھ میں ۱۳۲۹ھ میں پیش آیا تھا وہ دربار والے دن فوت ہوئے تھے۔ اور دوسرے

دن آپ اُن کی قبر پر گئے تھے۔ رحمہما اللہ تعالیٰ۔

حضرت والدہ صاحبہ کے پاؤں کا اپریشن

آپ کی بائیں پنڈلی میں تکلیف اُس وقت شروع ہوئی جب آپ رامپور میں تھیں۔ اسی تکلیف کی حالت میں کوئٹہ جانا ہوا۔ وہاں چار مہینے ڈاکٹرنی کا علاج رہا۔ پھر دلّی آمد ہوئی اور یہاں برابر ڈاکٹر کا علاج ہوتا رہا۔ اسی دوران میں حضرت برادر کلاں اور یہ عاجز کوئٹہ چلے گئے۔ حضرت سیدی الوالد نے ڈاکٹر مختار احمد انصاری کو بلایا۔ اور انھوں نے گھر میں اپریشن کیا۔ ان کے ساتھ ڈاکٹر سید عبدالرحمٰن بھی تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے ہڈّی کو بھی کھُرچا۔ اور اُن کے علاج سے اللہ تعالیٰ نے حضرت والدہ صاحبہ کو ایک سال بعد شفا دی۔ حضرت سیدی الوالد نے ہم دونوں کو کوئٹہ خط لکھا۔ اس میں تحریر فرمایا: "تمہاری والدہ تکیہ لگائے بیٹھی رہیں۔ پردہ پڑا ہوا تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے اپریشن کر لیا اور ان کو خبر بھی نہ ہوئی"۔ اواخر اپریل ۱۹۱۷ء میں آپ کوئٹہ تشریف لائے۔ حاجی عبدالغنی کو مرزا نیاز محمد خاں مع ایک دو نفر کے ایک دن پہلے بھیجا کرتے تھے، تاکہ وہ وہاں عمدہ جائے اور روغنی روٹی کا بندوبست کریں۔ اس سال حضرت برادر کلاں اور یہ عاجز بھی مُلّا خیر اللہ اور مُلّا ولی محمد کے ساتھ حاجی عبدالغنی کے ہمراہ حج گئے۔ اور وہاں حضرت سیدی الوالد کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے خوش ہو کر فرمایا: "ہم تمہاری تعلیم کے واسطے مولوی محمد عمر کو لائے ہیں"۔ آپ محلہ مداپور۔ گھوسی ضلع اعظم گڑھ کے رہنے والے ہیں۔ آپ کا ذکر ان شاء اللہ "الباقیات الصالحات" میں آئے گا۔

حضرت برادر کلاں کی مونچھوں کا کونڈا اور ان کی امامت

کوئٹہ میں حضرت والدہ صاحبہ نے برادر کلاں کی مونچھوں کا کونڈا کیا۔ یہ واقعہ ۱۳۳۵ھ مطابق ۱۹۱۷ء کا ہے۔ حضرت سیدی الوالد قدس سرہ کی خدمت میں اس خوشی کی شیرینی پیش کی گئی۔ آپ نے نوش فرمائی اور مخلصین کو تقسیم کی۔ آپ نے مخلصین سے فرمایا ہمارے بیٹے کی مونچھیں نکل آئی ہیں۔ اسی دن عصر کو جب آپ تفریح کے واسطے بگھی میں تشریف لے جا رہے تھے تو برادر صاحب سے فرمایا۔

"تمہارے جدّ امجد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب غصّہ آتا تھا تو اپنی مونچھوں کو بَل دیا کرتے

تھے۔" اس تقریب کے کچھ دن بعد آپ نے نماز پڑھانے کی خدمت حضرت برادر کلاں کے سپرد کردی۔ اس وقت آپ کی عمر سترہ سال اور تین چار مہینہ کی تھی۔

منشی عبدالرحیم خاں منشی ننّے خان

منشی ننے خان کا نام کرم اللہ خان تھا اور وہ فرزند محمد شفیع خاں عرف منشی آغا جان تھے۔ منشی عبدالرحیم خان ان کے حقیقی چچا منشی محمد تقی خاں کے فرزند تھے۔ اگرچہ یہ دونوں ابنائے عم تھے لیکن بمنزلہ حقیقی برادران کے تھے۔ ایک جا رہنا سہنا تھا۔ عام طور پر ان کو حقیقی بھائی سمجھا جاتا تھا۔ منشی ننے خان اور ان کی ہمشیرہ صاحبہ روشن آرا بیگم حضرت سیدی الوالد سے بیعت تھیں۔ عبدالرحیم خان اگرچہ بیعت نہ تھے لیکن مخلص نیازمند تھے۔ املاک کی دیکھ بھال میں مصروف رہتے تھے۔ وہ بیمار ہوئے، بیہوشی کے دورے پڑنے لگے۔ چونکہ وہ رات دن دنیوی امور میں مصروف رہا کرتے تھے۔ لہذا جب بھی کچھ ہوش آتا تھا۔ اُن کی زبان پر بے ساختہ "لاؤ حساب کتاب، لاؤ قلم دوات" آتا تھا۔ اس کیفیت کو دیکھ کر منشی ننے خاں آپ کی خدمت میں آئے۔ آپ اُن کے ساتھ ان کے گھر گئے۔ عبدالرحیم خاں پلنگ پر لیٹے ہوئے تھے۔ آپ ان کے پاس بیٹھے اور تھوڑی دیر ان کو توجہ دی۔ جیسا کہ حضرات نقشبندیہ کا معمول ہے۔ پھر آپ نے اُن کو آہستہ جھنجھوڑ کر تین مرتبہ "خاں صاحب" فرما کر آواز دی۔ تیسری آواز پر انھوں نے آنکھ کھولی۔ آپ کو پہچان کر نیازمندی سے گفتگو کی۔ آپ نے اُس وقت اُن کے ہاتھ کو اپنے مبارک ہاتھ میں لے کر اُن سے توبہ کرائی۔ اور پھر استغفار اور کلمۂ توحید اور کلمۂ شہادت کی تلقین فرمائی اور کچھ پڑھ کر اُن پر دَم کیا۔ جب آپ وہاں سے روانہ ہونے لگے تو عبدالرحیم خان پر اتنا اثر ہو گیا تھا کہ انھوں نے آپ کے ہاتھ کو پکڑ کر آنکھوں سے لگایا۔ اور بوسہ دے کر کہا۔ حضرت آپ نے میری عاقبت سنوار دی۔ آپ وہاں سے خانقاہ شریف آئے اور خانقاہ شریف پہنچکر یہ شعر پڑھا۔

سَو مُردہ صد سالہ جلا دیئے ہیں ابتک　　　اک آن میں دربان مسیحائے مدینہ

اور پھر آپ نے ایک خاص کیفیت سے اپنے یہ تین شعر پڑھے۔

جو دل سے پردہ غفلت ہو دُور آپ سے آپ　　　نصیب دل ہو دوام حضور آپ سے آپ

حبیب حضرتِ موسیٰ، مُحبِّ احمد ہے — اُحُد کو ڈھونڈتی ہے برق طور آپ ہے آپ
یہ گھر چراغِ فیوضِ عمرؓ سے روشن ہے — نہیں ہے خیر کے سینے میں نور آپ ہے آپ

آپ کی عبادت اور اِلقائے نسبت کے بعد عبدالرحیم خان چند روز حیات رہے۔ اور جب بھی اُن کو ہوش آتا تھا کہتے تھے "نماز کا وقت ہوگیا ہے۔ لاؤ جائے نماز، لاؤ وضو کراؤ" سُبْحَانَ اللّٰہِ الَّذِی یُقَلِّبُ قُلُوبَ الْعِبَادِ کَیْفَ یَشَاءُ۔

جب عبدالرحیم خان کی رحلت ہوئی تو ننھے خان اُن کے جنازہ کو خانقاہ شریف لائے اور آپ نے نماز پڑھائی، اُن کے ایک صاحبزادے عبدالمجید خان خواجہ تھے۔ پرانی وضع کے پابند، نہایت نیک نفس۔ تقسیم ہند کے موقع پر لاہور چلے گئے۔ اور دو تین سال بعد رحلت کر گئے۔ رحمہ اللہ وہ اگرچہ آپ سے بیعت نہ تھے لیکن عقیدت، محبت اور اخلاص میں نہایت راسخ تھے۔ اکثر کہا کرتے تھے: "آپ کی یاد سے سلفِ صالحین کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ اور حضرات صحابہ کا دور یاد آجاتا ہے"۔ اُن کی اہلیہ مبارک بیگم آپ سے بیعت تھیں۔ اکثر حضرت والدہ صاحبہ کے پاس آتی تھیں اور توجہات لیا کرتی تھیں۔ رحمہا اللہ۔

منشی ننھے خاں صاحب کا نام کرم اللہ خاں اور تخلص کرم تھا۔ ع سچ مچ کرم اللہ خاں اللہ کے کرم تم ہو۔

کرم اللہ خاں خدا کی قسم — سچ مچ اللہ کے کرم تم تھے

حضرت سیدی الوالد کے مخلصین میں منشی صاحب خصوصی افراد میں سے تھے۔ مال و دولت اور دنیوی وجاہت کے ہوتے ہوئے خاکساری اور تواضع سے پوری طرح محلّٰی تھے، معاملہ کی صفائی اور حساب کتاب کی درستی میں یکتا تھے۔ خانقاہ شریف کی مسجد و عمارات و تسبیح خانہ اور حضرت سیدی الوالد کا خصوصی مکان آپ کی سرپرستی میں بنا۔ حساب کتاب اُن کے سپرد تھا۔ ایک ایک پائی کا حساب درج تھا، یہ کاغذات اور رجسٹر اُن کے بھتیجے عبدالمجید خواجہ کے پاس ۱۹۴۷ء تک محفوظ تھے۔

حضرت سیدی الوالد جب بھی کوٹہ سے دِلّی یا دِلّی سے کوٹہ آتے یا جاتے تھے۔ خانصاحب اسٹیشن پر پہنچتے تھے۔ ۱۳۳۵ھ میں خان صاحب علیل تھے۔ اُٹھنے بیٹھنے کی طاقت نہ رہی تھی

حضرت سیّدی الوالد کوئٹہ تشریف لے جا رہے تھے۔ وہ پنیس میں اسٹیشن آئے۔ آپ ان کے پاس تشریف لے گئے۔ خاں صاحب لیٹے ہوئے تھے۔ انھوں نے آپ کے مبارک ہاتھ کو اپنی آنکھوں سے لگایا۔ اُن کے آنسو جاری تھے۔ آپ نے کچھ پڑھ کر اُن پر دَم کیا۔ اور خیر سے کوئٹہ روانہ ہوئے۔ مولوی بخش اللہ نے آپ کو کوئٹہ خاں صاحب کی علالت کا حال لکھا۔ آپ نے ۱۷ رمضان ۱۳۳۵ھ کو مولوی بخش اللہ کو تحریر فرمایا "خان صاحب کا ضعیف ہونا اور بات بھی مشکل سے کرنا معلوم ہوا۔ رنج ہوا، قبلۂ عالم حضرت سیّد صاحب (سیّد نور محمد بدایونی) رضی اللہ عنہ کے مزار مبارک کے بارے میں جو اُن کی رائے ہے وہی میری رائے ہے۔ حاجی عبدالغنی و حافظ عبدالحکیم کو خبر کر دینا اور ؎

وَكُنْ عَلَى الدَّهْرِ مِعْوَانًا لِذِي أَمَلٍ يَرْجُو نَدَاكَ فَإِنَّ الْحُرَّ مِعْوَانُ

کوئی شخص اگر عامل اس شعر کا ہے تو خان صاحب ہیں" اور جب خان صاحب کے انتقال کی خبر آپ کو کوئٹہ پہنچی۔ تو آپ نے مولوی بدرالاسلام کو تحریر فرمایا: "خان صاحب کے انتقال کا جو رنج ہم سب کو ہوا ہے۔ اس کو ہم کیا لکھیں۔ اُن کا کوئی بیٹا نہیں، بیوی اور بہن اور بھتیجا (عبدالمجید خواجہ) ہے۔ ہماری طرف سے تم اور عبدالحکیم جا کر تعزیت کر دینا ہم سب کی طرف سے۔

امروز گر از رفتہ عزیزاں خبرے نیست فردا است دریں بزم زما ہم اثرے نیست

اللہ تعالیٰ ان کو غریق رحمت کرے اور اُن کے سب گناہوں کو معاف فرمائے۔ اور جنّت میں ان کو جگہ دے۔ والسلام پنجشنبہ ۳۰ ذوالحجۃ الحرام ۱۳۳۵ھ (۱۷ اکتوبر ۱۹۱۷ء) یہ عاجز کہتا ہے خاں صاحب کی وفات آپ کے خط لکھنے کی تاریخ سے پانچ سات دن پہلے ہوئی تھی۔ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَغَفَرَ لَهُ وَرَضِيَ عَنْهُ

آخوندجی شاہ محمد عمر

حکیم محمد شفیع معالج امراض چشم، ساکن پہاڑ گنج، دِلّی۔ نے آپ سے عرض کی کہ حضرت آخوندجی شاہ محمد عمر بہت علیل ہیں۔ یہ خبر سن کر سہ شنبہ ۱۰ ماہ مبارک ربیع الاول ۱۳۳۶ھ مطابق ۲۴ دسمبر ۱۹۱۷ء آپ ہم تینوں بھائیوں کو ساتھ لے کر حکیم محمد شفیع کے ساتھ بگھی میں فراش خانہ تشریف لے

گئے۔ مسجد شریف سے متصل حجرہ میں آخوندجی پلنگ پر لیٹے ہوئے تھے۔ آپ کو دیکھ کر انھوں نے اپنے آدمیوں سے کہا مجھ کو بٹھاؤ۔ اگرچہ آپ نے منع کیا۔ لیکن وہ تکیوں کے سہارے بیٹھے۔ انھوں نے پہلی بات آپ سے یہ کہی کہ میرے جنازہ کی نماز آپ پڑھائیں گے آپ نے اُن سے وعدہ کیا۔ پھر انھوں نے اپنے بھتیجے مختار احمد کو آپ کے سامنے پیش کیا اور آپ سے کہا۔ حضرت یہ میرا بھتیجا ہے اور میں نے اس کو اپنا جانشین مقرر کیا ہے آپ دعا فرمائیں کہ اس میں صلاحیت پیدا ہو اور اپنے بزرگوں کے طریقہ پر قائم رہے چنانچہ آپ نے دعا فرمائی۔ پھر آپ نے ہم تینوں بھائیوں کو اُن کے سامنے پیش کیا۔ اور تینوں کے نام لے کر فرمایا: "یہ میرے بیٹے ہیں۔ آپ دعا کریں کہ اللہ ان کو صالح کرے۔" آخوندجی نے ہم تینوں کے واسطے دعا فرمائی۔ پھر آپ نے فرمایا: "کل رات خانقاہ شریف میں میلاد مبارک کی محفل منعقد ہوگی۔ آپ میاں مختار احمد کو وہاں بھیجیں۔" انھوں نے اسی وقت مختار احمد صاحب سے فرمایا: "تم خانقاہ شریف جانا اور سلام و نعت پڑھنا۔" اور جب آپ وہاں سے روانہ ہونے لگے تو آخوندجی نے آپ کو عطر کی شیشی دی۔

دیکھو روح جا رہی ہے

چہار شنبہ ۱۱ ربیع الاول کا دن تمام کر کے شب پنجشنبہ کو نماز عشا کے بعد ساڑھے نو، پونے دس بجے میلاد شریف کا بیان شروع ہوا۔ اس سال آپ پر ایک خاص کیفیت طاری تھی۔ آپ نے سارا بیان کھڑے ہو کر پڑھا اور آپ جگہ بھی تبدیل فرماتے رہے۔ غالباً رات کے بارہ بجے ہوں گے کہ آپ جنوبی منارے کے قریب صحن مسجد سے باہر مبارک احوال بیان فرما رہے تھے۔ اور آپ کا مبارک چہرہ شمال کی طرف تھا کہ آپ ایک دم خاموش ہو گئے۔ پھر آپ نے آسمان کی طرف منہ اٹھا کر فرمایا: "دیکھو یہ کس کی رُوح جا رہی ہے" آپ نے یہ بات اتنے بلند آواز سے فرمائی کہ صدہا نفر نے سنی۔ سب متحیر تھے کہ آپ نے یہ کیا فرمایا۔ پندرہ بیس منٹ گزرے ہوں گے کہ آخوندجی کی وفات کی خبر پہنچی اور مختار احمد صاحب اسی وقت روانہ ہو گئے۔ آپ نے مولانا محمد اسماعیل پدر بزرگوار مولانا محمد میاں (بستی حضرت سلطانجی والے) کی وفات کے موقع پر حافظ منیر الدین منیر وغیرہ سے فرمایا تھا: "دیکھو کسی نیک بندہ کی رُوح کو فرشتے لے جا رہے ہیں۔" اور بعد میں معلوم ہوا کہ اس

وقت مولانا محمد اسماعیل کی وفات ہوئی تھی۔ اور ایک دن مستری عبدالرحیم ساکن بھوجلہ پہاڑی۔ پرتی اور دوسرے مخلصین بیٹھے تھے۔ آپ نے ہاتھ اٹھا کر اشارہ فرماتے ہوئے کہا " دیکھو فرشتے کسی نیک بندہ کی رُوح لے جا رہے ہیں " عبدالرحیم وغیرہ نے اُٹھنے کے بعد معلوم کیا کہ اس وقت کس کی وفات ہوئی تھی سان کو پتہ چلا کہ اس وقت ایک تیراک کی وفات ہوئی تھی (یہ عاجز نام بھول گیا ہے) ان کی عادت تھی کہ طغیانی کے دلوں میں پُل کے پاس کھڑے ہو جاتے تھے۔ اور بہتے ہوئے لوگوں کو دریا سے نکالا کرتے تھے۔ صدہا افراد کی انھوں نے جانیں بچائی تھیں۔ رحمہ اللہ۔

کوئٹہ میں آپ نے ملّا عبدالحلیم اور ملّا ایاز سے فرمایا کہ میاں عبدالحکیم تھل والے اور میاں فقیر اللہ شکار پور والے کی روحیں ہر جمعہ کو سفید کبوتر کی شکل میں پرواز کرتی ہوئی آتی ہیں۔ رحمۃ اللہ علیہما

نماز جنازہ

پنجشنبہ بارہ ربیع الاول کو آپ قطب روڈ تشریف لے گئے۔ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کے قبرستان کے جہتِ سڑک املی کا درخت تھا۔ وہاں آپ نے جنازہ کی نماز پڑھائی تقریباً چالیس ہزار افراد کا اجتماع تھا۔

آخوند جی محمد عمر رحمہ اللہ کو آپ سے محبت تھی وہ کبیر السن اور ضعیف تھے۔ ہر سال قدم شریف میں مبارک محفل کا انعقاد کرتے تھے۔ یہ اجتماع چند شب ہوتا تھا۔ دو مرتبہ حضرت سیدی الوالد بھی وہاں تشریف لے گئے ہیں۔ ایک مرتبہ ایک جوان نے عربی قصیدہ پڑھا۔ آپ خوش ہوئے۔ اور احوال جذب نمودار ہوئے مخلصین اور دوسرے لوگ آہ و بکا و نعرہ و وجد میں مصروف تھے۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

خورجہ کو آپ کا جانا

۱۳۳۶ھ مطابق ۱۹۱۸ء میں ایک ہفتہ کے واسطے آپ مع متعلقین و چند مخلصین خورجہ تشریف لے گئے۔ اور وہاں محلہ نصر اللہ خان میں چودھری مولا داد خان کے مکان میں قیام رہا۔ چودھری مولا داد خان اور ان کی اہلیہ چودھرائن حنیفہ آپ سے بیعت تھیں۔ اور ہر سال چالیس دن کے واسطے ان کا سارا گھر خانقاہ شریف میں رہتا تھا۔ چودھرائن رئیس عظیم الدین خان کی نواسی تھیں اور اُن کے دس بارہ گاؤں تھے۔

چودھری صاحب کے بیٹے احمد سعید خان کی شادی تھی۔ اس سلسلہ میں وہ آپ

کو لے گئے تھے۔ خورجہ میں آپ مولانا عبدالملک خان خویشگی فرزند مولانا نصراللہ خاں احمدی خویشگی قادری سے اُن کے گھر جا کر ملے۔ وہ بہت بوڑھے اور کمزور تھے ان سے مل کر آپ خوش ہوئے۔ اتفاق سے وہاں مراد آبادی بھرت کا اگالدان آیا۔ اس پر عبدالملک کندہ تھا آپ نے مولانا عبدالملک سے فرمایا کہ "اَلْمَلِکُ" اللہ تعالیٰ کا پاک نام ہے اس کا احترام واجب ہے۔ مولانا عبدالملک کو اس کی خبر نہ تھی۔ انھوں نے اسی وقت ریتی سے اس جگہ کو گھسوا دیا۔ رحمہ اللہ

مولوی فرید احمد کو مغالطہ

مولوی فرید احمد نے اپنے پیر و مرشد مولانا نصراللہ خان احمدی خویشگی قادری کے احوال میں ایک مختصر کتاب لکھی ہے۔ اس کا نام "جان فزا" ہے۔ اس کے صفحہ ۱۶۴ اور ۱۷۱ میں حضرت سیدی الوالد قدس سرہ کے متعلق اواخر محرم ۱۲۹۹ھ (۱۹ر دسمبر ۱۸۸۱ء) میں رامپور سے خورجہ کو جانا لکھا ہے۔ حالانکہ آپ خورجہ نہیں گئے تھے۔ البتہ شیخ احمد ابوالخیر مکی ایک مردِ سیاح تھے اور عمر تمتع زہر گوشۂ یافتم۔ ان کے حسب حال تھا۔ اس زمانے میں وہ رامپور آئے ہوئے تھے۔ مولانا نصراللہ سے ان کے تعلقات تھے۔ ان کو جب خبر ملی کہ مولانا چراغ سحری ہو گئے ہیں۔ تو خورجہ گئے۔ ایک دو دن وہاں رہے تھے کہ مولانا رحلت کر گئے اور انھوں نے جنازہ کی نماز پڑھائی۔ تعجب اس بات پر ہے کہ مولوی فرید احمد نے بعض جگہ احمد ابوالخیر بھی لکھا ہے اور بعض جگہ مکی بھی ہے اور حضرت والد کا اسم گرامی عبداللہ ابوالخیر بھی لکھ گئے ہیں اور پھر احمد ابوالخیر بھی آپ ہی کو تصور کر لیا ہے۔ حضرت سیدی الوالد صرف چودھری مولاداد خاں کی خواہش پر ۱۳۲۶ھ میں خورجہ تشریف لے گئے تھے۔ نہ اس سے پہلے کبھی آپ کا وہاں جانا ہوا تھا اور نہ اس کے بعد۔ چونکہ بعض افراد نے اس عاجز سے اس سلسلہ میں استفسار کیا تھا اس لئے اظہار امر کر دیا گیا۔ واللہ الموفق والمعین۔

کوئٹہ کا سفر

آپ ۶ر جمادی الآخرہ ۱۳۳۶ھ مطابق ۲۰ر مارچ ۱۹۱۸ء میں کوئٹہ روانہ ہوئے۔ ہر سال آپ چھوٹی بوگی جس میں سیکنڈ کے دو ڈبے ہوتے تھے کوئٹہ تک ریزرو کرا لیتے تھے۔ چوں کہ اس سال بلوچستان کے مری قوم کے سردار نے

کچھ شورش برپا کر رکھی تھی اس لئے چھوٹی بوگی دستیاب نہ ہوئی اور آپ نے بڑی بوگی کرایہ پر لی۔ دہلی کے مخلصین نے آپ کو مشورہ دیا تھا کہ اب کے سال فساد کی وجہ سے آپ کوئٹہ نہ جائیں آپ نے کوئٹہ پہنچ کر مولوی عبدالعزیز بنگالی کو فارسی میں خط لکھا اور اس میں تحریر فرمایا ہے۔
"بروز جمعہ وقت عصر بہ تاریخ ہشتم جمادی الآخرہ در کوئٹہ رسیدیم۔ ہزار روپیہ در گاری ریل خرچ شد۔ یک گاری را بہ تمام گرفتیم۔ دراں سہ فسٹ وسہ سکنڈ۔ ہمہ گاری از ما بود و اینجا ہم بفضل الٰہی ہمہ امن و امان است۔ مردم دہلی مرا می ترسانیدند کہ بہ کوئٹہ فساد است وفتنہ است امسال آنجا تشریف نہ برید لیکن اینجا بہ فضل وکرم الٰہی ہیچ پریشانی وفساد نیافتیم"۔

مُلّا عبدالحلیم آخوندزادہ کی وفات

آپ کے مخلص بلکہ عاشقِ صادق کی کمر میں زخم ہوا۔ ہرچند علاج ومعالجہ ہوا فائدہ نہ ہوا۔ اور صاحب فراش ہو گئے۔ بچنے کی اُمید نہ رہی۔ وہ آپ کے دروازہ کے سامنے مسجد شریف کی دیوار کے نیچے توشک ڈلوا کر دروازہ کی طرف منہ کر کے لیٹ جاتے تھے۔ غالباً رمضان شریف کی چار پانچ تاریخ تھی کہ آپ نے اس عاجز سے کہا "جاؤ مُلّا عبدالحلیم سے ہمارا سلام کہو۔ اور ہماری طرف سے ان سے یہ کہو۔ یہاں آپ کو تکلیف ہے آپ اپنے گھر چلے جائیں"۔ یہ عاجز ان کے پاس گیا۔ پہلے حضرت کا سلام پہنچایا اور پھر آپ کی بات کہی۔ وہ اس سلام وپیام کو سن کر زار و قطار رونے لگے اور انھوں نے اس عاجز کے ہاتھ کو پکڑ کر بوسہ دیا۔ آنکھوں سے لگایا اور روتے ہوئے کہا کہ حضرت صاحب سے عرض کرو کہ میرا اب وقت آخر ہے اور میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ کے دَر کے سامنے مروں۔ اس عاجز نے اُن کی بات آپ سے جا کر عرض کی۔ آپ سُن کر دو تین منٹ خاموش رہے اور پھر آپ نے فرمایا۔ زید جا کر ہماری طرف سے یہ کہو "ہماری خوشی اس میں ہے کہ آپ اپنے گھر چلے جائیں"۔ اس عاجز نے اُن سے جا کر یہ بات کہی، اور وہ رونے لگے، پھر انھوں نے کہا میں ان کی خوشی کے خلاف کیسے کر سکتا ہوں۔ اور وہ اپنے گھر جو ہی کو چلے گئے۔ یوم پنجشنبہ ۱۷ رمضان المبارک ۱۳۳۶ھ مطابق ۲۷ جون ۱۹۱۸ء میں راہیٔ ملکِ بقا ہوئے اور ہر دو ہمشیرگان عثمانی وحیدری کے حظیرہ میں چہار دیواری کے اندر جہتِ شرق متصلِ دیوار دفن ہوئے۔ ع خدا رحمت

کنداین عاشقانِ پاک طینت را۔

اس سال جناب مولوی محمد عمر صاحب کسی وجہ سے کوئٹہ نہ جا سکے تھے۔ آپ نے ان کو خط ارسال کیا اور اس میں تحریر فرمایا۔

"ہمارے دوست، ہمارے مزاج داں، ہمارے خیر خواہ، مولوی عبد الحلیم صاحب، ۱۷ رمضان کو راہیِ ملکِ بقا ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ ہم کو ایسا رفیقِ صالح و دانا، دوسرا آج تک نہیں ملا۔ جزاہ اللہ خیرا۔ والسلام۔ جمعہ ۹ شوال ۱۳۳۶ھ" آپ کے خلفاو مجازین کے بیان میں ان کا کچھ ذکر آئے گا۔

بلند شہر کی نمائش

جمادی الاولی ۱۳۳۷ھ مطابق مارچ ۱۹۱۹ء میں چودھری مولا داد خاں نے آپ سے ہم تینوں بھائیوں کو بلند شہر کی نمائش دکھانے کی اجازت حاصل کی۔ انھوں نے آپ سے کہا کہ وہاں میرا ایک خیمہ لگتا ہے۔ اس میں آرام سے ان کا قیام رہے گا۔ چنانچہ ہم تینوں بھائی مع تین پٹھانوں کے چودھری صاحب کے ساتھ بلند شہر کی نمائش دیکھنے گئے۔ تیسرے دن دوپہر کو تقریباً ایک بجے چودھری صاحب سے چند افراد نے آکر کہا۔ کہ نمائش گاہ کے دروازہ پر ایک موٹر کھڑی ہے اور اس میں دہلی کے حضرت صاحب ہیں۔ چودھری صاحب دوڑتے ہوئے گئے اور آپ کو خیمہ میں لائے۔ آپ نے فرمایا "مولا داد خاں تم ہمارے بچوں کو لے کر آ گئے۔ اُن سے ملنے کو ہمارا دل چاہا اور ہم موٹر کرایہ پر لے کر آ گئے۔" آپ نے سَتّر روپیہ پر موٹر کرایہ پر لی تھی۔ کہ ایک شب قیام فرمائیں گے۔ اور دوسرے دن دس بجے تک روانگی ہوگی۔

عبد العلی مختار

عصر کے قریب نواب احمد سعید خاں (چھتاری والے) آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت ہوئے۔ عصر کی نماز آپ نے نمائش گاہ کی عارضی مسجد میں پڑھی۔ وہاں کی صفائی اور سبزہ کو دیکھ کر آپ بہت خوش ہوئے اور دریافت کیا۔ اس کا انتظام کس نے کیا ہے۔ چودھری صاحب نے آپ سے حافظ عبد العلی مختار کا ذکر کیا کہ یہ سب کام انھوں نے کیا ہے اور ہمیشہ وہ یہ خدمت بجا لاتے ہیں۔ اور اب اُن پر قتل کا مقدمہ چل رہا ہے۔ ماتحت کی عدالت پھانسی کی سزا کا حکم دے چکی ہے۔ عدالتِ عالیہ میں اپیل دائر کر رکھی ہے۔ اور وہ بیمار

ہیں۔ عدالت نے گھر میں رہنے کی اجازت دیدی ہے۔ وہاں سپاہی نگرانی کرتا ہے۔ مسجد شریف کی خوبی نے آپ کو اتنا متاثر کیا تھا کہ آپ نے فرمایا۔ سواری منگاؤ ہم اُن سے ملیں گے۔ چودھری صاحب نے سواری طلب کی۔ بگھی میں آپ اور ہم تینوں بھائی اور چودہری صاحب اور کوچبان کے پاس ایک پٹھان بیٹھا۔ جس وقت آپ بگھی میں رونق افروز ہوئے خلق خدا مصافحہ کے لئے ٹوٹ پڑی۔ وہاں سے حافظ عبد العلی کے گھر پہنچے۔ آپ کی آمد کا سُن کر حافظ عبد العلی انتہائے مسرت سے رو پڑے اور انھوں نے کہا۔ میں کہاں اس لائق تھا جو حضور میرے گھر تشریف لائے ہیں۔ وہاں دو آدمی بیٹھے تھے۔ حافظ عبد العلی دو چار منٹ کے واسطے مستورات کی طرف گئے۔ اس عرصہ میں ان دو آدمیوں نے کہا۔ حضور۔ ان کے بچنے کی اُمید بہت کم ہے۔ حافظ عبد العلی سے بہت جلدی باہر آئے اور انھوں نے چائے پیش کی۔ آپ نے فرمایا۔ ہم نے مسجد میں نماز پڑھی وہاں کے انتظام اور صفائی کو دیکھ کر ہمارا دل خوش ہوا اور ہم تم سے ملنے آئے۔ تم ہمارے یہ دو شعر ہر نماز کے بعد عاجزی سے تین مرتبہ پڑھو۔ ہم کو اللہ سے اُمید ہے کہ تم بری ہو جاؤ گے۔"

اور آپ نے[1] ایک کاغذ پر اپنے مبارک ہاتھ سے یہ دو شعر لکھ دیئے۔

حَسْبِیَ اللّٰهُ فِی الْحَیَاتِ وَ فِیْ — سَکَرَاتِ الْمَمَاتِ وَ اللَّحَدِ
وَهُوَ نِعْمَ الْوَکِیْلُ یَکْلَؤُنِیْ — فِیْ نَهَارِیْ وَ لَیْلَتِیْ وَ غَدِ

حافظ عبد العلی نے آپ سے پرچہ لے کر آنکھوں سے لگایا۔ اور پھر تین اشرفیاں ہم تینوں بھائیوں کے نام سے پیش کیں۔ اور انھوں نے کہا۔ حضرت۔ آپ کے لائق میرے پاس کچھ نہیں جو میں پیش کر سکوں۔ آپ نے اُن کے حق میں دعا فرمائی۔ اور نمائش گاہ تشریف لائے۔ آپ اپریل ۱۹۱۹ء میں کوئٹہ تشریف لے گئے۔ وہاں حافظ عبد العلی کا تار پہنچا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بری کر دیا اور تار کے ذریعہ ایک سو روپیہ آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ رحمہ اللہ و غفر لہ۔

---

[1] اس عاجز نے ان دو شعروں کا ترجمہ فارسی میں اس طرح کیا ہے۔ ؎

اعتمادم ہست بر ذاتِ احد — در حیات و در ممات و در لحد
کارساز و حافظم شد کردگار — زاں برستم از غم لیل و نہار

چودھری خدا بخش کا واقعہ

دوشنبہ ۲۵ رمضان ۱۳۶۴ھ مطابق ۳ ستمبر ۱۹۴۵ء دوپہر کے وقت چودھری خدا بخش خانقاہ شریف میں اس عاجز سے ملے۔ ان کی شکل اور جسم کی ساخت چودھری مولاداد خاں سے بہت ملتی تھی۔ وہ پہلے مزارات شریفہ پر حاضر ہوئے اور پھر اس عاجز کے پاس آئے۔ انھوں نے کہا کہ آج ستائیس سال کے بعد اللہ نے میری تمنا پوری کر دی۔ اور انھوں نے اپنا یہ واقعہ بیان کیا جو میں نے اسی وقت لکھ لیا تھا۔

خدا بخش نے بتایا کہ میں بلند شہر کے قریب ایک گاؤں میں رہتا ہوں۔ ہمارے گاؤں میں ایک سادھو رہتا تھا۔ اور میں بچپنے سے اس کے پاس جاتا تھا مجھ کو اس سے محبت ہوگئی اور میں ہندو ہو گیا لیکن میرا نام خدا بخش ہی تھا۔ میں اپنے گاؤں کے مسلمانوں کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو برا کہتا تھا اور گالیاں دیا کرتا تھا۔ اب میں تئیس چوبیس سال کا ہو گیا تھا اور اسی ارتداد کے زمانے میں بلند شہر کی نمائش دیکھنے کے واسطے گیا۔ وہاں میں نے بگھی میں ایک شخص کو دیکھا، ان کے ساتھ بچے بھی تھے، اور ایک بڑے آدمی ان کے سامنے بیٹھے تھے، کوچبان کے پاس ایک پٹھان بیٹھا تھا۔ خدا بخش نے آپ کے لباس اور پگڑی اور شکل کی بالکل صحیح کیفیت بیان کی اور کہا کہ مجھ کو یہ معلوم ہوا یعنی محسوس ہوا کہ کوئی آسمانی فرشتہ بیٹھا ہوا ہے۔ میں نے بہت کوشش کی کہ ان سے مصافحہ کر لوں لیکن لوگوں کی کثرت کی وجہ سے کامیاب نہ ہو سکا اور آپ کی سواری روانہ ہو گئی۔ میں نے لوگوں سے پوچھا اس بگھی میں کون صاحب تھے۔ انھوں نے بتایا کہ یہ دلی کے حضرت شاہ ابوالخیر ہیں۔ میں نے دل میں کہا کہ جب دلی جاؤں گا تو ان کے پاس جاؤں گا۔ خدا بخش نے کہا کہ اُس دن سے میرے دل میں اسلام کا نور چمکا اور اللہ نے فضل کیا کہ میں پھر سے مسلمان ہو گیا۔ میں آج پہلی مرتبہ دلی آیا ہوں۔ جامع مسجد پر میں نے آپ کے متعلق معلوم کیا تو معلوم ہوا کہ آپ رحلت کر چکے ہیں اور آپ کا مزار خانقاہ شریف میں ہے۔ چنانچہ میں آپ کے مزار شریف پر حاضر ہوا۔ اور میں نے فاتحہ پڑھی، میں اگر ان سے نہ مل سکا اُن کی قبر پر حاضر ہو گیا۔ یہ

بیان خدا بخش کا ہے۔ جس وقت وہ اس عاجز سے ملے تھے اُن کی عمر پچاس سال کی ہوگی۔

نمائش گاہ سے دہلی پھر کوئٹہ

نمائش گاہ میں ایک شب قیام فرما کر دوسرے دن آپ اور ہم تینوں بھائی دِلّی آ گئے اور پھر اپریل میں کوئٹہ جانا ہوا۔ بہ ظاہر بچوں کی محبت آپ کو نمائش گاہ لے گئی۔ لیکن اللہ کو آپ سے یہ خدمت لینی تھی کہ ایک مرتد پھر دائرۂ اسلام میں آئے اور ایک خادمِ اسلام و معتقدِ اولیاء پھانسی سے نجات پائے۔ ؎

فَکَمْ لِلّٰہِ مِنْ لُطْفٍ خَفِیٍّ یَدُقُّ خِفَاہُ عَنْ فَہْمِ الذَّکِیِّ

حضرت برادر کلاں کی علالت

حضرت برادر کلاں کو وَرمِ شقیقہ کی شکایت ہوگئی اور دو سال تک رہی۔ اس کی وجہ سے آپ کی پڑھائی میں بھی خلل آیا۔ کوئٹہ میں آپ کی نکسیر جلد جلد پھوٹنے لگی اور آپ علیل بھی ہو گئے ڈاکٹروں نے تجویز کیا کہ آپ کچھ دن کے واسطے ہنّہ جاکر رہیں۔ چنانچہ وہاں کے ڈاک بنگلہ میں آپ رہے۔ یہ مقام کوئٹہ سے سات میل کے فاصلہ پر ہے اور ٹھنڈا ہے۔ وہاں کا پانی بہت عمدہ ہے۔ دس بارہ دن کے بعد آپ ہم سب کو لے کر ہنّہ تشریف لے گئے اور تقریباً تین ماہ وہاں قیام رہا۔ اتنے دن تک یہ ڈاک بنگلہ کسی کو نہیں ملتا تھا۔ لیکن کوئٹہ کے کمشنر نے جو کہ انگریز تھا کہدیا تھا کہ جب تک آپ قیام کرنا چاہیں کریں۔

ریل کا حادثہ

آپ کا معمول تھا کہ ایک چھوٹی بوگی دہلی سے کوئٹہ تک، اور کوئٹہ سے دہلی تک ریزرو کرا لیتے تھے۔ اس میں دو کمرہ سیکنڈ کے ہوتے تھے اور ایک سرونٹ۔ چوں کہ بوگی چھوٹی ہوتی تھی اس لئے پسنجر ٹرین سے اس کا الحاق ہوتا تھا۔ اور راستہ میں سماسٹہ اور روہڑی میں، لے جانے والی ٹرین کے انتظار میں گھنٹوں ایک طرف یہ بوگی کھڑی رہتی تھی۔

پنجشنبہ ۲ رصفر ۱۳۳۸ھ مطابق ۲۷ راکتوبر ۱۹۱۹ء آپ حسب معمول چھوٹی بوگی سے دہلی کے واسطے روانہ ہوئے۔ روہڑی پر حسب معمول ایک انجن اس بوگی کو ایک طرف لے گیا۔ اور وہاں ایک خالی لائن پر کھڑا کر دیا بوگی پوری طرح کھڑی نہیں ہوئی تھی اور

وہ حرکت کرنے لگی۔ قلیوں نے لائن پر چھوٹے چھوٹے پتھر رکھے وہ ان کو چُورا کرتی ہوئی سمت شرق یعنی سماسٹہ کی طرف کچھ تیزی سے روانہ ہوگئی۔ یہ وقت تقریباً صبح صادق کا تھا۔ قلیوں نے انجن چلانے والے سے کہا، اس نے انجن کو جو دوسری لائن پر تھا آگے لے جانا چاہا۔ چونکہ بوگی قینچی کے قریب پہنچ چکی تھی۔ انجن ڈرائیور نے انجن کو تیز کیا۔ انجن تو نکل گیا لیکن بوگی کے شمال شرقی حصہ کی انجن سے ٹکر ہوئی۔ چنانچہ یہ کونا ٹوٹ گیا اور بوگی کے سمت جنوبی کے دو پہیے زمین میں دھنس گئے اور سمت شمالی کے دو پہیے زمین سے پون گز اٹھ گئے۔ بوگی کے پہیے جس جگہ دھنسے تھے اس کے جنوب میں تقریباً پچیس تیس گز کا گہرا گڑھا تھا۔ اگر بوگی کچھ اور جھک جاتی تو گڑھے میں گر جاتی۔

جس وقت یہ حادثہ پیش آیا آپ بیٹھے ہوئے تھے (اس طرف جو اوپر کو اٹھ گیا تھا) اور اتفاق سے آپ کا رُخ قبلہ کی طرف تھا۔ آپ پر ایک خاص کیفیت طاری تھی اور زبان پر یہ مصرع جاری تھا۔ ع بڑی برکت خدا کے نام میں ہے۔ اور آپ اُسی جذبہ کی حالت میں اس پر مصرعے لگا رہے تھے۔ اسی حال میں اسٹیشن ماسٹر جو کہ ایک انگریز تھا۔ اپنے عملہ اور پندرہ بیس قلیوں اور آٹھ دس سپاہیوں کے ساتھ آیا وہ متحیر رہ گیا کہ جنوب کی طرف گڑھے میں بوگی کیوں نہیں لُڑھکی اور اب تک دو پہیوں پر وہ کس طرح کھڑی ہے۔ آپ اس وقت تبسم فرما رہے تھے اور "بڑی برکت خدا کے نام میں ہے" فرما رہے تھے۔ وہ اسٹیشن ماسٹر آپ کا ایسا معتقد ہوا کہ اس کے بعد جب بھی کوئٹہ جاتے ہوئے یا آتے ہوئے آپ کی ریل اسٹیشن پر پہنچتی تھی وہ چائے بسکٹ پیش کرتا تھا۔ اور آپ کے سلام کو آتا تھا۔ آپ نے جو مصرعے۔ بڑی برکت۔ الخ۔ پر لگائے تھے وہ بعد میں آپ نے ایک پرچہ پر لکھ لئے تھے۔

جو درجِ ذیل ہیں۔

(۱) فلاحِ دو جہاں اسلام میں ہے	(۲) بنا دیتا ہے خود بیں کو خدا بیں
(۳) یہی خود بیں کو کرتا ہے خدا بیں	(۴) یہی قطرے کو کر دیتا ہے دریا
(۵) یہی لوہے کو کر دیتا ہے سونا	(۶) اندھیرے کو یہ کرتا ہے اُجالا

اتنا عظیم حادثہ ہوا۔ انگریز اسٹیشن ماسٹر اور اس کے عملے کے افسران کہہ رہے تھے۔

کیا بات ہے کہ بوگی کھڈ میں نہ گری اور آپ کے سکون اور تعلق الی اللہ میں بال برابر فرق نہ آیا۔ بلکہ آپ کا مُسکرا مُسکرا کر بار بار۔ بڑی برکت خدا کے نام میں ہے۔ پڑھنا بتا رہا تھا کہ آپ پر احوالِ خصُوصِیَّہ طاری تھے۔ انگریز اسٹیشن ماسٹر اس طرح آپ کی خدمت کر رہا تھا کہ اصحابِ بندارِ مُریداس کا دسواں نہیں کر سکتے۔ اور اس کے بعد جب بھی آپ کی ریل روہڑی پہنچتی تھی وہ چائے وغیرہ لے کر آپ کے سلام کو آیا کرتا تھا۔ ذٰلک الفضل من اللہ۔

علی برادران کا اظہارِ عقیدت

۱۳۳۸ھ مطابق ۱۹۲۰ء کا واقعہ ہے کہ آپ روشن آرا باغ حسب معمول برائے تفریح بگھی میں تشریف لے جا رہے تھے۔ اس سال آپ کی سواری لال کنواں۔ کھاری باولی۔ قطب روڈ ہو کر جاتی اور آتی تھی۔ ایک دن جب آپ کی سواری لال کنواں پہنچی تو وہاں راستہ کے شرقی کنارے پر ایک بڑے اجتماع میں چار پانچ گز اونچے اسٹیج پر مولانا شوکت علی و محمد علی کھڑے تقریر کر رہے تھے۔ یہ دونوں دسمبر ۱۹۱۹ء میں قیدِ فرنگ سے رہا ہوئے تھے۔ یہ جلسہ ان کے اعزاز میں کیا گیا تھا۔ ان دونوں بھائیوں کی نظر جب آپ کی طلعتِ نورانی پر پڑی فوراً اسٹیج پر سے اُترے اور دوڑتے ہوئے آپ کی سواری کے پاس آئے آپ کے مبارک ہاتھوں کو بڑی محبت سے بوسہ دیا۔ آپ نے ان کی خیریت دریافت کی۔ اور آپ کی سواری روانہ ہوئی۔ رحمۃ اللہ علیہما وغفر لہما۔

کوئٹہ آنا جانا بہ راہِ لاہور

ریل کے حادثہ کے بعد حضرت برادرِ کلاں نے کوئٹہ آنے جانے کے واسطے لاہور کا راستہ تجویز فرمایا۔ اپریل ۱۹۲۰ء کو دلّی سے عبدالحق ایّن۔ پھاٹک حبش خاں والے اور حافظ اشفاق الٰہی میرٹھی لاہور تک ساتھ گئے۔ ایک رات مال روڈ میں قیام رہا اور پھر کوئٹہ روانگی ہوئی۔ اس کی خبر ڈاکٹر اشفاق محمد امرتسری کو ہوئی۔ انھوں نے آپ کی آمد پر جو ماہ صفر ۱۳۳۹ھ مطابق اکتوبر ۱۹۲۰ء میں ہوئی، آپ کے ٹھیرنے کے واسطے عبدالعزیز وکیل کے مکان میں بندوبست کیا یہ مکان بکّی دروازہ لاہور میں واقع تھا۔ ایک ہفتہ آپ نے وہاں قیام فرمایا تھا۔ کوئٹہ سے مُلّا عبدالعزیز اور سید عبدالرحمٰن لاہور تک آئے تھے۔ اور دہلی

سے حافظ عبدالحکیم وغیرہ لاہور پہنچ گئے تھے۔ اہل لاہور بہ کثرت آپ کی زیارت کو اس عرصہ میں آئے۔

میاں شیر محمد شرقپوری مولانا رؤف احمد شاہ

اس عرصہ میں میاں شیر محمد صاحب دو مرتبہ آپ سے ملنے آئے۔ جب پہلی مرتبہ وہ تشریف لائے تو آپ مکان کے صحن میں ایک مونڈھے پر تشریف فرما تھے اور مکان کا صحن لوگوں سے بھرا ہوا تھا۔ میاں صاحب آئے اور آپ کے پاؤں کو پکڑ کر آنکھیں بند کرکے بیٹھ گئے۔ آپ کی آنکھیں بھی بند تھیں۔ میاں صاحب کے آنسو جاری تھے

نہ دانم چہ گفتی چہ انگیختی　　　　که از دیدہ ہایم تو خوں ریختی

جب میاں صاحب تشریف لے گئے آپ نے حاضرین سے فرمایا۔ میاں شیر محمد پنجاب کے شیر ہیں۔ دو تین دن کے بعد میاں صاحب آپ سے ملنے پھر تشریف لائے۔ ان کے ساتھ قلعہ گوجر سنگھ۔ لاہور کی مسجد جامع کے امام مولانا رؤف احمد شاہ صاحب بھی تھے۔ آپ نے شاہ صاحب کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور پھر فرمایا۔ شاہ صاحب عجب دل ہے۔ پھر آپ نے میاں صاحب سے فرمایا۔ شیر محمد آج کیا بات ہے۔ انھوں نے کہا۔ حضور سستی ہوگئی ہے۔ آپ نے ارشاد کیا "یہ پرانے مشائخ عظام والی بات تو نہیں ہے۔ لیکن اللہ کا شکر ہے۔ غنیمت ہے" پھر آپ نے محبت سے اُن پر ہاتھ پھیرا اور دُعا فرمائی۔ اس کے بعد چار مرتبہ آپ کا قیام اچھرہ میں ہوا اور میاں صاحب آپ سے ملنے دو مرتبہ وہاں تشریف لے گئے۔ رحمۃ اللہ علیہ وعلی رفیقہ رؤف احمد وعلینا معہما۔

حضرت طاہر بندگی

عصر کی نماز پڑھ کر عبدالعزیز وکیل کے مکان میں تشریف فرما تھے۔ زائرین سے صحن خانہ بھرا ہوا تھا۔ آفتاب غروب ہونے کے قریب تھا۔ آپ نے فرمایا۔ حضرت مجدد کے خلیفہ اور اُن کے صاحبزادوں کے استاد حضرت مولانا طاہر بندگی کا مزار شریف کہاں ہے۔ ڈاکٹر شوق محمد اور دوسرے افراد نے کہا۔ مُزنگ میں ہے۔ زیادہ دُور نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا۔ وہاں حاضری دینی ہے۔ ایک شخص نے کہا۔ حضرت اب مغرب کا وقت ہونے کو ہے۔ آپ نے آنکھیں کھول کر فرمایا۔ نماز وہاں پڑھنی

ہے ۔ اور پھر آپ فوراً کھڑے ہو گئے اور فرمایا حضرت یاد فرما رہے ہیں ۔ اور آپ پیادہ روانہ ہوئے ۔ ہم تینوں بھائی اور حافظ عبد الحکیم دلی کے ۔ ڈاکٹر شوق محمد امرتسری اور بہت سے لوگ آپ کے ساتھ ہو لئے ۔ ڈاکٹر اشفاق محمد آپ کو ایک رات کے واسطے امرتسر لے جانا چاہتے تھے اور اس سلسلہ میں انتظامات کرنے گئے ہوئے تھے ۔ راستہ میں ایک ہندو اپنے دوستوں کے ساتھ اپنے مکان کے باہر مونڈھوں پر بیٹھا تھا ۔ آپ کو دیکھ کر کھڑا ہو گیا ۔ اور اس نے آپ کو بیٹھنے کے واسطے کہا ۔ مخلصین نے کہا سواری آ رہی ہے ۔ اس وقت تک آپ تشریف رکھیں ۔ چنانچہ پانچ سات منٹ آپ وہاں بیٹھے ۔ وہ ہندو بڑے ادب سے آپ کے سامنے ہاتھ جوڑے کھڑا رہا ۔ آپ کی آنکھیں بند تھیں ۔ اور آپ اپنے احوال میں تھے ۔ دو چار منٹ میں بگھی آئی آپ اور ہم تینوں بھائی اور حافظ عبد الحکیم اندر بیٹھے اور ایک پٹھان کوچبان کے پاس ، بگھی روانہ ہوئی ۔ ڈاکٹر شوق محمد وغیرہ اپنے واسطے سواریاں تلاش کرنے دوڑے ۔ آپ کی آنکھیں بند تھیں ۔ اور اپنے احوال میں مستغرق تھے ۔ شہر سے باہر بگھی جا رہی تھی ۔ سورج چھپ چکا تھا ۔ اندھیرا پھیل رہا تھا ۔ ایک جگہ چوراہا آیا ۔ کوچبان شمال کی طرف بگھی لے چلا ۔ آپ نے چلّا کر فرمایا " یہ کدھر لے جا رہا ہے ۔ دیکھو دیکھو یہ حضرت کھڑے ہیں اور فرما رہے ہیں ہم اِدھر ہیں ۔ صاحبزادے تم کدھر جا رہے ہو " اور آپ نے غرب کی جانب اشارہ فرمایا ۔ حافظ عبد الحکیم نے گھبرا کر کوچبان سے کہا ۔ کہاں جا رہے ہو ۔ اس نے کہا ۔ میں ٹھیک جا رہا ہوں ۔ آپ خاموش بیٹھ گئے ۔ تقریباً ایک فرلانگ بگھی گئی اور پھر کوچبان نے بگھی روکی اور اس نے کہا ۔ میں ادھر غلط آ گیا ۔ اور بگھی موڑ کر اُس چوراہے پر آیا جہاں آپ نے فرمایا تھا " ہم اِدھر ہیں ، صاحبزادے تم کدھر جا رہے ہو " جب بگھی چوراہے پر پہنچی آپ کے چہرۂ انور پر بشاشت کے آثار ظاہر ہوئے اور اتنے میں ڈاکٹر شوق محمد وغیرہ کی سواریاں بھی آ گئیں ۔ آپ نے ان سے فرمایا ۔ دیکھو یہ ہم کو غلط راستہ پر لے گیا اور حضرت کھڑے فرما رہے تھے ہم اِدھر ہیں صاحبزادے تم کدھر جا رہے ہو ۔ پھر آپ نے پہلے مسجد شریف میں مغرب کی نماز پڑھی اس کے بعد مزار شریف پر حاضر ہوئے ۔ آپ نے بلند آواز سے سورۃ مُلک تلاوت

فرمائی۔ اور بڑی نیاز مندی سے تربت مبارکہ کو ہاتھ سے مسح کیا اور اپنے سر اور منہ پر ہاتھ کو پھیرا اس وقت آپ پوری طرح مخمور تھے۔ چشمانِ مبارک سُرخ ہو رہی تھیں۔ کافی دیر تک آپ پر یہ کیفیت طاری رہی۔

چوں بادۂ شوق تو کند بُراقی ۔۔۔ گردد تن و روح جملہ مستِ ساقی
تن مستِ شراب و روح مستِ ساقی ۔۔۔ آں گردد فانی و ایں گردد باقی

جہانگیر کا مقبرہ

۱۹۲۱ء میں جب آپ کا قیام میاں قمرالدین کی کوٹھی واقع فیروز پور روڈ۔ اچھرہ۔ میں تھا۔ میاں قمرالدین آپ کو مقبرۂ جہانگیر لے گئے۔ مقبرہ کی کھلی چھت پر آپ نے مغرب کی نماز پڑھی اور پھر آپ وہاں تھوڑی دیر مصروف ذکرِ الٰہی رہے۔ اسی دوران میں مقبرہ کے باغیچہ کے جنوب مشرقی حصہ سے صدائے۔ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه۔ بلند ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کا کوئی نیک بندہ "ضَرب" لگا رہا تھا۔ پانچ سات منٹ آپ اس مبارک صدا کی طرف ہمہ تن گوش بنے رہے۔ پھر آپ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ کا کوئی نیک بندہ ضرب لگا رہا ہے اور یہ طریقہ قادریہ سے وابستہ ہے" اور آپ نے اس کے واسطے دعائے خیر فرمائی۔ رحمہ اللہ و رضی عنہ۔

امرتسر کا جانا

ڈاکٹر اشفاق محمد کی تمنّا تھی کہ آپ ایک مرتبہ امرت سر تشریف لے جائیں جب آپ کا قیام عبدالعزیز وکیل کے مکان میں ہوا اُن کو موقع ملا کہ وہ اپنی تمنّا پوری کریں، چنانچہ انھوں نے موٹر کاروں کا بندوبست کیا اور آپ کو مع متعلقین اور حافظ عبدالحکیم امرتسر لے گئے۔ اور وہاں محمد صادق بیرسٹر کی عمدہ کوٹھی میں آپ کے قیام کا بندوبست کیا۔ آپ ایک رات وہاں رہے۔ امرت سر کے شائقین بہ کثرت حاضر ہوئے اور آپ کی زیارت و صحبت سے مستفید ہوئے۔ دوسرے دن شام تک لاہور واپسی ہوئی۔

اچھرہ میں قیام کرنے کی دعوت

اچھرے کے میاں برکت علی اور میاں قمرالدین آپ سے بیعت تھے۔ یہ دونوں عبدالعزیز وکیل کے مکان میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان کے ساتھ دین محمد

ذیلدار اور کچھ لوگ اور بھی تھے اور ان سب نے آپ سے التماس کی کہ کوئٹہ کو جاتے اور وہاں سے آتے وقت آپ اچھرے میں قیام فرمایا کریں۔ آپ نے ان کی اس درخواست کو منظور فرمایا۔ اور اُنتیس سو اکیس و بائیس میں کوئٹہ جاتے آتے اچھرے میں قیام رہا۔

بارِ دگر رامپور کا سفر

سترہ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ مطابق تیس نومبر ۱۹۲۰ء آپ تین رات کے واسطے حضرت عمۂ محترمہ سے ملاقات کرنے رامپور تشریف لے گئے اور ان کے پاس محلہ مدرسہ کہنہ میں قیام فرمایا۔ علماء فضلاء اور خاندان کے تمام افراد سے ملے۔ جب آپ رامپور سے روانہ ہوئے تو مودّعین سے اسٹیشن بھرا ہوا تھا۔

دوسری نواسی

رامپور سے آنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو دوسری نواسی عنایت کی۔ آپ نے ان کا نام امۃ الرحمٰن رکھا۔ یہ عاجز مصر میں تھا کہ حضرت والدہ صاحبہ محترمہ نے ان کا نکاح عبدالوحید فرزند ڈاکٹر اشفاق محمد صاحب امرتسری سے شب دوشنبہ ۲۸ رشوال ۱۳۵۳ھ مطابق ۲ رفروری ۱۹۳۵ء میں کر دیا۔ خدا کے فضل و کرم سے بہ عافیت و اولاد و اولادِ اولاد والی ہیں۔ اور اب لاہور میں رہتی ہیں یسلمہا اللہ وسلم اولادہا۔

جنابِ ہمشیرہ وسطیٰ کا نکاح

اُسی شان و شوکت سے کہ ۱۳۳۳ھ میں جناب ہمشیرہ کلاں کا نکاح ہوا تھا، شب جمعہ ۲۱ ررجب ۱۳۳۹ھ مطابق ۳۱ رمارچ ۱۹۲۱ء میں جناب ہمشیرہ وسطیٰ فاروقی صاحبہ کا عقدِ نکاح نواب زادہ لئیق احمد خاں فرزند نواب زادہ فاخر احمد خان صاحب ایّوبی انصاری پانی پتی سے ہوا علماء، فضلاء، عمائدین، اور مخلصین بہ کثرت آئے۔ خوب رونق رہی۔ البتہ جس شانِ جمالی کا ظہور ۱۳۳۳ھ میں ہوا تھا اس میں نمایاں فرق تھا۔ گویا کہ آپ بہ لسانِ حال فرمارہے تھے۔ اَللّٰھُمَّ ھٰذَا قَسمِی فِیْمَا اَمْلِکُ فَلَا تَلُمْنِی فِیْمَا تَمْلِکُ وَلَا اَمْلِکُ کَمَا کَانَ یَقُوْلُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ فاخر احمد خان صاحب اور ان کے فرزند کا ذکر ان شاء اللہ بعد میں آئے گا۔

آہ قاری حافظ نیاز احمد

قاری حافظ نیاز احمد فرزند شیخ عبدالرحمٰن ساکن سہارنپور سترہ اٹھارہ سال کی عمر میں ۱۳۲۱ھ یا ۱۳۲۲ھ میں آپ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے۔ "اَلسَّعِیْدُ مَنْ سُعِدَ فِیْ بَطْنِ اُمِّہٖ" کا مقولہ اُن پر پوری طرح صادق آتا ہے۔ باوجود کم عمری کے جو صدق کامل اور عزم راسخ اُن کو ملا تھا وہ ہزاروں میں کسی ایک کو نصیب ہوتا ہے۔ آپ بھی کامل جوہر شناس تھے، لہٰذا آپ نے نیاز احمد صاحب کی صلاحیتوں کو اجاگر کرنا شروع کردیا۔ اتفاق سے اُسی زمانے میں قاری عبدالغنیؒ انطاکیہ (ملک شام) کے بہ اشارۂ غیبی اپنے وطن سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کامل چار سال دِتّی وکوئٹہ میں آپ کی خدمت میں رہے۔ (ان شاء اللہ ان کا ذکر بعد میں آئے گا) آپ نے حافظ نیاز احمد کو اُن کے سپرد کیا۔ اُن کی کوشش پوری طرح کامیاب ہوئی اور حافظ نیاز احمد کے مخارجِ حروف ایسے اعلیٰ ہوئے کہ باید وشاید۔ جب وہ فنِ تجوید میں ماہر ہوکر قاری نیاز احمد ہوگئے۔ آپ نے اُن کو اُن اوقاف کی تعلیم دی۔ جن کا بیان شیخ الاسلام زکریا انصاری، امام شمس الدین جزری، امام ابوعمرو دانی نے اپنی تالیفات میں کیا ہے (اوقاف کا بیان ان شاء اللہ بعد میں آئیگا) مخارج حروف کی صحت سے کلام پاک کی تلاوت میں لفظی حُسن پیدا ہوجاتا ہے۔ اور اوقاف کی معرفت سے معنوی حُسن میں چار چاند لگ جاتے ہیں۔ اور تلاوتِ مبارکہ کے وقت جو افراد معانی کی لذتوں سے مستفید ہوا کرتے ہیں۔ اُن کو فہم معنی میں کوئی دِقت پیش نہیں آتی۔ جب قاری نیاز احمد علم اوقاف سے بھی پوری طرح باخبر ہوگئے۔ تو آپ نے ان کو قراءاتِ سَبعہ کی تعلیم دینی شروع کی۔ ۱۳۲۳ھ میں قاری نیاز احمد نے امام نافع کی قراءت بہ روایتِ قالون میں محراب سنائی اور دوسرے سال بہ روایتِ ورش۔ پھر ہر سال ایک امام کی قراءت سے تراویح میں قرآن مجید سناتے تھے۔ رمضان ۱۳۲۹ھ میں امام حمزہ کی قراءت پڑھی۔ اور اس کے تین ماہ دس دن بعد عین عالم شباب میں راہی مُلکِ بقا ہوئے۔ آپ نے مولوی بخش اللہ کو حضرت برادر کلاں سے درج ذیل خط لکھوایا۔

خیرے کن اے فلاں وغنیمت شمار عمر
زاں پیشتر کہ بانگ برآید فلاں نہ ماند

قاری نیاز یکشنبہ، محرم کو وبائی مرض (ہیضہ) میں مبتلا ہوئے۔ آٹھ تاریخ کو اُن کو سرکاری آدمی کرانٹین میں لے گئے۔ جہاں کسی کو جانے کی اجازت نہیں تھی بہ سبب احتیاط کے کہ وبائی مرض زیادہ نہ پھیلے۔ نو تاریخ کو اُن کو ذرا ہوش آیا، مگر پیشاب بند ہو گیا تھا۔ چہارشنبہ دس تاریخ عاشورا کے دن بہ وقت نیمروز، ایک بجے اُن کا انتقال ہو گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

جہاں میں تو کارِ نکوئی رہے گا　　نہ کوئی رہا ہے نہ کوئی رہے گا

غفر اللہ لنا ولہ۔ کیا اچھا وقت اور کیا اچھا دن انھوں نے پایا۔ حقیقت میں وہ لائق اسی کے تھے۔　　چہارشنبہ ۱۷ رمحرم الحرام ۱۳۴۰ھ　۲۱ ستمبر ۱۹۲۱ء

حکومت نے جو اسپتال وبائی امراض والوں کے واسطے بنایا تھا وہ شہر سے تین چار میل کے فاصلہ پر تھا۔ وہاں کوئی نہیں جا سکتا تھا۔ قاری نیاز احمد کے جنازہ کو اسپتال کی موٹر قبرستان لے گئی۔ وہاں کافی افراد پہنچ گئے۔ انھوں نے نماز جنازہ پڑھی۔ اور ان کے جسد خاکی کو مادرِ خاک کے سپرد کیا۔ وہاں سرکاری آدمی کھڑے تھے انھوں نے سب کے منہ ہاتھ پاؤں دوائی سے دھلوائے۔

قاری نیاز احمد کی آواز صاف و شیریں اور بلند تھی۔ صفائے باطن کا اثر اس میں ظاہر تھا۔ ۱۳۳۹ھ میں محفل مبارک میلاد شریف میں انھوں نے کھڑے ہو کر قرآن مجید کا ایک رکوع پڑھا تھا۔ اُن کا رخ اپنے پیر و مرشد برحق کی طرف تھا آنکھیں بند تھیں۔ جب وہ تلاوت شریفہ سے فارغ ہوئے تو آپ نے خوش ہو کر فرمایا "نیاز"۔ یہ سُن کر اُن کے منہ سے بے اختیار ایک چیخ نکلی اور وہ آپ کے قدموں میں جا پڑے۔ آپ نے محبت سے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ اور غالباً پھر آپ نے اُن سے علامہ نبہانی کی "اَلْمُزْدَوِجَۃُ الْغَرَّاءُ فِی الْاِسْتِغَاثَۃِ بِاَسْمَاءِ اللّٰہِ الْحُسْنٰی" پڑھوائی تھی۔ خانقاہ شریف لوگوں سے بھری ہوئی تھی۔ بلکہ دروازہ کے باہر سڑک پر لوگ کھڑے تھے۔ اور خاموشی سے سُن رہے تھے۔ اہلِ باطن کچھ اور ہی لطف اٹھا رہے تھے۔

قاری نیاز احمد کشیدہ قامت، خوش اندام، شائستہ اخلاق، شیریں گفتار تھے۔ احیاناً

شعر و سخن سے شوق کرتے تھے اور خوب کہتے تھے۔ اُن کا ایک شعر یاد ہے جو کہ اپنے پیر و مرشد برحق کے بارے میں کہا ہے اور وہ یہ ہے۔

لیتے ہی نام مرشد ہاں اے نیاز دیکھو کوسوں ہے بھاگی ظلمت وقتِ سحر سے پہلے

ان کی نشانی ایک دودھ پیتی بچی تھی۔ صوفی ولی محمد صاحب (ساکن مجیٹھہ ضلع امرتسر) نے رشتۂ ہمپیری اور اخوتِ اسلامی کو آخر وقت تک استوار رکھا اور خدمت کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو صاحبِ اولاد کیا۔

تراویح کے بیان میں قاری نیاز احمد کا کچھ ذکر آئے گا۔ رَحِمَہُ اللّٰہُ وَرَحِمَ مَنْ رَبَّاہُ اَحْسَنَ تَرْبِیَۃٍ حَتّٰی جَعَلَہُ اللّٰہُ اِمَامًا لِلْمُتَّقِیْنَ ، ھَنِیْئًا لَّہٗ ثُمَّ ھَنِیْئًا لَّہٗ ۔

دھوراجی کاٹھیاواڑ کا سفر

حضرت امام ربانی مجدد و منورِ الفِ ثانی قدس اللہ سرہُ الاقدس کے عرسِ شریف کے سلسلہ میں

کاٹھیاواڑ سے میمن سرہند شریف جایا کرتے تھے۔ ان میں سے بعض افراد آپ کی خدمت میں بھی حاضری دیتے تھے۔ ۱۳۳۹ھ میں حاجی ہاشم حاجی ولی پسران حسن دادا جب سرہند شریف سے اوّلِ ماہِ مبارک میلادِ سرورِ کائنات علیہ افضل الصلوٰات و ازکی التحیات۔ میں دِلّی آئے تو رات کے نو بجے آپ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے۔ حاجی ہاشم نے کہا۔ میرے بچوں کی شادی ماہ صفر ۱۳۴۰ھ میں ہوگی۔ اس موقع پر آپ دھوراجی ایک ہفتہ کے واسطے تشریف لائیں۔ آپ نے فرمایا۔ اس موسم میں ہم کوسٹہ میں ہوں گے۔ ہمارا سفر دھوراجی کا کیسے ہوگا۔ حاجی ہاشم نے کہا۔ حضور۔ اس کا انتظام میں کروں گا۔ اِن شاء اللہ آپ کو کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوگی۔ آپ نے ان کی محبت اور اخلاص کو دیکھتے ہوئے اُن کی دعوت قبول فرمائی۔ حاجی ہاشم اور حاجی ولی کو آپ سے صرف محبت تھی۔ مرید اوروں کے تھے۔

حاجی ہاشم نے تین سمجھ دار افراد کو چار صفر ۱۳۴۰ھ مطابق چھ اکتوبر ۱۹۲۱ء یوم پنجشنبہ کوسٹہ بھیجا۔ اور انھوں نے سفر کا بندوبست کیا اور خیر سے آپ دوشنبہ ۸ صفر کو کوسٹہ سے روانہ ہوئے۔ نو کو بعد مغرب لاہور پہنچے اور ایک شب اچھرہ میں قیام فرما کر دس صفر کو دِلّی روانہ ہوئے اور پنجشنبہ ۱۱ صفر، ۱۳ اکتوبر کو دِلّی پہنچے دو دن دِلّی میں قیام رہا۔ پانی پت

سے ہمشیرہ صاحبہ اور نواب زادہ صاحب اور میرٹھ سے حافظ اشفاق الٰہی آئے، دلی سے مولوی بخش اللہ ساتھ ہوئے۔ دو پٹھان بھی ساتھ تھے۔ ان سب کا انتظام سفر میمنوں نے کیا۔ شنبہ ۱۳ ؍صفر، ۱۵ ؍اکتوبر کو بعد مغرب دلی سے روانہ ہو کر دوشنبہ ۱۵ ؍صفر، ۱۷ ؍اکتوبر کو دن کے دس بجے دھوراجی پہنچے۔

یومِ مشہود

دھوراجی پہنچنے سے پانچ سات اسٹیشن پہلے سے میمنوں کا ہجوم شروع ہوا۔ تمام ریل ایسی بھری کہ کسی کا ہلنا مشکل ہو گیا۔ ہم تینوں بھائی جس ڈبے میں تھے جب وہ بھر گیا تو ہم تینوں آپ کے ڈبے میں آ گئے۔ وہاں یہ تماشا دیکھا کہ حضرت والدہ صاحبہ و ہمشیرگان ایک کونے میں سمٹی ہوئی بیٹھی ہیں۔ اور میمن آپ کو گھیرے میں لئے بیٹھے ہیں۔ کوئی آپ کے ہاتھ چوم رہا ہے اور کوئی آپ کو دبا رہا ہے۔ غرض ہر ایک اپنی نیازمندی کا اظہار کر رہا ہے۔ لوگوں کی کثرت اور ریل کی چھت پر اُن کے بیٹھ جانے کی وجہ سے ریل بھی آہستہ چل رہی تھی۔ دھوراجی پر خلق خدا کا جو ازدحام تھا اس نے میزبانوں کو پریشان کر دیا۔ آپ کو موٹر تک پہنچانا ان کے لئے مشکل ہو گیا۔ آپ کہیں، ہم کہیں، رفقا کہیں، اس عاجز کو چند افراد گھیرے ہوئے تھے اور بہ ہزار دقت آپ کی موٹر تک لے گئے۔ لوگ کہتے تھے کہ ایک لاکھ سے زائد افراد کا اجتماع تھا۔ اسٹیشن سے قیام گاہ تک سارے راستے موٹر پر پھولوں کی بارش ہوتی رہی۔ اور کوئی اپنے شوق میں دام و درم نچھاور کر رہا تھا۔

حاجی ہاشم نے آپ کے واسطے بہت بڑا، دو منزلہ، عمدہ مکان مہیّا کیا تھا۔ نیچے کی منزل میں ایک باورچی خانہ تھا۔ وہاں آپ کے اور آپ کے تمام رفقا کے کھانے چائے کا بندوبست ہوتا تھا۔ ایک بڑا کمرہ تھا وہ آپ کی بیٹھک تھی۔ چار پانچ کمرے رفقا کے لئے تھے اور اوپر کی منزل آپ کی رہائش کے لئے۔ پانچ چھ آدمی کام کرنے والے اور ایک منتظم رات دن رہتے تھے۔

محفلِ نکاح

عقدِ نکاح کی محفل منعقد ہونے کے لئے ایک بہت بڑا پنڈال بنایا تھا اور طرح طرح سے اس کو آراستہ و پیراستہ کیا تھا۔ ایک طرف بڑا

تخت بچھایا تھا۔ اس پر آپ تشریف فرما ہوئے۔ اور آپ کے تخت کے سامنے تقریباً دس گز کے فاصلہ پر عروسان کے واسطے نشستگاہ بنائی گئی تھی جس کی بلندی آپ کے تخت سے کم تھی۔ حاجی ہاشم کے دو بیٹیوں اور غالباً دو ہی بیٹیوں کی شادی تھی۔ قاضی نے خطبۂ نکاح پڑھا اور ایجاب و قبول کرایا۔ آپ نے دعائے خیر کی۔ پھر چودہری عبدالغنی نے آپ کی خدمت میں آٹھ ہزار روپیہ حاجی ہاشم کی طرف سے پیش کیا اور عرض کی کہ پانچ ہزار آپ کی نذر ہے اور ایک ایک ہزار تینوں صاحبزادوں کی۔ پھر چودہری عبدالغنی نے اعلان کیا کہ حضرت امامِ ربّانی قدس سرہ کے مزار پرُ انوار پر سنگ مرمر کا عالی شان گنبد بنوایا جائے گا۔ سر دست اس کے واسطے پچاس ہزار روپیہ۔ اور آپ کی درگاہ کے دروازہ کے واسطے سر دست پچیس ہزار روپیہ حاجی ہاشم نے پیش کیا ہے۔ اگر مزید روپیہ کی ضرورت ہوئی تو وہ بھی دیں گے۔ اور دھوراجی میں ایک مسافر خانہ کے واسطے پچاس ہزار کا اور یتیم خانہ اور بعض مساجد شریفہ کے واسطے پچیس ہزار کا اعلان کیا۔ حاجی ہاشم نے گنبد شریف پر ایک لاکھ کے قریب روپیہ خرچ کیا۔ اور دروازہ پر بھی زائد رقم صرف ہوئی۔ جزاہ اللہ فی الدارین خیرا۔

شیخ عیسیٰ مظہر

آپ حضرت شاہ محمد مظہر کے چھوٹے صاحبزادے ہیں جو کہ حضرت سیدی الوالد کے حقیقی عم اصغر تھے۔ ان کی وفات ۱۱ محرم ۱۳۰۱ھ میں ہوئی اور اس وقت شیخ عیسیٰ دودھ پیتے تھے۔ آپ ۱۳۰۵ھ کے اواخر میں مدینہ منورہ تشریف لے گئے تھے۔ اس وقت شیخ عیسیٰ کو خوردسالی میں دیکھا تھا۔ اب بیتیس سال کے بعد دھوراجی میں ملاقات ہوئی اور آپ بہت خوش ہوئے۔ شیخ عیسیٰ کا قیام جامع مسجد کے عمدہ حجرہ میں تھا۔ انھوں نے آپ سے کہا کہ آپ صاحبزادوں کو اجازت دیں کہ وہ مجھ سے آکر ملیں۔ آپ نے خوشی سے ہم تینوں بھائیوں کو اجازت دی اور فرمایا "یہ تمہارے چچا ہیں ان سے جا کر ملو"۔ چنانچہ دوسرے دن ہم تینوں ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انھوں نے اپنے ہاتھ سے نفیس سبز چائے بنائی اور عمدہ بلوری پیالیوں میں پلائی۔ تقریباً ۶۵ سال کی عمر پا کر مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ و رضی عنہ۔ اولاد ذکور نہ تھی۔ دو تین صاحبزادیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو بعافیت رکھے۔

جیت پور کا سفر

جیت پور دھوراجی سے کچھ فاصلہ پر ہے۔ وہاں کے لوگوں کے اصرار پر ایک رات کے لئے آپ اور ہم سب موٹر کاروں میں جیت پور گئے۔ وہاں ندی کنارے عمدہ کوٹھی میں قیام ہوا۔ ندی پتھریلے حصہ میں بہہ رہی تھی۔ پانی نہایت صاف اور عمدہ تھا۔ رات اُس پر فضا مقام میں رہے۔ جب صبح سویرے آنکھ کھلی تو آپ کو ندی کی طرف سے آتا دیکھا۔ آپ نے فرمایا۔ بچو جاؤ وضو کرو' دیکھو ہم ندی پر سے آرہے ہیں۔ چنانچہ ہم تینوں وضو کر کے آئے۔ دو تین افراد اور بھی تھے۔ آپ نے نماز پڑھائی۔ فَیَا للهِ مِن لَذَّةِ الصَّلَاةِ وَطِیبِ الْهَوَاءِ وَحُسنِ الْمَنْظَرِ۔

دلی کو مراجعت

آپ دھوراجی سے دو شنبہ ۲۲ صفر ۱۳۴۰ھ مطابق ۲۴ اکتوبر ۱۹۲۱ء کو روانہ ہوئے۔ آپ کی روانگی کا منظر رقّت طاری کرنے والا تھا۔ خلقِ خدا متاسف تھی' کوئی رو رہا تھا۔ کوئی ریل کے ساتھ دوڑ رہا تھا۔ ریل بھی بہت آہستہ آہستہ سرک رہی تھی۔ جب تک پلیٹ فارم گزر نہ گیا آہ و بکا کی آوازیں آتی رہیں۔

راجہ کی دعوت

دھوراجی سے چار پانچ اسٹیشن ریل چلی تھی کہ ایک اسٹیشن پر ایک فوجی دستہ کھڑا ملا۔ اس دستہ نے آپ کو سلامی دی اور پھر ایک جوان خوش قامت و خوش لباس آپ کے پاس آئے۔ ان کے ساتھ ایک افسر تھا۔ دونوں نے آپ کو سلام کیا۔ اور افسر نے آپ سے کہا کہ یہ (نوجوان) راجہ صاحب کے ولیعہد ہیں۔ ان کو راجہ صاحب نے آپ کے پاس بھیجا ہے کہ آپ راجہ صاحب کی دعوت قبول فرمالیں۔ آپ نے نوجوان سے فرمایا کہ راجہ صاحب سے آپ ہمارا سلام کہدیں۔ آپ دیکھیں کہ ہمارے ساتھ بیوی بچے ہیں اور دلی تک یہ ڈبہ ریزرو ہے۔ اس صورت میں ہم کس طرح ٹھیر سکتے ہیں۔ اگر راجہ صاحب دھوراجی پیغام بھیجتے تو ہم وہاں سے ایک دن کے واسطے آجاتے"۔ آپ نے یہ بات غالباً اس لئے فرمائی کہ ولیعہد نے آپ سے کہا تھا کہ میرے والد بیمار ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ آپ کی زیارت کرلیں۔ آپ کے جواب کو سُن کر ولیعہد نے آپ سے مصافحہ کیا۔ فوجی دستے نے سلامی دی اور آپ کی ریل روانہ ہوئی اور دوسرے دن آپ خیر سے دلی پہنچے۔

پانی پت کا سفر

غلام اکبر آپ کے پاس حضرت شرف الدین قلندر پانی پتی قدس سرہ کا پیام لائے کہ "خود نہیں آتے اور خادموں کو بھیجدیتے ہیں۔"

یہ سن کر آپ تین دن کے واسطے اواخر ماہِ ربیع الاول میں پانی پت تشریف لے گئے۔ وہاں آپ مزارات مبارکہ پر حاضر ہوئے اور تبرکات کی زیارت کی۔ تبرکات میں حضرت بابا فرید الدین گنج شکر قدس سرہ کی کلاہ و تسبیح اور حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں قدس سرہ کی ٹوپی اور وہ کرتہ جس میں آپ زخمی ہوئے تھے اور آپ کے ہاتھ کے تحریر کردہ خطوط شامل ہیں۔ آپ کا قیام نواب زادہ فاخر احمد خاں کے مکان میں تھا۔ یہ مکان حضرت قاضی ثناء اللہ کا ہے اور انہی کے وقت کا بنا ہوا ہے۔ ۱۲۷۱ھ میں آپ کے جد امجد ڈیرہ اسماعیل خاں جاتے وقت جب پانی پت پہنچے تھے تو حضرت قاضی صاحب کے احفاد و ابناء الاحفاد نے آپ کو اسی مکان میں ٹھہرایا تھا۔ حضرت سیدی الوالد کی عمر اس وقت دو سال کی تھی۔ اب جب آپ اس مکان میں داخل ہوئے تو آپ نے غور سے مکان کو دیکھا اور فرمایا "ہمارے بڑے حضرت (جد امجد) یہاں ٹھہرے تھے۔ اور ہم کو یاد ہے۔"

سعد آباد کا سفر

سعد آباد ضلع آگرہ کے رئیس لطافت علی خاں آپ سے بیعت تھے ان کو آپ سے حقیقی محبت تھی۔ ۱۳۳۹ھ میں اُن کی وفات ہوئی۔

مرنے سے کچھ پہلے انھوں نے اپنے فرزند کرامت علی خان سے کہا۔ تم حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہونا اور جس طرح ہو سکے اُن کو ایک مرتبہ یہاں لانا۔ اگر میرے مرقد پر اُن کی نظر پڑ جائے ان شاء اللہ میرا بیڑا پار ہو جائے گا۔ کرامت علی خان ۱۳۴۰ھ کی محفل مبارک میلاد شریف میں حاضر ہوئے۔ آپ اُن ہی دنوں دھوراجی سے تشریف لائے تھے۔ کرامت علی خان نے اپنی خواہش کا بیان چودہری مولاداد خان خورجوی سے کیا۔ اور پھر سعد آباد سے ایک عریضہ آپ کی خدمت میں ارسال کیا۔ آپ نے حسب معمول حلقہ کے وقت اس کا ذکر مخلصین سے کیا۔ چودہری مولاداد خان نے عرض کی کہ وہاں جانے سے ان شاء اللہ حضور کی طبیعت خوش ہوگی۔ چنانچہ آپ نے قصد فرمایا۔ اور سید امجد علی شاہ سر دھنوی، چودہری مولاداد خان خورجوی، مولوی سردار احمد وکیل مجددی رامپوری، صاحبزادہ سعید الزبیر

مجددی ساکن مغل پورہ دلی، مولوی بخش اللہ دہلوی، رتن لال ساکن دریبہ خورد دلی سے ساتھ چلنے کو فرمایا۔ یمین پٹھان اور گھر کی ایک خادمہ اور اہل وعیال کو بھی ساتھ لیا۔ اور دوشنبہ ۲۵ ربیع الآخر ۱۳۴۰ھ مطابق ۲۶ دسمبر ۱۹۲۱ء کو دن کے گیارہ بجے ریل سے روانہ ہوئے اور عصر کو سعد آباد پہنچے۔

جس وقت دلی سے ریل روانہ ہوئی تو آپ نے ہم بچوں سے فرمایا: "تم شعر بازی کرو" چونکہ ہم بھائی "احیاناً" آپ کے سامنے شعر بازی کیا کرتے تھے اور حضرت برادر کلاں ایک طرف اور یہ عاجز دوسری طرف ہوتا تھا۔ اور افغانستان کے علماء میں سے کچھ ان کی طرف اور کچھ اس عاجز کی طرف ہوا کرتے تھے۔ اس لئے آپ نے اس موقع پر یہ ارشاد فرمایا۔ کہ مولوی سردار احمد مجددی اور سعید الزبیر مجددی ہمارے ایک ایک طرف اور ایک دوسری طرف ہو جائے۔ چنانچہ شعر بازی شروع ہوئی اور ایک موقع ایسا آیا کہ حرف طا میں ایک فریق اٹک گیا۔ آپ کا طریقہ مبارکہ یہ تھا کہ آپ کسی کے ساتھ نہیں ہوتے تھے بلکہ آپ استماع فرماتے رہتے تھے "احیاناً" بوقت عجز مغلوب کی مدد فرمادیا کرتے تھے۔ چنانچہ اس موقع پر بھی آپ نے مغلوب کی مدد فرمائی اور آپ نے عربی کا یہ شعر پڑھا جو کہ اُسی وقت آپ نے نظم فرمایا۔

طٰہٰ النبی محمدٌ خیر الوریٰ   صلّی علیہ اللّٰہُ ما سارٍ سریٰ

یعنی حضرت محمد، طٰہٰ اور اللہ کے نبی بہترین خلائق ہیں۔ جب تک کوئی چلنے والا چلتا رہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی خاص رحمتیں اُن پر نازل فرماتا رہے۔ یعنی قیامت تک اللہ کی رحمتیں ان پر متواتر نازل ہوتی رہیں۔

سعد آباد

سعد آباد مختصر بستی ہے۔ بستی کے کنارے پر کرامت علی خاں کی کوٹھی واقع ہے۔ کوٹھی دو منزلہ ہے لیکن اس طریقہ سے بنائی ہے۔ کہ محسوس ہوتا ہے، وہ پہلی منزل ہے۔ زمین کے ایک بڑے حصہ کو مسقّف کر دیا ہے۔ اور اس پر کوٹھی بنائی ہے۔ بڑے بڑے شاندار کمرے ہیں۔ دونوں طرف عمدہ دالان ہیں۔ شمال کی طرف کوٹھی کا خوبصورت باغیچہ ہے۔ اور جنوب کی طرف کوٹھی کی پہلی

منزل کا صحن ہے۔ کوٹھی کا ایک حصہ مردانہ، دوسرا حصّہ زنانہ ہے۔ جس کمرے میں آپ کے واسطے فرش کیا تھا وہ شرقاً غرباً آٹھ نو گز اور شمالاً جنوباً چھ گز کا ہوگا۔ آٹھ دن آپ کا قیام وہاں رہا۔ کرامت علی خاں رحمہ اللہ نے آپ کی خدمت و مدارات کرنے میں حد کردی تھی۔ آپ کے پہنچنے پر رات کو آتش بازی چھوڑی اور ایک خادم کی طرح رات دن خدمت میں مصروف رہتے تھے۔ حضرت سیدی الوالد سے ہر وقت خائف رہتے تھے۔ چودھری مولاداد خان کے ہونے کی وجہ سے ان کو بہت سکون حاصل ہوگیا تھا۔

لطافت علی خان کی قبر

ان کے پدر بزرگوار کی قبر پائین باغ میں تھی۔ کرامت علی خان نے چودھری مولاداد خان سے کہا۔ کہ آپ کسی طرح سے حضرت صاحب کو قبر تک لے جانے کی کوشش کریں۔ چودھری صاحب نہایت سمجھدار اور آپ کے طبیعت شناس تھے۔ آپ صبح کو دس بجے اپنے کمرہ سے باہر تشریف لائے تو کوٹھی کے حصّوں کو ملاحظہ فرمایا۔ پائین باغ پر نظر پڑی۔ فرمایا۔ یہ باغ ہے؟ چودھری صاحب نے کہا۔ جی ہاں خوبصورت باغ ہے۔ اگر آپ تفریح فرمائیں تو مناسب ہے۔ چنانچہ آپ باغ کی سیر کو روانہ ہوئے۔ چودھری صاحب اُس راستہ سے آپ کو لے گئے جدھر لطافت علی خان کی قبر تھی، جب آپ قبر کے قریب پہنچے تو کسی نے آپ کو متوجہ کیا۔ آپ نے مبارک سر اٹھا کر فرمایا۔ کیا ہے۔ چودھری صاحب نے عرض کی۔ حضور۔ یہ لطافت علی خان کی قبر ہے۔ پہلے آپ نے قبر پر نظر ڈالی۔ پھر آپ نے کھڑے کھڑے سلام مسنون اور فاتحہ پڑھی اور پھر دعائے مغفرت فرمائی۔

برسرِ خاکِ ما بیا نغمۂ عشق را سرا — کز جذباتِ شوق تو نعرہ زخاک برزنم
بعدِ ہزار سال اگر بر قبرم گزر کنی — مشک شود غبارِ من روح شود ہمہ تنم

وہ پُرفضا مقام وہ سکوت کا عالم اور بارگاہ بے نیاز میں آپ کی وہ نیازمندی۔ حاضرین پر اس کا اثر ہوا۔ اور اُن کے دلوں میں۔ یَا لَیْتَنِیْ کُنْتُ مَکَانَہٗ وَنِلْتُ مَانَالَہٗ۔ کی تڑپ موجیں مارنے لگی۔ رحمہ اللہ وغفرلہ۔

آگرہ کی سیر

کرامت علی خان نے تین موٹر کاروں کا بندوبست کیا۔ ایک میں

مستورات اور دڑو میں آپ اور ہم تینوں بھائی اور رفقا اور خود کرامت علی خان ۔ چارشنبہ ۲۷ ربیع الآخر، ۲۸ دسمبر کو صبح روانگی ہوئی ۔ تاج محل اور سکندرہ دیکھنے کے بعد حضرت ابو العُلیٰ قدس سرہ کے مزار شریف پر آپ حاضر ہوئے ۔ وہاں سناٹا تھا ۔ مجاوروں اور خدام میں سے کوئی نہ تھا ۔ آپ نے چودہری مولاداد خاں وغیرہ سے فرمایا "کیا بات ہے حضرت نے ہماری خاطر نہیں کی" ۔ چودھری صاحب اور کرامت علی خاں وغیرہما متحیر ہوئے ۔ آپ خاموش بیٹھے رہے ۔ بہت ہی کم وقت گزرا تھا کہ لوگوں کی آمد شروع ہوئی ۔ اور تقریباً پچاس ساٹھ افراد اکھٹے ہو گئے ۔ مسرت آمیز لہجہ میں آپ نے فرمایا "دیکھو اب حضرت نے ہماری خاطر کی ہے" ۔ اور آپ عصر تک وہاں سے سعد آباد کو روانہ ہوئے ۔

محفل مبارک میلاد شریف

کرامت علی خان نے آگرہ سے میلاد خوانوں کو بلایا ۔ اور جمعرات کا دن تمام کر کے شب جمعہ کو بعد عشاء یہ مبارک محفل منعقد ہوئی ۔ شرکا میں آپ اور ہم تین بھائی، چودھری مولاداد خان، مولوی سردار احمد وکیل، صاحبزادہ سعید الزبیر، مولوی بخش اللہ، رتن لال کرامت علی خاں اور ان کے تین رفقا ۔ اور دو یا تین نفر میلاد خواں ۔ اور پس پردہ متصل کمرہ میں مستورات تھیں ۔

میلاد خوانوں نے اچھے پیرایہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک احوال بیان کئے ۔ آپ نہایت ادب سے دوزانو جنوب رویہ ۔ سر جھکائے آنکھیں بند کئے بیٹھے رہے ۔ اس وقت آپ کے مبارک بدن کا ایک حصہ بھی حرکت نہیں کر رہا تھا ۔ کَأَنَّ عَلٰی رُؤُسِہِمُ الطَّیْرُ کی کیفیت ظاہر و باہر تھی ۔ جس وقت حضرت محبوب کبریا ۔ بِأَنْفُسِنَا هُوَ وَ بِآبَائِنَا وَ أُمَّهَاتِنَا وَ أَوْلَادِنَا صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَتَسْلِيمَاتُهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَمَنْ تَبِعَهُ وَأَحَبَّهُ ۔ کی ولادت شریفہ کا ذکر مبارک ہوا ۔ سب ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو گئے ۔ کرامت علی خان کے رفیق نے گلاب پاشی کی ۔ سب کے عطر لگایا ۔ مجمر میں عود ڈالا ۔ اگر کی بتیاں سلگائیں اور میلاد خوانوں نے (جزاهم الله خير الجزاء ورحمهم ورضي عنهم وحشرهم مع مَنْ أَحَبَّهُمْ) اس مقدس جناب میں ہدیۂ سلام پیش کیا ۔

آپ کی بے خودی

جس وقت میلاد خواں ہدیۂ سلام پیش کر رہے تھے آپ پر بیخودی کی کیفیت طاری ہو گئی۔ آپ کی آنکھوں سے سیل اشک جاری تھا۔ ہاتھ ناف پر بندھے ہوئے تھے۔ بے اختیاری کے عالم میں آپ کے قدم حرکت کر رہے تھے اور آپ کا رخ قبلہ کی طرف ہو چلا تھا۔ اگرچہ اس وقت سب پر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ایک کیفیت طاری تھی لیکن آپ کی بیخودی و پاکوبی نے سب کو آپ کی طرف متوجہ کر دیا۔ مولوی سردار احمد۔ چودھری مولاداد خان۔ حضرت برادر کلاں۔ اور کرامت علی خان نے ایک دوسرے کے ہاتھ پکڑ کر آپ کو گھیرے میں لے لیا۔ ان لوگوں کو اندیشہ ہوا کہ کہیں آپ گر نہ پڑیں۔ جب اس کیفیت نے طول پکڑا تو مولوی سردار احمد نے میلاد خوانوں کو خاموش ہو جانے کا اشارہ کیا۔ تھوڑی دیر بعد آپ بیٹھے اور خاصی دیر تک آپ ؎

بے خبر بودہ ز اخبارِ عیاں ٭ باخبر بودہ ز اسرارِ جہاں

افسوس صد افسوس کہ ایسی مجلّیٰ و مزکّیٰ و مطہّر محفل مبارک کو حجاب علم نے بعض افراد کی نظر میں جامۂ قبح پہنا دیا ہے۔ اور دنیا بھر کی خرابیاں اُن کو اس مبارک محفل میں نظر آنے لگی ہیں۔ ع چوں نہ دید ند حقیقت رہ افسانہ زدند۔

صبح کو کرامت علی خاں وغیرہ سے میلاد خواں کہہ رہے تھے۔ ہم نے محافلِ عمومیتہ و خصوصیتہ میں مولود شریف مدۃ العمر پڑھا۔ لیکن جن کیفیات کا ظہور رات کو ہوا۔ اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔

یہ عاجز کہتا ہے کہ جو بیخودی آپ پر اس رات طاری ہوئی تھی مدۃ العمر کبھی اس عاجز نے آپ کو ایسے احوال میں نہیں دیکھا۔

شکار و مراجعت دلّی

حضرت برادر کلاں کو شکار کا شوق تھا۔ وہ اپنی بندوق ساتھ لے گئے تھے۔ یکشنبہ ۲ رجمادی الاولیٰ پہلی جنوری کو کرامت علی خان کے عزیز تحصیل علی خان اور ان کے بیٹے تحسین علی خان۔ ان کو شکار کے واسطے لے گئے لیکن شکار نہ ملا اور شام تک واپسی ہوئی۔

دوشنبہ ۳ رجمادی الاولیٰ، دوم جنوری تقریباً ایک بجے اسٹیشن کو روانہ ہوئے تھوڑی

دُور جانا ہوا تھا کہ پانچ چھ ہرن ایک کھیت میں نظر آگئے۔ حضرتِ برادرِ کلاں اور سید امجد علی شاہ اپنی اپنی بندوق لے کر اُترے۔ آپ ہرنوں کو اور ان دونوں کو دیکھ رہے تھے۔ یہ دونوں دو طرف میں بٹ گئے۔ اور اتفاق سے ہرن دوڑ کر حضرت برادر کلاں کی طرف گئے اور انھوں نے ایک ہرن مار لیا۔ آپ بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ اس ہرن کو دِلّی ساتھ لے چلو۔ سوا تین بجے ریل آئی اور اس سے دِلّی کو روانہ ہوئے۔ ساڑھے آٹھ بجے خیر سے دِلّی پہنچے۔

کرامت علی خان نے آپ کے روانہ ہونے سے پہلے آپ کی خدمت میں دو ہزار روپیہ نذر پیش کیا۔ اس تفصیل سے کہ ایک ہزار آپ کی نذر۔ دو سو حضرت والدہ صاحبہ کی۔ تین سو تینوں بہنوں کی۔ ساڑھے چار سو ہم تینوں بھائیوں کی اور پچاس آپ کی نواسی محمدی کی۔ اور مولوی سردار احمد اور سعید الزبیر کو پچاس پچاس اور تینوں افاغنہ کو تیس تیس اور بڑی بی کو پانچ اور مولوی بخش اللہ کو پچیس دیئے۔ جزاہ اللہ خیر الجزاء ورحمہ وغفرلہ وحشرہ مع عبادہ الصالحین۔

کوئٹہ کا آخری سفر

چارشنبہ ۲۹ رجب کا دن تمام کر کے شب پنجشنبہ یکم شعبان ۱۳۴۰ھ مطابق ۲۹ مارچ ۱۹۲۲ء رات کے نو بجے آپ لاہور کو روانہ ہوئے۔ ایک رات اچھرہ میں قیام فرما کر جمعہ ۲ شعبان، ۳۱ مارچ کو لاہور سے کوئٹہ روانہ ہوئے اور خیر سے پہلی اپریل کو کوئٹہ پہنچے۔

تراویح حافظ نور محمد صاحب نے پڑھائی، یہ ضلع میانوالی کے رہنے والے تھے۔ دو سال سے اس عاجز اور برادر خورد حضرت سالم ابو السعد صاحب کو کلام پاک الٰہی حفظ کرانے پر مقرر تھے۔ آپ کے مخارج بہت اچھے تھے۔ سادے طریقہ پر روانی سے تلاوت فرماتے تھے۔ رحمہ اللہ وادخلہ فی دار النعیم۔

حضرت والدہ صاحبہ کی علالت

کوئٹہ پہنچنے پر حضرت والدہ صاحبہ کی علالت کا سلسلہ شروع ہوا جو کہ آپ کے آخری ایام تک جاری رہا۔ ابتداءً "زنانہ مشن اسپتال" کی بڑی ڈاکٹرنی روز آتی رہیں۔ اور علاج ہوتا رہا۔ لیکن مرض میں تخفیف نہ ہوئی اور خطرناک حالت پیدا

ہو گئی۔ ڈاکٹرنی اُن کو اسپتال لے گئیں۔ چونکہ وہ زنانہ اسپتال تھا اس لئے ملاقات کے لئے یہ صورت رکھی کہ اتوار کے دن دس بجے اُن کے معاینہ کرنے والے کمرہ میں نرسیں حضرت والدہ صاحبہ کا پلنگ لے آتی تھیں اور آپ اور ہم تینوں بھائی ان کو دیکھنے جاتے تھے۔ ڈاکٹرنی نے تاکید سے کہا تھا کہ کوئی بات ایسی نہ کہی جائے جس سے مریضہ کو رنج ہو۔ لہذا آپ خاموش بیٹھے رہتے تھے۔ حضرت والدہ صاحبہ کی خواہش پر ہمشیرگان چائے بنا کر لاتی تھیں۔ آپ اور ہم تینوں بھائی وہاں چائے پیتے تھے۔

حضرت والدہ صاحبہ نے آپ سے کہا۔ مجھ میں بیٹھنے اور حرکت کرنے کی طاقت نہیں ہے۔ نماز ادا کرنے کی کیا صورت ہوگی۔ آپ نے فرمایا۔ لیٹے لیٹے تیمم کرکے اشارے سے نماز پڑھ لیا کرو۔

ہمشیرۂ کلاں کا مرضِ چشم

حضرت والدہ صاحبہ کی علالت کا سلسلہ جاری تھا کہ جناب بڑی آپا صدیقی صاحبہ کی آنکھوں میں تکلیف شروع ہوئی۔ ڈاکٹرنی نے ہر چند علاج کیا فائدہ نہ ہوا۔ بلکہ بینائی زائل ہونے کا خطرہ ہو گیا۔ آپ نے حکیم محمد شفیع، مشہور معالجِ چشم، ساکن پہاڑ گنج۔ دِلّی کو بلایا۔ وہ تقریباً دو ماہ کوئٹہ میں رہے اور پھر آپ کے ساتھ دِلّی آئے۔ اُن کے علاج سے اللہ تعالیٰ نے جناب بڑی ہمشیرہ صاحبہ کو شفا دی۔

حضرت برادرِ کلاں کا عقدِ نکاح

حضرت والدہ صاحبہ کی حالت نازک تھی۔ بظاہر احوال امیدِ حیات نہ رہی تھی۔ انھوں نے فرمایا۔ میری خواہش ہے کہ اپنی بہو کو دیکھ لوں۔ اگرچہ آپ کی طبیعت پر حضرت والدہ صاحبہ اور ہمشیرۂ محترمہ کی علالت کا بہت اثر تھا اور خود آپ بھی ایک ہفتہ علیل ہو گئے تھے لیکن حضرت والدہ صاحبہ کی خواہش کو رَد نہ فرمایا اور اجازت دیدی کہ جہاں ان کی مرضی ہو شادی کر دیں۔

حضرت والدہ صاحبہ نے ایک سال پہلے حضرت نور قوم نیازی، ساکن ارغستان، افغانستان کی بڑی بیٹی آمنہ صاحبہ کو حضرت برادرِ کلاں کے واسطے پسند فرمایا تھا۔

اور حضرت سیدی الوالد سے اجازت حاصل کر کے ایک انگوٹھی اور رومال دلھن کے واسطے ارسال کیا تھا۔ اُن دنوں حضرت نور مع اہل و عیال کوئٹہ میں تھے۔ حضرت والدہ صاحبہ نے غالباً[1] پنجشنبہ ۲۳ ذی الحجہ ۱۳۴۰ھ مطابق ۱۴ اگست ۱۹۲۲ء مقرر فرمائی۔ اور اس دن مغرب کے بعد حضرت سیدی الوالد نے نکاح باندھا اور خیر و خوبی سے یہ کام ہوا۔ چونکہ حضرت والدہ صاحبہ کی علالت کا سلسلہ جاری تھا اس لئے بہت سادے طریقہ سے یہ کارِ خیر ہوا۔ دِلّی سے دو تین افراد، میرٹھ سے حافظ اشفاق الٰہی، اور اچھرہ لاہور سے میاں قمر الدین و برکت علی آئے۔ کھانے اور ولیمہ کا انتظام آپ نے میاں قمر الدین کے سپرد کر دیا تھا۔ چونکہ حضرت والدہ صاحبہ نہایت کمزور تھیں ڈاکٹرنی نے صرف دو رات کے واسطے گھر آنے دیا۔ ایک نرس ساتھ کر دی تھی۔

آپ کی پژمردگی

جب سے حضرت والدہ صاحبہ محترمہ کی علالت شروع ہوئی تھی۔ آپ کی صحت پر بُرا اثر پڑنے لگا تھا۔ آپ نے ایک دن مخلصین سے فرمایا "آج کل مسلمان مصیبت میں مبتلا ہیں۔ یہ سب ہماری بد اعمالی کا نتیجہ ہے۔ ہم کو اس کا صدمہ ہے جس کو ہم بیان نہیں کر سکتے۔ ہم کو جزع و فزع کی عادت نہیں ہے۔ ہمارے اعضاءِ رئیسہ پر اثر پڑتا ہے اور صحت میں فرق آتا ہے۔" آپ نے ہم تینوں بھائیوں سے فرمایا "اپنی اماں کی صحت یابی کے واسطے ہر نماز فرض کے بعد متصل تین مرتبہ رَبِّ اِنِّی مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ پڑھا کرو۔ اور آپ نے عربی کے یہ دو شعر کہے۔

یَا رَبِّ عَافِیَۃٌ لِاُمِّ بِلَالٍ   بِمُحَمَّدٍ وَ بِصَحْبِہٖ وَ بِاٰلٖ

وَ بِالْاِسْمِ الْاَعْظَمِ بَلْ بِکُلِّ اَسْمَائِیْ   لِلّٰہِ فِیْ تَنْزِیْلِہِ الْمُتَعَالِی

تولہ باغ

آپ نے سریاب روڈ پر کوئٹہ سے چار میل کے فاصلہ پر حکیم تولہ کے باغ کو تفریح کے واسطے پسند کیا۔ یہ باغ پانی کے خشک ہو جانے کی وجہ

---

[1] یہ تاریخ از روئے حافظہ عاجز نے لکھی ہے۔ ممکن ہے کہ ایک دو دن کا فرق ہو۔ اس عاجز نے حضرت برادرِ کلاں سے دریافت کیا تھا۔ ان کو بھی صحیح تاریخ یاد نہیں رہی ہے۔

سے اجڑ گیا تھا۔ اکثر درخت خشک ہو گئے تھے، مٹی کی چار دیواری بھی کہیں سے سالم کہیں سے شکستہ تھی، حکیم تولہ قندہار کے ہندو تھے۔ وہ مر گئے تھے۔ ان کی اولاد کے پاس آپ نے آدمی بھیجا اور باغ میں بیٹھنے کی اجازت طلب کی۔ انھوں نے بہ خوشی اجازت دی اور کہا یہ تو ہماری خوش نصیبی ہے کہ حضرت صاحب وہاں تشریف لے جائیں۔ چنانچہ آپ اس باغ کو جایا کرتے تھے اور مغرب کی نماز وہاں پڑھ کر مراجعت فرماتے تھے۔

بعض اشعار کا پڑھنا

اس خشک اور اجڑے ہوئے باغ میں دو سال آپ تشریف لے گئے اور آپ کو نہایت سکون ملا۔ ایک دن مغرب کی نماز کے بعد آپ نے اپنے حضرت والد قدس سرہ کے لبیک رخیتہ کے دو بند نہایت عاجزی سے پڑھے۔ اس وقت جن کیفیات کا ظہور ہوا اس کے بیان سے یہ عاجز قاصر ہے۔ یہ بند حضرت جد امجد کے اردو کلام میں عاجز لکھ چکا ہے۔

ایک دن آپ نے اپنے مشفق استاد حضرت مولانا سید حبیب الرحمٰن ردولوی قدس سرہ کے خمسہ کے دو بند ایک خاص کیفیت سے پڑھے۔ حضرت مولانا نے امام شہید کی غزل پر مصرع لگا کر خمسہ کیا ہے، وہ دو بند یہ ہیں۔

محروم نہ تھے کوچۂ جاناں میں گزر سے — حاضر درِ دولت پہ ہوا کرتے تھے سر سے
خونابہ فشاں رہتے ہیں اب دیدۂ تر سے — قسمت یہ دکھاتی ہے کہ حسرت کی نظر سے

ہم دیکھتے ہیں اُن کو جو دیکھ آئے مدینہ

إِنِّي لَحَبِيبُ وَأَرَى الشَّوْقَ شَدِيدًا — مَنْ يَدْنُ مِنَ الْحُبِّ يَرَ الصَّبْرَ بَعِيدًا
لَا سَلْوَةَ بَلْ أَطْلُبُ فِي الْوَصْلِ مَزِيدًا — اَب خواب سے تسکین نہیں ہوتی ہے شہیدا

بیداری میں مولا مجھے دکھلائے مدینہ

آپ کے تین شعر

ایک دن ایسی ہی کیفیات اور حالت میں آپ نے فی البدیہ یہ تین شعر کہے۔

امام اہل دینی یا محمد — سراج المرسلینی یا محمد
طوافت می کنند اہلِ سماوات — تو بر روئے زمینی یا محمد

بہ درگاہت نیازِ اہل عالم تو بے شک نازنینی یا محمد

جس وقت آپ یہ اشعار پڑھ رہے تھے اور اپنے مبارک ہاتھوں کو آگے کی طرف بڑھا کر اشارہ فرما رہے تھے، محسوس ہو رہا تھا کہ حجابات مرتفع ہو گئے ہیں اور آپ بارگاہِ نبوی میں بالمواجہہ عرض کر رہے ہیں، ان ہی کیفیات کا ظہور ہو رہا ہے۔ ایک دن آپ نے اس عاجز سے فرمایا: "زید ایک چھوٹی بیاض اور قلم رکھا کرو۔ جو اشعار سنو، ان کو لکھ لیا کرو"، چنانچہ وہ چھوٹی بیاض اس وقت سامنے ہے اور یہ عاجز اس میں سے یہ اشعار لکھ رہا ہے۔

وہ خشک اور یکسر بے آب باغ جہاں ہوا کے جھونکے کے ساتھ گرد کا آنا لازمی تھا۔ آپ کے لئے جائے مسرت بنا ہوا تھا۔ عصر کی نماز کے بعد سے مغرب کی نماز تک آپ مصروف ذکر و مراقبہ رہتے تھے۔ اور مغرب کی نماز کے بعد ہم تینوں بھائی اور ہمارے استاد جناب مُلّا امان اللہ اور مُلّا مظہر و مُلّا صاحب خاں و مُلّا نیک نظر آپ کی خدمت میں بیٹھتے تھے اور آپ کے ارشادات سے مستفید ہوتے تھے۔ ایک دن آپ نے درج ذیل پانچ اشعار پڑھے اور پھر آپ نے اس عاجز سے فرمایا کہ اپنی بیاض پر لکھ لو۔ چنانچہ لالٹین کی روشنی میں اس عاجز نے لکھ لئے۔

نانِ جوین

نانِ جوین و خرقۂ پشمین و آب شور سیپارۂ کلام و حدیثِ پیمبری

ہم نسخۂ دو چار ز علمے کہ نافع است در دیں، نہ لغوِ بوعلی و ژاژِ عنصری

تاریک کلبۂ کہ پئے روشنیِ آں بیہودہ منتے نہ برد شمعِ خاوری

با یک دو آشنا کہ نیرزد بہ نیم جو در پیش چشم ہمتِ شاں ملک سنجری

ایں آں سعادت است کہ حسرت برد براں

جویائے تاج قیصر و ملک سکندری

ایک دن آپ نے اپنے مشفق و مہربان استاد حضرت مولانا سید حبیب الرحمٰن ردولوی رحمہ اللہ کے درج ذیل سات اشعار اس عاجز سے لکھوائے۔

حضرت مولانا کا قصیدہ

أَلَا لَيْتَ شِعْرِي كَيْفَ يَصْحُو فُؤَادِي ۔۔۔ وَشُدَّ رِحَالُ الزَّائِرِينَ لِوَادِ
تَأَلَّقَ بَرْقٌ مِنْ حِمًى مَنْ هَوِيتُهُ ۔۔۔ فَلَمْ يُبْقِ لِي قَلْبًا فَكَيْفَ التَّئَادِ
وَمَحْذِرَةٍ مِنِّي إِلَى مَنْ يَلُومُنِي ۔۔۔ إِذَا الْحَادِي شَوْقِي لِأَرْضِ سُعَادِ
أَتَحْسِبُ أَنَّ الصَّبَّ يَسْتَأْمِرُ الْحِجَى ۔۔۔ وَقَدْ قَادَهُ دَاعٍ وَأَطْرَبَ حَادِ
وَهَلْ يَسْتَخِيرُ الْمَرْءُ عِنْدَ ارْتِحَالِهِ ۔۔۔ إِلَى خَيْرِ خَلْقِ اللهِ زَيْنِ الْعِبَادِ
كَفَى شَرَفًا أَنِّي أَلُوذُ بِحَضْرَةٍ ۔۔۔ مُقَدَّسَةِ الْأَعْتَابِ ذَاتِ عِمَادِ
هِيَ الْعُرْوَةُ الْوُثْقَى لِمَنْ ضَاقَ ذَرْعُهُ ۔۔۔ هِيَ السَّنَدُ الْأَوْفَى عَلَيْهَا اعْتِمَادِ

غازی انور باشا

اُن دنوں اخبارات میں انور باشا کی شہادت کی خبر چھپی۔ کسی اخبار میں اُن کا فوٹو بھی شائع ہوا تھا۔ آپ تولہ باغ تشریف لے جا رہے تھے کہ ہم بھائیوں میں سے کسی نے آپ کو یہ خبر سنائی اور وہ اخبار آپ کو دیا۔ جس میں انور باشا کا عکس تھا۔ عکس کو دیکھ کر آپ زار و قطار رونے لگے اور بڑی دیر تک انور باشا اور حکومتِ ترکیہ کے واسطے دعائے خیر فرماتے رہے۔ انور باشا کی شہادت کا رنج آپ کو بہت ہوا۔ جب آپ کی دلی آمد ہوئی اور غلام حیدر خاں سفیر کابل آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے اُن سے اس خبر کے متعلق دریافت کیا۔ اور انھوں نے عرض کی کہ یہ خبر صحیح ہے اور ان کی شہادت ہوگئی ہے۔ رحمہ اللہ ورضی عنہ۔

مُلّا نیک نظر ترکی

مُلّا نیک نظر چھ ماہ تک جناب قاری ولی محمد صاحب میرٹھی رحمہ اللہ کی خدمت میں رہے اور اُن سے تجوید کا فن سیکھا تھا جو شخص فنِ تجوید سیکھتا تھا اور کلامِ الٰہی کو صحیح طور سے پڑھتا تھا۔ آپ اُس سے بہت خوش ہوتے تھے۔ ایک رات جب تولہ باغ سے آپ واپس آ رہے تھے۔ مُلّا نیک نظر سے فرمایا۔ جو کہ اُوپر کوچیاں کے پاس بیٹھے تھے "تم نے ہمارے قاری صاحب سے مشق کی ہے، کچھ سناؤ"۔ مُلّا نیک نظر نے تلاوت شروع کی اور بدمزگی سے دو تین آیات

مبارکہ کی تلاوت کی، آپ نے اُن سے فرمایا "کیا بات ہے، یہ کس طرح پڑھ رہے ہو" انھوں نے کہا حضور، کئی دن سے سینہ پر گرانی ہے۔ یہ سُن کر آپ خاموش ہو گئے۔ دوسرے دن حسبِ معمول جب مُلّا نیک نظر کوچبان کے پاس بیٹھنے لگے۔ آپ نے ان سے فرمایا۔ تمہارے سینہ میں گرانی ہے تم بگھی کے آگے دوڑتے ہوئے چلو۔ چنانچہ ڈھائی میل تک وہ بگھی کے آگے دوڑتے رہے اور پھر راستہ میں جنگل باغ کی طرف مڑ گئے۔ آپ تولہ باغ تشریف لے گئے۔ جب مغرب کی نماز سے فارغ ہو چکے تو مُلّا نیک نظر پہنچے۔ اُن کو دیکھ کر آپ نے فرمایا "نیک نظر کیا بات ہے۔" انھوں نے کہا حضور مجھ کو بہت قے ہوئی اور بہت کچھ کالا کالا مواد نکلا۔ یہ سُن کر آپ کی مبارک زبان سے نکلا۔ الحمدللہ اور پھر آپ نے اُن سے فرمایا۔ "اچھا۔ اب تم گھر جاؤ۔" مُلّا نیک نظر بیان کرتے تھے کہ جو گرانی میرے سینہ میں تھی وہ بالکل زائل ہو گئی۔ اور پھر میں نے وہ تکلیف محسوس نہیں کی۔ وہ بڑی محبت سے آپ کا ذکر کرتے تھے اور رُو رُو کر آپ کے واسطے دعائیں کیا کرتے تھے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

یہ واقعہ اور ایک روایت

مُلّا نیک نظر کے واقعہ کو دیکھ کر اس عاجز کو وہ روایت یاد آجاتی ہے۔ جس کو علماءِ سیر نے احمد، دارمی، طبرانی، بیہقی، ابونعیم، ابن ابی شیبہ سے نقل کیا ہے۔ کہ ابن عباس نے کہا۔ ایک عورت اپنے بچے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں لائی اور اس نے کہا کہ اس بچہ پر کھانے کے وقت دیوانگی کا دورہ پڑتا ہے۔ آپ نے اپنا مبارک ہاتھ بچے کے سینہ پر پھیرا۔ بچے نے قے کی اور اس کے پیٹ میں سے ایک کالا کیڑا پلے کی شکل کا نکلا اور بچے کا مرض جاتا رہا۔

مُلّا عبدالحنان ترکی

مُلّا عبدالحنان ذہین اور اچھے حافظہ والے تھے۔ ۱۳۳۹ھ میں جب سیدی الوالد کوئٹہ تشریف لے گئے۔ مُلّا نیک نظر اور مُلّا عبدالحنان فنِ تجوید حاصل کرنے کے واسطے دِلّی میں رہ گئے۔ مُلّا نیک نظر میرٹھ قاری ولی محمد صاحب کے پاس گئے۔ اور مُلّا عبدالحنان نے کسی پشاوری سے دِلّی میں مشق کی۔

جب اواخر صفر ۱۳۴۰ھ میں آپ کوئٹہ سے آئے۔ ملّا عبدالحنان حاضر ہوئے۔ آپ کو جب علم ہوا کہ انھوں نے تجوید پڑھی ہے تو بہت خوش ہوئے اور اُن سے فرمایا کچھ سناؤ۔ انھوں نے سورۂ فاتحہ تلاوت کی۔ اور ضاد کی آواز کو ظا کی آواز میں نکالا۔ آپ اس وقت خاموش رہے۔ اور اُٹھ کر حرم سرا چلے گئے۔ اور خدمت گاروں کو کہلا بھیجا کہ عبدالحنان کو خانقاہ شریف میں داخل نہ ہونے دو۔ چنانچہ ملّا عبدالحنان کا خانقاہ شریف میں داخلہ بند ہوا چھ ماہ بعد آپ کوئٹہ تشریف لے گئے۔ ملّا عبدالحنان بھی کوئٹہ پہنچے اور پورے دو ماہ تک عاجزی کرتے رہے کہ آپ اُن سے خوش ہو جائیں۔ شعبان اور رمضان کا مہینہ گزر گیا اور عبدالحنان آپ کے مکان اور مسجد شریف کے قریب نہیں آسکتے تھے۔ ایک دن ملّا عبدالحنان نے پرچہ پر ایک طرف۔ غلام شما عبدالحنان ساکن ناوہ۔ مُقُر۔ افغانستان۔ اور دوسری طرف۔ ترحّم یا حضوری ترحّم۔ لکھا اور یہ پرچہ عاجز کو دیا۔ تاکہ آپ کی خدمت میں پیش کر دے۔ چنانچہ عاجز اس پرچہ کو آپ کے پاس لے گیا۔ آپ نے پڑھا اور دو چار منٹ کے بعد فرمایا جاؤ عبدالحنان سے کہو۔ تم نے جمہور کا مسلک چھوڑ کر روافض اور غیر مقلدین کا مسلک کیوں اختیار کیا۔ عاجز نے یہ بات عبدالحنان سے کہی وہ بولے میں اپنی غلطی پر نادم ہوں اور توبہ کرتا ہوں۔ حضور مجھ سے خوش ہو جائیں۔ آپ نے فرمایا۔ قرآن مجید کی تحریف سے ہمارا دل رنجیدہ ہے۔ اگر تم اَیْمانِ مُوثّقہ سے اقرار کرو کہ آئندہ ایسی حرکت نہیں کرو گے تو ہم خوش ہو جائیں گے۔ چنانچہ انھوں نے بڑی بڑی قسمیں کھائیں۔ آپ نے عبدالحنان سے آخر میں یہ الفاظ فرمائے: "اگر تم اپنے وعدہ پر قائم رہے تو ہم تم سے راضی ہیں ورنہ نہیں" اور پھر عبدالحنان رخصت لے کر وطن چلے گئے۔

آپ کی فراست

اِتَّقُوا فِرَاسَۃَ المؤمن فانہ ینظر بنور اللہ۔ حدیث شریف ہے۔ اس عاجز کو یاد نہیں پڑتا کہ آپ نے کسی سے ایسے اَیْمانِ مُوثّقہ لئے ہوں۔ آپ کو ملّا عبدالحنان کے قول و اقرار پر یقین نہیں تھا۔ وہ آپ کے بعد تیس سال تک زندہ رہے اور ضاد کو ظا کی آواز میں ادا کرتے رہے اس عاجز نے ایک ملّا صاحب کی معرفت اُن کو یہ پیغام بھیجا: "تمہارا پرچہ میں نے پیش

کیا تھا۔ اور پھر تم نے میرے ہی سامنے حلف اٹھایا اور قسمیں کھائیں۔ افسوس ہے تم اس کو بھلا بیٹھے ہو۔ حضرت صاحب کی خوشی مشروط تھی۔ لہذا۔ اذافات الشرط فات المشروط "۔ ملا صاحب نے پیام پہنچایا اور وہ سن کر خاموش ہو گئے۔ تجاوز اللہ عن عثراتہ۔

خان قبیلہ بختیار

یہ قبیلہ ایران میں ہے اور اس وقت انگریزوں کے زیر اثر تھا۔ یہ لوگ سُنّی ہیں۔ اس قبیلہ کے بڑے خان چھ فوجی سپاہیوں کو لے کر آپ کی ملاقات کے واسطے آئے۔ آپ تفریح کے لئے بگھی میں سوار ہونے کو تھے۔ مُلّا نیک نظر نے عرض کی "حضور، خان بختیار برائے زیارت آمدہ۔ آپ نے نظر اُٹھا کر خان کی طرف دیکھا جو کہ تقریباً پندرہ گز کے فاصلہ پر دست بستہ کھڑے تھے۔ پھر آپ یہ فرماتے ہوئے بگھی میں سوار ہوئے "خان و سردار را نمی شناسم من خود خانم و سردارم"

یہ خان چار پانچ مرتبہ آپ کی قدمبوسی کے لئے آئے۔ آخری مرتبہ جب آئے تو نہ اُن کے تن پر اُن کا رسمی لباس تھا نہ کوئی آدمی ساتھ تھا۔ صرف ایک کُرتہ اور ایک پاجامہ پہنے ہوئے تھے اور آپ کے دروازہ کے باہر لب سڑک خاک پر بیٹھے تھے۔ لیکن آپ نے ان کو ملنے کا موقع نہیں دیا۔ ۱۳۴۳ھ میں یہ عاجز کوئٹہ میں تھا۔ حضرت برادر کلاں ایک کام سے دلی تشریف لے آئے تھے۔ خان بختیار آئے۔ اور اس عاجز سے ملے۔ اس عاجز نے اُن سے کہا۔ کیا بات تھی جو حضرت سیدی الوالد قدس سرہ تم سے نہ ملے۔ کیا تمہارے دل میں کوئی خیال فاسد تو نہیں تھا۔ انھوں نے کہا۔ میں یہ خیال کر کے آیا تھا کہ میں ایک بڑے قبیلہ کا خان ہوں اور میرے ساتھ فوجی ہیں۔ آپ میری خاطر مدارات کریں گے۔ اور میں خوب سمجھتا ہوں کہ میرے اس خیال فاسد کی وجہ سے آپ نے مجھ کو ٹھکرا دیا اور فرمایا "من خود خانم و سردارم"۔ خان جس وقت اس عاجز سے یہ بات کہہ رہے تھے آبدیدہ تھے اور پھر انھوں نے کہا۔ میرے لئے یہ شرف کیا کم ہے کہ میں نے ان کو دیکھ لیا اور آج اُن کے مکان میں ان کے صاجزادہ کی دستبوسی کر رہا ہوں، اور پھر انھوں نے دستبوسی کی اور رخصت ہوئے۔ رحمہ اللہ و جزاہ خیر الجزاء و الحقہ بعبادہ الصالحین فی دار النعیم۔

دلی کو خطوط

آپ نے اس سال دلی کے مخلصین کو اور خاص کر حافظ عبد الحکیم سوداگر

حفت کو کئی خط لکھے کہ خانقاہ شریف میں ایک قبر بنانے کی اجازت حاصل کرلو۔ آپنے بار بار لکھا لیکن ان لوگوں نے کوئی کوشش نہ کی اور آج کل پر معاملہ کو ٹالتے رہے۔ مخلصین کا یہ خیال تھا کہ آپ حضرت والدہ صاحبہ کے لئے لکھ رہے ہیں۔ ع۔ فکر ہر کس بہ قدر ہمتِ اوست۔

ایک تار کلکتہ سے ایک جوابی تار آیا کہ ہم نے حضرت صاحب کے انتقال کرنے کی خبر سُنی ہے۔ صحیح خبر سے مطلع کریں۔ آپ نے فرمایا جواب بھیجدو۔ چنانچہ اُن کو تار دیدیا گیا کہ آپ خیریت سے ہیں۔

کوئٹے سے روانگی کوئٹہ کی بڑی ڈاکٹرنی نے نئی دِلی۔ لیڈی ہارڈنگ اسپتال سے خط وکتابت کی اور ایک خط لکھ کر دیا کہ مریضہ کو وہاں لے جاؤ۔

چنانچہ حضرت برادر کلاں اور اُن کی اہلیہ اور حضرت والدہ صاحبہ وجناب ہمشیرہ کلاں اور برادر خورد پنجشنبہ ۴ ربماہ مبارک میلاد ۱۳۴۱ھ مطابق ۲۶ راکتوبر ۱۹۲۲ء کو کوئٹے سے لاہور روانہ ہوئے اور ایک شب اچھرہ میں قیام کر کے یکشنبہ ۷ ربماہ میلاد۔ ۲۹ راکتوبر کو دلی پہنچے اور دوشنبہ ۳۰ راکتوبر کو حضرت والدہ صاحبہ کو اسپتال میں داخل کردیا۔ ایک خصوصی کوارٹر میں حضرت والدہ صاحبہ اور جناب بڑی ہمشیرہ اور ایک بڑی بی کا قیام ہوا۔ کوارٹر کے باہر افتادہ زمین پر ایک چھوٹا خیمہ لگادیا تھا تاکہ ایک دو پٹھان وہاں رہیں۔

آپ کوئٹہ سے شنبہ ۶ ربماہ مبارک میلاد مطابق ۲۸ راکتوبر کو روانہ ہوئے۔ یہ عاجز آپ کے ساتھ تھا۔ یکشنبہ کو رات کے آٹھ بجے لاہور پہنچے۔ اچھرہ کے میاں قمرالدین اور امرت سر کے ڈاکٹر اشفاق محمد ایک جمِ غفیر کے ساتھ آپ کے استقبال کے لئے اسٹیشن پر موجود تھے ایک بگھی میں آپ اور یہ عاجز و ہمشیرہ صاحبہ خورد و مخدری (نواسی) سوار ہوئے۔ میاں قمرالدین کوچبان کے پاس بیٹھے اور اچھرہ پہنچے۔ حکیم محمد شفیع معالجِ چشم اور ڈاکٹر اشفاق محمد اور دو پٹھان ایک تانگہ میں آئے۔

تانگہ اُلٹ گیا یہ عاجز رات کو کھانا کھا کر سو گیا۔ صبح نماز کے آخری وقت میں آنکھ کھلی۔ دیکھتا کیا ہے کہ آپ باہر سے تشریف لا رہے ہیں۔ اور پاندان کی ایک ڈبیہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔ آپ نے اس عاجز کو دیکھ کر فرمایا " زید دیکھو ہم اپنی

ڈبیہ تلاش کرکے لے آئے۔ رات کو حکیم محمد شفیع اور ڈاکٹر اشفاق محمد کا تانگہ الٹ گیا تھا۔“

یہ عاجز تھوڑی دیر بعد باہر آیا۔ دیکھتا کیا ہے کہ حکیم جی اپنا اُونی انگرکھا اور ڈاکٹر صاحب اپنا کالا کوٹ جھاڑ رہے ہیں۔ حکیم جی نے کہا۔ رات ہمارا تانگہ بالکل اُلٹ گیا۔ خیر یہ ہوئی کہ اس جگہ سفید دُھول کا ڈھیر تھا اور ہم دھول میں دھنس گئے۔ میں دھول کے اندر اور مجھ پر ڈھائی من کا بوجھ، یہ بات کہتے وقت حکیم جی نے ڈاکٹر صاحب کی طرف اشارہ کیا۔ ڈاکٹر صاحب مسکرا رہے تھے۔ وہاں دھول میں گُستنہ میرے ہاتھ سے چھُوٹ گیا۔ اور گسنے میں جو بڑا دِبّا ڈبّا دگول مرادآبادی) تھا وہ کھُل گیا۔ ہم کو پان کی ڈبیہ اور تین شیشیاں مل گئیں اور ایک چھوٹی ڈبیہ رہ گئی۔ صبح سویرے ابھی ہم نے نماز نہیں پڑھی تھی کہ حضرت صاحب تشریف لائے اور فرمایا ہماری ایک ڈبیہ نہیں ہے اور آپ اس مقام پر گئے جہاں تانگہ اُلٹ گیا تھا۔ ہم کئی آدمی ساتھ تھے۔ آپ نے ایک جگہ مٹی میں ہاتھ ڈالا اور ڈبیہ نکال لی۔ میاں قمرالدین۔ اشفاق محمد۔ محمد شفیع اور پٹھان تعجب کر رہے تھے کہ آپ نے کس طرح ڈبیہ نکالی۔

پیر عبدالخالق ہوشیارپوری سے ملاقات

اُس دن (دوشنبہ ۸ ربیع الاول ماہ مبارک میلاد ۳۰ اکتوبر) ظہر کے بعد آپ باہر تشریف لائے۔ یہ عاجز حکیم محمد شفیع کے پاس بیٹھا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ زید۔ کیا تم تفریح کے واسطے کہیں جانا چاہتے ہو۔ اس عاجز نے اثبات میں جواب دیا۔ میاں قمرالدین اور ڈاکٹر اشفاق محمد نے آپ سے کہا۔ پیر عبدالخالق صاحب بیمار ہیں اور علاج کی غرض سے لاہور آئے ہوئے ہیں۔ آپ نے ان کے والد اور سائیں توکل شاہ کا ذکر کیا اور فرمایا کہ یہ دونوں بہت با ادب تھے اور ہمارے حضرات سے وابستہ ہیں۔ چلو ہم ان کی عیادت کریں۔ چنانچہ بگھی آئی اور اس میں حضرت سیدی الوالد روحی فداہ اور یہ عاجز اور حکیم محمد شفیع اور ڈاکٹر اشفاق محمد اندر اور میاں قمرالدین اوپر کوچبان کے پاس بیٹھے اور شہر سے باہر ”رائی بلڈنگ“ کو روانہ ہوئے۔

ڈاکٹر اشفاق محمد نے آپ کی ملاقات کے واقعہ کو کسی کاتب سے نہایت خوشخط لکھوایا ہے۔ وہ پرچہ اس وقت اس عاجز کے سامنے ہے۔ ڈاکٹر اشفاق محمد رحمہ اللہ کا

اخلاص اس عاجز کو مجبور کر رہا ہے کہ ان کی تحریر کو بجنسہ نقل کر دے۔ لہذا تحریر درج ذیل ہے۔

ڈاکٹر اشفاق محمد کی تحریر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِؕ

شیخ اشفاق ابوالخیر چہ اکمل بود است ؎ کہ قدم بر قدم احمد مرسل بود است دگرامی

حضرت پیر و مرشد، جناب مولانا وہادینا و مرشدنا، حافظ، حاجی، قاری، شاہ ابوالخیر مجددی فاروقی دہلوی رضی اللہ عنہ کوئٹہ سے واپسی پر لاہور کے عارضی قیام میں، فرودگاہِ حضرت صاجزادہ محمد عبدالخالق صاحب مجددی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ "راعی بلڈنگ" پر تشریف لے گئے۔ تو حضرت موخرالذکر نے حضرت صاحب قبلہؒ کی نہایت محبت وادب سے قدمبوسی کی اور حضور مرحوم کو اپنی جگہ احترام سے بٹھلایا اور مریدانِ خوش اعتقاد سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ ہمارے نصیب کہاں کہ ہمارے یہاں ہمارے پیرو مرشد حضرت مجدد صاحب علیہ الرحمۃ کی اولاد کے قدوم میمنت لزوم آویں۔ سبحان اللہ کیا مبارک وقت ہے۔ جواباً حضرت صاحب قبلہ دہلوی نے مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ، اشفاق دیکھو، دیکھو، صاجزادہ کس خلوص ومحبت کا اظہار کر رہے ہیں۔ خدائے پاک کا شکر ہے کہ صاجزادہ سلوک کی منزلیں طے کر چکے ہیں۔ طالبانِ حقیقت اُن سے فیضیاب ہو سکتے ہیں۔ اس کے بعد صاجزادہ صاحب حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کو حرم میں لے گئے جہاں مائی صاحبہ نے پردہ سے سلام و نذرانہ بھیجا۔ پھر باہر تشریف لائے، اور چائے آئی، آپ نے صاجزادہ صاحب سے صحت کے متعلق استفسار فرمایا۔ تو انھوں نے جواباً فرمایا کہ ان کو عارضہ، کثرت بول یعنی ذیابیطس کی شکایت ہے۔ اور فرمایا۔ مجھے امید کامل ہے کہ حضور کے قدم کی برکت سے صحت ہو جائے گی۔ پھر حضور پرنورِ دہلوی علیہ الرحمہ نے مجھے حکم دیا کہ تم صاجزادہ کے مرض کی حالت سمجھ کر کچھ تجویز کرو۔ میں نے مناسب پرہیز، اغذیہ وغیرہ عرض کر دیئے۔ اس کے بعد وہاں سے رخصت ہوئے تو صاجزادے صاحب قدم پکڑ کر خوب روئے۔ حضرت صاحب قبلہ کو بھی بے حد رقت ہوئی میں بھی چشم پُرآب تھا اور معلوم ہو رہا تھا کہ اس وقت ہر در و دیوار و درختوں کے پتے گریہ وزاری کر رہے ہیں۔ پھر چلتے وقت صاجزادہ نے حضرت صاحب علیہ الرحمہ کے قدم

زور سے پکڑ کر چومے۔ تو حضرت صاحب پر ایک خاص کیفیت طاری ہو گئی اور فرمایا۔ کہ لوگو، ادب ان سے سیکھو، جن کے ہزاروں مرید اور صدہا خلیفہ ہیں۔ اور وہی الفاظ فرمائے۔ کہ دیکھو دیکھو صاحبزادہ کس محبت و خلوص سے ہم سے جدا ہو رہے ہیں۔ ازاں بعد گاڑی میں سوار ہوئے تو کسی شخص نے حضرت قبلہ سے حزب البحر کی اجازت چاہی تو فرمایا کہ میاں ٹھہرو ہمیں تو صاحبزادہ کی جدائی کا قلق ہے۔

یکے از غلامان (ڈاکٹر) اشفاق محمد۔ امرتسر۔

ڈاکٹر اشفاق محمد رحمہ اللہ کی تحریر میں ایک بات بھی غلط نہیں ہے۔ البتہ ایک دو باتیں ان کے لکھنے سے رہ گئی ہیں۔ یہ عاجز اُن کا ذکر کرتا ہے۔

مزید بیان

راعی بلڈنگ شہر سے کچھ فاصلہ پر کھیتوں میں تھی۔ باہر کا حصہ کوٹھی نما جہت شرق میں اور اُس سے بارہ پندرہ گز کے فاصلہ پر حرم سرا تھی۔ جس وقت آپ کی بگھی پہنچی میاں قمر الدین اتر کر پیر صاحب کے پاس گئے۔ وہ اس وقت صرف ایک نیلا تہبند باندھے پلنگ پر بیٹھے تھے نہ ان کے سر پر ٹوپی تھی اور نہ بدن پر کرتا ان کے پاس مونڈھے پر کوٹ پتلون پہنے ہوئے ایک جوان بیٹھے تھے، بعد میں معلوم ہوا کہ وہ ان کے معالج ڈاکٹر تھے۔ تقریباً تیس چالیس افراد جو اُن کے مرید تھے ہلالی شکل میں زمین پر بیٹھے تھے۔ میاں قمر الدین نے جس وقت آپ کی آمد سے اُن کو مطلع کیا وہ اُسی وقت اُسی حالت میں برہنہ پا آپ کی طرف روانہ ہوئے جب ان کی نظر آپ پر پڑی۔ وہ اپنے اختیار میں نہیں رہے ان پر وجد کی کیفیت طاری ہو گئی۔ آنکھوں سے سیلِ اشک جاری تھا۔ وہ زبان سے کچھ نہ بول سکے اور بڑھ کر آپ کے پیر پکڑ لئے۔ آپ نے ان کو اٹھایا۔ وہ آپ کے ساتھ پلنگ تک آئے اور آپ کو بٹھا کر دو تین قدم پیچھے ہٹ کر ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو گئے۔ ان کے آنسو زمین پر ٹپک رہے تھے۔

صحرا نشین ز سیل حذر کن کہ آستیں ترمی کنم بہ گریۂ وافشردہ می ردم

پانچ سات منٹ اس کیفیت میں گزرے اور پھر آپ کے اصرار پر وہ آپ کے سامنے مونڈھے پر بیٹھے۔ اور مراجعت کے وقت میاں قمر الدین اوپر کوچبان کے پاس سے

ان کو دیکھتے رہے اور آپ سے عرض کرتے رہے کہ صاحبزادہ صاحب اب تک ہاتھ باندھے اور اس طرف منہ کیے کھڑے ہیں۔ رحمہ اللہ ورضی عنہ۔

آپ نے اچھرہ میں میاں قمرالدین اور ڈاکٹر اشفاق محمد سے پیر عبدالخالق کے پدر بزرگوار پیر قادر بخش جہاں خیلی اور سائیں توکل شاہ انبالوی کا ذکر فرمایا تھا کہ یہ دونوں بہت باادب تھے پیر عبدالخالق نے جو ادب کا طریقہ آپ کے ساتھ مرعی رکھا۔ اس عاجز کے نزدیک اُن کے حضرت والد اور اُن کے پیر صحبت کے ادب سے کم نہ ہوگا۔ یہ پاکیزہ نفوس از اصحاب کمال تھے۔ اور اہل کمال کی قدر جانتے تھے۔ اِنَّمَا یَعرِفُ الفضلَ ذَوُوہُ۔ رَحِمَهُمُ اللّٰهُ وَرَضِیَ عَنهُم وَنَوَّرَ ضَرَائِحَهُم وَاَکرَمَهُم۔

آنکھوں والا تیرے جوبن کا تماشا دیکھے   دیدۂ کور کو کیا نظر آئے کیا دیکھے

وُصُول بہ مَسقطِ رَاَس

آپ سہ شنبہ ۹ ربیع الاول ماہ مبارک میلاد ۱۳۴۱ھ ۳۱ اکتوبر ۱۹۲۲ء صبح کے سوا سات بجے دِلّی پہنچے۔ حضرت برادرِ کلاں و برادرِ خورد اور دِلّی، میرٹھ، سرسہ وغیرہ کے مخلصین استقبال کے لئے اسٹیشن پر موجود تھے۔ اور آپ بہ خیر و خوبی خانقاہ شریف پہنچے۔ محفلِ مقدسِ میلادِ شریف کے سلسلہ میں ان دنوں خانقاہ شریف کو بیت العروس بنایا جا رہا تھا۔ کوئی مسجد شریف کے گنبدوں، مناروں اور در و دیوار پر سفیدی کا ہاتھ پھیر رہا تھا۔ کوئی دروازوں پر رنگ و روغن کر رہا تھا۔ کوئی بلّیوں کا مضبوط جال بنا رہا تھا تاکہ اُن پر قیمتی جھاڑ اور فانوس لٹکائے جائیں۔ جب آپ خانقاہ شریف میں داخل ہوئے اور آپ نے ان انتظامات کو دیکھا تو آپ کا مبارک چہرہ مسرت سے کھِل اُٹھا اور آپ نے بلند آواز سے واہ واہ فرمایا۔ اس پاک محفل کے انعقاد کی کیفیت اِن شاء اللہ "میلاد شریف" کے بیان میں آئے گی۔

ایامِ آخرین

آپ کا پیمانۂ عمر شریف لبریز ہو چلا تھا اور اب چھلکنے کے دن آ گئے تھے چند ماہ سے آپ۔ وَکَانَ دَائِمَ الحُزنِ کی مثال بنے ہوئے تھے۔ آپ کے ایک جاں نثار مخلص صادق، رحمہ اللہ۔ بار بار رو کر کہا کرتے تھے۔ کہ آپ بتاسے کی طرح ایک دم بیٹھ گئے۔

اِرادۂ حج اور تعمیرِ مسجد

آپ کوئٹہ سے روانہ ہوتے وقت وہاں تیرہ ۱۳ ہزار روپیہ مخلصین کے پاس امانت رکھ آئے۔ یہ عاجز اس وقت موجود تھا جب کہ آپ نے اُن مخلصین سے فرمایا۔ اگر حیات رہی تو ان شاء اللہ تعالیٰ بچوں کو لے کر حجاز مقدس جائیں گے۔ دِلّی پہنچ کر آپ نے حافظ غلام محمد باغ والے سے فرمایا کہ رامپور میں ہمارے جدِّ امجد کلاں حضرت شاہ ابوسعید کے نانا حضرت محمد مرشد قدس اللہ اسرارہما کی مسجد شریف منہدم ہو گئی ہے تم جاؤ اور اس مسجد شریف کو ازسرِ نو پختہ اینٹ اور مسالے سے بنواؤ۔ مسجد شریف کے تین گنبد ہوں اور اُن پر عمدہ کلس چڑھاؤ۔ اور مسجد شریف کے قریب جدِّ امجد کی حضرت والدۂ محترمہ رحمہا اللہ کی قبر ہے۔ اس کو بھی درست کرا دینا۔ چنانچہ حافظ غلام محمد رامپور گئے اور مسجد شریف کی تعمیر کا کام شروع کر دیا، آپ کے مرض الموت کے تیسرے دن وہ گنبدوں کے کلس خرید کر لائے۔ آپ نے دیکھے تو بہت خوش ہوئے اور اُن کو دعائیں دیں چونکہ دوسرے دن سے آپ کی حالت نازک ہو چلی تھی۔ اس لئے حافظ غلام محمد رامپور نہ گئے اور مسجد شریف کی تکمیل اواخرِ شعبان میں ہوئی۔

اسپتال کو جانا

آپ کا معمول تھا کہ ہر روز دن کے دس گیارہ بجے اسپتال تشریف لے جاتے تھے اور جھولداری میں تشریف فرما ہوتے تھے۔ ظہر، عصر اور مغرب کی نماز وہاں پڑھتے تھے اور رات کے آٹھ بجے پانچ منٹ کے واسطے حضرت والدہ صاحبہ کی عیادت کے لئے تشریف لے جاتے، پھر خانقاہ شریف میں آمد ہوتی تھی۔ اور عشا کی نماز کے بعد حلقہ ہوتا تھا۔ ہم بہن بھائیوں کا معمول تھا کہ دن رات میں ایک مرتبہ آپ کے پاس آداب و احترام عرض کرنے جاتے تھے۔ چونکہ ہم تینوں بھائی صبح مدرسۂ عبدالرب پڑھنے کے واسطے چلے جاتے تھے، اور ہمارے آنے سے پہلے آپ اسپتال تشریف لے جا چکے ہوتے تھے اس لئے ہم تینوں عصر کو چار بجے آپ کی خدمت میں پہنچتے تھے۔ آپ کا قاعدہ تھا کہ جب ہم پڑھ کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو آپ دریافت فرماتے کہ آج تم نے کیا پڑھا ہے۔ اور ہم کو اپنے دروس کا خلاصہ زبانی عرض کرنا ہوتا تھا۔ ہم تینوں بھائیوں کے ساتھ ایک ایک مُلّا مقرر تھا اور ہم اساتذۂ کرام سے سبق لینے کے بعد اُن مُلّا صاحب

کے ساتھ اپنے اسباق کا مذاکرہ کرتے تھے اور شواہد کو یاد کر کے مدرسہ سے روانہ ہوتے تھے۔ کیونکہ آپ اکثر کچھ دریافت فرمالیا کرتے تھے اور اس کے متعلق ہم کو جواب دینا ہوتا تھا۔ دورانِ قیام اسپتال میں ہماری حاضری عصر کو ہوا کرتی تھی اور اس وقت اسباق کا خلاصہ بیان کرنا ہوتا تھا۔ پھر حضرت والدہ صاحبہ کی خدمت میں پانچ منٹ کے لئے حاضر ہو کر ہم تینوں خانقاہ شریف آجاتے تھے۔

آپ کا کشف

ایک دن جب ہم تینوں بھائی روانہ ہونے لگے تو آپ نے اس عاجز کو آواز دی اور فرمایا "اگر تمہاری خوشی ہو تو ٹھیر جاؤ، ہمارے ساتھ چلنا۔" یہ عاجز ٹھیر گیا۔ ساڑھے سات یا پونے آٹھ بجے اس عاجز کی طبیعت پر گرانی ہوئی۔ اور کوارٹر کے صحن میں آہستہ آہستہ چکر لگاتے ہوئے دل میں خیال کرتا رہا کہ ناحق رُک کر اپنے کو پریشان کیا۔ دو چار منٹ اس کیفیت پر گزرے ہوں گے کہ آپ باہر سے برہنہ پا تشریف لائے اور اس عاجز کے پاس آکر نہایت شفقت و محبت سے اپنے دونوں مبارک ہاتھ عاجز کے کندھوں پر رکھ کر بآہستگی فرمایا "زبید تم پریشان نہ ہو۔ تمہاری والدہ نے ہماری بہت خدمت کی ہے ہم یہ چاہتے ہیں کہ اس کا کچھ معاوضہ ادا کریں۔ اُن پر رات کے آٹھ بجے دورہ پڑتا ہے۔ اس وقت عیادت کرنی بہتر ہے۔ ہم اس واسطے اُس وقت تک رُکتے ہیں۔ اب آٹھ بجنے کو ہیں۔ ہم ان کی عیادت کر کے گھر چلتے ہیں۔" اس عاجز نے کہا۔ "جی حضرت بہتر ہے۔" ہم بہن بھائی آپ کو۔ جی حضرت۔ کہہ کر خطاب کیا کرتے تھے۔ عاجز کے جواب کو سُن کر آپ باہر تشریف لے گئے۔ اور عاجز کو بہت انفعال ہوا کہ کیوں پریشانی پیدا کی اور کیوں آپ کو تکلیف دی۔

پیر جی عبد الصمد

ایک دن اسپتال میں پیر جی عبد الصمد کالے صاحب والے آپ کے پاس تشریف لائے اور آپ کو خانقاہ عبدالسلام بانس کوٹی لے گئے جو کہ اب اسپتال کے حدود میں آگئی ہے۔ آپ اُن کے ساتھ اس عاجز کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر روانہ ہوئے۔ اس وقت آپ کے سر پر سفید ٹوپی اور تن پر کُرتا پاجامہ تھا۔ ایک پٹھان پیچھے پیچھے آرہا تھا۔ آپ نے فاتحہ پڑھی۔ اور

فرمایا۔ ہمارے دوست مولوی عبدالسلام کا نقشہ ہو بہو سامنے آگیا۔ ہم پر جو مہربانی اور محبت کرتے تھے وہ یاد آگئیں۔ اور پھر پیر جی صاحب سے مخاطب ہو کر فرمایا "اَلْبَاقِیَاتُ الصَّالِحَاتُ خَیْرٌ۔ کا یہی مطلب ہے۔" پیر جی عبدالصمد کو آپ سے بہت نیازمندی اور محبت تھی احیاناً میلاد شریف کی مبارک محفل میں شریک ہوتے تھے۔ رَحِمَہُ اللّٰہُ وَنَوَّرَ ضَرِیحَہٗ

شاہ گلشن

ایک دن آپ حافظ عبدالحکیم کو لے کر حضرت شاہ گلشن کے مزار پر حاضر ہوئے۔ پٹھان ساتھ نہ تھا۔ آپ نے اس عاجز کے کندھے پر ہاتھ رکھا تھا۔ مزار شریف پہنچ کر آپ نے حافظ عبدالحکیم سے فرمایا "ہم کو مزار شریف کا چبوترہ بنوانے کی اجازت مل گئی ہے۔" پھر آپ نے حضرت کی بزرگی کا کچھ ذکر فرمایا اور مراجعت فرمائی

پیر ابوالخیر غازی پوری

پیر ابوالخیر غازی پوری مع اپنے فرزند ابواللیث کے رات کو خانقاہ شریف میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ دوسرے دن حضرت والدہ صاحبہ کی عیادت کے لئے اسپتال آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ کافی دیر تک وہ آپ کی خدمت میں رہے۔ جب جانے لگے تو آپ نے اُن سے فرمایا آج رات کو نو بجے ہمارے ساتھ خانقاہ شریف میں کھانا کھاؤ چنانچہ وہ مع اپنے فرزند کے رات کو نو بجے خانقاہ شریف آئے اور آپ کے ساتھ ماحضر تناول کیا جب کھانے کیلئے سب اُٹھے تو پیر ابوالخیر نے آفتابہ و لگن اٹھا کر آپ کے مبارک ہاتھ دھلوائے اور نہایت شوق و محبت سے کہا۔ اللہ تعالٰی کا کتنا کرم ہے کہ آج یہ خدمت میں لے لی۔

مثالِ نعلِ مُبارک

آپ کی نشستگاہ میں آپ کے مبارک سر کے محاذ پر مثالِ نعلِ المصطفیٰ۔ علی صاحبہ اَطیب الصلوات وازکی التحیات۔ آویزاں تھی آپ نے پیر ابوالخیر سے فرمایا کہ یہ نقشہ اس واسطے ہم نے یہاں لٹکایا ہے کہ ہر وقت ہمارے سر پر رہے اور اس طرح سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں ہماری غلامی کا اظہار ہوتا رہے۔ پھر آپ نے مولانا جامی قدس سرہ کا یہ شعر پڑھا۔

ادیم طائفی نعلینِ پا کن ‌‌‌ ‌ ‌ شراک از رشتۂ جانہائے ما کن

دورانِ طعام میں پیر ابوالخیر نے آپ سے کہا۔ حضور۔ فیض کی کل کثرت تھی آج کچھ

کمی محسوس ہو رہی ہے۔ آپ نے فرمایا "برکات و فیوضات میں کوئی کمی نہیں ہے۔ کھانے کی وجہ سے احساس میں کمی ہے۔" اس کے بعد انھوں نے عرض کی۔ حضور آپ میرے لطائف کا معائنہ فرمائیں۔ آپ نے فرمایا "بہتر ہے۔" چنانچہ دونوں حضرات آنکھیں بند کر کے بیٹھ گئے۔ اور پانچ سات منٹ مصروفِ کار رہے۔ پھر آپ نے آنکھیں کھول کر فرمایا "پروردگار کا شکر ہے کچھ نور ہے۔" یہ سن کر انھوں نے شوق میں یہ شعر پڑھا۔

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی ٭ تاکس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

اور پھر انھوں نے مثنوی شریف کے کچھ اشعار پڑھے۔ وہ مثنوی کے مبارک اشعار ایک خاص لَے میں پڑھا کرتے تھے۔ انداز موثر تھا۔ آپ محظوظ ہوئے اور ان کو دعائیں دیں۔ جب وہ رخصت ہونے لگے نیاز مندی سے عرض کی۔ حضرت۔ آپ مجھ کو اجازت عنایت کر دیں۔ آپ ہمارے بزرگ اور بزرگ زادے ہیں۔ آپ نے فرمایا "اچھا۔ ہماری طرف سے تم کو اجازت ہے۔"

اگر خواہی شود مکشوف ایں راز ٭ حجابِ ہستی از جانت برانداز
بہ ذکرِ دوست گویا کن زباں را ٭ بکش کحلِ حضوری چشم جاں را

ایک مزار کی اجازت

آپ نے کوئٹہ سے چند بار مخلصین کو لکھا کہ خانقاہ شریف میں ایک قبر بنانے کی اجازت حکومت سے حاصل کر لو لیکن ان لوگوں نے کوئی کوشش نہیں کی۔ آپ جمعہ ۲۲ رجمادی الآخرہ ۱۳۴۱ھ مطابق ۹ر فروری ۱۹۲۳ء کو اسپتال تشریف نہیں لے گئے اور عصر کو آپ نے سواری طلب فرمائی۔ مخلصین نے اس سال وزیر خاں کا تانگہ آپ کے واسطے مقرر کیا تھا۔ چنانچہ اس تانگہ میں آپ اور ہم تینوں بھائی بیٹھے۔ اور کشمیری دروازہ کے باہر وائسرائے کے دفتر گئے۔

امین الاسلام

اسمبلی کے ممبر امین الاسلام کلکتہ والے آپ کے انتظار میں کھڑے تھے۔ غالباً کل وہ اسپتال گئے ہوں گے۔ اور آپ کو اپنی قیام گاہ کا پتہ بتایا ہوگا۔ یہ صاحبِ نسبت تھے۔ ان کے لطائف مبارکہ ذاکر و شاغل تھے۔ دو دو گھنٹہ آپ کے سامنے بیٹھ کر ذکر شریف کیا کرتے تھے۔ اور آپ کی توجہات سے مخمور ہو کر

اٹھا کرتے تھے۔ امین الاسلام آپ کو دیکھ کر آپ کے پاس آئے۔ آپ تانگہ میں بیٹھے رہے اور ان کے کندھے پر دست مبارک رکھ کر فرمایا" ہمارا ایک کام ہے۔ اگر تم دل سے وعدہ کرتے ہو کہ ہمارا کام کرو گے تو ہم تانگہ سے اترتے ہیں۔ ورنہ ہم جاتے ہیں" امین الاسلام نے کہا حضرت میں جان و دل سے کوشش کروں گا۔ آپ نے فرمایا" خانقاہ شریف میں ایک قبر کے واسطے اجازت حاصل کر لو" امین الاسلام نے وعدہ کیا۔ اور آپ تانگہ سے اترے اور سبزہ زار پر بیٹھ کر ذکر شریف میں مصروف ہوئے۔

مزمل اللہ خان

آپ مغرب کی نماز پڑھ کر وہاں سے روانہ ہوئے۔ اور آپ نے فرمایا۔ یہاں راستہ میں کسی جگہ نواب پہاسو کی کوٹھی ہے وہاں چلو۔ ہم داؤد احمد خان کی عیادت کر لیں۔ وزیر خان کو یہ کوٹھی معلوم تھی۔ وہ سیدھے اس کوٹھی پر پہنچے۔ یہ کوٹھی میڈین ہوٹل کے سامنے علی پور روڈ پر واقع ہے۔ کوٹھی کے پھاٹک پر آپ نے تانگہ رکوایا۔ اور حضرت برادر کلاں سے فرمایا۔ جاؤ۔ معلوم کرو کہ مزمل اللہ خاں ہیں یا نہیں۔ ہم بھائیوں کو مزمل اللہ خان سے کوئی واقفیت نہیں تھی۔ لہذا حضرت برادر کلاں اندر گئے۔ وہاں دالان میں چند افراد بیٹھے تھے۔ انہی میں مزمل اللہ خان بھی تھے، برادر کلاں نے دریافت کیا" کیا یہاں مزمل اللہ خاں ہیں" ایک صاحب نے کہا۔ آپ فرمائیں کیا بات ہے۔ آپ نے کہا۔ حضرت صاحب تشریف لائے ہیں اور وہ دریافت کرا رہے ہیں۔ یہ سنتے ہی مزمل اللہ خان نے رفیقوں سے کہا۔ لالٹین لے کر چلو۔ وہ سب دوڑتے ہوئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مزمل اللہ خان گرم کوٹ۔ برجلیس۔ اور اونی جرابیں پہنے ہوئے تھے۔ سر پر گرم ٹوپی تھی اور آپ کے دست مبارک کو بوسہ دے کر کہا۔ تشریف لے چلیں۔ آپ نے فرمایا۔ ہمارا ایک کام ہے اگر تم اقرار کرتے ہو کہ وہ کام کرو گے تو ہم آتے ہیں۔ مزمل اللہ خان نے بڑے شوق سے اقرار کیا اور آپ نے خانقاہ شریف میں ایک قبر کی اجازت حاصل کرنے کو کہا۔ پھر داؤد احمد خان کی عیادت کے واسطے تشریف لے گئے۔

داؤد احمد خاں

داؤد احمد خاں مزمل اللہ خان کے صاحبزادے تھے اور آپ سے

بیعت تھے۔ وہ بیمار تھے آپ ان کے پاس گئے۔ نہایت شفقت سے آپ نے ان کے سر پر ہاتھ رکھا اور ادعیہ ماثورہ پڑھ کر ان پر دَم کیا۔ مزمل اللہ خاں نے ایک سو روپیہ آپ کی خدمت میں پیش کیا اور آپ وہاں سے خانقاہ شریف آئے۔ یہ آپ کی آخری تفریح تھی جیسا کہ بعد میں اِن شاءاللہ تعالیٰ آپ کے وصال وارتحال کے حالات میں ذکر آئے گا۔

آپ کی وفات کے تھوڑے دنوں بعد داؤد احمد خان۔ اَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالْاَثَرِ کہتے ہوئے اپنے پیر و مرشد سے جا ملے۔ رَحِمَہُ اللّٰہُ وَحَشَرَہٗ مَعَ عِبَادِہِ الصّٰلِحِیْن

زاہدہ خاتون شروانیہ نُزہت

زاہدہ نام تھا اور نُزہت تخلص۔ مزمل اللہ خان صاحب کی صاحبزادی تھیں اور حضرت سیدی الوالد قدس سرہ سے بیعت تھیں۔ وہ جب عریضۂ نیاز اپنے پیر و مرشد کو ارسال کرتی تھیں تو بہ شکل لآلی منظومہ ہوا کرتا تھا۔ اس عاجز نے ایک منظوم عریضہ پڑھا تھا۔ ان کا کلام شیریں اور رَیختہ تھا۔ یہ منظوم عریضہ اس وقت پیش نظر نہیں ورنہ نقل کیا جاتا۔ وہ بھی عالم شباب میں اپنے پیر و مرشد کی حیات میں ماہِ مئی ۱۹۲۲ء میں اپنے پدر بزرگوار کو داغ مفارقت دے گئیں۔ رحمۃ اللّٰہ علیہا و علیٰ اَبیہا و اَخیہا کُلَّمَا حَنَّ الحَمَامُ وَبَکَی الغَمَامُ۔ ان کا مجموعۂ کلام "فردوسِ تخیل" کے نام سے پنجاب میں قبل از تقسیم چھپا ہے

میلاد خوانوں کا بُلانا

آپ کو اَواسطِ جمادی الآخرہ۔ اوائلِ فروری میں پتہ چلا کہ حضرت والدہ صاحبہ کا مرض زائل ہوگیا ہے۔ اور اب کمزوری باقی ہے۔ اِن شاءاللہ مہینہ چالیس دن میں وہ چلنے پھرنے کے قابل ہوجائیں گی اس خبر سے آپ کو بڑی مسرت ہوئی اور آپ نے سعد آباد کنور کرامت علی خاں کے پاس آدمی بھیجا کہ آگرہ کے میلاد خوانوں کو لے کر آؤ۔ تاکہ شکرانۂ شفایابی میں محفل مبارک میلاد شریف منعقد کی جائے۔ کرامت علی خاں چار پانچ دن میں میلاد خوانوں کو لے کر آئے۔ اور وہ اس وقت پہنچے جب آپ خود علیل ہوگئے تھے۔ اور اَلرَّحِیْل اَلرَّحِیْل کی آواز بلند ہونے والی تھی۔ لہذا ایک شب کرامت علی خان اور میلاد خواں رہ کر چلے گئے۔

امیر امان اللہ خاں

امیر امان اللہ خان کی شاہزادگی کا آخری دور تھا اور وہ علاقہ کابل کے حاکم اعلیٰ تھے۔ انھوں نے اپنے آدمی کو بھیج کر آپ کے پُرانے مخلصین میں سے چار اصحاب اجازت افراد کو کابل بلایا۔ اور وہ، یار محمد خروٹی سرِزہ کے، حاجی مُلا احمد خان مُتّا خیل کٹواز کے، سید احمد جان خیر کوٹ کے، مُلا خیر اللہ اندڑی شلگر کے۔ تھے۔ امان اللہ خان عشاء کے بعد ان چار افراد سے تین رات تک ملے۔ آپ کے احوال دریافت کرتے رہے۔ وہ اِن چار افراد سے قالین کے فرش پر بیٹھ کر ملے۔ میز کرسی پر نہیں بیٹھے۔ انھوں نے کابل کے کارخانہ کا اُونی کپڑا اور ایک عمدہ پٹّو (دُھسّہ) مع ایک عریضے کے اپنے آدمی کے ہاتھ کوئٹہ بھیجا اور ان چاروں مخلصین سے کہا۔ کہ میری نیازمندی کا اظہار آپ کی خدمت میں کردیں۔

کابل کی دعوت

امیر امان اللہ خان جب کابل کے تخت پر بیٹھے تو انھوں نے آپ کی خدمت میں ایک جیبی گھڑی مع زنجیر و قطب نما اور ایک عریضہ حاجی مُلا احمد خاں کے ہاتھ ارسال کیا یہ واقعہ آپ کی وفات سے ڈھائی ماہ پہلے کا ہے۔ اور اپنے سفیر غلام حیدر خان مقیم دلی کو ہدایت کی کہ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوں اور آپ کو کابل تشریف لانے کی دعوت دیں۔ امیر امان اللہ خان نے حاجی مُلا احمد خان سے زبانی بھی کہا تھا اور اپنے عریضے میں بھی کابل تشریف لانے کے متعلق لکھا تھا۔ آپ نے مخلصین سے اس کا ذکر فرمایا۔ اُن لوگوں نے مشورہ کابل تشریف لے جانے کا دیا۔ چنانچہ یہ طے پایا۔ کہ خیر سے آپ اپریل ۱۹۲۳ء میں کابل کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے مشرف فرمائیں۔

آپ نے خورجہ کے چودھری مولاداد خاں، ہانسی کے شیخ غلام احمد، میرٹھ کے حافظ اشفاق الٰہی، دلّی کے حافظ عبد الحکیم اور دو تین افراد سے ساتھ چلنے کو فرمایا اور امیر امان اللہ خان کے سفیر سردار غلام حیدر خان کو اپنے ارادہ سے مطلع فرما دیا۔

غلام حیدر خاں نے امیر صاحب کو آپ کے ارادہ سے مطلع کیا۔ وہ اس خبر کو سن کر نہایت خوش ہوئے۔ افغانستان کے طول و عرض میں بجلی کی طرح یہ خبر پھیل گئی۔ اور مخلصینِ پاک نہاد کے گھرانوں میں شادمانی کے گیت گائے جانے لگے۔ غلام حیدر خاں چند بار اس

سلسلہ میں حاضرِ خدمت اقدس ہوئے اور اپنے انتظامات میں مصروف ہوئے۔

یہ عاجز کہتا ہے اگر آپ کا جانا اس علاقہ میں ہو جاتا تو لاکھوں شیدائیوں کا ایسا اجتماع ہوتا کہ تاریخ عالم میں ایک یادگار ہوتا۔ لیکن ہُوا وہی جو اللہ تعالیٰ کو منظور تھا۔ اور وَلَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَکْسِبُ غَدًا۔ کا ظہور ہوا۔

مادرچہ خیالیم و فلک درچہ خیال کارے کہ خدائے کرد مارا چہ مجال

وہ ہوا جس کا خیال نہ تھا

کابل تشریف لے جانے کے لئے جو تاریخ مقرر ہوئی تھی۔ اس سے دو ماہ پہلے آپ نے "یَا اَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ" کا مبارک پیام سُنا اور راہی ملکِ بقا ہوئے۔ وَکَانَ ذٰلِکَ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا۔ امیر امان اللہ خان کو جب اس واقعۂ مُولمہ کی خبر پہنچی تو انھوں نے تعزیت کا خط دستی ارسال کیا۔ اس میں اپنے رنج و الم کا اظہار کرنے کے بعد تحریر کیا کہ میں کابل کا نیا شہر "دارالامان" کے نام سے بسا رہا ہوں اس شہرِ نو میں جامع مسجد تیار ہوگی۔ اور یہ مسجد شریف آپ کے نام پر "خیر المساجد" کے نام سے موسوم ہوگی۔ جو بھی اس مسجد شریف میں نماز پڑھے گا آپ کو ثواب ملے گا۔

جس طرح بہ حکم قضا و قدر آپ کا ارادہ کابل تشریف لے جانے کا پورا نہ ہو سکا، اسی طرح امیر امان اللہ خان کا ارادہ "دارالامان" اور "خیر المساجد" بنانے کا اتمام تک نہ پہنچ سکا۔ نہ وہ کابل میں رہے اور نہ ان کے سر پر تاجِ خُسروی باقی رہا۔ اٹلی میں غُربت کے ایام بسر کیے۔ حج و زیارت سے مشرف ہو کر آخرت کا سفر اختیار کیا۔ غفر اللہ لہ و رحمہ۔

تو بہ علم ازل مرا دیدی دیدی آنگہ بہ عیب بخریدی
تو بہ علم آن و من بہ عیب ہماں رد مکن آنچہ خود پسندیدی

حالاتِ مشائخ نقشبندیہ

محمد حسن خان۔ کوٹلہ متصل کرت پور۔ بجنور کے سن تیرہ سو پندرہ یا اس سے ایک سال پہلے یا بعد، آپ سے ملے تھے۔ وہ آپ کے متعلق اپنی کتاب "حالات مشائخ نقشبندیہ" میں لکھتے ہیں۔

"فی الحال دہلی خانقاہ شریف میں مقیم ہیں۔ نہایت انزوا و انقطاع اختیار کر رکھا ہے

دنیا و اہلِ دنیا کا وہاں گزر نہیں۔ ورع و تقویٰ میں قدم راسخ رکھتے ہیں۔ آدابِ طریقت و شریعت کے نہایت پابند ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی عمر میں برکت دے۔" یہ کتاب غالباً تیرہ سو بیس۔ اکیس میں لکھی گئی ہے۔ رحمہ اللہ و اکرمہ۔

مقدمۃ الکتاب

محمد امان الرحمٰن دِلّی کے رہنے والے، اپنے بھائی جمیل الرحمٰن راشد قادری چشتی دہلوی سے بیعت تھے۔ ۲۱ محرم ۱۳۴۳ھ میں اُن کے بھائی کی وفات ہوئی۔ انھوں نے اپنے برادر صاحب کی یاد میں ایک رسالہ "وصال الجمیل" ۱۳۴۳ھ میں لکھا۔ اور پھر اس کا ضمیمہ "مقدمۃ الکتاب" کے نام سے ۱۳۴۵ھ میں لکھا۔ مقدمہ میں حضرت سیدی الوالد قدس سرہ کا ذکر خیر ان الفاظ سے کیا ہے: "حضرت شاہ ابو الخیر صاحب۔ رحمۃ اللہ علیہ مزاج اقدس میں امارت و نفاست ضرور تھی۔ مگر وہ بڑے باوضع، پابند اوقات، حق گو بزرگ تھے۔ تجدید عمارات خانقاہ آپ ہی کے دم قدم سے ہوئی اور اکثر بندگانِ خدا کی کایا پلٹ۔" الخ

آثارِ رحمت

مولانا امداد صابری نے حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی کے احوال میں "آثارِ رحمت" نام کی کتاب لکھی۔ حضرت مولانا رحمت اللہ حضرت سیّدی الوالد کے استاد تھے۔ اس مناسبت سے آپ کا ذکر ان الفاظ سے کیا ہے: "ہر سال بارہ ربیع الاول کی شب کو (گیارہ بارہ کی درمیانی شب کو) محفل میلاد شریف منعقد کرتے تھے۔ خود مولود شریف پڑھتے، انوار و برکات کی یہ کثرت ہوتی کہ برابر آنکھوں سے اشک رواں ہوتے، بیان کی تاثیر دلوں پر چھُریاں چلاتی، آہ و فغاں کی صدائیں بلند ہونے لگتیں۔ اس محفل میں لوگ کثرت کے ساتھ شامل ہوتے تھے۔ خانقاہ شریف میں تل دھرنے کو جگہ نہ ملتی اور سڑک کی بھی آمد و رفت بند ہو جاتی تھی۔

شاہ ابو الخیر صاحب نماز بڑی خشوع و خضوع کے ساتھ پڑھتے تھے۔ نماز میں جب کسی آیت کے فہم معنی کی وجہ سے حلاوت پیدا ہوتی تو رقت طاری ہوتی اور تمام نمازی بھی بے چین ہو جاتے اور زار و قطار رونے لگتے۔"

بہارِ باغ مجلس

قاری حافظ محمد رفیق واعظ نے گلزار اکبر کے جواب میں

بہار باغ مجلس منظوم رسالہ ۱۳۴۴ھ میں لکھا ہے (نام تاریخی ہے) اس میں لکھا ہے۔

کھلا ہے باب احسانِ ابوالخیر — رواں ہے بحر فیضانِ ابوالخیر
معطر ہے مشامِ خلق اب تک — تر و تازہ ہے بستانِ ابوالخیر
معارف کی کتب ہوں جس کو ازبر — وہ ہے طفلِ دبستانِ ابوالخیر
فریبِ نفس بد سے بچ گیا وہ — جو آیا زیرِ دامانِ ابوالخیر
کوئی باقی ہے قریہ اور نہ قصبہ — بچھا ہے ہر طرف خوانِ ابوالخیر
ہے سرچشمہ خدا کی رحمتوں کا — مزارِ پاک ذی شانِ ابوالخیر
جسے حاصل نہ ہو عرفان جب تک — سمجھ سکتا نہیں شانِ ابوالخیر
ہے دورِ بایزید اس کی نظر میں — کہ دیکھا جس نے دورانِ ابوالخیر
یہاں کیا کچھ کمی ہے فضلِ حق سے — خدا ہے میرِ سامانِ ابوالخیر
خبردارِ رموزِ معرفت ہے — جو ہے مدہوشِ چشمانِ ابوالخیر
یقیناً حضرتِ جلّ و علاؔ کے — مقرب ہیں بزرگانِ ابوالخیر
طفیلِ خواجگانِ نقشبنداں — نہ چھوٹے ہم سے دامانِ ابوالخیر
کرے روشن دلِ ظلمت کدہ کو — خیالِ روئے تابانِ ابوالخیر
ہے ہر دم آستانہ مَبْدَءِ فیض — ہے نسبت زیرِ فرمانِ ابوالخیر
رہیں محفوظ واعظ ہر بلا سے — ہمیشہ جانشینانِ ابوالخیر

جلالی میرٹھی

سید محمد علاء الدین جلالی میرٹھی ۲۹ رجمادی الآخرہ ۱۳۴۲ھ کو آپ کے پہلے عرس میں آئے۔ جیسا کہ انھوں نے کہا ہے۔

الغرض وہ آج پہلا عرس ہے — صاف ظاہر جس سے شانِ قدس ہے

اس موقع پر انھوں نے پُردرد انداز سے ۳۷ شعر کا ایک قصیدہ پڑھا جس کا ایک شعر لکھا گیا ہے۔ اس قصیدے کے ابتدائی تیرہ شعر یہ عاجز نقل کرتا ہے۔

مولوی شاہ ابوالخیر آپ کی — شان اعلیٰ اور بڑی توقیر تھی
سچ ہے اچھے ہوتے ہیں جو مردِ دیں — جانتے ہیں اُن کو عارف کاملیں

آپ تھے اچھّوں سے بھی اچھّے حضور اس لئے چہرے پہ تھا خالق کا نور
ایسا درویش آج تک دیکھا نہیں آپ تھے جیسے فقیرِ کاملیں
جان کر بس تم کو شیدائے رسولؐ شاہ کابل نے بھی کی بیعت قبول
کس کو تھی دہلی میں تاب ہمسری کون رکھتا تھا یہ شانِ برتری
پر اجل سے ہر بشر ناچار ہے گرم اس کا رات دن بازار ہے
آپ بھی اس موت سے مجبور تھے اس لئے سوئے عدم رخصت ہوئے
لیکن اتنا جانتا ہوں میں ضرور ہوں گے زیرِ قبر بھی زندہ حضور
کیونکہ جتنے اولیاء اللہ ہیں ہیں وہ زندہ اور فنا فی اللہ ہیں
اہل دنیا کے لئے وہ مُردہ ہیں چشم بینا کے لئے وہ زندہ ہیں
ہے بہ ظاہر واسطے اُن کے اجل اور بہ باطن اَنْ تَمُوْتُوا پر عمل
آپ کا روضہ بھی ہے گلزارِ فیض ہیں ہویدا دیکھ لو انوارِ فیض

سید جلالی رحمۃ اللہ نے شاہ کابل کی بیعت قبول کرنے کا ذکر کیا ہے۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ امیر امان اللہ خان نے شاہزادگی کے دَور میں جب آپ کے چار صاحبِ نسبت، پُرانے مخلصین کو بلایا تھا اور اُن سے تین رات ملاقات کی تو اُن سے یہ بات کہی کہ "من خادمِ حضرت صاحب ہستم" میں حضرت صاحب کا مرید ہوں۔ افغانستان میں بجائے مُرید کے خادم کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ اور یہ بھی ہوا تھا کہ آپ کے مبارک احوال سُن کر ان پر یک گونہ اثر ہوا تھا اور وہ آپ کی زیارت کے مشتاق ہوگئے تھے۔ اس عاجز کا خیال ہے کہ انھوں نے آپ کو کابل کی جو دعوت دی تھی غالبًا اسی لئے دی تھی کہ وہ آپ کے مبارک ہاتھ پر بیعت کرلیں۔ مقصودِ بَیعَت ارتباط و نیازمندی و انسلاک در رشتۂ کاملین ہے۔ اور یہ بات بہ وجہ اتم اُن کو حاصل ہوگئی تھی۔ فَهَنِيْئًا لَهٗ ثُمَّ هَنِيْئًا لَهٗ

حیف بیند چشم گیتی مقتدائے کاملے
چوں ابوالخیرِ ولی قطبِ جہاں فخرِ زمن

⁂

معمولات

آپ کے معمولات نہایت مُنضبط اور باقاعدہ تھے۔ سفر ہو یا حضر کبھی اُن میں فرق نہیں آتا تھا، ہر چیز اور ہر کام کا وقت مقرر تھا۔ حتیٰ کہ حوائجِ ضروریہ کے بھی اوقات مقرر تھے، اُن ہی اوقات میں آپ اپنے مکان سے حرم سرا تشریف لاتے تھے۔ آپ پان زردہ کا استعمال فرماتے تھے لیکن دن رات میں آٹھ ٹکڑوں سے زائد کبھی استعمال نہیں کئے۔ پانی پینے کے بھی اوقات مقرر تھے۔ اُن ہی اوقات میں آپ پانی نوش جاں فرماتے تھے۔ اسی وجہ سے تفریح گاہ کو جاتے وقت آپ کے ساتھ صراحی جاتی تھی۔ صبح کی چائے نو بجے نوش فرماتے تھے۔ اس دوران میں پانچ پارے تلاوت فرماتے تھے۔ حضرت والدہ صاحبہ یا ہمشیرگان میں سے کسی ہمشیرہ کے سامنے مصحف شریف ہوتا تھا۔ اور وہ استماع فرماتی تھیں۔ اور اسی دوران میں آپ نے حضرت والدہ صاحبہ کو حصنِ حصین، حزب اعظم، اَورادِ فتحیہ، دَلَائِلُ الخَیرات اور شجرۂ شریفہ کی تعلیم دی اور حصنِ حصین اور شجرۂ شریفہ اور تواریخِ حبیب اِلٰہ ہمشیرگان کو بھی پڑھائی عصر کی چائے پانچ بجے نوش فرماتے تھے، آخر کے چند سالوں میں عصر کی چائے بین العشائین نوش فرمانے لگے تھے۔

بسم اللہ کا پڑھنا

آپ کا معمول تھا کہ ہر کام سے پہلے بسم اللہ پڑھتے تھے اور مخلصین کو ہدایت تھی کہ جب بھی کوئی کام کریں۔ بسم اللہ پڑھ کر کریں اور جب بھی آپ کے پاس آئیں بسم اللہ پڑھتے ہوئے آئیں۔ چنانچہ جو بھی آپ کے پاس آتا تھا۔ بسم اللہ پڑھتا ہوا آتا تھا، وہ اتنی بلند آواز سے بسم اللہ پڑھتا تھا کہ آپ اس کی آواز سُن لیں، اور وہ بسم اللہ پڑھتے وقت اپنے قلب کی طرف متوجہ رہتا تھا۔ جہاں بھی آپ ہوتے تھے بسم اللہ کی مبارک صدا کانوں میں آتی رہتی تھی۔ اس کی برکت سے اہل غفلت کی غفلت کا ازالہ ہوا کرتا تھا اور قلب کو اللہ سے لگاؤ پیدا ہوتا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "وَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا"۔ کشف الاسرار میں حضرت پیر ہرات کا بیان لکھا ہے "وہ بہ خانہا کہ۔

در آیند از در، در آیند و آزرم اللہ نگہ دارید و از خشم او بپرہیزید تا بہ نیکی دو جہاں رسید۔"
اور لکھا ہے: "ای اُطلبوا المعروفَ مِن اَھلہٖ۔ ہر معروفے را جائے ہست و ہر کارے را
روئے و ہر پردے را محلّے واہلے، چوں نہ بجائے خویش ونہ از اہلِ خویش طلب کنی بَرنہ باشد
بَر آن است کہ از خویش طلب کنی۔" یعنی ہر کام طور طریقہ سے اللہ کی رضامندی کے لئے ہو۔

تناول غذا

دن کی غذا ایک بجے اور رات کی نو بجے تناول فرماتے تھے۔ چھ سات انچ بلند تپائی پر کھانے کی صینی ہوتی تھی، آپ چارزانو بیٹھ کر، سر جھکا کر، حضور وخشوع سے ماحضر تناول فرماتے تھے، ہم بچے آپ کے ساتھ کھانا نہیں کھاتے تھے۔ شاید سال بھر میں ایک دو مواقع ایسے آتے ہوں کہ گھر میں ہم نے آپ کے ساتھ کھانا کھایا ہو۔ ایک مرتبہ یہ عاجز اور برادرِ خورد آپ کے ساتھ شریکِ طعام ہوئے۔ اتفاق سے اس دن چاول پکے تھے۔ ہم دونوں سے چاول کے کچھ دانے صینی پر گرے، آپ سرِ مبارک جھکائے بہ حضورِ قلب غذا تناول فرماتے رہے۔ جب آپ فارغ ہوئے اور آپ نے سرِ مبارک اٹھایا۔ تو صینی پر چاول کے دانوں کو دیکھ کر فرمایا: "بچو تم نے چاول گرادیے۔" اور پھر آپ نے اُن دانوں کو اکٹھا کیا اور لوالہ بنا کر خود تناول فرمایا۔ آپ نے کبھی کھانے میں کوئی خرابی نہیں نکالی۔ حمد و شکر کے ساتھ ہر چیز تناول فرماتے۔ اگر غذا لذیذ ہوئی واہ واہ فرماتے، خصوصی دعوت قبول فرماتے لیکن اُسی شخص کی کہ جس کی آمدنی پاک ہوتی تھی اور وہاں سب کے ساتھ دسترخوان پر غذا تناول فرماتے تھے۔ اور شروع میں آپ فرمادیا کرتے تھے: "کوئی ہم کو نہ دیکھے" اب اگر کسی بے وقوف نے آپ کو گھورا تو وہ فوراً نکلوا دیا جاتا تھا، چاہے وہ کوئی ہو۔ اس عاجز نے آپ کے تناولِ غذا کے طریقہ کو حضرتِ مجدد قدس سرہ کے طریقہ کے موافق پایا، جیسا کہ خواجہ محمد ہاشم کشمی نے زبدۃ المقامات میں لکھا ہے کہ آپ حضور وخشوع سے طعام تناول فرماتے تھے۔ اور یارانِ طریقت کو اس کی تاکید کرتے تھے۔ آپ کو مٹھاس سے رغبت تھی۔ اگر ہوئی تو آخیر میں تناول فرمائی۔

لباس

سرِ مبارک پر پنجگوشی سفید عرق چیں، تن پر سیدھی آستین کا سفید چھوٹا کرتا، اتنا چھوٹا کہ اکڑوں بیٹھتے وقت زمین سے نہیں لگتا تھا۔ کرتے کے

سینہ پر چاک بغیر پٹی کے، اسی میں کپڑے کے تین تکمہ (گھنڈیاں) اور ان کے بند موٹے تاگے کے، پاجامہ شرعی، ٹخنوں سے تین چار انگل اونچا، سردیوں میں روئی کی صدری چھینٹ کی۔ اور باہر جاتے وقت عرق چین پر پشمینہ دار نرم کلاہ اور اس پر دستار مُدَوَّر و مختصر، اور روئی کا انگرکھا نصفِ ساق تک اور دو گز لٹھے کی ایک چادر، عیدین میں جُبّہ یا عُبا استعمال فرماتے تھے۔ اَحیاناً عطر استعمال فرماتے تھے۔ شمامۃ العنبر زیادہ پسند تھا، پیروں میں پشاور یا ڈیرہ کی بنی ہوئی جوتی۔ اس عاجز کی یاد میں آپ نے دو جوڑے جوتی کے استعمال فرمائے ہیں۔ پہلی پشاوری تھی دوسری ڈیرہ کی۔

استنجا اور وضو

پانی سے استنجا فرمانے کے بعد ایک کپڑے سے اعضا خشک فرماتے تھے۔ چھوٹے استنجا کے بعد ایک چھوٹی تھیلی استعمال فرماتے تھے۔ ہر نماز کے واسطے تازہ وضو نہیں کرتے تھے۔ عام طور پر ظہر کے وضو سے عشار کی نماز پڑھتے تھے۔ وضو کرنے سے پہلے کرتا اور ٹوپی اتار دیتے تھے تاکہ مستعمل قطرے ان پر نہ پڑیں۔ ایک لوٹے سے بہ کمالِ احتیاط وضو فرماتے تھے۔ ہر عضو کو تین بار مَل کر دھوتے تھے۔ اگرچہ دانت نہ تھے لیکن مسواک تین مرتبہ مسوڑوں پر ضرور پھیرتے تھے۔ آپ کی مسواک از شاخِ نیم ہوا کرتی تھی۔ کوئی دس منٹ میں آپ کا وضو ہوا کرتا تھا۔ آپ وضو میں ادعیۂ مروّجہ نہیں پڑھتے تھے۔ وضو کے بعد سفید لٹھے کے رومال سے ہاتھ منہ خشک کرتے تھے۔ جس وقت آپ وضو سے فارغ ہوتے تھے آپ کے چہرۂ انور پر نظر نہیں ٹھیرتی تھی اور یہ یقین ہوتا تھا کہ آپ ظاہر و باطن، دونوں میں مجلّیٰ و مصفّیٰ ہو گئے ہیں اور "مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ خَرَجَتْ خَطَايَاهُ مِنْ جَسَدِهِ حَتَّى تَخْرُجَ مِنْ تَحْتِ أَظْفَارِهِ" کما رواہ الشیخان، کا کامل نمونہ ہوتے تھے۔

نماز با نیاز

حضرت بابائے دوم کی اولاد کے ذکر میں حضرت امۃ الجمیل کی نماز کے بیان میں عاجز نے لکھا ہے کہ ان کو خاشعین کی نمازیں سے کامل حصہ ملا تھا یہی کیفیت حضرت سیدی الوالد کے نماز کی تھی۔ آپ رکوع و قومہ و سجدہ و جلسہ و قعدۂ اخیرہ میں جس شوق و محبت سے ادعیۂ ماثورہ پڑھتے تھے، اس کے بیان سے عاجز قاصر ہے۔

چوں کہ آپ کی آہستہ قرأت ایسی ہوتی تھی کہ آپ اپنی آواز سُن لیں اور یہ عاجز ہمیشہ آپ کے بائیں جانب نماز میں رہتا تھا، آپ کے ہمس کو پوری طرح سنتا تھا اس لئے اُن ادعیۂ مبارکہ کا ذکر کرتا ہے۔

سورۂ فاتحہ کے اختتام پر رَبِّ اغْفِرْ لِی آمین۔ رکوع میں سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ رَبَّنَا وَ بِحَمْدِکَ اللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِی پڑھ کر سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم تین بار اور اَحْیَاناً اس کے بعد۔ اَللّٰھُمَّ لَکَ رَکَعْتُ وَبِکَ آمَنْتُ وَلَکَ اَسْلَمْتُ خَشَعَ لَکَ سَمْعِی وَبَصَرِی وَ مُخِّی وَعَظْمِی وَعَصَبِی۔ اور اَحْیَاناً سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم کے بعد۔ رَکَعَ لَکَ سَوَادِی وَ خَیَالِی وَ آمَنَ بِکَ فُؤَادِی اَبُوْءُ لَکَ بِنِعْمَتِکَ عَلَیَّ وَاَبُوْءُ بِذَنْبِی فَاغْفِرْ لِی فَاِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ۔ اور قومہ میں۔ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ حَمْداً کَثِیْراً طَیِّباً مُبَارَکاً فِیْہِ مِلْءَ السَّمٰوَاتِ وَمِلْءَ الْاَرْضِ وَمِلْءَ مَاشِئْتَ مِنْ شَیْءٍ بَعْدُ۔ اور اسی طرح دونوں سجدوں میں۔ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی سے پہلے اور بعد یہی مبارک دُعائیں، فرق اتنا کہ لَکَ رَکَعْتُ اور رَکَعَ لَکَ کی جگہ لَکَ سَجَدْتُ اور سَجَدَ لَکَ ہوتا تھا، اور جلسہ بین السجدتین میں اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِی وَارْحَمْنِی وَعَافِنِی وَاھْدِنِی وَارْزُقْنِی۔ پڑھتے تھے اور اَلتَّحِیَّات میں جس وقت آپ اِلَّا اللّٰہُ کہتے تھے تو دائیں ہاتھ کی چھنگلیا اور اس سے متصل انگلی کو بند کرتے اور بیچ کی انگلی اور انگوٹھے کا دائرہ بناتے اور شہادت کی انگلی کو بشکلِ ابرو رکھتے ہوئے اشارہ کرتے اور اشارہ کے بعد حسب سابق انگلیوں کو قبلہ رُو کر کے پھیلا دیتے۔ اس عاجز کا بھی یہی طریقہ ہے اور از روئے قاعدہ یہی انسب و اَولٰی معلوم ہوتا ہے۔ اور قعدہ اخیرہ میں درود شریف کے بعد۔ اَللّٰھُمَّ اَنْزِلْہُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَکَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ۔ اور رَبَّنَا آتِنَا پڑھنے کے بعد۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِی وَلِوَالِدَیَّ وَارْحَمْھُمَا کَمَا رَبَّیَانِی صَغِیْراً اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِجَمِیْعِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ الْاَحْیَاءِ مِنْھُمْ وَالْاَمْوَاتِ اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوْذُبِکَ مِنْ عَذَابِ جَھَنَّمَ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ فِتْنَۃِ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ فِتْنَۃِ الْمَحْیَا وَالْمَمَاتِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنَ الْمَاْثَمِ وَالْمَغْرَمِ۔ پڑھتے تھے اور وتر میں حنفی دعائے قنوت کے

بعد شافعی دعائے قنوت پڑھتے تھے اور سلام وتر کے بعد سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ تین بار کہتے تھے۔ تیسری بار القُدُّوس کو بلند آواز سے کھینچ کر کہتے تھے۔ مغرب اور فجر کے فرض کے بعد اُسی قعدہ کی حالت میں، سلام سے متصل۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ دس بار اور پھر بلند آواز سے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَا نَعْبُدُ اِلَّا اِيَّاهُ لَهُ النِّعْمَةُ وَلَهُ الْفَضْلُ وَلَهُ الثَّنَاءُ الْحَسَنُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ۔ پڑھ کر دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے تھے اور ظہر و عصر و عشاء کی نماز کے بعد، سلام سے متصل تین بار استغفار کرتے تھے۔ کبھی ان الفاظِ مبارکہ سے۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّيْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَيْهِ۔ اور کبھی ان الفاظ طیبہ سے۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ۔ اور پھر دعا کے واسطے ہاتھ اُٹھاتے تھے۔ اس طرح پر کہ بازو پسلیوں سے الگ اور ہتیلیاں مبارک چہرہ کے سامنے اور بہ کمال عاجزی و مذلّت یہ دعا کرتے تھے۔ اَللّٰهُمَّ انْصُرِ الْاِسْلَامَ وَالْمُسْلِمِيْنَ۔ اَللّٰهُمَّ انْصُرْ جُيُوْشَ الْمُوَحِّدِيْنَ۔ اَللّٰهُمَّ اَهْلِكِ الْكَفَرَةَ وَالْمُشْرِكِيْنَ۔ اَللّٰهُمَّ دَمِّرْ اَعْدَاءَ الدِّيْنِ۔ اَللّٰهُمَّ انْصُرْ مَنْ نَصَرَ دِيْنَ مُحَمَّدٍ۔ اَللّٰهُمَّ اخْذُلْ مَنْ خَذَلَ دِيْنَ مُحَمَّدٍ۔ اَللّٰهُمَّ اَصْلِحْ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ۔ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ۔ اَللّٰهُمَّ فَرِّجْ عَنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ۔ اور بعض مواقع پر اس کے بعد یہ دعا بھی فرماتے۔ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ وَنَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَنَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ وَنَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ وَنَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْمَاْثَمِ وَالْمَغْرَمِ وَنَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْفِتَنِ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَنَعُوْذُ بِكَ مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ وَقَلْبٍ لَا يَخْشَعُ وَنَفْسٍ لَا تَشْبَعُ وَدُعَاءٍ لَا يُسْمَعُ وَنَعُوْذُ بِكَ اَنْ نَرْجِعَ عَلٰى اَعْقَابِنَا اَوْ اَنْ نُفْتَنَ عَنْ دِيْنِنَا وَنَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَ بِكَ مِنْهُ نَبِيُّكَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَعُوْذُ بِكَ مِنْ جَهْدِ الْبَلَاءِ وَدَرْكِ الشَّقَاءِ وَسُوْءِ الْقَضَاءِ وَشَمَاتَةِ الْاَعْدَاءِ وَنَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا عَمِلْنَا وَمِنْ شَرِّ مَا لَمْ نَعْمَلْ

وَنَعُوذُبِکَ مِنْ زَوَالِ نِعْمَتِکَ وَتَحَوُّلِ عَافِیَتِکَ وَفُجَاءَۃِ نِقْمَتِکَ وَجَمِیْعِ سَخَطِکَ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِعِزَّتِکَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ اَنْ تُضِلَّنَا اَنْتَ الْحَیُّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ وَالْجِنُّ وَالْاِنْسُ یَمُوْتُوْنَ اور احیاناً اس کے بعد قنوتِ نازلہ بھی پڑھتے تھے۔ جس کا ذکر ذیل میں ہے۔

قنوتِ نازلہ جنگ طرابلس، جنگ بلقان، جنگ عظیم اوّل کے دوران فرائض میں آخری رکوع کے بعد کبھی بہ صورتِ ارسال اور کبھی دونوں ہاتھ اٹھا کر بہ صورتِ دعا یہ دعا پڑھتے تھے۔ اَللّٰھُمَّ قَاتِلِ الْکَفَرَۃَ اَھْلَ الْکِتَابِ وَالْمُشْرِکِیْنَ الَّذِیْنَ یَجْحَدُوْنَ آیَاتِکَ وَیُکَذِّبُوْنَ رُسُلَکَ وَیَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِکَ وَیَتَعَدَّوْنَ حُدُوْدَکَ وَیُقَاتِلُوْنَ اَوْلِیَائَکَ۔ اَللّٰھُمَّ خَالِفْ بَیْنَ کَلِمَتِھِمْ اَللّٰھُمَّ زَلْزِلْ اَقْدَامَھُمْ اَللّٰھُمَّ اَنْزِلْ بِھِمْ بَأْسَکَ الَّذِیْ لَا تَرُدُّہٗ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِیْنَ اَللّٰھُمَّ مُنْزِلَ الْکِتَابِ وَمُجْرِیَ السَّحَابِ وَھَازِمَ الْاَحْزَابِ اِھْزِمِ الْکُفَّارَ وَانْصُرِ الْمُسْلِمِیْنَ عَلَیْھِمْ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَنَعُوْذُبِکَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ عَلَی اللّٰہِ تَوَکَّلْنَا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَۃً لِّلْقَوْمِ الظَّالِمِیْنَ وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِکَ مِنَ الْقَوْمِ الْکَافِرِیْنَ۔

حضورِ قلب جب تک آپ کو حضورِ قلب نہیں ہوتا تھا آپ نماز کے لئے نہیں کھڑے ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ کے پاس مولوی سیف الرحمن مفتی مظہر اللہ، مولوی شمس الدین صاحبان مع دو تین افراد کے بیٹھے تھے۔ مغرب کی اذان ہوئی، دو چار منٹ گزرے، مولوی صاحبان کو خیال آیا کہ نماز کو دیر ہو رہی ہے۔ آپ نے فرمایا "مولوی مظہر جاؤ تم لوگ نماز پڑھ لو۔ تمہاری نماز کو دیر ہو رہی ہے۔" آپ دس پندرہ منٹ بیٹھے رہے، اور پھر آپ نے نماز پڑھی۔ اس واقعہ کو مفتی مظہر اللہ صاحب نے آٹھ دس سال پہلے اس عاجز سے بیان کیا تھا۔

حسنات الابرار یہ عاجز کہتا ہے۔ مشہور مقولہ ہے "حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّئَاتُ الْمُقَرَّبِیْنَ"۔ یعنی نیک وصالح افراد کی نیکی اور ان کا حسنہ مقربین بارگاہِ الٰہی کا گناہ اور سیئہ ہوا کرتا ہے۔ جہاں نماز کا وقت ہوا اللہ کے فرمان بردار نیک بندے فوراً اپنا کام چھوڑ کر بارگاہِ بے نیاز میں اپنا ماتھا

عاجزی سے رکھتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ ہم اپنی غفلت کی وجہ سے رب العزت کے انوار و تجلیات کے دیکھنے سے اگرچہ قاصر ہیں لیکن رب العزت ہم کو دیکھ رہا ہے۔ یہ نماز درجۂ احسان کا آخری درجہ ہے جو ابرار کے حصّہ میں آیا ہے۔ ان لوگوں کے لئے یہ نماز بے شک حسنات میں سے ایک حسنہ ہے۔ لیکن وہ افراد جو مقرّب بارگاہ خداوندی ہیں۔ اور جن کو احسان کا اعلیٰ درجہ مل چکا ہے۔ جو کہ "اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْنَ" کی لذت سے آشنا ہو چکے ہیں۔ اگر درجۂ احسان کے اعلیٰ درجہ کی کیفیت سے نماز ادا نہ کریں گے تو گویا سَیِّئَہ کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ اُن سے اس کوتاہی پر گرفت ہوگی۔ اور بالکل یہی صورت ابرار کی ہے۔ جو کہ احسان کے ادنیٰ درجہ پر فائز ہیں۔ کہ اگر وہ اہل غفلت کے درجہ کی نماز ادا کریں گے۔ یعنی۔ برزبان تسبیح و در دل گاؤ خر۔ تو سَیِّئَہ کا ارتکاب کر رہے ہیں وہ پاکیزہ نفوس جن کو بلند مراتب ملے ہیں ہر لحظہ خطرہ میں رہتے ہیں۔ اُن کے لئے ادنیٰ سی غفلت بھی ایک بڑا جرم ہے۔ ع عَلیٰ قَدْرِ اَھْلِ الْعَزْمِ تَاْتِی الْعَزَائِمُ۔

خشوع

احسان کا درجہ پانے والوں کے متعلق اللہ تعالیٰ فرمارہا ہے۔ قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ ھُمْ فِیْ صَلَاتِھِمْ خَاشِعُوْنَ۔ یعنی یقیناً ایمان لانے والے فلاح پاگئے، جو کہ اپنی نماز میں خاشع ہیں۔ خشوع کا اصل تعلق قلب سے ہے۔ جب دل پوری طرح سے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوگا تو اس پر اپنے مولیٰ جَلَّ شانہٗ کی عظمت اور کبریائی کا ظہور ہوگا۔ جب قلب کو یہ کیفیت حاصل ہو جاتی ہے تو بدن بھی اس کے تابع ہو جاتا ہے۔ اور خوف و ہیبت کے آثار بدن پر ظاہر ہو جاتے ہیں۔ قلب میں جتنا خشوع ہوگا بدن پر اسی قدر خوف و ہیبت کے آثار ظاہر ہوں گے۔ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی قدس سرہ رسالۂ تفسیر پنج آیات از اول سورۂ بقرہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

"انقیاد باطن عبارت از رسوخ قلب خالص با جمیع لطائف بہ ذات خالص حق است۔ کہ ازاں مرتبہ حق تعالیٰ خبر می دہد۔ واعلموا ان اللہ یحول بین المرء وقلبہ۔ ورسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نیز ازیں معنی اشارتے می فرماید۔ لِیْ مَعَ اللہِ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل۔ و این انقیاد باطنی نیز ہفت درجہ دارد کہ ہر درجہ از درجات

ہفت گانہ شانے وکمالے جدا دارد۔ وازیں مراتب سبعہ ہر یک ہفت ہفت مرتبۂ دیگر دارد کہ در خواص وشئیونِ خود از یکدیگر جدا وممتاز است۔ بعد طےِ جمیع مراتبِ انقیادِ باطن نیز ملکہ عنایت خواہند فرمود کہ جمیع مراتب تحتانی در ضمنِ آن ملکہ مندرج خواہند بود۔ صاحب این ملکۂ انقیادِ باطن معتبر بہ مومن کامل ومُقرَّبِ خاص خواہد شد معاملہ با این کس از دیگران جدا است۔ الخ۔"

یہ عاجز قیام میرٹھ کے بیان میں چھ احادیث شریفہ لکھ چکا ہے۔ ان احادیث مبارکہ سے پوری طرح ثابت ہے کہ جن پاک نہاد افراد کو اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے یہ اعلیٰ مرتبہ عنایت کیا ہے۔ ان پر اہل فسق و بدعت اور بد عقیدہ افراد کا اثر پڑتا ہے۔ شیخ عبد الحق نے خوب تحریر کیا ہے "ایں جا محل عبرت وتذکار است مر عاقل را در اثر صحبت کہ سید رسل صلوات اللہ وسلامہ علیہ بہ آں مرتبہ وجلالتِ شان در حالت قرارت قرآن در نماز کہ اعظم حالات واقرب اوقات است در قرب حضرت ربّ العالمین از صحبت یکے از آحاد امت بہ ترک سنن وبعض آدابِ وضو کہ نہ عبادت مقصود لذاتہ است متاثر گردد چہ جائے دیگراں کہ بہ مصاحبت ومخالطتِ اہل فسق وبدعت گرفتار باشند وشب وروز بہ ایشاں باشند۔" پروردگار جل شانہ نے اس دولتِ عظمیٰ سے سیدی الوالد کو کامل نصیبہ دیا تھا۔ اور اہل بصیرت واصحابِ قلوب اس کی قدر کرتے تھے۔

اربابِ کمال کی قدر

یہ عاجز ۱۳۴۶ھ مطابق ۱۹۲۸ء میں جب پہلی مرتبہ حجاز مقدس گیا تو وہاں حضرتِ سیدی الوالد کے ایک بخاری مخلص نے آپ کی نماز با نیاز کے دو واقعات بیان کئے جو درج ذیل ہیں۔

۱۔ آپ مغرب کو ایک مرتبہ کچھ تاخیر سے حرم شریف پہنچے۔ جماعت ہو چکی تھی۔ آپ نے جماعتِ ثانیہ کی۔ نماز میں آپ نے سورہ قریش پڑھی۔ جس وقت آپ نے "فَلْیَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَیْتِ" پڑھا تو انوار و تجلیات کا ایسا ظہور ہوا کہ اکثر مقتدی اس کی تاب نہ لا کر سر بہ سجود ہو گئے۔ بخاری صاحب نے اس عاجز کو وہ جگہ بھی بتائی جہاں آپ نے جماعتِ ثانیہ کی تھی۔ اب تک اس عاجز کو وہ جگہ یاد ہے جو باب العمرہ کے

محاذات میں ہے۔

۲۔ آپ کسی محفل میں شریک ہوئے۔ وہاں حضرت حاجی امداد اللہ، حضرت مولانا سید حبیب الرحمٰن، حضرت مولانا رحمت اللہ بھی تشریف رکھتے تھے۔ نماز کا وقت آیا اور ان حضرات نے اصرار کر کے آپ کو امام بنایا اور آپ کے پیچھے نماز پڑھ کر لطف اندوز ہوئے۔

جماعت

۱۳۳۵ھ تک آپ خود نماز پڑھاتے تھے۔ اس کے بعد یہ خدمتِ جلیلہ۔ المُشِیرَۃُ اِلَی الخِلَافَۃِ العُظمیٰ۔ حضرتِ برادرِ کلاں کے سپرد ہوئی۔ آپ کا معمول تھا کہ سننِ راتبہ گھر میں پڑھ کر برائے امامت نہایت خشوع اور سکینہ کے ساتھ تشریف لے جاتے تھے۔ صحیحین کی حدیث شریف۔ اذا توضأ فاحسن الوضوء ثم خرج الی المسجد، لا یخرجہ الا الصلاۃ لم یخط خطوۃً الا رُفعت لہ بھا درجۃٌ وحُطّ عنہ بھا خطیئۃٌ۔ الخ کی رو سے ہر قدم پر آپ کا ایک گناہ جھڑتا تھا اور ایک درجہ بڑھتا۔ اور آپ پاکیزہ اور صاحبِ درجات ہو کر مصلی پر قدم رکھتے تھے۔ آپ جس وقت جاتے یا لوٹتے تھے آپ کی نظریں قدم پر ہوتی تھیں۔ آپ کے پُر ہیبت اور باجلال چہرہ پر انوار و تجلیات کا پورا ظہور ہوتا تھا۔ اس عاجز نے متعدد اصحابِ نسبت کو دیکھا ہے۔ کہ وہ آپ کو دیکھ کر فوراً نظریں جھکا لیتے تھے بعض افراد پر ظاہر ہوتا تھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا رہے ہیں۔ جب آپ تکبیر تحریمہ کہتے تھے مقتدیوں کے دلوں پر جلال کبریائی کا اثر چھا جاتا تھا۔ آپ جب تلاوت شروع کرتے تھے پاک باطن افراد برکات بسلسلۃ الجرس۔ سے بیخود ہو جاتے تھے۔ قاری عبد الغنی شامی کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے تھے۔ بعض افراد کے منہ سے بے ساختہ لفظ مبارک اَللہ نکلتا تھا۔ بعض افراد بے ہوش ہو کر گر پڑتے تھے۔ بعض افراد اپنی بے خودی میں پہلے ہی قیام کی حالت میں کھڑے رہ جاتے تھے۔ اور نماز ختم ہو جاتی تھی۔ دوسرے مقتدی چلے جاتے تھے۔ اور وہ انوارِ الٰہیہ میں مستغرق کھڑے رہتے تھے۔

مقتدیوں کا پرکھنا

آپ کا معمول تھا کہ نماز کے لئے کھڑے ہونے سے پہلے مقتدیوں کو پرکھ لیتے تھے۔ اور پرکھنے کی خدمت آپ کسی

صاحبِ نسبت مخلص کے سپرد بھی کر دیا کرتے تھے مثلاً سید حسن مٹاخیل کہ انھوں نے کئی سال یہ خدمت انجام دی۔ وہ ہر اُس شخص کو جو تشتّتِ افکار کا شکار ہوا کرتا تھا الگ کر دیا کرتے تھے۔ اُن کے کام میں کبھی کوئی خرابی واقع نہ ہوئی۔ اور آپ کے پرکھنے کا یہ طریقہ ہوتا تھا کہ آپ صف کے پیچھے ایک سرے سے دوسرے سرے تک آہستہ آہستہ جاتے تھے۔ ایک پٹھان آپ کے ساتھ رہتا تھا جس شخص میں کدورت ہوئی آپ نے اپنا ہاتھ اس پر رکھ دیا۔ اور پٹھان نے اس کو رخصت کر دیا۔ اور ایسا بھی ہوتا کہ آپ اگر محراب میں صف کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو جاتے تھے۔ آپ کی آنکھیں بند ہوتی تھیں۔ اور ایک پٹھان صف کے پیچھے ہر شخص پر اپنی انگلی رکھتا تھا۔ اور آپ کے "ہوں" فرمانے پر دوسرے شخص پر انگلی رکھتا تھا جس میں پریشانی ہوئی، اس کے متعلق آپ نے فرما دیا۔ اس کو ہٹاؤ۔ یہ سن کر وہ شخص چلا جاتا تھا۔

از عنفوان شباب تا اوّل روز مرض الموت آپ کا یہی طریقہ رہا۔ آپ نے کسی وقت بھی کسی کے اعتراض اور قیل وقال کی پروا نہیں کی۔ اپنے کام اور اپنے طریقہ پر قائم رہے۔ ہمیشہ اس بات کی سعی فرمائی کہ آپ کی نماز پر۔ اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِ۔ صادق آسکے۔

حضرات القدس کی عبارت

اس عاجز نے سالہا سال آپ کی نماز کو دیکھا تنہا پڑھتے بھی دیکھا اور جماعت سے بھی۔ گھر میں بھی اور تفریح گاہ میں بھی۔ ہمیشہ باخشوع باخضوع پڑھتے دیکھا۔ شیخ بدرالدین سرہندی رحمۃ اللہ نے "حضرات القدس" کے "الحضرۃ الخامسۃ" کے اواخر میں حضرت امام ربانی مجددِ الفِ ثانی قدس سرہ کے نماز کی کیفیت لکھی ہے۔ ان کی عبارت فارسی میں ہے یہ عاجز اردو میں اس کو بیان کرتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

"یہ حقیر آپ کے مریدوں کے زمرہ میں شامل ہونے سے پہلے جمعہ کے دن آپ کی مسجد شریف جایا کرتا تھا اور آپ کے نماز پڑھنے کو دیکھتا تھا۔ تو یقین ہوتا تھا کہ آپ ہر وقت سردارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہتے ہیں اور آنحضرت کے نماز پڑھنے کو

ملاحظہ فرماتے ہیں اور اُسی طریقہ پر نماز ادا فرماتے ہیں۔"

شیخ بدرالدین کی اس عبارت کو دیکھ کر یہ محسوس ہوا کہ یہ سعادتِ عُظمیٰ آپ کو وراثۃً ملی ہے۔ آپ کا رُواں رُواں ان کیفیات کا حامل تھا۔ آپ پر فیضانِ الٰہی کا وُرود ہر آن ہو رہا تھا۔ آوُرد اور تصنّع کا سوال ہی نہ تھا۔

فیضانِ محبت عام تو ہے عرفانِ محبت عام نہیں ؎ اللہ جسے توفیق نہ دے انسان کے بس کا کام نہیں

نماز میں تلاوت

نماز پڑھ کر جب آپ فارغ ہوتے تھے مسرت اور سرور کے آثار آپ پر ظاہر ہوتے تھے۔ آپ کی نماز قدرے طویل ہوتی تھی۔ دِلّی کی پہاڑی فتح گڑھ پر مغرب کی نماز میں پہلی رکعت میں آپ نے سورۂ صافات اور دوسری میں سورۂ ص تلاوت فرمائی۔ آپ کے پیچھے ہم تین بھائی اور ایک پٹھان تھے۔ آپ کی قرارت رواں تھی، اوقاف صحیحہ کی مراعات فرماتے تھے (اوقاف کا بیان بعد میں آئے گا) آپ کی قرارت نہر جاری کی طرح تھی جو ایک ہی حالت میں روانی سے بہتی ہے۔ آیاتِ وعید پر آپ کے خضوع و خشوع میں اضافہ ہوتا تھا اور آپ استعاذہ بھی فرماتے تھے۔ آپ کی نماز کیا ہوتی تھی گویا کہ ربُ العزت سے مناجات ہوتی تھی۔ ایک دن ترکمان دروازہ کے باہر اجمیری دروازہ تک ٹہلنے تشریف لے گئے۔ اُس زمانہ میں یہ حصہ بالکل غیر آباد تھا۔ مغرب کی نماز کا وقت ہوگیا۔ شاہ جی کے تالاب کے شرقی حصہ کے قریب ایک چبوترہ تھا جس پر راستہ چلنے والے نماز پڑھ لیا کرتے تھے۔ آپ نے اس چبوترہ پر نماز پڑھی، سورۂ نجم کے دو رکوع پہلی رکعت میں اور تیسرا رکوع اور سورۂ قمر کا پہلا رکوع دوسری رکعت میں پڑھے نماز میں آپ کو خوب حلاوت حاصل ہوئی۔ وہاں سے خانقاہ شریف آئے اور دروازہ میں مونڈھے پر جلوہ افروز ہوئے۔ منشی احمد حسین ساکن چھتہ لال میاں دلّی ادب سے آپ کے پاؤں دبانے لگے۔ آپ نے ان سے فرمایا "احمد حسین ہم نے نماز میں سورۂ والنجم پڑھی اور خوب لطف حاصل کیا۔" احمد حسین نے اس عاجز سے بیان کیا کہ میں نے جب آپ کے پاؤں کو دبایا تو مجھ کو پوری طرح محسوس ہوا کہ ہر رگ ذکر پاک پروردگار میں مصروف ہے۔ آپ نماز میں قرآن مجید از اول تا آخر ترتیب کے ساتھ تلاوت فرماتے تھے اور جب ختم کرتے تو

کھانا پکوا کر سب کو کھلاتے۔

جمعہ کی نماز

کوئٹہ میں آپ جمعہ کی نماز "قندھاری جامع مسجد" میں پڑھتے تھے۔ اور دِلّی میں، کلاں مسجد نزد ترکمان دروازہ، مدرسہ حسین بخش، جامع مسجد مدرسہ عبدالرب میں۔ جب آپ رامپور سے کوئٹہ گئے اور آپ سے انگریز افسر بی ٹی صاحب نے کہا کہ مجمع عام میں آپ نہ جائیں تو آپ نے مہرولی جانا شروع کر دیا۔ اور دو سال تک حضرت قطب الاقطاب قدس سرہ کی درگاہ کی مسجد شریف میں جمعہ کی نماز پڑھی۔ جب شائقین کو اس کا علم ہوا تو فُرادیٰ وجماعات کی صورت میں پہنچنے لگے۔ رحمہم اللہ ورضی عنہ۔

عید کی نماز

کوئٹہ میں عید کی نماز پٹھانوں کی عیدگاہ میں پڑھا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ پنجابیوں کی خواہش پر پنجابیوں کی عیدگاہ میں بھی عید کی نماز پڑھی۔ دِلّی میں ہمیشہ محمد شاہی عیدگاہ میں نماز ادا کی، عیدگاہ کو جاتے وقت راستہ میں تکبیرات پڑھتے تھے۔ عید الفطر میں آہستہ اور عید الاضحیٰ میں جہر سے۔ آپ جب نماز کو جاتے تھے پُروقار ہوتے تھے۔ میرٹھ میں عید کی نماز آپ کے پہنچنے سے پہلے ہو گئی۔ اور بھی بہت سے لوگ رہ گئے۔ آپ سے لوگوں نے خواہش کی کہ نماز پڑھا دیں۔ چنانچہ آپ نے ایک مسجد شریف میں نماز پڑھائی۔

تراویح

اس عاجز کی یاد میں تراویح پڑھانے کی خدمت قاری نیاز احمد رحمہ اللہ کے سپرد رہی۔ ابتدا کی چار راتوں میں سوا سوا پارہ اور پھر آخر ماہ تک ایک ایک پارہ پڑھتے تھے۔ کوئٹہ کا غروب دِلّی سے آدھ گھنٹہ بعد ہوتا ہے۔ گرمیوں کا موسم تھا۔ تقریباً پونے دس بجے نماز شروع ہوتی تھی اور دو ڈھائی بجے تک فراغت ہوتی تھی۔ افغانستان کے دُور دراز علاقوں سے پا پیادہ اہل نسبت آتے تھے اور پشین کے علاقہ سے بھی کچھ لوگ آتے تھے۔ سنّر اَسّی پاک باطن افراد کا اجتماع ہوتا تھا۔ کوئٹہ میں مولوی منیر احمد، ماسٹر عبدالصمد، مولانا خلیل احمد سے بیعت تھے۔ تراویح میں آتے تھے۔ اور لطف حاصل کرتے تھے۔ قاری نیاز احمد رحمہ اللہ کی تلاوت میں عجب شیرینی اور کیف ہوا کرتا تھا۔ تمام مقتدی کلام پاک کی حلاوت میں محو ہوتے تھے۔ اس عاجز نے کبھی نہیں سُنا کہ کسی نے گلا صاف کیا ہو یا کھنکارا ہو، جیسا کہ یہاں اہلِ غفلت نمازوں میں کرتے رہتے ہیں۔ البتہ بے خودی کے عالم میں کسی

کے منہ سے اللہ کی صدا نکلتی تھی۔ اور کوئی گر گر کے بے ہوش ہو جاتا تھا۔ پشین کے سید کرم شاہ بے خودی کے عالم میں اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنے بدن کو پیٹتے تھے۔ جب تک نماز میں رہتے تھے ان کی مستی آناً فاناً بڑھتی جاتی تھی اور نماز کے بعد نڈھال ہو کر رہ جاتے تھے۔ پھر جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تھے وہی مستی اور وہی بے خودی کا عالم ہوتا تھا۔

ہر چند پیر خستہ دل و ناتواں شدم ہر گہ کہ یاد روئے تو کردم جوان شدم

قاری نیاز کی قرارت

آپ کو اُن سرشاران مئے معرفت کی آہ و بکا اور مستی و شور سے کبھی تکلیف نہیں پہنچی اور نہ قاری نیاز احمد کی قرارت میں کبھی کوئی خلل واقع ہوا۔ وہ خود اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے از اصحاب بصیرت تھے۔ جنّت اور دوزخ کا جہاں ذکر آتا تھا "کَاَنَّا نَرٰی عَیْنٌ" اُن کے حسب حال تھا۔ اور حضرات انبیا عَلٰی نَبِیِّنَا وَ عَلَیْہِمُ الصَّلٰوٰتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ۔ کا جہاں ذکر آتا تھا اُن کو پوری طرح محسوس ہوتا تھا کہ یہ حضرات تشریف فرما ہیں اور کلام پاک کا استماع فرما رہے ہیں۔

نماز سے جب فارغ ہوتے تھے تو خود آپ کی اور آپ کے پاک باطن مخلصین کی آنکھیں سرخ ہوتی تھیں۔ سب ایک ہی رنگ میں رنگے ہوئے ہوتے تھے۔ بارہا اس عاجز نے دیکھا کہ اس بڑی جماعت میں اگر کوئی نا اہل آگیا تو آپ ہاتھ کے اشارہ سے اُس کی طرف اشارہ کرتے تھے اور فرماتے تھے دیکھو یہ کون آگیا ہے۔ اور پٹھان جاتا تھا۔ اور اس پر انگلی رکھتا تھا۔ آپ فرماتے تھے۔ ہاں یہی ہے۔ اور اگر پٹھان نے کسی دوسرے پر انگلی رکھدی تو آپ فرماتے تھے۔ یہ نہیں۔ تا آنکہ وہ اس نا اہل پر اُنگلی رکھ دیتا تھا۔ اور وہ نکالدیا جاتا تھا۔ آپ کو وہ شخص قطعاً نظر نہیں آتا تھا۔ آپ دالان میں ہوتے تھے اور وہ صحن کے باغیچہ میں دور کسی جگہ ہوتا تھا۔

مشکات کی حدیث

مشکات شریف کے باب صفۃ الصلاۃ کے فصل ثالث کی آخری حدیث امام احمد کے مسند شریف کی ہے۔ عن ابی ھریرۃ قال صَلّٰی بنا رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الظہر وفی مؤخر الصفوف رجل فاساءَ الصلاۃ فلمّا سلّم ناداہ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا فلانُ الا تتقی اللہ

اَلَا تَرَی کیف تصلّی انکم ترون انّہ یخفی علی شیٔ مما تصنعون واللہ انّی لأری من خلفی کما أری من بین یَدَیَّ۔ یعنی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز پڑھائی اور آخری صفوں میں ایک شخص نے نماز کے آداب کے منافی کچھ کیا۔ جب آپ نے سلام پھیرا تو اس کو آواز دے کر فرمایا۔ تم خدا سے نہیں ڈرتے۔ تم نہیں دیکھتے کہ تم نے کس طرح نماز پڑھی ہے۔ تم لوگ خیال کرتے ہوگے کہ تم جو کچھ کرتے ہو وہ مجھ سے پوشیدہ ہے۔ خدا کی قسم ہے میں اپنے پشت کی چیز کو اسی طرح دیکھتا ہوں جیسے اپنے سامنے کی چیز کو دیکھتا ہوں۔"

آپ سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے عاشق و شیدا تھے۔ غلامی کی سچّی نسبت نے عرفان کی دولتِ لازوال آپ کو عنایت کر دی تھی اور اس فراست میں سے کامل نصیبہ ملا تھا جس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے۔ اِتَّقُوا فِرَاسَۃَ المومنِ فَاِنَّہ ینظر بنورِ اللہِ عزوجل۔ یعنی۔ مومن کامل کی فراست و بینش سے اپنے کو بچاؤ کیونکہ وہ اللہ جلّ وعزّ کے نور سے دیکھتا ہے۔

پنجاب کے حافظ

آپ قاری نیاز احمد صاحب کو ۱۳۳۳ھ سے قراراتِ سبعہ کی تعلیم دیتے تھے اور جس سال جس قرارت کی تعلیم دی جاتی تھی اُسی قرارت سے وہ تراویح میں کلامِ پاک تلاوت کرتے تھے۔ چونکہ موسم گرمی کا تھا اور پنجاب سے کافی افراد کوئٹہ آجاتے تھے۔ اور آنے والوں میں جن کو علومِ دینیہ اور قرآن مجید سے لگاؤ ہوتا تھا۔ وہ قاری نیاز احمد کی قرارت کا چرچا سُن کر بہ صد شوق حاضر ہوتے تھے۔

آپ کے مکان کے وسطِ صحن میں ایک بڑا دروازہ تھا۔ ڈیوڑھی نہ تھی۔ دروازہ کھلا ہوتا تو راستہ پر سے سارا صحن اور دالان کا غربی حصّہ نظر آتا تھا۔ اگر صحن میں باغیچہ نہ ہوتا تو تین سو افراد بہ آرام صحن میں نماز پڑھتے، لیکن باغیچہ کی وجہ سے سترّ۔ اَسیّ آدمیوں کی گنجائش تھی اور کچھ لوگ دروازہ کے باہر کھڑے ہوتے تھے۔ پنجاب کے شائق بھی آکر اُن کے ساتھ شریک نماز ہوجاتے تھے۔ قاری صاحب کی آواز بہت صاف سُنائی دیتی تھی۔ ایک رات جو کہ جمعہ کی شب تھی قاری صاحب اپنے امام کی قرارت سے تلاوت فرما رہے تھے۔ ایک جگہ انھوں نے تعلمون تا سے پڑھا اور حفص کی روایت میں یعلمون یا سے ہے۔ پنجاب

کے حافظ صاحب کو خیال ہوا کہ قاری صاحب کو متشابہ ہوا ہے۔ لہٰذا انھوں نے بلند آواز سے یعلمون کہہ کر فتحہ دیا۔ جب دو رکعت پوری ہوئیں تو آپ نے بلند آواز سے فرمایا۔ "ہماری نماز کس نے خراب کی لاؤ اس کو" آپ کی آواز سُن کر وہ حافظ صاحب فوراً بھاگ گئے۔

عجیب کشف آپ کا معمول تھا کہ ہر روز دس بجے سے دو ڈھائی بجے تک قاری صاحب کو تعلیم دیا کرتے تھے اور جمعہ کے دن درس کا سلسلہ بارہ بجے تک رہتا اور درس کی تکمیل جمعہ کی نماز کے بعد جامع مسجد میں ہوتی۔ چنانچہ دوسرے دن جب جامع مسجد میں قاری صاحب پڑھنے کو بیٹھے اور شائقین حلقہ بنا کر بیٹھ گئے تو آپ نے ایک جوان پنجابی کی طرف غور سے دیکھا۔ اور صدہا حاضرین کے درمیان اُس سے کہا "تم نے ہماری نماز رات کیوں خراب کی تھی" وہ آپ کی بات سُن کر لرزہ براندام ہوگیا۔ آپ نے فرمایا "تم کو معلوم نہیں کہ کتنی متواتر قراءتیں ہیں اور پھر کتنی روایتیں ہیں اور پھر آپ نے یہ شعر پڑھا۔

عشقت رسد بہ فریاد گر تو بہ سانِ حافظ
قرآن زبر بخوانی با چاردہ روایت

اس پنجابی کی کالی داڑھی یک مشت، کانوں تک پٹھے۔ سر پر کلاہ و دستار تھی اس کی ہیئت سے ظاہر تھا کہ وہ عالم بھی ہے۔ وہ بہ صد عاجزی آپ کے پاس آیا، دست بوسی کی اور اپنی لاعلمی و ناواقفی کا اظہار کیا۔ وہ آپ کی اس کرامت باہرہ کو دیکھ کر بہ جان و دل آپ کا گرویدہ ہوا۔

نگاہِ مست تو آں را کہ مستفید کند
ہزار پیر خرابات را مرید کند

گلدستہ ایک جمعہ کو مفتی عبید اللہ صاحب نے آپ کے بیٹھنے کی جگہ میں نہایت عمدہ بڑا گلدستہ رکھا تھا۔ آپ تشریف لائے اور غور سے گلدستہ کی طرف دیکھ کر مفتی صاحب سے کہا۔ عبید اللہ اس کو کہاں سے لائے ہو۔ انھوں نے کہا۔ حضور۔ یہ گلدستہ دِلاوَر لائے ہیں۔ آپ نے فرمایا "دُور کُن دُور کُن" یعنی اس کو ہٹاؤ ہٹاؤ۔ دلاور آپ کے قدیمی مخلصین میں سے تھے۔ سالہا آپ کے حلقہ میں شامل رہے اور حضرت برادر کلاں کی خورد سالی میں خوب خدمت کی۔ آپ نے دوسری رمضان ۱۳۱۸ھ

کو ایک خط حاجی عبداللہ عمر کو بمبئی لکھا ہے۔ اس میں تحریر فرماتے ہیں۔

آج ہمارا دوسرا روزہ ہے۔ سردی کی شدت ہے۔ صبح کی نماز ہم نے مسجد شریف میں ادا کی۔ سکندر خاں اور دلاور خاں دو شخص نے ہمارے ساتھ نماز پڑھی۔ اسی وضو سے ہم بیٹھے ہیں محرابِ مسجد میں اور چند شخص وظیفہ کر رہے ہیں ہمارے حضور میں۔ مولوی سید شرف الدین خراسانی۔ سراج الدین خان، مرزا خان، سکندر خان، زمورائے خان، گلزار خان، عبدالحنان خان، اختر خان۔ امید ہے ان لوگوں کا وظیفہ اچھا ہوگا۔ اب ساڑھے گیارہ بجنے کا وقت ہے۔ امّید ہے کہ وضوئے صبح سے ظہر کی نماز ہم ادا کریں۔ یہ سب حالات واسطے ازدیادِ شوق کے تحریر کئے۔ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ وَعَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی والتزمَ متابعۃَ المصطفٰی صلی اللہُ علیہ وعلی جمیع الأنبیاءِ والمرسلینَ وعلٰی آلھم واصحابھم اجمعین وعلی عباداللہ الصالحین والحمد للہ رب العالمین۔

مکتوب گرامی میں آپ نے جس دلاور کا ذکر کیا ہے وہ یہی دلاور ہے جو گلدستہ لایا تھا خدا جانے کہ اس کو چرس پینے کی عادت کیسے پڑ گئی۔ جب سے اس کو یہ عادت پڑی آپ نے اس کو نکال دیا، لیکن وہ آپ کا سچّا عاشق تھا۔ جب آپ کا قیام دِلّی میں ہوتا وہ دِلّی آجاتا۔ اور جب آپ کوئٹہ جاتے تو وہ بھی کوئٹہ چلا جاتا۔ اور جدھر سے آپ کی سواری برائے تفریح جایا کرتی کہیں چھُپ کر کھڑا ہو جاتا تھا اور آپ کو ایک نظر دیکھ لیتا تھا، یہی دید اور وادید اُس کا متاعِ عزیز اور مقصدِ حیات ہو کر رہ گیا تھا۔ رحمہ اللہ وغفر لہٗ۔

جس وقت آپ نے مفتی عبیداللہ سے دریافت کیا تھا اور گلدستہ کو ہٹوایا تھا جامع مسجد لوگوں سے بھری ہوئی تھی۔ سب متحیر تھے کہ گلدستہ سے آپ کو بوئے کثافت کیسے پہنچی اور آپ نے صدہا نفر میں پنجاب کے جواں حافظ کو کیسے پہچانا کہ رات کو اسی نے فتح دیا تھا۔

۵ مقامِ خواجہ برتر از گمان است برون از حدِّ تقریر و بیان است
دلش بحر لیست زِ اسرارِ الٰہی کزو یک قطرہ از مہ تا بہ ماہی

بقیہ از اخبار تراویح

بارہ رکعت کے بعد اُن تمام افراد کو جو نماز میں شریک ہوتے تھے دو دو پیالی عمدہ چائے پلاتے تھے۔ بعض افراد چار

میل اور بعض پانچ میل کے فاصلہ سے تراویح میں آکر شریک ہوتے تھے۔ یہ لوگ اگرچہ سائیکل پر جاتے تھے۔ لیکن سحور کا وقت بہت ہی کم ملتا تھا۔ اور کسی دن تو کوٹھی میں سحور کرنا پڑتا تھا۔

اس مبارک مہینہ میں آپ کی طبیعت بہت خوش ہوتی تھی۔ آپ بار بار کھانا پکوا کر نمازیوں کو کھلایا کرتے تھے۔ آپ نے شنبہ ۲٦ رمضان ۱۳۳۹ھ مطابق ۴ جون ۱۹۲۱ء مولوی بخش اللہ کو دلی خط لکھا ہے۔ اس میں تحریر فرماتے ہیں "۱۲ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ۱۹ شیر خدا علی مرتضیٰ اور حضرت فاطمہ، ۲۳ رنتو (آپ کی نواسی محمدی) کی سالگرہ، ۲۵ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم، ۲۷ ایضاً حضورِ انور، ۲۹ ایضاً حضورِ انور ان تاریخوں میں ستّر اسّی تراویح پڑھنے والوں کو قورمہ روٹی جائے، افطاری۔ الحمد للہ رب العالمین"۔

صَلٰوۃ التسبیح

یہ نہایت بابرکت نماز ہے۔ سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباس کو تعلیم کی ہے۔ ترمذی اور ابن ماجہ نے اس کی روایت کی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا سے فرماتے ہیں۔ اے چچا کیا میں تم سے صلہ نہ کروں، کیا میں تم کو ایک نعمت عطا نہ کروں، کیا میں تم کو نفع نہ پہنچاؤں۔ حضرت عباس نے کہا۔ جی ہاں پہنچائیں۔ آپ نے فرمایا۔ اے چچا چار رکعت پڑھو۔ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ اور کوئی سورت پڑھو اور پھر اَللّٰہُ اَکْبَرُ اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اور سُبْحَانَ اللّٰہِ پندرہ مرتبہ پڑھو اور پھر رکوع کرو اور رکوع میں دس مرتبہ اور پھر رکوع سے کھڑے ہو کر دس مرتبہ اور پھر سجدہ میں دس مرتبہ اور پھر سجدہ سے اٹھکر دس مرتبہ اور پھر سجدہ میں دس مرتبہ اور پھر سجدہ کے بعد کھڑے ہونے سے پہلے دس مرتبہ۔ اور یہ سب ۷۵ مرتبہ ہر رکعت میں اور چار رکعات میں تین سو مرتبہ ہوا۔ اگر تمہاری خطائیں ریت کے ذرّات کے برابر ہوں گی تو اللہ ان کو معاف کر دے گا۔ حضرت عباس نے کہا۔ یا رسول اللہ ہر روز اس نماز کو پڑھنے کی کس میں طاقت ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اگر ہر روز نہیں پڑھ سکتے تو ہفتہ میں ایک بار اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو مہینہ میں ایک بار اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو سال میں ایک بار۔ اور ترمذی نے امام عبداللہ بن مبارک سے روایت کی ہے کہ سورۂ فاتحہ پڑھنے سے پہلے سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ۔ پندرہ مرتبہ اور پھر سورۂ فاتحہ اور سورت پڑھنے کے بعد دس مرتبہ

پھر رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم۔ تین مرتبہ کہنے کے بعد دس مرتبہ اور پھر قومہ میں دس مرتبہ اور پھر پہلے سجدہ میں دس مرتبہ اور پھر دو سجدوں کے مابین دس مرتبہ اور پھر دوسرے سجدہ میں دس مرتبہ۔ اس طرح ایک رکعت میں پچھتّر مرتبہ اور چار رکعت میں تین سو مرتبہ پڑھنا ہے اور چار رکعت کو ایک سلام سے بھی پڑھ سکتا ہے اور دو سلام سے بھی۔ اگر نماز میں سجدۂ سہو کرنا پڑے تو اس میں تسبیحات دس دس مرتبہ نہ پڑھے کیونکہ تسبیحات کا پڑھنا تین سو مرتبہ ہے اور وہ پوری ہو چکیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس ہر جمعہ کے دن زوال کے قریب اس مبارک نماز کو پڑھا کرتے تھے۔ امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ اگر تسبیحات کے ساتھ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْم کا اضافہ کیا جائے تو بہتر ہے۔ حضرت سیدی الوالد قدس سرہٗ تسبیحات کے بعد لاحول اور پھر عَدَدَ خَلْقِهٖ وَرِضَا نَفْسِهٖ وَزِنَةَ عَرْشِهٖ وَمِدَادَ كَلِمَاتِهٖ پڑھا کرتے تھے۔ یعنی۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ عَدَدَ خَلْقِهٖ وَرِضَا نَفْسِهٖ وَزِنَةَ عَرْشِهٖ وَمِدَادَ كَلِمَاتِهٖ۔ چار رکعت بہ یک سلام میں تین سو مرتبہ پڑھتے تھے۔

صلاۃ التسبیح بہ جماعت

حضراتِ حنفیہ کے نزدیک بجز تراویح کے دوسرے نوافل کا بہ جماعت پڑھنا مکروہ ہے۔ اواخرِ رجب ۱۳۳۳ھ مطابق اوائلِ جون ۱۹۱۵ء سید یوسف زواوی مدینہ منورہ سے مع اپنے جوان صاحبزادے اور ایک رفیق کے آپ سے بیعت ہونے کوئٹہ بلوچستان آئے۔ ۲۷ رجب (۱۹ جون) کو بعد نماز مغرب انھوں نے حضرت سیدی الوالد سے کہا کہ اگر صلاۃ التسبیح جماعت سے پڑھ لی جائے تو بہتر ہو۔ سب مخلصین جو ساٹھ ستر کے قریب تھے پڑھ لیں گے۔ آپ نے فرمایا حنفیہ کے نزدیک نوافل کا جماعت کے ساتھ پڑھنا مکروہ ہے۔ انھوں نے کہا کتنے ہی مسائل ہیں کہ اُن میں ایک امام کے اتباع دوسرے امام کے قول پر عمل کر رہے ہیں۔ جیسا کہ مسئلۂ اجرت گرفتن بر طاعت، کہ اس میں احناف نے امام شافعی کے قول کو لیا ہے۔ آپ بھی اس نماز کو با جماعت پڑھنے میں امام شافعی کے قول کو لے لیں۔ اور اس وقت میرے رفیق کو امام کر دیں وہ شافعی المذہب ہیں۔ ہم سب اُن کی اقتدا کر لیں گے اور پھر آپ اس پر عمل کرتے رہیں۔ چنانچہ اُن کے

ساتھی نے نماز پڑھائی اور آپ نے اور سب مخلصین نے اور ہم تینوں بھائیوں نے اُن کے پیچھے نماز پڑھی۔ اور اس کے بعد سے آپ اس مبارک نماز کو جماعت کے ساتھ مبارک راتوں میں نہایت ذوق و شوق سے پڑھا کرتے تھے۔ ہزار ہا افراد اس نماز سے واقف ہوئے اور وہ اس کو پڑھنے لگے۔ دِلّی کی خانقاہ شریف میں یہ نماز پڑھنے کے لئے بہ کثرت لوگ آنے لگے۔ نواب سراج الدین سائلؔ، پیرزادہ محمد حسین جج، پیرزادہ مظفر احمد، حاجی قدرت اللہ، حاجی ظفیر الدین، قاری فضل الرحمٰن وغیرہم بھی شریک ہوتے تھے، آپ اس مبارک نماز کی فضیلت پہلے بیان کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حاجی ظفیر الدین نے آپ سے نماز کے بعد کہا۔ ہمارے سب گناہ معاف ہو گئے۔ آپ نے فرمایا ہاں ہم کو اللہ تعالیٰ سے اُمّید ہے کہ وہ ہمارے سب گناہ معاف کردے۔ با کریماں کارہا دشوار نیست۔

خدا کا فضل ہے یہ مبارک نماز اب بھی ہوتی ہے۔ یہ عاجز سال میں تین مرتبہ یہ نماز پڑھاتا تھا۔ لیکن اب چند سال سے نصف شعبان کی شب کو ہوتی ہے۔ بلا تَداعی اپنے شوق سے مخلوق آتی ہے۔ یہ عاجز۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ پڑھنے پر اکتفا کرتا ہے۔ اور سورۂ زُلزلہ وعادِیات و قارِعہ و تکاثر۔ پڑھتا ہے۔ حضرت سیدی الوالد قدس سرہ سورہ إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا۔ پڑھا کرتے تھے اور امامت حضرت برادر کلاں فرماتے تھے۔

مطالعہ

طالب علمی کے دَور میں آپ نے مروجہ علوم و فنون پڑھے اور خوب تحقیق سے پڑھے۔ آپ نے تاریخ و ادب و فقہ و تصوف کی اعلیٰ کتابوں کا مطالعہ خوب دقیق نظر سے کیا۔ اللہ تعالیٰ نے جہاں آپ کو اور کمالات دیئے تھے وہاں آپ کو اعلیٰ درجہ کی قوت حافظہ بھی دی تھی۔ لہٰذا جو کبھی آپ نے پڑھا اور مطالعہ کیا، وہ آپ کے ذہن و دماغ میں محفوظ تھا۔ جب سے طریقت کا کام آپ کے سپرد ہوا آپ کا شغف وانہماک قرآن مجید و احادیث مبارکہ کی طرف مرکوز ہو گیا۔ تصوف یا کسی دوسرے فن کی کتاب کا مطالعہ بہت کم کرتے تھے۔

"دنیا اور اہلِ دنیا سے انقطاع" کے بیان میں آپ کا وہ خط نقل کیا جا چکا ہے۔ جو اسماعیل بن عبدالرحمٰن کو ارسال کیا ہے۔ سالہا سال قرآن مجید کے فہم معانی کے سلسلہ میں آپ

مشغول رہے اور ائمۂ قرارت کی کتابوں سے اوقاف کا بیان کیا۔ جس کا ذکر تفصیل سے آنے والا ہے۔ آپ اکثر احادیثِ طیبہ کے مطالعہ میں مصروف رہتے تھے۔ مسند شریف حضرت امام احمد بن حنبل اور اس کے حاشیہ پر کنز العمال سے آپ کو بہت شغف تھا۔ گھنٹوں آپ اس کا مطالعہ فرماتے تھے جو نسخہ آپ کے مطالعہ میں رہا ہے۔ اس پر آپ نے جا بجا سُرخ روشنائی سے خطوط کھینچ رکھے ہیں۔ یہ خطوط مسند اور کنز العمال کی احادیث مختارہ پر کیے ہیں

بعض احادیث کا لکھنا

آپ کسی کاغذ یا کسی مجلد کے سادے ورق پر احادیث مختارہ لکھ بھی لیا کرتے تھے۔ چنانچہ حافظ محمد علی میرٹھی کے رسالہ "صبح صادق" تالیف ۱۳۱۴ھ کی جلد پر مسند شریف کے مجلد رابع کی احادیث مبارکہ لکھی ہیں۔ اور ایک چورقہ پر آپ نے اکسٹھ احادیث مبارکہ نقل کی ہیں۔ اور ایک کاغذ پر ایک حدیث شریف تحریر فرمائی ہے جو تبرکاً نقل کی جاتی ہے۔

ایک حدیث شریف

" حدثنا یحیی بن حبیب الحارثی قال حدثنا خالد بن الحارث قال حدثنا ابن جریج قال حدثنی یونس بن یوسف عن سلیمان بن یسار قال تفرق الناس عن ابی ھریرۃ فقال لہ ناتل اھل الشام ایھا الشیخ حدثنی حدیثا سمعتہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ قال نعم سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان اولَ الناس یقضی یوم القیامۃ علیہ، رجل استشھد فاتی بہ فعرّفہ نعمہ فعرفھا، قال فما عملت فیھا قال قاتلت فیک حتیٰ استشھدت قال کذبت ولکنک قاتلت لان یقال جرئ فقد قیل ثم امر بہ فسحب علی وجھہ حتی القی فی النار۔ ورجل تعلم العلم وعلمہ وقرأ القرآن فاتی بہ فعرفہ نعمہ فعرفھا قال فما عملت فیھا قال تعلمت العلم وعلمتہ وقرأت فیک القرآن قال کذبت ولکنک تعلمت العلم لیقال عالم وقرأت القرآن لیقال ھو قاری فقد قیل ثم امر بہ فسحب علی وجھہ حتی القی فی النار ورجل وسع اللہ علیہ واعطاہ من اصناف المال کلہ فاتی بہ فعرفہ نعمہ فعرفھا قال فما عملت فیھا قال ماترکت من سبیل تحب ان ینفق فیھا الا انفقت فیھا لک قال کذبت ولکنک فعلت لیقال ھو جواد فقد قیل ثم

امر بہ فسحب علی وجھہ ثم القی فی النار "

(مطلب) حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ قیامت کے دن شہید کا فیصلہ پہلے کیا جائے گا۔ شہید کو لایا جائے گا اور اس کو وہ نعمتیں یاد دلائی جائیں گی جو اُس کو دی گئی ہیں۔ وہ اُن کا اعتراف کرے گا۔ تو اس سے کہا جائیگا ان نعمتوں کو پاکر تونے کیا کیا۔ وہ کہے گا۔ میں تیرے لئے لڑا اور شہید ہوا۔ (اللہ تعالیٰ) فرمائیگا۔ تو جھوٹ کہتا ہے۔ تو تو اس واسطے لڑا کہ لوگ تجھ کو بہادر کہیں۔ چنانچہ لوگوں نے تجھ کو بہادر کہا۔ اور پھر حکم دیا جائے گا کہ اس کو دوزخ میں ڈال دیا جائے' اور وہ دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ پھر وہ شخص لایا جائے گا جس نے علم حاصل کیا اور قرآن مجید پڑھا۔ اس کو وہ نعمتیں یاد دلائی جائیں گی جو اُس کو دی گئی ہیں وہ اُن کا اعتراف کرے گا۔ تو اس سے کہا جائے گا۔ ان نعمتوں کو پاکر تونے کیا کیا۔ وہ کہے گا۔ میں نے تیرے واسطے علم سیکھا اور سکھایا اور کلام پاک پڑھا۔ (اللہ تعالیٰ) فرمائے گا۔ تو جھوٹ کہتا ہے۔ تونے علم اس واسطے پڑھا، کہ عالم کہلایا جائے۔ اور قرآن اس واسطے پڑھا کہ قاری کہلایا جائے۔ چنانچہ لوگوں نے تجھ کو عالم اور قاری کہا۔ اور پھر حکم دیا جائے گا کہ اس کو دوزخ میں ڈالدیا جائے۔ اور وہ دوزخ میں ڈالدیا جائے گا۔ پھر وہ شخص لایا جائے گا جس کو اللہ تعالیٰ نے فارغ البالی اور ہر طرح کا مال و متاع دے رکھا ہے۔ اس کو وہ نعمتیں یاد دلائی جائیں گی جو اُس کو دی گئی ہیں، وہ ان کا اعتراف کرے گا۔ تو اس سے کہا جائے گا۔ ان نعمتوں کو پاکر تونے کیا کیا۔ وہ کہے گا۔ میں نے تیری پسندیدہ راہوں میں اس کو خرچ کیا۔ (اللہ تعالیٰ) فرمائے گا۔ تو جھوٹ کہتا ہے تونے اپنی دولت اس واسطے خرچ کی کہ جواد کہلایا جائے۔ چنانچہ لوگوں نے تجھ کو جواد کہا۔ اور پھر حکم دیا جائے گا کہ اس کو دوزخ میں ڈالدیا جائے اور وہ دوزخ میں ڈالدیا جائے گا۔"

پانچ مرتبہ مسند کا مطالعہ

اس عاجز نے آپ کو کہتے سنا ہے کہ ہم نے مسند امام احمد کا مطالعہ از اول تا آخر پانچ مرتبہ کیا ہے۔ آپ کو معلوم ہوا کہ یورپ میں طبقات ابن سعد چھپی ہے تو آپ نے حاجی عبداللہ عمر کو یکم ذی القعدہ ۱۳۳۲ھ مطابق ۲۱ ستمبر ۱۹۱۴ء بمبئی خط تحریر کیا۔ اس میں لکھا ہے۔

طبقاتِ ابن سعد عمدہ کتاب ہے۔ حضور مبارک صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام کے حالات اُس میں مرقوم ہیں۔ کتب خانۂ (تبلیغ) اسلام میں یہ کتاب نہیں ملتی۔ یورپ میں یہ کتاب ہے۔ وہیں طبع ہوئی ہے۔ جو طبع ہو گئی ہے۔ بس یہی ہے، اور کہیں اس کا وجود نہیں ہے۔ اور کتاب فروش کے پاس بھی اگر ملے گا تو بس ایسا ہی نسخہ ملے گا۔ اس سے بہتر کہیں طبع نہیں ہوا۔ بخاری شریف سے بھی یہ کتاب پہلے تصنیف ہوئی ہے۔ گیارہ سو برس سے پہلے یہ کتاب تصنیف ہوئی ہے۔ اس واسطے ہم تم کو بار بار لکھتے ہیں کہ یہ کتاب خرید کر بھیجدو۔ الخ ۔"

طبقات اور بخاری کا مطالعہ

چنانچہ اس مبارک کتاب کے جو اجزا چھپ گئے تھے وہ آپ کے پاس آگئے اور پھر جنگ عظیم کی وجہ سے باقی اجزا کا آنا بند ہو گیا۔ آپ سے عبید الرحمٰن خاں صاحب فرزند صدر یار جنگ جناب حبیب الرحمٰن خان صاحب رحمہ اللہ ۱۹۱۶ء میں بیعت ہوئے۔ اُن سے اس کتاب کا ذکر آیا۔ اور انھوں نے آپ سے اپنے حضرت والد کے متعلق بتایا کہ انھوں نے بھی یہ کتاب منگوائی ہے۔ اس عاجز سے ابھی کچھ دن پہلے عبید الرحمٰن خان صاحب نے کہا۔ کہ آپ نے اُن سے دریافت کیا کیا تمہارے پاس اس کتاب کے کامل اجزا آگئے ہیں۔ انھوں نے نفی میں جواب دیا آپ نے اُن سے فرمایا "جو اجزا ہمارے پاس آگئے ہیں۔ ہم سات مرتبہ اُن کا مطالعہ کر چکے ہیں۔ اور امام بخاری کی صحیح بارہ مرتبہ مطالعہ کر چکے ہیں۔"

مطالعہ کا طریقہ

عام طور پر آپ کی نشست چار زانو ہوتی تھی۔ البتہ میلاد مبارک کی پاک محفل میں اور بزرگانِ دین کے مزارات شریفہ کے سامنے آپ دو زانو بیٹھتے تھے۔ جب چار زانو نشست ہوتی تھی تو آپ تقریباً ڈھائی تین انچ موٹا تکیہ گھٹنوں کے اوپر رکھتے تھے اور اس پر کہنیاں ٹیک کر دونوں ہاتھ سے کتاب کو پکڑ کر گھٹنوں مطالعہ میں مصروف رہتے تھے۔ کبھی آپ نے لیٹ کر یا دائیں یا بائیں تکیہ کر کے کتاب کا مطالعہ نہیں کیا۔ آپ نے زمین پر کتاب کبھی نہیں رکھی۔ بلکہ ایک تپائی پر کتاب رکھتے تھے۔

کتبِ اَوراد و وظائف

آپ کو حصن حصین۔ اور حزب اعظم سے خاص لگاؤ تھا۔ "اَورادِ فتحیہ" بھی پسند تھی۔ اگر مخلصین میں

سے کوئی ان کتابوں میں سے کسی کتاب کو یا دلائل الخیرات کو آپ سے پڑھنا چاہتا تھا تو آپ نہایت شفقت سے اس کو پڑھاتے تھے۔ ایک مرتبہ دلی کے مخلصین میں سے کسی نے مناجات مقبول پڑھنے کی اجازت طلب کی۔ آپ نے فرمایا "نہیں۔ ہم نہیں جانتے کہ یہ کتاب کس نے لکھی ہے۔ اور کیسی دعائیں جمع کی ہیں۔ ہمارے ائمہ نے حصن حصین اور حزب اعظم لکھی ہے، ان کو پڑھو۔"

اس عاجز نے مناجات مقبول تو دیکھی نہیں ہے۔ البتہ اس دَور کے بعض دوسرے رسائل دیکھے ہیں۔ وہی دعائیں جو حصنِ حصین یا حزب اعظم میں ہیں لکھی ہیں۔ البتہ وہ مبارک دعائیں جو اُن کے مسلک کے خلاف ہیں نہیں لکھی ہیں۔ اور یہ بڑے افسوس کی بات ہے۔ کیا حنفی اُن احادیث شریفہ کو نہیں لکھے گا جو رفع یدین یا آمین بالجہر کے متعلق وارد ہیں۔ اس عاجز کے نزدیک ہر وہ مبارک دعا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ اگرچہ اس کا ثبوت ضعیف طریقہ سے ہوا ہو اور وہ موضوع نہ ہو، ہمارے عقل و فکر اور ہمارے علم و خیال سے کہیں بالا و برتر اور مبارک و اطیب ہے۔ آنجناب کی طرف نسبت نے اس کو اوجِ رفعت پر پہنچا دیا ہے۔

"آپ کے کسبِ سلوک" کے بیان میں آپ کی تحریر نقل کی جا چکی ہے کہ اسبوعہ دلائل الخیرات اور حزب اعظم بہ کمال خشوع آپ پڑھا کرتے تھے۔ آپ کو حصنِ حصین سے بہت شغف تھا۔ حصن حصین اور حزبِ اعظم کی بیشتر دعائیں ازبر یاد تھیں اور آپ ان کو پڑھا کرتے تھے۔ درود شریف میں آپ کو اُس درود شریف سے زیادہ لگاؤ تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔

قصائدِ مُبارکہ

آپ کو قصیدۂ ہمزیہ۔ قصیدۂ بُردہ۔ قصیدۂ مُنفرِجہ بہت پسند تھے۔ آپ نے ۱۳۳۹ھ میں قصیدۂ منفرجہ کے فضائل بیان فرمائے اور ہم تینوں بھائیوں نے یہ مبارک قصیدہ آپ سے پڑھا۔

مالقی سہیلی کے اشعار

آپ نے شیخ عبدالرحمٰن مالقی سہیلی کے سات شعر پڑھے اور ارشاد فرمایا۔ اگر حضورِ قلب سے اِن اشعار کو

پڑھ کر دعا کی جائے تو ان شاء اللہ مقبول ہوگی۔ وہ اشعار یہ ہیں۔

يَا مَنْ يَرَىٰ مَا فِي الضَّمِيرِ وَيَسْمَعُ ۔۔۔ أَنْتَ الْمُعَدُّ لِكُلِّ مَا يُتَوَقَّعُ
يَا مَنْ يُرَجَّىٰ لِلشَّدَائِدِ كُلِّهَا ۔۔۔ يَا مَنْ إِلَيْهِ الْمُشْتَكَىٰ وَالْمَفْزَعُ
يَا مَنْ خَزَائِنُ رِزْقِهِ فِي قَوْلِ كُنْ ۔۔۔ اُمْنُنْ فَإِنَّ الْخَيْرَ عِنْدَكَ أَجْمَعُ
مَا لِي سِوَىٰ فَقْرِي إِلَيْكَ وَسِيلَةٌ ۔۔۔ فَبِالِافْتِقَارِ إِلَيْكَ فَقْرِي أَدْفَعُ
مَا لِي سِوَىٰ قَرْعِي لِبَابِكَ حِيلَةٌ ۔۔۔ فَلَئِنْ رَدَدْتَ فَأَيَّ بَابٍ أَقْرَعُ
وَمَنِ الَّذِي أَدْعُو وَأَهْتِفُ بِاسْمِهِ ۔۔۔ إِنْ كَانَ فَضْلُكَ عَنْ فَقِيرِكَ يُمْنَعُ
حَاشَا لِجُودِكَ أَنْ تُقَنِّطَ عَاصِيًا ۔۔۔ فَالْفَضْلُ أَجْزَلُ وَالْمَوَاهِبُ أَوْسَعُ

اشعار کا مفہوم

اس عاجز نے ہنگامہ زد و خورد ۱۳۶۶ھ مطابق ۱۹۴۷ء میں ان اشعار کے مفہوم کو فارسی میں بیان کیا اور دعا کی۔

اور اس کا تاریخی نام "نوائے رنج و غم"، رکھا۔ جو درج ذیل ہے۔

اے کہ دانی حالِ دل را از نہاں ۔۔۔ بشنوی صوتِ خفی از جانِ جاں
اے کہ بہر درد درماں ذات تو ۔۔۔ وے کہ باشی در مصائب مستعاں
اے کہ داری گنجہا در قولِ کُن ۔۔۔ منتے کن بر فقیرِ بے زید ہاں
نیست مارا چارۂ از فقرِ تو ۔۔۔ خاک ایں فقر است تاجِ قدسیاں
مستمندم بر درت دستک زنم ۔۔۔ گرچہ در دستم بود ملکِ جہاں
بندہ پرور، گر تو رانی از درت ۔۔۔ کو درے باشد بگردم گردِ آں
کو ست نامِ پاکِ وے برلب رود ۔۔۔ راحتِ دلہا بود، لطفِ زباں
دستگیرِ بے کساں لطفت بود ۔۔۔ درگہت باشد ملاذِ عاجزاں
در عتابت جنتم دوزخ بود ۔۔۔ در رضایت بہرِ من دوزخ جناں
ناامید از رحمتت کافر بود ۔۔۔ خود تو فرمودی کہ لطفم بے کراں
لطف تو بیش است از فکر و خیال ۔۔۔ فضل و جودت بے حساب بے گماں
بندگانت را خطاہا گرچہ بیش ۔۔۔ لیک تاکے در فشارِ کافراں

تا بہ کے بربادیِ مُسلم بود	تا بہ کے از خونِ وے دریا رواں
سینہا از درد تا کے چاک چاک	چشمہا از سوز تا کے خوں فشاں
بہرِ طفلاں شیرہا در خوں شدہ	عصمتِ زنہا بہ دستِ جابراں
تا بہ کے از دشمناں اسلام را	صد مہائے جاں گداز و دل ستاں
جائے مسجد تا بہ کے بتخانہا	جائے منبر تا بہ کے رقصِ بتاں
تا بہ کے اوراقِ مصحف منتشر	ہمچو برگِ گُل بہ ایّامِ خزاں
جنگِ اسلام است با کفر و فساد	با محمد در جدَل طاغوتیاں
بہرِ قتل و نہب یکسر آمدند	با تفنگ و خنجر و تیغ و سناں
یا الٰہی گشت افزوں از حساب	ظلم و عدوان و جفائے دشمناں
بندگانت عاجزند و بیکس اند	انتقامِ شاں بگیر از ظالماں
بیکساں در انتظارِ نصرت اند	بیکساں را از بلاہا وارہاں
بارِ مولیٰ حافظ و ناصر توئی	بہرِ مظلوماں توئی حرز و اماں
شَتِّتِ اللّٰھُمَّ شَمْلَ الْمُشْرِکِیْن	وَانْصُرِ الْاِسْلَامَ نَصْرًا لَّا یُھَان
تا بہ کے ایں ذِلّت و خواری بود	بارے بنگر سوئے حالِ زارِ شاں
مدّتے بگذشت در درد و کرب	مرہمے نہ بر دلِ افسردگاں
عفو فرما جملہ تقصیرات را	یک نگاہِ لطف فرما یک زماں
بہرِ لطفت بندگانت را مُدام	دست بر رُو چشم سوئے آسماں
یَا خَفِیَّ اللُّطْفِ اَدْرِکْ حَالَنَا	کُنْ لَنَا عَوْنًا فَاَنْتَ الْمُسْتَعَان
دُور فرما ظلم و عدوان و ستم	دُور فرما رنج و اندوہ و زیاں
دُور فرما جملہ آلام و محن	دُور فرما ہر بلائے ناگہاں
رحم فرما بر فقیرِ بے نوا	رحم فرما اے خدائے مہرباں
یَا مَلِیْکَ الْکَوْنِ جَلَّتْ قُدْرَتُکْ	اِرْفَعِ الْاَوْزَارَ عَنَّا بِالْحَنَان
ھَبْ لَنَا بِاللُّطْفِ مِنْکَ الْمَغْفِرَۃ	وَاسْتَجِبْ مِنَّا فَقَدْ آنَ الْاَوَان

بعض اشعار

آپ نے علامہ دُمیری کی کتاب "حیات الحیوان" کے بعض لطیف قصائد کی نشان دہی فرمائی۔ خود بھی آپ نے پڑھا اور حضرت برادرِ کلاں نے نہایت اعلیٰ طریقہ پر پڑھ کر سُنایا اور آپ خوب متلذذ ہوئے۔

آپ نے حضرت برادر کلاں کو کسی کتاب میں سے ایک قصیدے کے چند اشعار یاد کرائے تھے۔ ابتدا کے دو شعر اس عاجز کو یاد ہیں لکھتا ہے۔

لَکَ الحَمدُ یَا مَن فَضلُہٗ مُتَوَاتِرٌ وَیَا مَن لَہٗ جُودٌ عَمِیمٌ وَغَامِرٌ

لَکَ الحَمدُ مِنِّی فَاقبَلِ الحَمدَ اِنَّنِی لِجُودِکَ وَالاِحسَانِ وَالفَضلِ ذَاکِرٌ

عجب وقت اور عجب دَور تھا۔ غافل سے غافل دل بھی تھوڑے ہی دنوں میں لذتِ ایمان کی حلاوت سے سرشار نظر آنے لگتا تھا۔ رحمۃ اللہ علیہ وعلی من رَبَّاہم فاحسن تربیتہم۔

قرآن مجید کا ترجمہ

حضرت شاہ رفیع الدین اور حضرت شاہ عبد القادر رحمہما اللہ۔ کے تراجم آپ کو پسند تھے۔ جو بھی آپ سے ترجمہ کے متعلق دریافت کرتا تھا آپ ان دو حضرات کے تراجم میں سے کسی ایک کے ترجمہ کا مشورہ دیا کرتے تھے۔

آپ نے ہمشیرگان کو بھی حضرت شاہ رفیع الدین کا ترجمہ پڑھایا۔

ڈپٹی نذیر احمد کا ترجمہ

ڈپٹی نذیر احمد دہلوی نے قرآن مجید کا ترجمہ کیا اور آپ کے پاس ایک نسخہ ارسال فرمایا کہ آپ اصلاح فرما دیں۔

شیخ فضل عمر دہلوی نے اول سے آخر تک آپ کو ترجمہ سُنایا۔ آپ نے جہاں مناسب سمجھا اصلاح کی۔ اور شیخ فضل عمر کے ہاتھ وہ نسخہ ڈپٹی صاحب کو بھیجدیا۔ آپ نے سورہ آل عمران کی آیت نمبر ۱۳۰۔ یَا اَیُّھَا الَّذِینَ اٰمَنُوا لَا تَاکُلُوا الرِّبٰوا اَضعَافًا مُّضَاعَفَۃً۔ کے ترجمہ کی اصلاح بھی فرمائی۔ ڈپٹی صاحب نے ترجمہ اس طرح کیا ہے "مسلمانو سود (در سود) نہ کھاؤ۔ (کہ اصل میں مِل جُل کر) دگنا چوگنا (ہوتا چلا جائے) ڈپٹی صاحب نے آپ کی اصلاحات کو دیکھا سب کو تسلیم کیا اور سود کے متعلق فضل عمر سے کہا۔ کہ مسلمانوں کی اقتصادی کمزوریوں کو دیکھتے ہوئے میں نے یہ ترجمہ کیا ہے اور اس کی اصلاح نہیں کر سکتا۔ آپ نے فضل عمر کی معرفت ان کو کہلا بھیجا "ہم جب خانقاہ شریف آئے تھے تو ہمارے پاس پانچ روپے بھی نہ تھے۔

اور اب اللہ تعالیٰ کا دیا سب کچھ ہے۔ مسلمانوں کا معاملہ اللہ سے صاف ہونا چاہیئے۔ ان کو دینے والا اللہ کافی ہے جو سب کا مالک ہے۔" یہ سُن کر ڈپٹی صاحب خاموش ہوگئے۔ اور پھر انھوں نے فضل عمر صاحب سے کہا۔" میرے ترجمہ کی اگر کسی نے قدر دانی کی ہے تو بس حضرت شاہ صاحب نے کی ہے۔"

صبح کا حلقہ آپ سن تیرہ سو تینتیس چونتیس تک باقاعدہ دو وقت حلقہ فرمایا کرتے تھے۔ صبح کو نو ساڑھے نو بجے سے دن کے بارہ ساڑھے بارہ بجے تک اور رات کو نو بجے سے دو ڈھائی بجے تک۔

درسِ حدیث صبح کے حلقہ میں آپ اصحاب نسبت علماء کو صحیح بخاری یا صحیح مسلم کا درس دیا کرتے تھے۔ سب سے پہلے آپ عبارت کی صحت فرماتے تھے اور پھر حدیث شریف کا صحیح ترجمہ اور مطابقۃ الباب کا بیان۔ اگر اسناد میں کوئی بات ہے تو اس کو بیان فرما دیا حضرت شاہ عبدالغنی محدث دار الہجرۃ قدس سرہ کا مسلک آپ کا مسلک تھا۔ بیکار کی لمبی چوڑی تقریریں آپ کو پسند نہ تھیں۔ آپ کی سعی اس پر مرکوز رہتی تھی کہ ارشاداتِ نبویہ علیٰ صاحبہا الف الف صلاۃ وتحیۃ کی حلاوت سے روح متلذذ ہو اس عاجز کے نزدیک لمبی چوڑی تقریروں سے حدیث مبارک کی حلاوت سے غفلت اور بیکار کی الجھنوں کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

وہ علماء جو آپ سے پڑھتے تھے اگلی صف میں ہوتے تھے اور اُن کے پیچھے سالکانِ راہِ طریقت آنکھیں بند کئے، سر جھکائے ذکر الٰہی میں مصروف رہتے تھے، بہ ظاہر آپ کی توجہ حدیث شریف پڑھنے والوں کی طرف ہوتی، لیکن سالکانِ راہِ طریقت پر بھی ابواب فیض کھلے رہتے تھے اور وہ منازلِ سلوک طے کرتے تھے۔ اگر کسی میں غفلت آتی تو فوراً آپ تنبیہ فرماتے اور وہ اپنے کام سے لگ جاتا۔ حکیم عبدالعزیز صاحب بریلوی، حکیم عبدالمجید خاں سے فنِ طب پڑھتے تھے۔ اور آپ سے راہِ سلوک کے لطائف حاصل کرتے تھے۔ انھوں نے اس عاجز سے کہا جس وقت آپ حدیث شریف پڑھاتے تھے۔ میں ذکر شریف میں مصروف ہوتا تھا۔ فیوضاتِ رحمانیہ کا اثر تمام بدن میں محسوس کرتا تھا۔ ڈھائی تین گھنٹے گزر جاتے

تھے اور مجھ کو کچھ خبر نہ رہتی تھی۔ تقریباً بیس سال ہوئے کہ اُن سے ملاقات ہوئی تھی جس محبت اور ذوق و شوق سے اُس وقت کے حالات بیان کر رہے تھے۔ اُس کا اثر اس عاجز پر اب تک ہے۔ جب بھی وہ یاد آتے ہیں، دعائے خیر دل سے نکلتی ہے۔ اللہ اُن پر اپنی خاص رحمتیں نازل کرے اور اُن کی قبر کو نور سے معمور کرے۔

قرآن مجید کے اوقاف

صبح کے حلقہ میں آپ نے کئی سال تک ائمۂ فن کی کتابوں سے قرآن مجید کے اوقاف کا بیان کیا۔ اور مصاحفِ شریفہ پر اُن کو لال روشنائی سے خود بھی لکھا اور علماء کی جماعت سے بھی لکھوایا۔ آپ نے دوشنبہ ۹ ربیع الاول ۱۳۲۸ھ کو ایک تحریر مولوی حکیم غلام محی الدین زینت رقم، لاہوری کو دی ہے۔ اس تحریر سے اوقاف کے سمجھنے میں آسانی ہوگی اس لئے یہ عاجز اس کا اُردو ترجمہ لکھتا ہے۔ اصل تحریر فارسی میں ہے۔

آپ کی تحریر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ علی رسولہ محمد و آلہ واصحابہ اجمعین۔ اما بعد معلوم ہونا چاہیئے کہ ہمارے سلسلۂ قرارت میں جو اساتذہ گزرے ہیں اور جن کے ذریعہ ہم تک قرآن مجید پہنچا ہے۔ ان میں شیخ الاسلام زکریا انصاری، امام جزری، امام ابوعمرو دانی۔ اُن اوقاف پر متفق ہیں جن کا ذکر ہم نے کیا ہے۔ اور وہ اوقافِ تامّہ، کافیہ اور حسنہ ہیں۔ ہم نے ان تین اماموں کی تحقیق کے مطابق اوقاف کو لکھا ہے۔ اور اُن کے اصول و قواعد پر قیاس کرتے ہوئے وقفِ جائز کا اضافہ کیا ہے۔ مثلاً الزُّجَاجَةُ كَأَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ۔ پر ہم نے وقف جائز لکھا ہے۔ کیونکہ اس کے بعد۔ يُوقَدُ مِن شَجَرَةٍ۔ ہے۔ اور یہ جملہ یوقد من شجرۃ کا زجاجہ یا کوکب دری۔ کی نہ صفت ہے اور نہ حال ہے اور نہ ان سے متعلق ہے۔ لہٰذا کوکب دری کو یوقد من شجرۃ سے ملا کر پڑھنا ضروری نہیں ہے۔ اور کوکب دری پر وقفہ کرنا جائز ہے۔ جبکہ ہمارے مشائخ نہ وقفِ لازم کا ذکر کریں اور نہ وقفِ مطلق کا، بلکہ وہ اس کے خلاف کہتے ہیں۔

وَلَيْسَ فِي الْقُرْآنِ مِنْ وَقْفٍ وَجَبْ ۔۔۔ وَلَا حَرَامٌ غَيْرُ مَالَهُ مِنْ سَبَبْ

یعنی قرآن میں نہ کوئی وقف واجب ہے اور نہ کوئی وقف حرام ہے (بجز اس کے کہ کسی سبب

سے حرمت آئے۔ مثلاً کوئی قصداً ۔ لقد سمع اللہ قول الذین قالوا ۔ پر وقف کرے اور پھر ان اللہ فقیر ۔ کہے ۔ تو یہ قباحت اس کی بدنیتی سے آئی ہے ۔) اور انھوں نے اوقافِ تامّہ ۔ اوقافِ کافیہ ۔ اوقافِ حَسَنہ کا اثبات کیا ہے ۔ اور اس سلسلہ میں انھوں نے کتابیں لکھی ہیں ۔ لہٰذا ہم شاگردوں کو مناسب نہیں ہے کہ اُن کی مخالفت کرتے ہوئے وقوفِ لازمہ اور مطلقہ کا استعمال کریں اور اُن کے بیان کردہ اوقافِ ۔ تامّہ، کافیہ، حَسَنہ ۔ کو چھوڑیں ان حضرات کی خدمتِ قرآنیہ سے جو شخص واقف ہے اور شیخ الاسلام کے رسالے اور منار الہدیٰ کو سمجھتا ہے ۔ وہ ہماری تحقیق کو جو ہم نے اوقاف کے سلسلہ میں کی ہے پسند کرے گا ۔

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی ۔

اَمَرَ بکتبہ العبد الطالب من رَبِّہٖ اَن یدخلہ فی عبادہ الصالحین

عبد اللہ ابو الخیر الفاروقی النقشبندی الحنفی غفر اللہ ذنوبہ و ذنوب ابویہ

آپ کی اس تحریر سے اُن مساعی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے جو آپ نے اس سلسلہ میں کی ہیں ۔ وقف جائز کا استنباط آپ نے کیا ہے ۔ یہ استنباط کوئی آسان کام نہیں ہے ۔ وہی شخص اس کو کرسکتا ہے جو فنِ نحو سے پوری طرح واقف ہو ۔ اور اس نے قرآن مجید کا از اول تا آخر خوب دقیق نظر سے مطالعہ کیا ہو ۔

رات کا حلقہ

رات کا حلقہ عشاء کی نماز کے کچھ دیر بعد شروع ہوتا تھا ۔ آپ کا معمول تھا کہ پہلے حلقہ میں شریک ہونے والوں کے احوال کو دیکھتے تھے ۔ آپ نے ایک دن فرمایا: "جب تم آتے ہو تو ہماری نظر تمہارے قلب پر ہوتی ہے اگر قلب کو اچھے حال میں پایا تو دل خوش ہوتا ہے اور اگر اس میں خرابی نظر آئی تو غصّہ آتا ہے ۔ ہم کیا کریں ۔ تمہاری بھلائی کے واسطے ہم کو یہ سب کچھ کرنا پڑتا ہے ۔" آپ جس میں خرابی پاتے تھے اس کو اس کے احوال کے مطابق زجر و توبیخ فرماتے یا نکلوا دیتے تھے ۔ تقریباً گھنٹہ سوا گھنٹہ یہ جلالی دَور چلتا اور اس کے بعد نَفَحَات فیوضاتِ رَحمانیّہ سے دلوں میں ایک نئی جان پڑنی شروع ہوتی ۔ اِنَّ لِیْ مَعَ اللّٰهِ سَاعَةً کی صدا کانوں میں گونجنے لگتی اور مَنْ تَقَرَّبَ مِنِّیْ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ ذِرَاعًا وَمَنْ تَقَرَّبَ مِنِّیْ

ذِرَاعاً تَقَرَّبْتُ مِنہُ بَاعاً کی کیفیات کو عیاناً دیکھنا۔ یہی وہ مبارک وقت اور مبارک دولت تھی جس کو حاصل کرنے کے لئے پاک نہاد افراد دُور دَراز علاقوں سے آیا کرتے تھے۔ اور آپ کی زَجر۔ توبیخ اور مار کو خوشی سے برداشت کرتے تھے اور بہ زبانِ حال عرض کرتے تھے۔ لَوُدِدْتُ اَنْ اُقْتَلَ فِی سَبِیْلِ اللّٰہِ ثُمَّ اُحْیٰی ثُمَّ اُقْتَلَ۔ ثُمَّ اُحْیٰی ثُمَّ اُقْتَلَ۔ ثُمَّ اُحْیٰی ثُمَّ اُقْتَلَ۔ کَمَا اَخْبَرَ الصَّادِقُ الْمَصْدُوْقُ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت شرابِ معرفت کا دَور اپنا رنگ دکھاتا تھا۔ کوئی پتھروں کے فرش پر لوٹتا تھا کوئی نعرۂ اللہ لگا کر بیہوش ہوتا تھا اور کوئی اشک محبت بہا کر گوہرِ مراد حاصل کرتا تھا۔ اس وقت آپ کا مبارک سر بھی خود بخود جھک جاتا تھا۔ اور سب پر بے خودی اور استغراق کا عالم چھا جاتا تھا۔

چوں بادۂ شوق تو کند بَرّاقی | گردد تن و روح جملہ مستِ ساقی
تن مستِ شراب و روح مستِ ساقی | آں گردد فانی و ایں گردد باقی

تحفۃ الاخیار برادرِ طریقت صاحبِ علم ونسبت صاحبزادہ مُلّا غلام احرار اندڑی شِلگری رحمہ اللہ نے مولانا جامی قدس سرہ کی کتاب تحفۃ الاَحرار کے طرز پر اپنے پیرومرشدِ برحق کے بیان میں تحفۃ الاخیار لکھی ہے۔ اُس میں لکھتے ہیں۔

زدہ بہمیں دَورِ سمک تا سماک | دَمْدَمۂ فقرِ ابوالخیرِ پاک
خیز ز غفلت و طلبگار شو | در طلبِ خیر چو احرار پو
ترک ہمہ شرّ و ہمہ ضَیر کن | فاستبقوا خواں طلبِ خیر کن
خیر چو خور نورِ زمین و سما ست | آئینۂ نورِ حقیقت نما ست
آمدہ از قدس یکے طیر پاک | جلے گرفتست دریں دیر خاک
باز پس از گلخن ایں خاکداں | گشتہ سوئے قدس مبارک رواں
از رہِ جاں رفتہ بہ جاناں شدہ | طوفِ حرم کردہ ولمعاں شدہ
در سفرِ عشق سوئے گلستاں | رفتہ قدم بر قدم دلستاں

دائرہ بر دائرہ رفتہ چنیں ... تا بہ درِ دائرۂ لاتعین
گشتہ طفیلش چہ حقائق شناس ... تا بہ صلاۃ است دقائق شناس
کارِ صلاتش بہ حقیقت مدام ... رفتہ بریں خواجۂ خیر الانام
مشربِ او مشربِ احمد شدہ ... بر قدم پاک محمد شدہ
نسبتِ او محو کنِ ہر خیال ... دور کنِ زمزمۂ قیل و قال
نفی کنِ عالمِ امکاں شدہ ... نسبتِ او نورِ دل و جاں شدہ
گشتہ سیراب زکاسِ کرم ... نور گرفتست زشمسِ حرم
پاک دلش آئینہ ساں باصفا است ... شرع شعار است و شہ باوفا است
قطبِ رشاد است بہ عین الیقین ... دیدہ کشاد است بہ حق الیقین
رطب لسان است بہ شیریں کلام ... از دہنش یافتہ تمکین کلام!
دل ببرد در حرکت از سکوں ... راہ نمامی شود ت از دروں
نسبتِ او قوتِ ایماں شدہ ... قوتِ او مثبتِ ایقاں شدہ
قولِ مبارک ہمگی پُر اثر ... لذت آں کے بود اندر شکر
روے مبارک چو تجلّی کند ... بیندش آں کس کہ تولّی کند
دیدۂ ناکس نہ تواند چنیں ... تا زسرِ غور بہ بیند بہ ایں
رخ بنماید زیکے سر ہزار ... نکتہ اگر دانی ازیں سر برار
دور و نزدیک ازو نور یاب ... غمزدگان گشتہ ازو سور یاب
دست درازش کہ کشد می کشد ... خنجر نازش کہ کُشد می کُشد
دیدۂ دل از ہمگی دوختہ ... آیتِ لاتُلہکُم اندوختہ
قُرّۃُ عینی فی الصلاتش قدم ... مقتبس نور ز خور و مبدم
سرِّ اَتَی اللہ بقلبٍ سلیم ... حاصل او ہست من ربِّ علیم
راہ روشِ راہِ محمد شدہ ... سرِّ دلش نسبتِ احمد شدہ
احمدی است خواجہ بہ نسبت دوبار ... کارِ تخلص تو بہ حکمت برار

زجر دهِ زمرهٔ جدل است او — وارثِ آلِ ذرّهٔ عدل است او
روشنی و نور دل از ضربِ او — هرب شیاطین کند از حربِ او
گفت یکے روز که ایں خوش بکوب — تا که صفا خوش شود از ضربِ چوب
تازه ز ضربم دل و ایماں شوند — مردم ازیں در به گلستان شوند
پاک رواں بر ورِ او صف به صف — چاشنی گیرند ازو کف به کف
تیر دعایش که رهاند ز کف — حق بَرِ تیرش برساند هدف
پیرِ شریعت و طریقت وے است — مرشدِ قانونِ حقیقت وے است
جملگی احرار ازو دل خوش اند — عاشقِ او بید که کامل وش اند
در همه اقطار زوے هام و هوم — خاکِ درش بادشه شام و روم
بادشهِ کشورِ افلاکِ دلؔ — قطب دریں کرهٔ املاکِ کُلؔ
پیر وفا گنج دهِ ناقصاں — زو ببرد نور همه کاملاں
نے صفتش موے به مو گفته ام — یک ز صدش خوے همو گفته ام
هر نفس از صدق تجلی کند — وفقِ شریعت ره مولیٰ کند
از سر جمعیت دل با حضور — در سخن و کار رود با سرور
هر دمش از نفس خلاف است و جنگ — بر سرِ شیطاں چه کشاد است چنگ
دود دروغ هم نه شده در درون — مشعلِ صدق است درون و برون
راست بود هر سخنِ راستاں — کامده از صدق بود داستاں
هر سخنش راست به میزاں شده — زاں که چنیں کارِ عزیزاں شده
باطنِ اوصاف شه مستنیر — به که نگه دارمش اندر ضمیر
هیچ نه باید که شوم موشگاف — تا که نه ریزد همگی خوں زناف
ورنه مقامات ز جاں بر ترش — برتر ازاں چار قدم کشورش
خواجهٔ من اوست غلامش منم — کف به سر استاده سلامش کنم
تا نگرم خواجه وفاے کند — بهر من از رحم دعاے کند

گز ضررِ نفس و شیاطیں رہم — خاتمہ بالخیر شود جاں ہم
ہمرہِ او بودہ بہ جاناں رسم — تا وسطِ خلد بہ احساں رسم
مقصدِ خود یابم و شاداں شوم — یار ببینم و خنداں شوم
رسم وفا منزلِ خیر است و بس — خیر چہ گویم اب خیر است و بس
پر ز معانی لب خیر است ایں — ہاں بہ جہاں دہر یا خیر است ایں
بر قدمش ہر کہ بہ سیر است بہ — کار کہ پیوستہ بہ خیر است بہ

منقبتِ غوثِ دہلوی

آپ کے مخلصین میں سے ملا فیض اللہ آخوند ولد ملا ورمحمد قوم وردگ ساکن قریہ تنگی نے بیکشنبہ ۱۹ جمادی الاولی ۱۳۳۶ھ میں منقبت غوث دہلوی لکھی ہے۔ اس کا کچھ حصہ نقل کیا جاتا ہے۔

بیا اے کامل و مردِ خردمند — کہ گویم پیشش تو پیرانہ یک پند
ازیں دنیا تو حُبِّ خویش بردار — ز اموال و منالش دل جدا دار
بہ زاری رُو بہ درگاہِ خدا آر — کہ گردی بر درش از اہلِ ابرار
شرارِ عشقِ او در جان افگن — تعلقہائے غیرش را بہم زن
ولے باید نخست از بہر عشقش — گزیں پیرے، شوی بندہ بہ صدقش
کہ در شہراہِ عشقش پر دہالیست — بجز مرشد ترا وصلش کجا ہست
اگر یک جرعہ از جامش چشیدی — حجابات جہاں را بس دریدی

یگانہ پیر دارم من بہ دھلی — عجب بحرے است از فیض الٰہی
ز فیضش بہرہ می گیرند مردم — بہ مُردہ دل دہد اکسیر اعظم
کراماتش بروں از عدِّ کلکم — صفاتش بیشتر از حدِّ عقلم
کمالاتش چو بیش از بیش آمد — یکے از نعت، فیض اللہ نگارد
کہ شاہِ دہلوی غوث زمان است — ز فیضش پُر زمین و آسمان است
بہ صدقِ دل غلام خاک او شو — پسِ او بستۂ فتراکِ او شو
کہ خادم را بہ راہ راست آرد — در اوصافِ نکو ثانی نہ دارد

موافق دال با مدلول یک جا / ابوالخیر آمده قلّاعِ شرہا
بہ علمِ ظاہر و باطن محلّیٰ / ز نورِ پاک سبحانی مجلّیٰ
کلامِ پاک را از بہرِ توشہ / ز اوّل تا بہ آخر یاد کرده
بہ مثلِ کوه ثابت بر شریعت / رسیده تا بہ پایانِ طریقت
ز اشغالِ جہانی بس نفور است / مگر در آنچہ کز بہرش ضرور است
مجدّدِ الفِ ثانی جدِّ او بود / کہ در عرفاں کسے بروے نیفزود
ز رویش آنچناں انوار تابد / کہ در شمس و قمر ہرگز نہ باشد
اگر خورشید در روز است تاباں / جمالش روز و شب بنگر فروزاں
گزر تا دارد ایام و لیالی / نباشد از فیوضِ خواجہ خالی
فیوضِ عامِ اُو ہر جا رسیده / بہ جانِ ارجمنداں آرمیده
گزشتہ پایہ اش زیں طاق اخضر / بہ رویش نورِ بیچوں است اظہر
مبارک ذات او از فضلِ بیچوں / یکے گنجے است از انوارِ مکنوں
طفیلش عاجزان و بے نوایاں / چشیده جرعہا از جامِ عرفاں
بہ راهِ راست آورده ہزاراں / رہانیده ز دستِ نفس و شیطاں
بہ وقتِ کشف برآں خواجہ عالی / ہویدا باشد از مہ تا بہ ماہی
چو در اسرارِ حق مجذوب گشتے / عوائق از دلش مسلوب گشتے
نگاہے گر بہ مردم افگناند / ہمہ پیر و جواں در رقص آید
مراقب چون شود آں خواجۂ ما / شود در لحظہ از عرش بالا
رود تا لامکاں در طرفۃ العین / شود تازه بہ نورِ ربِّ کونین
چو واصل می شود در کُنہِ پاکش / ہمہ تن محو در کُنہِ جلالش
بہ جائے می رسد آں جانِ جاناں / نہ یابد ره بدانجا عقلِ انساں
چو بر حالش کرم کرده الٰہی / نہ دارد وے بہ عصرِ خویش ثانی
وجودش موردِ انوارِ سبحانی / بہ روز و شب بود دائم درخشاں

مقامِ غوثیت دارد جنابش | لسے ابدال وقطب آیند پیشش
خدا بخشیده برتر پایہ او را | الٰہی کم مگرداں سایہ اورا
اگر یک جرعہ اندازد بہ جامت | شوی مخمور تا روزِ قیامت

بہ رحمت کن نظرائے خواجہ دیں | بہ حالِ زارِ ایں دل ریش وغمگیں
منم کمتر غلام از خادمانت | مرانم از جنابِ بارگاہت
اگر در آستانت جائے یابم | میانِ خلق سرافراز باشم
رَمادِ گلخنِ تو تاج من باد | براوجِ وصلتت معراجِ من باد
برائے بیکساں روزِ قیامت | توئی حبل المتیں جانم فدایت
قبولم کن زمہرت بر غلامی | غلامیّت مرا شد پادشاہی
بود از صدق فیض اللہ غلامت | زگاہے لطف کن بر خاکسارت

اشعار محمد شاہ افغانی

آپ کے ایک مخلص مُلا محمد شاہ افغانی تھے وہ خوب بلند آواز اور نہایت ذوق وشوق سے گوشہ میں اپنے اشعار پڑھا کرتے تھے۔ ان کے کچھ اشعار یہ عاجز نقل کرتا ہے۔

اے محمد شاہ زحق غافل مباش | طاعتے کن روز وشب کاہل مباش
لاف کم زن از دروغ ومکر وکید | منصرف شواز گنہ چوں عمرو زید
گر تو خواہی تا شوی بدرِ منیر | خاک شو در زیر پائے ایں فقیر
عُروَۃِ وُثقیٰ ز کانِ معنوی | بحر معنی بادشاہِ دہلوی

نے کہ تنہا جن و آدم با جماد | ہرچہ در امر است در حکمِ تو باد
زادہ خود را بہ رحمت دار شاد | اے ستونِ دہلوی ذات العماد
تا زمین وآسماں دارد قرار | نام نیکت باد باقی پایدار

سگِ کوچہ اوز شیراں خوش است | زباغِ ارم خاکِ او دل کش است
بندسر بریں خاک اے خاکسار | کہ فردا زعصیاں نہ سوزی بہ نار
شدہ ضربِ او ہمچو سوطِ عمر | کند نقش در دل ز ایماں اثر

طریقش بود مسلکِ حق پسند | برو فخر دارد شہِ نقشبند
دلیلِ ہمہ اہل بُرہاں ازو است | فروغ ہمہ اہل عرفاں ازو است
دلاں را بہ انوار آراستہ | بہ چوب انتقام از لعین خواستہ
دلِ پیر ما صنع ربِّ جلیل | اگر ہست باشد ز صنعِ خلیل
یکے صنع خالق یکے از بشر | کدامش بود خوب اے خوش سیر
دلِ عارفاں عرشِ یزداں بود | کجا عرش با فرش یکساں بود
چو دوراں رقم خیمہ زد در نگیں | شدہ خیمہ در خیمہ تا یوم دیں
بریں خیمہ ہر کس کہ دل بستہ شد | زِ شَرّ دو عالم ہماں رستہ شد

نغمۂ ہجران ۱۳۵۴ھ

اس عاجز نے کوئٹہ کی بربادی پر جو کہ ۱۳۵۴ھ کے ماہ صفر کی ۲۷ تاریخ کی شب کو ہوئی اور یہ شب جمعہ کی تھی۔ یہ نظم کہی۔ یہ بربادی زلزلۂ عظیمہ سے ہوئی۔ اس واقعہ الیمہ میں حضرت والدہ صاحبہ اور حضرت برادر کلاں کے فرزند اکبر ابو المجد عبد الرحمٰن اور دو صاحبزادیاں عائشہ و زینب اور مخلصین میں سے احمد نواز سر بریدہ اور سلیمان خرو ٹی شہید ہوئے۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔ چونکہ کوئٹہ حضرت سیدی الوالد قدس سرہ کا مَصِیف تھا اس لئے شروع میں آپ کا ذکرِ خیر آیا ہے۔ اس حصہ کو یہ عاجز لکھتا ہے۔

اے صبا بشنو ز محزونے کلام | یک زماں بگزار ایں ناز و خرام
تا بہ کے در لہو باشی بے خبر | چشم وا کن تا کہ بینی صد عبر
رو بہ سوئے کوئٹہ کن کاں مقام | جائے عبرت گشتہ بہر خاص و عام
بود شہرے با ہوائے بے مثیل | ہم زلالش در لطافت بے عدیل
بود شہرے با خلائق مذدخر | ہم بہ تہذیب و جمالش مفتخر
ہمچو لولو قصرہا در عمدگی | مثلِ تارِ عِقد را ہا مستوی
در میانِ ہند و افغان آں مکاں | ہمچو عقدے وَسْطِ جید و صَدر داں
داشت ازہار و ثمارِ بے شمار | ہم خزانش در طراوت چوں بہار

عیش و عشرت گرچہ بودہ بیشتر | داشت ہم جمعے ز اربابِ ہنر
بود شیخ نقشبنداں را مِصیف | کو بہ عرفاں بُد مجدد را ردیف
قبلۂ عالم ابوالخیرِ کبیر | ذُخرِ دیں عبداللہ آں قطبِ شہیر
داشت از گردوں محی الدیں لقب | مولدش دہلی و فاروقی نسب
باکمال و بُد عریق اندر کمال | چوں مجدد و داشت جدِ بے مثال
ہرچہ گویم در کمالش کمتر است | در گمانِ من مقامش برتر است
یک نگاہش زندہ کردے صد قلوب | یک دمش از مذنباں شستے ذنوب
چوں نہ دارد تاب وصفش را زباں | زاں تو تسلیم خادمانش را بیاں
طالباں را ہرچہ باشد از کمال | بر عُلوِّ کعب[1] استاذ است دال
خادمانِ شاں بہ سوز و دردِ دل | ہمچو پروانہ بہ شمعِ مشتعل
آہ و زاری بود ایشاں را شعار | عشقِ حق می داشت شاں را بیقرار
از شرابِ معرفت بیہش بُدند | رُبَّ اشعث[2] رامثالِ خوش بُدند
گر یکے از سوز آہے می کشید | دیگرے را مرغِ جانش می پرید
گر یکے را چشم بودے اشکبار | دیگرے را سینہ بودے ہمچو نار
گر یکے از شوق و جذبہ می تپید | دیگرے از وجد جامہ می درید
چوں بہ حلقہ می نشستے پیش پیر | ہمچو ہالہ گردِ آں ماہِ منیر
ہر یکے مبہوت گشتے از جمال | محو اندر ذاتِ پاکِ ذوالجلال
بے خبر گشتے ز اخبارِ عیاں | باخبر گشتے ز اسرارِ نہاں
گر تو می دیدی جمالِ انجمن | کلکِ حیرت می گزیدی در دہن
می گزشت اندر دلت چندیں سوال | بر زبانِ حال رفتے ایں مقال

---

١ عُلوِّ کعب کنایت از مہارت زائدہ ٢ امام مسلم ایں حدیث از ابوہریرہ روایت کردہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمود رُبَّ اَشعثَ مدفوعٍ بالابواب لو اَقسمَ علی اللہِ لَاَبَرَّہ ۔

این گروہِ انس بینم یا مَلک | یا قمر را با نجوم اندر فلک
قرن چو رابع عشر شد اوّلیں | یا منم در قرنِ اوّل حیثیت ایں
یا کہ مستِ خوابِ شیریں گشتہ ام | یا کہ در سودا خیالے پختہ ام
جذبۂ اصحاب چون بینم نہاں | برکتِ خیر القرون چوں شد عیاں
از ملائک ہمچو بینم ایں صفا | وز کواکب ہمچو بینم این ضیا
ہیچ گاہے من نہ دیدم مرد ماں | زیں نمط یا ایں صفت اندر جہاں
گفت پیغمبر کہ مردانِ خدا | دیدنِ شاں یادِ حق بخشد ترا
بس ہمیں تعریفِ نیکاں آمدہ | بس ہمیں توصیف مرداں آمدہ
ختم سازم وصف شاں برایں کلام | تا کہ قولِ مصطفیٰ یابد ختام

بقیۂ احوال حلقہ

یہ مبارک حلقہ دو ڈھائی بجے سے پہلے کبھی ختم نہیں ہوا ہے۔ اس عاجز کے مشفق و مہربان استاد جناب حکیم جی مولوی مظہر اللہ مدرس مدرسۂ مولوی عبدالرب۔ ابھی کوئی دس سال پہلے اس عاجز سے آکر ملے تھے۔ بڑی دیر تک آپ کا ذکرِ خیر فرماتے رہے۔ مولوی صاحب اور شیخ محمد عابد عثمانی ڈھابیلی اس عاجز کی ولادت کے ایک سال بعد ۱۳۲۵ھ میں بیعت ہوئے تھے آپ نے بیان فرمایا کہ حلقۂ شریفہ کی لذت کا بیان کرنے سے میں قاصر ہوں۔ جب ہم حلقے میں بیٹھتے تھے عجیب احوال و برکات کا ظہور ہوتا کہ کسی شے کی خبر نہیں رہتی تھی۔ ایک قسم کا سکر سب پر چھا جاتا۔ اکثر ایسا ہوا کہ حلقہ سے فارغ ہوکر میں اور مولوی محمد عابد جامع مسجد تک پہنچتے تھے تو صبح کی اذان ہو جاتی تھی۔ جو لذت حاصل ہوتی تھی وہ دوسری شب مجبور کرتی تھی کہ پھر حاضر ہوں۔ مولوی صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ حضرت شاہ صاحب کا کشف اتنا بڑھا ہوا تھا کہ آپ نے ہم کو چوبیس ہزار مرتبہ ذکر شریف

لہ ابن ماجہ از اسماء بنت یزید روایت کردہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمود۔ اَلَا اُنَبِّئُکُمْ بِخِیَارِکُمْ قَالُوْا بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ خِیَارُکُمُ الَّذِیْنَ اِذَا رُأُوْا ذُکِرَ اللّٰہُ۔

کی ہدایت کی تھی۔ جس دن یہ تعداد پوری نہیں ہوتی تھی اور ہماری حاضری ہو جاتی تھی۔ آپ کو دربان اطلاع دیتا تھا۔ لیکن آپ کی طرف سے طلبی نہیں ہوتی تھی اور ہم صحنچی میں بیٹھ کر ذکر شریف میں مصروف ہو جاتے تھے۔ جہاں ہم نے چوبیس ہزار کی مقدار پوری کی آپ ہم کو طلب فرما لیا کرتے تھے۔" یہ الفاظ حضرت استادی رحمۃ اللہ کے ہیں۔ ۵؎

محمد عابد

محمد عابد فرزند حبیب اللہ عثمانی ڈھابلی دو تین سال آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور انھوں نے آپ سے استفادہ کیا۔ ان میں صلاحیت تھی۔ اگر وہ کچھ عرصہ اور حاضر ہوتے مراتبِ عالیہ حاصل کرتے۔ وہ دلی سے اپنے وطن اور پھر وہاں سے لیڈی سمتھ۔ ناٹال۔ جنوبی افریقہ چلے گئے انھوں نے چند کتابیں وعظ و نصیحت میں لکھی ہیں۔ جیسے بستانُ العارفین، بستانِ فاطمہ، بستانِ عائشہ، معراجُ المومنین، انوارُ العارفین۔ ان میں سے پہلی دو کتابیں حضرت سیدی الوالد قدس سرہ کی خدمت میں ۱۳۴۰ھ میں کوئٹہ ارسال کی تھیں۔ محمد عابد نے بستان العارفین میں شجرۂ شریفہ نظم کیا ہے۔ لیکن سلسلۂ طریقت کے بارہ مشائخ کے نام مختلف مقامات سے رہ گئے ہیں اور انھوں نے اپنا دادا پیر محدث دارالہجرہ حضرت شاہ عبدالغنی قدس سرہ کو لکھا ہے۔ اگرچہ حضرت سیدی الوالد کو حضرت شاہ عبدالغنی سے اجازت تھی لیکن آپ کے حقیقی مربی و مرشد آپ کے حضرت والد قدس سرہ تھے اور انہی کا اسم گرامی شجرہ شریفہ میں لکھا ہوا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ محمد عابد سے آپ کا عنایت کردہ شجرہ ضائع ہو گیا اور جو اسمائے گرامی ان کو یاد رہے اُن کو نظم کر دیا ہے۔ اپنے پیر و مرشد کا نام اس طرح نظم کیا ہے۔

چار جانب شر ہی شر کو دیکھتا ہوں ہر زماں ۔۔۔ تجھ سوا ہے خیر کس جا میرے ربِّ مستعان
گرچہ میں بدکار و نالائق ہوں اے شاہِ زماں ۔۔۔ پر ترا در خیر کا اب چھوڑ کر جاؤں کہاں
شاہ ابوالخیر ۔۔۔ شہ ابوالخیرِ زماں پیرِ ہدیٰ کے واسطے

انوار العارفین کے صفحہ ۱۹۹ میں لکھا ہے "سرچشمۂ توحید مولائی و مرشدی حضرت شاہ ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ بھی لطیفۂ قلب ہی پر زیادہ تر نگاہ رکھنے کو ضروری فرماتے تھے۔"

۵؎ اس سلسلہ میں مولوی عبدالشکور کا بیان ص ۶۹۰ پر دیکھیں۔

محمد ابراہیم فانی

اس مبارک محفل میں جو بھی شریک ہوا وہ آپ کا گرویدہ ہوا۔ اور مرتے دم تک اس حلاوت کو نہ بھولا۔ مولوی محمد ابراہیم فانی آپ سے بیعت ہوئے۔ کچھ عرصہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور جو مقدر میں تھا استفادہ کیا۔ پھر وہ حیدرآباد دکن چلے گئے۔ وہاں سے انھوں نے فارسی میں عریضہ ارسال کیا۔ اس میں انھوں نے اپنے چند اشعار لکھے ہیں۔ یہ عاجز ان اشعار کو لکھتا ہے۔

یا آنکہ در دم شد قوی خواہم فغانم نشنوی | ترسم کہ بہر من شوی اندیشہ ناک اے نازنین
نہ شادی می دہد ساماں نہ غم آرد ہمی نقصان | بہ پیشں ہمت او ہر کہ آید ہست چوں مہمان
گر ز تو عمرے بہ بینم جور و بے مہری جفا | من نہ پویم اے فدایت جز رہِ صدق و صفا
سخت باشد تیر فرقت بر دلِ مہجورِ زار | سہل گردد تیر آہن بر جگر روزِ ہجا
جاں بہ لب اینک رسیدہ اے مسیحم چارہ ساز | روے بنما، لب بجنباں، بخشش از رحم شفا
کے شود یا رب کہ خاکِ آں درِ والا بہ چشم | نور افزا باشدم سر بر فرازِ پشت پا
چوں بہ بینم روے زیبا جاں دہم فرہاد دار | بس ہمیں از بخت نافرجام می دارم رجا
آرزویم سوے دیدارت نبسے کامل فتاد | زار زوے مفلس و قلاش سوے کیمیا
چوں بود مائل بہ خور و آب تشنہ و شتیان | میل فانی بیش ازاں بینی تو اے بحر عطا
می زند نشتر بہ پہلو رشکِ یارانِ طریق | کاں ہمہ در دید و مارا دیدہ بردوختہ
خلق عالم در طوافِ بیتِ او لبیک گو | بخت من کنج قفس بال و پرم در سوختہ

مولانا مشتاق احمدؒ

۱۳۵۶ھ میں مولانا مشتاق احمد انبیٹھوی رحمۃ اللہ سے شملہ، سمر ہل میں ملاقات ہوئی۔ اس وقت ان کی عمر ۸۲ سال کی تھی۔ ان کے ساتھ ان کے خلیفہ مولوی حافظ عبدالغنی بیٹش امام مسجد کشمیریاں بھی تھے۔ تقریباً سوا گھنٹے اُن سے ملاقات رہی۔ جس زمانے میں یہ عاجز پیدا ہوا تھا۔ جناب مولانا عربک اسکول اجمیری دروازہ۔ دلی میں پڑھاتے تھے۔ سالہا سال اُن کا قیام دلی میں رہا اور وہ پابندی کے ساتھ حضرت سیدی الوالد کے حلقہ میں شریک ہوتے رہے۔ تقریباً بیس بائیس سال کے بعد مولانا صاحب نے آپ کا ذکر خیر کیا اور بیساختہ ان کی

آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ وہ حضرت سیدی الوالد کو یاد کر کے بار بار حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کہہ رہے تھے۔ ان کے خلیفہ حافظ صاحب نے دریافت کیا کہ آپ کن کا ذکرِ خیر فرما رہے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا "جناب مولانا حضرت شاہ ابوالخیر دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر کر رہا ہوں۔ میں سالہا سال اُن کی خدمت میں گیا۔ اللہ نے جو کمال اور کشف ان کو دیا تھا اس کی نظیر کہیں نہیں ملتی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ سب دولت ان کے اخلاص کی وجہ سے ان کو دی تھی۔" جس وقت مولانا صاحب اس عاجز سے باتیں کر رہے تھے اور اپنے خلیفہ سے حضرت سیدی الوالد کا ذکر کر رہے تھے "افغانستان کے جنرل قونصل صلاح الدین خاں سلجوقی موجود تھے اور وہ نہایت غور سے حضرت سیدی الوالد کا ذکر سُن رہے تھے۔ صلاح الدین خاں اگرچہ آپ سے ملے نہیں تھے لیکن دل وجان سے آپ کے معتقد تھے، رحمہ اللہ

مفتی مظہر اللہؒ

جناب مفتی مظہر اللہ امام مسجد فتحپوری سالہا سال آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ۱۳۸۵ھ میں اس عاجز سے حضرت سیدی الوالد کے کچھ حالات بیان کئے اور کہا "میں کئی سال تک برابر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میری یہ کیفیت ہو گئی کہ بجائے اپنے پیر و مرشد کے آپ کا تصور کرنے لگا۔ اس میں میرے ارادے کو کوئی دخل نہ تھا۔ اسی زمانہ میں آپ نے ایک دن تبسم فرما کر ارشاد کیا "مولوی مظہر تم مانو یا نہ مانو ہم تمہارے پیر ہو گئے ہیں۔" یہ واقعہ بیان کر کے مفتی صاحب کے آنسو نکل آئے۔ اور اس وقت کی لذت کا کچھ بیان کیا۔

حکیم فرید احمدؒ

ایک دن آپ تفریح کو جا رہے تھے۔ چتلی قبر کے چوراہے پر حکیم فرید احمد عباسی آپ سے ملے۔ انھوں نے بہت محبت سے آپ کے ہاتھ کو چوما۔ اور عرض کی۔ اگر آپ اجازت دیں تو رات کو حاضر ہوں۔ آپ نے خوشی سے اجازت دی اور وہ حاضر ہوئے۔ یہ حاضری دائمی وابستگی کی بنیاد ثابت ہوئی۔ جب تک حضرت سیدی الوالد حیات رہے وہ برابر حاضر ہوئے۔ اور جب تک وہ خود حیات رہے نہایت محبت سے آپ کا ذکر کرتے رہے۔ اُن کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے تھے۔ کسبِ سلوک کے بیان میں جو تحریر آپ کی نقل کی جا چکی ہے وہ حکیم صاحب ہی کے استفسار پر معرضِ وجود میں آئی ہے حکیم

صاحب کا معاملہ باطن خدا کے فضل و کرم سے بہت اچھا تھا اور حضرت سیدی الوالد کو اُن سے محبت تھی۔ رحمہ اللہ۔

سیّد احمد امام مسجد جامع

دِلّی کی جامع مسجد کے امام جناب سیّد احمد صاحب مولانا فضل رحمٰن قدس سرہ سے بیعت تھے اور اُن کے والد ماجد حضرت شاہ عبدالغنی سے بیعت تھے۔ ابتدا میں امام صاحب کو آپ سے کچھ ارتباط نہ تھا بلکہ احیاناً کچھ اعتراضات کرتے تھے۔ اس کی وجہ معاندین کی غلط بیانیاں تھیں جو اُن سے بیان کی گئی تھیں۔ آخر کے تین چار سال میں امام صاحب کی حالت بالکل بدل گئی تھی اور وہ اکثر رات کے حلقہ میں شریک ہوتے تھے۔ چونکہ امام صاحب نسباً سیّد تھے اس لئے آپ اُن کو اپنے مسند کے قریب دائیں طرف بٹھاتے تھے۔ امام صاحب نے آپ کے احوال عالیہ کو دیکھا تو دل سے آپ کے معتقد ہو گئے۔ اور بعد میں ہم بھائیوں کے ساتھ جو محبّت فرماتے تھے اس سے اُن کی سچّی محبّت کا پتہ چلتا تھا۔ رحمہ اللہ ورضی عنہ۔

اس عاجز نے کتنے ہی افراد کو دیکھا ہے کہ وہ آپ سے برگشتہ تھے۔ اُن کی برگشتگی اُسی وقت تک رہی کہ آپ کی خدمت میں نہیں پہنچے تھے۔ پہنچنے کے بعد وہ دل و جان سے آپ کو چاہنے لگے۔

کوئٹہ میں اس مبارک حلقہ کا اثر نمایاں تر ہوتا تھا۔ افغانستان کے علماء بڑی تعداد میں ابتدائے موسم بہار میں چالیس دن کے واسطے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر سرگرم عمل رہتی تھی اور فوائد حاصل کر کے جاتی تھی۔ اپنے پیر و مرشد سے صحیح معنی میں وہی شخص استفادہ کرتا ہے جس کا عمل

دل اندر زلف لیلیٰ بند و کار از عقل مجنوں کن \
کہ سالک را زیاں وارد مقالات خردمندی

پر ہوتا ہے۔ ہندوستان کے لوگوں میں اس کی بہت کمی ہے۔ یہاں مرید اپنے پیر کو راہِ راست پر لانے کی کوشش کرتا ہے۔ مرید کو اپنے علم و دانش پر ناز ہوتا ہے۔ وہ اپنے پیر کو ہر بات میں مشورہ دیتا ہے۔ اور اُمید رکھتا ہے کہ پیر و مرشد اس کے بتائے ہوئے رستہ پر چلیں۔

وہ اپنے پیر سے "من ترا حاجی بگویم تو مرا مُلّا بگو" پر عمل کرانا چاہتا ہے۔ حضرت سیدی الوالد قدس سرہ کے پاس اس خرافات کی کہاں گنجائش تھی۔ مولوی برکت اللہ ہانسوی کو آپ نے ایک خط لکھا ہے۔ اس میں تحریر فرمایا ہے "جس روز تم رخصت ہوئے اس دن وقتِ عصر تم سے دل کو بے مزگی حاصل ہوئی۔ تم کو ہم نے تلاش کروایا معلوم ہوا تم چلے گئے۔ نذرانہ تمہارا ہم واپس کرتے ہیں کیونکہ تمہاری حالت مشکوک ہوگئی۔ اگر تم صاف ہوتے تو عصر کو تم سے کیوں ہمارے دل کو بے مزگی حاصل ہوتی۔ ہر شخص کا نذرانہ ہم نہیں لے سکتے، نہ ہم سے ہر شخص بہرہ مند ہو سکے۔ دیکھو بہتر تمہارے حق میں یہی ہے کہ دل کی بے ایمانی سے توبہ کرو۔"

مولوی عبد السبحان

ایک دن آپ ہندوستانی مخلصین کو جھڑک رہے تھے۔ مولوی عبد السبحان طالب آپ کے صادق مخلص تھے۔ وہ اس وقت حاضر تھے۔ انھوں نے عاجزی سے عرض کی حضور کی نظرِ عنایت پٹھانوں پر ہے۔ کبھی ہمارے بھی دن پھریں گے۔ آپ نے بجواب ارشاد کیا۔ ع۔ تجھ سے کیا ضد تھی اگر تو کسی قابل ہوتا۔ اس مصرع کو سُن کر مخلصین کے دلوں پر ایک بجلی سی کوند گئی۔ اور صدائے ہائے ہو ہر طرف سے بلند ہوئی۔ رحمہم اللہ تعالیٰ۔

مولانا حفظ الرحمٰن

آپ اپنے کام سے کام رکھتے تھے۔ نہ آپ نے مدۃ العمر کسی کی غیبت کی اور نہ برائی سے کبھی کسی کا ذکر کیا، نہ آپ کسی پر اعتراض کرتے تھے اور نہ آپ کو کسی کے اعتراض کی سہار تھی۔ جو شخص محبت لے کر آیا۔ وہ مستفید ہوا اور جو دیکھنے اور پرکھنے کو آیا وہ دیکھ کر چلا گیا۔ ربیع الآخر ۱۳۷۹ھ میں مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی رحمہ اللہ ورضی عنہ اس عاجز سے آکر ملے۔ اور یہ واقعہ بیان کیا۔ کہ میری جوانی اور طالب علمی کا دَور تھا۔ ایک دن خیال آیا کہ آپ کو دیکھوں کیسے ہیں۔ چنانچہ ایک دو رفقاء کے ساتھ آیا۔ اطلاع ہوئی۔ آپ نے بلایا۔ پانچ سات منٹ کے بعد فرمایا۔ "اچھا میاں تم نے دیکھ لیا اب جاؤ۔ اللہ تم کو خیریت سے رکھے۔" رحمہ اللہ تعالیٰ۔

محفل مبارک میلاد شریف

آپ کا معمول تھا کہ ہر ماہ کی گیارہ تاریخ تمام کر کے بارہ کی شب کو اپنے حضرت جد امجد شاہ احمد سعید قدس سرہ کی تالیف لطیف "سعید البیان" عشار کی نماز کے بعد پڑھا کرتے تھے۔ مخلصاتِ صالحات کے واسطے مسجد شریف کے دالان کے شمالی حصہ میں پردہ ڈال دیا جاتا تھا۔ اور مخلصین کی جماعت آپ کے سامنے رہتی تھی۔ سب کی آنکھیں بند ہوتی تھیں اور متوجہ بہ قلب رہتے تھے۔ آپ کیفیات سے معمور انداز میں ذکر شریف پڑھتے تھے۔ انوار و برکات وفیوضات کی وہ کثرت ہوتی تھی کہ ہر ایک مخمور نظر آتا تھا۔ قاری فضل الرحمن صاحب پانی پتی کلام پاک کا رکوع پڑھتے تھے اور احیاناً عربی کا کوئی قصیدہ بھی پڑھتے تھے سالہا سال آپ کا یہ معمول رہا۔

مخلصین نے آپ سے کہا اگر اس مبارک محفل میں عام اجازت ہو اور اس کا اعلان کر دیا جائے تو خلق خدا کو فائدہ پہنچے گا اور بہ کثرت مرد و زن آ کر مستفید ہوں گے۔ آپ نے بہ خوشی اس کی اجازت دی اور ماہ مبارک میلاد مکرم کی گیارہ تاریخ ختم کر کے بارہ کی شب کو عشار کے بعد یہ مبارک محفل منعقد ہوتی تھی۔

اس عاجز نے یہ دیکھا کہ آپ نے اپنی دو صاحبزادیوں اور بڑے صاحبزادے کی شادیاں کیں۔ لیکن جو شغف جو شوق اور محبّت اس مبارک محفل سے آپ کو تھی اس کا دسواں بھی شادیوں میں نہیں تھا۔ دن کے دس بجے سیّد امجد علی شاہ اور ایک دوسرے شخص میرٹھ سے آئے۔ آپ اپنے مکان میں تھے۔ ماہ مبارک کی آٹھ نو تاریخ تھی۔ ان دونوں کو اپنے مکان میں بلایا اور دورانِ گفتگو میں آپ نے فرمایا۔ اس مبارک مہینہ کی پہلی تاریخ سے انوار و برکات کا نزول شروع ہو جاتا ہے۔ اور ہم کو کسی بات کا خیال نہیں رہتا۔

میلاد مبارک کے سلسلہ میں آپ نے ایک مرتبہ فرمایا "بعض علمار کے نزدیک شب قدر سے شب ولادتِ باسعادت بہتر ہے"۔ یہ بات محمود علی نے آپ سے سُنی اور انھوں نے مولوی اسحاق سے جا کر کہی جو کہ مولوی نذیر حسین کے شاگرد تھے اور معقولی تھے۔ قیام کو جہ

چیلان میں تھا۔ مولوی صاحب نے کہا حضرت صاحب عاشقِ رسول ہیں۔ میں اُن کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتا۔

سنہ ۱۳۴۶ھ میں ایک جواں سال مولوی صاحب کو مولوی بخش اللہ حضرت برادرِ کلاں کے پاس لائے اور بیعت کرایا۔ ان کا واقعہ اس طرح پر ہے۔ جو کہ انھوں نے بیان کیا۔

سنہ ۱۳۴۱ھ میں خانقاہ شریف کے دروازہ پر آ کر میں کھڑا ہوا۔ خانقاہ شریف میں آرائشِ محفل میلاد شریف میں لوگ مصروف تھے۔ میں نے اپنے دل میں کہا یہ کیا بدعت اور اسرافِ بیجا ہے۔ اسی دوران میں حضور انور اندر سے باہر تشریف لائے اور مجھ کو سُنانے کے لئے کام کرنے والوں سے فرمایا۔ آج کل غفلت اور بے دینی کا غلبہ ہے لوگوں کے شوق بڑھانے کے واسطے یہ سب کیا جا رہا ہے اور مقصد اظہار خوشی بھی ہے۔ لوگ دنیوی تقریبوں میں کس طرح سے اظہار خوشی کرتے ہیں۔ اگر ہم جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے یومِ ولادت پر اظہارِ خوشی کے لئے یہ آرائش وغیرہ کریں تو کیا ہرج ہے۔ یہ سُن کر میرے دل میں دوسرا اعتراض وارد ہوا۔ دوسرے اعتراض کے وارد ہوتے ہی آپ نے فرمایا "جن لوگوں کے دلوں میں سختی ہے اللہ ان کو نیک توفیق دے۔" یہ فرما کر آپ اندر تشریف لے گئے۔

آپ نے اگرچہ مجھ سے کوئی بات نہیں کی لیکن میں سمجھ گیا کہ آپ نے یہ سب کچھ مجھ سے کہا ہے۔ میں وہاں سے روانہ ہوا اور میں مخبوط الحواس ہو گیا۔ میرے والدین نے علماء و صلحاء سے مشورہ کیا اور ان کو معلوم ہوا کہ کسی بزرگ کی شان میں بے ادبی ہوئی ہے۔ یہ اس کا اثر ہے۔ چنانچہ میرے والدین مجھ کو اجمیر شریف لے گئے اور وہاں حضرت خواجہ کے مزار کے سامنے مجھ کو ڈال دیا۔ میں وہاں چالیس دن تک رہا۔ میرے احوال کچھ درست ہوئے اور پھر مجھ سے واقعہ دریافت کیا گیا۔ میں نے ساری بات ان کو بتا دی۔ پھر انھوں نے علماء و صلحاء سے مشورہ کیا اور انھوں نے بتایا کہ جس بزرگ سے بے ادبی کی ہے اُن سے جا کر مرید ہو جائیں۔ جب معلوم ہوا کہ وہ رحلت فرما چکے ہیں تو علماء و صلحاء نے کہا کہ اُن کے جانشین سے جا کر بیعت ہوں۔

میں نے جناب مفتی کفایت اللہ کو دلی خط لکھا اور اُن سے دریافت کیا کہ حضرت

کے جانشین کون ہیں اور اُن کا قیام آج کل کہاں ہے۔ تو انھوں نے لکھا کہ اُن کے جانشین ان کے بڑے صاحبزادہ حضرت بلال صاحب ہیں اور وہ آج کل خانقاہ شریف میں ہیں۔ اس شخص نے مفتی صاحب کا خط بھی دکھایا۔

یہ عاجز کہتا ہے۔ جو شخص میلاد شریف نہیں کرتا تھا۔ یا اس مبارک محفل میں شریک نہیں ہوتا تھا۔ آپ کو اس سے کبھی کوئی شکایت نہیں ہوئی۔ ایسے افراد بہ کثرت آپ کے پاس آتے تھے اور آپ اُن سے بہ محبت ملتے تھے۔ البتہ آپ کو اُن لوگوں سے نفرت تھی جو محفل مبارک کے انعقاد کو بُرا کہتے تھے۔ آپ ان لوگوں کو "بدعقیدہ" فرماتے تھے۔ اور ایسے افراد سے آپ نہیں ملتے تھے۔

آپ فرماتے تھے کہ سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃٌ لِلعالمین ہیں۔ آپ کی ولادت شریف مَصدرِ جمیع خیرات و حسنات ہے۔ اللہ فرماتا ہے۔ قُل بِفَضلِ اللّٰہِ وَ رَحمَتِہٖ فَبِذٰلِکَ فَلیَفرَحُوا۔ یعنی اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے خوش ہونا چاہیئے۔ خوشی کے اظہار کا جو طریقہ مروج ہو اس طریقہ کو اختیار کیا جائے بہ شرطیکہ وہ ناجائز نہ ہو۔

آپ فرماتے تھے کہ حدیث شریف "لا یومن احدکم حتیٰ اکونَ اَحَبَّ الیہ مِن وَّالِدِہٖ وَ وَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجمعین" آپ کی محبت سب کی محبت سے بیشتر ہونی لازم ہے۔ اپنے باپ بیٹے کے ساتھ اظہارِ محبّت کا جو طریقہ مسلمانوں میں رائج ہو۔ آپ کی ولادت شریف میں اس سے زیادہ کیا جائے۔

آپ نے جو کچھ فرمایا۔ اس پر عمل کیا۔ اور اہلِ دنیا کو بتا دیا۔ کہ حضرت رحمۃ للعالمین سید الانبیاء والمرسلین کی ولادت باسعادت کی خوشی کا اظہار کس طرح کرنا چاہیئے اور محفل شریف کے کیا آداب ہیں۔

آرائش

پھول پتوں کا ایک عمدہ دروازہ جیلی قبر پہ بنوایا جاتا تھا اور دوسرا دروازہ خانقاہ شریف کے دروازہ کے باہر اور ان دونوں دروازوں کے مابین خوبصورت جھنڈلوں کا جال۔ خانقاہ شریف کے اندر، کھلے حصہ میں بلّیوں کا جال۔ ایک بلّی دوسری بلّی سے چھ فٹ سے کچھ کم فاصلہ پر رہتی تھی۔ بلّیوں پر رنگین

کپڑا لپیٹا جاتا تھا۔ ایک پر سُرخ۔ ایک پر سبز۔ اور پھر ان پر عمدہ ٹھکا۔ سبز پر سنہری اور سُرخ پر روپہلی۔ اور بلیوں میں نہایت عمدہ قیمتی بلوری جھاڑ آویزاں ہوتے تھے۔ ہر جھاڑ میں عمدہ موم کی بتیاں۔ چھوٹے بڑے تقریباً پچاس جھاڑ ہوتے تھے۔ اور ان کے مابین رنگ برنگ کے عمدہ قمقمے۔ اور دیواروں پر نہایت سلیقے سے عمدہ پھول پتے آویزاں ہوتے تھے۔ گیارہ ماہ مبارک کی صبح سے تقریباً آٹھ مالی اس کام کو شام تک بہ انجام پہنچاتے تھے۔ دلی کے حافظ عبدالحکیم۔ حافظ غلام محمد۔ حکیم محمد شفیع۔ حافظ سلطان۔ منشی حسین علی۔ شیخ عبدالباری جوہری (نو مسلم) مولوی بدر الاسلام۔ مولوی بخش اللہ۔ عبدالرحیم مستری محمد شفیع مستری۔ محمد رفیع۔ انیس الرحمٰن عمر الہی۔ نواب عبدالستار۔ حافظ محمد اسحاق رانی کھیت والے اور پھر ان کے پسر شیخ محمد الیاس۔ فضل حق۔ اور میرٹھ کے حافظ حفیظ الدین حافظ اشفاق الہی۔ حافظ سعید الہی۔ بصیر الدین۔ محمد یاسین۔ حاجی عبدالکریم۔ شیخ علیم الدین۔ رفیق الہی۔ سید امجد علی شاہ۔ سید معظم علی شاہ۔ بلند شہر کے فرخ علی شاہ۔ خورجہ کے چودھری مولیٰ داد خاں، رہتک کے حاجی تاج الدین۔ پانی پت کے نواب زادہ فاخر احمد خاں ریواڑی کے وزیر خاں۔ سرسہ کے حاجی فیض اللہ، ہانسی کے شیخ غلام احمد اس کام میں پورا حصہ لیتے تھے۔ بارہ من نہایت عمدہ موتی چور کے لڈو حاجی شہاب الدین اور ان کے بیٹے عبدالغفور اور شمس الدین کی نگرانی میں بنوائے جاتے تھے۔ ایک سیر کے سولہ لڈو ہوتے تھے۔ ایک من کے ۶۴۰ لڈو ہوئے اور بارہ من کے ۷۶۸۰۔ تاکہ محفل مبارک کے اختتام پر ہر شخص کو از ذکور و اناث دو دو لڈو دیئے جائیں۔ خانقاہ شریف کا صدر دروازہ ذکور کے لئے اور گلی کا دروازہ اُناث کے لئے ہوتا تھا۔ اناث کو شیرینی تقسیم کرنے کے واسطے نہایت معتبر اور نیک افراد کو معتین کیا جاتا تھا۔ میلاد مبارک کا بیان عشاء کے بعد ہوا کرتا تھا اور دوسرے دن دوپہر کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریف کی خوشی میں تقریباً چھ سو (۶۰۰) افراد کو نہایت مکلف کھانا کھلایا جاتا۔ اور میلاد شریف کے بیان کے وسط میں تقریباً پون گھنٹہ کا وقفہ ہوتا تھا۔ اور اس عرصہ میں تمام سامعین و سامعات کو عمدہ شیر چائے کی ڈو ڈو بڑی پیالیاں دی جاتی تھیں۔ مستورات کو چائے تقسیم کرنے کے لئے نساء صالحات کی جماعت مقرر تھی۔ ہر

شخص، کیا مرد، کیا عورت ایسے ذوق و شوق سے یہ خدمت سرانجام دیتا تھا کہ۔ لَا مَزِیْدَ عَلَیْہِ۔ نواب عبدالستار مع چار پانچ رفیقوں کے مٹی پر بیٹھے چائے کی پیالیوں کو دھو رہے تھے۔ ان کی برادری کے کچھ جوان آگئے۔ دیکھ کر بولے "اجی۔ نواب صاحب آپ یہ کیا کر رہے ہیں"۔ انھوں نے نہایت سکون سے فرمایا۔ اور کیا خوب فرمایا۔ "یہاں تو ہم اسی واسطے آتے ہیں اور اسی میں ہماری سعادت ہے"

در بہاراں کے شود سر سبز سنگ — خاک شو تا گل بروید رنگ رنگ

بلّیوں کے جال پر جھاڑ فانوس سے پانچ فٹ بلند عمدہ شامیانے تنے ہوتے تھے اور فرش عمدہ دری اور چاندنی کا ہوتا تھا۔ جو بھی خانقاہ شریف میں داخل ہوتا تھا، آرائش و زیبائش کو دیکھ کر حیرت میں رہ جاتا تھا۔

بعض مفسد سنہ ۱۳۳۹ھ یا سنہ ۱۳۴۰ھ کا واقعہ ہے کہ کسی مفسد نے آپ کو گمنام خط ارسال کیا کہ "ترکِ موالات" کی تحریک میں آپ شریک ہو جائیں ورنہ ہم تمام جھاڑ فانوس کو توڑ دیں گے۔ آپ نے مفسد کی تحریر کو حکیم اجمل خان اور ڈاکٹر انصاری کے پاس بھیجدیا اور یہ پیغام بھی بھیجا "ہم تو سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ شریف کی خوشی کرتے ہیں۔ اگر مفسد لوگ آمادۂ فساد ہیں۔ ہم اجتماعِ عام نہیں کریں گے"۔ حکیم اجمل خاں اور ڈاکٹر انصاری آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انھوں نے کہا۔ آپ عام اجتماع کریں۔ ہم پورا انتظام کریں گے۔ اور ہم دونوں از اوّل تا آخر حاضر رہینگے۔ چنانچہ انھوں نے پورا انتظام کیا اور از اول تا آخر محفل مبارک میں شریک رہے —————— جَزَاھُمَا اللّٰہُ خَیْرًا

محفل مُبارک سنہ ۱۳۴۱ھ

ادب سے یہاں بیٹھو اب سر جھکا کے — فضائل سُنو دل سے خیرالوریٰ کے

یہ محفل ہے میلاد کی تم یہاں سے — خدا کی رضا لے کے جاؤ کما کے

محبّت کا جذبہ کرو دل سے پیدا — رہے چشم تر ذکر میں مصطفیٰ کے

سنو نام نامی کرو نذر تحفے — مزے خوب لے لے کے صلِّ علیٰ کے
یہ آداب اس محفلِ پاک کے ہیں — سنو دل سے غفلت کے پردے ہٹا کے

آپ کے واسطے ایک بڑے تخت پر دوسرا تخت رکھ کر تقریباً ساڑھے تین چار فٹ بلند جگہ بنائی جاتی تھی۔ آپ اس پر بیٹھ کر ذکر شریف بیان فرماتے تھے۔ ہم تینوں بھائی آپ کے تخت کے پاس بیٹھتے تھے اور آپ کے اصحاب نسبت، مُخلصِ یاراں "ہمچو ہالہ گردِ آں ماہِ مُنیر" حلقہ بہ حلقہ بیٹھتے تھے۔ یہ عاجز ۱۳۴۱ھ کے میلاد شریف کا حال لکھتا ہے۔ یہ سال ذکر شریف میلاد اور آپ کی حیاتِ طیبہ کا آخری سال تھا۔

آپ کا تخت مسجد شریف کے صحن کے باہر سمتِ جنوب مزارات شریفہ کے قریب بچھایا گیا تھا، اس طرح پر کہ آپ کی پشت جنوب کی طرف اور روے مبارک شمال کی طرف رہے۔ نومبر ۱۹۲۳ء کی دوسری تاریخ تھی۔ عشا کی نماز سے ساڑھے آٹھ بجے تک فارغ ہوئے اور تقریباً سوا نو بجے آپ تخت پر رونق افروز ہوے۔ دو زانو بہ کمال ادب وخشوع دو چار منٹ آنکھیں بند کر کے بالکل خاموش بیٹھے رہے۔ خانقاہ شریف لوگوں سے بھر گئی تھی بعض حصوں میں لوگ کھڑے تھے۔ پھر آپ نے بسم اللہ پڑھ کر دُرُودِ کبریتِ اَحمر پڑھی۔ جو شخص عربی سے واقف ہے صلَوٰاتِ ماثورہ کے بعد درودِ کبریتِ احمر پر کسی درود کو ترجیح نہیں دے سکتا۔ تقریباً نصف ساعت میں آپ نے از اول تا آخر اس کو پڑھا۔ آپ جسماً وروحاً وقلباً وخیالاً بارگاہِ نبوی علی صاحبہ الصلاۃُ والسلام کی طرف متوجہ تھے۔ اہلِ نسبت پر صاف طور سے انکشاف ہو رہا تھا کہ آپ یہ ہدیۂ صلاۃ وسلام سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کر رہے ہیں۔ اور جن کی چشمِ باطن وَا نہ تھی وہ ٹکٹکی باندھے ہوئے آپ کو دیکھ رہے تھے اور اُن کی زبانوں پر سبحان اللہ بار بار آرہا تھا۔ آپ کے خلیفہ مولوی عبدالعزیز کھلنوی بنگالی اس دوران میں بے اختیار اپنی جگہ پر کھڑے ہو کر نہایت بلند آواز سے بہ صد جذب و دَرد، دونوں ہاتھ آپ کی طرف اُٹھا کر کہتے تھے۔ دیکھو، دیکھو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے حضرت کے پاس آئے ہیں اور یہ کہہ کر اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنے بدن کو بھینچ کر زار و قطار رونے لگتے تھے۔ دوسرے اہلِ نسبت عالَمِ

کیف وسرشاری میں غلطان وپیچاں افتاں وخیزاں آپ کی طرف بڑھتے تھے۔ اس موقع پر آپ خاموش ہو جاتے۔ اور آپ کی بند آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے تھے۔ آپ کے مخلص قدیم، ریواڑھی کے بابو وزیر خان نے مسجد شریف کی بیچ کی محراب میں کھڑے ہو کر یہ شعر پڑھا۔

وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ کا بیان ہوتا ہے ایسے موقع پہ ہمیں ہوش کہاں ہوتا ہے

اور پھر وہ مردِ پیر وجد میں دیر تک جھومتے رہے۔

اشفاق الرحمٰن

درود کبریت احمر کے بعد آپ نے اپنے جدّ امجد کی کتاب "سعید البیان" کے قلمی نسخہ سے احوال مبارکہ پڑھنے شروع کئے۔ وہی احوال مبارکہ ہیں جن کو خلقِ خدا پڑھتی اور سنتی ہے لیکن آپ کے پڑھنے میں وہ کیفیت تھی کہ مرد و زن ہمہ تن گوش بنے بیٹھے تھے۔ خانقاہ شریف کے پاس صوفی اسماعیل رہتے تھے۔ اُن کے ساتھ مولوی اشفاق الرحمٰن بھی اس مبارک محفل میں آگئے۔ مولوی اشفاق الرحمٰن مولوی اشرف علی تھانوی کے خلیفہ تھے۔ مولوی اشفاق الرحمٰن کا بیان ہے۔ کہ میں از ابتدائے محفل تا انتہائے محفل شریک رہا۔ کوئی نیا اور خاص مضمون نہ تھا لیکن مجھ پر اوّل سے آخر تک رقت طاری رہی اور میرا دل اللہ سے لگا رہا۔ میں بعد میں مولوی اشرف علی صاحب کے پاس گیا اور اُن سے یہ کیفیت بیان کی۔ انھوں نے فرمایا "وہ مغلوب الحال ہیں۔"

یہ عاجز کہتا ہے۔ فکر ہر کس بہ قدرِ ہمتِ اُوست۔ ابن ماجہ میں اسماء بنتِ یزید سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا۔ اَلَا اُنَبِّئُکُمْ بِخِیَارِکُمْ قَالُوْا بَلٰی یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ خِیَارُکُمُ الَّذِیْنَ اِذَا رُءُوْا ذُکِرَ اللّٰہُ۔ اللہ کے برگزیدہ بندے وہ ہیں جن کے دیکھنے سے اللہ یاد آئے۔ اور طبرانی کی روایت میں ہے۔ ھُمُ الَّذِیْنَ اِذَا رُءُوْا ذُکِرَ اللّٰہُ۔

ایک اہلِ حدیث کا نذرانۂ عقیدت

دِلّی صدر بازار سے ایک اہلِ حدیث آگئے۔ اُن کا اپنا یہ بیان ہے۔ کہ آپ کی محفل میلاد کا بہت چرچا سنا تھا۔ خیال آیا کہ دیکھوں ہوتا کیا ہے۔ ارادہ یہ تھا کہ تھوڑی دیر بیٹھ کر لوٹ آؤں گا۔ لیکن جب آپ نے درودِ کبریت احمر پڑھا اور پھر احوالِ مبارکہ بیان کئے۔

تو دل لگتا چلا گیا اور میں آخر تک شریک رہا۔ یہ صاحب دیکھنے اور پرکھنے کے لئے آئے تھے لیکن

نذرِ دل اپنا کیا سرکار میں — جو بھی آیا حُسن کے دربار میں
ہر اَدا تیغِ ہلالی ہوگئی — ایسے جوہر ہیں کہاں تلوار میں
داغِ دل داغِ جگر ہیں نو بہ نو — رنگ برنگ کے گُل کھلے گلزار میں
شاید اب بختِ سیہ پھرنے کو ہے — مل گئی جا سایۂ دیوار میں
آفریں اے زید یہ لطفِ سخن — درد ہے پنہاں ترے اشعار میں

یہ سی سالہ جوان اہلِ حدیث نہ صرف محفلِ مبارک اور قیام میں شریک ہوئے بلکہ محفلِ شریف کے اختتام پر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دست بوسی کے بعد ایک سو روپیہ آپ کی خدمت میں یہ عاجزی پیش کیا کہ میلادِ مبارک کے خرچہ میں مجھ کو شریک کرلیں۔ آپ نے وہ رقم قبول فرمائی اور اُن سے کہا کہ صبح کو گیارہ بجے تک آجانا اور میلادِ مبارک کی خوشی کے کھانے میں شریک ہونا۔ چنانچہ وہ صبح کو آئے۔ آپ کی صحبت سے مستفید ہوئے اور کھانا کھا کر رخصت ہوئے۔

مردِ پیر کا بیان

ایک ضعیف العمر نے جو فراش خانہ دِلّی میں رہتے تھے (ان کا نام ذہن سے اُتر گیا ہے) دو تین بار اس عاجز سے یہ بات کہی کہ جس وقت آپ نے وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ۔ کا بیان فرمایا۔ کہ۔ تمہارا رب تم پر ایسی عنایت فرمائیگا۔ کہ تم خوش ہوجاؤگے۔ اور پھر آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی بیان کیا۔ "اگر ایک شخص بھی میری اُمت میں سے دوزخ میں رہے گا میں راضی نہ ہوں گا۔" اس وقت جو کیفیت مجھ پر طاری ہوئی اور دل پہ سے جو پردے اُٹھے۔ میں اس کو بیان نہیں کرسکتا۔ جس وقت ضعیف العمر اپنا یہ بیان عاجز سے بیان کیا کرتے تھے روتے تھے اور انھوں نے یہ بھی کہا کہ میں مولانا احمد سعید کا ترجمہ باقاعدہ سنتا ہوں۔ میں نے ایک دن مولانا سے کہا۔ جناب آپ ترجمہ کرتے ہیں اور آپ کا بیان اچھا ہوتا ہے۔ یہ کیا بات ہے کہ حضرت شاہ صاحب سے وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ کا بیان ایک مرتبہ میں نے سنا ہے اور اس کی لذت و حلاوت آج تک تڑپا رہی ہے۔ اور آپ کے ترجمہ میں یہ بات حاصل نہیں ہوتی۔ میری اس بات کو مولانا نے سن کر فرمایا: "بھئی تم کن کا ذکر کر رہے ہو، کہاں وہ اور کہاں میں۔" بجنبہ

یہی الفاظ ان ضعیف العمر نے کہے ہیں۔ رحمہ اللہ ورحم احمد سعید وغفر لہما۔

قیام میلاد آپ قیام میں عربی کے سولہ اشعار پڑھتے تھے۔ پہلا اور بارہواں شعر درج ذیل ہے۔

وُلِدَ الحَبِیبُ وَمِثْلُہُ لَا یُولَدُ | وُلِدَ الحَبِیبُ وَخَدُّہُ یَتَوَرَّدُ
هٰذَا هُوَ الحُسْنُ الجَمِیلُ المُفْرَدُ | یَاعَاشِقِینَ تَوَلَّهُوْا فِی حُبِّہِ

قیام کے وقت تمام حاضرین و حاضرات کے عمدہ عطر لگایا جاتا اور اس کام کے لئے پہلے سے مخلصین ومخلصات کا انتظام ہوتا تھا۔ عرق پاشوں سے عرق پاشی کی جاتی تھی۔ عود واگر کی خوشبو سونے پر سہاگے کا کام دیتی تھی۔ حافظ عبدالحکیم دہلوی نہایت ذوق وشوق سے درود شریف پڑھتے ہوئے سب سے پہلے آپ کے عطر لگاتے تھے۔ جزاہ اللہ خیرا ورحمہ آپ نے اس سال حضرت برادر کلاں سے بھی میلاد شریف کا کچھ حصہ پڑھوایا۔ گویا اشارۃً آپ نے فرمادیا کہ اب اس کارِ خیر کو یہ انجام دیا کریں گے۔ تقریباً ساڑھے گیارہ بجے سب کو دو دو پیالی چائے دی گئی، رات کے ڈھائی بجے یہ مبارک محفل ختم ہوئی۔ اور لوگوں کو شیرینی تقسیم ہونی شروع ہوئی۔ صدر دروازہ پر ذکور کو اور گلی کے دروازہ پر اناث کو۔ آپ تقریباً چھ گھنٹے بہ یک انداز و بہ یک کیفیت دوزانو بیٹھے رہے۔ اب محفل تمام ہونے پر آپ نے گاؤ تکیہ سے کمر لگا کر پائے مبارک پھیلا دیئے۔ مخلصین پاک نہاد آپ کو دبانے لگے۔ چند افراد نے اس عاجز سے کہا کہ آپ کے مبارک بدن کو ہاتھ لگاتے ہی ہم نے ایک برقی لہر اپنے بدن میں دوڑتی ہوئی محسوس کی اور ہمارے لطائف مبارکہ از خود بہ اسمِ پاک اللہ گویا ہوئے۔

بہ ذکرِ خداوند رَطْبُ اللِّسَان | ہوا خود بہ خود تن کا ہر ہر رواں
تری ذات ہے وحدہٗ لا شریک | ہر اک ذرہ کہتا تھا رَبَّ الْمَلِیْک

اختتام محفل مبارک تھوڑی دیر کے بعد آپ چارزانو بیٹھے۔ ایک پان کھایا اور خصوصی محفل کا آغاز ہوا۔ کوئی عربی کے اشعار سناتا تھا۔ کوئی حضرت جامیؒ یا کسی اور بزرگ کی نعتیہ غزل پڑھتا تھا۔ آپ کے عاشق صادق

شیخ غلام احمد ہانسوی فارسی قصیدہ کہہ کر لائے تھے۔ انھوں نے وہ قصیدہ بہ کمالِ عقیدت پیش کیا۔ خود بھی آہ و بُکا میں مصروف رہے اور اپنے برادرانِ طریقت کو بھی اپنا شاملِ حال بنایا۔ اس طرح قند مکرر کا دَور فجر تک چلتا رہا۔ صرف مذکور ہی اس فیض سے مستفید نہیں ہو رہے تھے۔ بلکہ قانات کے پیچھے قانتات تائبات عابدات کی جماعت بھی فیض و برکت سے دامنِ مراد بھر رہی تھی۔

عوام پر اثر

جب آپ میلادِ شریف پڑھا کرتے تھے اہلِ نسبت اور اصحاب باطن پر عجیب و غریب کشوفات ہوتے تھے۔ جو اہلِ بصیرت کے لئے محلِ استعجاب نہ تھے۔ جیسے مولوی عبدالعزیز کھلنوی بنگالی بے اختیاری کے عالم میں کھڑے ہوجاتے تھے۔ اور خوب بلند آوازے بے قراری کے ساتھ اپنے کشوفات کا اظہار کرتے تھے۔ اور آپ اس وقت خاموش ہوجاتے تھے۔ البتہ اُن افراد کا بیان محلِ استعجاب ہوتا تھا جن کو امورِ باطنی سے لگاؤ نہ تھا اور وہ بہ چشمِ سر بعض عجائباتِ عالمِ ملکوت دیکھنے کا اظہار کرتے تھے۔ اس قسم کے چند افراد نے بیان کیا کہ جب آپ نے معراج شریف میں حضرت رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چوتھے آسمان پر تشریف لے جانے کا بیان فرماتے ہوئے اپنے دائیں ہاتھ کو اُٹھا کر آسمان کی طرف اشارہ کیا تو ہماری نظریں بھی اوپر کو اُٹھ گئیں اور ہم نے اپنی آنکھوں سے وہ عجائبات دیکھے کہ ہم اُن کا بیان نہیں کرسکتے۔ اس قسم کے واقعات ہر سال اس مبارک محفل میں عوام کو پیش آتے رہتے تھے۔ گویا ان سعادت مند افراد پر۔ سَنُرِیْھِمْ اٰیٰتِنَا فِی الْاٰفَاقِ کا اظہار ہوتا تھا یعنی ہم ان کو اپنی نشانیاں عنقریب آفاق میں دکھائیں گے۔ ھَنِیْئًا لَّھُمْ ثُمَّ ھَنِیْئًا لَّھُمْ۔

میلادِ شریف کے مخالف اور اس کو۔ کُلُّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٌ۔ کہنے والے افراد جیسے مولوی اشفاق الرحمٰن اور صدر بازار دہلی کے اہلِ حدیث جو اچانک آزمائش کے لئے اس مبارک محفل میں آگئے تھے اور یہی کہتے ہوئے گئے کہ بڑی بابرکت محفل تھی تو پھر نیک دل افراد پر اگر بعض حقائق کا اظہار ہو تو اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں۔

گر مسِ کند سوئے ہلالی عجبے نیست ۔۔۔ شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدا را۔

آواز کا حاضرین تک پہنچنا

جائے تعجب یہ ہے کہ تقریباً چار ہزار کے عظیم مجمع میں آپ کی آواز سب کو سنائی دیتی تھی بلکہ خانقاہ شریف کے صدر دروازہ کے سامنے شائقین کا جمگھٹ رہتا تھا اور وہ بھی آپ کی مبارک آواز سنتے تھے۔ اس عاجز کو بارہا اس پر تعجب ہوتا تھا۔ سال گزشتہ طبقات ابن سعد کا خلاصہ۔ التَّبقَاتُ مِنَ الطَّبقَاتِ۔ لکھ رہا تھا۔ جلد ثانی کے صفحہ ۱۸۵ ایسی حدیث شریف نظر آئی :۔ عن عبد الرحمن بن معاذ التیمی وکان من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال خطبنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ونحن بمنی قال ففتحت اسماعنا حتیٰ ان کنا لنسمع ما یقول ونحن فی منازلنا۔ قال فطفق یعلمھم مناسکھم حتی بلغ الجمار۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ میں خطبہ پڑھا اور ہمکو مسائل کی تعلیم دی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمارے کانوں کو کھول دیا اور ہم اپنے جھونپڑوں اور قیام گاہوں میں آپ کی مبارک آواز سنتے تھے۔ اس مبارک روایت سے یہ حقیقت واضح ہوئی کہ خوانِ نعمتہائے نبویہ علی صاحبہا الصلاۃ والتحیۃ سے آپ کے غلاموں اور پروردوں کو پروردگار کچھ نصیبہ دیتا ہے۔ جس کا ذکر حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ جا بجا اپنے مکاتیب شریفہ میں کر رہے ہیں۔ چونکہ آپ بھی از نعومت اظفار تا انتقال بہ دار القرار اسی جذبہ میں سرشار تھے۔ پروردگار عالم عمّ احسانہ نے آپ کو بھی نعمتہائے خوان نبویہ سے نوازا تھا۔ علی صاحبہ الفُ الفِ صلاۃٍ وتحیۃٍ۔

ایک مخلص کے مدحیہ اشعار

دہلی کو جائے طالب مولیٰ جو جا سکے
ہے اُس جگہ وہ شخص جو حق سے ملا سکے

بے حد بزرگیاں ہیں اُس عالی جناب میں
کیا کوئی اُن کے لکھنے کو خامہ اُٹھا سکے

سینوں کو تو نے نور سے لبریز کر دیا
ابرِ بہار کب تیری بخشش کو پا سکے

پہنچی تجھے ولایتِ عُلیا وِراثتہً
کب فہم میں کوئی تیری عظمت کو لا سکے

کالشمسِ فی النّہار ترا فضل ہے عیاں
کس طرح کوئی تیرا یہ رتبہ چھپا سکے

قہر و عتاب میں ترے رحمت ہے مستتر
یہ نکتہ کب خیال میں ناقص کے آ سکے

روشن جہاں میں نام ہے اس خانقاہ کا | محروم جو یہاں ہو، کہاں پھر وہ جاسکے
در ہے تمہارا در، کوئی اس کے بغیر آج | ممکن نہیں کہ منزلِ مقصود پاسکے
ممدوح میرے خیر سے زندہ رہیں مدام | اور اُن سے اپنے کام زمانہ بناسکے

یہ پاکیزہ اشعار مبارک احتفال کے بعد کسی مخلص نے پڑھ کر سنائے تھے۔ اور وہ پرچہ بھی دے گئے تھے جس پر یہ اشعار لکھے تھے۔ وہ پرچہ تو اس عاجز کے سامنے ہے لیکن پیش کنندہ نے اپنا نام نہیں لکھا، اس لئے ان کا نام نہیں لکھا گیا۔ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَيًّا كَانَ وَغَفَرَ لَهُ وَحَشَرَهُ مَعَ عِبَادِهِ الصَّالِحِيْنَ۔

میلاد مبارک کے سلسلہ میں آپ کی ایک مردِ ولی، شیفتۂ کلام نبوی، دلدادۂ سنّتِ مصطفوی سے گفتگو اور بعض دوسرے افراد کے سوالات اور آپ کے ارشادات کا بیان اِن شاء اللہ آپ کے ملفوظات و تحریرات میں آئے گا۔

یہ مبارک پُر از انوار محفل شب جمعہ میں منعقد ہوئی۔ جمعہ ۱۲ ماہ میلاد ۱۳۴۱ھ مطابق ۳ نومبر ۱۹۲۲ء دن کے دس بجے آپ باہر تشریف لائے، آپ کے مبارک چہرے پر عجیب برکات و انوار کے آثار پائے جا رہے تھے، دلّی اور بیرونِ دلّی کے آئے ہوئے تمام مخلصین اور شہر کے عمائدین کا اجتماع تھا۔ دن کے بارہ بجے تک اُن کے ساتھ مصروفِ کلام رہے۔ آپ کی شگفتگی سے سب کے چہرے کھل گئے تھے، آپ نے سب کو عمدہ بریانی اور زردہ کھلایا۔ خود ایک طرف رونق افروز رہے، اور کام کرنے والے مخلصین ذوق و شوق سے کام کرتے رہے۔ ہر ایک اتنی خوشی سے کام کر رہا تھا گویا کہ یہ اُن کی اپنی خوشی تھی، افسوس صد افسوس کہ پندرھویں جمعہ کو اس وقت آپ کا جنازہ یہ لوگ باچشمِ گریاں و دلِ بریاں اٹھائے ہوئے جامع مسجد کی طرف جا رہے تھے۔ آپ شہیدی کا یہ شعر کبھی پڑھا کرتے تھے۔

تمنا ہے درختوں پر ترے روضہ کے جا بیٹھوں | قفس جس وقت ٹوٹے طائرِ روحِ مقیّد کا

اللہ نے اپنے فضل و کرم سے آپ کی تمنا پوری کی ہوگی۔ وہ پاکیزہ نفوس جو آپ کے گرد جمع تھے ایک ایک کر کے آپ سے جا ملے اور یہ عاجزِ دلفگار اُن کا ذکر کر کے اپنے قلبِ حزیں کو بہلا رہا ہے۔ ؎

وے صورتیں الٰہی کس ملک بستیاں ہیں ‌ ‌ ‌ ‌ اب جن کے دیکھنے کو آنکھیں ترستیاں ہیں

هُمْ سَلَفُنَا وَ نَحْنُ بِالْأَثَرِ يَرْحَمُ اللّٰهُ الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنَّا وَالْمُسْتَأْخِرِيْنَ۔

فاتحہ و عرس

بزرگانِ دین اور حضراتِ صحابہ کی فاتحہ آپ کرتے تھے۔ البتہ یہ بات نہیں تھی کہ اگر کسی سال کسی بزرگ کی فاتحہ کرلی تو سال آئندہ بھی ضرور کریں۔ آپ نے حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسین، حضرت امام ربانی حضرت سید نور محمد بدایونی، حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں، حضرت شاہ غلام علی، حضرت شاہ ابوسعید، حضرت شاہ احمد سعید، والد ماجد حضرت شاہ محمد عمر اور حضرت والدہ ماجدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ اور ان حضرات کے علاوہ دیگر حضرات کی بھی فاتحہ کی ہے۔ فاتحہ اُسی تاریخ میں ہوتی جس تاریخ میں اُن بزرگ کی وفات ہوئی۔ البتہ آپ اپنے حضرت والد اور حضرت والدہ اور دس محرم کی فاتحہ اکثر کرتے تھے۔ شاید کبھی ناغہ ہوئی ہو۔ پیرانِ طریقت کی فاتحہ جب آپ کرتے تھے اور دِلّی میں ہوتے تھے تو پنج آیت و شجرہ اور درود تاج بھی پڑھا جاتا تھا۔ آپ سنتے تھے۔ منع نہیں فرماتے تھے۔ اور کوئٹہ میں نہ قرآن مجید کا ختم نہ پنج آیت اور نہ درود تاج۔ افغانستان کی طرف دعا کا طریقہ مروج ہے لہٰذا وہاں دعا کی جاتی تھی۔

عاشورا

دسویں محرم کو آپ پر کآبت اور رنج کے آثار ظاہر ہوتے تھے۔ کوئٹہ میں آپ کے گھر کے پاس ارباب جان محمد ہزارہ کا گھر تھا۔ ہزارہ قوم کی ناک چپٹی ہوتی ہے یہ فارسی بولتے ہیں اور ساری قوم کٹر شیعہ ہے۔ حضراتِ شیخین اور جمیع صحابۂ کرام کو گالی دینی اور بُرا کہنا ان کے نزدیک بہت نیک عمل ہے۔ افغانستان میں گاؤں کے پردھان کو مَلک کہتے ہیں اور ایک برادری کے سرکردہ کو اَرباب۔ ارباب جان محمد جب کبھی آپ کو دیکھتے تھے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوجاتے تھے۔ غالباً ۴۱-۱۳۴۰ھ کا واقعہ ہے کہ دس محرم کو خلاف معمول آپ صرف کرتہ، پاجامہ اور عرق چین میں دن کے دس بجے باہر تشریف لے آئے اور مسجد شریف حضرت بلال کی سیڑھیوں پر جو کہ چکنے پتھر کی بنی ہوئی تھیں۔ بیٹھ گئے۔ آپ کا رخ غرب کی طرف تھا۔ اس وقت بجز دربان کے کوئی نہ تھا۔ یہ عاجز ایک طرف کو کھڑا تھا۔ لوگ تو آپ کی زیارت کو ترستے تھے اب جب انھوں نے دیکھا

کہ "جلوہ مفت است اگر شوقِ تماشا داری" تو آہستہ آہستہ جمع ہوتے گئے اور "شارع پیر ابوالخیر" میں برروے خاک نہایت سکون سے بیٹھتے گئے۔ نہ کسی کو گرد کا خیال تھا، نہ اپنے کپڑوں کا، نہ کوئی السلام علیکم کی صدا بلند کرتا تھا۔ نہ گلا صاف کرتا تھا۔ جو بھی آتا تھا۔ نہایت ادب سے ووزانو سر جھکا کر بیٹھ جاتا تھا۔ آپ فارسی میں گفتگو فرما رہے تھے اور حضرات حسنین رضوان اللہ علیہما کے فضائل بیان فرما رہے تھے اور اپنی آنکھوں سے عقیدت کے موتی اُن پر نچھاور کر رہے تھے۔ اسی دوران میں ارباب جان محمد آ گئے اور آپ کے قریب مٹی پر بیٹھ کر آپ کا مبارک بیان سننے لگے۔ اس عاجز نے دیکھا کہ ارباب جان محمد آپ کے بیان کو سُن کر زار و قطار رو رہا تھا اور کبھی شدت غم سے بل کھا جاتا تھا۔ آپ اپنے احوال میں مستغرق۔ ارباب آہ و بکا میں مصروف۔ اسی کیفیت میں دن کے بارہ بج گئے۔ سب پر دھوپ آگئی تھی۔ آپ نے آخر میں یہ شعر پڑھا۔ ؎

جامی از قافلہ سالار رہِ عشق ترا گر بپرسند کہ آن کیست علی گوے علی

ایک خاص کیفیت

آپ نے یہ شعر ایک خاص جذبہ کے تحت پڑھا۔ اور "علی گوے علی" کا اِعادہ اس وقت تک کیا کہ سانس نے آپ کا ساتھ دیا۔ یہ شعر پڑھ کر ایک کیفیت کے عالم میں خود آپ آگے کو جھک گئے اور تمام حاضرین تڑپ اٹھے۔ کوئی لوٹنے لگا۔ کوئی اللہ کی صدا لگا کر وجد میں آ گیا۔ پانچ سات منٹ کے بعد آپ نے ارباب جان محمد سے فرمایا "ما ذکرِ حضرات خود را بایں طور می کنیم" یعنی ہم اپنے حضرات کا ذکر اس طرح پر کیا کرتے ہیں۔ یہ سُن کر ارباب نے کہا۔ قربانت شوم۔ اور اس نے انتہائی عقیدت سے آپ کے مبارک ہاتھوں کو بوسہ دیا۔ اوروں نے جب یہ صورت دیکھی تو وہ بھی ادب سے ایک ایک کر کے آگے بڑھے اور دست بوسی کی۔ پھر آپ گھر تشریف لے گئے۔ عصر کو تفریح جاتے ہوئے ہم تینوں بھائیوں میں سے کسی نے آپ سے کہا۔ جی حضرت، یہ بیل حبیب اللہ نے لگائی ہے۔ آپ نے بیل کی طرف دیکھا اور خوش ہو کر حبیب اللہ کے واسطے دعا کی۔ آپ احیاناً شیخ شرف الدین ابو عبداللہ محمد بن سعید اللہ لاصی المعروف بہ اَبُوصیری قدس سرہ کے قصیدہ ہمزیہ کے

درج ذیل اشعار پڑھتے تھے۔

قصیدۂ ہمزیہ

مَا رَعیٰ فِیْهِمَا ذِمَامَکَ مَرْؤُ ... سٌ وَقَدْ خَانَ عَهْدَکَ الرُّؤَسَاءُ
اَبْدَلُوا الْوُدَّ وَالْحَفِیْظَةَ فِی الْقُرْ ... بیٰ وَاَبْدَتْ ضِبَابَهَا النَّافِقَاءُ
وَقَسَتْ مِنْهُمْ قُلُوْبٌ عَلیٰ مَنْ ... بَکَتِ الْاَرْضُ فَقْدَهُمْ وَالسَّمَاءُ
فَابْکِهِمْ مَا اسْتَطَعْتَ اِنَّ قَلِیْلاً ... فِیْ عَظِیْمٍ مِنَ الْمُصَابِ الْبُکَاءُ
کُلَّ یَوْمٍ وَکُلَّ اَرْضٍ لِکَرْبِیْ ... مِنْهُمْ کَرْبَلَا وَعَاشُوْرَاءُ
آلَ بَیْتِ النَّبِیِّ اِنَّ فُؤَادِیْ ... لَیْسَ یُسْلِیْهِ عَنْکُمُ التَّاَسَاءُ
غَیْرَ اَنِّیْ فَوَّضْتُ اَمْرِیْ اِلَی اللّٰ...... ہِ وَتَفْوِیْضِیَ الْاُمُوْرَ بَرَاءُ

علامہ البوصیری کے یہ ابیات آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہیں اور خاص کر آخر کے دو شعر تو جواب ہی نہیں رکھتے۔ آپ کا مزار پُرانوار اسکندریہ میں ہے، یہ عاجز اواسط ماہ ربیع الآخر ۱۳۵۰ھ مطابق اواخر اگست ۱۹۳۱ء میں مزار مبارک پر حاضر ہوا تھا۔ مبارک مقام ہے، خلق خدا کا ہجوم رہتا ہے۔ رحمہ اللہ۔

مزاراتِ مبارکہ پر حاضری

اس عاجز کی یاد میں آپ درج ذیل حضرات کے مزاراتِ مقدسہ پر حاضر ہوئے ہیں۔

مشائخ نقشبندیہ میں سے حضرت[1] خواجۂ خواجگان، خواجہ باقی باللہ، حضرت[2] سید السادات سید نور محمد بدایونی، حضرت[3] سعد اللہ، حضرت[4] شاہ گلشن، حضرت[5] شاہ عبد العدل، حضرت[6] شاہ محمد آفاق، حضرت[7] شاہ عبد الرحیم و اولاد مبارک الیشان (مہندیان)، حضرت[8] خواجہ محمد ناصر عندلیب و خواجہ میر درد قدس اللہ اسرارہم۔

اور مشائخ چشتیہ میں سے حضرت[1] قطب الاقطاب قطب الدین بختیار کاکی، حضرت[2] سلطان المشائخ نظام الدین والاولیا، حضرت[3] خواجہ نصیر الدین محمود روشن چراغ دِلّی۔ حضرت[4] سید محمود بجار، حضرت[5] شاہ کلیم اللہ قدس اللہ اسرارہم اور پہاڑی پر حضرت[6]

بندۂ عالم الغیب مشہور بہ پیر غیب قدس سرہ۔

آپ کا طریقہ اور ادب

آپ نہایت ادب سے احاطہ کے باہر جوتی اتار کر، سر جھکا کر، ہاتھ باندھ کر، ہمہ تن متوجہ ہو کر حاضر ہوتے تھے اور سلام مسنون برا موات عرض کرنے کے بعد، اکثر سورۂ یاسین، احیاناً سورۂ تبارک بلند آواز سے تلاوت فرماتے تھے۔ تلاوت کے وقت اپنی چادر سر پر ڈال لیتے تھے۔ اور بعد از تلاوت تھوڑی دیر مراقب رہتے تھے۔ جب آپ فارغ ہو کر اُٹھتے تھے تو چہرۂ مبارک پر ایک نور اور آنکھیں مخمور ہوا کرتی تھیں اور تھوڑی دیر آپ خاموش رہتے تھے۔

حضرت خواجۂ خواجگان کے مزار شریف پر چار پانچ مرتبہ عرس شریف کے موقع پر شب کو حاضری ہوئی۔ حضرت سید السادات و حضرت سعداللہ و حضرت شاہ گلشن کے مزارات پر حاضری کا بیان گزر چکا ہے۔

شاہ عبدالعدل

حضرت شاہ عبدالعدل کا مزار مبارک حضرت خواجۂ خواجگان اور حضرت خواجہ خورد کے مزارات شریفہ کے مابین واقع ہے۔ آپ کے مزار شریف کا تعویذ ایک قطعہ سنگِ سفید کا ہے۔ قبلۂ عالم حضرت خواجہ محمد زبیر کے خلیفہ اور حضرت شاہ عبدالقادر کے پیر و مرشد ہیں۔ آپ یکشنبہ ۲۸ صفر ۱۳۳۵ھ مطابق ۲۴ دسمبر ۱۹۱۶ء کو حضرت کے مزار پُر انوار پر حاضر ہوئے۔ قریب ہی ایک جھاڑی کے تنکے اور کچھ کوڑا تعویذ پر پڑا تھا۔ آپ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے اس کو صاف کیا۔ سورۂ فاتحہ و چہار قل۔ بعدِ سلام پڑھے اور پھر اپنے اور اپنے تینوں بیٹوں کے واسطے آپ سے طالبِ دعا ہوئے۔ آپ نے یہ الفاظ بھی عرض کئے: "میں آپ کے پیر و مرشد کے بھائی کا پوتا ہوں آپ میرے اور میرے بچوں کے واسطے دعائے خیر فرمائیں۔" پھر آپ نے پائنتی کی مٹی پر اپنا ہاتھ پھیرا اور ہاتھ کو اپنے سر اور چہرہ پر ملا۔

حضرت کے مزار شریف سے متصل قبروں کے بننے اور تدفین کی وجہ سے آپ کی قبر کے تعویذ پر مٹی اور سنگ خارا کا ڈھیر لگ گیا تھا۔ اس عاجز نے حضرت سیدی الوالد کے طریقۂ زیارت کو دیکھا تھا۔ اور رفقا میں سے اللہ تعالیٰ کے ایک نیک بندہ نے دن اور تاریخ لکھ کر محفوظ

کرلی تھی۔ بعد میں اس عاجز کو بتائی۔ اس عاجز نے جب آپ کے مزار مبارک کو اس حال میں دیکھا کہ تعویذ چھپ گیا ہے اور اس پر ملبہ پڑا ہوا ہے۔ تو پہلے ملبہ ہٹوایا پھر بندھانیوں سے تعویذ اٹھوایا۔ اور چبوترہ کو اونچا کروا کر حسبِ سابق اس کے مقام پر رکھوایا۔ اور اس کام سے شنبہ ۱۲ ربیع الاول ۱۳۶۶ھ مطابق ۱۵ مارچ ۱۹۴۷ء کو فارغ ہوا۔

سہ بیت مفتخر کا بیان

روز خوش بود و مبارک عہد بود — چوں شنیدم من سہ بیتِ مفتخر[1]
یاد دارم ہر سہ بیتِ بے عدیل — از زبانِ مرشدِ والا گہر
مرحمت فرمود و انشاوش نمود — ہم بیاں کردش بہ الفاظِ غرر
نقش بر لوحِ دلم گشت آں بیاں — بہر یاراں نظم سازم آں درر
نیک دانم از مآلِ ایں سفر — جائے من باشد بہ آخر در حفر
بر سرِ یرے نعشِ من انداختہ — سوئے صحرا می برد چندیں نفر
جسمِ خاکی را نہادہ زیرِ خاک — باز گردد ہر کسش با چشمِ تر
زن بنالد، دخترم گریہ کند — چند آہِ سرد بر آرد پسر
مسکنم جائے شود کانجا ورود — دوستش دارند کمتر از بشر
نے رفیق و نے انیس و نے جلیس — جز نسیمے کاں دمد وقتِ سحر
رفتہ رفتہ جسم گردد خاکِ گور — رفتہ رفتہ گور گردد بے اثر
رفتہ رفتہ محو گردد ایں جہاں — کس نہ ماند جز خدائے بحر و بر

---

[1] کوئٹہ میں حضرت سیدی الوالد قدس سرہ سے یہ تین شعر سنے۔

وَلَقَدْ عَلِمْتُ بِاَنَّ قَصْرِیْ حُفْرَۃٌ — غَبْرَاءُ یَحْمِلُنِیْ اِلَیْھَا شَرْجَعُ
فَبَکَتْ بَنَاتِیْ شَجْوَھُنَّ وَزَوْجَتِیْ — وَالْاَقْرَبُوْنَ اِلَیَّ ثُمَّ تَصَدَّعُوْا
وَتُرِکْتُ فِیْ غَبْرَاءَ یُکْرَہُ وِرْدُھَا — یَسْفِیْ عَلَیَّ الرِّیْحُ حِیْنَ اُوَدَّعُ

حضرت شاہ محمد آفاق مجددی

کا مزار مبارک دِلّی میں قبلۂ عالم حضرت خواجہ محمد زبیر کی مسجد شریف کے عقب میں اُس راستہ پر مغلپورہ میں واقع ہے جو برف خانہ سے روشن آرا باغ کو جا رہا ہے۔ اُس جگہ صاحب زادہ سعید الزبیر از اولادِ قبلۂ عالم خواجہ محمد زبیر آباد تھے۔ حضرت سیدی الوالد احیاناً جمعہ کے دن ظہر کے بعد ہم سب کو لے کر وہاں تشریف لے جاتے تھے۔ آپ اور ہم تینوں بھائی مسجد شریف میں سعید الزبیر صاحب کے پاس بیٹھ جاتے تھے اور حضرت والدہ صاحبہ اور ہمشیرگان اُن کی اہلیہ صاحبہ کے پاس چلی جاتی تھیں۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت شاہ آفاق نہایت صاحب کمال اور قوی النسبہ تھے بڑے حضرت یعنی حضرت شاہ احمد سعید ان کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے اور جب وہ چلم کا کش لے کر، صدائے ھُو کے ساتھ دُھواں منتشر کرتے تھے تو اس وقت حضرت شاہ غلام علی کی توجہ کی کیفیت بڑے حضرت محسوس کرتے تھے۔

آپ کا مزار شریف تکونی زمین پر واقع تھا۔ شرق کی طرف (مسجد شریف کے عقب میں) شمالاً جنوباً دس گز چوڑی زمین ہوگی اور کوئی پندرہ گز کی درازی پر غرب کی طرف صرف دو دیواروں کا اتصالی کونہ تھا۔ مزار شریف پر کوئی عمارت نہ تھی۔ آپ مولانا فضل رحمٰن گنج مراد آبادی کے مرشد تھے اور وہ صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمٰن شروانی کے مرشد تھے یہ عاجز جن دنوں مصر میں تھا مولانا حبیب الرحمٰن نے مزار شریف پر غالباً پانچ گز سے پانچ گز کا ایک کمرہ بنوا دیا تھا (از ۱۳۴۹ھ ۱۹۳۱ء تا ۱۳۵۴ھ ۱۹۳۶ء کے دوران میں)

تخت شریف

مسجد شریف کے عقب کی دیوار سے متصل سنگ باسی کا چھ فٹ لمبا چار فٹ چوڑا اور دو انچ موٹا مسطح ٹکڑا تھا۔ اس پتھر پر قبلۂ عالم حضرت خواجہ محمد زبیر کو غسل دیا گیا تھا۔ اور اس کو حضرت شاہ احمد سعید اور آپ کی مبارک اولاد تخت کہا کرتی تھی چنانچہ حضرت عمۂ محترمہ اور حضرت سیدی الوالد بھی یہی کہتے تھے۔

۱۳۶۶ھ مطابق ۱۹۴۷ء کے مصائب میں سے ایک مصیبت یہ بھی ہے کہ قبلۂ عالم کی مسجد شریف اغیار کا مسکن بنی۔ تخت شریف ضائع ہوا حضرت کے مزار شریف کو توڑ کر دوکان بنالی۔

تَبْکِی الْحَنِیْفِیَّۃُ الْبَیْضَاءُ مِنْ اَسَفٍ — کَمَا بَکَی لِفِرَاقِ الْاِلْفِ هَیْمَانُ
عَلٰی دِیَارٍ مِنَ الْاِسْلَامِ خَالِیَۃٍ — قَدْ اَقْفَرَتْ وَلَهَا بِالْکُفْرِ عُمْرَانُ
حَیْثُ الْمَسَاجِدُ قَدْ صَارَتْ کَنَائِسَ مَا — فِیْهِنَّ اِلَّا نَوَاقِیْسٌ وَصُلْبَانُ
حَتَّی الْمَحَارِیْبُ تَبْکِیْ وَهِیَ جَامِدَۃٌ — حَتَّی الْمَنَابِرُ تَرْثِیْ وَهِیَ عِیْدَانُ

پچیس سال ہو چکے ہیں کہ وہ مسجد شریف دو تین افراد کا مسکن قرار پا گئی ہے۔ البتہ مزار شریف کی واپسی عجیب طریقہ سے ہوئی۔ جو درج ذیل ہے۔

کرامتِ باہرہ

پنجشنبہ یکم محرم ۱۳۸۴ھ مطابق چودہ مئی ۱۹۶۴ء کو مولانا اخلاق حسین دہلوی، اُن کے بھائی حکیم سید حسین اور نگران مساجد (اوقاف کمیٹی) دن کے تین بجے اس عاجز کے پاس آئے اور انھوں نے کہا کہ حضرت شاہ آفاق کے مزار شریف پر اوقاف کا تصرف ہو گیا ہے۔ عبدالغفار صاحب سکریٹری وقف بورڈ کی خواہش ہے کہ آپ کا مزار شریف نمایاں کر دیا جائے۔ لہٰذا آپ ہمارے ساتھ چلیں اور نشان دہی کرا دیں تاکہ سات محرم کو آپ کا عرس شریف کیا جا سکے۔ حضرت کی محبت اور سالہا سال حضرت سیدی الوالد کی رفاقت میں وہاں کی حاضری کی یاد نے مجبور کیا کہ اس شدید گرمی میں ان تینوں افراد کے ساتھ اس مبارک مقام کو فوراً جایا جائے۔ چنانچہ یہ عاجز گیا۔ پہلے مزار شریف پر حاضر ہوتے کا راستہ مسجد شریف کے شمالی حصہ کی طرف سے تھا۔ اب وہ تمام حصص مکانات کی شکل میں تبدیل ہو گئے ہیں اور اب اُس سڑک سے جو برف خانہ سے روشن آرار باغ کو جاتی ہے۔ تین فٹ چوڑا راستہ بنایا ہے۔ یہ عاجز وہاں حاضر ہوا۔ اور آپ کے تعویذ کی جگہ بتائی۔ راج اور مزدور بھی اوقاف والے ساتھ لے گئے تھے۔ انھوں نے اس جگہ کا فرش توڑا۔ اس وقت وہاں کے رہنے والے ہندو اور سکھ بھی آ گئے، وہ بھی اس کام میں مدد کر رہے تھے۔ پانچ چھ انچ زمین کھودی گئی کہ حضرت کی قبر ظاہر ہو گئی۔ توڑنے والے نے صرف تعویذ توڑا تھا اور مٹی ڈال کر فرش بنا لیا تھا۔

یہ عاجز چار شنبہ ۷ محرم ۱۳۸۴ھ مطابق ۲۰ مئی ۱۹۶۴ء کو عرس شریف میں بھی گیا۔ مولانا اخلاق حسین، حکیم سید حسین، مولانا مشرف احمد، برادر طریقت عبدالرحیم مستری،

عبدالغفار وقف بورڈ کے سکریٹری، مولانا محمد میاں فاروقی الہ آبادی اور دس بارہ افراد تھے۔ وہاں کے ہندوؤں اور سکھوں کو جب معلوم ہوا کہ یہ عاجز حضرت کے خاندان میں سے ہے تو بڑی محبت و عقیدت سے پیش آئے اور انھوں نے سب کے سامنے اس عاجز سے یہ حقیقت بیان کی۔

"جس شخص نے قبر کو توڑا تھا وہ بیمار ہوا اور اس کے ہاتھوں میں تکلیف شروع ہوئی۔ اس نے کئی سال علاج کیا لیکن تکلیف میں کچھ کمی نہ ہوئی بلکہ ہاتھوں میں زخم پڑ گئے۔ وہ روتا تھا اور کہتا تھا مجھ پر اس قبر توڑنے کا عذاب آیا ہے۔ اس کے ہاتھ گل کر جھڑ گئے۔ اور وہ مر گیا۔ اب ہم لوگوں نے یہ جگہ خالی کی ہے اور آپ کے سپرد کر دی ہے۔ جو خدمت ہمارے لائق ہو ہم کو بتائیں۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہم پر کوئی تکلیف نہ آئے" صَدَقَ اللّٰہُ مَوْلَانَا الْعَظِیْمُ سَأَصْرِفُ عَنْ آيَاتِيَ الَّذِينَ يَتَكَبَّرُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ، وَإِن يَرَوْا كُلَّ آيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوا بِهَا، وَإِن يَرَوْا سَبِيلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوهُ سَبِيلًا، وَإِن يَرَوْا سَبِيلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوهُ سَبِيلًا ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَكَانُوا عَنْهَا غَافِلِينَ۔

مہندیوں کو جانا

آپ ایک مرتبہ حضراتِ محدثین دہلویہؒ، حضرت شاہ عبدالرحیم، حضرت شاہ ولی اللہ، حضرت شاہ عبدالعزیز، حضرت شاہ رفیع الدین، حضرت شاہ عبدالقادر قدس اللہ اسرارہم کے مزارات شریفہ پر حاضر ہوئے۔ مخلصین میں سے تقریباً پچیس تیس افراد ساتھ تھے ہم تینوں بھائی بھی آپ کے ساتھ تھے مخلصین میں اصحاب نسبت و اجازت و خلافت بھی تھے جیسے حاجی ملا احمد متّا خیل اور مولوی عبدالعزیز کھولنوی بنگالی۔

آواز کا پست رہنا

آپ نے پہلے سلام مسنون بلند آواز سے پڑھا اور پھر بیٹھ کر سورۂ یاسین تلاوت کرنی شروع کی۔ آپ حسب معمول بلند آواز سے تلاوت کر رہے تھے لیکن آواز بلند نہیں ہو رہی تھی بلکہ گھٹی گھٹی تھی۔ آپ نے مخلصین سے فرمایا تم لوگ باہر جاؤ۔ چنانچہ وہ سب مسجد شریف کی شمالی مختصر دیوار کے

عَقب میں بیٹھ گئے ۔ آپ نے پھر تلاوتِ شریفہ شروع کی لیکن آواز پھر بھی بلند نہ ہوئی ۔ آپ نے اس دوران میں سرِ مبارک اُٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا ۔ اور پھر تلاوت میں مصروف ہو گئے ۔ اس وقت کے فیوضات و برکات کا کیا بیان ہو ۔ بھلا احوال ، جامۂ اقوال میں کہاں آسکتے ہیں ۔ احادیثِ نبویہ کی جو خدمت ان پاکیزہ نفوس نے کی ہے اس کی برکت کا ظہور بہ وجہ اَتم ہو رہا تھا ۔ فاتحہ سے جب آپ فارغ ہوئے تو مخلصین سے فرمایا "میں نے تلاوت شروع کی اور میری آواز بلند نہیں ہو رہی تھی ۔ مجھ کو خیال آیا ، کہ شاید یہ تم لوگوں کی کدورت کا اثر ہے ۔ اس لئے تم کو وہاں سے ہٹایا ۔ تم لوگوں کے جانے پر بھی آواز بلند نہ ہوئی ۔ تو میں نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی اور دیکھا کہ ملائکۂ کرام از بالائے سر تا آسمان تمام فضا کو گھیرے ہوئے ہیں ۔ اور اُن کے دباؤ کی وجہ سے آواز بلند نہیں ہو رہی ہے ۔ یہ فرشتے از جماعتِ سکینہ ہیں

حضرتِ اُسید کا واقعہ

یہ عاجز جب آپ کی آواز بلند نہ ہونے کے واقعہ کو اور آپ کے ارشادِ گرامی کو یاد کرتا ہے تو صحیحین کی یہ حدیث شریف یاد آجاتی ہے :- "عن ابی سعید الخدری ان اُسَید بن حُضَیر قال بینما ھو یقرأ من اللّیلِ سورۃَ البقرۃِ وفرسُہ مربوطۃٌ عندہٗ اِذ جالتِ الفرس فسکتَ فسکَنَت ، فقرأ فجالَت ، فسکَتَ فسکَنَت ، ثمّ قرأ فجالَتِ الفرسُ ، فانصرفَ وکانَ ابنہٗ یحییٰ قریبًا منھا فاَشفقَ اَن تُصیبَہٗ ولمّا اَخّرہٗ رفعَ راسَہٗ الی السّماءِ فاذا مثلُ الظُّلّۃ فیھا امثالُ المصابیح فلمّا اَصبحَ حدّثَ النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقال اقرأ یا ابن حضیر اقرأ یا ابن حضیر ، قال فاشفقت یارسول اللّٰہ ان تطأ یحیٰی وکان منھا قریبًا فانصرفتُ الیہ ورفعتُ راسی الی السماء فاذا مثل الظلۃ فیھا امثال المصابیح فخرجت حتی لا اَراھا قال وتدری ما ذاک ، قال لا ، قال تلک الملائکۃ اَتت لِصوتِکَ ولو قرأتَ لاصبحت ینظر الناس الیھا لا تتوارٰی منھم ۔ اھ ۔ اللفظ للبخاری کما فی المشکات ۔ یعنی ۔ ابو سعید خدری روایت کرتے ہیں کہ ایک رات اُسید بن حُضَیر سورۂ بقرہ تلاوت کر رہے تھے اور اُن کی گھوڑی اُن کے پاس بندھی ہوئی تھی اچانک وہ پائے کوبی کرنے لگی ۔ اُسید خاموش ہو گئے اور گھوڑی

بھی ساکن ہوگئی۔ انھوں نے پھر تلاوت شروع کی اور گھوڑی پھر بلائے کوبی کرنے لگی۔ وہ پھر خاموش ہو گئے اور گھوڑی بھی ساکن ہو گئی۔ انھوں نے پھر تلاوت شروع کی۔ اور گھوڑی پھر پائے کوبی کرنے لگی۔ انھوں نے قرارت بند کی، ان کا بچہ یحییٰ گھوڑی کے قریب تھا ان کو کھٹکا ہوا کہیں گھوڑی کے لات چلانے سے بچے کو آزار نہ پہنچ جائے۔ لہذا انھوں نے بچے کو وہاں سے ہٹایا اور پھر آسمان کی طرف سر اٹھا کر دیکھا۔ اُن کو ایک شے سایبان کی طرح نظر آئی اور اس میں چراغ کی طرح روشنیاں تھیں۔ جب صبح ہوئی اُسَید نے یہ واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا۔ آپ نے سنکر فرمایا۔ اے حضیر کے بیٹے پڑھ، اے حضیر کے بیٹے پڑھ (یعنی پڑھتے رہتے) اُسَید نے عرض کی۔ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھ کو کھٹکا ہوا کہ کہیں (میرے بچے) یحییٰ کو آزار نہ پہنچ جائے کیونکہ وہ گھوڑی کے قریب تھا۔ میں یحییٰ کی طرف متوجہ ہوا، اور میں نے آسمان کی طرف دیکھا تو مجھ کو سایبان جیسی ایک شے نظر آئی۔ اور اس میں روشنیاں چراغ کی طرح تھیں۔ یہ دیکھ کر میں اپنے گھر سے نکل گیا۔ تاکہ مجھ کو وہ نظر نہ آئے۔ آپ نے فرمایا، جانتے بھی ہو کہ وہ کیا تھا۔ میں نے نفی میں جواب دیا۔ آپ نے فرمایا۔ وہ تو ملائکہ تھے اور تمہاری تلاوت کرنے کی آواز پر آئے تھے۔ اگر تم تلاوت کرتے رہتے تو صبح کو اُن کی طرف لوگوں کو دیکھتا ہوا پاتے۔"

فتح اللہ کی قبر

یہ واقعہ مغرب کی نماز کے بعد کا ہے۔ جب آپ وہاں سے روانہ ہونے لگے۔ اس عاجز نے آپ سے کہا۔ جی حضرت، وہ قبر فتح اللہ کی ہے۔ (فتح اللہ کا بیان ان شاء اللہ مخلصین پاک نہاد کے ذکر میں آئے گا) آپ نے نظریں اُٹھا کر فتح اللہ کی قبر کی طرف دیکھا۔ اس وقت حاضرین میں سے اکثر افراد نے بہ چشم ظاہر دیکھا کہ آپ کی مبارک آنکھوں سے فتح اللہ کی تربت تک روشنی کی دو لہریں دوڑ رہی ہیں۔ بعض افراد اس کیفیت کو دیکھ کر نعرۂ اللہ اکبر لگا کر گر پڑے۔

گلستاں میں جا کر ہر اک گُل کو دیکھا — نہ تیری سی رنگت نہ تیری سی بُو ہے
نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے — یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے

حضرات عندلیب و درد

آپ ایک مرتبہ خواجہ ناصر عندلیب اور خواجہ میر درد

کے مزارات شریفہ پر حاضر ہوئے۔ آپ نے کھڑے کھڑے مختصر فاتحہ پڑھی اور روانہ ہو گئے۔ تھوڑی دور آپ آئے تھے کہ چند اونٹوں کی قطار جا رہی تھی۔ آپ کھڑے ہو کر اونٹوں کو دیکھنے لگے۔ ایک بچہ شتر آپ کو دیکھ کر آواز نکالتا اور چھلانگیں لگاتا ہوا آپ کے پاس آیا۔ آپ نے واہ وا، واہ وا فرمایا اور اپنا مبارک ہاتھ اس کی طرف بڑھا دیا، وہ شتر بچہ آپ کے مبارک ہاتھ پر اپنا منہ اور سر ملنے لگا۔ آپ نے یہ شعر پڑھا۔

ناقہ جب بھاگا تو بھاگا نجد سے قبلہ کی سمت　　دُم کے پیچھے قیس تھا آگے خدا کا نام تھا

اس وقت آپ کا تبسّم فرمانا اور مَسَرّت سے آپ کے مبارک چہرہ کا شگفتہ ہو جانا، اور یہ شعر پڑھنا پھر بچۂ شتر پر محبت سے ہاتھ پھیرنا عجیب کیفیات کا حامل تھا۔ مخلصین کی جماعت متحیّر تھی۔ مرد پاک نفس حاجی مُلّا احمد خان رحمہ اللہ ضبط نہ کر سکے اور سبحان اللہ کہتے ہوئے وجد میں آ گئے۔

کسانے کہ یزداں پرستی کنند　　بہ آواز دولاب مستی کنند

حضرت قطب الاقطاب آپ ۳۶-۱۳۳۵ھ میں ہر جمعہ کو مہرولی جاتے تھے۔ حکیم محمد شفیع معالج چشم ساکن پہاڑ گنج ساتھ ہوا کرتے تھے، راستہ میں صفدر جنگ پر کچھ توقف فرماتے اور چہل قدمی کرتے۔ آپ نے ایک مرتبہ وہ جگہ بتائی جہاں آپ ۱۸۵۷ء میں کھڑے تھے اور انگریز نے آپ کی کمر سے اپنی چھڑی چھوائی تھی۔ اور وہاں سے آپ مہرولی تشریف لے جاتے۔ آپ درگاہ شریف کے غربی شاہی دروازہ پر بگھی سے اُترتے۔ دروازہ کے باہر جوتی اتار کر، سر جھکا کر، دست بستہ نہایت ادب کے ساتھ مسجد شریف جاتے۔ مسجد شریف کے امام صاحب آپ سے بیعت تھے، ان کے اور باقی صاحبزادگان کے کہنے سے جمعہ کی امامت آپ فرماتے تھے۔ نماز کے بعد مزار پُر انوار پر حاضر ہوتے۔ مزار شریف سے جہت غرب مائل بہ جنوب کھڑے ہو کر سلام عرض کرتے اور پھر مزار شریف کی طرف متوجہ ہو کر دو زانو بیٹھ کر، اپنے سر اور چہرے پر کپڑا ڈال کر بلند آواز سے سورۂ یاسین تلاوت کرتے۔ احیاناً ذوق و شوق کی حالت میں ترجمہ بھی بیان فرماتے، دلّی کے پاک باطن افراد کو آپ کے مہرولی جانے کا علم ہوا،

اور وہ بھی کافی تعداد میں پہنچنے لگے، لوگوں کی اتنی کثرت ہونے لگی تھی کہ مزار شریف کا احاطہ اور وہ گلی جو مسجد شریف اور مزار شریف کے احاطہ کے مابین واقع ہے لوگوں سے بھر جاتی تھی۔ فاتحہ سے فارغ ہو کر آپ قطب لاٹھ تشریف لے جاتے اور وہاں چمن میں ہم تینوں بھائیوں کے ساتھ کھانا تناول فرماتے اور عصر کی نماز پڑھ کر وہاں سے روانہ ہوتے۔

ایک سال مخلصانِ پاک نہاد گُل خان تخیل اور مُلّا صاحب خان قمبرانی آپ کی بگھی کے ساتھ دوڑتے ہوئے جاتے اور آتے تھے اور صرف اسی پر اکتفا نہیں کرتے تھے بلکہ آپ کو خوش کرنے کے لئے راستہ بھر اچھل کود بھی کرتے تھے۔ اُن کا مقصد اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ آپ کا دل خوش ہو جائے اور ان کے احوال پر عنایت کی نظر فرماویں۔ رحمہما اللہ ورضی عنہما۔

گر میل کند سوئے ہلالی عجبے نیست　　شاہاں چہ عجب گر بنوا زند گدا را

نوابِ خضر

دِلّی کے نواب خضر شاہ ولی النبی قدس سرہ سے بیعت تھے جو کہ آپ کے خدا مجد کے خلیفہ تھے اور آپ سے پہلے خانقاہ شریف میں مقیم تھے نہایت نیک اور صاحبِ نسبت تھے وہ سارا مہینہ حضرت سلطانجی یا حضرت قطب الاقطاب کی درگاہ میں رہتے تھے اور صرف ایک دن کے واسطے اپنے گھر آتے تھے۔ پنشن وصول کر کے دوسرے دن چلے جاتے تھے۔ اس سال وہ مہرولی میں حضرت کی درگاہ میں رہا کرتے تھے۔ ایک جمعہ کو فاتحہ شریفہ کے دوران میں فیوضات وبرکات کا عجیب عالم تھا، دورانِ تلاوت میں دو تین مرتبہ فرطِ جوش میں آپ گھٹنوں کے بل کھڑے ہو گئے۔ اس وقت اہل نسبت افراد کے دلوں پر بجلیاں کوندگئیں، کوئی رو رہا تھا کوئی تڑپ رہا تھا، فاتحہ کے بعد آپ نے حضرت کے مزار مبارک کے پائنتی اپنے مبارک ہاتھوں سے مسح کر کے اپنے سر اور چہرہ پر پھیرا اور دروازہ تک اُلٹے پیروں چل کر آئے۔ نواب خضر کی بانھ پکڑے ہوئے تھے۔ آپ نے ان سے فرمایا خضر تم نے دیکھا کہ آج حضرت نے کیسی مہربانی فرمائی۔ انھوں نے کہا۔ جی حضور میں نے دیکھا اور یہ کہہ کر وہ رونے لگے۔ آپ نے اُن سے فرمایا۔ خضر یک در گیر محکم گیر۔ یعنی ایک در کے ہو رہو، یہ کیا کہ کبھی یہاں کبھی وہاں۔ آپ کے اس ارشاد کے بعد نواب خضر حضرت سلطانجی میں رہنے لگے تھے۔ رحمہ اللہ تعالےٰ۔

دل گفت مرا علم لدُنی ہوس است　　تعلیمم کن اگر ترا دسترس است

گفتم کہ الف، گفت دگر، گفتم، ہیچ — درخانہ اگر کس است یک حرف بس است

حضرت سُلطان المشائخ

اس عاجز کی یاد میں حضرت کے مزارِ پُرانوار پر آپ دو مرتبہ حاضر ہوئے، لیکن ہم تین بھائیوں کی ولادت سے پہلے آپ نے حضرت کے مزار شریف پر حاضری دی ہے جس کا بیان عنقریب کیا جائے گا۔

پہلی مرتبہ حضرت کے مزار شریف پر حاضر ہونے کی وجہ یہ ہوئی کہ عشار کی نماز کے بعد حسب معمول آپ خانقاہ شریف کی ڈیوڑھی میں تشریف لائے۔ صحنچی میں مخلصین کی جماعت تھی بدرواز جو سڑک پر کھلتا ہے بھرا ہوا تھا۔ آپ نے سڑک پر لوگوں کی چہل پہل کی آواز سنی۔ دریافت فرمایا۔ آج خلاف معمول چہل پہل کی آواز کیسی آرہی ہے۔ مولوی بدرالاسلام اور مولوی بخش اللہ نے کہا آج سترھویں ہے اور لوگ سلطانجی جا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ ہم بھی چلتے ہیں۔ چنانچہ آپ اور ہم تین بھائی اور حاجی مُلّا احمد خان اور ایک دوسرا پٹھان بگھی میں روانہ ہوئے۔ درگاہ شریف کے صدر دروازہ کے باہر آپ نے جوتیاں اتاریں اور نہایت ادب سے دست لبستہ سر جھکائے احاطہ درگاہ شریف پہنچے مخلصین کی ایک جماعت پہلے پہنچ گئی تھی وہ بھی ساتھ ہولی۔ آپ گنبد شریف کے اندر داخل ہوئے ہم تین بھائی آپ کے ساتھ رہے باقی سب افراد گنبد کے باہر رہے۔ آپ نے بعد از عرض سلام سورۂ مُلک تلاوت فرمائی۔ آپ کی تلاوت کے دوران میں برکات وفیوضات کی نہریں جاری تھیں اور سب پر ایک کیفیت طاری تھی۔ مولوی بخش اللہ مولوی بدرالاسلام باہر دالان میں جالیوں کے پاس کھڑے تھے۔ انھوں نے بیان کیا کہ دلّی کے مشہور واعظ مولوی ڈھن آپ کی پشت پر جالی سے متصل دست لبستہ کھڑے رہے۔ بعد میں مولوی ڈھن نے کہا۔ ایسی برکات وفیوضات آج تک میں نے نہ دیکھی تھیں۔

حضرت سُلطانجی سے آپ کی گفتگو

اس رات جن کیفیات کا ظہور ہوا اپنی نوعیت کے اعتبار سے یکتا تھیں آپ کے مبارک سر اور چہرے پر کپڑا پڑا تھا۔ آپ دوزانو سر جھکائے بیٹھے تھے۔ تلاوت کے بعد آپ مراقب ہوئے اور کبھی آپ کا سرِ مبارک بہت جُھک جاتا تھا۔ اسی دوران

میں آپ کی مبارک زبان پر چند بار "جی" کا لفظ آیا اور پھر آپ نے فرمایا "جی حضرت میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اور میں نے اولاد نرینہ کے واسطے عرض کی تھی۔ اللہ نے آپ کی دعا کی برکت سے مجھ کو تین بیٹے عنایت کئے۔ ایک بلال ہے دوسرا زید اور تیسرا سالم، اب آپ سے یہ عرض ہے کہ آپ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ ان تینوں کو نیک اور صالح فرمائے"۔ یہاں تک آپ نے حضرتؒ سے بات کی تھی اور بات بھی اس طرح کہ کبھی مبارک ہاتھ اٹھاتے تھے اور کبھی "جی" کہتے ہوئے سرِ مبارک کو جھکاتے تھے۔ اس مبارک مکالمہ کو ایک کرخت آواز نے درہم برہم کر دیا اور وہ آواز یہ تھی۔ "اب آپ لوگ اندر سے باہر آئیں تاکہ دوسرے لوگوں کو حاضری کا موقع ملے"۔ اس کرخت آواز کو سن کر آپ چونک پڑے اور آپ نے فرمایا "یہ لوگ ناراض ہو رہے ہیں۔ آؤ بچو ہم چلیں"۔ اور آپ کھڑے ہو گئے۔ اسی دوران میں اُس کرخت آواز والے کی یہ آواز سنائی دی۔ "ارے مجھے مار ڈالا"۔ کچھ لوگ اس کی طرف ملتفت ہوئے اور ان کو معلوم ہوا کہ کسی منچلے نے اس کی توند پر زور سے گھونسا مارا تھا۔ اور وہ اپنا پیٹ پکڑے چلّا رہا تھا۔

درد م از یار است و درماں نیز ہم   دل فدائے او شد و جاں نیز ہم

آپ جب گنبد شریف سے باہر تشریف لائے تو خلقِ خدا نے گھیر لیا تاکہ دستبوسی کی سعادت حاصل کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ مخلصینِ پاک نہاد کی جماعت کو اجر دے کہ انھوں نے آپ کے گرد حلقہ ڈال لیا اور آپ کو آرام کے ساتھ "بگھی" تک پہنچایا۔

حضرت سلطانجی سے جو گفتگو آپ کی اس رات ہوئی اس سے معلوم ہوا کہ ہم تینوں بھائیوں کی ولادت سے پہلے آپ حضرتؒ کے مزار پُر انوار پر حاضر ہوئے تھے یعنی ۱۳۱۸ھ سے پہلے، جو کہ حضرت برادرِ کلاں کا سالِ ولادت ہے۔ اور پھر تقریباً بیس ۲۰ سال کے بعد آپکی حاضری ہوئی۔

دوسری حاضری

دوسری مرتبہ آپ دوسرے سال تشریف لے گئے اور وہ بھی عُرس شریف کی رات کو۔ اس مرتبہ رامپور کے مولوی سردار احمد وکیل مجددی بھی ساتھ تھے۔ غالباً رات کے دس بجے آپ آستانۂ عالیہ پر حاضر ہوئے۔ آپ نے حسبِ معمول سلام مسنون برائے اموات پیش کیا اور پھر آپ عند القبر الشریف دو زانو باادب

بیٹھے۔ تاکہ سورۂ یاسین یا سورۂ مُلک تلاوت فرمائیں لیکن آپ نے تلاوت شروع نہیں کی گھبرا کر اُٹھے اور فرمایا "چلو بچو، چلو بچو" اور بگھی میں بیٹھ کر گھر کو روانہ ہوئے۔ آپ نہایت رنجیدہ نظر آ رہے تھے اور بالکل خاموش تھے۔ البتہ آپ نے مولوی سردار احمد کا نام لے کر یہ بات بگھی میں بیٹھتے وقت فرمائی تھی "کیا بات ہے آج حضرت کا مزار فیوض و برکات سے ہم کو خالی نظر آیا۔ ہم سے تو کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا ہے" جب آپ کی بگھی پُرانے قلعہ کے پاس مٹکے شاہ کے مزار کے ٹیلے کے پاس پہنچی تو آپ ایک دم بلند آواز سے بولے "دیکھو دیکھو حضرت یہاں کھڑے ہیں اور فرما رہے ہیں۔ تم ہمارے مزار پر گئے اور لوگوں کی بداعتدالیوں کی وجہ سے ہم یہاں آگئے ہیں" آپ نے جس وقت "یہاں کھڑے ہیں" فرمایا۔ سڑک کی جہتِ غرب کی طرف اشارہ فرمایا۔ اور جس وقت آپ نے یہ بات فرمائی۔ آپ کا چہرہ مسرت سے چمکنے لگا۔ اور نسبت شریفہ کا اثر سب نے محسوس کیا۔

حضرت چراغ دِلّی آپ دو مرتبہ حضرت نصیرالدین محمود چراغ دِلّی قدس سرہ کے مزار شریف پر حاضر ہوئے ہیں۔ پہلی مرتبہ اوکھلے تک ریل میں تشریف لے گئے اور وہاں سے پینس میں۔ ہم بھائیوں کے واسطے بیل گاڑی کا انتظام تھا اور دوسری مرتبہ مہرولی کے راستہ میں "بیوی باندی" تک بگھی میں اور وہاں سے آپ پینس میں گئے۔ دونوں مرتبہ مخلصین کی بڑی جماعت آپ کے ساتھ تھی۔ اب یہ تفصیل یاد نہیں رہی کہ قابل ذکر افراد میں سے پہلی مرتبہ کون کون تھے اور دوسری مرتبہ کون کون تھے۔ البتہ اتنا یاد ہے کہ مرد پیر محمد احسان، سید احمد حسین انوپ شہری۔ مولوی عبدالعزیز بنگالی مع اپنے چند مخلصین کے، عبدالرحمٰن ٹین والے، شیخ عبدالباری جوہری نو مسلم، مولوی بخش اللہ، مولوی بدرالاسلام اور افغانستان کے کافی مخلصین ساتھ تھے۔ محمد احسان آپ کے جد امجد سے بیعت تھے اور انھوں نے غدر سے پہلے آپ کو گودیوں میں پھرایا تھا۔ وہ آپ کے نہایت مخلص بلکہ عاشق تھے۔ مولوی عبدالعزیز پر وہاں کیفیات کا ظہور ہوا، وہ ضبط نہ کرسکے اور بلند آواز سے بیان کرنے لگے۔ سید احمد حسن کا واقعہ ان شاء اللہ اُن کے ذکر میں بیان کیا جائے گا۔

حضرت سیّد محمود بجار بعض افراد نے آپ کے سامنے حضرت کا ذکر کیا اور کہا کہ اُن کو

بخار اس بنا پر کہا جاتا ہے کہ وہ نہایت زبردست عالم تھے۔ آپ ایک مرتبہ اُن کے مزار پر حاضر ہوئے۔

حضرت شاہ کلیم اللہ

حضرت کے مزار شریف کے متولی دن کے دس بجے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انھوں نے کسی کاغذ پر آپ سے دستخط کرائے۔ اور آپ نے اس کاغذ پر اپنی مُہر بھی لگائی۔ آپ نے اس عاجز سے وہ صندوقچہ منگوایا جس میں مُہر تھی۔ آپ کے مُہر لگانے کے طریقے کو اس عاجز نے اسی دن دیکھا۔ جب آپ مُہر لگا چکے تو متولی صاحب نے آپ سے عرس شریف میں شریک ہونے کی درخواست کی۔ چنانچہ آپ عشار کے بعد حضرت کے مزار شریف پر حاضر ہوئے آپ نے بعد از سلام مختصر فاتحہ پڑھی۔ اور حاضرین کو کچھ نصیحت فرما کر وہاں سے مراجعت فرمائی۔ جب تک آپ وہاں رہے متولی صاحب نے قوالی بند رکھی۔ جزاہ اللہ خیراً۔

بندۂ عالم الغیب

دلی کی پہاڑی فتح گڑھ پر سنگ خارا کی محکم دو منزلہ عمارت ہے۔ اس پر چونے کی لپائی ہے معلوم ہوتا ہے کہ اوپر کا کچھ حصہ ٹوٹ گیا ہے، آپ برف خانہ کے پاس سے پتھر کی لاٹھ یا چو برجے تک پیادہ جاتے اور آتے تھے۔ راستہ میں یہ عمارت واقع ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ یہ پیر غیب کا مزار ہے۔ نیچے کوئی تعویذ یا مزار کا نشان نہیں ہے۔ البتہ اوپر ایک تعویذ بنا ہوا تھا جو کہ غرباً شرقاً تھا۔ اور اس کے متعلق بھی لوگ کچھ حکایتیں بیان کیا کرتے تھے تقسیم ہند کے بعد یہ عاجز ایک مرتبہ گیا تھا تو بالا خانہ پر جو غرباً شرقاً تعویذ تھا وہ بھی غائب پایا۔ تِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ۔ آپ جاتے وقت جب اس عمارت کے قریب پہنچتے تھے تو سڑک کے کنارہ جوتیوں میں سے پیر نکال کر جوتیوں پر رکھ لیتے تھے۔ کیونکہ وہاں جھاڑیاں اور کانٹے تھے اور کھڑے کھڑے پست آواز سے مختصر فاتحہ پڑھ کر روئے مبارک پر ہاتھ پھیر کر روانہ ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے فرمایا۔

"اللہ تعالیٰ کے کوئی نیک بندے ہیں۔" اور آپ اُن کو "بندۂ عالم الغیب" فرماتے تھے۔ آپ نے پیر غیب کبھی نہیں فرمایا۔

چیتلی قبر

ایک دن بگھی میں تفریح کو جاتے ہوئے چیتلی قبر کے پاس پہنچ کر آپ نے ارشاد کیا۔ "یہاں کوئی نسبت نہیں ہے۔" آپ کے ارشاد گرامی ؎ ... اس روایت

کی تقویت ہوتی ہے کہ کسی امیرزادے کی چتلی بکری تھی ۔ اس نے بہت شوق سے پالی تھی ۔ وہ مرگئی اس کو یہاں دفن کردیا ۔ اور قبر بھی بنادی، قبر پر بھی چتلے نشانات بنائے جو کہ خورد سالی میں اس عاجز نے دیکھے تھے ۔

بعض افراد جو اس جگہ کی تولیت کے مدّعی ہوئے تھے اور جنھوں نے حضرت سیدی الوالد قدس سرہ کی وفات کے چند سال بعد ایک جوان صالح کو قتل بھی کردیا تھا ۔ اس عاجز سے ملے تھے اور کہتے تھے کہ یہ قبر حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کے فرزند کی ہے اور ان کا نام مجدالدین ہے ۔ تعجب ہے، لوگ کس خوبصورتی سے ایک نام گھڑ کر اکابر میں سے کسی ایک سے اس کا نسب بھی ملا دیتے ہیں اور یہ سب کچھ دنیائے دَنیہّ کے لئے ۔ نہ ان لوگوں کو حضرت مجدالدین سے کوئی لگاؤ ہے نہ حضرت شہاب الدین سے ۔ ان کا لگاؤ تو دنیوی حُطام سے ہے ۔ حضرت سیدی الوالد سے عاجز نے یہ شعر سنا تھا ۔ کیا ہی اچھا شعر ہے ۔

زالِ دنیا ہے عجب طرح کی عَلّامہ دہر مرد دیندار کو بھی دہریّہ کردیتی ہے

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِکَ اَنْ نَرْجِعَ عَلٰی اَعْقَابِنَا اَوْ اَنْ نُفْتَنَ عَنْ دِیْنِنَا ۔

حضرت شرف الدین قلندر

ولی پرور دگار غلام اکبر معروف بہ آکُرْو ولد محمد ایاز قوم اُتخیل ملیزی ساکن کٹواز ۔ افغانستان آپ کے خصوصی افراد میں سے تھے ۔ ان کا ذکر بعد میں آئے گا ۔ یہ صاحب نسبت اور صاحبِ کشف تھے ۔ اولیاء اللہ کے مزاراتِ شریفہ پر حاضر ہوتے تھے اور اُن سے ہم کلام ہوتے تھے ۔ آپ بھی اُن کو اولیاء اللہ کے مزارات پر بھیجا کرتے تھے ۔ چنانچہ آپ نے اُن کو ۱۳۴۰ھ میں حضرت قلندر صاحب کے پاس پانی پت بھیجا تو وہ حضرت کا یہ پیام لائے ۔ "خود نہیں آتے اور خادموں کو بھیجدیتے ہیں۔" یہ سُن کر آپ پانی پت تین دن کے واسطے تشریف لے گئے اور حضرت سے مستفید ہوئے ۔ آپ نے حضرت کی درگاہ کے مجاورین کو دو سو ۲۰۰ روپیہ بھی دیئے ۔

پانی پت میں آپ حضرت جلال الدین کبیرالاولیاء پانی پتی، حضرت شمس الدین تُرک اور حضرت قاضی ثناء اللہ قدس اللہ اسرارہم کے مزارات مقدسہ پر بھی حاضر ہوئے اور

مستفید ہوئے۔

داتا گنج بخش اور سرہند شریف

صفر ۱۳۳۹ھ میں آپ کا قیام ایک ہفتہ لاہور میں رہا۔ اس وقت آپ ایک مرتبہ حضرت علی بن عثمان ہجویری معروف بہ داتا گنج بخش قدس سرہ کے مزار پُر انوار پر حاضر ہوئے۔ اور فیوض و برکات سے پوری طرح لطف اندوز ہوئے۔ حضرت کی وفات پانچویں صدی کے اواخر میں ہوئی ہے۔ آپ اولیائے کاملین میں سے ہیں۔ آپ کی کتاب "کشف المحجوب" تصوف کی اعلیٰ ترکتابوں میں سے ہے۔ اکتوبر ۱۹۶۵ء میں یہ کتاب اعلیٰ پیمانہ پر لاہور میں چھپی ہے اس عاجز کے پاس کتاب کے دو قلمی نسخے ہیں۔ دونوں کا خط نہایت پاکیزہ، صاف اور عمدہ ہے ایک نسخہ سنہ ۱۱۲۰ھ کا لکھا ہوا ہے اور اس کے ۴۳۰ صفحے ہیں۔ اہم امور کو کاتب نے شنگرف سے لکھا ہے۔ خط پختہ ہے۔ دوسرا نسخہ سنہ ۱۲۸۱ھ میں لکھا گیا ہے اور اس کے ۷۹۰ صفحے ہیں۔ صرف ابواب اور کشف الحجاب کی سرخیوں کو شنگرف سے لکھا گیا ہے۔

آپ جب پہلی مرتبہ ہندوستان تشریف لائے تھے، دو مرتبہ سرہند شریف گئے تھے اور وہاں کافی دن قیام فرمایا تھا۔ پھر آپ کا جانا نہ ہوسکا۔ البتہ وفات سے دو تین سال پہلے مخلصین میں سے کسی نے اواخر صفر میں حضرت امام ربانی مجدد الفِ ثانی قدس سرہ کے عرس شریف کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا اگر وہاں ٹھیرنے کی جگہ ہو تو ہم بھی چلتے ہیں۔ آپ کی اس بات سے مخلصین میں مسرت کی ایک لہر دوڑ گئی۔ اور ان میں سے ایک شخص سرہند شریف کو روانہ ہوا۔ وہاں خلیفہ سید محمد حسن عرف سوندھے شاہ سے ملا۔ وہ حضرت سے تقریباً چالیس سال پہلے بیعت ہوئے تھے۔ ان کو آپ کی طبیعت اور احوال کا علم تھا۔ اُن کے پاس کوئی جگہ خالی نہ تھی، جہاں وہ آپ کے قیام کا بندوبست کرتے۔ لہٰذا انھوں نے تار ارسال کیا کہ اس وقت آپ کے لائق کوئی جگہ نہیں ہے۔ اس تار کے ملنے پر آپ نے اپنا ارادہ فسخ کیا۔ وَکَانَ ذٰلِکَ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا۔

فطرہ اور اُضحیہ

آپ سب کی طرف سے فطرہ دیا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ نواسیوں کی طرف سے بھی۔ عیدگاہ جانے سے پہلے غریبوں کو فطرہ دیدیا کرتے تھے۔

آپ قربانی بھی سب کی طرف سے کرتے تھے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف

سے اور اپنے حضرتِ والد کی طرف سے قربانی ضرور کرتے تھے ۔ احیاناً اپنی حضرت والدہ صاحبہ کی طرف سے بھی کرتے تھے ۔ قربانی کے وقت آپ تشریف لاتے تھے ۔ تین دن تک برابر قربانی ہوتی تھی تیسرے دن کی قربانی عصر کو کراتے تھے اور پھر بارہ ذی الحجہ کو عمدہ قورمہ پکوا کر تقریباً ڈیڑھ سو افراد کو کھانا کھلاتے تھے ۔ ذی الحجہ کی نویں تاریخ کی صلاۃ فجر سے تیرہ تاریخ کی صلاۃ عصر تک ہر نمازِ مکتوبہ کے بعد تین مرتبہ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ ۔ پڑھا کرتے تھے ۔ عیدین کے دنوں میں آپ کے معمولات میں کوئی فرق نہیں آتا تھا ۔ اسی طرح تفریح کو جانا اور اسی طرح حلقہ کا ہونا ۔ عیدگاہ سے واپسی پر آپ باہر رونق افروز ہوتے تھے اور دن کے ایک بجے تک عام طور پر ملاقات فرماتے تھے ۔ عیدگاہ سے جب آپ تشریف لاتے تھے تو ہم بھائی بہنیں آپ کے پاس جاکر آداب عرض کرتے تھے اور آپ اپنا دستِ شفقت پُر از رحمت سر پر پھیرتے تھے اور دُعا دے کر عیدی عنایت فرماتے تھے ۔ اگر عید کے سلسلہ میں کچھ شیرینی یا کوئی لطیف شے گھر میں تیار کی جاتی تھی تو ہم بچے لے جاکر آپ کی خدمت میں پیش کرتے تھے ۔ اور آپ بہت خوشی سے حسبِ رغبت تناول فرماتے تھے ۔ حضرتِ برادرِ کلاں آم کی آئس کریم قلفے میں جماتے تھے اور آپ کو پیش کرتے تھے ، آپ بہت رغبت سے تناول فرماتے تھے اور احیاناً " واہ وا " فرماتے تھے ۔ آپ کا مکان الگ تھا آپ اسی میں اپنے احوال میں رہا کرتے تھے ۔ اور احادیث مبارکہ کے مطالعہ میں مصروف رہتے تھے ۔

ہر دم از یارانِ دیریں یاد می آید مرا	کوہ کن از جوئے شیریں یاد می آید مرا
نام برگِ گل مبر مظہر کہ دل خوں می شود	ناخنِ پائے نگاریں یاد می آید مرا

بچوں کی علالت

بچوں کی علالت پر آپ دن رات میں دو تین مرتبہ مریض کے پاس جاتے تھے ۔ اور ادعیہ ماثورہ پڑھ کر دم کرتے تھے ۔ یہ دعا ضرور پڑھتے تھے ۔ اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ كُلِّهَا مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۔ ۳ بار ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۔ ۳ بار ۔ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ (۳ بار) اور یہ دعا بھی پڑھتے تھے ۔ اَعُوْذُ

بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ شَرِّ كُلِّ شَيْطَانٍ وَّهَامَّةٍ وَّمِنْ شَرِّ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ ۔ اور بعد پر ہاتھ پھیرتے تھے۔ اگر مریض پر غفلت طاری ہوتی یا نیند میں ہوتا تو آپ دم فرماتے اور نہایت خاموشی کے ساتھ پانچ سات منٹ بیٹھتے۔ اس عاجز کا خیال ہے کہ حضرات مشائخ نقشبندیہ قدس اللہ اسرارہم کے طریقہ پر ازالۂ مرض کے لئے متوجہ ہوا کرتے تھے۔ رات کو دو بجے کے قریب حلقہ سے فارغ ہو کر آپ نہایت خاموشی کے ساتھ مریض کے پاس آتے۔ آپ کے ہاتھ میں لالٹین ہوتی۔ اس کی روشنی سے مریض کو دیکھتے، دم کرتے اور کچھ دیر کھڑے رہتے۔ آپ اتنی خاموشی سے یہ کام کرتے تھے کہ حضرت والدہ صاحبہ جیسی ہوشیار نیند والی خاتون کی آنکھ بھی نہیں کھلتی تھی۔ مریض کے لئے خیرات یا صدقہ کے سلسلہ میں حضرت والدہ صاحبہ جو کچھ آپ سے فرماتی تھیں آپ وہ مصارف خوشی سے برداشت کرتے تھے۔ چنانچہ رات کو مریض کے تکیہ کے نیچے پانچ پیسے رکھے جاتے تھے اور احیاناً بکرا یا دُنبہ صدقہ کیا جاتا تھا۔ بلکہ اس جانور کو مریض کے پلنگ کے پاس لایا جاتا تھا اور مریض اس پر ہاتھ پھیر دیتا تھا۔ یہ اکثر ہوا کرتا تھا۔ اور آپ کے سامنے ہوا کرتا تھا۔ آپ نے کبھی منع نہیں فرمایا۔ اور نہ کبھی کراہت کا اظہار کیا۔ مریض کے شفا پانے پر اظہاراً للشکر کبھی کھانا پکوا کر کھلاتے تھے۔ کبھی رامپور کے عزیزوں میں سے کسی تنگدست عزیز کو روپیہ ارسال کر دیتے تھے۔ اولاد کی علالت کے دوران میں آپ پر رنج والم کے آثار ہوتے تھے لیکن زبان پر کسی وقت بھی کوئی جزع وفزع کا کلمہ نہیں آیا۔ آپ کا عمل ہمیشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مبارک ارشاد پر رہا جس کی بخاری ومسلم نے حضرت انس سے روایت کی ہے۔ اِنَّ الْعَيْنَ تَدْمَعُ وَالْقَلْبَ يَحْزَنُ وَلَا نَقُوْلُ اِلَّا مَا يَرْضٰى رَبُّنَا وَاِنَّا بِفِرَاقِكَ يَا اِبْرَاهِيْمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ۔

تربیت بنات آپ نے ہمشیرگان کو مفتاح الجنہ اور راہِ نجات پڑھائی۔ آپ مستورات سے فرماتے تھے حرام سے بچو، فرض پر قائم رہو۔ نماز روزہ کی پابندی کرو۔ اس کے سوا آپ حلال وحرام اور مستحبات ومکروہات کے مسائل ان کے سامنے نہیں رکھتے تھے۔ نہ آپ نے کبھی ہمشیرگان کو ہنسی مذاق کرنے سے روکا۔ آپ احیاناً ان کو تفریح کے واسطے لے جاتے تھے۔ فاتحہ پڑھنے کے لئے بزرگانِ دین کے مزارات پر بھی لے گئے۔ آپ فرماتے

تھے کہ "زُوْرُوا القبورَ۔ سے جو استحباب حاصل ہوا ہے وہ نساء کے واسطے بھی ہے۔" جو تعلیم آپ ہمشیرگان کو دیتے تھے اُسی کی تلقین مخلصات کو کرتے تھے۔ لَیسَہَا وَلَا تُعَیِّسُہَا پر آپ کا عمل تھا۔ مجالس وعظ میں جانے سے آپ منع فرماتے تھے۔ کیا مخلصات کو اور کیا مخلصین کو۔

واعظوں کی افراط

یہ عاجز کہتا ہے جب سے گلی گلی میں واعظوں کی افراط ہوئی، بداخلاقی اور بے ادبی کی کثرت ہوگئی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا ہے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ عِلْمٍ لَا یَنْفَعُ وَقَلْبٍ لَا یَخْشَعُ۔ صحیحین کی حدیث شریف کا ظہور ہو رہا ہے۔ اِذَا لَمْ یُبْقِ عَالِمًا اِتَّخَذَ النَّاسُ رُؤُسًا جُہَّالًا فَسُئِلُوْا فَاَفْتَوْا بِغَیْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوْا وَاَضَلُّوْا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُس شخص کی جو بلا وجہ مسائل دریافت کرتا تھا۔ دُرّہ سے خبر لیتے تھے۔ آپ کی ذات گرامی قدر اِقْتَدُوْا بِالَّذِیْنَ مِنْ بَعْدِیْ اَبِیْ بَکْرٍ وَعُمَرَ۔ سے ہے۔ اگر آپ کے مسلک پر عمل رہتا تو بیشتر واعظین و واعظات کے فساد سے خلق خدا محفوظ رہتی۔

ختمِ خواجگان

آپ مخلصین کو تاکید فرماتے تھے کہ ختم خواجگان پڑھا کرو۔ چنانچہ خانقاہ شریف میں ہر روز بلا ناغہ یہ ختم شریف پڑھا جاتا تھا۔

پہلے سورۂ فاتحہ مع بسم اللہ سات بار۔ پھر درود شریف۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلِّمْ۔ ایک سو بار۔ پھر سُوْرَۃِ اَلَمْ نَشْرَحْ مع بسم اللہ اُناسی بار۔ پھر سُوْرَۃِ اِخلاص مع بسم اللہ ایک ہزار بار۔ پھر سُوْرَۃِ فاتحہ مع بسم اللہ سات بار۔ اور پھر درود شریف جو لکھا گیا سو بار۔

حضرات خواجگان قدس اللہ اسرارہم کا ختم تو یہ ہے جو اوپر لکھا گیا۔ حضرات مشائخ کا معمول رہا ہے کہ وہ اس کے بعد ان سات اسمائے مبارکہ کو ایک ایک سو بار پڑھتے ہیں۔

(۱) یَا قَاضِیَ الْحَاجَاتِ (۲) یَا کَافِیَ الْمُھِمَّاتِ (۳) یَا دَافِعَ الْبَلِیَّاتِ (۴) یَا رَافِعَ الدَّرَجَاتِ (۵) یَا شَافِیَ الْاَمْرَاضِ (۶) یَا مُجِیْبَ الدَّعَوَاتِ (۷) یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ۔ اور پھر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے ہیں۔

اہل عرب یَا شَافِیَ الْاَمْرَاضِ کو یَا شَافِیَ الْمَرْضٰی سے بدل کر پڑھتے ہیں۔

یعنی اے مریضوں کے شفا دینے والے۔ اور شافی الامراض۔ میں شافی کے بعد حرف جر (عَنْ) محذوف ہے اور اس کا ترجمہ اس طرح ہے۔ اے شفا دینے والے امراض سے۔ دونوں روایتیں ٹھیک ہیں۔

مُسَبَّعَاتِ عَشر یعنی سات سات بار پڑھی جانے والی دس چیزیں۔ آپ ہر روز ایک مرتبہ مُسَبَّعَاتِ عَشر پڑھتے تھے۔ اور ہم تینوں بھائی اور جو بھی اس وقت موجود ہوتا تھا آپ کے ساتھ قدرے بلند آواز سے پڑھتا تھا۔ آپ مخلصین سے مُسَبَّعَاتِ عَشر پڑھنے کو فرمایا کرتے تھے اور آپ نے فرمایا کہ طلوعِ آفتاب اور غروبِ آفتاب سے پہلے پڑھنا بہتر ہے۔ وہ دس چیزیں جو سات سات بار پڑھی جاتی ہیں درج ذیل ہیں۔

(۱) سورۂ فاتحہ مع بسم اللہ (۲) سورۃ الناس مع بسم اللہ (۳) سورۃ الفلق مع بسم اللہ۔ (۴) سورۃ الاخلاص مع بسم اللہ (۵) سورۃ الکافرون مع بسم اللہ (۶) آیۃ الکرسی۔ (۷) سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ عَدَدَ خَلْقِهٖ وَرِضَا نَفْسِهٖ وَزِنَةَ عَرْشِهٖ وَمِدَادَ كَلِمَاتِهٖ۔

(۸) درود شریف۔ آپ درج ذیل درود شریف پڑھتے تھے۔ ایک دن آپ نے فرمایا کہ اس میں حضرات اُمّہات المومنین اور آپ کی ذُرِّیت کا ذکر ہے اور ذُرِّیت کے معنی میں بہت عموم ہے اس واسطے مجھ کو یہ درود شریف زیادہ پسند ہے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِ نِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَاَزْوَاجِهٖ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَذُرِّيَّتِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى سَيِّدِنَا اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا اِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِ نِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَاَزْوَاجِهٖ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَذُرِّيَّتِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى سَيِّدِنَا اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا اِبْرَاهِيْمَ فِي الْعَالَمِيْنَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔

(۹) اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِيْ صَغِيْرًا اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِجَمِيْعِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ الْاَحْيَاءِ مِنْهُمْ وَالْاَمْوَاتِ اِنَّكَ سَمِيْعٌ قَرِيْبٌ مُّجِيْبُ الدَّعَوَاتِ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔

(۱۰) اَللّٰهُمَّ يَا رَبِّ افْعَلْ بِيْ وَبِهِمْ عَاجِلًا وَّاٰجِلًا فِي الدِّيْنِ وَالدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ مَا اَنْتَ

لَهُ اَهْلٌ وَلَا تَفْعَلْ بِنَا يَا مَوْلَانَا مَا نَحْنُ لَهُ اَهْلٌ اِنَّكَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ جَوَادٌ كَرِيْمٌ مَلِكٌ بَرٌّ رَؤُفٌ رَحِيْمٌ۔

مُسَبّعاتِ عَشَر یہی ہے جس کا بیان ہوا۔ لیکن آپ اس کے بعد سات بار سَیِّدُالاِسْتِغْفَار بھی پڑھتے تھے۔ جو درج ذیل ہے۔

سَیِّدُ الاِسْتِغْفَار اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِيْ وَاَنَا عَبْدُكَ وَاَنَا عَلٰى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ وَاَبُوْءُ بِذَنْبِيْ فَاغْفِرْ لِيْ فَاِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ۔

اَسمَاءِ حُسنیٰ آپ جس طریقہ سے اللہ تعالیٰ جلّ شانہٗ کے مبارک ناموں کو پڑھتے تھے۔ یہ عاجز اُس طریقہ پر لکھتا ہے۔

اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ كُلِّهَا مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ۔ ۳ بار۔ بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔ ۳ بار۔ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ۔ ۳ بار۔ هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ۔ هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ سُبْحَانَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ، هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰى يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ، هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ الْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ الْغَفَّارُ الْقَهَّارُ الْوَهَّابُ الرَّزَّاقُ الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ الْقَابِضُ الْبَاسِطُ الْخَافِضُ الرَّافِعُ الْمُعِزُّ الْمُذِلُّ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ الْحَكَمُ الْعَدْلُ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ الْحَلِيْمُ الْعَظِيْمُ الْغَفُوْرُ الشَّكُوْرُ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ الْحَفِيْظُ الْمُقِيْتُ الْحَسِيْبُ الْجَلِيْلُ الْكَرِيْمُ الرَّقِيْبُ الْمُجِيْبُ الْوَاسِعُ الْحَكِيْمُ الْوَدُوْدُ الْمَجِيْدُ الْبَاعِثُ الشَّهِيْدُ الْحَقُّ الْوَكِيْلُ الْقَوِيُّ الْمَتِيْنُ الْوَلِيُّ الْحَمِيْدُ الْمُحْصِيْ الْمُبْدِئُ

المُعِيدُ المُحْيِي المُمِيتُ الحَيُّ القَيُّومُ الوَاجِدُ المَاجِدُ الوَاحِدُ الصَّمَدُ
القَادِرُ المُقْتَدِرُ المُقَدِّمُ المُؤَخِّرُ الأَوَّلُ الآخِرُ الظَّاهِرُ البَاطِنُ
الوَالِي المُتَعَالِي البَرُّ التَّوَّابُ المُنْتَقِمُ العَفُوُّ الرَّؤُفُ مَالِكُ المُلْكِ
ذُوالجَلَالِ وَالإِكْرَامِ المُقْسِطُ الجَامِعُ الغَنِيُّ المُغْنِيُ المَانِعُ الضَّارُّ النَّافِعُ
النُّورُ الهَادِي البَدِيعُ البَاقِي الوَارِثُ الرَّشِيدُ الصَّبُورُ ـ لَا إِلٰهَ
إِلَّا أَنتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنتُ مِنَ الظَّالِمِينَ ـ دس بار ـ فَسُبْحَانَ اللهِ حِينَ تُمْسُونَ وَ
حِينَ تُصْبِحُونَ وَلَهُ الحَمْدُ فِي السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضِ وَعَشِيًّا وَحِينَ تُظْهِرُونَ يُخْرِجُ الحَيَّ
مِنَ المَيِّتِ وَيُخْرِجُ المَيِّتَ مِنَ الحَيِّ وَيُحْيِي الأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُونَ ـــ
اَللهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الحَيُّ القَيُّومُ لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي
الأَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ
وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضَ
وَلَا يَؤُدُهُ حِفْظُهُمَا وَهُوَ العَلِيُّ العَظِيمُ ـ لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ
مِنَ الغَيِّ فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنْ بِاللهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالعُرْوَةِ الوُثْقَىٰ لَا
انْفِصَامَ لَهَا وَاللهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ، اَللهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا يُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ
إِلَى النُّورِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَوْلِيَاؤُهُمُ الطَّاغُوتُ يُخْرِجُونَهُمْ مِنَ النُّورِ إِلَى
الظُّلُمَاتِ أُولٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ، آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنْزِلَ
إِلَيْهِ مِنْ رَبِّهِ وَالمُؤْمِنُونَ كُلٌّ آمَنَ بِاللهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ لَا
نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْ رُسُلِهِ وَقَالُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ
المَصِيرُ لَا يُكَلِّفُ اللهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ رَبَّنَا
لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ
مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا أَنْتَ مَوْلَانَا
فَانْصُرْنَا عَلَى القَوْمِ الكَافِرِينَ ـ شَهِدَ اللهُ أَنَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ وَالمَلَائِكَةُ وَأُولُو
العِلْمِ قَائِمًا بِالقِسْطِ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ العَزِيزُ الحَكِيمُ ـ إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللهِ الإِسْلَامُ

وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ اِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيَاتِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ، قُلِ اللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ تُوْلِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ۔ سورہ اخلاص ۳ بار۔ سورہ فلق ۳ بار۔ سورہ ناس ۳ بار۔

صلاۃ حاجت

آپ نے کسی کو اس قسم کے وظائف اور اعمال نہیں بتائے۔ ماثورہ دعائیں جو کہ حصن حصین میں ہیں یا احادیث مبارکہ کی کتابوں میں آپ دیکھتے تھے احیاناً بتا دیا کرتے تھے۔ لیکن آپ نے ایک دن مولوی بخش اللہ ساکن چھتہ لال میاں دلّی کو صلاۃ حاجت تعلیم کی اور ارشاد فرمایا کہ نہایت مصیبت کے وقت پڑھو۔ اور اس کی ترکیب اور پڑھنے کا طریقہ اس طرح پر ہے۔

تہجد کے وقت حضور دل سے وضو کیا جائے۔ پھر پانچ یا سات مرتبہ عاجزی اور صدق دل سے استغفار و توبہ کرے۔

سب گناہوں کی معافی عاجزی و ڈر کے ساتھ ؎ مانگ رب العالمین سے خیر چشم تر کے ساتھ

اور پھر بارہ رکعت نفل کی نیت بہ یک سلام کرے۔ از اوّلِ نماز تا آخر نماز یہ سمجھتا رہے کہ میں اپنے مالک و مولیٰ کے سامنے کھڑا ہوں۔ میں اپنے گناہوں کی ظلمت و کثافت کی وجہ سے اس کے انوار و تجلیات کو نہیں دیکھ رہا ہوں۔ لیکن وہ مجھ کو دیکھ رہا ہے میں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ اُس کو سُن رہا ہے۔ ہر دُو رکعت کے بعد التحیات پڑھنے کے واسطے بیٹھے۔ صرف التحیات پڑھے۔ اور بارہویں رکعت کے آخر میں جب قعدہ کرے تو پہلے التحیات پڑھے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی ثنا کرے اور بہتر یہ ہے کہ اِن مبارک الفاظ سے ثنا کرے۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ السَّمٰوَاتِ السَّبْعِ وَرَبِّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ۔ پھر درود شریف حضور قلب سے

پڑھے۔ پھر رَبَّنَا آتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْآخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ پڑھ کر سلام پھیرے۔ اور پھر تکبیر کہہ کر سجدہ میں جائے۔ اور سورۂ فاتحہ مع بسم اللہ کے، بار۔ اور آیۃ الکرسی، بار اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ بِیَدِہِ الْخَیْرُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ دس بار۔ اور اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ بِمَعَاقِدِ الْعِزِّ مِنْ عَرْشِکَ وَمُنْتَھَی الرَّحْمَۃِ مِنْ کِتَابِکَ وَاسْمِکَ الْاَعْظَمِ وَجَدِّکَ الْاَعْلٰی وَکَلِمَاتِکَ التَّامَّۃِ۔ ، بار نہایت عاجزی وزاری سے پڑھے اور اپنے مالک کے حضور میں دعا مانگے اور تکبیر کہہ کر سر اٹھائے۔

مزید ارشاد

آپ نے فرمایا کہ مبارک دعا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْحَلِیْمُ الْکَرِیْمُ۔ تا۔ مِنَ الظَّالِمِیْنَ۔ جو کہ چند سطر پہلے لکھی گئی ہے۔ وضو کرکے حضورِ دل سے اوّل و آخر گیارہ گیارہ بار درود شریف کے ساتھ ایک سو بار صبح کو اور رات کو سونے سے کچھ پہلے پڑھنا بہت مفید ہے۔

دفع مرض صُرَاع

دلائل الخیرات کے شروع میں سادے ورق پر آپ نے فارسی میں تحریر فرمایا ہے۔ اس کا ترجمہ اُردو میں لکھا جاتا ہے۔

پہلے ایک فراخ کُرتا سیا جائے۔ اور آٹھ تعویذ لکھے جائیں، ان تعویذوں کو اس طریقہ پر کُرتے میں ٹانکا جائے۔ کہ دو تعویذ سامنے کی طرف سینہ پر۔ دو تعویذ پُشت پر شانوں کے نیچے۔ دو تعویذ دونوں بازوں پر اور دو زیر ہر دو بغل رہیں۔ تعویذ یہ ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُیِّرَتْ بِہِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِہِ الْاَرْضُ اَوْ کُلِّمَ بِہِ الْمَوْتٰی بَلْ لِّلّٰہِ الْاَمْرُ جَمِیْعًا۔

دفع اثر چشم بد

سید احمد حسین نے آپ کو خط ارسال کیا کہ لڑکا علیل ہے غالباً چشم بد کا اثر ہے۔ آپ نے تحریر فرمایا۔ وَاِنْ یَّکَادُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَیُزْلِقُوْنَکَ بِاَبْصَارِھِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّکْرَ وَیَقُوْلُوْنَ اِنَّہٗ لَمَجْنُوْنٌ وَمَا ھُوَ اِلَّا ذِکْرٌ لِّلْعَالَمِیْنَ۔ پڑھ کر دم کرو چشم بد کے اثر کے لئے مفید ہے۔ سید احمد حسین نے عمل کیا۔ اور لڑکا اللہ کے فضل سے شفایاب ہوا۔

برائے اوجاع خصوصاً وجع چشم

امام ثعالبی کی تفسیر الجواہر الحسان قلمی نصف آخر کے شروع میں سادہ ورق پر آپ نے تحریر فرمایا ہے۔ قلت ومن فوائد سورۃ الفاتحۃ واسرارھا ومنافعھا انھا تقرأ احدی واربعین مرۃ ما بین صلاۃ رکعتی الفجر وصلاۃ فریضۃ الصبح لکل وجع عامۃ ولوجع العین خاصۃ فیبرأ الوجع باذن اللہ تعالیٰ۔ حدثنی بذلک بعض اولیاء اللہ تعالیٰ من اھل الھند وھو یعقوب بن خضر رحمہ اللہ ۱۲۔ یعنی سورۂ فاتحہ کے فوائد اور اسرار میں سے یہ بھی ہے کہ صبح کی نماز میں دو رکعت سنت اور فرض کے مابین اکتالیس ۴۱ بار سورۂ فاتحہ تمام بیماریوں کے لئے اور خاص کر آنکھ کی بیماری کے واسطے پڑھی جائے۔ اللہ تعالیٰ کے اذن سے شفایاب ہوگا۔ یہ بات ہندوستان کے بعض اولیاء اللہ نے مجھ سے کہی ہے۔ اور وہ یعقوب فرزند خضر ہیں۔ رحمہ اللہ۔

سالِ نو کی دُعا

آپ نے مخلص صادق حکیم مسیح الزماں کو ۱۳۴۰ھ کا ماہ محرم دیکھ کر کوئٹہ میں یہ دعا تعلیم کی۔ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ اللّٰہُ الْاَبَدُ الْقَدِیْمُ وَھٰذِہٖ سَنَۃٌ جَدِیْدَۃٌ۔ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ فِیْھَا الْعِصْمَۃَ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ وَاَوْلِیَاءِ الشَّیَاطِیْنِ وَالْاَمَانَ مِنَ السُّلْطَانِ الْجَائِرِ وَمِنْ شَرِّ کُلِّ ذِیْ شَرٍّ مِّنَ الْبَلَایَا وَالْاٰفَاتِ وَاَسْأَلُکَ الْعَوْنَ وَالْعَدْلَ عَلٰی ھٰذِہِ النَّفْسِ الْاَمَّارَۃِ بِالسُّوْءِ وَالْاِشْتِغَالَ بِمَا یُقَرِّبُنِیْ اِلَیْکَ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ۔ آپ نے مسیح الزمان سے فرمایا۔ کہ تم دو رکعت نفل پڑھو اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔ کہ اس نے اپنے فضل و کرم سے تم کو یہ مبارک دعا سکھائی۔

تعویذ

پہلی محرم کا چاند دیکھ کر آپ نے ہم بچوں سے فرمایا کہ تم ایک سو تیرہ بار "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" لکھ کر تعویذ بنا کر اپنے گلے میں ڈال لو۔ اور ہر سال اسی طرح پہلی محرم کا چاند دیکھ کر کیا کرو۔ چنانچہ ہم بھائیوں نے بسم اللہ حسب ہدایت ایک سو تیرہ بار لکھی۔ آپ نے اس عاجز اور برادر خورد کی تحریر کو دیکھا۔ ایک دو جگہ اصلاح فرمائی اور ارشاد کیا "اپنی اماں کے پاس لے جاؤ تاکہ وہ تعویذ بنادیں اور پھر تم گلے میں پہن لو، ان شاء اللہ سارے سال محفوظ رہوگے" سالہا سال تک اس عاجز نے اس پر عمل کیا۔

ماہِ نَو دیکھنے کی دعا

جب آپ ماہِ نَو دیکھتے تو یہ دعا دونوں ہاتھ اُٹھا کر پڑھتے اور دعا ختم کرتے پر روئے مبارک پر ہاتھ پھیرتے تھے۔ اَللّٰھُمَّ اَھِلَّہٗ عَلَیْنَا بِالْیُمْنِ وَالْاِیْمَانِ وَالسَّلَامَۃِ وَالْاِسْلَامِ وَالتَّوْفِیْقِ لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی رَبِّیْ وَرَبُّکَ اللّٰہُ ۔ ھِلَالُ خَیْرٍ وَّ رُشْدٍ ؎۔

قولِ جمیل وظفرِ جلیل

ادعیہ کے سلسلہ میں آپ کو یہ دو کتابیں پسند تھیں اور حضرت والدہ صاحبہ کو بھی پڑھائی تھیں اور فرمایا تھا۔ ان مبارک ادعیہ سے دعا کیا کرو۔ ہماری طرف سے اجازت ہے۔

آپ کی تحریر کردہ دعائیں

مجموعہ دلائل الخیرات کے ابتدا میں تحریر فرمایا ہے۔

وَکَمْ لِلّٰہِ مِنْ لُطْفٍ خَفِیٍّ	یَدِقُّ خَفَاہُ عَنْ فَہْمِ الزَّکِیِّ
وَکَمْ یُسْرٍ اَتٰی مِنْ بَعْدِ عُسْرٍ	وَفَرَّجَ کُرْبَۃَ الْقَلْبِ الشَّجِیِّ
وَکَمْ اَمْرٍ تُسَاءُ بِہٖ صَبَاحًا	وَ تَاْتِیْکَ الْمَسَرَّۃُ بِالْعَشِیِّ
اِذَا ضَاقَتْ بِکَ الْاَحْوَالُ یَوْمًا	فَثِقْ بِالْوَاحِدِ الْفَرْدِ الْعَلِیِّ
تَمَسَّکْ بِالنَّبِیِّ فَکُلُّ خَطْبٍ	یَھُوْنُ لِمَنْ تَمَسَّکَ بِالنَّبِیِّ
وَلَا تَجْزَعْ اِذَا مَا ضَاقَ صَدْرٌ	فَکَمْ لِلّٰہِ مِنْ لُطْفٍ خَفِیٍّ

سری البرق

نوادر الاُصول کے ابتدا میں تحریر فرمایا ہے: اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ، یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ حَدِیْثُکَ غَوْثِیْ وَاعْتِصَامِیْ بِبَابِکَ وَالْتِجَائِیْ اِلٰی جَنَابِکَ۔

سَرَی الْبَرْقُ مِنْ نَجْدٍ فَجَدَّدَ تِذْکَارِیْ	عُھُوْدًا بِحُزْوٰی وَالْعُذَیْبِ وَذِیْ قَارٍ
وَھَیَّجَ مِنْ اَشْوَاقِنَا کُلَّ کَامِنٍ	وَاَجَّجَ فِیْ اَحْشَائِنَا لَاعِجَ النَّارِ

حضرت عمرؓ کے اقوال

عقد اللآلی در مناقب حضرت شاہ ابو المعالی کے سرورق پر تحریر فرمایا ہے۔ قال عمر (رضی اللہ عنہ) زنوا انفسکم قبل ان توزنوا، وحاسبوا قبل ان تحاسبوا فانہ اھون علیکم فی الحساب غداً ، ان

؎ روایت سبیل نجات کا طریقہ صفحہ ۲۰۱ پر ملاحظہ کریں۔

تحاسبوا انفسکم وتزینوا للعرض الاکبر، یومئذٍ تعرضون لا تخفیٰ منکم خافیة، ویلی و ویل اُمّی اِن لم یرحمنی ربی۔ قال عمر۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوْذُ بِکَ اَن تاخذنی علی غِرَّۃٍ او تذرنی فی غفلۃٍ او تجعلنی من الغافلین اللّٰھم اعصمنا بحبلک وثبتنا علی امرک۔ عن حارثۃ بن النعمان رفعہ، مُنَاوَلَۃُ المسکینِ تقی میتۃ السوءِ یا حازم اکثر من لاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم فانھا کنز من کنوز الجنۃ۔ حازم بن حرملۃ الاسلمی رفعہ عن عمر قال قال لی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم۔ قل۔ اللّٰھم اجعل سریرتی خیراً من عَلَانِیَتِی واجعل عَلَانِیَتِی حسنۃً۔ قال عمر۔ نظرت فی ھذا الامر فجعلتُ اذا اردت الدنیا اَضَرَّ بالآخرۃ واذا اردتُ الآخرۃ اَضَرَّ بالدنیا فاذا کان الامر ھکذا فاضروا بالفانیۃ۔ من خَلَصَت نیتہ کفاہ اللّٰہ عزوجل ما بینہ وبین النّاس ومن تزین للناس بغیر ما یعلم اللّٰہ من قلبہ شانہ اللّٰہ وجالسوا التوابین فانھم اَرَقّ شیءٍ افئدۃً وصَلَّیْتُ خلف عمر فسمعت حَنِیْنَہ من وراء ثلاثۃِ صفوفٍ۔ قال مسروق کفٰی بالمرء علماً ان یخشی اللّٰہَ وکفی بالمرء جھلاً ان یُعجب بعلمہ والمرءُ لحقیقٌ ان یکون لہ مجالس یخلو فیھا یتذکر ذنوبَہٗ ولیستغفر عنھا۔ لَا تعترض فیما لا یعنیک واعتزل عدوک واحتفظ من خلیلک الامین فان الامین من القوم لا یعادلہ شیءٌ، ولا تصحب الفاجر فیعلمک من فجورہ ولا تفش الیہ سرک، و استشر فی امرک الذین یخشون اللّٰہ عزوجل۔ قال عبد اللّٰہ ما منکم الا ضیفٌ ومالہٗ عاریۃٌ فالضیف مرتحل والعاریۃ مؤداۃ الی اھلھا، والذی لا الٰہ الا ھو ما علی ظھر الارضِ شیءٌ احوج الی طول سجنٍ من لسانٍ۔ ان للقلوب شھوۃً واقبالاً وان للقلوب فترۃ وادبارا فاغتنموھا عند شھوتھا واقبالھا ودعوھا عند فترتھا وادبارھا۔

اور عقد اللآلی کے صفحہ آخر پر تحریر فرمایا ہے۔

ابو عبیدہ کے اقوال

قال ابو عبیدہ۔ اَلَا رُبَّ مبیض لثیابہ مدنس لدینہ اَلَا رُبَّ مکرم لنفسہ وھولھا مھین، اِدْرَأُوْا السیئاتِ القدیماتِ بالحسناتِ الحدیثات۔ فلو ان احدکم عمل من السیئات

ما بینه وبین السماء ثم عمل حسنة لعلت فوق سیئاته حتی تقهرهن۔ مثل قلب المومن مثل العصفور یتقلب کل یوم کذا وکذا امرۃ۔ قال عبد اللہ بن مسعود من استطاع منکم ان یجعل کنزہ فی السماء لا تاکلہ السوسُ ولا تنالہ السراقُ فلیفعل فان قلب الرجل مع کنزہ۔ لِیَسَعک بیتک واکفف لسانک وَابکِ علی ذکر خطیئتک۔ انتم اکثر صیاما واکثر صلاۃ واکثر اجتھادا من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھم کانوا خیرا منکم قالوا لم یا اباعبد الرحمن قال ھم کانوا اَزْھَدَ فی الدنیا وَاَرْغَبَ فی الآخرۃ۔ ثلاث احلف علیھن والرابعۃ لو حلفت علیہا لبررت۔ لا یجعل اللہ عزوجل من لہ سھم فی الاسلام کمن لا سھم لہ۔ ولا یتولی اللہ عبداً فی الدنیا فولّاہ غیرہ یوم القیامۃ۔ ولا یحب رجل قوما الّا جاء معھم۔ والرابعۃ التی لو حلفت علیہا لبررت۔ لا یستر اللہ علی عبد فی الدنیا الا ستر علیہ فی الآخرۃ۔

مہلکات ومنجیات آپ نے ایک پرچہ پر پہلے دس مُہلکات لکھی ہیں اور پھر دس مُنجیات کا ذکر فرمایا ہے۔ یہ عاجز ان کو نقل کرتا ہے۔

مُہلکات:۔ البخلُ، الکبرُ، العُجبُ، الرِّیاءُ، الحسدُ، شِدَّۃُ الغضب، شَرَہُ الطَّعام، شَرَہُ الوِقاعِ، حُبُّ المال، حُبُّ الجاہِ۔

مُنجیات:۔ الندم علی الذنوب، الصبر علی البلاءِ، الرضا بالقضاءِ، الشکر علی النَّعماءِ، اعتدالُ الخوف والرَّجاءِ، الزُّھدُ فی الدنیا، الاخلاصُ فی الاعمال، حُسنُ الخلق، حبُّ اللہِ، الخشوع لہٗ۔

ادعیہ آپ نے مثنوی فیض المدینہ فی حال السکینہ کے سرورق پر تحریر فرمایا ہے:۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیَ الذُّنُوبَ الَّتِی تُحِلُّ النِّقَمَ، تُغَیِّرُ النِّعَمَ، تُورِثُ النَّدَمَ، تَحْبِسُ الْقِسَمَ، تُنْزِلُ الْبَلَاءَ، تَھْتِکُ الْعِصَمَ، تُعَجِّلُ الْفَنَاءَ، تُدِیْلُ الْاَعْدَاءَ، تَقْطَعُ الرَّجَاءَ، تَرُدُّ الدُّعَاءَ، تُمْسِکُ غَیْثَ السَّمَاءِ، تُظْلِمُ الْھَوَاءَ، تَکْشِفُ الْغِطَاءَ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ لَا یَنْسٰی مَنْ ذَکَرَہٗ، لَا یُخَیِّبُ مَنْ رَجَاہُ، لَا یَکِلُ

مَنْ تَوَكَّلَ اِلٰی غَیْرِہٖ، ھُوَ ثِقَتُنَا حِیْنَ تَنْقَطِعُ عَنَّا الْحِیَلُ، ھُوَ رَجَاؤُنَا حِیْنَ تَسُوْءُ ظُنُوْنُنَا بِاَعْمَالِنَا، یَکْشِفُ ضُرَّنَا عِنْدَ کَرْبِنَا، یَجْزِیْ بِالْاِحْسَانِ اِحْسَانًا، یَجْزِیْ بِالصَّبْرِ نَجَاۃً

نصیحت آپ نے شیخ عبدالکریم میرٹھی کو خط کے آخر میں تحریر فرمایا "ہم اگرچہ غفلت میں ہیں مگر لائق ہم کو یہی ہے کہ اپنے مالک پر ہی بھروسہ کریں اور اسی پر تکیہ کریں اور اسی کو یاد کریں اور اسی کی نزدیکی طلب کریں اور اسی کو پکاریں۔ افسوس کہ اتنی دینداری بھی ہم میں نہ ہو اور اس پر پھر اپنے کو خاص بندہ خدا کا سمجھیں۔ حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ۔

اَعُوْذُ بِکَ اَللّٰھُمَّ مِمَّا جَنَیْتُہٗ وَمِمَّا عَصَیْتُ الْاَمْرَ قَوْلًا وَمَفْعَلًا

شجرہ پر تحریر آپ کا معمول تھا کہ جب کسی کو شجرہ شریفہ عنایت فرماتے تھے اگر وہ دائرہ ولایت میں داخل ہوگیا ہے تو اس کا ذکر فرما دیا کرتے تھے۔ اور آپ پہلے اپنا اسم گرامی تحریر فرماتے تھے اور پھر اُس مخلص کا جس کو شجرہ شریفہ دیا جاتا تھا۔ عام طور پر فارسی میں یا اردو میں یہ عبارت تحریر فرماتے تھے۔ الٰہی تو اپنے عاجز بندے عبداللہ ابوالخیر پر اور اس عاجز (نام ولدیت) پر اپنا رحم و کرم فرما اور اپنے خشم اور غضب سے محفوظ رکھ۔ اور اپنی محبت اور معرفت عنایت کر۔

جب ہم تینوں بھائی عالم وجود میں آگئے تو آپ اپنے اسم گرامی کے بعد ہم تینوں کا نام بھی تحریر فرماتے تھے۔ آپ لکھتے تھے۔ الٰہی تو اپنے عاجز بندے عبداللہ ابوالخیر اور بلال بن عبداللہ بن عمر، و زید بن عبداللہ بن عمر و سالم بن عبداللہ بن عمر پر اور اس عاجز پر آپ اس کے بعد کبھی کوئی دعائے ماثورہ۔ کبھی کوئی دعائیہ شعر تحریر فرماتے تھے۔ ایک شجرہ شریفہ میں آپ نے یہ دو شعر لکھے تھے۔

چشم دارم کز گنہ پاکم کنی پیش ازاں کاندر لحد خاکم کنی
اندر آندم کز بدن جانم بری از جہاں با نورِ ایمانم بری

ایک شجرہ شریفہ پر آپ نے یہ تحریر فرمایا ہے۔

جُدْ لِخَاصٍ وَمَا سِوَایَ ھُوَالْعَا صِیْ وَلٰکِنْ تَنَکُّرِیْ اسْتِحْیَاءُ

الٰہی برین بندہ شرمندہ عبداللہ ابوالخیر فاروقی و برادلادش بلال بن عبداللہ و زید بن

عبداللہ و سالم بن عبداللہ عفی اللہ عنہم و غفر لہم و رحمہم و بارک فی ایمانہم و صلاحہم و علمہم و عملہم و عمرہم و بر دین محمد ولد شجاع شاہ توری مہربانی و رحم کن و از خشم و غضب خود ہمہ مایاں را نگاہ دار و بہ رضامندی خود ہمہ مایان را مشرف کن، آمین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

دوشنبہ ۱۲ر جمادی الآخرہ سنہ ۱۳۲۷ھ۔

عربی کا تحریر کردہ شعر امام بوصیری کے قصیدہ ہمزیہ کا ہے۔ اور مَا سِوَایَ هُوَ العَاصِی میں مَا نافیہ ہے۔ یعنی اے پروردگار گنہ گار کو تو بخش اور گنہ گار میرے سوا کوئی نہیں۔ آپ نے شرمندگی کی بنا پر تنکیر سے تعبیر کی ہے۔ اور ۔ جُد لعاصٍ ۔ فرمایا ہے۔

اور ایک شجرہ پر آپ نے تحریر فرمایا ہے۔

ابو الخیرِ عبدُ اللّٰہِ عبدُکَ وَ ابنُ عَبْ	دِکَ المذنب الراجی مع الحلل الحُلا
بنوہُ بلالٌ ثمّ زیدٌ وَ سَالِمٌ	فیا ربِّ بارک فیھِمو متفضّلا
وَفِی وَالِدَیھِم ثمّ فِی اخوانِھِم	وعافِ جمیعاً واعفُ عنھُم وافضِلا
وَوَفِّقھُمو للدّین والعلمِ وَالتُّقیٰ	وَاَورِثھُمُ القرآنَ والکتبَ العُلا

ملا عصام الدین ولد ملا نور محمد علی خیل را شجرۂ شریفہ داده شد۔ یکشنبہ ۱۲ر جمادی الآخرہ سنہ ۱۳۲۸ھ

اجازت اوراد و صلوات آپ مخلصین کو اوراد و صلوات کی کتابوں کی اجازت دیا کرتے تھے۔ حصن حصین، حزب اعظم، اوراد فتحیہ اور دلائل الخیرات کی اجازت آپ نے دی ہے۔ کتاب پر اپنی سند لکھ دیا کرتے تھے۔ آپ اپنے حضرت والد سے، وہ اپنے حضرت والد سے وہ شاہ عبدالعزیز سے اور وہ اپنے حضرت والد شاہ ولی اللہ سے روایت کرتے ہیں۔ قدس اللہ اسرارہم۔

احمد پر تنوین اس عاجز نے افغانستان میں دلائل الخیرات کا ایک نسخہ دیکھا۔ حضرت حضرت سیدی الوالد نے اس کی تصحیح فرمائی ہے۔ اور اپنی سند اور اجازت تحریر کی ہے۔ آپ نے اسمار مبارکۂ نبویہ میں، اسم مکرم اَحْمَدُ کو منوّن فرمایا ہے۔ یعنی اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی مَنْ اِسْمُہٗ سَیِّدُنَا اَحْمَدٌ پر دو پیش لگائے ہیں۔ عاجز نے اس مسئلہ کا ذکر مولانا قاضی سجاد حسین صاحب صدر مدرس مدرسہ عالیہ فتحپوری دلی سے کیا،

موصوف نے چند روز پہلے امام قسطلانی کی ارشاد الساری کی طرف متوجہ کیا۔ جزاہ اللہ خیرا۔ اس کتاب کے جزر سابع کے صفحہ ۳۸۲ میں لکھا ہے۔

قسطلانی کی عبارت

(واسمہ احمد) قال فی الدر یحتمل النقل من الفعل المضارع او من افعل التفضیل والظاہر الثانی وعلی کلا الوجہین فمنعہ من الصرف للعلمیۃ والوزن الغالب إلا انہ علی الاول یمتنع معرفۃ و ینصرف نکرۃ وعلی الثانی یمتنع تعریفًا وتنکیرًا لانہ تخلف العلمیۃ الصفۃ وإذا نکر بعد کونہ علما جری فیہ خلاف سیبویہ والاخفش، وھی مسئلۃ مشہورۃ عند النحاۃ وَاَنشد حسّانُ یمدحہ علیہ الصلوٰۃ والسلامُ وصفہ

صَلّی الالٰہُ ومَن یحفُّ بعرشِہٖ ۔۔۔ والطیّبُونَ علی المبارکِ اَحْمَدِ

فاحمد بدل او بیان للمبارک، الخ۔ یقول العاجز الشعر فی دیوانہ وھو یرثی النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

دعوت کا قبول کرنا

اگر کوئی آپ کی دعوت کرتا تو آپ معلوم فرماتے تھے کہ داعی کا مال پاک ہے یا مشتبہ۔ اگر مشتبہ ہوتا تھا آپ نہیں جاتے تھے۔ اور پاک مال کی صورت میں آپ داعی کے شوق و محبت کو دیکھتے تھے اور پھر تشریف لے جاتے تھے۔ عمومی دعوت میں اگر آپ کی نشست کے لئے الگ جگہ کا انتظام کیا جاتا تھا۔ تو آپ تشریف لے جاتے تھے۔ اموات کے کھانے سے پرہیز کرتے تھے۔ فرماتے تھے اس کھانے سے باطن میں ثقل پیدا ہوتا ہے۔ یہی ہدایات ہم بچوں کو تھی۔ بزرگانِ دین کی فاتحہ کے کھانے کو تناول فرماتے تھے۔

محفل نکاح میں شرکت

بعض افراد نے عقدِ نکاح کی محفل میں آپ کو مدعو کیا اور آپ تشریف لے گئے البتہ اتنا ہوتا تھا کہ آپ کی جائے نشست کسی گوشہ میں ہوتی تھی اور آپ کے پاس کچھ افراد ہوتے تھے۔ حکیم حافظ محمد اجمل خاں نے اپنی صاحبزادی کے نکاح میں آپ کو بلایا اور آپ تشریف لے گئے۔ حکیم صاحب نے آپ کو نفیس چائے پلائی۔ بعض افراد سے آپ نے ملاقات کی اور خوش ہوئے۔

بعض جگہ آپ نے خطبہ بھی پڑھا اور ایجاب و قبول بھی کرایا چنانچہ حاجی حافظ حفیظ الدین میرٹھی آپ کو میرٹھ لے گئے۔ آپ کے ساتھ ہم تینوں بھائی اور چند مخلصین تھے۔ ایک کوٹھی میں آپ کا قیام تین رات رہا۔ جمعہ ۱۹ ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ مطابق ۳۱ دسمبر ۱۹۲۰ء دن کے ساڑھے گیارہ بجے مدرسہ امداد الاسلام میں امۃ النعیم بنت حافظ حفیظ الدین کا عقد نکاح حافظ محمد اسحاق خواہر زادہ حافظ حفیظ الدین سے ہوا۔ خطبہ آپ نے پڑھا اور ایجاب و قبول کرایا۔ اس کے بعد مولانا اختر شاہ خاں مدرس مدرسہ امداد الاسلام نے فارسی کا قصیدہ مدحیہ پڑھا۔ نہایت عمدہ قصیدہ تھا۔ افسوس عاجز کو وہ دستیاب نہ ہوا، ورنہ نقل کرتا۔ اور ۱۳۴۰ھ میں حافظ اشفاق الٰہی کے دوسرے عقدِ نکاح میں آپ تشریف لے گئے جو کہ بیری باغ دلی میں تھا۔ آپ نے خطبہ پڑھا اور ایجاب و قبول کرایا۔

عقد نکاح کے موقع پر جو خطبہ آپ پڑھتے تھے وہ درج ذیل ہے۔

خطبۂ نکاح

ان الحمد للّٰہ نحمدہٗ ونستعینہ ونستغفرہ ونعوذ باللّٰہ من شرورِ انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یھدی اللّٰہ فلا مضلّ لہٗ ومن یضللہ فلا ھادی لہ واشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ واشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ، یا ایھا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃٍ وخلق منھا زوجھا وبث منھما رجالا کثیرا ونساءً واتقوا اللّٰہ الذی تساءلون بہ والارحام ان اللّٰہ کان علیکم رقیبا، یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللّٰہ حقّ تقاتہ ولا تموتنّ الّا وانتم مسلمون، یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللّٰہ وقولوا قولا سدیدا یصلح لکم اعمالکم ویغفر لکم ذنوبکم ومن یطع اللّٰہ ورسولہ فقد فاز فوزا عظیما، ورسولہ ارسلہ بالحق بشیرا ونذیرا بین یدی الساعۃ من یطع اللّٰہ ورسولہ فقد رشد ومن یعصھما فانہ لا یضر الا نفسہ ولا یضر اللّٰہ شیئا ونسال اللّٰہ ان یجعلنا ممن یطیعہ ویطیع رسولہ ویتبع رضوانہ ویجتنب سخطہ فانما نحن بہ ولہ۔

امام جزری نے حصن حصین میں اس خطبہ کو نقل کیا ہے۔ خطبہ میں حمدلہ کے بعد

آیات شریفہ پڑھنے سے پہلے نہ استعاذہ ہے نہ بسملہ۔ اور نہ النکاح من سنتی فمن رغب عن سنتی فلیس منی ہے۔ ان الفاظ سے یہ حدیث ثابت نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن تین افراد کے متعلق ارشاد فرمایا ہے جنہوں نے آپ کے مبارک طریقہ کو چھوڑنے کا قصد کیا تھا۔ لکنی اصوم وافطر واصلی وأرقد واتزوج النساء فمن رغب عن سنتی فلیس منی۔ کہاں وہ شخص جو آپ کی سنت کو چھوڑنے کا قصد کرے۔ اور کہاں وہ شخص جو آپ کی سنت پر عمل کر رہا ہو۔

بعض افراد۔ من ترک سنتی لم ینل شفا عتی۔ پڑھتے ہیں۔ مشکات، جمع الفوائد، الجامع الصغیر اور کنوز الحقائق۔ میں یہ الفاظ نہیں ہیں اور نہ احادیث شریفہ کی مروج کتابوں میں ہے۔ واللہ اعلم ان لوگوں نے کہاں سے اس وعید کو نقل کیا ہے۔

شارع عام پر چلنا

جب آپ شارع عام پر چلتے تھے تو بائیں جانب رہتے تھے ہم تینوں کو آپ کا قاعدہ معلوم تھا۔ لہذا آپ کے آگے راستہ کے بائیں جانب رہتے تھے۔ اور اگر آپ کے ساتھ مخلصین ہوتے تھے تو آپ بلند آواز سے فرما دیا کرتے تھے۔ دستِ چپ۔ آپ ہمیشہ مخلصین کی جماعت کو اپنے آگے رکھتے تھے۔ چاہے وہ ایک شخص ہو۔ چاہے جماعت۔ آپ کے پیچھے صرف ایک خادم رہتا تھا جو آپ کے استعمال کی چیزوں کو اپنے ساتھ رکھتا تھا۔ آپ کی نظر ہمیشہ قدم پر رہتی تھی۔ راستہ میں آپ کسی سے مصافحہ نہیں فرماتے تھے اور نہ کھڑے ہو کر کبھی کسی سے گفتگو فرمائی۔ اگر کوئی شخص مصافحہ کا ارادہ کرتا تھا تو وہ خادم جو پیچھے رہتا تھا فوراً اس کو روک دیتا تھا۔ راستہ چلتے وقت آپ نہ کسی کو دیکھتے تھے اور نہ کسی کو سلام کرتے تھے۔ اگر راستہ میں کوئی شے قابلِ دید آجاتی تھی تو ہم بھائیوں میں سے کوئی آپ کو اس کی طرف متوجہ کرتا تھا۔ اور جب آپ اس کو دیکھنے کا ارادہ فرماتے تھے تو رُک جاتے تھے۔ اور سر اُٹھا کر دیکھتے تھے۔ جب تک آپ اس کو دیکھتے تھے اپنی جگہ پر کھڑے رہتے تھے۔ البتہ چلتے وقت آپ احیاناً مخلصین سے گفتگو فرماتے تھے۔ آپ

کی رفاقت میں جتنے مخلصین ہوتے تھے نہایت ادب سے نظر بر قدم چلتے تھے۔ جدھر سے بھی اس مبارک جماعت کا گزر ہوتا تھا لوگ ایک طرف کو ہو کر کھڑے ہو جاتے تھے۔ اور اس کیفیت کو دیکھ کر متحیر رہتے تھے۔ اس عاجز نے یہ بات اکثر ملاحظہ کی ہے کہ آپ کو دیکھ کر سواری پر جانے والے افراد سواری روک کر ادب سے ایک طرف کھڑے ہو جاتے تھے۔ خانقاہ شریف سے جامع مسجد تک جتنے غیر مسلم دوکاندار تھے وہ اپنی دوکان پر ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہو جاتے تھے۔ اور جب تک آپ ان کی دوکان سے گزر نہ جاتے تھے وہ کھڑے رہتے تھے۔ آپ جس وقار و تمکنت اور عاجزی کے ساتھ راستہ پر چلتے تھے اس عاجز نے کسی دوسرے میں یہ بات نہیں دیکھی۔ یہ بات اور دسیوں افراد نے بھی اس عاجز سے کہی ہے۔ کہ اس کیفیت کے ساتھ چلنا ہم نے کسی کا نہیں دیکھا۔ اللہ تعالیٰ نے جو ہیبت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دی تھی۔ وراثۃً وہ آپ کو بھی ملی تھی۔

واقعۂ سلام

اس عاجز نے آپ کو چلتے وقت ہمیشہ نظر بر قدم پایا۔ کیا گھر میں اور کیا باہر ہمیشہ یہی محسوس ہوا کہ آپ "ہوش در دم" پر عامل ہیں۔

ایک مرتبہ آپ خانقاہ شریف میں حرم سرا سے صدر دروازہ کو جا رہے تھے (بجز آخر کے تین سال کے آپ کی بیٹھک دروازہ کی ڈیوڑھی تھی) مولوی سید جعفر علی نے بلند آواز سے آپ کو۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ کہا۔ یہ عاجز آپ کے پیچھے تھا۔ آپ چونک پڑے اور اسی جگہ کھڑے ہو گئے پھر آپ نے مولوی سید جعفر علی کو نہایت قہر میں فرمایا: "خبیث۔ تم سے سلام کرنے کو کس نے کہا۔ یہاں کون تمہارا نوکر بیٹھا ہے جو تمہارے سلام کا جواب دے۔" مولوی سید جعفر علی کئی سال کے آنے والے تھے۔ کبھی انھوں نے یہ حرکت نہ کی تھی۔ واللہ اعلم اس رات اُن کو کیا خیال آیا جو یہ حرکت کر بیٹھے۔ اس عاجز کو یقین ہے کہ حضرت سیدی الوالد نے اُن کی سیادت کا خیال کیا۔ اُن کی جگہ کوئی اور ہوتا تو یقیناً سزایاب ہوتا۔ سلام ایک تحیّہ ہے تحیّہ کا بھی موقع و محل ہوتا ہے۔ نہ یہ کہ بم کے گولے کی طرح سلام دے مارے، دوسرے کو ڈراوے اور تکلیف پہنچا دے، جاہل سلامیوں سے جو تکلیف یہ عاجز اٹھا رہا ہے اس کے پیش نظر آپ کے طور طریقوں کی قدر

دن بہ دن اس عاجز کی نظر میں بڑھتی ہے اور بے ساختہ دل سے آپ کے واسطے دعائے خیر نکلتی ہے۔ جزاہ اللہ و رحمہ و رضی عنہ۔

مُریدوں کی تربیت آپ کی خدمت میں مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، ملکِ شام، برما، بنگال، بہار، ریاست حیدر آباد، یوپی، بمبئی، گجرات، پنجاب، بلوچستان اور افغانستان سے خلق خدا آئی اور مستفید ہوئی۔ ان میں افغانستان کے لوگوں کی کثرت تھی۔ افغانستان کا ایک بڑا علاقہ کٹواز ہے۔ ساٹھ ستر سال پہلے اس علاقہ کی حالت دور جاہلیت کی حالت سے کسی طرح کم نہ تھی، قتل کرنا معمولی بات تھی، اپنے طور طریقوں کے پابند تھے، چاہے وہ شریعت مطہرہ کے خلاف ہی کیوں نہ ہوں۔ آپ نے اس جاہل اور سرکش قوم کے افراد کی جس طرح اصلاح فرمائی جائے صد استعجاب ہے

۱۳۳۴ھ میں آپ کا قیام رامپور میں تھا۔ ایک مرتبہ کسی کام سے نواب صاحب کے چیف سکریٹری عبدالصمد خاں مع ایک نفر کے دن کے دس گیارہ بجے حاضر ہوئے۔ آپ حرم سرا میں تھے۔ وہ مردانے میں انتظار کر رہے تھے۔ اُن کے دوران انتظار میں ایک شخص سلسلۂ شریفہ میں داخل ہونے کے واسطے آیا۔ آپ نے خان فقیر قوم احمد خیل ساکن وازِخواہ، کٹواز سے فرمایا جاؤ اس شخص کو داخل سلسلہ کر لو، چنانچہ خان فقیر نے اس کو داخل سلسلہ کیا۔ عبدالصمد خان، خان فقیر کو دیکھ رہے تھے اور جب خان فقیر فارغ ہو گئے عبدالصمد خان نے اپنے رفیق سے کہا: "حضرت شاہ صاحب نے جس طرح وحشی پٹھانوں کی اصلاح کی ہے حیرت کا مقام ہے۔ دیکھو اس جاہل پٹھان نے کتنے اعلیٰ طریقہ پر خوب سمجھا کر اس شخص کو بیعت کیا ہے۔ اور بیعت کرنے کے بعد پھر کس طرح توجہ دی ہے۔" جس وقت چیف سکریٹری صاحب یہ بات کہہ رہے تھے یہ عاجز وہاں موجود تھا۔ وہ یہ بات کہکر عاجز کی طرف متوجہ ہوئے اور تھوڑی دیر محبت کی باتیں کرتے رہے۔

واقعۂ حافظ عبدالحکیم دِلّی کے حافظ عبدالحکیم آپ کے نہایت مخلص خادم تھے، ایک مرتبہ اُن کے دل میں کسی وجہ سے کچھ اعتراض پیدا ہوا، اور وہ جڑ پکڑتا رہا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وساوس کی گرفت میں بے مثل کمال

عنایت کیا تھا آپ نے حافظ عبدالحکیم کے وسوسہ کو پکڑا۔ رات کو جب حلقہ مبارکہ میں شریک ہونے کے واسطے حافظ عبدالحکیم آئے اور دربان نے اطلاع کی آپ خاموش رہے۔ اور حافظ عبدالحکیم کچھ دیر انتظار کر کے اپنے گھر چلے گئے۔ تین رات تک یہی کیفیت رہی، چوتھی رات کو وہ گھر سے یہ نیت کر کے چلے کہ جب تک آپ سے خطا معاف نہ کرالوں گا، گھر واپس نہ آؤں گا۔ چنانچہ وہ آئے اور ان کی اطلاع دربان نے دی اور آپ حسب سابق خاموش رہے۔ اور رات کے دو ڈھائی بجے تک حافظ عبدالحکیم دروازہ میں بیٹھے رہے۔ جب حلقہ تمام ہوا اور آپ آرام گاہ تشریف لے گئے حاجی مُلّا احمد خان نے حافظ صاحب سے کہا "حضور پُر نور آرام گاہ تشریف لے گئے۔ لہذا اب جاؤ۔ حافظ صاحب نے کہا، جب تک حضور میری خطا معاف نہ فرمائیں گے میں یہاں سے نہیں جاؤں گا۔ تم ایک مرتبہ پھر میری اطلاع کردو۔ چنانچہ حاجی ملا احمد چھت کے راستہ سے بسم اللہ شریف پڑھتے ہوئے گئے اور آپ سے حافظ عبدالحکیم کی عاجزی اور زاری کا بیان کیا۔ آپ نے فرمایا "اچھا یہاں لے آؤ" چنانچہ ملا صاحب حافظ صاحب کو لے کر بسم اللہ شریف پڑھتے ہوئے پہنچے۔ آپ دالان سے باہر تشریف لائے اور زینہ کی کنڈی کھولی۔ حافظ صاحب آپ کے مبارک قدموں پر گر کر روئے۔ اور عفوِ تقصیر کے خواستگار ہوئے۔ آپ نے اُن سے فرمایا "عبدالحکیم، کئی دن سے تمہارے دل میں ٹیڑھ تھی اور اس وجہ سے ہم نے تم کو اجازت نہ دی۔ حکیم اجمل خان کو تم جانتے ہو۔ جس طرح وہ بدن کی بیماریوں کی تشخیص کرتے ہیں ہم خدا کے فضل سے اسی طرح دل کی بیماریوں کی تشخیص کرتے ہیں۔ دیکھو تمہارے دل کی ٹیڑھ کیسی نکلی۔ خبردار آئندہ ایسی حرکت نہ کرنا۔" یہ فرما کر آپ نے دعا دی اور رخصت کیا۔

اس واقعہ کو عاجز سے خود حافظ عبدالحکیم رحمہ اللہ نے بیان کیا۔ وہ چند روز کے واسطے کراچی سے دلّی آئے تھے۔ مزار شریف کے پاس بیٹھ کر یہ واقعہ بیان کر رہے تھے اور ان کی آنکھیں نذر عقیدت میں گوہر غلطاں بہا رہی تھیں۔ رحمہ اللہ و رضی عنہ۔

واقعہ مولانا سیف الرحمٰن

مولانا سیف الرحمٰن مدرسہ عالیہ فتحپوری دلّی کے صدر مدرس اور آپ کے قدیم مخلصین میں سے تھے۔ جب تک ترکِ موالا

کے سلسلہ میں ہجرت کرکے کابل نہ گئے ہر روز آپ کے حلقہ میں شریک ہوتے تھے ۔ اس عاجز سے آپ کی ملاقات ۱۳۵۰ھ میں حج کے موقع پر مکہ مکرمہ میں مقام ابراہیم علیہ السلام کے پاس ہوئی حضرت سیدی الوالد قدس سرہ کو یاد فرماکے آنسو بہا رہے تھے اور آپ کے واسطے اس مبارک مقام میں دعائے خیر فرما رہے تھے ۔ رحمہ اللہ و رضی عنہ ۔

مولانا سیف الرحمٰن کو حضرت سیدی الوالد سے کامل عقیدت تھی اور آپ کو بھی اُن سے محبت تھی ۔ اور آپ اُن کا پاس و لحاظ فرمایا کرتے تھے ۔ ایک مرتبہ مولانا سیف الرحمٰن آپ کی خدمت میں ایک شخص کو لائے ' اور اس نے بارہ ہزار روپیہ از مدِّ زکات آپ کی خدمت میں پیش کیا تاکہ آپ مساکین کو تقسیم فرمادیں ۔ مولانا نے اس شخص کی کچھ سفارش کی ۔ آپ کو اس شخص کے احوال پسند نہ آئے اور اس کا روپیہ واپس کردیا ساتھ ہی مولانا صاحب سے اس کی سفارش کرنے پر ناراض ہوئے اور اُن کو نکال دیا ۔ چند روز تک مولانا صاحب کو خانقاہ شریف میں داخل ہونے کی اجازت نہ ملی ۔ چونکہ مولانا صاحب سالہا سال آپ کی خدمت میں حاضر ہوچکے تھے اس لئے ان کی سفارش کرنی آپ کو ناگوار گزری اور آپ نے اُن کو تنبیہ فرمائی ۔

مولانا سیف الرحمٰن نے اس واقعہ کو مولوی حافظ محمد عبدالکریم فرزند مولوی عبداللہ قندھاری حقّانی سے بیان کیا اور حقّانی صاحب نے عاجز سے ذکر کیا ۔

واقعۂ مُلّا عبداللہ

مُلّا عبداللہ ولد مُلّا زرداد قوم علی زئی صاحب نسبت اور مخلص قدیم تھے ۔ کسی لغزش کی بنا پر اُن کے کارخانۂ باطن میں خلل آگیا تھا ۔ آپ نے اُن کے واسطے پانچ ضرب چوب تجویز فرمائیں ' دوسرے پٹھان نے تعمیل ارشاد کی جس وقت ملا عبداللہ کو یہ سزا مل رہی تھی حافظ منیر الدین منیرؔ دہلوی موجود تھے ۔ انھوں نے دیکھا کہ پہلی ضرب پر ملا عبداللہ نے الحمد للہ کہا اور مارنے والے سے کہا ۔ زور سے مارو ۔ اور سزا پوری ہونے پر بہ حالتِ وجد رقصاں اٹھے ۔ منیر الدین نے بعد میں ان سے دریافت کیا کہ یہ کیا معاملہ تھا ۔ انھوں نے کہا یہ پانچ ضربیں میرے لئے فتح ابواب برکات کا ذریعہ بنی ہیں ۔ مجھ سے ایک لغزش ہوگئی تھی اور حلاوت باطنی کھو بیٹھا تھا ۔ ہر ضرب پر ظلمت

کے پردے چاک ہوتے گئے اور سابقہ کیفیت عود کر آئی۔ یہ واقعہ حافظ منیر الدین نے عاجز سے بیان کیا۔

واقعہ مُلّا عبد الحلیم

ملا عبد الحلیم آخوندزادہ کا بیان آپ کی اولاد معنوی میں آئے گا۔ نہایت صاحبِ نسبت اور باکمال فرد تھے۔ ایک دن بلا وجہ انھوں نے محمد عمر نورزی کو برا بھلا کہہ دیا۔ آپ کو اطلاع ہوئی اور آپ نے دو چار جوتے اُن کے سر پر لگوائے۔ اس عاجز نے دیکھا کہ مُلّا صاحب تھوڑی دیر بیٹھے روتے رہے۔ اور پھر حضرت سیدی الوالد کے مکان کے دروازہ پر آ کر آہ و فغاں میں مصروف ہوئے۔ آپ کو مُلّا صاحب سے محبت تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ اُن کے پاس آئے اور دستِ شفقت اُن کے سر پر رکھا۔ مُلّا صاحب پر فرطِ مسرت سے وجد کی کیفیت طاری ہو گئی۔ رحمہ اللہ و رضی عنہ۔

واقعہ مُلّا احمد

کوئٹہ میں آپ دن کو حلقہ فرما رہے تھے۔ افغانستان کے چالیس پچاس علماء حاضر تھے۔ اتفاق سے افغانستان کا ذکر آیا۔ حاجی مُلّا احمد نے کہا۔ افغانستان میں عورت کو میراث نہیں دیتے اور خاوند کے مرنے پر خاوند کی برادری میں سے کوئی شخص زبردستی اس عورت سے نکاح کر لیتا ہے۔ یہ سن کر آپ کو رنج ہوا اور آپ استغفار پڑھتے ہوئے گھر تشریف لے گئے۔ علماء کو بہت افسوس ہوا اور انھوں نے مُلّا احمد سے کہا۔ تم کو یہ بات نہ کہنی چاہیئے تھی۔ تم نے کیسی مبارک محفل کو درہم برہم کیا۔ تقریباً پانچ سات منٹ کے بعد آپ ننگے سر ننگے پیر دروازہ پر آئے اور فرمایا "تم میں سے جس جس کو احمد کی بات ناگوار گزری ہے اور وہ چاہتا ہے کہ اپنے کو پاک کر لے تو پانچ ضرب چوب برداشت کرے۔" یہ فرما کر آپ تشریف لے گئے۔ اور حاضرین حلقہ میں سے ہر ایک نے اپنے کو ضرب کے واسطے پیش کیا۔ لیکن ایک مُلّا صاحب نے اپنے کو پیش نہیں کیا۔ وہ بہت ظریف اور خوش طبع تھے۔ ان کا نام غالباً مُلّا باز تھا۔ اُن کے رفقا نے اُن سے کہا۔ تم مذاق سمجھ رہے ہو اور کہیں تم کو نقصان نہ پہنچے۔ لیکن وہ ہنستے رہے اور اپنی بات پر قائم رہے۔ کچھ دنوں کے بعد سے ان کے دماغ میں خلل آنا شروع ہوا۔ اپنے رفقاء کے ساتھ افغانستان گئے۔

دیوانے ہوئے اور رحلت کر گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ۔ رحمہ اللہ۔

واقعۂ محمد رفیع

حاجی محمد رفیع بیری باغ دلّی میں رہتے تھے۔ آپ کے قدیم مخلص تھے۔ پہلی مرتبہ حج کو گئے تو حضرت مولانا حبیب الرحمٰن ردولوی سے ملنے گئے، وہ نہ ملے، دوسرے دن پھر گئے اور اطلاع کرائی کہ شاہ ابوالخیر کا غلام ہوں ان کا سلام لے کر حاضر ہوا ہوں تو حضرت مولانا نے ان کو بلا لیا اور محبت سے ملے اور آخر میں یہ الفاظ فرمائے "خود ملنے کو نہیں آتے اور لوگوں کے ہاتھ سلام کہلا بھیجتے ہیں۔ اچھا ہمارا سلام ان کو پہنچا دے نا" حاجی محمد رفیع صاحب اس عاجز سے کہتے تھے۔ کہ میں نے حضرت مولانا کی طبیعت کو حضرت صاحب کی طبیعت کے مشابہ پایا۔ حاجی محمد رفیع صاحب بعد میں دوسری مرتبہ حج کو گئے جب وہاں سے آئے تو آپ کے پاس حاضری دی، دربان نے آپ کو اطلاع دی، آپ نے فرمایا۔ "حج پر حج کرنے کا کیا گھمنڈ کرتا ہے۔ اور ہم پر کیا احسان ہے" دربان نے محمد رفیع سے یہ بات کہی، وہ دروازہ میں بیٹھ کر توبہ و استغفار میں مصروف ہوئے، اس وقت مولوی سراج الدین صاحب موجود تھے۔ وہ پھاٹک مفتی والان، تراہا بہرام خاں، دلّی میں رہتے تھے، نہایت نیک شخص تھے، انھوں نے تھوڑی دیر کے بعد آپ سے بہ عاجزی کہا "آپ ان کے حق میں دعا فرمائیں۔" مولوی صاحب نے یہ بات اس محبت اور خلوص سے کہی کہ آپ کا قہر لطف و مہربانی سے بدل گیا۔ اور آپ نے مولوی صاحب سے فرمایا "ہماری تو اُن کے حق میں یہی دعائیں ہیں" جس وقت آپ نے "دعائیں ہیں" کے الفاظ فرمائے مخلصین پر عجیب اثر ہوا اور وجد کی کیفیت کا ظہور رہا۔

خلاصۃ القول

اس قسم کے صدہا واقعات ہیں۔ عاجز نے بہ طور نمونہ چھ واقعات لکھے ہیں۔ اور آپ کا ارشاد گرامی لکھ دیا کہ "ہماری تو ان کے حق میں یہی دعائیں ہیں۔" آپ کا یہ ارشاد گرامی جب بھی یاد آتا ہے۔ امام بخاری کی روایت کردہ حدیث شریف یاد آجاتی ہے۔ وہ اپنی صحیح میں ابوہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اتَّخَذْتُ عِنْدَکَ عَھْدًا لَنْ تُخْلِفَنِیْہِ فَاِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ فَاَیُّ الْمُؤْمِنِیْنَ اٰذَیْتُہٗ، شَتَمْتُہٗ، لَعَنْتُہٗ، جَلَدْتُہٗ،

فَاجْعَلْهَا لَهُ صَلَاةً وَّزَكَاةً وَّقُرْبَةً تُقَرِّبُهُ بِهَا اِلَيْكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۔ یعنی اے میرے اللہ میرا تجھ سے ایک عہد ہو چکا ہے تو اپنے کرم سے میرے اس عہد کو پورا کر، میں ایک بشر ہوں، اگر ایمانداروں میں سے کسی کو میں تکلیف پہنچاؤں، اس کو گالی دوں، اس پر لعنت کروں، اس کو ماروں، تو میرے اس تکلیف پہنچانے کو تو اس کے حق میں رحمت اور پاکی اور قُرب کا ایسا ذریعہ بنا کہ قیامت کے دن اس کو تیرا قرب حاصل ہو۔"

حضرت سیدی الوالد قُدِّسَ سِرُّہٗ مُخلصین کے ساتھ جو کچھ کرتے تھے صرف اُن کی بھلائی کے لئے کرتے تھے۔ عاجز نے صدہا افراد کو آپ کے بعد دیکھا کہ وہ زجر و توبیخ کے واقعات یاد کر کے رویا کرتے تھے اور آپ کے واسطے دعائے خیر کیا کرتے تھے۔ علامہ ابن الجوزی نے "سیرۃ عمر بن الخطاب" رضی اللہ عنہ کے صفحہ ۲۱۶ میں لکھا ہے۔ قالت الشفاءُ بنت عبد اللہ ورأت فتیاناً یقصدون فی المشی ویتکلمون رُوَیْداً فقالت ماھولاء؟ قالوا نُسّاکٌ ۔ قالت کانَ واللہِ عمر اذا تکلم اَسمَعَ واذا مشیٰ اَسرَعَ واذا ضَرَبَ اَوجَعَ وھو النّاسکُ حَقّاً ۔ کہ شفا رضی اللہ عنہا بنت عبد اللہ نے چند جوانوں کو دیکھا کہ ان کی رفتار و گفتار میں آہستگی پائی جارہی تھی۔ شفا رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا یہ کون ہیں۔ لوگوں نے کہا یہ عُبّاد ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ قسم ہے اللہ کی، عمر جب بات کرتے تھے سُناتے تھے یعنی بلند آواز سے بات کرتے تھے۔ اور جب چلتے تھے تیز چلتے تھے اور جب مارتے تھے چوٹ لگتی تھی اور وہی حقیقت میں ناسک و عابد تھے۔" یہ عاجز حضرت شفاءؓ کے اس ارشاد کو حضرت سیدی الوالد کے مطابقِ حال پاتا ہے۔ آپ بیعت کرتے وقت حرام سے اجتناب اور فرائض کی ادائگی کا اقرار لیتے تھے اور وظیفہ شریفہ میں مشغول کرتے تھے۔ ہر وقت بہ چشم باطن اس کے احوال پر نظر رکھتے تھے۔ ایک دن آپ حلقہ فرما رہے تھے ایک صاحب مزاراتِ شریفہ پر حاضر ہوئے اور فاتحہ پڑھ کر چلے گئے۔ آپ نے مخلصین سے فرمایا: "اس شخص کو دیکھو انار کی طرح سُرخ اور پاک دل لئے ہوئے ہے۔ اگر ہمارے پاس ایسے پاک دل افراد آئیں تو ہم کیوں کسی کو بُرا کہیں یا ماریں یا نکالیں۔" آپ کے پاس صدہا افراد ایسے آتے تھے کہ آپ سے بیعت نہ تھے۔ گھنٹوں آپ کے پاس بیٹھتے تھے، اور کبھی ایک جھڑکی تک نہ

سُنی کیونکہ یہ لوگ اپنے کو عناد اور اعتراضات سے دُور رکھتے تھے، وہ صرف سکونِ قلب حاصل کرنے کے واسطے آتے تھے، اس لئے وہ آپ سے خوش رہے اور آپ اُن سے خوش رہے۔ رحمہم اللہ۔

کامل بندہ اللہ کی صفات کا مظہر ہوتا ہے۔ جتنا کامل تر ہوگا اتنا ہی زائد صفات کا مظہر ہوگا۔ آپ پر اللہ نے اپنی بے نیازی کا پرتو ڈالا تھا۔ آپ کی نیازمندی اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے تھی۔ کسی اور کے نہ آپ تمنائی تھے نہ منتظر۔ اکثر آپ فارسی کا یہ مصرع پڑھا کرتے تھے۔ ؎ ماراچہ ازیں قصہ کہ گاؤ آمد و خر رفت۔

یہ عاجز تین مخلصین کے واقعات کو بیان کرتا ہے تاکہ آپ کی تربیت کا اندازہ ہو سکے۔

مُلّا جمعہ خاں اولادِ معنوی میں بھی ان کا ذکر اِن شاء اللہ آئے گا۔ یہ آپ کے قدیم مخلص تھے۔ آپ نے ان کو اجازت عنایت کی۔ ہزارہا افراد ان سے بیعت ہوئے۔ غالباً ۱۳۳۷ھ کا واقعہ ہے کہ مُلّا جمعہ کوئٹہ میں حاضر ہوئے۔ چونکہ صاحب نسبت اور مردِ ذاکر و شاغل تھے آپ خوش ہوئے۔ اتفاق کی بات ہے کہ ایک رات حلقہ میں مُلّا صاحب نے آپ سے کہا۔ حضور، اب اللہ کے کرم سے سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کی بارگاہ سے بلا واسطہ فیضیاب ہوتا ہوں۔ آپ نے مُلّا صاحب کے فیض حاصل کرنے کی تردید نہیں فرمائی۔ بلکہ آپ نے خوش ہو کر فرمایا" اے عزیز ہرچہ می یابی ازیں سوراخ می یابی"

یعنی اے عزیز جو نعمت مل رہی ہے وہ اس سوراخ سے مل رہی ہے۔ اور آپ نے اپنے سینۂ مبارک کی طرف اشارہ کیا۔ مُلّا صاحب نے اس ارشاد کو تسلیم نہیں کیا۔ آپ نے فرمایا" اب یہاں آنے کی تم کو کیا ضرورت ہے" اور ان سے فرمایا" تم جاؤ" مُلّا صاحب اس کے بعد پندرہ بیس دن کوئٹہ میں رہے لیکن آپ اُن سے نہ ملے۔

یہ عاجز کہتا ہے۔ مُلّا صاحب عَفَی اللہُ عَنْہُ سے اس ضمن میں غلطی ہوئی۔ حضرت شاہ ابوسعید قدس سرہ نے رسالۂ ہدایۃ الطالبین اپنے پیر و مرشد حضرت شاہ غلام علی قدس سرہٗ کی حیات میں تحریر فرمایا اور شاہ صاحب نے اس کا مطالعہ فرمایا اور تحریر کیا" آنچہ دریں رسالہ مذکور است بسیار محظوظ و مسرور گردانیدہ" اس رسالہ میں جواب چہارم

کے تحت حضرت شاہ ابوسعید نے لکھا ہے "قلوب مشائخ کرام راکہ تا بہ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم وسائط فیض اند مانند عینک باید داشت" عینک کا شیشہ اپنی صفائی کی وجہ سے نظر نہیں آتا۔ لیکن کمزور نگاہ کے لئے سبب تقویت بنا ہے۔ دیکھنے والا جو کچھ دیکھ رہا ہے رہینِ منتِ شیشۂ عینک ہے۔ وہ شیشہ خود نظر نہیں آرہا ہے لیکن سب چیزوں کو دکھا رہا ہے۔ قلوبِ حضراتِ مشائخ نے سالکین کو مقاماتِ عالیہ سے اس طرح مستفید کیا ہے جس طرح دوربین کے مصفا شیشے چشم ظاہر کو مقامات بلند و دور کی سیر کراتے ہیں۔ سالک کے لئے یہ قلوبِ مبارکہ بمنزلہ سلسلۃ الجرس ہیں۔

مُلا جمعہ خان سے لغزش ہوئی۔ اور آپ نے " اب یہاں آنے کی تم کو کیا ضرورت ہے۔" کے سوی کچھ نہ فرمایا۔ وہ پندرہ بیس دن رہ کر وطن چلے گئے اور آپ اپنے وقت پر دلی آگئے۔ کچھ دنوں کے بعد مُلا صاحب دلی آئے۔ اور اصطبل کی عمارت میں ٹھیرے، یہ خانقاہ شریف کے صدر دروازہ کے سامنے آپ کی ایک عمارت تھی۔ اس میں مخلصین قیام کیا کرتے تھے۔ مُلا صاحب اس عمارت میں رہے لیکن خانقاہ شریف میں داخل ہونے کی اجازت نہ ملی۔ اتفاق کی بات ہے مُلا صاحب دلی کی فصیل پر چڑھے اور ترکمان دروازہ کے اوپر گئے۔ حالانکہ اس سے پہلے دسیوں بار جا چکے تھے۔ لیکن اس دن اُن کو غلطی کی سزا ملنی تھی۔ وہ ترکمان دروازہ کی چھت سے جو تقریباً آٹھ گز بلند ہے نیچے آکر گرے۔ اللہ نے فضل کیا کہ کوئی ہڈی نہ ٹوٹی۔ لوگ اُن کو اُٹھا کر اصطبل لائے۔ عصر کو جب آپ تفریح کے لئے بگھی میں جا رہے تھے۔ ہم بھائیوں میں سے کسی نے آپ سے مُلا جمعہ خاں کے گرنے کا واقعہ بیان کیا۔ آپ نے غور سے سُنا اور آخر میں فرمایا۔ " اچھا ہوا۔"

اس عاجز نے حضرات مشائخ کرام کے احوال و ملفوظات میں دیکھا ہے کہ اولیاءِ کاملین کی مخالفت پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ ہوا کرتی ہے جو کہ بعض اوقات مہلک ہوتی ہے۔ مُلا جمعہ کو تنبیہ ہوگئی اور وہ مہلک نہ ہوئی نہ جسم کے کسی حصہ کو نقصان پہنچا۔ لہٰذا آپ نے فرمایا " اچھا ہوا۔"

مُلّا جمعہ دو تین دن صاحبِ فراش رہے۔ اگرچہ وہ خانقاہ شریف میں داخل نہ ہو سکے لیکن وطن جانے کی اجازت مل گئی اور واپس چلے گئے۔

مولوی محمد اسحاق و سیّد زاہد حسین

مولانا محمد اسحاق میرٹھی آپ کے نہایت مخلص مرید تھے مدرسۂ امداد الاسلام میرٹھ میں پڑھاتے تھے حضرت برادرِ کلاں کو خورد سالی میں کچھ پڑھایا تھا اور اس عاجز نے چند روز ان کی اہلیہ محترمہ کا دودھ پیا تھا۔ سیّد زاہد حسین امروہہ کے باشندہ تھے اور مولوی صاحب کے شاگرد تھے۔ یہ دونوں صاحبان حضرت سیدی الوالد قدس سرہ سے بیعت ہوئے۔ تقریباً دس بارہ سال آتے رہے اور فیض یاب ہوتے رہے۔ زاہد حسین صاحب نے آپ کے کچھ مکاتیب شریفہ کو جمع کیا۔ اُن کو پڑھتے تھے اور رویا کرتے تھے۔ مولوی صاحب حلقہ میں اچانک وجد میں آجاتے تھے اور اُن پر کیفیات طاری ہوتی تھیں۔ ہر سال یہ دونوں صاحبان میلاد شریف میں آکر شریک ہوتے تھے اور فیض حاصل کرتے تھے۔

جب حضرت سیدی الوالد قدس سرہ نے میلاد شریف کی مبارک محفل کو خوب آراستہ و پیراستہ کیا۔ یہ دونوں صاحبان دوپہر کو آئے اور عصر کو خاموشی سے واپس ہو گئے۔ دونوں کے دلوں میں کچھ اعتراضات پیدا ہو گئے۔ آپ کو علم ہوا تو زبان مبارک سے کچھ نہیں کہا۔ البتہ ان دونوں صاحبان کی نسبتِ مبارکہ سلب کر لی۔ دو سال تک یہ دونوں حاضر ہوتے رہے لیکن آپ نے اجازت نہ دی اور وہ خانقاہ شریف میں داخل نہ ہو سکے ان کی باطنی حالت متغیر ہو گئی۔ اس کی اصلاح کے لئے دوسری جگہ جا کر بیعت ہو گئے میرٹھ شہر میں جناب مولانا قاری ولی محمد صاحب رحمہ اللہ آپ کے خاص مخلصین میں سے تھے۔ ایک دن یہ دونوں صاحبان اُن سے ملے۔ قاری صاحب نے ان سے فرمایا اور کیا خوب فرمایا: "میں کچھ اور تو نہیں جانتا۔ البتہ سالہا سال میں نے تم دونوں کو حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتے دیکھا۔ تم دونوں پر کیفیات کا ظہور ہوتا تھا اور تم وجد میں آجاتے تھے۔ تم کو اللہ نے نعمت عطا کی تھی، پھر تم دونوں دوسری جگہ چلے گئے۔ اور کیفیات سابقہ کا نام و نشان تک تم میں نہیں رہا۔ تم نے کفرانِ نعمت کیا ہے۔

اور اگر سابقہ کیفیات مصنوعی تھیں تو تم دونوں نعمتِ الٰہی کے مستحق نہ تھے اور تم کو اس کی سزا ملی۔"

تقریباً چونتیس پینتیس سال کے بعد۔ پاکستان کی تشکیل سے ایک سال پہلے۔ جناب مولوی صاحب خانقاہ شریف میں دو تین مرتبہ آئے۔ اپنی حرمان نصیبی پر رویا کرتے تھے۔ خود انھوں نے اعتراف کیا کہ دوسری جگہ ان کو کچھ بھی نہ ملا۔ نہ وہ درد نہ وہ سوز نہ وہ آہ نہ وہ گریہ نہ وہ حلاوت نہ وہ حضورِ قلب۔ آخر مرتبہ جب تشریف لے جا رہے تھے، تو اس عاجز کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر فرمایا "میں حضور مبارک کا اُسی طرح ایک ادنیٰ غلام ہوں جس طرح پر پہلے تھا" اور حضور مبارک کہتے وقت آپ کے مزار پُرانوار کی طرف ہاتھ سے اشارہ کیا اور بے اختیار مصروفِ گریہ ہو گئے۔ رحمہ اللہ و غفر لہٗ و رضی عنہٗ۔

ان کے علاوہ آپ نے ولاور پٹھان اور ایک ہندوستانی کو بھی نکالا۔ آپ نے جس کو بھی نکالا، نہ صرف خانقاہ شریف سے نکالا بلکہ اپنے خانۂ دل اور خیال شریف سے نکال دیا۔ پھر کبھی ان کا نام تک آپ کی مبارک زبان پر نہ آیا۔ میرٹھ میں مولوی اشرف علی صاحب کی ملاقات کا واقعہ پیش آیا۔ آپ نے کبھی اس کا ذکر نہیں کیا۔ مفتی مظہر اللہ صاحب امام مسجدِ فتحپوری اس عاجز سے اپنی وفات سے کچھ دن پہلے فرما رہے تھے۔ مجھ سے میرٹھ کے واقعہ کو ایک صاحب نے بیان کیا۔ میں نے ایک دن آپ سے دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا "مولوی اشرف علی ہم سے اچھی طرح ملے۔" اس کے علاوہ آپ نے ایک لفظ نہ فرمایا۔ آپ کے تعلق کی اساس صرف لِلّٰہیّت پر تھی۔ جہاں آپ نے اس میں فرق پایا۔ فرما دیا۔ ھٰذَا فِرَاقُ بَیْنِیْ وَ بَیْنِکَ۔ نہ آپ کو کسی امیر و وزیر سے تعلق تھا نہ کسی مولوی اور محقق سے۔ اگر کوئی آیا تو فبہا اور اگر نہ آیا تو کوئی رنج و ملال نہیں۔ جو کچھ بھی کہنا ہوا سامنے کہدیا۔ غیبت سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو قطعاً محفوظ کر دیا تھا۔ مخلصین میں سے کسی کے نادرست فعل پر رعایت نہیں کرتے تھے۔ اولاد کے ساتھ بھی یہی معاملہ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کے مخلصین میں انانیّت اور پندار کی بُو تک نہ تھی۔ چاہے کوئی برمی ہو یا ہندی، یا بلوچی یا افغانی سب ایک رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔ یہ عاجز جس وقت بھی اس حالت پر نظر ڈالتا ہے آپ کی عظمت دل میں مستحکم تر

ہو جاتی ہے۔ افغانستان کے نہایت جاہل اور سرکش افراد کو آپ نے صرف وظیفۂ شریفہ پر لگا کر اعلیٰ درجہ کا مؤدّب اور فرشتہ صفت بنایا۔ یہ آپ ہی کا کام تھا۔ محمد امان الرحمٰن صاحب کی عبارت "مقدمۃ الکتاب" کی یہ عاجز نقل کر چکا ہے۔ انھوں نے بالکل صحیح لکھا ہے "اکثر بندگانِ خدا کی کایا پلٹ"۔ رحمۃ اللہ۔

مُلّا حبیب اللہ

مُلّا حبیب اللہ ولد زمک صوبہ سرحد کے رہنے والے تھے۔ اُن سے ایک دن کچھ غلطی ہوئی۔ آپ اپنی قیام گاہ میں تھے۔ آپ نے اس عاجز سے فرمایا۔ حبیب اللہ سے کہو۔ تم نے یہ غلطی کی ہے۔ دو روپیہ جرمانہ ادا کرو۔ اس عاجز نے مُلّا حبیب اللہ سے آپ کی بات کہی۔ انھوں نے کہا۔ میں جرمانہ نہیں دوں گا۔ عاجز نے ان کی بات آپ سے کہی آپ سُن کر دو چار منٹ خاموش رہے۔ اور پھر مبارک سر اٹھا کر فرمایا "جاؤ مُلّا حبیب اللہ سے کہو۔ ہم تم کو بُلانے نہیں گئے تھے۔ تم خود آئے اور تم نے ہم سے اقرار کیا کہ نافرمانی نہیں کرو گے۔ اب تم نے نافرمانی کی اور تم جرمانہ نہیں دیتے۔ لہٰذا تم اپنے گھر جاؤ۔ ہم سے تعلّق نہ رکھو"۔ اس عاجز نے مُلّا حبیب اللہ سے یہ بات کہی۔ وہ زار و قطار رونے لگے۔ آنکھیں بند کر کے آپ کی قیام گاہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ تھوڑی دیر اُن پر جذب کی کیفیت طاری رہی اور پھر روتے ہوئے عاجز سے کہا۔ میں جرمانہ ادا کرتا ہوں اور انھوں نے دو روپے دیئے۔ عاجز نے جا کر آپ کے سامنے وہ دو روپیہ رکھے۔ آپ نے سر اُٹھا کر اس عاجز سے فرمایا "زید۔ تم نے دیکھا"۔

تصرّفِ باطنی

آپ کو اللہ تعالیٰ نے دِلوں کی حکمرانی عطا کی تھی۔ لہٰذا مخلصین خوشی سے سزا برداشت کرتے تھے لیکن جدائی گوارا نہیں کرتے تھے۔ اور جب سزا کا کھٹکا ہر ایک کو رہے گا۔ کسی کو ہمت نہ ہو گی کہ مخالفت کرے۔

قہر و عتاب میں ترے رحمت ہے مستتر ۔۔۔ یہ نکتہ کب خیال میں ناقص کے آسکے

اس عاجز نے صدہا افراد کو آپ کے بعد دیکھا۔ جو آپ کی زجر و تنبیہ برداشت کر چکے تھے کہ آپ کو یاد کر کے بیساختہ روتے تھے اور کہتے تھے کہ ہماری آنکھیں آپ نے کھول دی ہیں۔ اللہ آپ کو اجر دے۔ افغانستان کے مخلصین نہایت محبت سے آپ کا ذکر

کرکے اپنی بولی کا یہ مقولہ نہایت خوشی کے پیرایہ میں کہا کرتے تھے "بے ترَوِی دَب نہ بہ دِیَ ادَب ہے" یعنی اگر دَب (ضرب) نہ ہو تو ادب نہ ہوگا۔ آپ کا اور آپ کے مخلصین کا باہم یہ ارتباط تھا اور یہ آپ کی تربیت تھی۔ آپ اُن سے خوش تھے اور وہ آپ سے خوش تھے۔ اور فضولیوں کی جماعت بُرا کہنے اور غیبت کرنے میں مصروف تھی۔

سفیر گُل محمد و سردار امیر احمد

امیر امان اللہ خاں کے پہلے سفیر سردار گل محمد خاں والدِ سردار فیض محمد خاں وزیر خارجہ تھے۔ روشن آرا باغ کے پاس کوٹھی میں رہتے تھے۔ ان دنوں آپ روشن آرا باغ تفریح کے واسطے جایا کرتے تھے۔ ایک دن سردار گل محمد خاں اپنے سمدھی سردار امیر احمد خان کے ساتھ آپ سے ملنے پہنچے۔ ان دونوں کی یہ پہلی ملاقات تھی۔ امیر احمد بغداد کے نقیب پیر سر سید عبد الرحمٰن کے مرید تھے۔ انھوں نے اپنے پیر کا ذکر کیا۔ آپ خاموش رہے۔ پھر انھوں نے اپنے پیر کی تعریف شروع کی۔ آپ نے مبارک سر اٹھا کر غصہ میں امیر احمد سے فرمایا "اے خبیث پیشِ من تعریف کدام شخص می کنی۔ آن شخص کہ از سلطان المسلمین بغاوت کردہ رفیقِ انگلیسہا شدہ ملکِ اسلام را بہ دستِ کفار سپردہ۔ ہوش کن بار دگر ذکر چنیں خائنانِ اسلام پیشِ ما نہ کنی" اُس وقت امیر احمد اور گل محمد کی حالت دیکھنے کے قابل تھی۔ دونوں نے معافی طلب کی۔ اور آپ کا غصہ فرو ہوا۔ آپ کے ارشاد کا ترجمہ یہ ہے کہ۔ اے خبیث تم میرے سامنے کس کا ذکر کر رہے ہو۔ اُس شخص کا جس نے سلطان المسلمین سے بغاوت کی اور انگریزوں کا ساتھ دے کر اسلامی ملک کو انگریزوں کے تصرف میں دے دیا۔ خبردار ایسے غداروں کا ذکر ہمارے سامنے پھر نہ کرنا۔

گل محمد اور امیر احمد پر آپ کا ایسا اثر ہوا کہ یہ دونوں پھر ہر روز آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ سنہ ۱۳۵۵ھ مطابق سنہ ۱۹۳۶ء میں ان دونوں صاحبان سے اس عاجز کی ملاقات ہوئی۔ حضرت سیدی الوالد قدس سرہ کا ذکر کرکے دونوں صاحبان رو رہے تھے۔ اور امیر احمد خاں نے کہا کہ اُن کی وہ نگاہ خشمگیں جب یاد آتی ہے کانپ جاتا ہوں۔

میں نے اللہ تعالیٰ کے بہت سے نیک بندوں کی زیارت کی ہے۔ لیکن آپ کی بات کہیں نہیں پائی۔ سردار امیر احمد نے اپنے پیرو مرشد کی تعریف کی تھی اور آپ کی جھڑکی سنی۔ چونکہ آپ کی جھڑکی ۔ مَنْ اَحَبَّ لِلّٰهِ وَاَبْغَضَ لِلّٰهِ وَاَعْطٰى لِلّٰهِ وَمَنَعَ لِلّٰهِ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ الْاِيْمَانَ۔ کے زمرے میں سے تھی، اس نے اپنا اثر دکھایا اور امیر احمد کی آنکھیں کھلیں۔ جس شخص کو سردار صاحب، سردار صاحب کہہ کر لوگوں کے منہ خشک ہوتے تھے آپ نے صرف اللہ کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے خبیث کہہ کر خطاب کیا اور اس نے اپنا وہ اثر دکھایا۔ کہ ہزار وعظ و پند اس پر قربان ہیں۔ امیر احمد کے واقعہ کو دیکھ کر شیخ المشائخ حضرت ابوالحسن خرقانی کا واقعہ یاد آ گیا۔ اور وہ لکھا جاتا ہے۔

حضرت خرقانی اور حکیم ابو علی سینا

اتفاق سے حکیم ابو علی سینا حضرت ابوالحسن خرقانی قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت اس وقت اسم ذات تعالیٰ و تقدس کا ذکر فرما رہے تھے۔ حکیم ابو علی سینا کو تعجب ہوا کہ اسم ذات میں یہ اثر کیسے ہو گیا کہ بیمار شفا پالے، مشکل آسان ہو جائے آفت ٹل جائے۔ اور وہ اس بات کو حضرت سے پوچھ بیٹھے۔ حضرت کو اللہ تعالےٰ نے کامل بصیرت عنایت کی تھی۔ سمجھ گئے کہ حکیم صاحب حکمت اور فلسفہ کے پھندے میں پھنسے ہوئے ہیں۔ ان کو اس طرح پر سمجھایا جائے کہ پوری طرح سمجھ لیں۔ لہٰذا آپ نے فرمایا "اے خر تو چہ دانی" یعنی اے گدھے تم کیا جانو۔ حکیم صاحب کی آؤ بھگت امرا و وزرا کرتے تھے۔ اور آج انھوں نے صدہا افراد کے سامنے حضرت سے "خر" کا خطاب پایا، اور "چہ دانی" کے الفاظ سنے۔ اس کا ان پر فوراً یہ اثر ہوا کہ سر سے پیر تک پسینہ آ گیا۔ حضرت نے جب دیکھ لیا کہ حکیم صاحب پر اُن کے نسخہ کا پورا اثر ہو گیا ہے۔ تو حکیم صاحب سے فرمایا۔ حکیم صاحب نہ میں نے تم کو مارا ہے نہ کوئی دوا پلائی ہے لیکن میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ صرف لفظِ خر سن کر تم پسینے پسینے ہو گئے تمہاری رنگت زرد پڑ گئی۔ اب تم ذرا خیال کرو کہ ایک معمولی حیوان کے نام میں تو یہ اثر ہو اور خالقِ کل کائنات کے نام میں کچھ اثر نہ ہو۔ حضرت کی بات سن کر حکیم صاحب کی آنکھیں کھلیں۔ اور حضرت

کے معتقد ہوئے۔ حکیم صاحب اور امیر احمد خاں کے حسب حال یہ شعر ہے۔

بحمد اللہ کہ چشمم باز کردی　　مرا با جانِ جاں ہمراز کردی

ایک انگریز کا احترام

آپ دِلّی کی پہاڑی پر چو بُرجہ کے سامنے چبوترہ پر تنہا قبلہ رو بیٹھے اللہ کی یاد میں مصروف تھے۔ اس زمانے میں وہ حصّہ انگریزوں کی تفریح گاہ تھی۔ چو بُرجہ سے غرب کی طرف وائسرائے کا قیام تھا۔ اہلِ شہر اس طرف بہت کم جاتے تھے۔ آپ برف خانہ، سبزی منڈی کے پاس بگھی سے اُتر کر چو بُرجہ تک "آہستہ خرام بلکہ مخرام زیرِ قدمت ہزار جان است" پر عمل کرتے ہوئے نہایت سکون کے ساتھ ذکرِ الٰہی کرتے ہوئے جاتے اور آتے تھے۔ آپ چبوترہ پر ذکرِ الٰہی میں مصروف ہو جاتے تھے اور ہم تینوں بھائی اور پٹھان اپنی تفریح میں مصروف رہتے۔ ایک دن اس عاجز نے چبوترہ سے تقریباً پندرہ گز جہت جنوب ایک جھاڑی کے پیچھے ایک انگریز کو رُکتے دیکھا۔ وہ ایسے مقام پر کھڑا ہوا کہ آپ کو دیکھ سکے۔ اس نے ٹوپی اُتاری اور ہاتھ باندھ کر آپ کی طرف سر جھکایا اور پھر دس پندرہ منٹ تک آپ کو دیکھتا رہا۔ جب وہاں سے روانہ ہوا۔ پہلے دو تین مرتبہ اپنا سر جُھکایا اور چند قدم اُلٹے قدموں گیا۔ اور پھر اپنی راہ لی۔ یہ عاجز اور مُلّا صاحب خاں تعجب سے انگریز کو دیکھتے رہے۔

ایک پادری اور اُس کی مَیم

روشن آرا باغ کی بارہ دری کے چبوترہ پر جنوب کی طرف آپ مصروفِ ذکر تھے۔ ہم لوگ چمن میں گیند کھیل رہے تھے۔ آپ سے چار پانچ گز کے فاصلہ پر چبوترہ کے نیچے ایک انگریز اور ایک میم آکر کھڑے ہوئے۔ انگریز ٹوپی اُتار کر آپ کی طرف احتراماً جُھکا۔ آپ کو کچھ خبر نہ تھی۔ وہ دونوں ادب سے پانچ سات منٹ کھڑے رہے۔ اس عاجز نے جب یہ کیفیت دیکھی دوڑتا ہوا آپ کے پاس آیا۔ دوڑنے کی وجہ سے پیروں کی آواز ہوئی۔ آپ نے آنکھ کھولی اور فرمایا۔ "زید کیا بات ہے"۔ عاجز نے کہا۔ جی حضرت ایک انگریز اور میم تھوڑی دیر سے کھڑے ہیں۔ آپ نے اُن دونوں کی طرف دیکھا۔ اور اُنھوں نے سلام کیا۔ آپ نے فرمایا۔ صاحب کیا بات ہے۔ انگریز نے کہا۔ کیا ہم آپ کے پاس آسکتے ہیں۔ آپ نے اثبات میں جواب دیا۔

چنانچہ وہ دونوں آپ کے پاس آئے، گھٹنے ٹیک کر جھکے اور پھر ادب سے بیٹھ گئے۔ انگریز نے پوچھا۔ آپ کیا کرتے ہیں۔ آپ نے ان الفاظ مبارکہ سے ان کو جواب دیا۔ "ہم اللہ کے بندوں کو اللہ کا نام بتاتے ہیں۔" انگریز اور میم کچھ نہ سمجھے۔ انھوں نے عاجز کی طرف دیکھا۔ اس عاجز نے اُن سے کہا۔ ہی اِز اے گریٹ پادری اُوف مسلمز۔ یہ سُن کر وہ دونوں آپ کے سامنے پھر احتراماً جھکے، انگریز نے کہا کہ میں پروٹسٹنٹوں کا پادری ہوں اور یہ میری میم ہے۔ دو چار منٹ بیٹھ کر یہ دونوں چبوترہ کے کنارے تک اُلٹے قدموں گئے اور چبوترہ سے اتر کر آپ کو جھک کر سلام کیا اور روانہ ہوئے۔

دروازہ پر ایک مخلص کی صدا

مولوی بخش اللہ نے لکھا ہے۔ ایک خادم نے خانقاہ شریف کے دروازے پر کھڑے ہو کر ایک خاص حالت میں ذیل کے اشعار پڑھے تھے۔

خدا را سوئے مشتاقاں نگاہے　　　　پیا پے گر نہ باشد گاہ گاہے
نگاہے کن بہ امیدے کہ دارم　　　　کہ دارم از تو امید نگاہے

شاہم امروز کہ سنگِ درِ تو یافتہ ام　　　　گرچہ مورم مگر اورنگ سلیماں دارم

قصیدہ منیر

حاجی منیر الدین منیر چھنہ لال میاں دلی میں رہتے تھے۔ حضرت برادر کلاں کی ولادت سے پہلے بیعت ہوئے تھے۔ نہایت پاک دل اور صاف منش شخص تھے۔ حضرت سیدی الوالد قدس سرہ کی وفات سے ایک مہینہ چالیس دن پہلے پیر ابوالخیر غازی پوری آئے تھے۔ جن کا حال یہ عاجز "ذکرِ خیر" کے اواخر میں (معمولات سے کچھ قبل) لکھ چکا ہے۔ حاجی منیر الدین رحمہ اللہ نے یہ قصیدہ اُس وقت آپ کو سنایا تھا۔ پیر ابوالخیر اور سب مہمان و حاضرین خوش ہوئے اور حضرت سیدی الوالد قدس سرہ نے یہ فرما کر داد دی۔ "آج تو منیر بلبل بنا ہوا ہے۔"

باغِ عرفاں میں ابوالخیر ہیں کیا خوب مُشیر　　　　طالبو آؤ بتاویں گے یہ عمدہ تدبیر
حق سے ملنا ہے اگر ان کے ذریعے سے ملو　　　　خضرِ منزل جاناں ہیں یہ بے مثل و نظیر
یوسفِ مصرِ ولایت ہیں یہ ماشاء اللہ　　　　ہیں سلاطین جہاں آپکی نظروں میں حقیر

جس نے دیکھا نہ ہوا گلوں کو وہ دیکھے ان کو
ہیں یہ دنیا میں بزرگانِ سلف کی تصویر

غوث الاعظم کے لقب کے ہیں یہ شایاں اب تو
عہد میں اپنے یہ گویا کہ ہیں پیرانِ پیر

دستگیر ایسا زمانے میں نہ پاؤ گے کہیں
میری نظروں میں ہیں ہر شہر کے اربابِ ضمیر

کس طرح آپ سے دوں اور کسی کو نسبت
نظر آتا نہیں عالم میں کوئی عشرِ عشیر

تختِ شاہی ہے یہی تاجِ حکومت ہے یہی
آپ کے در کا گدا، آپ کے در کا ہوں فقیر

صورتِ ماہیِ بے آب ہے ہر حلقہ بگوش
ایسی دیکھی نہ سُنی ہم نے بیاں میں تاثیر

دیکھئے سیر بیاں آکے جنابِ واعظ
اسے کہتے ہیں بیاں، کہتے ہیں اس کو تقریر

مضطرب حال کو ہو جاتا ہے فوراً ہی سکون
خدمتِ حضرتِ اقدس میں ہے شادان دلگیر

خوابِ غفلت میں پڑے سوتے ہیں دِلّی والے
سچ ہے یہ، ہوتی نہیں شمع کے نیچے تنویر

چشمۂ فیض سے سیراب ہیں باہر والے
ان کی قسمت ہے بری، اُن کی ہے اچھی تقدیر

یہ اسی میں رہے بے فیض ہیں دیتے کیا ہیں
کیا ملے خاک انھیں دل میں نہیں جب توقیر

کبھی حاضر بھی ہوئے طالبِ صادق بن کر
لب پہ شکوہ ہے، نہیں دیکھتے اپنی تقصیر

وہ کریم ابن کریم ابنِ کریم ابنِ کریم
اُن کا شیوہ ہے عطا، اُن کی عنایت بے کثیر

یہی نسبت ہے بہت، ہوں میں اسی پہ نازاں
سگِ دیرینہ وہ اپنا مجھے کہتے ہیں منیر

حاجی حافظ منیر الدین منیر کو اگر کہیں کی بادشاہت مل جاتی تو ان کے قلب کو وہ مسرّت حاصل نہ ہوتی جو آپ کے فرمانے "آج تو منیر بلبل بنا ہوا ہے" سے حاصل ہوئی۔ جب بھی اس کا ذکر کرتے تھے، عقدِ گوہرِ غلطاں کی نذر ضرور پیش کرتے تھے۔ رحمۃ اللہ ورضی عنہ واکرام نزلہٗ۔

قصیدۂ برق اعظمی

رحمت الٰہی برق صدیقی اعظمی نے تیرہ سال پہلے یہ قصیدہ ارسال کیا۔ وفقہ اللہ لما یحبہ ویرضاہ۔

اللہ غنی رتبۂ ذی شانِ ابوالخیر
مخدومِ زمانہ ہیں غلامانِ ابوالخیر

بجھ بجھ گئے اعدا کے دِیے بادِ فنا سے
روشن ہے مگر شمعِ شبستانِ ابوالخیر

پروانۂ شمعِ رخِ احمد ہیں یہ بے شک
کہتا ہے یہ سوزِ غمِ پنہانِ ابوالخیر

نازاں نہ ہو کیوں خوبیٔ قسمت پہ وہ اپنی | جس شخص کے ہاتھوں میں ہو دامانِ ابوالخیر

عرفان کی دولت سے ہوئے کتنے مشرف | از فیضِ ابوالخیر و بزرگانِ ابوالخیر

جامِ مئے تسنیم کے حقدار نہ ہوں کیوں | مستِ مئے توحید ہیں رندانِ ابوالخیر

سکّانِ زمیں کیوں نہ ہوں مدّاح سب اُن کے | گردوں پہ ملائک ہیں ثناخوانِ ابوالخیر

توحید کی خوشبو سے دو۲ عالم ہو معطّر | لہرائے اگر زلفِ پریشانِ ابوالخیر

پھیرا ہے سوئے حق رخِ رفتارِ زمانہ | گردن پہ زمانہ کی ہے احسانِ ابوالخیر

خادم سے ابوالخیر کے رضواں یہ کہے گا | ہو خلد مبارک تجھے دربانِ ابوالخیر

پاسنگ ہوں سب اُمّتِ احمد کے معاصی | میزان میں رکھ دیں اگر ایمانِ ابوالخیر

ہے جرعہ کشِ دردِ محبت مری ہستی | پیوست مرے دل میں ہے پیکانِ ابوالخیر

یارب اسی حالت میں مجھے موت بھی آئے | چھوٹے نہ کبھی ہاتھ سے دامانِ ابوالخیر

صد شکر کہ اے برقؔ وسیلہ سے عمرؔ[لہ] کے
روشن ہے مرا دل بھی بہ فیضانِ ابوالخیر

لہ برقؔ اعظمی حضرت استاذی مولانا مولوی محمد عمر رحمہ اللہ سے بیعت ہیں۔ یہاں "عمر" سے وہی مراد ہیں۔

اکرامات الٰہیہ

پاک ہے اللہ جس کا ہے زمین و آسماں ہیں سب اُس کے زیرِ فرماں ایک ہی وہ حکمراں
پالتا ہے ماہ سے ماہی تلک سب چیز کو ریزہ چیں ہے اس کے خوانِ فضل کا سارا جہاں
پھول کو دیتا ہے خوشبو پھل کو دیتا ہے مزا سیپ کو دیتا ہے موتی جسم کو دیتا ہے جاں
رحمتیں اور برکتیں اپنی الٰہی اور سلام بھیج ختم المرسلیں پر باہمہ پیغمبراں

اللہ تعالیٰ جلّ شانہٗ وعمّ احسانہٗ اپنے بندوں پر ہر وقت اور ہر آن اکرامات کرتا رہتا ہے وہ فرماتا ہے۔ وَاِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا تم اگر اللہ کی نعمتیں شمار کرنی چاہو تو نہیں کر سکتے۔ اُس کی ان نعمتوں کی تخصیص کسی فرد سے نہیں ہے۔ صالح ہو یا طالح، مومن ہو یا منکر، سب پر وہ کرم کر رہا ہے۔

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کار اند تا تو نانے بہ کف آری و بہ غفلت نہ خوری
ہمہ از بہرِ تو سرگشتہ و فرماں بردار شرطِ انصاف نہ باشد کہ تو فرماں نہ بری

البتہ جو بندہ اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرتا ہے اور اس کی عبادت کرتا ہے اس پر وہ مزید مہربانیاں کرتا ہے۔ وہ فرماتا ہے۔ اِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ۔ سپاس واری میں جتنی بیشی ہوگی، بندہ نوازی میں اتنا ہی اضافہ ہوگا۔ حتیٰ کہ وہ اُس مبارک مقام کو حاصل کر لیتا ہے جس کا بیان امام بخاری نے اپنی صحیح میں ان الفاظ سے کیا ہے "وَمَا يَزَالُ عَبْدِيْ يَتَقَرَّبُ اِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰى اُحِبَّهٗ فَاِذَا اَحْبَبْتُهٗ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِيْ يَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِيْ يُبْصِرُ بِهٖ وَيَدَهُ الَّتِيْ يَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِيْ يَمْشِيْ بِهَا وَاِنْ سَاَلَنِيْ لَاُعْطِيَنَّهٗ وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِيْ لَاُعِيْذَنَّهٗ۔ یعنی بندہ عبادت گزاری کرتے کرتے ایسے مقام پر پہنچ جاتا ہے کہ اُس کا کان جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ جس سے وہ دیکھتا ہے۔ اور اس کا ہاتھ جس سے وہ گرفت کرتا ہے اور اس کا پاؤں جس سے وہ چلتا

ہے، اپنا نہیں رہتا۔ وہ اپنی روح، اپنے جسم، اپنے اعضاء سے اللہ کا مطیع و منقاد بن جاتا ہے۔ اُسی وحدہ لاشریک لہٗ کے فرمان پر وہ سنتا ہے۔ اُسی کے نور سے وہ دیکھتا ہے، اُسی کی قدرت سے وہ گرفت کرتا ہے۔ اور اسی کے امر پر وہ اقدام کرتا ہے۔ یہ مبارک بندہ اگر اللہ کا مُحِب ہے تو اس کا محبوب بھی ہے۔ اگر اس کا مُرید ہے تو اُس کا مُراد بھی ہے۔ وہ آنِ واحد میں عاشق بھی ہے معشوق بھی ہے، طالب بھی ہے مطلوب بھی ہے۔ اُس کی اپنی کوئی خواہش نہیں رہتی۔ اللہ کی خواہش اس کی خواہش ہو جاتی ہے۔ لہٰذا تکلیف وراحت کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ بہ ظاہر جن امور کو آلام و محن سمجھا جاتا ہے۔ اس کے واسطے اُن میں روحانی مسرت ہوتی ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ یہ حضرت محبوب جَلَّ سُلْطَانُہٗ کا عَطِیَّہ ہے۔ اور محبوب کا عَطِیَّہ یقیناً دل کو پسند بلکہ محبوب ہوتا ہے۔ جو خوش نصیب بندہ اللہ کا محبوب بنتا ہے۔ اُس کی کیفیت اس طرح پر ہوتی ہے۔ مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ اِذَا اَحَبَّ عَبْدًا دَعَا جِبْرَئِیْلَ فَقَالَ اِنِّیْ اُحِبُّ فُلَانًا فَاَحِبَّہٗ فَیُحِبُّہٗ جِبْرَئِیْلُ ثُمَّ یُنَادِیْ فِی السَّمَاءِ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ فُلَانًا فَاَحِبُّوْہُ فَیُحِبُّہٗ اَھْلُ السَّمَاءِ ثُمَّ یُوْضَعُ لَہُ الْقَبُوْلُ فِی الْاَرْضِ۔" کہ اللہ تعالیٰ جبریل سے فرماتا ہے۔ فلاں بندہ سے مجھ کو محبت ہے۔ تم بھی اس سے محبت کرو۔ چنانچہ جبریل اس سے محبت کرتے ہیں اور آسمانوں میں منادی کرتے ہیں کہ فلاں شخص سے اللہ کو محبت ہے اے آسمان والو تم اُس سے محبت کرو۔ اور تمام اہلِ آسمان اس سے محبت کرتے ہیں۔ اور پھر زمین پر اس بندہ کی قبولیت ہوتی ہے۔ یعنی اللہ کے بندوں کے دل خود بہ خود اس کی طرف مائل ہوتے ہیں۔

وہ برگزیدہ بندہ جو اس مقام کو پا لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہے تمام عالم کا قیام اس کی ذات سے وابستہ ہوتا ہے۔ امام المحققین، بُرہانُ المتقدمین، حُجَّۃُ المتاخرین حضرت ابو بکر محمد محی الدین الحاتمی الطائی المعروف بہ ابن عربی قُدِّسَ سِرُّہٗ ایسے فردِ اکمل کو قطب الاقطاب کہتے ہیں اور حضرتِ امام ربّانی مُجدّد و منوّرِ الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی قُدِّسَ سِرُّہٗ اُس کو قیّوم فرماتے ہیں۔ اس میں کسی کو کلام نہیں ہے کہ انسان اللہ کی صفات کا مظہر ہے اور چونکہ یہ فردِ اکمل اللہ کی صفتِ قیّومیّت کا مظہر ہوا ہے۔ لہٰذا اُس کے لئے قیّوم کا

لقب اَنسب و اَولیٰ ہے۔

راہِ اجتبا ایسے اعلیٰ مقام پر پہنچنا محض اللہ کے لطف و کرم سے ہوا کرتا ہے ؎

خدا کی دین کا موسیٰؑ سے پوچھیے احوال ۔۔۔ کہ آگ لینے کو جائیں پیمبری مل جائے

حضرت سیدی الوالد قدس سرہ کے مبارک احوال تفصیل کے ساتھ از اول روز ولادت تا یوم جمعہ ۲۲ رجمادی الآخرہ ۱۴۰۱ھ جو کہ آپ کی صحت کا آخری اور علالت کا پہلا دن تھا۔ یہ عاجز پوری تحقیق اور صحت کے ساتھ لکھ چکا ہے۔ پہلے دن سے جو اسباب سعادت آپ کے واسطے مُہیّا ہوئے اس میں کسب کا کوئی دخل نہیں۔ بلکہ حضرتِ واہبُ العطایا جَلَّ سُلطانُہٗ وَعَمَّ احسانُہٗ نے پہلے ہی دن سے آپ پر اَبوابِ سَعادات کھول دیئے تھے مختصر طور پر چند سعادات کا بیان یہ عاجز کرتا ہے۔

آپ کو یہ سعادت از پدر و پدرِ کلان و کلانِ کلان حضرت مخدوم عبد الاَحد بلکہ از بابائے پانزدہم حضرت امام رفیع الدین قدَّسَ اللّٰہُ اَسرارَہُمُ العَلِیَّہ سے وِراثۃً ملی ہے۔

آپ کی وِلادت ایک وَلیِ کامل کی دعاؤں کا ثمرہ ہے۔

آپ کی تحنیک وَلیِ کامل نے کی۔

آپ کے کانوں میں اللہ جل شانہ اور اس کے محبوب سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک نام وَلیِ کامل نے پہنچایا۔

علومِ شریعت اور علوم طریقت اور اسرارِ حقیقت کی بسم اللہ چار سال کی مبارک عمر میں مسجدِ نبوی جیسے مقدّس و منوّر مقام میں ولیِ کامل نے کی۔

اولیائے کبار سے علم ظاہر پڑھا۔ جیسے حضرت شاہ عبد الغنی حضرت سید حبیب الرحمٰن، حضرت سید احمد دِہان قطب مکہ۔ حضرت سید احمد دحلان شیخ الاسلام ان میں سے ہر ایک سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا عاشقِ صادق تھا۔ ان عاشقانِ پاک طینت نے عشقِ نبوی سے آپ کے صدر مبارک کو بھر دیا اور ایسا بھرا کہ آپ کے تن کا رواں رواں بمنزلہ جام بادۂ عشق نبوی ہوگیا۔ اور پھر آپ کو مُرشد ملا تو ایسا مشفق و مہربان و عیسوی المشرب کہ جس نے اپنا سب کچھ آپ کے حوالہ کردیا اور کہدیا

سپردم بہ تو مایۂ خویش را — تو دانی حساب کم و بیش را

یُوضَعُ لَہُ القبول از راہِ اجتبا آپ مدارجِ عالیہ پر پہنچے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی اور محبت کی بدولت محبوبیت کا مقام آپ کو ملا اور وہ وقت بھی آگیا کہ جدِّ امجد کی خلافتِ خاصّہ کا ظہور رہوا۔ بارگاہ نبوت سے آپ کو حکم ملا۔ کہ ہندوستان جائیں اور بارگاہ خداوندی سے۔ ثُمَّ یُوضَعُ لَہُ القَبُولُ فِی الاَرضِ۔ کا ظہور رہوا۔

یہ ہے مقبولیت آپ اہل وعیال اور ایک خادم کو لے کر حجاز مقدس سے دلی کو روانہ ہوئے۔ بمبئی میں اترے۔ لوگوں کے دل خود بہ خود آپ کی طرف مائل ہوئے۔ محبوبیت کے آثار پوری طرح آپ پر ظاہر تھے۔ مزاج نازک۔ بدن نازک۔ بد تمیزی کی برداشت قطعاً نہیں۔ کسی نے بھی دائرہ ادب کے باہر قدم رکھا اور آپ نے اس کو حسب احوال تنبیہ فرمائی۔ مع ہذا لوگوں کے دل آپ کی طرف کھنچ رہے تھے۔ آپ کے احوال کو دیکھ کر اس عاجز کو آپ کے بابائے ہفتم یاد آجاتے ہیں۔ پروردگار جل شانہ نے ان کو انہی اوصاف سے متصف فرمایا تھا۔ وہ اپنے حضرت والد ماجد کی حیات مبارکہ میں دلی تشریف لائے۔ اور اُن ہی دنوں میں حضرت عبدالاحد وحدت فرزند حضرت محمد سعید بھی دلی تشریف لائے ہوئے تھے جو شیریں گفتاری اور کمال باطنی میں مشہور تھے۔ لیکن آپ کی طرف خلائق کا رجوع ہوا۔ عالمگیر اور شاہزادہ محمد اعظم بیعت ہوئے۔ قیوم زماں حضرت خواجہ محمد معصوم نے اس کیفیت کو دیکھ کر فرمایا "سبحان اللہ عبدالاحد بہ ایں شیرینی کلام موصوف است وسیف الدین بہ ایں تمکین و وقار معروف وقبولیت بہ ایں نصیب گشتہ" خوش گفت۔

بہ مقبولی کسے را دست رس نیست — قبولِ خاطر اندر دستِ کس نیست

آپ دلی تشریف لائے اور دروازہ بند کر کے بیٹھ گئے۔ بعض اوقات اپنی کتاب یا کوئی دوسری شئے فروخت کی اور گزارہ کیا۔ لیکن نہ عوام کے واسطے دروازہ کھولا۔ نہ کسی کے دَر پر گئے۔ کسی کا مشتبہ مال بھی قبول نہ کیا۔ نہ آنے والوں کی آؤ بھگت کی بلکہ ان سب کو زجر د توبیخ کے دائرہ میں رکھا۔ کسی کو ہمت نہ ہوتی کہ خلاف امر کچھ کر سکے اور اس کے

واسطے اپنے جدِ اکبر امام الاعدل یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دُرّہ کی یاد تازہ کردی۔ مع ہذا خلقِ خدا پروانہ نمط آپ پر گرتی تھی۔ نظام حیدر آباد آئے۔ امیر حبیب اللہ خان عاجزی کرتے رہے۔ نواب رامپور حامد علی خاں آپ کی خوشنودی کے لئے ساعی رہے۔ امیر امان اللہ خان اپنی نیازمندی کا اظہار کرتے رہے۔ خان بختیار آپ کی خدمت میں بار بار آتے رہے۔ جاگیردار اپنی عاجزی کا طرح طرح سے اظہار کرتے رہے۔ لیکن جو توکّل اور استغنا آپ کو ملا تھا اس کے پیشِ نظر آپ نے ان سب کو پرِ کاہ کے برابر نہ سمجھا اور نہ ان افراد کا ہدیہ قبول کیا۔

یہ عاجز کہتا ہے کہ دنیاداروں کا وُرُود دیگ گونہ ابتلا و آزمائش تھی۔ اللہ نے آپ کو اس مقام پر جو کہ بڑے بڑوں کے لئے۔ مَزَلَّۃُ الاَقدَام۔ ثابت ہوئی ہے۔ پوری طرح ثابت قدم رکھا۔ یہی وہ استقامت ہے۔ جو فوق الکرامت کہلاتی ہے۔

اصحابِ کمال کا اعتراف

یہ عاجز اولیائے پروردگار، سائیں توکل شاہ۔ مولانا شیر محمد شرق پوری، شاہ رؤف احمد امام جامع قلعۂ گوجر سنگھ لاہور۔ پیر عبد الخالق۔ مولانا مشتاق احمد انبیٹھوی، پیر ابو الخیر غازی پوری کا حال لکھ چکا ہے۔ اب چند دیگر حضرات کا ذکر کرتا ہے تاکہ معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے دل آپ کی طرف کس طرح مائل تھے اور وہ آپ کا احترام کس طرح کرتے تھے۔

حضرت استادی مولانا عبد العلی

اس عاجز نے آپ سے پڑھا ہے۔ آپ عاشقِ صادقِ بارگاہِ نبوی اور دلدادہ کمالِ حضرت محمد قاسم نانوتوی تھے۔ جمعہ کے دن مدرسہ عبد الرب میں صدہا افراد کے سامنے آپ کے انگرکھے کے دامن کو اپنی آنکھوں سے لگاتے تھے اور فرماتے تھے۔ مجھ کو اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوش بُو آتی ہے۔ اور آپ نے ایک مرتبہ اپنا خواب لکھ کر حضرت سیدی الوالد کو ارسال کیا۔ خواب یہ ہے "مدرسہ میں آپ ٹہل رہے ہیں اور ٹہلتے ٹہلتے اچانک پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں آپ تبدیل ہو گئے" یہ عبارت آپ ہی کی ہے۔

آپ نے ۱۹ ر شعبان ۱۳۴۶ھ میں اس عاجز کو سند عنایت فرمائی۔ دو دن پہلے جب کاتب سے اس عاجز کا نام لکھوا رہے تھے تو یہ الفاظ لکھوائے "اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ اَخَانَا

فِی الدِّیْنِ المولوی اَبَاالحَسَنِ زَیْدَ بْنَ العَالِمِ الرَّبَّانِی الجَامِعِ بَیْنَ الشَّرِیْعَۃِ وَ الطَّرِیْقَۃِ مَولَانَا عَبْدِ اللّٰہِ شاہ اَبِی الخَیْرِ نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہٗ"۔ الخ۔ آپ نے جس وقت حضرت سیدی الوالد کا اسم گرامی لیا زار وقطار رونے لگے۔ اس عاجز نے آپ کی یہ کیفیت دو حضرات کے ساتھ ہمیشہ دیکھی۔ ایک سیّدی الوالد اور دوسرے مولانا نانوتوی قدس اللہ اسرارہم۔

حضرت سیدی الوالد کے پاس اگر کبھی کوئی عمدہ میوہ یا شیرینی آتی تھی یا حضرت برادر کلاں ہرن شکار کر کے لاتے تھے تو حضرت مولانا کو بھی ارسال فرماتے تھے۔ حضرت مولانا۔ رسید کا پرچہ ارسال کرتے تھے اور اس کی پشت پر آپ کا اسم گرامی اس طرح لکھتے تھے :"حضرتِ مخدوم الانام مرشدِ خاص وعام حضرت مولانا عبداللہ شاہ ابی الخیر صاحب دام ظلہم"۔

معمولات میں مولانا مشتاق احمد انبیٹھوی کا بیان گزر چکا ہے۔ مولانا خدا کے فضل وکرم سے صاحب علم اور صاحب بصیرت تھے اور آخر وقت تک آپ ذکرِ خیر چشم تر سے کیا کرتے تھے۔ اس عاجز کے بہنوئی نواب زادہ لئیق احمد خان صاحب انصاری پانی پتی اَحیاناً اُن کی خدمت میں جایا کرتے تھے اور اُن کی محبت بھری گفتگو سے عاجز کو مطلع کیا کرتے تھے۔ رحمہ اللہ۔

اب یہ عاجز اُن مبارک افراد کا ذکر کرتا ہے جو بہ اشارہ سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم دور دراز ممالک سے آپ کی خدمت میں پہنچے اور آپ سے سلسلہ شریفہ میں بیعت ہوئے۔

سیّد یوسف زواوی

سیّد یوسف زواوی مع اپنے جوان فرزند اور ایک رفیق کے مدینۂ منورہ سے کوئٹہ ۱۳۳۳ھ (۱۹۱۵ء) میں آئے۔ کوئٹہ کے اسٹیشن کے پاس قیام کیا۔ اور آپ سے بیعت ہوئے۔ ان کے والد بزرگوار سید عبداللہ زواوی حضرت شاہ محمد مظہر قدس سرہ کے خلیفہ تھے۔ سید یوسف مع فرزند وخادم ۲۷ رجب (۹ جون) کی شب کو آپ کے پاس بیٹھے تھے۔ باتوں باتوں

میں سید یوسف اور اُن کے خادم نے صلاۃ التسبیح کا ذکر کیا اور کہا کہ آج مبارک شب ہے اگر جماعت سے صلاۃ التسبیح ہو جائے بہتر ہے تاکہ ان تمام مخلصین کو اس نماز کا طریقہ معلوم ہو جائے، آپ کو سید یوسف کی بات پسند آئی اور ساتھ ہی آپ نے فرمایا۔ کہ حنفیہ کے ہاں نفل کا جماعت سے پڑھنا مکروہ ہے۔ سید یوسف نے کہا اگر آپ اس مسئلہ میں امام شافعی کا مسلک اختیار فرمالیں تو جائز ہے۔ کتنے ہی مسائل میں حنفیہ نے دوسرے ائمہ کا مسلک اختیار کیا ہے۔ میرے رفیق شافعی المذہب ہیں آج رات وہ نماز پڑھاوینگے آپ اُن کی اقتدا کرلیں اور پھر آپ پڑھائیں۔ آپ نے فرمایا یہ تو بہت اچھی صورت ہے۔ چنانچہ اُن کے شافعی المذہب رفیق نے یہ مبارک نماز جماعت سے پڑھائی۔ افغانستان سے آئے ہوئے ساٹھ ستر مخلصین اور کوئٹہ کے مخلصین موجود تھے انھوں نے اور ہم نے سب نے یہ نماز جماعت سے پڑھی اور اس کے بعد امام شافعی کی تقلید کرتے ہوئے آپ اس مبارک نماز کو احیاناً با جماعت پڑھا کرتے تھے۔ ۱۳۴۳ھ میں نجدیوں نے طائف پر حملہ کیا اور خلق خدا کو بلا وجہ شہید کیا۔ اس واقعہ الیمہ میں سید یوسف زواوی بھی شہید ہوئے رحمۃ اللہ و رضی عنہ۔ سید یوسف زواوی کے ابن العم سید علی زواوی یکشنبہ ۷ رجمادی الآخرہ ۱۳۴۰ھ مطابق ۵ فروری ۱۹۲۲ء میں دلی آئے اور آپ سے بیعت ہوئے

سید عبداللہ دحلان

آپ کے استاد مکرم شیخ الاسلام والمسلمین حضرت سید احمد دحلان مکی کے پوتے جناب سید عبداللہ دحلان غالباً ۱۳۳۷ھ مطابق ۱۹۱۹ء مکہ مکرمہ سے آپ کی خدمت میں دلی پہنچے۔ اور انھوں نے آپ سے کہا۔

"میں مدینہ منورہ روضۂ مقدسہ و مطہرہ و منورہ کی زیارت کو گیا۔ وہاں خواب میں سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپ نے مجھ سے فرمایا "ہمارا خادم ابوالخیر عبداللہ دلی میں ہے تم اس سے جاکر بیعت ہو" چنانچہ میں وہاں سے صرف آپ سے بیعت ہونے کو آیا ہوں۔" آپ نے ان کو بیعت کیا۔ چوں کہ وہ آپ کے نہایت مشفق استاذ کی اولاد میں سے اور حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے فرستادہ تھے اس لئے حدیث شریف۔ اَنزِلوا النّاسَ مَنازِلَھُم۔ پر عمل کرتے ہوئے آپ نے اُن کی مکلّف دعوت کی،

شہر کے عمائدین کو بلایا، جن میں ڈاکٹر مختار احمد انصاری، حکیم اجمل خاں، حاجی محمد اسماعیل، حاجی محمد رفیع پٹنہ والے اور آپ کے خصوصی مخلصین بھی تھے۔ سب سے سید عبداللہ دحلان کا تعارف کرایا۔ پھر حافظ عبدالحکیم نے چوڑی والان میں، ڈاکٹر انصاری نے موری دروازے اور کشمیری دروازے کے درمیان فصیل کے اندر اور حاجی محمد اسماعیل وحاجی محمد رفیع نے بیری باغ میں اُن کی دعوت کی۔ آپ بھی سب جگہ تشریف لے گئے۔ حکیم اجمل خاں صاحب تغلق آباد سب کو لے گئے اور وہاں تغلق کا مقبرہ اور قلعہ دکھایا پھر مکلف کھانا کھلایا۔

آپ نے سید عبداللہ کی خوب خاطر و مدارات کی اور مخلصین میں سے ارباب استطاعت نے آپ کی خدمت میں کچھ نقد روپیہ پیش کیا (چار پانچ سو کے درمیان) یہ رقم بھی آپ نے اُن کو دی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

قاری عبدالغنی شامی

آپ انطاکیہ، شام کے رہنے والے تھے۔ ان کو اشارۂ غیبی ہوا۔ ؏ بہ دہلی رو اگر در جستجوئے آب حیوانی۔ اور آپ حضرت مخدوم الانام قبلۂ خاص و عام کی خدمت با برکت میں حاضر ہوئے۔ بیعت ہوئے۔ سلوکِ مجددیہ طے کیا، حقیقتِ صلاۃ سے اچھا نصیبہ حاصل کیا۔ حضرت برادر کلاں اور قاری نیاز احمد مرحوم کے مخارجِ حروف کی اصلاح انہی کی مساعی کا ثمرہ تھی۔ مسلسل چار سال دِلّی اور کوئٹہ میں آپ کے ساتھ رہے۔ اسی دوران میں افغانستان کے مخلصین سے اُن کا خوب تعارف ہوا اور اُن کے اصرار پر آپ افغانستان تشریف لے گئے۔ جس وقت آپ رخصت ہو رہے تھے حضرت سیدی الوالد نے ان کو اجازت و خلافت مرحمت فرمائی۔ سن تیرہ سو تینتالیس یا چوالیس میں حج کو جاتے ہوئے دِلّی آئے۔ اس عاجز کی مُلاقات اُن سے اس وقت ہوئی۔ رحمہ اللہ ورضی عنہ۔

مردِ ولی و حق آگاہ فتح اللہ

فتح اللہ اندڑی افغانستان کے فردِ اکمل تھے۔ ۲۴ر شعبان ۱۳۲۴ھ کو انھوں نے کسی سے ایک عریضہ فارسی میں لکھوا کر آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ اس میں لکھا ہے "سہ شبانہ روز پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام را در خواب دیدہ ام" سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں تین دن اُن سے فرمایا کہ حضرت کی خدمت میں دِلّی جاؤ۔ اور انھوں نے خواب میں حضرت سیدی الوالد

کو بھی دیکھا کہ آپ فرماتے ہیں: "آمدہ خدمت مرا بکنید" اور پھر اپنے عریضہ میں لکھوا رہے ہیں: "نہ می دانم تعبیرِ خواب چیست" اور لکھوایا ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں آپ کی خدمت میں رہوں اور آپ فرمائیں تو بیت اللہ چلا جاؤں "بہ دنیا داری ہیچ خاطرم متوجہ نمی گردد، غیر از درس کلام اللہ و خدمتِ پیر صاحب دامت برکاتہ دیگر مطلب بہ دنیا نہ دارم۔

اس عاشقِ بارگاہِ نبوی و سرشارِ بادۂ خیری نے جو لکھا تھا اس کو روزِ روشن کی طرح عیاں کر کے دکھا دیا۔ کامل گیارہ سال دلی اور کوئٹہ میں آپ کے خادمِ خصوصی رہے اصحابِ غفلت کے لئے فتح اللہ رحمہ اللہ میں قطعاً کوئی کشش نہ تھی۔ اُن کے کپڑے میلے صد ہا پیوند لگے۔ اور پیوند بھی اُن کے اپنے ہاتھ کے جس کا ایک ایک ٹانکا دانۂ برنج کی درازی سے کم نہ ہوتا تھا۔ سر پر تار تار دستار۔ پاؤں میں کسی کی پھٹی پرانی جوتی۔ ایک بوسیدہ صدری۔ خانقاہ شریف کی مسجد مبارک کے گنبد اُن کے صندوق تھے۔ دن رات میں چار پانچ مرتبہ جاتے تھے اور چھالیا کی ڈلی لے آتے تھے۔ پتھر سے اس کے دو تین ٹکڑے کئے اور اُن کو چبانے لگے۔ ہر وقت مدہوشی اور خود فراموشی کا اثر اُن پر رہتا تھا۔ حضرت سیدی الوالد قدس سرہ اگر کسی کو زجر و توبیخ فرماتے تھے تو وہ خوش ہو کر کہتے تھے "نن دِی بیا غوا جوڑ کڑی دا" (آج پھر تماشا بنا رکھا ہے)۔ جہاں حضرت سیدی الوالد باہر تشریف لائے۔ اور وہ دو چار گز کے فاصلہ پر آ کر بیٹھ جاتے تھے۔ آپ بھی مشغول کار ہوئے اور وہ بھی۔ اس عاجز نے کبھی نہیں دیکھا کہ آپ نے فتح اللہ کو جھڑکا ہو۔ اپنے پیر و مرشد کا استغنا ان میں بہ درجۂ اتم موجود تھا۔ کوئی بھی آئے۔ گدا ہو، پیر ہو، خان ہو، سردار ہو، مولوی ہو، مُلا ہو۔ اُن کو کسی کی پروا نہیں، نہ وہ کبھی کسی کے لئے کھڑے ہوئے۔ غالباً ۱۳۲۵ھ کا واقعہ ہے کہ حضرت سیدی الوالد کی معیّت میں کوئٹہ سے دلی آ رہے تھے۔ سماسٹہ پر آپ کی بوگی ایک طرف کھڑی کر دی گئی۔ یہ ملازموں کے چھوٹے کمرہ سے نکل کر پلیٹ فارم پر بیٹھ کر روٹی کھانے لگے محویّت تو ہر وقت رہتی تھی۔ اُن کو کچھ خبر نہ ہوئی اور ایک کتا اُس کپڑے کو جو اُن کے سامنے دسترخوان کا کام دے رہا تھا۔ منہ میں دبا کے لے چلا۔ یہ اس کے پیچھے

چلے۔ کپڑا لے کر لوٹ رہے تھے کہ انجن نے سیٹی دی۔ یہ جلدی سے پلیٹ فارم پر چڑھ رہے تھے کہ انجن پہنچ گیا اور ان کا نچلا حصّہ کچل گیا۔ دِلّی تک سانس چل رہی تھی۔ یہاں آکر اُن کی وفات ہوئی۔ مہندلیوں میں حضراتِ محدثین رحمہم اللہ کے جوار میں مدفون ہوئے "معمولات" میں مہندلیوں کو جانے۔ کے بیان میں اُن کی قبر کا واقعہ لکھا جا چکا ہے رحمہ اللہ ورضی عنہ۔

اکبر توُخی

فتح اللہ کے ذکر نے اُن کے ہم مشرب اکبر توُخی کی یاد دلادی۔ انھوں نے چند سال مسلسل کوٹھے میں آپ کی خدمت کی۔ جب آپ دِلّی تشریف لاتے تھے یہ مکانات کی حفاظت کرتے تھے۔ حرم سرا کے دروازے کی خدمت ان کے سپرد تھی۔ ہر وقت محویّت میں رہتے تھے۔ اچانک اگر کسی نے اُن کے پاس آواز بلند کی تو ذکرِ قلبی، ذکرِ لسانی ہو جاتا تھا اور وہ اللہ اللہ کہتے ہوئے اُٹھتے اور دوڑ لگاتے۔ جو چیز ملتی تھی اس کو آسمان کی طرف اچھالتے تھے۔ چنانچہ دسیوں افراد کی پگڑیوں کو اچھال دیا کرتے تھے۔ اُن پر بھی حضرت سیدی الوالد کبھی ناراض نہیں ہوئے۔ اس عاجز سے چند معتبر افراد نے کہا کہ ایک مدت تک اُن کی قبر پر رات کو نوُر کا شعلہ لوگوں نے دیکھا۔ رحمہ اللہ ورضی عنہ۔

اختر مُشکی

اختر مُشکی کا کوئی کام نہیں ہو رہا تھا۔ انھوں نے نذر مانی کہ اگر یہ کام ہو گیا تو حضرت امام ربّانی قدس سرہ کے خادموں کو ایک دُنبہ ذبح کر کے کھلاؤں گا۔ اُن کا وہ کام ہو گیا اور وہ افغانستان سے ایک دُنبہ لے کر سرہند شریف کو روانہ ہوئے۔ وہاں پہنچنے پر حضرت امام ربانی کو خواب میں دیکھا۔ آپ نے اختر سے کہا "اختر اس دُنبہ کو دِلّی لے جاؤ۔ وہاں خانقاہ شریف میں میرے بچے کے مُرید ہیں اور حقیقی معنوں میں وہ میرے خادم ہیں۔ اُن کو کھلاؤ" اختر دوسرے دن دِلّی کو روانہ ہوئے اور آپ کی خدمت میں پہنچ کر اپنا خواب بیان کیا۔ اس خواب کو سُن کر آپ پر ایک کیفیت طاری ہوئی اور آپ نے یہ شعر پڑھا۔

گر میل کند سوے ہلالی عجبے نیست شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدا را

یہ واقعہ اس عاجز کی یاد سے پہلے کا ہے۔ غلام احرار صاحبزادہ اور دوسرے افراد موجود تھے، انھوں نے اس عاجز سے بیان کیا ہے۔ رحمہم اللہ جمیعا۔

شاہ محمد شعیب | فرزند حکیم راحت علی۔ قلندر پور۔ ضلع اعظم گڑھ کے رہنے والے، جن کی وفات ابھی تین سال پہلے ۱۳۸۹ھ میں ہوئی ہے انھوں نے یہ بیان لکھوایا۔

میرا آغاز شباب تھا۔ ڈاڑھی منڈواتا تھا علم حاصل کرنے کے واسطے دلی گیا۔ اور تمنا تھی کہ حضرت شاہ صاحب کی زیارت کروں۔ سلطانجی میں کوئی صاحب شاہ عبدالصمد تھے۔ اُن سے میں نے کہا کہ آپ مجھ کو شاہ صاحب کے پاس لے جائیں۔ انھوں نے کہا: "ہم لوگ اُن سے ملنے کی ہمت نہیں کر سکتے۔ وہ شمشیر برہنہ بزرگ ہیں۔" ان کا جواب سُن کر میں نے اپنے دل میں کہا مجھ کو ضرور حاضری دینی ہے، جو بھی پیش آئے۔ اگر نکال دیا گیا سمجھوں گا کہ آپ کے در کا نکالا ہوا ہوں۔ میں پوری محبت اور اخلاص کے ساتھ آپ کے آستانہ پر حاضر ہوا۔ اور اتفاق سے اس وقت چند طالب علم بھی آگئے۔ دربان نے اطلاع کی۔ آپ نے طالبانِ علم کے متعلق فرمایا "فقیر کو اتنی فرصت کہاں کہ کسی کے کامیاب ہونے کے واسطے دعا کرے۔ اور بھی پیر ہیں اُن کے پاس جاؤ۔" اور آپ نے مجھ کو اجازت دی۔ میں بہ ادب حاضر ہوا اور سلام کیا۔ میں نے دیکھا کہ آپ استغراقی کیفیت میں ہیں۔ آپ کا چہرہ نورانی تھا۔ ایسا نور میں نے کہیں نہیں دیکھا، مجھ کو محسوس ہو رہا تھا کہ آفتاب کا عکس پڑ رہا ہے۔ آپ نے میرے سلام کا جواب دیا اور میں بیٹھ گیا، دربان نے مجھے اشارہ کیا کہ اُٹھ جاؤں۔ لیکن میں بیٹھا رہا۔ تقریباً ایک منٹ کے بعد آپ نے فرمایا۔ ع: جان بہ جانانا بدہ ورنہ بستاند اجل
میاں صاحب زادے رخصت۔" چنانچہ میں رخصت ہوا اور آپ کے ارشاد کا یہ اثر ہوا کہ میں سلسلۂ قلندریہ سے وابستہ ہوا۔

آپ کے پیر و مرشد کا نام شاہ فتح قلندر تھا۔ آپ اُن کے خلیفہ و جانشین اور اُن کے پہلو میں مدفون ہوئے۔ رحمہما اللہ و رضی عنہما۔

مولوی جعفر شاہ | سائیں توکل شاہ کے خصوصی مخلصین میں سے تھے۔ انھوں نے اپنا

خواب بیان کیا کہ میں چراغِ دلّی میں تھا۔ میں نے دیکھا ایک مبارک محفل ہے۔ سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تخت پر رونق افروز ہیں اور چاروں طرف کرسیاں رکھی ہیں اُن پر علماء و صلحاء بیٹھے ہیں۔ ایک کرسی پر حضرت شاہ ابوالخیر بیٹھے ہیں۔" رحمہ اللہ۔

پیر سید جماعت علی شاہ

دلّی میں آپ کے پاس آئے اور آپ سے مل کر بہت خوش ہوئے۔ آپ نے پیر سید جماعت علی شاہ صاحب سے فرمایا "دیکھو جماعت علی شاہ اللہ کو اللہ کے رتبہ میں رکھو اور نبی کو ان کے مرتبہ پر رکھو یہ نہ کرو کہ نبی کو بڑھا کر خدائی کے مرتبہ میں پہنچاؤ اور کہیں ساری محنت برباد نہ ہو۔" پیر سید جماعت علی شاہ صاحب پھر کوئٹہ میں آپ کے پاس آئے اور اپنے فرزند کلاں سید محمد حسین کو تبرکاً آپ سے بیعت کرایا۔ آپ کی وفات کے بعد جہلم پر آئے اور فاتحہ میں شریک ہوئے۔ رحمہ اللہ و رضی عنہ۔

ایک کامل کی آمد

آپ کے پاس صرف تین دن کے واسطے چند سال تک برابر ایک مردِ کامل آیا کرتے تھے۔ ان کا لباس مسنون ہوتا تھا۔ سر پر دستار۔ بدن پر ایک چادر اور ایک تہبند۔ پیروں میں چمڑے کے چپّل۔ بغل میں مسند شریف کی ایک جلد۔ سر پر بال۔ رُبَّ اَشْعَثَ اَغْبَرَ کی اعلیٰ مثال۔ کبھی جانماز یا دری یا کسی کپڑے پر نماز نہیں پڑھی۔ اس عاجز کو وہ دن۔ وہ وقت اور پہاڑی کی وہ جگہ یاد ہے جہاں حضرت سیدی الوالد اور ہم تین بھائی اور ایک پٹھان اور یہ مردِ کامل۔ اَلَّذِیْ لَا یُشَارُ اِلَیْہِ بِالْبَنَانِ تھے، نماز کے لئے کھڑے ہوئے۔ انھوں نے دری کا کونہ پلٹ کر حضرت سیدی الوالد سے کہا۔ "شما ایں چہ بدعت اختیار کردہ اید" یعنی آپ نے یہ کیا بدعت اختیار کی ہے۔ حضرت سیدی الوالد نے ان کی یہ بات سنی اور تبسّم فرما کر نماز کی نیت باندھ لی۔

دونوں حضرات کا ایک مسلک ایک مشرب تھا۔ دونوں سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق تھے، دونوں کا مطمحِ نظر اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضامندی حاصل کرنی تھی لہذا اس کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا کہ ایک کی بات دوسرے کو ناگوار گزرے۔ ایک دن کسی حدیث شریف کے متعلق دونوں میں اختلاف ہوا۔ یہ واقعہ تفریح سے واپسی کے وقت پیش آیا۔ خانقاہ شریف آکر آپ نے وہ حدیث شریف اُن کو دکھائی۔ اور وہ خوش ہوئے۔

حضرت سیدی الوالد کا حافظہ نہایت قوی تھا۔ جو الفاظ آپ نے بیان کئے تھے وہی الفاظ کتاب میں تھے۔

ایک دن انھوں نے حضرت سیدی الوالد سے کہا۔ آپ میلاد شریف کی مبارک محفل قائم کرتے ہیں اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اس کا قیام نہیں ہوا اور نہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے کبھی ایسی محفل قائم کی۔ حضرت سیدی الوالد نے فرمایا یہ درست ہے۔ اس وقت ان حضرات کے سامنے فریضۂ جہاد تھا۔ مستحبات و مندوبات پر عمل اس وقت کیا جاتا ہے جبکہ فرائض پورے ہو گئے ہوں۔ اگر فریضہ باقی رہے تو مستحبات کی طرف التفات کب جائز ہے۔ بخلاف اس وقت کے کہ مسلمان لہو لعب اور فسق و فجور میں وقت صرف کرتے ہیں۔ ہم یہ مبارک محفل اس لئے قائم کرتے ہیں کہ لوگوں کے دلوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پیدا ہو۔ آپ کی محبت اصلِ ایمان ہے۔ اس اصل ہی کو حاصل کرنے کے لئے اس مبارک محفل کا قیام کیا جاتا ہے۔

آپ نے یہ بھی فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کلام پاک میں فرماتا ہے۔ وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِدْرِيسَ، وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِبْرَاهِيمَ، وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِسْمَاعِيلَ، وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مُوسَىٰ، وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مَرْيَمَ، [illegible]۔ اور حضرت یحییٰ کے متعلق فرماتا ہے۔ وَسَلَامٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا۔ اور حضرت عیسیٰ کا قول نقل کرتا ہے —— وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُ وَيَوْمَ أَمُوتُ وَيَوْمَ أُبْعَثُ حَيًّا۔ اس سے معلوم ہوا کہ یوم ولادت اور یوم وفات اور یوم بعثت قابل تذکرہیں۔ لہٰذا میلادِ مبارکِ سرورِ کائنات عَلَيْهِ أَفْضَلُ الصَّلَوَاتِ وَأَزْكَى التَّحِيَّاتِ کا ذکر شریف منشاءِ خداوندی کے عین مطابق ہے۔

آپ کی بات کو سن کر وہ مردِ کامل کچھ نہ بولے۔ بلکہ حضرت سیدی الوالد قدس سرہ کی ولایت اور صفائے باطن کے دل سے معتقد رہے اور آپ اُن کی پاک باطنی اور صلاح و تقویٰ کے قائل رہے۔

ایک رات عشاء کی نماز کے بعد وہ کوچۂ چیلان کی مسجد شریف میں چلے گئے۔ اور اندر کے دالان میں شمال سے جنوب کو اور جنوب سے شمال کو جذب و درد کے عالم میں دنیا و مافیہا سے بیخبر ٹہل رہے تھے۔ اتفاق سے مفتی کفایت اللہ صاحب مسجد شریف میں آگئے۔ اُن کی

وارفتگی اور جذبہ و مستی کو دیکھ کر متحیر ہوئے اور کافی دیر تک دیکھتے رہے۔ بعد میں انھوں نے اپنے سمدھی مولوی بدرالاسلام سے اُن کے متعلق دریافت کیا۔ مولوی بدرالاسلام نے کہا کہ وہ تو صرف تین دن کے واسطے ہر سال آتے ہیں۔ البتّہ خانقاہ شریف میں آپ کو ایسے عاشقانِ صادق کتنے ہی ملیں گے۔ رحمہم اللہ۔

سر بر آراز کاشفِ تحقیق تا در کوئے خیر گشتگانِ زندہ بینی انجمن در انجمن

پیر جی مظفر علی خاں حصاری

آپ سائیں توکّل شاہ کے اجلِّ خلفاء میں سے ایک فردِ کامل تھے۔ انھوں نے اپنے پیر و مرشد سے حضرت سیدی الوالد کی بہت تعریف سُنی تھی اور شوق دامنگیر تھا کہ آپ کی زیارت کریں۔ چوں کہ آپ کے متعلق مشہور تھا کہ کسی سے نہیں ملتے اس واسطے انھوں نے مردِ پاک باطن مخلصِ صادق حاجی فیض اللہ سے اپنی خواہش کا اظہار کیا۔ حاجی صاحب نے آپ سے ذکر کیا اور آپ نے بخوشی منظور فرمایا۔ چنانچہ وہ آپ سے ملنے آئے۔ آپ سے ملنے پر شنیدہ کے بود مانند دیدہ۔ کی حقیقت اُن پر ظاہر ہوئی۔ اس کے بعد وہ حضرت سیدی الوالد سے طالب اجازت سلسلۂ شریفہ ہوئے اور آپ نے ان کو اجازت عنایت فرمائی۔

منشی احمد حسین۔ چھتہ لال میاں۔ دہلی میں رہتے تھے۔ ابھی ایک سال ہوا تقریباً سو سال کی عمر میں وفات پائی۔ حضرت سیدی الوالد کے قدیم مخلص تھے۔ پیر جی صاحب دلّی آئے اور نواب ابوالحسن خان کے گھر میں قیام کیا۔ منشی احمد حسین اُن سے ملنے گئے اور جب پیر جی کو معلوم ہوا کہ منشی احمد حسین حضرت سیدی الوالد سے بیعت ہیں تو مزید محبّت کا اظہار کیا اور منشی احمد حسین سے کہا۔ "میاں دیکھو، حضرت صاحب کے دروازہ کی گدائی شاہی سے بہتر ہے"۔ رحمۃ اللہ علیہما۔

شاہ سلیمان کنگن پوری

آپ سائیں توکل شاہ کے خلیفہ ہیں۔ حکیم مکرم الدین معالج چشم کے فرزند کا عقدِ نکاح تھا۔ حکیم جی نے شاہ سلیمان کو بلایا تھا کیونکہ وہ اُن کے پیر و مرشد تھے۔ حکیم جی کو حضرت سیدی الوالد سے بھی انتہائی

خلوص وعقیدت تھی لہذا آپ کو بھی بلایا۔ آپ نے فرمایا عام لوگوں سے ہم کو تکلیف پہنچتی ہے اگر کوئی جگہ الگ ہو تو ہم شریک ہوں گے۔ چنانچہ آپ تشریف لے گئے اور ایک چھوٹے کمرہ میں آپ بیٹھے۔ حکیم جی نے آپ سے آکر کہا کہ شاہ سلیمان آپ کی ملاقات کے متمنی ہیں۔ آپ نے اجازت دی اور شاہ سلیمان آکر آپ سے ملے۔ تھوڑی دیر دونوں صاحبان مراقبہ میں رہے۔

نہ دانم چہ گفتی چہ انگیختی ۔۔۔ کہ از دیدہ ہایم تو خوں ریختی

پھر شاہ سلیمان نے نہایت خلوص سے عرض کی۔ حضور آپ مجھ کو طریقہ سہروردیہ میں بیعت کرلیں۔ چنانچہ آپ نے ان کو سلسلۂ سہروردیہ میں داخل کرکے فرمایا۔ ہماری طرف سے تم کو اجازت ہے۔ شاہ سلیمان نے کچھ نذر غالباً پانچ روپے پیش کئے اور دعائیں لیتے ہوئے رخصت ہوئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ ھ

سید ظہور الحسن

نگینہ ضلع بجنور کے رہنے والے تھے حضرت سیدی الوالد سے سرہند شریف میں ملے تھے۔ آپ کے صفائے باطن اور کمال کے دل سے معترف تھے۔ شیخ عبدالباری اور ان کے برادر کلاں ہزاری لال سے آپ کی تعریف بیان کیا کرتے تھے۔ ان کے فرزند سید نور الحسن بھی آپ کے دلدادہ اور مداح تھے رحمہما اللہ تعالیٰ

محمد حسن خان رامپوری

آپ جناب فاروق حسن خان رامپوری کے فرزند تھے طریقہ چشتیہ میں شیخ طریقت تھے۔ ان کے فرزند پاک طینت جناب صابر حسن خان صاحب نے اس عاجز سے بیان کیا کہ جس زمانے میں حضرت شاہ صاحب کا قیام رامپور میں تھا' ایک شخص نے میرے والد بزرگوار سے کہا کہ حضرت شاہ صاحب کوئی صاحب کمال نہیں ہیں نواب صاحب کے مہمان بن گئے ہیں۔ میرے والد بزرگوار نے اس شخص کے منہ پر زور کا چانٹا مارا اور فرمایا کہ اللہ کے ولی کی توہین کرتا ہے۔ رحمہ اللہ وجزاہ خیراً۔

مولانا رکن الدین الوری

آپ مولانا مفتی مسعود احمد صاحب امام مسجد فتحپوری کے خلیفہ تھے۔ حضرت سیدی الوالد قدس سرہ حجاز مقدس کو جانے سے پہلے حضرت مفتی صاحب سے ملا کرتے تھے اور خوش ہوتے تھے۔ مفتی صاحب

ھ سیدی الوالد کو ان کا کمال صفحہ ۴۰۵ پر ملاحظہ کریں

بھی آپ کا احترام کرتے تھے۔ مفتی صاحب کی وفات کے بعد مولانا رکن الدین صاحب الوری کئی سال تک آپ کی خدمت میں آئے اور ترقیات حاصل کیں۔

ان کے فرزند مفتی محمود صاحب نے اس عاجز سے بیان کیا۔ کہ وہ حضرت شاہ صاحب کے پاس آرہے تھے راستہ میں سید احمد صاحب امام جامع مسجد مل گئے (اس وقت وہ کچھ برگشتہ تھے) انھوں نے کچھ اعتراضات کیے۔ والد صاحب حضرت کے پاس آئے۔ اطلاع ہوئی آپ نے بلایا۔ اس وقت آپ ایک کتاب ہاتھ میں لئے کچھ لکھوا رہے تھے۔ لکھوانے کے دوران میں بلند آواز سے فرمایا "یہ امام جامع مسجد کا اعتراض کرتا ہے اور بلا وجہ غیبت کرتا ہے"۔ یہ فرما کر بہ دستور سابق کتاب لکھوانے میں مصروف ہو گئے۔ مفتی محمود سے یہ واقعہ ان کے والد بزرگوار نے بیان کیا۔ رحمہ اللہ و رضی عنہ۔

مفتی مظہر اللہ امام فتحپوری

آپ مفتی مسعود احمد صاحب کے پوتے اور مسجد فتحپوری کے امام تھے۔ اپنے حضرت جدِ امجد کے پیرزادے سے بیعت تھے اور مولانا رکن الدین الوری کے خلیفہ تھے آپ کئی سال حضرت سیدی الوالد کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلوک مجددیہ طے کیا۔ اس عاجز سے فرماتے تھے کہ آپ کی محبت کا غلبہ یہاں تک ہوا کہ بجائے پیر و مرشد کے آپ کا خیالِ شریف وظیفہ میں ساتھ رہتا تھا۔ اس زمانہ میں حضرت سیدی الوالد نے تبسم فرما کر مفتی صاحب سے کہا۔ مولوی مظہر تم مانو یا نہ مانو ہم تمھارے پیر ہیں۔ آپ کی یہ بات مفتی صاحب بیان کر کے آبدیدہ ہو جایا کرتے تھے۔

مفتی صاحب نے فرمایا ایک مرتبہ میں حاضر ہوا۔ اسی وقت ایک دوسرا شخص بھی حاضر ہوا۔ آپ نے اس دوسرے شخص کی تقصیرات کا بیان کر کے فرمایا گھر میں یہ کرتا ہے اور اب مجھ سے ملنے آیا ہے۔ یہ سن کر میرے دل میں خیال آیا کہ آپ نے اس کے عیوب کیوں ظاہر فرما دیئے اور پھر خیال آیا کہ اب لوٹ جانا چاہیئے۔ اس دوسرے خیال کے آنے پر آپ نے مجھ کو بلا لیا۔ اور جب میں بیٹھ گیا تو فرمایا۔ مولوی مظہر سب ایک طرح کے نہیں ہوتے، کسی سے نرمی کسی سے سختی کرنی پڑتی ہے، میں کیا کروں یہ نا اہل اسی قابل تھا۔ رحمہ اللہ و رضی عنہ۔

سید محمد شاہ قصوری

مولانا عبد الرسول قصوری کے نواسہ اور جانشین تھے اور وہ اپنے

والد غلام محی الدین کے خلیفہ تھے جو حضرت شاہ غلام علی کے خلیفہ تھے۔ سید محمد شاہ نے باقاعدہ سلوک مجددیہ آپ سے طے کیا۔ اور سالہاسال آپ کی خدمت میں آتے رہے۔ آپ کے صفائے قلب اور استشراف بر خواطر کے معترف تھے اور بعض واقعات کا بیان کیا کرتے تھے۔ رحمۃ اللہ ورضی عنہ۔ ؎

خلیفۂ طریقہ میاں عبد الحکیم

بلوچستان میں رہتے تھے۔ نہایت سن رسیدہ تھے۔ دائرۂ ارشاد وسیع تھا۔ اس عاجز کے تولد سے پہلے انھوں نے اپنا ایک مرید ملا عبد الحلیم آخوندزادہ کے پاس بھیجا کہ میں حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہوں تاکہ اُن سے اجازت حاصل کروں۔ ملا عبد الحلیم نے آپ سے کہا اور آپ نے اجازت دی۔ یہ خبر ان پیر مرد کو پہنچی وہ مع اپنے مریدوں کے روانہ ہونے کو تھے کہ اُن کی وفات ہوگئی۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ ورضی عنہ۔

صاحبزادہ ملا پیر محمد

اپنے والد راز محمد مشکخیل کٹوازی کے خلیفہ تھے اور وہ دوست محمد صاحبزادہ کے جو کہ شرن میں رہتے تھے اور وہ صوفی زبردست لوگری کے اور وہ حضرت شاہ آفاق مجددی دہلوی کے خلیفہ تھے۔ ملا پیر محمد مع دس پندرہ مریدوں کے سن تیرہ سو بیس یا اس سے ایک دو سال پہلے یا بعد حج کو گئے۔ وہاں سے واپسی پر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے کہا کہ اس زمانہ کے صاحب ارشاد آپ ہی ہیں۔ آپ امام طریقہ ہیں۔ آپ میرے احوالِ باطن کی طرف متوجہ ہوں۔ اگر میں قابل ارشاد نہیں ہوں تو آپ مجھ سے فرما دیں میں مشیخت ترک کر کے آپ کے در کی غلامی اختیار کروں گا۔ حضرت سیدی الوالد اُن کی طرف متوجہ ہوئے اور اُن سے فرمایا بحمد اللہ تم میں ارشاد کی صلاحیت ہے۔ انھوں نے کہا۔ آپ مجھ کو اجازت عنایت فرمائیں۔ چنانچہ آپ نے ان کو اجازت وخلافت عنایت کی۔ رَحِمَہُ اللّٰہُ وَحَشَرَہُ مَعَ عِبَادِہِ الْمُکْرَمِیْنَ۔

مقبولیت تامّہ

معمولات میں مخلص صادق، صاحب نسبت وبصیرت، محمد شاہ افغانی کے اشعار نقل کیے جا چکے ہیں۔ انھوں نے خوب کہا ہے اور درست کہا ہے۔

نے کہ تنہا جن و آدم با جماد
ہر چہ در امر است در حکم تو باد

ؔ؎ پیرجی سید محمد زکی شاہ اور مولوی امداد اللہ خان کا حال صفحہ ۴۸۶ پر ملاحظہ کریں۔

صرف انسانوں ہی کے دل آپ کی طرف مائل نہ تھے۔ بلکہ طیور و حیوانات تک آپ سے محبت کرتے تھے۔ ذکرِ خیر میں "بے نظیر سے واپسی اور ایک حال" کے تحت یہ عاجز لکھ چکا ہے کہ آپ نے اشجار و احجار و زمین کو خطاب کیا۔ اور چند سال کے بعد آپ نے کوئٹہ میں فرمایا "خدا کے فضل سے اب بھی وہ کیفیت ظاہر ہے۔" اور معمولات میں "حضرات عندلیب و درد" کے مزارات پر حاضری کے واقعہ میں بجہ، شتر کا بیان گزر چکا ہے۔ اب دو واقعات ہرن کے اور پھر طیور کے واقعات لکھے جاتے ہیں۔

کالا ہرن

حافظ محمد یوسف دہلوی ایک ہرن کا بچہ حضرت برادر کلاں کے واسطے لائے وہ مانوس ہو گیا اور اس کے سینگ تقریباً بارہ گرہ کے ہو گئے یہ نہایت خوبصورت کالا ہرن تھا۔ چونکہ اس کے سینگ نوکیلے تھے مخلصین میں سے کسی نے بہت خوبصورت پیتل کے لٹو اُن پر لگوا دیے۔ اُن دنوں آپ روشن آرا باغ تشریف لے جاتے تھے۔ گل محمد محمود خیل اس ہرن کو روشن آرا باغ لے جا کر کھول دیا کرتے تھے، وہ آپ کے پاس آتا تھا اور آپ کا دل خوش کرتا تھا۔ آپ اس پر ہاتھ پھیرتے تھے اور واہ وا فرمایا کرتے تھے۔

ملا حبیب اللہ، ملا خیر اللہ اور تین چار پٹھان اور بھی روشن آرا باغ پہنچا کرتے تھے یہ سب وہاں ہم بھائیوں کے ساتھ مصروفِ تفریح ہوتے تھے۔ ایک دن آپ نے دو بجے اس عاجز سے کہا کہ جاؤ ملا حبیب اللہ وغیرہ سے کہدو کہ آج ہم کچھ دیر سے پہنچیں گے۔ مگر عصر کی نماز روشن آرا باغ ہی میں پڑھیں گے۔ آپ تقریباً تین بجے بگھی میں سوار ہو کر پہلے حضرت شاہ آفاق قدس سرہ کے مزار پُر انوار پر حاضر ہوئے اور وہاں صاحبزادہ سعید الزبیر مجددی رحمۃ اللہ سے ملے، پھر روشن آرا باغ تشریف لے گئے۔ آفتاب اُفق سے غالباً ایک نیزہ بلند ہو گا کہ آپ جنوب شرقی دروازہ سے باغ میں داخل ہوئے۔ آپ کا رُخ بارہ دری کی طرف تھا۔ آپ نے فرمایا۔ بچو دیکھو ملا حبیب اللہ نے کچھ توقف نہ کیا اور نماز کے لئے کھڑے ہو گئے ہیں۔ جب آپ کی بگھی وہاں پہنچی ابھی آپ بگھی سے اُترے نہیں تھے کہ ہرن چھلانگیں مارتا ہوا پہنچا۔ ملا حبیب اللہ رکوع میں گئے، ان کے پیچھے چار پٹھان تھے۔ ہرن نے ملا حبیب اللہ

کے پیروں کے بیچ میں پشت کی طرف سے سر گھسایا اور مُلّا حبیب اللہ کو ایسا جھٹکا دیا کہ وہ دائیں طرف جا پڑے۔ حضرت سیّدی الوالد متبسم ہوئے اور فرمایا "دیکھو حبیب اللہ تم سے زید نے ہمارا پیام کہدیا تھا کہ ہم عصر کی نماز روشن آرا باغ میں پڑھیں گے تم نے ہمارا انتظار نہ کیا اور ہمارے ہرن نے تم کو سزا دیدی۔" ہرن ان کو گرا کر آپ کے پاس آیا۔ مُلّا حبیب اللہ پر نسبتِ شریفہ کا غلبہ ہوا اور وَجد میں جھومنے لگے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ ورضی عنہ۔

ہرن کا بچہ

کوئٹہ بلوچستان میں ایک پٹھان ہرن کا بچہ لایا۔ آپ کے مکان کا صحن خام تھا۔ اس میں کچھ پودے۔ انگور کی بیلیں اور پھول تھے۔ یہ بچہ وہاں بندھا رہتا تھا اور نظر اندڑی اس کی دیکھ بھال کیا کرتے تھے۔ اتفاق سے ساٹھ ستر مخلصین کی جماعت افغانستان سے آگئی۔ آپ دن کے دس گیارہ بجے اپنے مکان کے دروازے پر آئے اور اس جماعت کو دیکھ کر فرمایا "تم لوگ سڑک کے جوانب پر آدھے ایک طرف آدھے دوسری طرف کھڑے ہو جاؤ اور ہرن کے بچے کو کھول دو تا کہ وہ کچھ بھاگ دوڑ کرلے۔ چنانچہ وہ جماعت سڑک کے دونوں سروں پر کھڑی ہوگئی اور نظر اندڑی نے ہرن کے بچے کو کھول دیا، وہ ایک دو مرتبہ ادھر ادھر اچھلا کودا اور پھر سمتِ جنوب کی جماعت کو پار کر کے باہر نکل گیا۔ آپ نے فرمایا "افسوس تم نے ہمارے ہرن کے بچے کو نکل جانے دیا۔" کوئٹہ شہر میں عمدہ سڑکوں کا جال بنا ہوا ہے۔ پانچ منٹ نہ گزرے تھے کہ شمال کی طرف سے ہرن کا بچہ اچھلتا کودتا آیا اور آپ کے پاس آکر کھڑا ہوگیا۔ آپ کے کپڑوں سے اس کا سر لگ رہا تھا، آپ اس کے سر پر واہ واہ کہتے ہوئے ہاتھ پھیر رہے تھے۔ اور مخلصین کی جماعت متعجب تھی کہ یہ وحشی بچہ کیسے لوٹ کر آیا۔ اور پھر آپ کے پاس آکر کیسے کھڑا ہوگیا۔

کبوتر

حضرتِ برادرِ کلاں نے خورد سالی میں دو تین جوڑے کبوتروں کے پالے تھے۔ ایک دو سال میں وہ کافی زیادہ ہوگئے۔ کتب خانہ سے متصل حجرہ میں جالی کا دروازہ لگا دیا تھا، کبوتر اس کے اندر اپنے کابکوں میں رہتے تھے، رات کو ساڑھے آٹھ بجے آپ کوئٹہ تشریف لے جا رہے تھے، جب کبوتروں کے حجرے کے سامنے پہنچے تو کبوتروں نے یاھُو یامن لا اِلٰہ اِلّا ھُو۔ کہنا شروع کیا۔ (یعنی غٹرغوں شروع کی) آپ دو تین منٹ

بالکل خاموش وہیں کھڑے رہے مخلصین کی جماعت بھی کھڑی تھی، آپ نے اُن سے فرمایا: "دیکھو یہ کبوتر ہمارے جانے پر افسوس کر رہے ہیں۔" منشی احمد حسین ساکن چھتہ لال میاں اس وقت موجود تھے۔ انھوں نے یہ واقعہ کئی مرتبہ اس عاجز سے بیان کیا۔ رحمہ اللہ۔

۱۳۳۳ھ تک یہ کبوتر رہے۔ خواہر کلاں کی شادی کے موقع پر آپ نے عبدالحق ساکن "چوڑی والاں" سے فرمایا۔ ان کو لے جاؤ، چنانچہ وہ ان کبوتروں کو لے گئے۔

طوطے اور چڑیا

گھر میں دو طوطے اور ایک زرد رنگ کی بہت خوبصورت چڑیا تھی۔ آپ اس کو "مُرغِ زرّین" کہا کرتے تھے۔ صبح کو نو بجے کے قریب جب آپ اپنے مکان سے تشریف لاتے تھے تو تھوڑی دیر ان کے پنجروں کے پاس کھڑے ہو جاتے تھے، یہ پرندے اس وقت خوب چہچہاتے، چڑیا خوب پھدکتی۔ جب تک آپ وہاں رہتے، اُن کی یہی کیفیت رہتی۔

چو بشنوی سخنِ اہلِ دل مگو کہ خطا است　　سخن شناس نۂ دلبرا خطا اینجا است

اکرامات و کرامات

اللہ تعالیٰ جل شانہ وعم احسانہ اپنے نیک بندوں پر بعض ایسے اکرامات فرماتا ہے۔ جو عام بندوں پر نہیں ہوتے۔ جیسے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جمعہ کے دن خطبہ کے دوران میں فرمایا۔ یَا سَارِیَۃَ بْنَ زُنَیْمٍ اَلْجَبَلَ اَلْجَبَلَ۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر کئی سو میل دُور کے واقعہ کو ظاہر کر دیا۔ آپ نے اسلامی فوج کو خطرہ میں دیکھا اور بے ساختہ آپ کے منہ سے یہ جملہ نکلا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ سے آپ کی آواز حضرت ساریہ کو سنا دی۔ وہ اور ان کے ساتھی جو جہاد میں مصروف تھے دشمنوں کے دامِ فریب میں پھنسنے سے بچ گئے۔ اس قسم کے واقعات اولیائے اُمّت سے قیامِ قیامت تک ظاہر ہوتے رہیں گے۔

فَاِذَا کُنْتَ فِی الْمَدَارِجِ غِرًّا　　ثُمَّ اَبْصَرْتَ حَاذِقًا لَا تُمَارِ
لَا تَکُنْ مُنْکِرًا فَثَمَّ اُمُوْرٌ　　لِطِوَالِ الرِّجَالِ لَا لِلْقِصَارِ
فَاِذَا لَمْ تَرَ الْھِلَالَ فَسَلِّمْ　　لِاُنَاسٍ رَاَوْہُ بِالْاَبْصَارِ

قاری فضل الرحمٰن

جناب حافظ سید محمد حسن امام عیدگاہ دِلّی کی وفات ہوئی۔

ان کے فرزند طاہر حسن کی دستار بندی تیسرے دن مدرسہ حسین بخش، بازار مٹیا محل دِلّی میں ہوئی۔ آپ تشریف لے گئے۔ وہاں پنج آیت بھی پڑھی گئی۔ کسی نے کوئی رکوع پڑھا اور قواعدِ تجوید کے اعتبار سے غلط پڑھا۔ دن کے گیارہ سوا گیارہ کا وقت تھا۔ آپ نے ان کو پڑھنے سے روکا۔ اور بلند آواز سے فضل الرحمٰن! فرمایا۔ قاری صاحب اس وقت اپنے وطن پانی پت میں تھے کچھ کام کرکے تھک گئے تھے۔ وہ سستانے کے لئے لیٹے اور آنکھ لگ گئی۔ خواب میں انھوں نے آپ کی آواز سنی اور دِلّی کی راہ لی۔ عشاء کو خانقاہ شریف حاضر ہوئے اور واقعہ بیان کیا۔ اور امام العادلین رضی اللہ عنہ کا واقعہ یاد دلا دیا۔

وَ اَبِیْ حَفْصٍ وَ کَرَامَتِہٖ فِیْ قِصَّۃِ سَارِیَۃَ الْخُلُجِ
وَمَنْ یُّشَابِہْ اَبَہٗ فَمَا ظَلَمَ۔ رحمہ اللہ ورحم القاری ورضی عنہما۔

مُلّا طیب کٹوازی

ملا طیب آپ کے نہایت مخلص مرید تھے۔ آپ کے لہجہ پر قرآن مجید پڑھنے کی کوشش کرتے تھے اور بڑی حد تک کامیاب بھی ہو گئے تھے۔ خود بھی اچھا پاکیزہ تھا۔ وہ اپنے وطن میں تھے۔ آپ رات کا حلقہ خانقاہ شریف میں کر رہے تھے۔ آپ نے اچانک حاضرین سے دریافت فرمایا: "کیا طیّب کا انتقال ہو گیا" حاضرین نے کہا۔ حضور ہم نے نہیں سُنا۔ چونکہ آپ نے خلافِ معمول یہ بات کہی تھی۔ حاضرین نے اس کو یاد رکھا۔ دس بارہ دن کے بعد خبر آئی کہ مُلّا طیّب کی اُسی وقت اور اسی دن وفات ہوئی تھی۔ اِنَّہٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰہِ۔ قدس اللہ سرہٗ وسرہ مخلصہ طیباً۔

مِنیٰ میں قربانی

ایک دفعہ ۹ ذی الحجہ کے دن مولوی عبد السبحان سے فرمایا: "ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آج منیٰ میں قربانی ہو رہی ہے۔ مولوی عبد السبحان نے وہ دن یاد رکھا اور جب حُجاج واپس آئے تو اُن سے آپ کے ارشاد کی تصدیق ہوگئی۔

حکیم نور الدین قادیانی

نور الدین قادیانی مکہ مکرمہ گئے تھے اور وہاں پر حضرت جد امجد اور آپ سے ملے تھے، ایک دن آپ نے فرمایا کہ نور الدین نے گوجرانوالے سے ہم کو خط لکھا۔ اس میں مکہ معظمہ کی صحبتیں یاد دلا کر لکھا تھا۔ حضور مجھے پہچان لیں گے اور ان شاء اللہ بھولے نہ ہوں گے۔" یہ فرما کر آپ نے ارشاد کیا۔

"وہ قادیانی ہو چکے تھے اس واسطے ہم نے اُن کے خط کا جواب نہیں دیا" پھر آپ نے فرمایا۔ "اللہ علم کے شر سے بچائے۔ نور الدین جیسا عالم اور سمجھدار کیسا گمراہ ہو گیا۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِکَ مِنْ عِلْمٍ لَّا یَنْفَعُ۔

اس زمانے میں آپ جمعہ کی نماز مدرسہ عبد الرب میں پڑھا کرتے تھے اور نماز کے بعد حضرت مولانا عبد العلی سے کافی دیر تک صحبت رہتی تھی۔ لہذا اکثر مخلصین اور اصحاب نسبت بھی مدرسہ پہنچ جاتے تھے۔ ایک مرتبہ نماز کے بعد ڈھائی بجے بیساختہ آپ کی زبان سے نکلا "اب بھی اگر توبہ کرے تو اس کے واسطے بہتر ہے" مسجد شریف لوگوں سے بھری ہوئی تھی۔ سب نے یہ بات سُنی۔ مولوی عبد العزیز بنگالی۔ مولوی عبد السبحان طالب۔ شیخ عبد الباری نو مسلم وغیرہم نے یہ بات سنی لیکن آپ سے کوئی دریافت نہ کر سکا۔ دوسرے جمعہ کو نماز کے بعد جب پاک محفل جمی اور آپ حضرت مولانا سے مصروف کلام تھے تو مولوی عبد السبحان کچھ آگے بڑھے۔ آپ نے فرمایا "کہو عبد السبحان کیا بات ہے" مولوی عبد السبحان نے کہا، حضور گزشتہ جمعہ کو آپ نے فرمایا تھا "اب بھی اگر توبہ کرے تو اس کے واسطے بہتر ہے" اس وقت حکیم نور الدین سکرات کی حالت میں تھا۔ سب حاضرین اور علماء یہ سُن کر متحیر ہوئے۔ آپ نے دو چار منٹ کے بعد فرمایا "یہ تار برقی خداوند کریم کا ہے۔"

مولوی عبد السبحان

مولوی عبد السبحان طالب دیوبند کے فارغ التحصیل نہایت نیک نفس انسان تھے۔ آپ سے بیعت ہوئے۔ کچھ دن علم کے رعم و لا کے چکر میں پھنسے رہے۔ رفتہ رفتہ پندارِ علم رو بزوال ہوئی اور چشم باطن کھلنی شروع ہوئی۔ اور آخر میں زمرۂ عشاق میں داخل ہو گئے۔

نگاہِ مست تو آں را کہ مستفید کند　　　　ہزار پیر خرابات را مرید کند

ایک دن آپ خانقاہ شریف میں تشریف فرما تھے۔ سلیمان پسر عبد الرحمٰن ٹین والے اور مولوی عبد السبحان وغیرہما بیٹھے تھے۔ آپ نے جہت غرب اشارہ کر کے فرمایا "دیکھو یہ عبد اللہ گودھے والا کمبڑا کہہ رہا ہے، حضور آپ میرے جنازہ کی نماز پڑھائیں" عبد اللہ ترکمان دروازے کی طرف رہتے تھے۔ مخلصین نے آپ کے ہاتھ کے اشارہ کی

طرف دیکھا۔ ان کو کچھ نظر نہ آیا۔ البتہ مولوی عبدالسبحان نے کہا کہ مجھ کو عبداللہ کفن پہنے ہوئے نظر آئے۔ ابھی مولوی عبدالسبحان خانقاہ شریف میں تھے کہ ایک آدمی آیا جو عبداللہ کے انتقال کی خبر اور حضرت سیدی الوالد سے نماز پڑھانے کی التجا لے کر آیا تھا۔ چنانچہ آپ کو خبر دی گئی۔ اور آپ نے عبداللہ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

مولوی محمد یونس

حضرت سیدی الوالد قدس سرہ سے سن تیرہ سو سولہ یا سترہ میں طالب علمی کے زمانہ میں بیعت ہوئے تھے۔ اپنی وفات سے دو سال پہلے اس عاجز سے ملے۔ عاجز نے ان سے اس مبارک دَور کے کچھ احوال دریافت کئے۔ انھوں نے ذیل کے چار واقعات بیان کئے جو اُن کے سامنے پیش آئے اور عاجز نے ان کے سامنے بیاض پر لکھ لئے۔

۱ ۔ ایک ہندو مسلمان ہو کر آپ سے بیعت ہوا۔ اس کا نام رحیم اللہ تھا۔ مسائل سے واقف نہ تھا۔ کچھ بیچ کر گزارہ کرتا تھا۔ ایک رات حلقہ میں حاضر ہوا۔ جب حلقہ ختم ہو گیا تو آپ نے رحیم اللہ سے فرمایا "اب تو تم کو کیمیا بنانی آگئی ہے (اُس نے ایک پیسہ کو کسی چیز سے سفید کر کے اٹھنّی کے عوض صرف کیا تھا) پھر آپ نے اس کے دو چار چانٹے لگائے اور فرمایا تم جاہل ہو۔ جاؤ پہلے کچھ مسائل سیکھو۔ پھر ہمارے پاس آنا۔ رحیم اللہ نے سات آٹھ سال محنت سے پڑھا اور اللہ نے اُن کو مولوی کر دیا۔

۲ ۔ حکیم حبیب اللہ اور مولوی عزیز اللہ، یہ پٹیالہ کے سکھ تھے۔ دونوں مسلمان ہوئے امام عیدگاہ سید محمد حسن صاحب کو لے کر آپ کی خدمت میں پہنچے اور داخلِ سلسلہ ہوئے۔ یہ دونوں کہتے تھے کہ ہماری نئی شادی ہوئی تھی۔ رات کے دو بجے تک حلقہ میں بیٹھتے تھے اور گھر کا خیال قطعاً نہیں آتا تھا۔

خانقاہ شریف کی مسجد بوسیدہ ہو گئی تھی وہ شہید کر دی گئی تھی (۱۳۰۰ھ) ایک دن عشاء کی نماز آپ نے پڑھائی۔ چھ سات مرتبہ تکبیر تحریمہ کے واسطے ہاتھ اٹھائے اور رُک رُک گئے۔ پھر آپ نے حبیب اللہ سے فرمایا "ہائے ہائے حبیب اللہ آج حضورِ قلب نہیں ہے ہم کیا کریں، ہائے یہ کیا ہوا" تھوڑی دیر کے بعد جب آپ کو حضور

قلب حاصل ہوا تو آپ نے نماز پڑھائی۔

۳۔ حبیب اللہ اور عزیز اللہ حلقہ میں حاضر تھے۔ آپ نے فرمایا۔ پریشانی کس میں ہے۔ سب خاموش رہے۔ پھر آپ نے صاحبِ نسبت پٹھان سے فرمایا۔ دیکھو کس میں پریشانی ہے۔ اس نے ہر ایک پر توجہ ڈالی اور حبیب اللہ کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔ حضور اس میں پریشانی ہے۔ چنانچہ وہ نکال دیئے گئے۔ پھر پٹھان نے عزیز اللہ کا ہاتھ پکڑا اور کہا۔ اس میں تھوڑی پریشانی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ خیر اس کو رہنے دو۔

۴۔ مولوی محمد یونس حلقہ میں بیٹھے تھے۔ عطا محمد آیا۔ دربان نے اطلاع کی۔ آپ نے کچھ توقف فرما کر کہا۔ "اس سے پوچھو تم نے بدفعلی کب کی ہے۔" اس نے چند روز پیشتر کا اقرار کیا۔ آپ نے دربان سے کہا۔ جاؤ چار تھپڑ اس کے زور سے مارو۔ چنانچہ چار تھپڑ اس کے لگے اور وہ دروازہ کے باہر بیٹھا رہا۔ رات کے دو بجے حلقہ تمام ہونے پر آپ نے اس کو بلوایا۔ وہ مولوی محمد یونس کے پاس آکر بیٹھا۔ آپ نے فرمایا۔ کمبخت اللہ نے تجھ کو بیوی بچّے دیئے اور تو لڑکوں کے پیچھے پھرتا ہے۔ (اس زمانے میں آپ عصا ہاتھ میں رکھا کرتے تھے) پھر آپ نے اپنی عصا سے پانچ سات مرتبہ اس کو مارا اور فرمایا۔ جو بیعت تم نے کی تھی وہ ٹوٹ گئی۔ اب تم جاؤ۔ وہ بہت رویا۔ آپ نے فرمایا۔ پھر کبھی ایسا فعل تو نہیں کرے گا۔ اس نے صدقِ دل سے اقرار کیا اور آپ نے اس کو بیعت کیا۔

سید بشیر علی

سید بشیر علی گوالیاری چند سال پہلے اس عاجز سے ملے۔ اور بیان کیا کہ میں میلاد شریف کی محفل میں شریک ہوا۔ اختتام پر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے غور سے میری طرف دیکھا اور بیٹھنے کو فرمایا اور پھر مجھ کو دوہرا حصہ دیا۔ سید بشیر علی نے کہا۔ میں بہت سے افراد سے ملا ہوں۔ کوئی میری سیادت کو معلوم نہ کر سکا یہ کام صرف آپ نے کیا۔ اور آپ نے سیادت کی وجہ سے مجھ کو عزت دی۔ یہ کہکر وہ آبدیدہ ہوئے۔ اور آپ کے واسطے دعائے خیر فرماتے رہے۔

گلستان میں جا کے ہر اک گل کو دیکھا　　نہ تیری سی رنگت نہ تیری سی بُو ہے

مولوی بدرالاسلام حلقہ میں بیٹھے جوشِ محبت سے اپنے دل میں کہہ رہے تھے۔

نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے　　　یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے

ایک منٹ بھی نہ گزرا آپ نے فرمایا "بدر" اور پھر آپ نے یہ شعر پڑھا اور بدرالاسلام پر کیفیت طاری ہوگئی۔ رحمہُ اللہُ۔

سید احمد حسین انوپ شہر کے رہنے والے تھے پونا میں بسلسلۂ ملازمت چلے گئے۔ وہاں ایک مولوی صاحب کی صحبت میں بیٹھنے لگے۔ آپ نے کوئٹہ سے اُن کو لکھا " تمہارے وظیفہ میں کدورت نظر آرہی ہے کیا تم بدعقیدہ افراد کے پاس بیٹھنے لگے ہو" احمد حسین متحیر ہوئے اور وہ حسبِ معمول مولوی صاحب کے پاس گئے۔ اتفاق سے اس وقت مولوی صاحب کے پاس ایک شخص شیرینی لایا کہ بڑے پیر صاحب کی فاتحہ کی شیرینی ہے آپ ایصالِ ثواب کردیں۔ مولوی صاحب نے کہا۔ یہ سب بیکار ہے اور ہم یہ نہیں کرتے۔ سید احمد حسین نے کہا۔ یہ سُن کر میری آنکھیں کھلیں اور میں نے مولوی صاحب کے پاس جانا بند کیا اور حلاوتِ باطنی میں ترقی محسوس کی، سید احمد حسین کراچی میں ہیں حفظہ اللہ

ملا سبزل بلوچستان میں کوئی خاص قسم کا عمل اس وقت کرتے ہیں جب کوئی نکاح کرتا ہے۔ اس عمل کے بعد وہ شخص اپنی اہلیہ کے کام کا نہیں رہتا۔ اور یہ کیفیت برسوں رہتی ہے۔ ملا سبزل پر کسی دشمن نے یہی عمل کردیا تھا۔ وہ کئی سال ناکارہ رہے۔ ایک دن آپ کوئٹہ میں حلقہ فرمارہے تھے، آپ کے مخلصِ صادق اور خلیفہ قاضی لعل محمد حاضر تھے۔ ملا سبزل آئے۔ قاضی صاحب نے آپ سے ملا سبزل کی کیفیت بیان کی۔ آپ نے سبزل کو بلایا۔ اور پھر اُن سے فرمایا۔ تم اپنے گھر جاؤ۔ چنانچہ وہ اپنے گاؤں کو جوکہ پانچ میل کے فاصلہ پر ہے روانہ ہوئے۔ ملا سبزل کا بیان ہے۔ راستہ میں میرے بدن میں گرمی کا اثر پیدا ہوا، گھر پہنچ کر اپنی اہلیہ سے ہمبستر ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اولاد عنایت کی۔ ان کی اہلیہ نے چند روز برادر خورد کو دودھ پلایا ہے۔

شاکر احمد خاں نواب زادہ شاکر احمد خان انصاری برادرِ خوردِ فاخر احمد خاں آپ کے مخلصِ صادق تھے۔ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اُن

کے ساتھ حبیب اللہ پانی پتی بھی تھے۔ آپ اس وقت دو شالہ اوڑھے تخت پر تشریف فرما تھے۔ حبیب اللہ کے دل میں خیال آیا۔ کہ پیر دو شالہ اوڑھ کر تخت پر کب بیٹھا کرتے ہیں۔ یہ تو امیروں کا طریقہ ہے۔ آپ نے تھوڑی دیر کے بعد سر اُٹھا کر فرمایا "اگر کسی کا پیر کمبل اوڑھ کر ربت پر بیٹھے اور اپنے کو کچھ سمجھے تو کچھ نہیں اور اگر کسی کا پیر دو شالہ اوڑھ کر تخت پر بیٹھے اور اپنے کو ہیچ سمجھے تو کچھ ہے۔"

جمعہ ۹ محرم ۱۳۸۱ھ ۲۳ جون ۱۹۶۱ء کو ہمشیرہ محترمہ وسطی رحمہا اللہ کے مکان میں حبیب اللہ اس عاجز سے ملے اور یہ واقعہ بیان کیا اور کہا کہ دل کی بات کو اس طرح پکڑنا انہی کا کام تھا۔ رحمہ اللہ۔

فرخ علی شاہ

بلند شہر میں آپ کا قیام ان کی کوٹھی میں رہا تھا۔ ان کی عمر اس وقت چودہ پندرہ سال کی تھی۔ ان کی والدہ اور بہنوں نے ہمشیرہ کلاں کی خوب تیمارداری اور خدمت کی تھی۔ فرخ شاہ ایک رفیق کے ساتھ محفلِ مبارک میلاد میں شریک ہوئے اور پھر صبح کو میلاد مبارک کی خوشی کے کھانے میں شریک ہوئے۔ شریک ہونے سے پہلے اپنے رفیق سے کہا۔ دیکھو اپنے دل کو قابو میں رکھنا اور حضرت صاحب کی کسی بات پر اعتراض نہ کرنا۔ فرخ شاہ اور ان کے رفیق حاضر ہوئے۔ آپ نے محبت سے فرخ شاہ کو اپنے پاس بلایا۔ اور خیریت دریافت کی اور ان کی والدہ اور ان کی دونوں بہنوں، گُوگُو جان بُوبُو جان۔ کی خیریت دریافت کی۔ اس وقت ان کے ساتھی کے دل میں خیال گزرا، "یہ کیسے پیر ہیں جو ماں بہنوں کی خیریت دریافت کرتے ہیں" آپ نے اسی وقت اس شخص کی طرف منہ موڑا اور نہایت غضب کی حالت میں فرمایا "اے خبیث" اور گالیاں دے لے۔"

یہ واقعہ فرخ شاہ نے ۱۳۶۸ھ مطابق ۱۹۴۹ء میں بیان کیا اور یہ کہا کہ خانقاہ شریف سے نکلنے کے بعد میری اور میرے رفیق کی حالت درست ہوئی اور ان کے رفیق نے اپنی حماقت کا ذکر اُن سے کیا۔ اور کہا مجھ کو تمہاری بات پر یقین نہیں آیا تھا۔ تجربہ کرنے کے لئے دل میں یہ خیال لایا تھا۔

فرخ شاہ کے ساتھ ان کے جوان بیٹے فوجی لباس میں تھے۔ انھوں نے عاجز سے

کہا۔ کہ میرے والد اور خاندان کے دوسرے افراد (سر دھنہ والے) اکثر حضرت صاحب کی اس کرامت کا ذکر کرتے ہیں۔ اور میں سنتا ہوں لیکن میری عقل میں یہ بات نہیں آتی۔ آپ مجھ کو سمجھائیں۔ عاجز نے ان سے کہا۔ تم کو روحانیت سے کوئی تعلق نہیں رہا ہے۔ مادیت کے ماحول میں پڑھا اور مادی افراد سے تعلق رہا۔ لہٰذا روحانیت کی بات تمہاری سمجھ میں کیسے آئے گی۔ کیا کسی شخص کے خیال میں اب سے سو سوا سو سال پہلے یہ بات آتی تھی کہ آواز کو بند کر کے محفوظ کر لیا جائے گا۔ کیا کوئی اس کا تصور کر سکتا تھا کہ جسم کے اندر کے زخم وغیرہ کا نقشہ شیشہ پر اور کاغذ پر اُتر آئے گا۔ جو شخص نظر بندی کے عمل کا ماہر ہو جاتا ہے کیا تھوڑی دیر میں دوسرے شخص کو بیہوش کر کے اس کے اسرار اس سے نہیں معلوم کر لیتا۔ کیا چند شیشوں کی مدد سے کواکب کو صاف طور سے نہیں دیکھا جا رہا ہے۔ جب یہ سب محیر العقول کام ہو رہے ہیں اور ہم ان کو تسلیم کر رہے ہیں۔ تو پھر صفائے قلب اور اس کے عمل کا انکار کس وجہ سے کیا جا رہا ہے۔ اگر تم ایک شیشہ کی مدد سے جسمانی امراض اور کواکب کے احوال کو دیکھ سکتے ہو تو صاحب قلب سلیم کے مشاہدہ کا جو وہ اللہ کے نور سے دیکھ رہا ہے کیوں انکار کرتے ہو۔ نظر بندی کی تمرین تو اثر انداز ہو اور قلب کی صفائی اور سالہا سال کی محنت بے اثر رہے۔ اس کے کیا معنی۔

خودکشی کرنے والے کو زجر

اواخر محرم ۱۳۹۰ھ میں یہ عاجز "گھوسی" گیا وہاں حضرت استادی مولانا محمد عمر سے ملا۔ آپ نے جرول سے مولانا سید عبدالجلیل کو بھی موٹر بھیج کر بلا لیا۔ اس عاجز نے ان دونوں حضرات سے حضرت سیدی الوالد کے کچھ احوال دریافت کئے۔ مولانا عبدالجلیل نے فرمایا جن دنوں میں کوئٹہ میں آپ کی خدمت میں تھا ایک پٹھان تنگدستی سے پریشان ہو کر کاسیان کے پہاڑ پر چڑھ گیا تاکہ اپنے کو گرا کر خودکشی کرے۔ جب وہ کودنے کو ہوا تو کسی نے اس کی کمر پکڑ لی۔ اس نے دیکھا تو جناب حضرت صاحب کو کھڑا پایا۔ آپ نے اس سے کہا۔ اے خبیث تجھ کو شرم نہیں آتی کہ عورتوں سے بھی بدتر کام کرتا ہے۔ پھر آپ نے اس کو کچھ پیسے دیئے اور فرمایا۔ جا اس سے کلہاڑی خرید اور لکڑی کاٹ کر اپنا گزارہ کر۔ یہ واقعہ جناب مولوی

صاحب سے خودکشی کرنے والے پٹھان نے خود بیان کیا۔

مُلّا صاحب خان

مُلّا صاحب خاں اس عاجز کے برادر رضاعی تھے۔ آپ نے ان کو قصور بھیجا تاکہ ہمشیرہ صاحبہ کی خدمت کریں۔ وہاں شہر کے باہر کوئی عرس ہو رہا تھا۔ مُلّا صاحب خاں وہاں پہنچ گئے اور شام تک فسق و فجور دیکھتے رہے۔ تیسرے دن صاحب خاں کو آپ کا کارڈ ملا۔ تحریر فرمایا تھا "کیا ہم نے تم کو وہاں خباثت اور فسق و فجور کے واسطے بھیجا ہے"۔ مُلّا صاحب خاں رحمہ اللہ بار بار اس کا ذکر کیا کرتے تھے اور آپ کو یاد کرکے رویا کرتے تھے۔ رَحِمَہُ اللّٰہُ وَرَحِمَ اَبَوَیْہِ وَاَخَوَیْہِ وَاُخْتَہٗ وَرَضِیَ عَنْہُمْ۔

مُلّا کمال دہلوی

مولوی عبدالرحیم پسر مولوی عبدالحق عرف مُلّا کمال نے اپنے والد سے یہ دو واقعات سنے اور اس عاجز سے چار سال پہلے بیان کیے۔

۱۔ میرے والد مُلّا کمال جناب مولانا محمد میاں صاحب (بستی حضرت سلطانجی والے) کے شاگرد تھے اور ان کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ مُلّا کمال تنہا آجاتے اور خوف کی وجہ سے دروازہ کے باہر رہتے۔ چنانچہ ایک مرتبہ وہ دروازہ کے باہر تھے، آپ کو اُن کی آمد کی خبر ہوئی اور آپ نے اُن کو بلا کر فرمایا۔ میاں تم آیا کرو، تم ہمارے مولوی صاحب کے شاگرد ہو۔ ہم نے اہلِ دنیا کے واسطے بندش کر رکھی ہے۔

۲۔ مُلّا کمال آپ کی خدمت میں بیٹھے تھے۔ آپ نے فرمایا۔ دیکھو کیسی اچھی خوشبو آرہی ہے کیا اچھی روح ہے۔ چلو اس کی زیارت کرو۔ چنانچہ مُلّا کمال اور دوسرے حاضرین باہر نکلے۔ ایک جنازہ آرہا تھا۔ اور ان لوگوں نے کندھا دیا۔

ڈاکٹر احمد اللہ خاں

شیرکوٹ ضلع بجنور کے رہنے والے تھے۔ سرکاری فوج میں ملازم تھے۔ اُن کا دفتر دریا گنج دِلّی میں تھا۔ آپ کے قدیم مخلص تھے۔ آپ خانقاہ شریف سے باہر نہیں نکلتے تھے۔ اس سے آپ کی صحت پر اثر پڑا۔ حکیم عبدالمجید خاں کو آپ سے تعلق تھا۔ انھوں نے آپ سے کہا کہ آپ کے

لئے تفریح اور چہل قدمی کرنی ضروری ہے۔ چنانچہ آپ نے تفریح کرنی شروع کی۔ آپ خانقاہ شریف سے ترکمان دروازے اور وہاں سے فصیل فصیل دِلّی دروازے اور پھر زینت المساجد تک تشریف لے جاتے، ڈاکٹر احمد اللہ خاں کی قیام گاہ میں تھوڑی دیر آرام فرماتے۔ وہاں فوجی افسر آکر دستبوسی کرتے۔ ڈاکٹر احمد اللہ خاں اور خلیفہ انعام اللہ خاں آپ کی پوری خدمت کرتے اور آپ کا دل خوش کرکے دعائیں حاصل کرتے اور دریا گنج سے فیض بازار ہوتے ہوئے جامع مسجد کے راستہ خانقاہ شریف تشریف لاتے

آپ کی اس تفریح میں حافظ منیر الدین منیرؔ دہلوی، مولوی عبدالسبحان اور ایک پٹھان ساتھ ہوتے تھے۔ پٹھان آپ سے ایک قدم پیچھے چلتا تھا۔ وہ پوری طرح خیال رکھتا تھا کہ کوئی آپ سے مصافحہ نہ کرے۔ دورانِ مشی میں آپ کی مبارک نظر قدم پر رہا کرتی تھی۔ نہ کسی کی طرف ملتفت ہوتے تھے اور نہ کسی سے مصافحہ کرتے تھے۔ آپ کسی کو دیکھتے بھی نہ تھے لہٰذا سلام کرنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ آپ کے رفیق کو ہدایت تھی کہ اگر کوئی سلام کرے تو جواب دیدیا کرو۔ چنانچہ وہ بہ ادب و آوازِ پست سلام کا جواب دیدیا کرتا تھا۔ آپ ہوش در دم، نظر بر قدم کی کیفیت میں رہتے۔ سر مبارک پر اپنی مختصر چادر ڈال کر اس کے دائیں پلّے کو بائیں مونڈھے پر ڈال لیا کرتے تھے۔ چادر کا کنارہ قدرے آنکھوں کے اوپر رہا کرتا تھا۔ یہ اہتمام اس لئے ہوا کرتا تھا کہ آپ کی نظر لوگوں پر نہ پڑے۔ عوام الناس اس کو نقاب سے تعبیر کرتے تھے اور عام طور پر کہتے ہیں کہ حضرت شاہ صاحب نقاب ڈال کر نکلا کرتے تھے۔ چنانچہ اس عاجز سے چند سال پیشتر تک چند افراد اس سلسلہ میں دریافت کر چکے ہیں۔ آپ نے بعض مخلصین سے فرمایا تھا۔ ہم کو بعض صورتیں مسخ شدہ نظر آتی ہیں اس لئے ہماری کوشش رہتی ہے کہ کسی کے چہرے پر نظر نہ پڑے۔

حافظ منیر الدین اور مولوی عبدالسبحان اور ان دونوں کے علاوہ جو بھی ہوتا آپ کے آگے رہتا تھا۔ اور یہ معمول آپ کا آخر ایام حیات تک رہا کہ صرف ایک پٹھان ایک قدم پیچھے باقی سب آپ کے آگے رہا۔ حافظ منیر الدین بلند آواز سے قرآن مجید سناتے ہوئے

چلتے تھے۔ آیاتِ رحمت پر آپ دعا کرتے تھے اور آیاتِ عذاب پر استغفار و توبہ۔ ایک دن اس تلاوت مبارکہ کے دوران میں قوم لوط کی بداعمالیوں کا ذکر آیا۔ آپ پر رقت طاری ہوگئی اور آپ نے ان آیاتِ مبارکہ کا تفصیل سے بیان کیا۔ مولوی عبدالسبحان آپ کی کیفیات اور آپ کے بیان کو سن کر محوِ حیرت ہوگئے۔ اور صدق دل سے آپ کی بزرگی و طہارت نفس و صفائی باطن و تبحرِ علمی کے معترف ہوئے۔ افسوس صد افسوس کہ آپ کے اس بیان کو کسی نے قلمبند نہ کیا۔ مولوی عبدالسبحان اور حاجی منیرالدین جب اس کا ذکر کیا کرتے تھے اُن پر ایک کیفیت طاری ہو جاتی تھی اور اُن کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے تھے حیف صد حیف آں قدح بشکست وآں ساقی نہ ماند۔

بعد میں ڈاکٹر صاحب کا معمول رہا کہ چند روز کے واسطے ہر سال آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور آپ کی اجازت سے رخصت ہوتے۔ ڈاکٹر صاحب کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے گھر جانے کی اجازت طلب کی۔ آپ خاموش رہے اور میں حلقہ میں بیٹھا رہا جس ریل سے روانہ ہونے کا قصد تھا اس کا وقت گزر گیا۔ آپ نے فرمایا! "ہاں اب تم جا سکتے ہو" چنانچہ میں دوسری ریل سے گھر کو گیا اور مجھ کو معلوم ہوا کہ جس ریل سے میں نے واپسی کا قصد کیا تھا وہ دوسری ریل سے ٹکرائی جس کے بہت سے مسافر مرے اور زخمی ہوئے۔

مَنْ كَانَ لِلّٰهِ كَانَ اللّٰهُ لَهٗ

اس عاجز نے عیاناً دیکھا کہ آپ کو دنیوی کام کسی قسم کا قطعاً نہیں آتا تھا۔ پان بھی نہ لگا سکتے تھے۔ نہ لالٹین جلا سکتے تھے۔ حتیٰ کہ کتابوں کو بھی ترتیب سے نہیں رکھ سکتے تھے، باوجود اس کے آپ کے دنیوی کام اعلیٰ تر طریقہ پر انجام پا رہے تھے۔ خانقاہِ شریف اعلیٰ طریقہ پر بنی۔ آپ کو بجز اس کے کچھ خبر نہ ہوتی تھی۔ کہ اب روپیہ نہیں رہا۔ اور آپ روپیہ عنایت کر دیتے تھے۔ ایک دن آپ اپنے ذاتی مکان کو جس کا ذکر "حرم سرائے جدید" کے عنوان سے ذکرِ خیر میں گزر چکا ہے۔ دیکھنے تشریف لے گئے۔ راج نے آپ سے کچھ دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا۔ جاؤ منشی نبی خان کے پاس اور اُن سے دریافت کرو

چنانچہ اس کو جانا پڑا اور منشی صاحب نے اس کو ڈانٹا کہ تو نے حضرت صاحب کو کیوں پریشان کیا اور بلاوجہ اتنا وقت آنے جانے میں کیوں خرچ کیا۔ جیسا کام آپ کا ہوتا اس کے لئے لائق افراد مہیا ہو جاتے تھے۔ وفات سے ایک سال پہلے کوئی قانونی بات درپیش تھی۔ اس وقت ایک بڑے بیرسٹر آ گئے وہ دلّی سے باہر کے تھے۔ تین دن تک آتے رہے۔ اور اس کام کو پورا کر کے واپس گئے۔ کیا دلّی اور کیا کوٹہ دونوں جگہ یہی کیفیت تھی۔

بارہا یہ بات دیکھنے میں آئی کہ کوئی مولوی صاحب لِمَ و لاَنُسَلِّمُ۔ کا ارادہ کر کے آئے اور اسی وقت پروردگار جلّ شانہ نے ایسے شخص کو بھیج دیا کہ اس نے مولوی صاحب کو دلیل سے خاموش کر دیا۔ ایک مرتبہ دو مولوی صاحبان آ گئے۔ اور انھوں نے بیان کیا کہ وہ مولانا عبد الحق خیر آبادی کے شاگرد ہیں۔ اسی وقت جناب مولوی سردار احمد صاحب مجددی رامپوری وکیل تشریف لے آئے۔ آپ نے فرمایا "سردار احمد دیکھو یہ کیا کہہ رہے ہیں۔" وکیل صاحب کی ظاہری کیفیت کو دیکھ کر کوئی نہیں کہہ سکتا تھا۔ کہ یہ ایسے بلند پایہ عالم ہوں گے چہ جائے کہ کوئی ان کو اصحاب نسبت میں سے شمار کرے۔ ڈاڑھی اور سر بالکل گھٹا ہوا۔ مونچھیں خوب بڑی۔ آڑا چوڑی دار پاجامہ۔ چونکہ ابتدائے عمر میں پہلوانی کی تھی۔ سینہ چکلا۔ رفتار میں پہلوانی کی جھلک۔ مولوی صاحبان ان کو دیکھ کر یہ نہ سمجھے کہ یہ کوئی مولوی ہیں۔ لہٰذا انھوں نے اپنی حد سے بڑھ کر بات کی۔ وکیل صاحب تبسم فرماتے رہے۔ جب وہ خاموش ہوئے تو وکیل صاحب نے اُن کو آڑے ہاتھوں لیا۔ اور آخر میں یہ الفاظ کہے "آپ صاحبان نے مولانا عبد الحق کا صرف نام سُنا ہے۔ اور اُن کی طرف اپنی شاگردی کی نسبت کر دی۔ میں نے سالوں ان کی شاگردی کی ہے۔ آپ ان کو بدنام نہ کریں۔" وہ دونوں صاحبان بہت شرمندہ ہوئے اور معذرت کرتے ہوئے رخصت ہوئے۔

میرٹھ میں اچانک جناب مولوی اشرف علی صاحب سے آپ کی ملاقات ہوئی۔ اس ملاقات کا ذکر تفصیل کے ساتھ "ذکر خیر" میں گزر چکا ہے۔ مولوی صاحب نے آپ سے کہا "بیعت نہ کرنے کی بات درست نہیں ہے آپ سے کسی نے غلط بات کہدی ہے" آپ

سے یہ بات مولوی شمس الدین صاحب نے کہی تھی۔ وہ صدر بازار سے وقت پر پہنچ گئے اور بروقت مولوی اشرف علی صاحب کے روبرو حقیقت کا اظہار کیا۔

اس کیفیت کو دیکھتے ہوئے یہی خیال دل میں آتا ہے کہ آپ از گروہ مرادان ومحبوبان تھے اور پروردگار جلّ شانہٗ کا آپ پر خاص کرم تھا۔ لہٰ غیرہٗ۔

ایک معاند

آپ خانقاہ شریف کے دروازے میں رونق افروز ہوا کرتے تھے۔ سی آئی ڈی کا ایک پشاوری افسر سڑک پر سے گزرا اور آپ کا استخفاف کرتا ہوا گیا۔ آپ نے اپنا منہ موڑ لیا۔ دوسرے دن بھی یہی ہوا۔ تیسرے دن خانقاہ شریف کے دروازہ کے سامنے اس کو ایک شخص نے خوب مارا اور جب وہ گر گیا تو سینہ پر بیٹھ کر اس کے منہ پر گھونسے مارے اور تھوک کر اٹھ گیا۔ اس دن کے بعد سے وہ پشاوری نظر نہ آیا۔ اگر اس کی پٹائی آپ کے اشارے پر ہوتی تو کوئی جائے تعجب نہیں لیکن جو کچھ ہوا بہ حکم قضا و قدر ہوا اور اس کی افسری اس کو بچا نہ سکی۔

تتمہ۔ بعض زائرین کا بیان

آپ کے تعلق مشہور ہے کہ آپ کسی سے نہیں ملتے تھے۔ بے شک ابتدا کے پانچ چھ سال آپ اہل دنیا سے بالکل الگ رہے۔ اس زمانے میں صرف مخلصین ہی کی آپ تک رسائی ہوتی تھی۔ اُسی زمانے کا واقعہ ہے کہ آپ باہر رونق افروز تھے۔ ایک مردِ پیر اللہ کے ولی آپ سے ملے اور بہت خوش ہوئے۔ انھوں نے آپ کو دعائیں دیں اور فرمایا۔ کچھ دن کے بعد آپ سے اہلِ دنیا بھی استفادہ کریں گے۔ اس وقت مولوی سیف الرحمن اور دو چار افراد بیٹھے تھے۔ آپ نے اُن سے فرمایا۔ دیکھو یہ کیا کہتے ہیں۔ مردِ پیر نے جو بات کہی اس کا ظہور ہوا۔ یہ دوسری بات ہے کہ اہلِ دنیا سے تھوڑی دیر مل کر ان کو رخصت فرما دیتے تھے اور اہلِ نسبت رات کے دو تین بجے تک بلکہ احیاناً تا فجر بیٹھے رہتے تھے۔ اور با دیدۂ گریان و دل بریان رخصت ہوا کرتے تھے'' از منیر۔

وہ تو بیٹھے ہیں جمائے حلقہ ہائے معرفت
تم بھٹکتے پھرتے ہو چاروں طرف وا حسرتا

آستانے پر ذرا گردن جھکا کر دیکھئے
ہے اگر منظور قدرت کا تماشا دیکھنا

اہلِ باطن کے لئے سیرِ گلستان ہے یہی — تو بھی دیکھا آ کر اگر کچھ ہے حقیقت آشنا
آپ کی خدمت میں مٹ جاتے تھے سارے وسوسے — اب کہاں جا کر کریں آئینۂ دل کی جِلا

حضرت شاہ محمد معصوم

آپ کے بڑے چچا کے صاحبزادے۔ آپ سے نو سال بڑے، اور پہلی اہلیۂ محترمہ کے پدرِ بزرگوار تھے۔ آپ اُن کو بھائی صاحب کہتے تھے۔ دونوں حضرات میں برادرِ حقیقی سے زیادہ مودّت و محبّت تھی۔ باوجود اس مودّت و محبّت کے بزرگوں کے آداب کی مراعات میں دونوں حضرات اپنا نظیر نہیں رکھتے تھے۔ اُن کا قیام رامپور میں تھا۔ احیاناً دِلّی تشریف لاتے تھے اور حکیم واصل خاں کے مکان میں قیام فرماتے تھے۔ خانقاہ شریف میں حضرات کرام کی فاتحہ پڑھنے اور آپ سے ملاقات کرنے تشریف لایا کرتے تھے۔ آپ نے دربان سے کہہ دیا تھا کہ ہمارے بھائی صاحب اور اُن کے رفقا جس وقت آیا کریں ان کو آنے دیا کرو اور ہم کو اُسی وقت خبر کر دیا کرو۔

ایک شخص جناب وارث علی شاہ رحمۃ اللہ کے مرید تھے۔ حضرت سیدی الوالد سے ملنے کا بہت شوق رکھتے تھے لیکن آپ کی طبیعت کے پیشِ نظر آنے کی ہمت نہیں رکھتے تھے۔ چچا حضرت سے اکثر ملا کرتے تھے۔ اور اُن سے اپنی دِلی تمنّا کا اظہار کیا۔ انھوں نے فرمایا کہ میں اُن کے معاملات میں دخل نہیں دیتا۔ اور جو طبیعت اُن کی ہے اس سے تم واقف ہو۔ لہٰذا میں پرچہ دے کر یا تم کو کسی کے ساتھ کر کے اُن کے پاس نہیں بھیج سکتا۔ ہاں یہ صورت ہو سکتی ہے کہ جب میں جاؤں تو تم میرے ساتھ چلو اور اس بات کا خیال رکھو کہ مجھ سے الگ نہ ہو اور تم خود اپنا تعارف اُن سے نہ کراؤ۔ چنانچہ ایک دن چچا حضرت اور محمد یوسف صاحب مجددی (ان کے برادرِ نسبتی) خانقاہ شریف آ رہے تھے کہ یہ مشتاقِ ملاقات بھی ان کے ساتھ ہو لئے۔ یہ چچا حضرت اور محمد یوسف صاحب مجرہ شریف میں فاتحہ پڑھنے گئے اور یہ مشتاقِ ملاقات مسجد شریف کو دیکھنے میں مصروف ہو گئے۔ آپ باہر تشریف لائے۔ اور اس شخص کو دیکھ کر آپ نے فرمایا۔ تم کون ہو اور کیوں آئے ہو۔ وہ گھبرا گیا اور اس نے آپ سے کہا "میں وارث علی شاہ صاحب کا مرید ہوں۔ آپ کی زیارت کے واسطے آیا ہوں۔" آپ نے فرمایا۔ "ایک بے نمازی کا مرید ہوا ہے اور مجھ سے ملنے آیا ہے۔" اُو چھان۔ اس کو باہر نکالو۔

چنانچہ پٹھان نے اس کو باہر نکالا۔ اور جب چچا حضرت آپ سے مل کر اپنی قیام گاہ پہنچے تو وہ شخص وہاں بیٹھا تھا۔ چچا حضرت نے تبسم فرما کے اس سے کہا تم نے میرے کہنے پر عمل نہ کیا اور تم نکالے گئے۔ اب میں تم کو ساتھ لے کر بھی نہیں جاسکتا۔ اس واقعہ کو شیخ محمد یوسف صاحب نے اس عاجز سے بیان کیا۔

حضرت شاہ ولی النبی رحمہ اللہ کے بڑے صاجزادے شیخ خلیل النبی چچا حضرت کے داماد تھے وہ چچا حضرت کے ساتھ آئے۔ بلکہ سب متعلقین بھی ساتھ تھے۔ قیام واصل خاں کے گھر میں تھا حضرت سیدی الوالد ہر روز عصر کو پاپیادہ اُن سے ملنے جایا کرتے تھے۔ ایک دن آپ نے اُن سے فرمایا "بھائی صاحب آپ نے یہاں قیام کیا ہے اور اہلِ دنیا کا کھانا آپ تناول کرتے ہیں۔ ان کے کھانے سے دل پر غفلت آجاتی ہے۔ آپ کے واسطے میں کھانا لایا کروں گا۔" چنانچہ صبح کو پٹھان کے ہاتھ اور شام کو اپنے ہمراہ اُن کے واسطے کھانا لے جاتے تھے۔ شیخ خلیل النبی رحمہ اللہ نے یہ واقعہ بیان کیا۔

حضرت شاہ ابواحمد

آپ شاہ خطیب احمد فرزند حضرت شاہ رؤف احمد رافت کے صاجزادے تھے۔ سلوکِ مجددیہ مدینۂ منورہ میں حضرت شاہ عبدالغنی سے حاصل کیا اور خلافت پائی۔ بھوپال میں مرجع خلائق ہوئے۔ دلّی تشریف لاتے تھے تو حضرت سیدی الوالد سے ملتے تھے۔ قدس اللہ اسرارہما۔

حضرت غلام قیوم

فرزند حضرت غلام صدیق فرزند حضرت عبدالباقی مجددی۔ آپ زیب دہ مسندِ ارشادِ کابل تھے۔ حج کو تشریف لے جاتے ہوئے دلّی آئے۔ ان کے ساتھ ان کے بڑے صاجزادے حضرت فضل محمد اور منجھلے صاجزادے کے بیٹے فضل عثمان تھے کہ جن کی عمر سات آٹھ سال کی تھی۔ دلّی میں حضرت سیدی الوالد سے ملے۔ آپ نے ان کی اور اُن کے مُریدوں کی دعوت کی۔ اُن کے بڑے صاجزادے نے بیان کیا کہ دورانِ طعام میں دونوں حضرات آپس میں گفتگو بھی فرما رہے تھے۔ اور یہ صورت پیش آئی کہ حضرت سیدی الوالد نے نوالہ بنایا۔ ابھی آپ کا ہاتھ رکابی میں تھا۔ کہ آپ پر ورودِ فیض ہوا اور تقریباً دو تین منٹ اسی حال میں گزرے۔ کابل کے

حضرت صاحب اور اُن کے سب رفقا بالکل خاموش رہے۔ حضرت سیدی الوالد قدس سرہ نے ان کو اپنے چند اشعار سنائے۔ جو کہ یہ عاجز لکھتا ہے۔

حرفے کہ ازاں دہن برآید　　دُرّے است کہ از عدن برآید
بدمست چو آن سمن برآید　　فریاد زانجمن برآید
در دل نگہ تو مست خواب است　　وز دیدہ نفس زتن برآید
مُردیم و نہ مُرد آتش عشق　　دودِ دلم از کفن برآید

جب آپ نے چوتھا شعر پڑھا۔ آپ پر ایک کیفیت طاری ہوئی جس سے کابل کے حضرت صاحب بھی متاثر ہوئے۔ حضرت سیدی الوالد نے اُن کو اپنا کتب خانہ دکھایا اور فرمایا جو کتاب آپ کو پسند ہو لے لیں۔ چنانچہ انھوں نے مولوی حیدر علی صاحب کی کتاب إِزَالَةُ الْغَيْنِ عَنْ بَصَارَةِ الْعَيْنِ در اثبات شہادت حسین۔ در رد شیعہ پسند فرمائی اور آپ نے ان کو دی۔ یہ کتاب لکھنؤ کے مطبع ثمر ہند میں چھپی ہے۔ قدس اللہ اسرارہما۔

حضرت محمد حسن مجددی

آپ کا قیام ٹنڈہ سائیندادنزد ٹنڈہ محمد خان۔ حیدرآباد سندھ میں ہے۔ اور اس علاقہ میں آپ کا دائرہ ارشاد وسیع ہے۔ دلی تشریف لائے۔ اور حضرت سیدی الوالد نے اُن کی دعوت کی۔ دونوں حضرات مل کر بہت خوش ہوئے۔ قدس اللہ اسرارہما۔

محمد یعقوب مجددی

آپ پانی پت میں رہتے تھے۔ حضرت شاہ محمد معصوم سے بیعت تھے۔ نہایت صاف منش و پاک روش شخص تھے۔ حضرت شاہ عبدالغنی قدس سرہ کے مبارک خطوط کو جمع کیا تھا اور حضرت سیدی الوالد کو وہ خطوط سنائے تھے۔ حضرت سیدی الوالد سے غایت درجہ محبت رکھتے تھے۔ رحمہ اللہ۔

محمد امیر خاں

آپ کوچہ میر ہاشم۔ دلی کے رہنے والے تھے۔ حضرت شاہ احمد سعید سے بیعت تھے۔ حضرت سیدی الوالد کا بہت خیال رکھتے تھے۔ خان صاحب کے گزارے کا کوئی ذریعہ نہ تھا۔ حضرت سیدی الوالد نے پانچ پیسے روزینہ مقرر کر دیا تھا۔ دربان ہر روز جا کر ان کو دیتا تھا۔ اسی میں انھوں نے گزر

کی۔ کبھی کسی دوسرے شخص سے کچھ نہ لیا۔ خط نہایت عمدہ تھا۔ انھوں نے حزب البحر نہایت عمدہ لکھ کر حضرت سیدی الوالد کو پیش کی تھی۔ وہ نسخہ برادرِ خورد حفظہ اللہ وسلّمہ کے پاس ہے۔ اس میں انھوں نے اپنا نام محمد امیرالدین خاں تحریر کیا ہے۔ مگر شہرت محمد امیر خاں کے نام سے تھی۔

ایک دن آپ سے خان صاحب نے کہا حضرت مسلمان بہت پریشان ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ خاں صاحب آپ نے ہمارے بزرگوں کو بھی دیکھا ہے۔ آپ غدر سے پہلے کے لوگوں کا اور اِس وقت کے لوگوں کا موازنہ کریں۔ آج کل کی بے شرمی اور بے حیائی اُس وقت کب تھی۔ سب سے بڑی بات یہ ہوگئی ہے کہ آخرت پر ایمان اور یقین کامل جو ہونا چاہیئے اس میں کمی ہے۔ اگر اس وقت بھی چھ سو آدمی ذاکر و شاغل فنا فی اللہ پیدا ہو جائیں تو امید ہے مالک اُن کے ذکر شریف کی برکت سے ہمارے گناہ بخش دے گا۔ ہم تمام دن خانقاہ شریف کے دروازے پر بیٹھے رہتے ہیں کہ کوئی اللہ کا بندہ اپنے دل کی اصلاح کے واسطے آئے۔ لیکن جو آتا ہے دنیوی مقاصد کے لئے آتا ہے خدا کی رضا حاصل کرنے کے واسطے بہت کم آتے ہیں۔

ایک دن خاں صاحب آپ کے حلقہ میں بیٹھے چشمۂ فیض سے سیراب ہو رہے تھے۔ اور مخمورانِ بادۂ وحدت کو دیکھ رہے تھے کہ وہ صحن مسجد و خانقاہ میں لوٹ رہے ہیں۔ اس وقت انھوں نے نہایت جوش سے یہ شعر پڑھا۔

درکفے جامِ شریعت درکفے سندانِ عشق ❊ ہر ہوس ناکے چہ داند جام و سندان باختن

ایک دن حضرت سیدی الوالد نے مخلصین سے فرمایا "خاں صاحب کا ایک ناخن تم سب سے ہمارے نزدیک بہتر ہے۔ وہ ایسے نیک اور ایمان میں پختہ اور یقین رکھنے والے شخص ہیں کہ اگر اُن کا ایک ناخن بھی تمہارے کفن میں رکھ دیا جائے تو ہم کو اللہ سے امید ہے کہ اس کی برکت سے تمہارے گناہ بخش دے گا۔" رَحِمَہُ اللّٰہُ وَرَضِیَ عَنْہُ وَحَشَرَہُ مَعَ عِبَادِہِ الصَّالِحِیْنَ۔

محمد احسان انھوں نے غدر سے پہلے حضرت سیدی الوالد کو اپنی گود میں کھلایا تھا

وہ محبت ان کے دل میں پوری طرح موج زن تھی۔ باوجود پیرانہ سالی کے جب حضرت سیدی الوالد "بیوی باندی" کے پاس سے روشن چراغ دلی پینس میں تشریف لے گئے تو وہ پینس کے ساتھ رہے اور راستہ بھر آپ کو پُر لطف باتیں سناتے رہے۔ ایک مرتبہ حضرت سیدی الوالد نے میلاد مبارک کا بیان از اوّل تا آخر کھڑے ہو کر اور مقام بدل بدل کر پڑھا۔ اتفاق سے آپ اُس جگہ پر بھی پہنچے جہاں محمد احسان بیٹھے تھے۔ وہ اپنی محبت سے آپ کے پاؤں دبانے لگے۔ آپ نے ان کی طرف دیکھا نہیں لیکن فرمایا۔ احسان۔ ان پیروں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر شریف میں تھکنے دو۔" محمد احسان آپ کی زبان سے اپنا نام سن کر جذب میں آگئے اور بے اختیاری کے عالم میں خوب زور سے دبانے لگے۔ لوگ حیران تھے کہ آپ نے محمد احسان کا نام کیسے لیا۔ رحمہ اللہ ورضی عنہ۔

مولانا کرامت اللہ خاں

مولانا جناب حاجی امداد اللہ صاحب کے خلیفہ تھے اور حضرت حاجی صاحب کے طریقہ پر قائم تھے۔ کوچۂ قابل عطار والے پہلی ربیع الاوّل سے بارہ ربیع الاوّل تک سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر مبارک کی محفل قائم کیا کرتے تھے۔ حاجی شہاب الدین سوداگر کلاہ آپ کو ایک رات وہاں لے جاتے تھے اور آپ ذکر مبارک سنا کرتے تھے۔ جناب مولانا کرامت اللہ خاں صاحب پوری عقیدت اور محبت سے ذکر مبارک کا بیان کرتے تھے۔ خود بھی روتے تھے لوگوں کو بھی رُلاتے تھے۔

مولوی صاحب سے جس وقت کہا گیا کہ کرسی پر رونق افروز ہوں تو انھوں نے فرمایا کہ حضرت شاہ صاحب نیچے بیٹھے ہوں اور میں کرسی پر بیٹھوں یہ بے ادبی نہیں کر سکتا۔ حضرت سیدی الوالد نے فرمایا۔ مولوی صاحب یہ آپ کا احترام نہیں کیا جا رہا ہے۔ بلکہ یہ اُس مبارک ذکر کا احترام ہے جس کو اللہ نے رفعت دی ہے۔ اور فرمایا ہے۔ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ۔ یہ سن کر مولوی صاحب کرسی پر بیٹھے۔

اللہ تعالیٰ کے کیسے کیسے برگزیدہ بندے تھے، کس ادب سے ذکر مبارک کیا کرتے تھے۔ اُن کے مبارک بیان سے " وَلَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ " کی کیفیت ظاہر ہوتی تھی۔ افسوس صد افسوس ان مبارک ہستیوں سے دنیا خالی ہوتی جا رہی ہے۔ رحمہ اللہ۔

مولانا محمد یعقوب

آپ قاضی حوض، دِلّی کی مسجد شریف کے امام تھے۔ نہایت پاک طینت تھے۔ ایک مرتبہ ہلالِ عید کے سلسلہ میں حضرت سیدی الوالد کی خدمت میں دِلّی والے آئے۔ آپ نے فرمایا مولوی یعقوب صاحب سے دریافت کرلو اور اُن کے قول پر عمل کرو۔ رحمہ اللہ۔

مولانا محمد میاں

آپ مولانا محمد اسماعیل کے بڑے صاحبزادے تھے اور بستی حضرت سلطانجی میں قیام تھا حضرت سیدی الوالد سے بیعت تھے جمعرات کو عصر تک دِلّی تشریف لاتے۔ اور شب جمعہ کو آپ کے مبارک حلقہ میں شریک ہوتے۔ آپ کو حضرت مولانا سے بہت محبت تھی۔ ایک سال آپ ہر ہفتہ ہماری چھٹی کے دن اوکھلے تشریف لے جاتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ اوکھلے سے تشریف لا رہے تھے۔ پولیس چوکی کے پاس آپ نے بگھی رکوائی اور ہم بھائیوں سے فرمایا "ہمارے دوست مولانا محمد میاں علیل ہیں، آؤ بچو ان کی عیادت کریں۔ چنانچہ آپ مسجد شریف میں داخل ہوئے۔ حضرت مولانا مسجد شریف کے شمالی حجرہ میں ایک پلنگ پر لیٹے ہوئے تھے۔ دو افراد اُن کے پاس موجود تھے۔ حضرت سیدی الوالد کو دیکھ کر وہ بیٹھنے لگے۔ آپ نے فرمایا۔ مولوی صاحب آپ لیٹے رہیں۔ لیکن مولوی صاحب کی محبت نے اُن کو مجبور کیا اور وہ اپنے آدمیوں کے سہارے بیٹھ گئے۔ تقریباً پندرہ منٹ تک دونوں حضرات آنکھیں بند کئے بیٹھے رہے۔

چشم بند و گوش بند و لب بہ بند　　گر نہ بینی نورِ حق بر من بخند

وہاں سے روانہ ہو کر آپ نے مولوی صاحب کی تعریف بیان کی، چند روز کے بعد مولوی صاحب راہیِ ملکِ بقا ہوئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ و رضی عنہ۔

حافظ سید محمد امام جامع مسجد دِلّی

آپ حضرت شاہ عبد الغنی مجددی قدس سرہ سے بیعت تھے، نہایت نیک نفس اور پاکیزہ خصلت تھے، ابتدائے احوال میں حضرت سیدی الوالد بہ نفس نفیس تراویح میں قرآن مجید سنایا کرتے تھے۔ پہلی چار رات کو سوا سوا پارہ اور پھر ہر رات ایک پارہ۔ جو کچھ تلاوت فرماتے ہر چار رکعت کے بعد اس کا مختصر بیان فرماتے تھے۔ جناب سید محمد صاحب

حاضر ہوکر حقیقتِ صلاۃ وحقیقتِ قرآن وحقیقتِ کعبہ کے انوار اور تجلیاتِ بیچون و بیچگون سے ساحتِ سینہ کو معمور ومنور فرماتے تھے۔ امام صاحب نے اپنے پیر ومرشد کی خدمت میں جو فوائد حاصل کئے تھے اب ان کے دورِ آخر میں اس پر جلا ہوئی۔ ھنیئاً لہٗ ثمّ ھنیئاً لہٗ۔ رحمہ اللہ ورضی عنہ۔

حافظ سیّد محمد حسن امام عیدگاہ اور حافظ محمد آفاق

ان دونوں صاحبان کو آپ سے غایت درجہ عقیدت ومحبت تھی اور آپ کی اقتدا میں تراویح پڑھنے کو اپنے لئے سعادت سمجھتے تھے۔ یقیناً یہ ان حضرات کی خوش نصیبی تھی کہ گھر بیٹھے اُس دولتِ لازوال سے دامنِ مراد بھر رہے تھے، جس کی تلاش میں صدہا میل کا فاصلہ طے کرکے اللہ کے نیک بندے آیا کرتے تھے۔ رحمہما اللہ ورضی عنہما۔

مولانا عبدالرحمٰن راسخ اور مولانا حبیب الرحمٰن

یہ دونوں مولانا محمد حسین فقیر کے فرزند تھے۔ ان دونوں کو آپ سے محبت اور عقیدت تھی، حافظ منیر الدین منیر مولانا راسخ کے شاگرد تھے۔ وہ ان دونوں صاحبان کی محبت کا ذکر کیا کرتے تھے۔ مولانا راسخ نے مسجد شریف واقع گلی قاسم جان دِلّی۔ میں قرآن مجید کا ترجمہ بیان کیا۔ ختم کے موقع پر آپ سے شرکتِ جلسہ کی درخواست کی۔ اُن کی محبت کو دیکھتے ہوئے آپ تشریف لے گئے اور جلسہ میں شریک ہوئے اور آپ وہاں سے خوش آئے۔ رحمہ اللہ ورحم اخاہ حبیب الرحمٰن۔

خواجہ حسن نظامی اور مولانا ظفر علی خاں

جنگ بلقان کے زمانہ میں یہ دونوں صاحبان آپ سے ملنے آئے۔ مسلمانانِ عالم کی پریشانی کا ذکر آیا۔ آپ نے فرمایا۔ ابھی چند روز ہوئے ہم خورجہ میں اپنے خاندان کے ایک بزرگ کے مزار پر حاضر ہوئے (یہ بزرگ حضرت مرزا عبدالغفور خلیفہ حضرت شاہ غلام علی اور پیر صحبت حضرت شاہ عبدالغنی مجددی ہیں، قدس اللہ اسرارہم) ہم پر ظاہر ہوا کہ حضرت ننگے سر ننگے پاؤں مسلمانوں کی بہتری کے واسطے ان الفاظ سے دعا کر رہے ہیں:" الٰہی تو ہم غریبوں

پر رحم فرما اور مسلمانوں کی مصیبت دور کردے"۔ مولانا ظفر علی خاں دو تین دن کے بعد پھر آپ سے آکر ملے اور آپ کی محبت لے کر گئے۔ خواجہ صاحب احیاناً آپ سے ملا کرتے تھے، حضرت سید نور محمد بدایونی قدس سرہ کے عرس میں بھی شریک ہوئے آپ ان سے مل کر خوش ہوتے تھے، رحمہ اللہ

مولانا عبد الباری فرنگی محلی آپ سے خانقاہ شریف میں ملے اور بہت خوش ہوئے آپ بھی ان سے بہ محبت ملے۔ رحمہ اللہ۔

مولانا حبیب الرحمٰن شروانی آپ کی ذات گرامی مجمع اوصافِ حسنہ تھی۔ خاندانی امارت اور وجاہت وراثۃً ملی تھی۔ پاکیزہ صورت، شائستہ اخلاق اور "اِنَّ اللہ تعالیٰ یحب اَن یری اَثر نعمتہٖ علی عبدہٖ" کے مصداق تھے۔ علم ظاہر، دینی و دنیوی، سے پوری طرح آراستہ اور علم باطن سے ساحتِ سینہ پیراستہ تھا۔ عربی کا یہ مصرع "مَا اَحْسَنَ الدِّیْنَ وَالدنیا اذا اجتمعا" آپ کے حسب احوال تھا۔ مولانا لطف اللہ علی گڑھی آپ کے اساتذۂ کرام میں سے تھے۔ اور حضرت مولانا.... فضلِ رحمان گنج مرادآبادی قدس سرہ آپ کے پیر و مرشد تھے۔ حضرت سیدی لوالد سے قلبی تعلق اور محبت تھی اور آپ بھی ان کی قدر کرتے تھے۔ جب آپ کی وفات ہوئی تو مولانا نے قطعۂ تاریخ وفات کہا، جو کہ قطعات تاریخ میں ان شاء اللہ نقل کیا جائے گا۔ میر عثمان علی خاں نظام حیدرآباد رحمہ اللہ و غفرلہ جوہر شناس تھے۔ انھوں نے آپ کو بلاکر "صدر الصدورِ امورِ مذہبی" کا عہدہ اور صدر یار جنگ کا خطاب دیا۔ سالہا سال آپ اس عہدہ جلیلہ پر فائز رہے۔

مولانا کے صاحبزادے عبید الرحمٰن خاں و مسعود الرحمٰن خاں آپ سے بیعت ہوئے۔

مولانا جیسا جامع کمالاتِ ظاہری و باطنی، دنیوی و اخروی ہزارہا اصحاب کمال میں بہ مشکل کوئی ایک ہوتا ہے۔ع۔ بہت مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا۔ رَحِمَہُ اللہُ وَاَکْرَمَ نُزُلَہٗ، اَللّٰھُمَّ کَمَا جَعَلْتَہٗ وَجِیْھًا فِی الدُّنْیَا فَاجْعَلْہُ بِفَضْلِکَ الْعَظِیْمِ وَجِیْھًا فِی الْاٰخِرَۃِ

مولانا عبید الرحمٰن شروانی آپ حضرت سیدی الوالد قدس سرہ سے ۱۳۳۵ھ مطابق ۱۹۱۶ء میں بیعت ہوئے۔ ہر سال میلاد مبارک کی

محفل میں شریک ہوتے تھے اور آپ کے حلقہ میں پابندی سے آتے تھے۔ آپ اُن پر کمال شفقت فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ رات کے ڈھائی بجے آپ نے عبیدالرحمٰن خان سے فرمایا۔ دیکھو، کیسا اللہ کا فضل ہے اور پھر آپ نے ہُوں فرمائی۔ آپ کے ہوں کرنے سے مخلصین پاک نہاد کے قلوب پر بجلی کی طرح انوار و تجلیات کا ظہور رہا۔ کوئی وجد میں آ گیا کوئی مصروفِ آہ و بکا ہوا پھر آپ نے فرمایا۔ عبیدالرحمٰن دیکھو کیسی خیر و برکت ہے۔ لوگ اس وقت غفلت میں ہیں۔ اور یہاں اللہ کے بندے اس کی یاد میں مصروف ہیں۔ ایک رات عبیدالرحمٰن خاں حلقہ میں شریک تھے۔ آپ نے اہل حلقہ کو خطاب کر کے فرمایا "جب سے تم مر کر گڑنے لگے ہو ہم نے اپنے پیران عظام کے پاس جانا چھوڑ دیا ہے، ہم کو تمہاری قبریں انگاروں سے بھری نظر آتی ہیں، اور تم زندہ جب ہمارے پاس آتے ہو تو ایسا تکدر ہوتا ہے کہ ہم اپنے وظائف کو پورا نہیں کر سکتے اور جنگل جا کر تنہائی میں اپنے اوراد و وظائف کو پورا کرتے ہیں۔" ۱۳۴۱ھ کے میلاد شریف کے موقع پر آپ نے عبیدالرحمٰن خاں سے فرمایا "عبیدالرحمٰن' انوار کو دیکھو جو اس وقت نازل ہو رہے ہیں۔ دیکھ لو' اچھی طرح دیکھ لو' پھر تمہاری آنکھیں یہ نور جو اس وقت ہے نہ دیکھیں گی۔" عبیدالرحمٰن خاں نے جب اس عاجز سے آپ کے اس مبارک ارشاد کو بیان کیا تو کہا کہ "خیال آیا کہ آپ کا سفرِ آخرت قریب آ چکا ہے۔"

حضرت سیدی الوالد قدس سرہ کے صحبت یافتہ افراد میں سے اب صرف آپ کا وجود باقی رہ گیا ہے۔ جب آپ کا دلی آنا ہوتا ہے تو اس عاجز سے ملتے ہیں۔ کچھ دیر کے لئے عہدِ زریں کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اُن کو دارین میں بہ عافیت رکھے۔

مولانا رشید احمد گنگوہی کے فرزند حکیم جی

مولانا حکیم محمد مسعود صاحب مع چند رفقا کے آپ سے ملنے آئے آپ بڑی محبت سے ملے، سب کی خاطر شیر چائے سے کی، آپ کی محبت بھری باتیں سن کر حکیم جی اور اُن کے رفقا متاثر ہوئے، سب کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے، آخر میں آپ نے فرمایا "مولوی صاحب ہمارے دوست تھے اور ہم ان کے دوست تھے۔" رحمہم اللہ۔

مولوی عبدالاحد مطبع مجتبائی دِلّی کے مالک تھے احیاناً آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے ایک مرتبہ کوئٹہ میں بھی سیٹھ عبداللہ ہارون اور حاجی صالح میمن کے ساتھ آپ سے ملنے آئے آپ نے رات کی دعوت کی۔ جب کھانے پر بیٹھے۔ آپ کو اپنے مکان کے باغیچہ کا شفتالو (آڑو) یاد آیا۔ آپ جاکر تین دانے لائے اور تینوں کو دیئے۔ مولوی صاحب نے اس وقت بڑا پُرلطف مذاق حاجی صالح سے کیا۔ وہ آپ سے باتوں میں مصروف تھے۔ مولوی صاحب نے شفتالو کو چھپا دیا۔ جب حاجی صاحب نے اپنا شفتالو غائب پایا تو بیساختہ اُن کی زبان پر آیا۔" یا حضرت، زُلُوو۔" اُن کے کہنے کا ڈھب کچھ ایسا تھا کہ سب کو ہنسی آگئی اور حضرت سیدی الوالد بھی مسکرائے۔ رات کے گیارہ بجے تینوں صاحبان رخصت ہوئے۔ رحمہم اللہ تعالیٰ وغفرلہم۔

سیّد محمد میر وکیل کوچۂ پنڈت دِلّی کے رہنے والے، دِلّی کے شرفا میں سے تھے۔ غالباً حضرت سیدی الوالد سے ایک یا دو سال عمر میں بڑے تھے۔ وہ اور اُن کی والدہ صاحبہ اور دونوں خواہراں آپ سے بیعت تھیں۔ ان کی والدہ کی شہرت سید صاحب کی بیٹی سے تھی۔ جب اُن کی وفات ہوئی تو آپ نے جنازہ کی نماز پڑھائی۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین

مولانا عبدالشکور کاکوروی حضرت شاہ ابواحمد مجددی بھوپالی رحمہ اللہ کے خلیفہ تھے۔ حضرت سیدی الوالد سے بہت اخلاص رکھتے تھے۔ اس عاجز سے دو تین مرتبہ ملاقات ہوئی۔ حضرت سیدی الوالد سے اپنی ملاقات کا ذکر کیا اور بیان کیا کہ میری اہلیہ حضرت شاہ صاحب سے بیعت تھیں۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما۔

مولانا عبدالحلیم شرر ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ کافی دیر بیٹھے۔ آپ ان سے بہ محبت ملے۔ اور وہ آپ کی محبت لے کر رخصت ہوئے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

والدۂ شوکت علی محمد علی آپ حضرت مولانا شاہ ولی النبی مجددی رامپوری قدس سرہٗ سے بیعت تھیں ذکرِ خیر میں مولوی عبدالغفار صاحب کے بیان میں ان کا ذکر آچکا ہے۔ آپ اکثر آیا کرتی تھیں اور حضرت والدہ صاحبہ کے پاس کافی

دیر بیٹھا کرتی تھیں۔ جن دنوں مولانا محمد علی رحمۃ اللہ اسیرِ فرنگ تھے (خذلہم اللہ) اُن کی اہلیہ سخت علیل ہوئیں۔ بی اماں اُن کی دختر کو لے کر خانقاہ شریف آئیں۔ یہ دختر نو، دس سال کی بچّی تھیں۔ اس بچّی نے اپنی والدہ صاحبہ کی صحت کے واسطے دعا کرنے کو کہا، اللہ تعالےٰ اعلم کہ بچّی کی بات میں کیا اثر تھا کہ آپ کی مبارک آنکھوں میں آنسو آگئے۔ تاثیر و تاثر کے اس عالم میں آپ نے مبارک ہاتھ اُٹھا کر دعا کی۔ حاضرین نے آمین کہی۔ اللہ تعالیٰ نے کرم فرمایا اور مولانا کی اہلیہ کو شفا ہوئی۔

دعا کے بعد آپ نے فرمایا "اس گردش و مصیبت کے وقت ہم نے اچھے اچھوں کے وظیفہ میں تغیر پایا۔ مگر والدہ محمد علی کے وظیفہ میں باوجود پیرانہ سالی اور ہر طرح کے مصائب کے ذرہ بھر تغیّر نہ آیا۔ یہ اپنے ایمان پر اُسی پختہ یقین کے ساتھ قائم ہیں جس طرح سے کہ روزِ اوّل تھیں۔ رَحِمَهَا اللّٰهُ وَ رَضِیَ عَنْهَا۔

نواب سراج الدین خان سائل

سائل مرحوم کو آپ سے قلبی تعلق تھا۔ قاضی حوض کی مسجد شریف میں آپ تشریف لے گئے تو سائل صاحب نے اپنا کلام سنا کر آپ کو خوش کیا۔ دو تین مرتبہ صلاۃ التسبیح پڑھنے بھی خانقاہ شریف آئے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

استاد بیخود دہلوی

سید وحید الدین احمد بیخود منشی ننّے خان کی منجھلی بہن کے فرزند اور چھوٹی بہن روشن آرا بیگم کے داماد تھے۔ اواخر عمر میں حضرت سیدی الوالد کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ رحمۃ اللہ علیہ

حکیم محمد احمد خان

آپ حکیم عبد المجید خاں مرحوم کے صاحبزادے تھے۔ حضرت سیدی الوالد سے کامل اخلاص رکھتے تھے۔ اگرچہ حاضر کم ہوتے تھے۔ لیکن جہاں آپ کو دیکھتے جھک کر دونوں ہاتھوں سے سلام و احترام پیش کرتے روشن آرا باغ میں کئی مرتبہ اپنی چلتی سواری میں کھڑے ہو کر جھک کر حسب معمول احترام پیش کیا۔ رحمہ اللہ و غفرلہ۔

خواجہ عبد المجید

منشی عبد الرحیم خاں کے صاحبزادے اور آپ کے نہایت مخلص تھے

مولوی بخش اللہ و مستری عبدالرحیم وغیرہ ہم سے کہا کرتے تھے کہ ہم نے حضرات صحابہ کے جو حالات سُنے ہیں۔ اس کے پیشِ نظر اتنا جانتے ہیں کہ اگر اُن مبارک احوال کی جھلک دیکھنی ہے، تو خانقاہِ شریف جا کر دیکھ لو۔ وہ باوجود اس اخلاص وعقیدت کے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے سے ڈرتے تھے اور کہتے تھے کہ میں کیا منہ لے کر جاؤں۔ وہ بھی حکیم محمد احمد خاں کی طرح جب آپ کو دیکھتے فرشی سلام کیا کرتے تھے۔ اُن کی اہلیہ مبارک بیگم آپ سے بیعت تھیں۔ اور خانقاہ شریف اکثر آیا کرتی تھیں۔ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِمَا۔

ڈاکٹر مختار احمد انصاری

ذکرِ خیر میں "حیاتِ اجمل" سے ڈاکٹر صاحب کی عبارت اس عاجز نے نقل کر دی ہے۔ اس دن سے ڈاکٹر صاحب صدقِ دل سے آپ کے معتقد ہوئے اور بڑی نیاز مندی سے حاضر ہوا کرتے تھے ڈاکٹر صاحب موری دروازے اور کشمیری دروازے کے درمیان فصیل سے متصل ایک کوٹھی میں رہا کرتے تھے۔ ایک دن پہاڑی سے آتے ہوئے آپ ان کی کوٹھی پر تشریف لے گئے۔ اُن کے آدمیوں نے آپ کو کمرہ میں بٹھایا۔ آپ کے تشریف لے جانے کے پانچ منٹ بعد ڈاکٹر صاحب موٹر میں آئے۔ یہ عاجز باہر کھڑا دیکھ رہا تھا۔ وہ کوٹ، پتلون اور انگریزی ٹوپی میں تھے۔ ان کے ملازم نے آپ کی آمد سے اُن کو خبر دی۔ وہ پیچھے کے راستہ سے بہت جلدی میں گھر کے اندر گئے اور وہاں سے چوڑی دار پاجامہ، شیروانی۔ اور ٹوپی میں ملبوس ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

حضرت والدہ صاحبہ کے پاؤں کا اپریشن انھوں نے اپنے ہاتھ سے خانقاہ شریف میں کیا۔ اور پھر کئی مرتبہ دیکھنے آئے۔ ان کے ساتھ ڈاکٹر سید عبدالرحمٰن تھے اور ہر روز وہ آکر پٹی کرتے تھے۔ رحمۃ اللہ علیہما۔

حکیم محمد اجمل خاں

آپ کو حضرت سیدی الوالد سے قلبی تعلق تھا۔ باوجود اپنے مشاغل کے آپ کے پاس اکثر آتے تھے۔ جب آپ رامپور تشریف لے گئے تو اُن کو معلوم ہو گیا کہ آپ نظر بند ہو گئے ہیں۔ لہٰذا انھوں نے حافظ عبدالحکیم کو بلا کر کہا کہ جاؤ اور حضرت صاحب سے کہہ دو کہ رامپور سے باہر جانے کا قصد نہ فرمائیں۔

حکیم صاحب نے اپنے صاحبزادہ اور صاحبزادی کی شادی میں آپ کو بلایا، اور آپ تشریف لے گئے۔

جمعہ ۲۱ رجمادی الاولیٰ ۱۳۴۰ھ مطابق ۲۰ر جنوری ۱۹۲۲ء کو حکیم صاحب اور ڈاکٹر انصاری صاحب، اور حاجی عبدالغفار (حاجی علی جان والے) حکومت ترکیہ کے انگورہ فنڈ میں چندہ لینے کے واسطے آپ کے پاس دن کے دس بجے آئے۔ آپ نے ڈیڑھ ہزار روپیہ ان کو دیا اور جناب ہمشیرہ وسطیٰ نے بھی دس روپیہ اُن کو ارسال کئے۔ رحمہم اللہ وجزاہم خیراً علیٰ خدمۃ الاسلام و رضی عنہم۔

ڈپٹی محبوب عالم ڈپٹی صاحب کو دل کی بیکلی تھی حصولِ اطمینانِ قلب کے لئے صوفیہ اور مشائخ کی خدمت میں حاضر ہوئے لیکن گوہر مراد کہیں ہاتھ نہ آیا۔ آخر سید احمد شاہ قصوری کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ کے پیچھے ظہر کی نماز پڑھی۔ ان کے قلب کو سکون ملا۔ اور پھر آپ سے بیعت ہوئے۔ ایک دن انھوں نے آپ سے کہا۔ روسیوں نے مشہد میں ظلم و تعدی کا بازار گرم کر رکھا ہے۔ آپ کو بہت رنج ہوا۔ آپ کے رنج و افسوس کو دیکھ کر حاضرین میں سے کسی نے کہا۔ حضور وہاں تو شیعہ رہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا "آخر کلمہ گو تو ہیں۔ اُن کا نقصان ہمارا نقصان، اُن کی راحت ہماری راحت ہے افسوس کہ اسی اختلاف نے مسلمانوں کو یہ روزِ بد دکھایا۔"

وہ افراد جو تفسیق و تضلیل و تکفیر کا حربہ اٹھائے پھرتے ہیں آپ کے اس ارشاد گرامی کو غور سے پڑھیں۔ وَفَّقَنَا اللّٰہُ لِمَرْضَاتِہٖ۔

شرف الدین الکتبی سورت کے رہنے والے ہیں۔ بمبئی میں کتابوں کی تجارت ہے سن تیرہ سو بالیس تینتیس میں آپ سے بیعت ہوئے۔ آپ کے اتباعِ سنت و اجتناب از بدعت سے متاثر ہوئے۔ بعد میں حجاز مقدس گئے۔ اور اہلِ نجد کے مسلک پر ہو گئے۔ مع ہذا حضرت سیدی الوالد کی صحبت آخر تک اُن کے دل میں رہی اور انھوں نے اپنے ایک فرزند کی کنیت ابوالخیر رکھی۔ یہ بات ان کے فرزند

عبدالصمد نے اس عاجز سے بمبئی میں بیان کی۔ رحمہما اللہ تعالیٰ۔

علی رضا زنیل زنیل صاحب کی وفات دو تین سال پہلے بمبئی میں ہوئی ہے۔ انھوں نے اپنے بیعت ہونے کے واقعہ کو اس طرح بیان کیا۔ میرے دل میں آپ کی محبت پیدا ہوئی۔ اس زمانہ میں میری مالی حالت کمزور تھی۔ سن تیرہ سو بیس بائیس کا واقعہ ہے میں خانقاہ شریف میں حاضر ہوا اس دن وہاں کوئی محفل تھی مسجد شریف لوگوں سے بھری ہوئی تھی، میں لوگوں کے پیچھے، جوتیاں اتارنے کی جگہ سے قریب بیٹھ گیا۔ محفل کے اختتام پر آپ نے ایک پٹھان سے کہا کہ جاؤ جہاں جوتیاں اتارتے ہیں اسی کے قریب ایک شخص بیٹھا ہے اس کو لے آؤ۔ چنانچہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ نے مجھ کو بیعت کیا۔

یہ واقعہ ابھی چند ماہ پیشتر دو افراد نے بیان کیا جو حاجی زنیل کے پاس اکثر بیٹھتے تھے۔ اور اُن سے کئی مرتبہ حاجی زنیل نے خود بیان کیا۔ ۱۳۴۶ھ میں یہ عاجز حضرت برادر کلاں اور رفقا کے ساتھ جدہ پہنچا حاجی زنیل نے اپنے مکان پر تھوڑی دیر ٹھیرایا اور قہوہ سے خاطر کی۔ اس کے بعد عاجز نے ان کو نہیں دیکھا۔ رحمہ اللہ۔

لالہ پیارے لال دِلی کے جوہری تھے۔ کلکتہ میں کاروبار کرتے تھے۔ چوڑی دار پاجامہ ململ کا انگرکھا۔ کندھے پر سفید پٹکا۔ سر پر مختصر پگڑی ہوتی تھی۔ سعادت ازلی نے اُن کا ساتھ دیا آستانۂ خیر پر حاضر ہوئے اور حضرت سیدی الوالد کے گرویدہ ہوئے۔ ان کے دو بیٹے تھے بڑے کا نام ہزاری لال اور چھوٹے کا رامچندر، رامچندر کی عمر نو دس سال کی تھی۔ یہ تینوں دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے۔ البتہ پیارے صاحب اور ہزاری صاحب نے اسلام کا اظہار نہ کیا چھوٹے بیٹے نے اظہار کیا اور آپ نے ان کا نام شیخ عبدالباری رکھا۔ پیارے صاحب نے مرتے وقت عبدالباری سے کہا۔ کہ حضرت صاحب کو میرا اسلام پہنچا کر عرض کرنا کہ جو اقرار آپ کے ہاتھ پر میں نے کیا تھا اس پر قائم ہوں۔ ابھی چند سال پہلے ہزاری صاحب کی وفات ہوئی سورۂ یاسین سنتی۔ اس عاجز کو سلام کے بعد کہلوایا کہ اللہ کے فضل سے اپنے قول و اقرار پر قائم ہوں۔ عبدالباری

کی بصارت عنفوان شباب سے زائل ہوگئی تھی۔ اللہ نے ان کو بصیرت عنایت کی۔ اصحابِ نسبت میں سے تھے اور ذکر شریف کرتے ہوئے واصلِ حق ہوئے۔ هَنِيْئًا لَهُ ثُمَّ هَنِيْئًا لَهُ۔ جنازہ کی نماز عاجز نے پڑھائی۔ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَرَحِمَ اَبَاهُ وَاَخَاهُ وَغَفَرَلَهُمْ وَرَضِيَ عَنْهُمْ۔

مصباح الدین حقی

ذکرِ خیر میں جناب مصباح الدین صاحب کا ذکر آچکا ہے۔ یہ سرکاری ملازمت میں رہ چکے تھے اور اُن کے صاحبزادے اچھے عہدوں پر تھے اس مجبوری کی بنا پر وہ ایک افسر سی، آئی، ڈی کو لیکر ۱۳۳۴ھ مطابق ۱۹۱۵ئہ میں آپ کے پاس آئے۔ مصباح الدین صاحب آپ کی رشتہ کی خالہ صاحبہ کے فرزند تھے۔ اور آپ اس تعلق سے اُن کی خاطر کرتے تھے، ان کے اس رویہ سے جو تکلیف آپ کو پہنچی اس کا رنج مصباح الدین صاحب کو بھی تھا۔ اور اس کی وجہ سے انھوں نے آخیر تک آپ کو اپنا منہ نہ دکھایا۔ ۱۳۳۰ھ کا واقعہ ہے کہ ان کے کسی فرزند یا دختر کی شادی تھی، اس موقع پر انھوں نے اپنے کسی عزیز کے ہاتھ آپ کو دعوتی رقعہ ارسال کیا۔ چنانچہ عصر کو آپ تفریح کو جاتے ہوئے اُن کے گھر پھاٹک مفتی والان تشریف لے گئے۔ آپ کے ساتھ ہم تینوں بھائی اور جناب مولوی سردار احمد مجددی رامپوری اور ایک پٹھان تھا جس وقت آپ وہاں پہنچے عزیزوں اور مہمانوں سے گھر بھرا ہوا تھا مصباح الدین صاحب خود ایک کمرہ میں تشریف لے گئے۔ اور اپنے صاحبزادوں سے کہا کہ حضرت کی خاطر و مدارات کریں۔ چنانچہ آپ کو ان کے صاحبزادوں نے چبوترہ پر بٹھایا اور چائے بسکٹ وغیرہ سے تواضع کی۔ آپ نے فرمایا "ہمارے بھائی مصباح الدین کہاں ہیں" وہ آپ کی پشت پر کمرہ میں کھڑے سُن رہے تھے ان کے بچوں نے کہا۔ حضرت وہ باہر گئے ہوئے ہیں۔ آپ نے فرمایا "ہمارے ساتھ بھائی مصباح الدین نے جو کچھ کیا وہ معلوم ہے۔ اب ان کے گھر میں خوشی تھی۔ انھوں نے ہم کو بلایا۔ دیکھو ہم آگئے۔ اچھا اُن سے ہمارا اسلام کہدینا۔" اور آپ وہاں سے روانہ ہوئے۔ بگھی تک اُن کے صاحبزادے وغیرہ آئے اور آپ کو احترام سے سوار کرایا۔ جناب مصباح الدین صاحب آپ کے جنازہ میں شریک ہوئے۔ اُن کی آنکھوں سے سیل اشک

جاری تھا۔ رحمہ اللہ وغفر لہ ورضی عنہ۔

سعید الزبیر

فرزند محمد زہیر بن سراج الزبیر بن احمد بخش بن عبد القدوس بن عبد القادر بن قبلۂ عالم حضرت خواجہ محمد زبیر قدس اللہ اسرارہم۔ مغلپورہ۔ دِلّی میں رہتے تھے۔ دِلّی میں حضرت امام ربّانی قدس سرہ کی اولاد میں سے آپ کے علاوہ صرف ان کی ذات تھی۔ قبلۂ عالم کی مسجد شریف اُن کے دَم سے آباد تھی اور حضرت شاہ آفاق کے مزار پُرانوار کی حفاظت بھی وہی کرتے تھے۔ مسجد شریف کے پاس کھپریل کی چھت کے آٹھ دس مکان ان کے تھے۔ تنگی معاش کی وجہ سے سب مکان کسی بنیے کے پاس گروی تھے۔ آپ کو علم ہوا تو منشی حسین علی وغیرہ کو بیچ میں ڈالا اور بنیے کو روپیہ دے کر کاغذات سعید الزبیر صاحب کو دلوائے۔ آپ اکثر وہاں تشریف لے جاتے تھے۔ بلکہ حضرت والدہ صاحبہ اور ہمشیرگان کو بھی لے جاتے تھے، وہ اُن کی اہلیہ صاحبہ سے ملتی تھیں۔ سعید الزبیر صاحب اکثر آپ کی خدمت میں آتے تھے۔

اس عاجز کی آخری ملاقات اُن سے شنبہ ۹ ربیع الاول ۱۳۶۶ھ مطابق یکم فروری ۱۹۴۷ء کو ہوئی اور سہ شنبہ کی صبح کو سوا نو بجے ۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۶ھ مطابق ۱۵ اپریل ۱۹۴۷ء ان کی وفات ہوئی اور چار ماہ بعد جب دِلّی میں کشت و خون کا بازار گرم ہوا تو اُن کے بڑے صاحبزادے رشید الزبیر شہید ہوئے۔ ان کے بھائی حمید الزبیر و حفیظ الزبیر اس ہنگامۂ زد و خورد میں اپنے اور مرحوم برادر کے اہل و عیال کو لے کر پنجاب چلے گئے۔ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ وَرَضِيَ عَنْهُمَا وَحَفِظَ مَنْ لَاذَ بِپاکستان وَالْتَجَأَ اِلَيْهِ مِنْ اَوْلَادِہٖ۔

بمبئی کے میمن

حضرت امام ربّانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کے عرس شریف کے سلسلہ میں بمبئی کے میمن سرہند شریف جاتے اور آتے ہوئے دِلّی آتے تھے۔ اُن میں سے بعض افراد آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ غالباً ۱۳۳۹ھ کا واقعہ ہے کہ چار پانچ میمن آپ سے ملنے آئے اور انھوں نے التجا کی کہ چائے کی دعوت عصر کے وقت قبول فرمائیں۔ آپ نے ان کی التجا منظور کی۔ انھوں نے کہا کہ آپ سب مخلصین کو بھی ساتھ لائیں۔ چنانچہ چالیس پچاس دِلّی کے اور اسی قدر افغانستان کے

مخلصین عصر کے وقت چار بجے فتحپوری کے پاس آکورونیشن ہوٹل پہنچ گئے۔ اس کی پہلی منزل میمنوں نے آپ کی دعوت کے لئے مخصوص کرائی تھی۔ آپ عصر کو وہاں پہنچے۔ بیٹھنے کے بعد حسبِ معمول آپ نے آنکھیں بند کیں۔ اور دو تین منٹ کے بعد گھبرا کر حافظ عبدالحکیم اور حاجی ملا احمد خان سے فرمایا: "کیا بات ہے یہاں آکر ہماری طبیعت میں انقباض پیدا ہوا۔ ہم نے تو کوئی گناہ نہیں کیا ہے۔" پھر آپ نے میمنوں کو بلایا اور ان سے دریافت کیا کہ دعوت کس نے کی ہے۔ اُن میں سے ایک نے کہا۔ حضور۔ دعوت میں نے کی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ دیکھو جھوٹ نہ بولو۔ کیا تم سودی کاروبار بھی کرتے ہو۔ اس نے اقرار کیا۔ اقرار کرنے پر آپ کے مبارک چہرہ پر شگفتگی کے آثار پیدا ہوئے اور آپ نے اس سے کہا۔ دیکھو اللہ کے عذاب سے اپنے کو بچاؤ۔ ہم ناپاک مال کا استعمال نہیں کر سکتے۔ لہذا ہم جاتے ہیں۔ اس میمن کے پاس ایک دوسرا میمن بیٹھا تھا۔ اس نے آپ سے کہا۔ حضرت آپ یہ دعوت میری طرف سے قبول فرمائیں۔ میرا مال پاک ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اگر یہ دعوت دینے والے اس پر راضی ہو جائیں اور ابھی ہمارے سامنے تم سے وہ سارا خرچہ لے لیں جو انھوں نے کیا ہے تو ہم تمہاری دعوت قبول کرلیں گے۔ داعی نے دو سو روپیہ ہوٹل کا کرایہ دیا تھا۔ اور تقریباً تین سو روپیہ کے پھل بسکٹ۔ چائے۔ عطر۔ پان۔ وغیرہ تھے۔ اس نے یہ ساری رقم دوسرے میمن سے لی۔ پھر آپ نے داعیِ اوّل سے فرمایا۔ اب تم بھی ہمارے خادموں کے ساتھ اس دعوت میں شریک ہو۔ چنانچہ وہ شریک ہوا۔ اس پر اس واقعہ کا اتنا اثر ہوا کہ آپ کے مبارک ہاتھ پر سود سے توبہ کی اور آپ کے خادموں میں شامل ہوا۔ دو سال پہلے اس کا پوتا اس عاجز سے ملا تھا اور کہہ رہا تھا۔ اللہ کا فضل ہے اس دن سے ہم لوگ سود کے کاروبار سے بالکل الگ ہیں۔ رحمہ اللہ وغفرلہٗ

زبدۃ الکلام آپ نے جب سے ہوش سنبھالا اور جب تک آپ کی رحلت ہوئی۔ حرام و مکروہ اور مشتبہ مال سے اجتناب کیا۔ جس سے بھی ملے صرف اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے ملے اور جس کو بھی نکالا صرف اُس کے لئے نکالا۔ اگر کسی سے محبت کی تو اُسی کے لئے اور نفرت کی تو اُسی کے لئے۔ جس سے بھی آپ کو

نفرت ہوتی تھی آپ نے اس کا ذکر نہ کیا۔ ہندوستان کے بعض افراد نے جناب سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر شریف ۔ میلاد شریف ۔ علم شریف اور نماز میں التحیات پڑھتے وقت آپ کے خیال مبارک کے متعلق جو کہ موصل الی اللہ جل شانہ ہے۔ قبیح اور نہایت کریہ الفاظ لکھ دیئے ہیں۔ آپ ان سے اور ان کی تحریرات سے متنفر تھے ۔ آپ فرماتے تھے ہر وہ تعبیر جس کے سننے سے دل کو رنج پہنچے اللہ تعالیٰ کے لعن کی مستوجب ہے ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ ۔" اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ غَضَبِ اللّٰہِ وَغَضَبِ رَسُوْلِهٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ۔

مولوی ریاست علی

آپ خانقاہ شریف میں تشریف فرما تھے ۔ مولانا سیف الرحمٰن، مولانا مشتاق احمد انبیٹھوی اور چند دوسرے علماء اور اہل حلقہ بیٹھے تھے کہ شاہجہاں پور کے مولانا ریاست علی تشریف لائے ۔ یہ حضرت مولانا ارشاد حسین مجددی رامپوری کے شاگرد و مرید تھے ۔ انھوں نے التحیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تصور مبارک کے متعلق "صراط مستقیم" کی گندی عبارت کا ترجمہ آپ کو روتے ہوئے سنایا۔ اور کہا حضرت ۔ یہ لوگ ایسی عبارتیں لکھ رہے ہیں۔ آپ کو نہایت ملال ہوا اور آیت مذکورہ بالا پڑھ کر فرمایا ایسے افراد پر لعنت ہے ۔ اور انتہائے رنج والم کی وجہ سے آپ اٹھ کر حرم سرا میں چلے گئے ۔ مولانا سیف الرحمٰن صاحب نے مولوی ریاست علی صاحب سے کہا۔ آپ نے یہ ذکر کیوں چھیڑ دیا ۔ کیا مبارک مجلس تھی اور وہ درہم برہم ہوئی ۔ انھوں نے فرمایا ۔ میرے دل کو بڑا رنج پہنچ رہا ہے ۔ کیونکہ یہ عبارت اردو کی جو میں نے پڑھی ہے بعض افراد اس کی تحسین کرتے ہوئے چھپوا رہے ہیں ۔

مَسْجُوْدٌ لَهٗ اور مَسْجُوْدٌ اِلَیْهِ

یہ عاجز کہتا ہے ۔ حضرت سیدی الوالد قدس اللہ سرہ الاقدس وَنَوَّرَ ضَرِیْحَهٗ وَرَوَّحَ رُوْحَهٗ کا مسلک نہایت احتیاط پر مبنی تھا ۔ دُبّی محبوب عالم کے ذکر میں "مشہد" کا بیان گزر چکا ہے ۔ آپ نے فرقہ شیعہ کے متعلق جو کچھ فرمایا سب کے سامنے ہے ۔ کسی کلمہ گو کو آپ نے کبھی کافر نہیں کہا۔ آپ اللہ تعالیٰ کے فرمان واجب الاذعان پر عامل تھے ۔ فَطُوْبٰی لَهٗ ثُمَّ طُوْبٰی لَهٗ، وَلَهٗ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ عِنْدَ اللّٰہِ

لَا نُقِی وَحُسْنُ مَآب۔

اس عاجز کو تعجب ہوتا ہے کہ ایسی گندی عبارات لکھنے والوں کو یہ خیال نہ آیا کہ حضرت دُرَّہ بنت ابی لہب سے کسی نے کہدیا تم اُس شخص کی لڑکی ہو جس کے بارے میں تَبَّتْ یَدَا اَبِی لَہَبٍ۔ نازل ہوئی ہے حضرت دُرّہ کو رنج ہوا اور وہ رَحْمَۃٌ لِّلْعَالَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ کی خدمت میں پہنچیں اور واقعہ عرض کیا۔ آپ کو نہایت ملال ہوا اور آپ باہر تشریف لائے۔ اور سب کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد کیا "یَا اَیُّھَا النَّاسُ مَالِیْ اُوْذِیْ فِیْ اَھْلِیْ فَوَاللّٰہِ اِنَّ شَفَاعَتِیْ لَتَنَالُ بِقُرْبَی" یعنی مجھ کو میرے عزیزوں اور قرابت داروں کی وجہ سے کیوں رنج پہنچایا جاتا ہے۔" کیا سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے جاکر کوئی ایسی گندی عبارتیں کہہ سکتا ہے۔ کیا مسئلہ کے بیان کرنے کے لئے یہی تعبیر ادا رہ گئی ہے ما فسوس صد افسوس۔

احیاء العلوم اگر یہ افراد مَسْجُوْدٌ لَہٗ اور مَسْجُوْدٌ اِلَیْہِ کے فرق کو سمجھتے تو ایسی عبارت کسی حال میں نہ لکھتے۔ کعبۃ اللہ مَسْجُوْدٌ اِلَیْہِ ہے۔ اس کی طرف سجدہ کیا جارہا ہے۔ مَسْجُوْدٌ لَہٗ نہیں ہے۔ کیونکہ سجدہ صرف اللہ جل شانہٗ کے لئے ہے۔ کعبۃ اللہ کو بہ کمال تعظیم مسجود الیہ بنایا جارہا ہے اور ایمان میں اضافہ کیا جارہا ہے۔ یہی کیفیت اَلتَّحِیَّات میں آپ کے خیال شریف کی ہے۔ جس کا بیان حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی قدس اللہ سرہ نے اِن الفاظ سے "الاحیاء" میں کیا۔ وَاحْضِرْ فِیْ قَلْبِکَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَشَخْصَہُ الْکَرِیْمَ وَقُلْ۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔ لِیَصْدُقْ اَمَلُکَ فِیْ اَنَّہٗ یَبْلُغُہٗ وَیَرُدُّ عَلَیْکَ مَا ھُوَ اَوْفٰی مِنْہُ۔ الخ سبحان اللہ کیا موصل الی اللہ بیان ہے۔ حضرت مولانا محمد احسن نانوتوی قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ وَرَفَعَ مَکَانَہٗ۔ نے مذاق العارفین میں ان الفاظ سے ترجمہ کیا ہے۔ دیکھو ج ا ص ۱۸۵ "اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باجود کو اپنے دل میں حاضر کرو اور کہو اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔ (اے نبی تم پر سلام اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں) اور اپنے دل میں سچی آرزو کرو کہ یہ سلام اُن کو پہنچے گا اور تم کو اس کا جواب تمہارے سلام کی نسبت کے کامل تر عنایت فرمادیں گے۔" اگر یہ مدعیانِ علم اور تحقیق "الاحیاء" اور

"مکتوبات" "قدسی آیات" کا مطالعہ کر لیتے تو ایسی ایمان سوز عبارت سے بعد مراحل دور رہتے۔ حضرت سعدی رحمہ اللہ کیا خوب کہتے ہیں۔

اے مرغ سحر عشق زپروانہ بیاموز　　کاں سوختہ را جاں شد و آواز نیامد
ایں مدعیاں در طلبش بے خبر انند　　کاں را کہ خبر شد خبرش باز نیامد

حضرت سیدی الوالدنے امام حجۃ الاسلام، مخدوم عبدالاحد، امام ربانی قدس اللہ اسرارہم کی ہدایات پر عمل کیا اور یہی جذبۂ محبت اپنے مخلصین میں اللہ کے فضل و کرم سے پیدا کر کے اس حدیث شریف کا مصداق بنایا۔ جس کو بخاری و مسلم حضرت انس سے روایت کرتے ہیں۔ اِنَّ رَجُلاً قَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ مَتَی السَّاعَۃُ قَالَ وَیْلَکَ وَمَا اَعْدَدْتَ لَھَا قَالَ مَا اَعْدَدْتُ لَھَا اِلَّا اَنِّیْ اُحِبُّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ قَالَ اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ (مشکٰوۃ باب الحب فی اللّٰہ) اور ان شاء اللہ تعالیٰ وہ اس حدیث شریف کے مستحق ہیں جس کو بخاری نے روایت کیا ہے "اَنَّ رَجُلاً اسمہ عبد اللّٰہِ یلقب حِمَارًا کَانَ یُضْحِکُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَکَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قد جلدہ فِی الشراب فاتی بہ یومًا فَاَمَرَ بہ فجلد فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ اَللّٰھُمَّ الْعَنْہُ مَا اکثر ما یُوْتیٰ بہ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لا تلعنوہ فواللّٰہِ مَاعلمتُ اَنَّہٗ یُحِبُّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ۔

ہوا جو گرفتارِ عشقِ نبی　　وہ دوزخ سے بے شک ہوا ہے بری
جو نارِ محبت کا ہو سوختہ　　نہ ہوگا وہ دوزخ کا اندوختہ
محبت سے جو سینہ افگار ہو　　اُسے کس طرح خطرۂ نار ہو
قتیلِ وفا پر ہو رحمت مدام　　بہشت بریں ہوگا اس کا مقام
نہ اس میں خفا ہے نہ تنکیر ہے　　مَعَ مَنْ اَحَبَّ کی یہ تفسیر ہے

شیخ فرید الدین عطار

چونکہ شیخ فرید الدین عطار قدس سرہ کے اشعار اس عاجز کے مذاق پر ہیں اس لئے ان کو لکھتا ہے۔

درود از حضرتش بر جانِ آں کس　　کہ نامد مثلِ او اندر جہاں کس
بہین و برترینِ آفرینش　　سر و چشمِ خرد را تاجِ بینش

خرد بینا بہ نورِ روے او شد — معطّر از نسیم کوے او شد
زمین و آسماں و عرش و کرسی — بہشت و دوزخ و جنّی و انسی
زبہرِ اوست بشنو از دلِ پاک — بدیں روشن دلیلے ہست لولاک
مُرَفّہ انبیا در زیرِ جاہش — مشرّف اولیا از خاکِ راہش
بہ جودش انبیا گشتند محتاج — زلطفش اولیا بر سر نہند تاج
دریں عالم ہر آں کو برتری یافت — زخاکِ درگہِ او سروری یافت
بہ معنی بُد مقدّم بر ہمہ کس — اگرچہ صورتِ او آمد از پس
بہ صورت آدم او را گر پدر بود — بہ معنی او پدر، آدم پسر بود
عملہا را بہ حضرت رابطہ اوست — اگر مقبول گردد واسطہ اوست
محمد در شریعت نامِ او داں — ولیکن در حقیقت احمدش خواں
بیفگن میم احمد از طریقت — کہ تا نامش بدانی در حقیقت
خدا را در الٰہیّت احد خواں — نبی را در عبودیّت یکے داں
چو حق اندر خدائی فرد و داناست — نبی در بندگی بے مثل و ہمتاست
یقیں داں تا کہ نشناسی خدا را — نہ دانی قدر و جاہ مصطفیٰ را
تو او را چوں بدانستی تمام است — تُرا کارِ دو عالم با نظام است

آپ ہر اُس شخص سے ملتے تھے جو محبت لے کر آتا تھا۔ قاری محمد ابراہیم قنوجی، قاری محمد، قاری بابو شیر احمد، حاجی قدرت اللہ، حاجی ظفیر الدین، حکیم محمد شفیع، حکیم قیام الدین حکیم مکرم الدین، نواب ابوالحسن خان، پیر جی کرار حسین، پیرزادہ محمد حسین جج، پیرزادہ ڈپٹی مظفر احمد وغیرہم۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور آپ ان سے ملتے تھے۔ رحمہم اللہ وغفرلہم

پیرزادہ مظفر احمد ان کا مکان سبزی منڈی میں تھا۔ ایک دن جب آپ روشن آرا باغ تشریف لے جا رہے تھے وہ آپ کو اپنے گھر لے گئے۔ اس سال ڈاکٹر محمد اقبال رحمۃ اللہ کا "شکوہ" چھپا تھا۔ مظفر احمد صاحب کو شعر سے لگاؤ تھا انھوں نے شکوہ کا جواب لکھا تھا وہ آپ کو سنایا اور پھر آپ سے کہا مجھ کو شعر کہنے

کا شوق تھا لیکن کہہ نہیں سکتا تھا۔ مجھ سے ایک دوست نے ایک بزرگ کا بیان کیا (ڈپٹی صاحب نے ان کا نام لیا اور جائے رہائش بتائی جو کہ یہ عاجز "صَاحِبُ الخَطَاوَالنِّسیَان" بھول گیا ہے) کہ وہ کچھ پڑھ کر اپنا لُعاب دَہن جس کے منہ میں لگادیں وہ شعر کہنے لگتا ہے۔ لہٰذا میں اُن کی خدمت میں حاضر ہوا انھوں نے اپنا لُعابِ دہن میری زبان پر لگایا اور اس دن سے میں روانی کے ساتھ شعر کہتا ہوں۔ یہ واقعہ بیان کر کے انھوں نے آپ سے کہا۔ کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں حضرت صاحبزادہ صاحب کو اُن کے پاس لے جاؤں۔ اور ڈپٹی صاحب نے حضرتِ برادرِ کلاں کی طرف اشارہ کیا۔

ایک کایستھ

حضرت سیدی الوالد سے ملنے کی خواہش اکثر افراد کو تھی لیکن آپ کے احوال کے پیشِ نظر آنے کی ہمت نہیں کرتے تھے۔ غیر مسلم افراد آپ کے پاس آتے تھے اور گھنٹوں بیٹھے رہتے تھے۔ جیسے ڈاکٹر موہن لال، رتن لال، شام لال، اور ایک شخص گیروا لباس پہنے دراز زلفوں والے اور ایک کایستھ جو ترکمان دروازے کی طرف رہتے تھے۔ کایستھ صاحب کی دراز ریش تھی اور وہ کارچوب (زری کا کام) میں ماہر تھے ایک مرتبہ وہ اپنے کام کا نادر نمونہ آپ کے پاس لائے۔ اس میں انھوں نے پہاڑ کا نقشہ بنایا تھا جس پر دو تین درخت بھی تھے اس کے دامن میں ایک شخص ہتوڑا لئے کھڑا ہے جس نے پہاڑ کے ایک حصہ کو توڑ کر نالا بنا لیا ہے۔ اور دور ایک ہرن چھلانگ لگا رہا ہے آپ نے اس کام کو دیکھا اور حضرت مرزا جان جاناں مظہر قدس اللہ سرہ الاقدس کا یہ شعر بار بار پڑھا۔

ہر دم از یارانِ دیریں یاد می آید مرا کوہ کن از جوئے شیریں یاد می آید مرا

اس شعر کو پڑھتے پڑھتے آپ نے آنکھیں بند فرمالیں اور تقریباً دس منٹ ایک خاص کیفیت میں رہے۔ رَحِمَ اللّٰہُ اَبَا نُوَاس مَا اَحْسَنَ مَا قَالَہٗ۔

تَأَمَّلْ فِیْ نَبَاتِ الْأَرْضِ وَانْظُرْ اِلَی آثَارِ مَا صَنَعَ الْمَلِیکُ
عُیُونٌ مِنْ لُجَیْنٍ شَاخِصَاتٌ بِأَبْصَارٍ هِیَ الذَّهَبُ السَّبِیکُ
عَلٰی قُضُبِ الزَّبَرْجَدِ شَاهِدَاتٌ بِأَنَّ اللّٰهَ لَیْسَ لَهٗ شَرِیکُ

آپ نے اُن کا لیستھ کو دو روپیہ انعام دیا۔ اور جب تک آپ حیات رہے ہر سال یہ انعام دیتے رہے۔

اہلِ حدیث

دِلّی کے وہ افراد جو اہل حدیث کہلاتے ہیں آپ کے پاس آتے تھے اور آپ اُن سے ملتے تھے۔ مولانا نذیر حسین محدث "پھاٹک حبش خاں۔ دلّی" میں رہتے تھے۔ اُن کی سمدھن نے اُن سے کہا کہ میں حضرت شاہ ابوالخیر سے بیعت ہونا چاہتی ہوں۔ آپ کی کیا رائے ہے۔ مولانا نے اُن سے کہا۔ وہ پابندِ شریعت بزرگ ہیں، اُن سے بیعت ہو جاؤ۔ چنانچہ وہ عفیفہ آپ سے بیعت ہوئیں۔ مولانا کے نواسے مولوی ابوالحسن بارہا آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تسکین قلب حاصل کی۔

ایک دن آپ روشن آرا باغ کو چاندنی چوک کے راستہ سے گئے۔ اس زمانے میں حاجی علی جان والوں کی دوکان چاندنی چوک میں سنہری مسجد اور گھنٹہ گھر کے مابین سمتِ جنوب بالاخانہ پر تھی۔ وہاں صحن میں ان کی جماعت ہو رہی تھی۔ یہ لوگ رکوع میں تھے کہ آپ کی نظر اُن پر پڑی۔ وہ رکوع ہی میں رہے کہ آپ کی بگھی آگے بڑھ گئی۔ آپ نے احترام کے ساتھ ان کا ذکر کیا اور فرمایا کہ یہ لوگ حدیث شریف پر عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اُن کے واسطے دعائے خیر کی۔

حافظ محمد اسحاق رانی کمیت والے کا ذکر" ذکرِ خیر" میں گزر چکا ہے۔ شیخ عطاء الرحمن سگرٹ والے اُن کے سمدھی تھے۔ وہ سخت علیل ہوئے۔ بہ ظاہر امید حیات نہیں رہی تھی۔ انھوں نے حافظ محمد اسحاق سے کہا حضرت شاہ صاحب سے آپ دعا کرائیں۔ میرا دل کہتا ہے کہ اُن کی دعا سے مجھ کو صحت ہوگی۔ حافظ محمد اسحاق نے آپ سے کہا۔ آپ نے فرمایا "ہم نے سنا ہے وہ وہابی ہیں اور وہابی ہمارے ائمہ اور بزرگانِ دین کو بُرا کہتے ہیں اور اُن کی توہین کرتے ہیں۔" حافظ محمد اسحاق نے کہا وہ وہابی نہیں ہیں بلکہ اہلِ حدیث کی جماعت سے ہیں، ائمہ اور بزرگانِ دین کو بُرا نہیں کہتے۔ یہ سُن کر آپ نے فرمایا "پھر تو وہ ہمارے ہیں" یہ فرما کر آپ نے شیخ عطاء الرحمن کے لئے دعا کی۔ اہلِ حلقہ نے آمین کہی۔ اور ارشادِ نبوی عَلٰی صَاحِبِہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ۔ کا ظہور ہوا۔ دَعْوَۃُ الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ لِاَخِیْہِ بِظَھْرِ الْغَیْبِ

مُسْتَجَابَۃٌ، عِنْدَ رَأْسِہٖ مَلَکٌ مُوَکَّلٌ کُلَّمَا دَعَا لِاَخِیْہِ بِخَیْرٍ قَالَ الْمَلَکُ الْمُوَکَّلُ بِہٖ آمِیْن وَلَکَ بِمِثْلٍ۔ رواہ مسلم۔ کتاب الدعوات من المشکاۃ۔ عطار الرحمٰن کو اللہ نے شفا دی۔

شیعانِ علی

ارباب جان محمد کا واقعہ "ایک خاص کیفیت" کے تحت معمولات میں گزر چکا ہے۔ انہی دنوں کوئٹہ میں محرم کی دسویں شب کو ایک ہزارہ نوحہ خوانی اور سینہ کوبی کرتا ہوا مر گیا۔ جب آپ تفریح کے واسطے بگھی میں روانہ ہوئے تو ہم بھائیوں میں سے کسی نے آپ سے اس کا ذکر کیا۔ تھوڑی دیر آپ خاموش رہے اور پھر فرمایا۔ اس کو بُرا نہ کہو۔ اگر اُس نے اہلِ بیتِ اطہار۔ رِضْوَانُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْنَ۔ کی محبت میں یہ کام کیا ہے تو کچھ بعید نہیں کہ اللہ کی رحمت اس کے شاملِ حال ہو"۔

جن دنوں آپ کا قیام میرٹھ میں تھا۔ چند ایرانی آپ سے ملنے آئے۔ وہ سب شیعہ تھے آپ سے مل کر بہت خوش ہوئے۔ آپ کی کوٹھی کے قریب انھوں نے قیام کیا تھا۔ اتفاق سے اُن کی اشرفیاں گم ہو گئیں۔ ہر چند تلاش کی لیکن دستیاب نہ ہوئیں۔ انھوں نے نیت کی کہ خدایا اگر یہ اشرفیاں مل گئیں تو ہم حضرت صاحب کی خدمت میں کچھ پیش کریں گے۔ صبح کو وہ اشرفیاں مل گئیں۔ اور وہ نذر لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے عذر کیا۔ اور جب آپ کو معلوم ہو گیا کہ وہ حضرات صحابہ کو بُرا نہیں کہتے بلکہ تفضیلیہ فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں تو آپ نے ان کی نذر قبول فرمالی۔

ایران کے ایک مجتہد سید جُبّہ پہنے آپ کی خدمت میں ایران سے آئے۔ جو خیال لے کر اور جو تعریف سُن کر آئے تھے اس سے کہیں زیادہ آپ کو پایا اور۔ شنیدہ کے بُود مانند دیدہ۔ کی حقیقت اُن پر واضح ہوئی۔ کئی دن تک برابر آتے رہے۔ اور بالآخر آپ کی مریدی کا اظہار کیا۔ انھوں نے صاف الفاظ میں کہا کہ میں شیعہ ہوں اور قلب کی طہارت وصفائی کے لئے آپ سے بیعت ہونا چاہتا ہوں۔ آپ نے اُن سے اقرار لیا کہ وہ حضرات صحابہ میں سے رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کسی کو بُرا نہیں کہیں گے اور ان کو سلسلۂ عالیہ میں داخل کر لیا۔

مولوی بخش اللہ کی کتاب

مولوی بخش اللہ چھتہ لال میاں۔ دلی میں رہتے تھے۔ آپ کے جان نثار اور قدیم مخلصوں میں سے تھے۔ جو

واقعہ اُن کے سامنے پیش آتا تھا اس کو لکھ لیا کرتے تھے۔ حضرت سیدی الوالد قدس سرہ کی وفات کے بعد انھوں نے باوجود تنگدستی و قرضداری و کم فرصتی کے آپ کے حالات زندگی لکھے۔ اس میں جو واقعہ اپنا چشم دید لکھا ہے وہ درست ہے اور جو سماعی ہے وہ از قسم رطب و یابس ہے۔ وہ خود بھی صفحہ ۲۵۹ پر اس کا اظہار کر رہے ہیں۔ اور اسی وجہ سے حضرت برادر کلاں اور قدیم برادرانِ طریقت نے اس کو پسند نہ کیا۔ بنا بریں اس کی اشاعت نہ ہوئی اور نہ وہ اس کا دوسرا حصہ چھپوا سکے جیسا کہ اُن کا ارادہ تھا۔ پنجشنبہ ۲۷ صفر ۱۳۷۳ھ مطابق ۵ نومبر ۱۹۵۳ء دن کے ساڑھے نو بجے رحلت کر گئے۔ رحمہ اللہ و حشرہ مع من احبہ۔

چوں وے از محبانِ آں حضرت است　　زما ہر نمط لائق مدحت است

وہ صفحہ ۴۰ پر لکھتے ہیں "جو ایک دفعہ اس آستانہ علیہ میں داخل ہو گیا اس نے وہ حظ اٹھایا کہ پھر مر کر ہی نکلا۔ حالت یہ تھی کہ جب کسی کو اس کی بداعمالی پر تنبیہ ہوتی اور نفس کی انانیت سے مغلوب ہو کر دل میں خیال کرتا کہ کل میں نہیں آؤں گا۔ مگر دوسرے دن پھر کشش ہوتی، آتا اور پھر آتا۔ ہر چند دھتکارتے مگر وہ شخص آتا اور پھر آتا۔ جس کی یہ حالت ہوئی سمجھ لو کہ اُس کو کچھ مل گیا۔ اور جو بگڑ کر چل دیا محروم رہا۔ اور یہ حالت وسوسے کی کسی نازک مزاج ہندوستانی کو ہی ہوتی تھی۔ افغان طالبانِ حق اس بیہودہ خیال سے بالاتر تھے۔ ہم نے تو یہی دیکھا ہے کہ وہ آستانے پر ہی پڑے ہوئے ہیں۔ کسی یورپین سیاح نے حضرت خواجہ غریب نواز اجمیری رح کی شان عالی میں کہا ہے کہ ہندوستان میں ایک بزرگ اپنے مزار کے اندر سے لوگوں کے دلوں پر حکومت کر رہے ہیں۔ وہ سیاح اگر حضرت سے ملتے اور یہ حالت دیکھتے تو بے اختیار بول اٹھتے کہ آپ بھی ایک پیر ہیں جو افغانوں کے دلوں پر حکومت کرتے ہیں۔ اور افغانی قوم آپ کی گویا غلام ہے۔ یہ گمان غالب ہے کہ اگر دیگر مشائخ زمانہ اپنے مریدوں پر حضور کے جلال کا دسواں بھی ظاہر کریں تو سب مرید کبوتر بن کر اڑ جائیں مگر یہ کمال بفضل خدا حضرت ہی کو حاصل تھا کہ خدام باوجود سخت و سست سننے کے اپنی جگہ پر جمے رہے اور آپ ہی کا کلمہ پڑھتے رہے۔ اگر حضرت فقیر تھے تو بادشاہ بھی تھے اور اگر بادشاہ

تھے تو فقیر بھی تھے۔ دونوں صفتیں بہ درجۂ کمال آپ میں جمع تھیں جن کو دیکھ کر حضرت یوسف اور حضرت سلیمان علیٰ نبینا و علیہما الصلاۃ والسلام کا زمانہ بے دیکھے یاد آجاتا تھا۔ الخ

بلبل گلزار خیر

حافظ منیر الدین منیر کا ذکر معمولات کے آخر میں گزر چکا ہے، وہ مولوی بخش اللہ کے رفیق و ہمسایہ تھے۔ انھوں نے اپنے پیر و مرشد کو یہ قصیدہ سنایا تھا۔

اس قصیدے میں آپ کے اُن اوصاف و محاسن کا ذکر ہے، جو کہ اثر انعامات و اکرامات الٰہیہ ہیں اور حضرت حق نے آپ کو عطا فرمائے ہیں۔

الوالخیر دو عالم تاجدارِ اصفیا تم ہو — وقارِ صوفیا، شانِ گروہ اولیا تم ہو
ہماری آرزو تم ہو، ہمارے مدعا تم ہو — ہمارے یوسفِ ثانی، ہمارے دلربا تم ہو
کوئی دیکھے ہماری آنکھ سے تم کو کہ کیا تم ہو — سکونِ جان و دل ہو قرۃ عینِ ضیا تم ہو
تمہیں چشمِ حقیقت بیں سے جو دیکھے تو کچھ سوجھے — تماشائے جہاں ہو قدرتِ ربّ العلا تم ہو
نہیں موجود تم جس بزم میں دل کیا لگے اس میں — وہی مجلس ہے اک مجلس جہاں رونق فزا تم ہو
جہاں تم ہو وہیں ہم ہیں جہاں ہم ہیں وہیں ہو تم — تمہارا اک پتا ہم ہیں ہمارا اک پتا تم ہو
علالت آپ کی فرقت ہے، قربت آپ کی صحت — انوکھی بات ہے تم ہیں مرض تم ہو دوا تم ہو
جہاں ہو ذکر کی محفل نہ داخل ہو کوئی شیطاں — وہاں یا تم ہو یا ہم ہوں فقط یا ہم ہوں یا تم ہو
جسے سیراب کر دو تم حیاتِ جاوداں پائے — اثر اس میں کہاں یہ چشمۂ آبِ بقا تم ہو
جسے تم دیکھ لو چشمِ عنایت سے بنے کندن — نہ کیوں پھر قلزمِ عرفاں کے دُرِّ بے بہا تم ہو
فرشتوں نے ندا دی ہے قبولِ حق ہوئے حضرت — نہ ہو مقبولِ خلقت کیوں کہ مقبولِ خدا تم ہو
تا آلِ عرض ابراہیمؑ ہے ذاتِ رسولِؐ اللہ — زہے نسبت کہ اپنے جد کے انجامِ دعا تم ہو
عجم میں آپ کی شہرت عرب میں آپ کا چرچا — خدا کے فضل سے گھر بیٹھے بیٹھے جابجا تم ہو
جہاں تم جاتے ہو رہتا نہیں شر اس جگہ باقی — سرِ یا خیر، اسمِ با مسمّیٰ، مرحبا تم ہو
یہ مانا واقفیت کی ضرورت ہے زمانے میں — اسے کیا فکر جس کے منزلِ مقصد نما تم ہو
پتا اس کا چلایا طالبوں نے تم کو جب پایا — یہ کیا کم مرتبہ ہے اس کے گویا نقشِ پا تم ہو
جب آتا ہے کوئی غمگیں تو ہو جاتے ہو تم غمگین — حقیقت میں تمہیں ہمدرد ہو درد آشنا تم ہو

مزا آتا ہے خوش ہونے کا تقریباً بگڑنے میں — کبھی راضی ہو ہم سے تم، کبھی ہم پر خفا تم ہو
قصیدہ یہ سنا جس نے کہا یوں کرکے چار آنکھیں — منیرؔ اس پیر کامل کے عجب مدحت سرا تم ہو

قصیدۂ حافظ

حافظ محمد وزیر خان حافظ ورینہ کلاں دلّی میں رہتے تھے۔ استاد غلام رسول ویراں کے شاگرد تھے اور ان کے ساتھ ہی ۱۲۹۹ھ میں بیعت ہوئے تھے انھوں نے آپ کی خدمت میں یہ قصیدہ لکھ کر ۱۳۲۷ھ میں کوسٹہ ارسال کیا تھا۔

تعالی اللہ کیسا مرتبہ ہے میرے مرشد کا — ملائک کی زبان پر تذکرہ ہے میرے مرشد کا
بھر افضلِ الٰہی سے ہے خلقِ احمدی اُن میں — فقیری میں وہیں سے سلسلہ ہے میرے مرشد کا
ولی اللہ کہہ دینا تو ہے اک بات معمولی — کہ اس سے بھی کہیں درجہ سوا ہے میرے مرشد کا
بجا ہے قطبِ عالم، اک زمانہ گر کہے اُن کو — جہاں میں چار جانب غلغلہ ہے میرے مرشد کا
نمازِ ہشت گانہ ہے، وظائف ہیں، تلاوت ہے — شبانہ روز یہ ہی مشغلہ ہے میرے مرشد کا
نہیں تاب بشر جو اس جلالی آنکھ کو دیکھے — اجنّہ ڈرتے ہیں وہ دبدبہ ہے میرے مرشد کا
بہ ظاہر چھوڑ کر خدّام کو گرچہ گئے کوئٹے — مگر باطن میں سب پر پرتوا ہے میرے مرشد کا
مرے دل میں سمائے ہیں مری آنکھوں میں بستے ہیں — تصور میں مرے نقشہ جما ہے میرے مرشد کا
بتا دیتا ہوں مولانا ابوالخیر اس کو اے حافظؔ — جو نام پاک کوئی پوچھتا ہے میرے مرشد کا

مولوی اکرام الحق کی نذرِ عقیدت

مولوی اکرام الحق حضرت استادی مولانا مولوی محمد عمر رحمہ اللہ کے خلیفہ اور ابن العم ہیں اور محلہ ندا پور گھوسی ضلع اعظم گڑھ میں رہتے ہیں۔ انھوں نے یہ نظم ارسال کی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے مرشد[۱] کے محبوب مرشد گرامی — ابوالخیر غوّاص بحرِ معانی
حریم ولایت کے شمع جمالی — گلستانِ عرفاں کے گل بے مثالی

کرم کی نظر ہو غلاموں پہ آقا
بڑی خوبیوں سے خدا نے نوازا

[۱] مرشد اول سے مراد حضرت استادی اور مرشد دوم سے مراد حضرت سیدی الوالدیؒ قدس سرہما۔

نبیِ مکرّم کے تم ہو فدائی　　مجسّم صفا ہو، کہ بدر المعالی
خدا کے پیارے خدا میں ہو فانی　　خدا نے تمہیں شان بخشی نرالی

کرم کی نظر ہو غلاموں پہ آقا
بڑی رحمتوں سے خدا نے نوازا

صداقت کے جوہر ہو صدیقِ دوراں　　عمر کے خلف ہو جلالت یہ داماں
غنی کی سخاوت کے ہو ابرِ باراں　　علی کی ولایت کے خورشیدِ تاباں

کرم کی نظر ہو غلاموں پہ آقا
بڑی برکتوں سے خدا نے نوازا

تری ضوفشانی سے دنیا ہے روشن　　تری پاک نسبت ہے خوشبوئے گلشن
تری ذاتِ اقدس ہے عرفاں کا مخزن　　ہے صحرائے وحدت ترا پاک مسکن

کرم کی نظر ہو غلاموں پہ آقا
بڑی رفعتوں سے خدا نے نوازا

نمونہ صحابہ کے، قطبِ زمانہ　　مبارک زمانے میں اپنے یگانہ
تھے اعمال تیرے سبھی مخلصانہ　　عجب تیرے ارشاد ہیں عارفانہ

کرم کی نظر ہو غلاموں پہ آقا
بڑی نعمتوں سے خدا نے نوازا

نمازیں تمہاری نیازیں تھیں آقا　　رواں نورِ قرآں کا ہوتا تھا دریا
خدا سے شرف ہمکلامی کا ہوتا　　حضوری کا ہر مقتدی ذوق پاتا

کرم کی نظر ہو غلاموں پہ آقا
بڑی عظمتوں سے خدا نے نوازا

کوئی بحرِ انوار میں تیرتا تھا　　کوئی محو و بیخود بنا بس کھڑا تھا
کوئی ذاتِ حق میں سراپا فنا تھا　　کوئی لطف احسان کا لوٹتا تھا

کرم کی نظر ہو غلاموں پہ آقا

بڑی قربتوں سے خدا نے نوازا

عجب بارگہ تھی عجب وہ مکاں تھا　　بڑا روح پرور وہاں کا سماں تھا
جہاں نورِ وحدت کا دریا رواں تھا　　خدا و نبی کا وہاں پر نشاں تھا

کرم کی نظر ہو غلاموں پہ آقا
بڑی زینتوں سے خدا نے نوازا

کبھی زجر و توبیخ سے تم ڈراتے　　کبھی ضرب و اخراج سے تم رُلاتے
کبھی لطف بہیم کو تم کام لاتے　　غرض ہر طرح سے تھے کُندن بناتے

کرم کی نظر ہو غلاموں پہ آقا
بڑی حکمتوں سے خدا نے نوازا

کہاں ایسے مرشد کہاں ایسے آقا　　زمانہ ہے خالی، نہیں آپ جیسا
ہزاروں ہی مُردہ دِلوں کو جلایا　　بہت غافلوں کو خدا سے ملایا

کرم کی نظر ہو غلاموں پہ آقا
بڑی قوّتوں سے خدا نے نوازا

سگِ آستانہ ہے اکرام بے کس　　نہیں کوئی ہمدم نہیں کوئی مونس
نہیں کچھ بھی ساماں سراسر ہے بے بس　　بھروسا خدا کا ہے تیری نظر بس

کرم کی نظر ہو غلاموں پہ آقا
بڑی خوبیوں سے خدا نے نوازا

نذرِ شمس

محمد شمس الضحیٰ شمس ذبیحی بنارسی حضرت استاذی مولانا محمد عمر سے بیعت ہیں۔ انھوں نے یہ قصیدہ ارسال کیا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ غنی منزلِ عرفانِ ابوالخیر　　اے صَلِّ علیٰ صَلِّ علیٰ شانِ ابوالخیر
دیکھے تو کوئی سوئے گلستانِ ابوالخیر　　جنّت نظر آتی ہے یہ دامانِ ابوالخیر
بے خیر ہیں بے خیر، حریفانِ ابوالخیر　　باخیر ہیں باخیر، محبانِ ابوالخیر

اک پل میں سنبھل جائیں مریضانِ ابوالخیر — دے دے جو ہوا جنبش دامانِ ابوالخیر

قسمت سے ہے اک ہاتھ میں دامانِ محمدؐ — اک ہاتھ میں ہی خیر سے دامانِ ابوالخیر

ہو جائے مرا خواب میں بیدار مقدّر — دکھلا دے خدا یا رخِ تابانِ ابوالخیر

ہے ناز بجا دامنِ مرشد کی بدولت — ہم کو بھی ملی دولت دامانِ ابوالخیر

سیراب زمانہ ہو نہ کیوں جب ہوا ہر سو — دہلی سے رواں چشمۂ فیضانِ ابوالخیر

ہوں تشنہ لب اک جام عنایت ہو ادھر بھی — اے ساقیِ میخانۂ عرفانِ ابوالخیر

تھا ذرّۂ ناچیز مگر شمسؔ بنا ہے — از فیض حضور اور بہ فیضانِ ابوالخیر

بے شُبہ ترے سب ابھی دُھل جائیں معاصی
اے شمسؔ برس جائے جو بارانِ ابوالخیر

ملفوظات

آپ کے مبارک اقوال اور ملفوظات کو، بجز حاجی رضا للہیری کے کسی نے جمع نہیں کیا۔ حاجی رضا نے پندرہ سال تک قاعدہ کے ساتھ ہر سال میں چھ ماہ آپ کی خدمت کی۔ وہ اُمّی تھے لکھنا پڑھنا نہیں آتا تھا۔ بڑی مشکل سے انھوں نے اَلِف سے یے کریا تک حروف مفردہ کا لکھنا سیکھ لیا تھا اور حرکات کو بھی پہچاننے لگے تھے، یہ محنت انھوں نے صرف اس واسطے کی تھی کہ جو کچھ اپنے پیر و مرشد سے سنیں اس کو قلمبند کرلیں۔ چنانچہ ہر سال بڑی تقطیع کا ایک موٹا رجسٹر خریدتے تھے اور اس میں مسموعات کو لکھتے تھے۔ ان کی تحریر کو کوئی دوسرا شخص نہیں پڑھ سکتا تھا۔ البتہ حضرت برادر کلاں کو محاورہ ہوگیا تھا، وہ پڑھ لیا کرتے تھے۔ یہ عاجز بھی بہ دقت کچھ پڑھ لیتا تھا۔ یہ چودہ پندرہ رجسٹر ان کے وطن میں آخیر وقت تک اُن کی تسکین قلب کا ذریعہ بنے رہے۔ وہ باقاعدہ ان کو پڑھا کرتے تھے اگر وہ رجسٹر اس وقت موجود ہوتے تو کام کی بہت سی باتیں معلوم ہوتیں۔ اس عاجز نے جو کچھ اپنی بیاضوں پر لکھا ہے اسی کو نقل کرتا ہے۔ وَاللّٰہُ وَلِیُّ التَّوفِیق۔

۱- فرمایا کہ جسم کی صحت کا مدار تین چیزوں پر ہے۔ اچھی غذا، مادۂ فاسدہ سے جسم کا پاک ہونا اور نقصان دہ اشیا سے پرہیز۔ اسی طرح قلب کی صحت کا مدار تین چیزوں پر ہے اول نیک اعمال جو دل کی غذا ہیں، دوم اخلاق رذیلہ بغض و کبر وغیرہ سے پاک ہونا جو بمنزلہ مادۂ فاسدہ کے ہیں اور سوم گناہوں سے اجتناب۔

۲- غلام اکبر پانی پت میں حضرت قلندر کے مزار پر حاضر ہوئے اور ان سے کابل کی ترقی کے واسطے عرض کیا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ کل آنا۔ اور دوسرے دن غلام اکبر سے فرمایا۔ اِن شاء اللہ ترقی ہوگی۔ جب غلام اکبر نے آپ سے یہ عرض کیا تو آپ نے فرمایا۔ جب امام مہدی آئیں گے۔ اور پھر غلام اکبر سے کہا کیا قلندر صاحب نے یہ قید نہیں لگائی تھی۔ آپ کے اس ارشاد پر غلام اکبر پر ایک کیفیت طاری ہوگئی۔ دائرہ قیل و قال سے دائرہ جذب و احوال

میں پہنچ گئے اور بات یہیں رہ گئی۔

۳۔ غلام اکبر موضع حصار شادمان گئے وہاں حضرت یعقوب چرخی کے مزار شریف پر حاضر ہوئے۔ حضرت نے ان کو اَللّٰہُ الصَّمَدُ پڑھنے کو کہا۔ وہ جب آپ کی خدمت میں آئے اپنا مکشوف آپ سے بیان کیا۔ آپ نے فرمایا جاؤ مجر شریف میں حضرات سے دریافت کرو۔ حضرات کرام نے بھی یہی ارشاد کیا۔ پھر آپ نے فرمایا۔ اس کی یہ تعبیر ہے کہ تم سورۂ اخلاص پڑھا کرو۔

۴۔ منشی عبدالرحیم خاں کا جنازہ خانقاہ شریف لائے۔ آپ پندرہ بیس منٹ تک تشریف فرما رہے اور ان کا جنازہ رکھا رہا۔ پھر آپ نے نماز پڑھانے سے پہلے فرمایا۔ یہ تاخیر کرنی منشی صاحب کے واسطے بہتر تھی۔

۵۔ فضل عمر کے مزار پر آپ گئے۔ اور آپ نے فرمایا دیکھو ہمارے فضل عمر کی قبر کے ہر ذرہ سے اَللّٰہ، اَللّٰہ، کی آواز آ رہی ہے۔

۶۔ مولانا رشید احمد گنگوہی کے انتقال کی خبر سن کر فرمایا" یہ وہ زخم ہے جس کا مرہم نہیں"

۷۔ مولانا رشید احمد کے صاحبزادے آپ سے ملنے آئے۔ آپ ان سے بہ محبت ملے۔ سب حاضرین کو شیر چائے پلائی اور آخر میں فرمایا" مولوی صاحب ہمارے دوست تھے اور ہم ان کے دوست۔"

۸۔ کسی نے علماء دیوبند کی کچھ شکایت کی۔ آپ نے فرمایا" مگر یہ لوگ ہیں اہل علم۔"

۹۔ کسی نے مولوی محمد ابراہیم اور مولانا کرامت اللہ خاں کے اختلافات کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا" میاں ان پرانی ہانڈیوں کو آپس میں ٹکرا کر کیوں توڑتے ہو۔ پھر تم کو ایسے لوگ کبھی نہ ملیں گے۔"

۱۰۔ سلطان عبدالحمید خان کی معزولی کے وقت آپ نے سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ ادھر ادھر پھر رہے ہیں۔ جیسے کہ آپ کو رنج ہو۔ آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا۔ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فِدَاکَ رُوْحِی۔ ملال خاطر کا کیا

سبب ہے۔ ارشاد فرمایا۔" آج عبدالحمید خان کو تخت سے اتار دیا گیا اور ہم کو اس کا صدمہ ہوا۔" اس خواب کو بیان کر کے فرمایا۔" اُن جیسا متقی سلطان اس صدی میں کوئی نہیں ہوا۔ ہم بہ قسم کہہ سکتے ہیں کہ شراب پینی درکنار انھوں نے اس کو چھوا تک نہیں۔ وہ ہمدرد قوم اور خیر خواہِ ملت، متقی اور علم دوست تھے۔ ہمارے استاد حضرت مولانا رحمت اللہ کو انھوں نے بلایا۔ ان کی بہت خاطر کی۔ اُن کے واسطے اپنے ہاتھ سے جاے نماز بچھاتے اور کھانے پر کہتے۔ بابا یہ تو کھاؤ۔ آپ نے یہ چیز تو کھائی نہیں۔ پھر آپ نے فرمایا۔ آج سے ترکی قوم تباہی کے غار میں جارہی ہے۔

۱۱۔ ۱۳۳۶ھ مطابق ۱۹۱۸ء میں سلطان عبدالحمید خان کی وفات ہوئی ــــ حاجی منیرالدین نے آپ کو یہ تاریخیں سنائیں۔

چل بسے آہ اس جہاں سے منیر — والیِ روم حکمراں افسوس
سرِ دردِ جگر سے سن تاریخ — شہ عبدالحمید خاں افسوس

۱۳۳۶ھ

ایضاً

ہائے سلطان المعظم حضرت عبدالحمید — چل دیئے دنیا سے رنج و غم اٹھا کر بے شمار
کیا اداسی چھا رہی ہے آج استنبول پر — آہ قسطنطنیہ کی وہ کیا ہوئی اگلی بہار
جب ہوئے معزول وہ رُوحِ نبی کو غم ہوا — اس سے بڑھ کر اور کیا ثابت کروں اُن کا وقار
اولیائے وقت تھے تعریف میں طب اللسان — شان میں لکھے بزرگوں نے قصیدے شاندار
جب نہیں اگلوں میں اُن کا دُور تک مثل و نظیر — بعد میں کیا ہوگا کوئی ایسا شاہِ نامدار
ہلتا گر ابرو تو پھر خنجر کے جوہر دیکھتے — خون کی نہروں سے ہوتا روم سارا لالہ زار
جانتے ہیں سب یہ مضمون کوئی پوشیدہ نہیں — کس طرح اس نے دیا اپنے زمانے کو گزار
حسنِ عقل و فہم و شانِ قابلیت دیکھنا — اُس نے ہونے ہی دیا فتنہ نہ کوئی آشکار
انہ سرِ جنت تو سال عیسوی بھی سن منیر — اُٹھ گیا دنیا سے ٹرکی کا انوکھا تاجدار

۱۹۱۸ء

اس تاریخ کو سُن کر آپ پر جذب کی کیفیت طاری ہوئی۔ منیرالدین کو شاباشی دیتے ہوئے ایسی توجہ دی کہ وہ چیخ مار کر لوٹنے لگے۔ اور پھر آپ نے منیرالدین کے متعلق فرمایا " آخر تربیت یافتہ تو ہے "۔ یعنی نسبت شریفہ اور حلاوتِ باطنی کی لذت پا چکے ہیں۔

۱۲۔ فرمایا۔ پانچ افراد کی صحبت سے اجتناب کرو۔ عورت۔ امرد۔ امیر۔ بدبختی۔ فاسق

۱۳۔ مولانا سیف الرحمٰن نے منشی احمد حسین سے کہا کہ پیر کی محبت اور ان کے رضامند ہوجانے سے اُن کے قلب کا عکس پڑتا ہے اور کام بن جاتا ہے۔ یہ خیال منشی احمد حسین کے دل میں جم گیا۔ وہ بیان کرتے تھے کہ جب میں آپ کی خدمت میں آیا۔ آپ نے فرمایا " احمد حسین خالی محبت سے کام نہیں چلتا عمل کی ضرورت ہے۔ پیر تو سہارا ہوتا ہے جیسے اندھے کے لئے لکڑی سہارا ہوتی ہے "۔

۱۴۔ منشی احمد حسین نے اپنے گھر میں وظیفہ شریفہ سے فارغ ہوکر اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ مجھ پر میرے پیر کو مہربان کردے۔ اور پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے ان کو دیکھ کر محبت سے فرمایا " آؤ میاں احمد حسین "۔

۱۵۔ منشی احمد حسین نے خیال کیا کہ وظیفہ قلبی کے ناغہ ہونے سے بے مزگی پیدا ہوتی ہے اور وظیفہ لسانی کے ناغہ ہونے سے یہ بات نہیں ہوتی۔ جب وہ آپ کی خدمت میں پہنچے تو آپ نے فرمایا " احمد حسین تم کچھ آیتیں پڑھتے ہو "۔ انھوں نے کہا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا " سناؤ "۔ چنانچہ احمد حسین نے کچھ پڑھا۔ آپ سبحان اللہ، سبحان اللہ اور واہ واہ فرماتے رہے۔ احمد حسین کہتے تھے کہ آپ نے اس طرح میرے وسوسہ کو نکال دیا۔

۱۶۔ ایک دن مولوی بخش اللہ سے فرمایا۔ اب تو دل میں کوئی آرزو باقی نہیں ؟ مولوی بخش اللہ نے کہا۔ صرف ایک آرزو ہے کہ رہائش کا ذاتی مکان ہوجائے۔ آپ نے فرمایا۔ " اچھا اگر دیوار کی آرزو کیا۔ جس کو کتا بھی پھلانگ جاتا ہے "۔ مولوی بخش اللہ کا ذاتی مکان آخر وقت تک نہ ہوا۔ رحمۃ اللہ۔

۱۷۔ ایک شخص نے درود تاج کے متعلق دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا۔ دیکھو ہم چائے پی رہے ہیں (آپ اس وقت فی الواقع چائے پی رہے تھے) اور ایک پیالی بھر کر تم کو دیدیں

تو ہم نے تمہارا کام کیا اور خادم ہوئے۔ اگر تم۔ وجبریل خادمہ۔ سے یہ معنی مراد لیتے ہو تو اس میں قباحت نہیں اور اگر خادم سے مراد نوکر چاکر ہے۔ تو یہ بری بات ہے۔ ملائکہ مکرم ہیں، ہم ان پر ایمان لائے ہیں۔ ان کی اہانت کرنی کفر ہے۔ اور تم۔ دافع البلاء والوبار والقحط والمرض والالم۔ سے اگر یہ سمجھے کہ آپ کی ولادت باسعادت سے وہ قحط و بیماری وغیرہ جو اس وقت تھی اللہ تعالیٰ نے رفع کردی تو ٹھیک ہے۔ اور اگر یہ سمجھتے ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان تکالیف کو دور کرتے ہیں تو یہ ٹھیک نہیں۔ آپ کی برکت اور آپ کی دعا سے اللہ تعالیٰ تکالیف کو دور کرتا ہے۔

۱۸۔ ایک شخص نے بعض افراد کے نام لے کر کہا کہ وہ قیام نہیں کرتے۔ آپ نے فرمایا ہم اپنے ذوق و محبت میں قیام کرتے ہیں۔ اگر کسی کو ذوق و محبت نہ ہو اور وہ قیام نہ کرے، تو تمہاری ناک تو نہیں کٹتی۔ تم ان سے کیوں تعرض کرتے ہو۔

۱۹۔ ایک شخص نے کہا حضور آپ قیام کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا "ہمارا دل خوش ہوتا ہے ہم قیام کرتے ہیں۔ تمہارا دل خوش نہیں ہوتا، تم لیٹ جاؤ، تم سے کون کہتا ہے کہ قیام کرو۔"

۲۰۔ فرمایا:۔ یہ انحطاط کا زمانہ ہے۔ ایمان کا محفوظ رکھنا جلتے ہوئے کوئلہ کو ہاتھ میں لینے کی طرح ہے۔ پہلے لوگ ریاضتیں اور چلہ کشی کرتے تھے۔ اب فرض خدا پر قائم رہنا اور حرام خدا سے بچنا اور مخلوق خدا کے ساتھ صحیح معاملہ رکھنا موجب نجات ہے۔

۲۱۔ ایک شخص نے پوچھا۔ کیا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم میلاد شریف کی محفل میں تشریف لاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ آفتاب اپنی جگہ پر رہتا ہے۔ اس کی شعاعیں چاروں طرف پھیلتی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار اہل نسبت کے دلوں پر وارد ہوتے ہیں۔

۲۲۔ آپ نے فرمایا۔ اہل حال کے لئے قیام کرنا مستحسن ہے۔

۲۳۔ ملا گل محمد مشہور بہ ملا گل خانقاہ شریف میں بیٹھے اللہ کی یاد کر رہے تھے۔ آپ ان کے پاس تشریف لائے۔ اور دریافت فرمایا۔ ملا گل۔ کیا حال ہے۔ انہوں نے کہا کہ خانقاہ شریف میں داخل ہوتے ہی محو تجلیات ہو جاتا ہوں۔ مجھ کو اپنی بھی خبر نہیں رہتی۔

آپ نے فرمایا۔ ملا گل اگر خانقاہ شریف میں یہ بات حاصل ہوئی تو کیا بڑی بات ہوئی، اگر چاوڑی بازار میں (دلی میں طوائفوں کا بازار) سے گزرتے وقت یہ کیفیت رہے تو کمال ہے۔

۲۴۔ ملا حاجی گل کی وفات ہوئی۔ آپ کو رنج ہوا اور فرمایا۔

امروز گر از رفتہ عزیزاں خبرے نیست فرداست دریں بزم زما ہم اثرے نیست

۲۵۔ آپ نے ملا گل اور ملا حاجی گل کے واسطے لحاف بنوائے۔ منشی احمد حسین شال اوڑھے ہوئے تھے۔ لحاف لے کر آپ کے پاس آئے۔ آپ کو کھول کر دکھا رہے تھے۔ آپ نے فرمایا۔ احمد حسین تم جانتے ہو کہ یہ لحاف ملا گل اور حاجی گل کے واسطے بنوائے ہیں اور تم ان کو اس طرح بے خیالی سے زمین پر پھیلا رہے ہو۔ ادب کرو۔ احمد حسین نے اپنا شال بچھایا۔ اور ان پر لحاف رکھے۔ آپ خوش ہوئے اور ان کو دعا دی۔

۲۶۔ مولوی سعید احمد نے آپ سے کچھ کہا۔ آپ نے فرمایا "زور سے بات کرو تاکہ سمجھ میں آئے" انھوں نے کہا۔ حضور کے خوف سے آواز نہیں نکلتی۔ ارشاد کیا "اُس سے ڈرو جو میرا اور تیرا، دونوں کا، پکڑنے والا ہے"

۲۷۔ کسی نے دریافت کیا۔ کیا کوئی شخص کسی کامل کی توجہ لئے بغیر ولی ہو سکتا ہے آپ نے فرمایا۔ کیوں نہیں۔ اور آپ نے حضرت ابن عباسؓ کے مزار شریف پر حاضر ہونے کا واقعہ بیان فرمایا۔ جس کو ذکر خیر میں یہ عاجز لکھ چکا ہے۔ اور ارشاد کیا۔ جب ہم نماز پڑھا کر باہر نکلے تو ایک سفید ریش افغانی وضع کا میرے پاس آیا اس نے کہا۔ اگر آپ ناراض نہ ہوں تو کچھ عرض کروں۔ میں نے کہا۔ حق بات سے دل ملول نہیں ہوتا۔ اس نے کہا۔ تکبیر افتتاح کے وقت آپ کندھوں کے محاذات تک ہاتھوں کو لے جاتے ہیں آپ اگر آپ کان کی لو تک ہاتھ لے جایا کریں تو بہتر ہو۔ اللہ نے آپ کو مقتدا بنایا ہے۔ لوگ آپ کی پیروی کریں گے۔ یہ بیان کر کے آپ نے فرمایا۔ جب بھی تکبیر تحریمہ کے لئے ہاتھ اٹھاتا ہوں اس شخص کی صورت سامنے آجاتی ہے۔ اگر وہ شخص اللہ کا ولی نہ ہوتا تو اس کا خیال کیوں آتا۔

۲۸۔ سی، آئی، ڈی کا افسر آپ کے پاس سے نا کام لوٹا اور آپ رامپور میں نظر بند

ہوئے۔ حکومت کے اشارے پر کسی نے آخوندجی شاہ محمد عمر اور مفتی مظہر اللہ امام فتحپوری کے نام سے فتویٰ شائع کر دیا کہ انگریزوں کی فوج میں نوکری کرنی جائز ہے۔ جب آپ کوئٹہ سے دلی آئے تو مفتی مظہر اللہ صاحب آپ سے ملے اور آپ سے اس جعلی فتویٰ کا ذکر کیا۔ آپ نے تبسم فرمایا اور ارشاد کیا۔ مفتی مظہر۔ تم دونوں اچھے رہے۔ مفتی صاحب نے کہا۔ کیا ہم اس کا رد لکھیں۔ آپ نے فرمایا۔ اس کی کیا ضرورت ہے تم دونوں طرف سے اچھے رہے۔

۲۹۔ حاجی حافظ محمد اسماعیل پسر جیون بخش حزب البحر پڑھا کرتے تھے آپ نے ان سے فرمایا۔ یہ دعا حضرت شاذلی رح نے لکھی ہے مبارک دعا ہے۔ اس میں آیات شریفہ اور ادعیہ ماثورہ بھی ہیں۔ اگر تم صرف اللہ کی رضامندی کے لئے پڑھو گے اور اس کے ضمن میں تم کو فتوحات دنیویہ ہو جائیں تو مضائقہ نہیں ہے اور اگر دنیوی مقاصد سے پڑھو گے تو ثواب سے محروم رہو گے۔

یہ عاجز کہتا ہے کہ "لواقح الانوار القدسیہ" میں شعرانی رح نے مسند امام حنبل کی یہ حدیث شریف نقل کی ہے: "مَنْ عَمِلَ مِنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ عَمَلَ الْاٰخِرَةِ لِلدُّنْيَا فَلَيْسَ لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَصِيْبٍ" آپ نے اس مبارک حدیث کے مضمون سے ان کو آگاہ کر دیا۔

۳۰۔ آپ روشن آرا باغ میں مصروف یاد الٰہی تھے۔ ملا حبیب اللہ کچھ فاصلہ پر بیٹھے تھے۔ ایک شخص ڈاڑھی مونچھ صاف آپ کی طرف چلا۔ ملا حبیب اللہ نے اس کو روکا۔ وہ چلا کر بولا۔ میں جاؤں گا۔ آپ نے آنکھیں کھولیں اور اس شخص کو دیکھ کر ملا حبیب اللہ سے فرمایا۔ ملا حبیب اللہ۔ ان کو آنے دو ورنہ یہ پردہ فاش کر دیں گے۔ چنانچہ وہ آپ کی خدمت میں پہنچے۔ اور آپ نے دست شفقت ان کے سر پر پھیرا اور وہ سلام کر کے روانہ ہو گئے۔

۳۱۔ آپ کے سامنے ایک بدعقیدہ آ کر کھڑا ہوا۔ آپ نے حاجی ملا احمد خاں سے فرمایا۔ بے نمازی سے ہم کو اتنی تکلیف نہیں ہوتی جتنی بدعقیدہ شخص سے ہوتی ہے۔ جاؤ اس کو ہمارے سامنے سے ہٹا دو۔

۳۲۔ سید احمد حسین انوپ شہر کے رہنے والے حضرت روشن چراغ دلی آپ کے ساتھ گئے۔ وہاں کے فیوضات و برکات سے خوب مستفید اور سرشار ہوئے۔ جب حضرت سیدی الوالد وہاں سے روانہ ہوئے تو سید احمد حسین آپ کے پیچھے چل رہے تھے۔ محبت نے

غلبہ کیا اور انھوں نے آپ کے مبارک نقشِ پا کی کچھ خاک اٹھائی۔ گھر جا کر سُرمہ کے ساتھ پیس کر محفوظ کر لیا اور اس کو استعمال کرتے تھے (خدا کے فضل سے کراچی میں باحیات ہیں نوّے سال سے متجاوز ہو چلے ہیں۔ بینائی آنکھوں سے اچھی ہے) اُن سے پونا میں ایک شخص نے کہا۔ میری بینائی زائل ہو رہی ہے۔ ہر چند علاج کیا۔ فائدہ نہ ہوا۔ انھوں نے اُسی مبارک سُرمہ میں سے کچھ اُن کو دیا۔ اللہ کے فضل و کرم سے تھوڑے دنوں میں بینائی پوری طرح عود کر آئی اور وہ سید احمد حسین کو دعائیں دیتے رہے۔

یہ عاجز کہتا ہے۔ امام نووی نے صحیح امام مسلم کی شرح کے۔ باب الرخصۃ فی التخلف عن الجماعۃ لعذر" میں حضرت عُتبان بن مالک کی حدیث کے بیان میں لکھا ہے "وفی حدیث عُتبان ھذا فوائد کثیرۃ منہا انہ یستحب لمن قال سأفعل کذا ان یقول ان شاء اللہ، للآیۃ والحدیث۔ ومنہا التبرک بالصالحین وآثارھم والصلاۃ فی المواضع التی صلوا بہا وطلب التبرک منہم۔ الخ۔ قبض السیّدُ السّعِیدُ قبضۃً من اثر المرشدِ الکامِلِ وانتفع بہا۔ حفظہ اللہ وسلّمہ۔

۳۳۔ سید احمد حسین نے آپ سے دلائل الخیرات حرفاً حرفاً از اوّل تا آخر پڑھی اس دوران میں فیوضات و برکات سے خوب مستفید ہوئے۔ ایک دن آپ کے پاس بیٹھے ہوئے ذکر شریف کر رہے تھے اور محبت سے آپ کے مبارک جسم کو دبا بھی رہے تھے۔ اس دوران میں ان کی آنکھوں سے محبت کے آنسو نکلے آپ کی نظر اُن پر پڑی تو اپنے مبارک ہاتھ سے ان کے قطرات چشم کو صاف کیا۔ سید احمد حسین کے منہ سے بے ساختہ نکلا حضور آپ یہ کیا کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ ہماری عبادت اور نماز سے ایک سید کا فعل بد ہمارے نزدیک بہتر ہے۔ سید احمد حسین نے گھبرا کر کہا حضور یہ کیا فرما رہے ہیں۔ آپ نے ارشاد کیا۔ میں اپنا خیال ظاہر کر رہا ہوں جو میرے دل میں ہے کوئی مسئلہ بیان نہیں کر رہا ہوں۔

یہ عاجز کہتا ہے "وَکَانَ اَبُوْھُمَا صَالِحًا" کی تفسیر میں علمائے اعلام رحمہم اللہ نے فرمایا ہے "قیل انہ ابوھما مباشرۃً وقیل ھو الاب السّابع وقیل العاشر" وھذہ العنایۃ من الرب الرحیم باولاد صالح من الصّالحین فما بال باولاد حبیب ربّ العالمین

بنفسی ھو و باٰبائی و اُمھاتی صلی اللہ علیہ وسلم۔

۳۴۔ مولوی عبدالرشید بلند شہر سے میلاد شریف میں شریک ہونے کے واسطے آئے۔ ان کے ساتھ دو رفیق بھی تھے۔ انھوں نے اپنے رفیقوں سے کہا کہ چلو کھانا کھالیں۔ ابھی یہ لوگ روانہ نہیں ہوئے تھے آپ نے ملا لعل محمد کو ان کے پاس بھیجا۔ کہ کھانے کی فکر نہ کرو۔ ان شاء اللہ تم کو کھانا مل جائے گا۔ تم لوگ وظیفہ شریفہ میں مشغول رہو۔ خود مولوی عبدالرشید نے ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۸۱ھ کو یہ بات اس عاجز سے کہی۔

۳۵۔ آپ کے سامنے ذکر آیا کہ فلاں شہر میں تبرکات ہیں۔ آپ نے فرمایا "میاں خوبی یہ ہے کہ خود تبرک بن جاؤ۔

۳۶۔ آپ نے دعوت کی۔ حکیم اجمل خاں۔ ڈاکٹر مختار احمد انصاری۔ مولانا شوکت علی۔ مولانا محمد علی وغیرہم کھانا کھا رہے تھے۔ کسی نے امیر کابل کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا "ہمارے بغل میں جو امیر بیٹھا ہوا ہے وہ اب تک قابو میں نہیں آیا ہے ہم کابل کے امیر کو کیا کریں۔

۳۷۔ ارشاد کیا۔ تم لوگوں نے پیری مریدی کر رکھی ہے کہ کوئی چشتی ہے کوئی قادری ہے۔ کوئی نقشبندی ہے۔ کوئی سہروردی۔ اگر دل میں ایک خدا کی یاد ہو تو تم سب کچھ ہو ورنہ کچھ بھی نہیں۔

۳۸۔ ایک دن مخلصین کو خطاب کر کے فرمایا۔ اے عزیزو! ہماری تمہاری اطمینان کی ملاقات ان شاء اللہ جنت میں ہوگی۔

۳۹۔ ایک دن فرمایا۔ بچوں کی علالت پر دل میں خیال آتا ہے کہ دعا کروں۔ اس پر ہم کو اپنے مالک تعالیٰ سے شرمندگی ہوتی ہے۔

۴۰۔ وظیفہ کی خوبی یہ ہے کہ آٹھ پہر غیر کا وسوسہ نہ آئے۔

۴۱۔ آپ نے مولوی امام الدین سے فرمایا۔ تصوف اس کو کہتے ہیں کہ مکروہات شرعیہ بمنزلہ مکروہاتِ طبعیہ کے ہو جائیں۔

۴۲۔ پہلی مرتبہ جب آپ نے میلاد شریف پڑھا تو فرمایا کہ دائیں جانب کوئی نہ بیٹھے۔

۴۳۔ ایک دن آپ نے اہل حلقہ سے فرمایا۔ تم اپنے دل کو زور سے اللہ کی طرف

متوجہ کرتے ہو۔ ہمارے بلال کا دل از خود اللہ کی طرف متوجہ ہے۔

۴۴۔ فرمایا "رات کے بعد دن کا ظہور یقینی ہے۔ اسی طرح وظیفۂ شریفہ سے وسوسوں کا دور ہونا اور دل کو اطمینان ہونا یقینی ہے"۔ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ۔

۴۵۔ فرمایا۔ چالیس دن طالب کا ہمارے پاس رہنا ضروری ہے اور جو چھ ماہ رہ جائے۔ اس پر راہ ہدایت کھل جانے کی امید ہے۔

۴۶۔ فرماتے تھے وظیفۂ شریفہ کرتے وقت دل پر زور نہ دو۔ ورنہ دل سخت ہوگا۔

۴۷۔ رنگون کے ایک تاجر حاضر ہوئے۔ تجارت میں نقصان کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا۔ سو بار درود شریف اوّل اور سو بار آخر اور درمیان میں پانسو بار حسبی اللہ ونعم الوکیل۔ پڑھو۔

۴۸۔ فرمایا۔ بھوک پیاس اور خواہش نفسانی کے غلبہ کے وقت وظیفۂ شریفہ کرنا بے ادبی ہے۔ اور ہمارا تجربہ ہے کہ ایسے وقت وظیفہ کرنے سے نقصان ہوتا ہے۔

۴۹۔ حاجی حافظ منیر الدین نے آپ سے کہا حضور، فسق کا زور ہوگیا ہے۔ آپ نے اہل حلقہ سے فرمایا "منیر الدین بیٹھا فسق کو رو رہا ہے اور ہم کو کفر کے ظلمت کے بادل افق سے اٹھتے نظر آرہے ہیں"۔ آپ شمال رویہ بیٹھے تھے۔ جس وقت آپ نے افق سے اٹھتے نظر آرہے ہیں، فرمایا۔ تو آپ کے دست مبارک مشرقی پنجاب کی سمت تھے۔ اور اس سمت میں جو کچھ ظہور میں آیا وہ ہم سب کے پیش نظر ہے۔ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ۔

۵۰۔ اصغر درزی آپ کا روئی دار انگرکھا اور ہم بھائیوں کی شیروانیاں سی کر لائے۔ آپ نے تھوڑی دیر ان سے باتیں کیں۔ پھر فرمایا۔ اب معاملہ (لین دین) خراب ہوگیا ہے۔ دیکھو اگر جماعت کھڑی ہوگئی ہے اور تم کو کسی کا پیسہ دینا ہے تو پہلے اس کو پیسے دو۔ اور پھر جماعت میں شریک ہو۔

۵۱۔ ایک دن حافظ منیر الدین نے عرض کیا، حضور، آج کل عمل قوم لوط کی کثرت ہے۔ مولوی سید عبد الجلیل بھی اس وقت حاضر تھے۔ انھوں نے کہا۔ یقیناً یہ عمل بڑا گناہ ہے

اور زنا اس سے بھی بدتر ہے وہ فاحشہ بھی ہے اور اس میں غیر کی امانت میں خیانت بھی ہوتی ہے اور آج کل اس کی کثرت ہے۔ آپ نے فرمایا۔ تم دونوں کی نظر لوگوں کے عمل پر ہے اور ہماری نظر ان کے ایمان پر ہے۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ ایمان میں دن بہ دن کمزوری آرہی ہے۔ گناہ کو گناہ نہیں سمجھا جارہا ہے۔

۵۲۔ فرمایا، راہ طریقت میں سب سے زیادہ نقصان دہ اور خطرناک بات یہ ہے کہ اپنے زندہ پیر کو چھوڑ کر کسی دوسرے پیر کے پاس جائے۔

۵۳۔ فرمایا، جس طرح میلے کپڑے پر عمدہ رنگ نہیں چڑھتا اسی طرح غیر کے خادم کے دل کو درست کرنا مشکل ہے۔

۵۴۔ نقشبندیہ سلسلہ سے اگر کوئی شخص وابستہ ہوتا تھا اور وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا۔ تو آپ اس سے فرماتے تھے۔ ہم سب ایک ہیں، اسی بیعت پر قائم رہو اور کام شروع کردو۔

۵۵۔ فرمایا۔ بھوک پیاس اور خواہش نفسانی کے غلبہ کے وقت وظیفہ شریفہ کرنا بے ادبی ہے اور ہمارا تجربہ ہے کہ ایسے وقت میں وظیفہ کرنے سے فائدہ تو درکنار الٹا نقصان ہو جاتا ہے، اور برے وسوسے آنے لگتے ہیں۔ وظیفہ شریفہ کے لئے یکسوئی اور اطمینان کی ضرورت ہے، ذہن پوری طرح وظیفہ کی طرف متوجہ ہو۔

۵۶۔ فرمایا، عمل کے قبول ہونے کا مدار اخلاص پر ہے۔" اِنّمَا الاعمال بالنیات۔ ارشاد نبوی ہے۔

۵۷۔ فرمایا۔ وظیفہ شریف شروع کرنے سے پہلے بہ عاجزی کہو۔ اے میرے مولیٰ میرا مقصود تو ہے۔ میں تیری رضا چاہتا ہوں، تو اپنی محبت اور معرفت مجھ کو عطا کر۔

۵۸۔ فرمایا۔ مراقبہ اقربیت شروع کرنے سے پہلے یہ شعر پڑھنا مفید ہے۔

نزدیک ہے وہ میری رگ جاں سے زیادہ ۔۔۔ اقرب نہیں مجھ سے کوئی رحمان سے زیادہ

۵۹۔ فرمایا۔ ہم لوگوں کو عمل کرنا سکھاتے ہیں اور بہ تدریج سمجھاتے ہیں۔ خدا کے فضل سے رفتہ رفتہ لوگ عامل بن جاتے ہیں اور نیک باتیں ان کی طبیعت ثانیہ

ہو جاتی ہیں۔ اور واعظ کہتے بہت ہیں اور کرتے کچھ نہیں۔ لہذا ان کی بات کا اثر نہیں ہوتا اور ہم کہتے کم ہیں اور عمل زیادہ کرتے ہیں۔

واعظاں کیں جلوہ بر محراب و منبر می کنند ؎ چوں بہ خلوت می روند آں کار دیگر می کنند

۶۰۔ ایک شخص نے عرض کیا۔ حضور اگر آپ اس شخص سے فرمادیں کہ وہ ڈاڑھی نہ کترواے تو وہ شخص ڈاڑھی کتروانا چھوڑ دے گا۔ آپ نے فرمایا۔ برملا کہنے سے اس پر اثر نہ ہوگا۔ بلکہ آدمی کے افعال و اعمال ایسے ہوں کہ اُن کو دیکھ کر خود بخود انسان کا دل متاثر ہو اور اس کے دل میں خود یہ خیال پیدا ہو کہ میں بُرا کر رہا ہوں۔

۶۱۔ فرمایا۔ غفلت اور تاریکی کا زمانہ ہے اور مسلمانوں کی بدقسمتی سے نیک اور صالح لوگ دنیا سے اُٹھتے چلے جارہے ہیں اور ہم کو آئندہ اور بھی غفلت اور تاریکی نظر آرہی ہے اس پُر آشوب وقت میں جب کہ لوگ خود ہم کو خاطر میں نہیں لاتے تو ہمارے بعد کون کس کو خطرے میں لائے گا۔ خدانخواستہ دل کا مسئلہ کہیں نَسْیًا مَّنْسِیًّا نہ ہو جائے۔ آئندہ تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص دن کو تم میں رہ کر نماز پڑھے گا اور رات کو تماشے دیکھے گا اور خرافات میں مبتلا رہے گا، تم اُسی کو اپنی غفلت اور کم فہمی سے ولی سمجھوگے۔

اِنْتَهَتِ الْمَلْفُوْظَاتُ، رَحِمَ اللّٰهُ عَلٰی صَاحِبِهَا رَحْمَةً وَّاسِعَةً وَّ رَضِیَ عَنْهُ

تحریرات

حضرت سیدی الوالد قدس سرہ نے بعض کتابوں پر اپنی رائے لکھی ہے یا کسی کو کوئی عبارت لکھ کر دی ہے یہ عاجز پہلے ان کو بِلفظِہا نقل کرتا ہے۔ چاہے وہ عربی میں ہوں، چاہے فارسی میں اور چاہے اُردو میں۔ اور اسی وجہ سے تحریرات مبارکہ کو مکتوبات شریفہ سے الگ کر کے بیان کیا جا رہا ہے۔ کیونکہ مکتوبات میں سے جو مکاتیب اُردو میں نہیں ہیں یہ عاجز ان کا ترجمہ بیان کرنے پر اکتفا کرے گا۔ آپ کی تحریرات کے بعد سلاسلِ سبعہ کے شجرات مبارکہ نقل کرے گا۔ واللّٰہ ولی التوفیق۔

مولد سعیدیہ

جناب مولوی ظہور علی ظہورؔ نے حضرت جدِ اعلیٰ شاہ احمد سعید قدس سرہ کو محفل مبارک میلاد میں "سعید البیان فی مولدِ سید الانس والجان" پڑھتے سنا۔ اُن کو یہ کتاب بہت پسند آئی۔ انھوں نے اپنے پیر و مرشد حضرت شاہ عبد المغنی رح سے اس کا نسخہ حاصل کیا۔ اور تین ہفتہ کی مدت میں اس کو ۱۲۶۷ھ میں نظم کیا۔ ناظم کے بڑے صاحبزادے مولوی ذوالفقار حسین غنیؔ نے سرورق پر لکھا ہے "مولانا شاہ محمد عمر صاحب کے ارشاد کے بموجب مولوی محمد ظہور علی صاحب دہلوی نے اس کو نظم کیا تھا"۔ ناظم نے اس کا نام "مولد سعیدیہ" رکھا اور ان کے صاحبزادے نے اس کو ۱۳۰۲ھ میں مطبع چشمۂ فیض دہلی میں چھپوایا۔ اُن دنوں حضرت سیدی الوالد قدس سرہ دلی میں تھے۔ آپ نے غنی صاحب کو ایک تحریر لکھ کر دی جو کتاب کے صفحہ ۶۸ پر درج ہے۔ آپ نے لکھا ہے۔

بسم اللّٰہ والسلام علیٰ رسول اللّٰہ، اما بعد، عرض دارد خادم درویشاں بلکہ خاک قدم ایشان فقیر ابو الخیر محی الدین عبد اللّٰہ مجددی ابن غوثِ حرم محترم، صاحب بقائے اکمل و فنائے اتم، مسیحائے زماں، قبلۂ اہلِ عرفان، نائب سید البشر، مرشدنا و مولانا حضرت شاہ محمد عمر قدس سرہٗ فرزند خاص، و جانشین با اختصاص قطب وحید، غوثِ فرید، حضرت شاہ احمد سعید نقشبندی مجددی رَوَّحَ اللّٰہُ سبحانہٗ رُوحَہما و اَوصَلَ اِلینا فتوحَہما کہ رسالہ "سعید البیان

فی سیرۃ سید الانس والجان" از تصنیفات بابرکات حضرت جد امجدم راجناب مولوی ظہور علی صاحب مرحوم ومغفور در سلکِ نظم کشیدند۔ وبہ کمالِ فصاحت وبلاغت دُررِ غُررِ منثورہ راعقدِ منظوم ساختند۔ جزاہ اللہ تعالیٰ خیراً۔ فقیر ایں رسالہ را بالتمام مطالعہ نمود و صحت بعض غلطہائے ضروریہ بہ ذاتِ خود نمود۔ ایں رسالہ متبرکہ مستغنی عن التوصیف است کہ ذکر محبوب خدا است صلی اللہ علیہ وسلم، بہ وجہ صحتِ نقل از اکثر مولدہا بہتر است وہم مؤلفش قطبِ زماں ولی کامل است وہم ناظمش محبِّ نبی ومحبِّ اولیا است رحمۃ اللہ علیہ۔

مُہر | ابوالخیر احمدی

الدُّرُّ المُنظَم

حضرت مولانا عبدالحق الہ آبادی مہاجر مکّہ وشیخ الدلائل نے "اَلدُّرُّ المُنظَم فِی بَیَانِ حُکمِ مَولِدِ النَّبِیِّ الاَعظَم" اپنے پیرومرشد محدث دارالہجرہ حضرت شاہ عبدالغنی قدس اللہ اسرارہما کے اشارے بلکہ اَمر پر لکھی ہے صفحہ ۱۱۳ پر لکھا ہے کہ ۱۲۸۷ھ میں مسجد نبوی میں بارہ ربیع الاول روز یکشنبہ کو یہ مبارک محفل منعقد ہوئی اور آپ اس میں شریک ہوئے اور پھر آپ نے قیام کیا۔ اور صفحہ ۱۱۴ پر لکھا ہے کہ بہ تصریح تمام فرمودہ بودند وبرائے ابلاغ این امر تاکیدِ تمام فرمودہ بودند۔ چنانچہ این امر را حسبِ فرمودہ حضرت الیشان بنا بر خیر خواہی برادرانِ مسلمین بحیطۂ تقریر وتحریر آوردہ وباللہ التوفیق واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ اتم۔

اس مبارک کتاب پر آٹھ حضرات نے تقریظیں لکھی ہیں جناب مؤلف رحمۃ اللہ نے جس ترتیب اور جن القاب سے مقرظین کے نام اور اُن کی عبارات کو لکھا ہے یہ عاجز اس کو نقل کرتا ہے۔

(۱) تقریظ عمدۃ العلماء زبدۃ العرفاء حضرت مرشدنا ومولانا شاہ ابوالخیر فاروقی نقشبندی مجددی نفعنا اللہ بطولِ بقائہ۔

(۲) تقریظ عمدۃ الواصلین زبدۃ المقربین حضرت مولانا شاہ حاجی امداد اللہ صاحب فاروقی چشتی مہاجر مکۂ معظمہ۔

(۳) تقریظ جناب مولوی محمد رحمت اللہ صاحب مہاجر مکۂ معظمہ۔

(۴) تقریظ جناب مولوی سید حمزہ صاحب شاگرد جناب مولانا مولوی رشید احمد صاحب محدث گنگوہی ادام اللہ فیضہ۔

(۵) تقریظ جناب مولوی عبد السمیع صاحب مؤلف انوار ساطعہ۔

(۶) تقریظ جناب مولانا قسیم الدین احمد صاحب رضوی عظیم آبادی۔

(۷) تقریظ جناب مولانا مولوی عبد اللہ صاحب دام فیضہ داماد حضرت مولانا مولوی محمد قاسم صاحب مرحوم۔

(۸) تقریظ جناب مولوی محمد جمیل الرحمن خاں صاحب خلف الصدق مولوی عبد الرحیم خاں صاحب مرحوم۔

اور آخر میں "فارسی قصیدہ عرض حال" اشرف کا ہے۔ حضرت سیدی الوالد کی تقریظ صفحہ ۴۶ا پر ہے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ عبد اللہ ابوالخیر احمدی بمطالعہ ایں رسالۂ شریفہ مشرف شد۔ جزی اللہ مؤلفہ خیراً واسبغ علیہ نعمہ فی الدنیا والاخری بسیار خوب وزیبا نوشتہ اند وہرچہ نوشتہ اند صحیح است ومعمول صلحائے مؤمنین است و جناب مؤلف عمدۃ البقیائے زمانہ اند وور صلاح وتقویٰ واستقامت وعلم وعمل چہ جائے ہندوستان کہ در حرمین محترمین نظیر خود ندارند، مجددی مشرب، حنفی مذہب، صدیقی نسب اند، بقیۂ سلف اندو امید از حق تعالیٰ دارم کہ حجۃ خلف گردند۔ بارک اللہ فی عمرہ و علمہ وارشادہ۔ آمین۔

مہر

ابوالخیر عبد اللہ بن عمر الفاروقی النقشبندی

حمائل اعجاز صنعت

مولوی حکیم غلام محی الدین زینت رقم نے ۱۳۲۷ھ میں حمائل شریف اعجاز صنعت لکھ کر طبع کی۔ اس کے ۷۶، صفحات ہیں۔ ہر صفحہ میں گیارہ سطریں ہیں۔ حکیم صاحب نے کتابت میں یہ صنعت دکھائی ہے۔ کہ جس حرف سے پہلی سطر شروع ہوگی اسی حرف سے گیارھویں سطر شروع ہوگی اور جس حرف سے دوسری سطر اسی سے دسویں سطر، اور جس حرف سے تیسری سطر اسی سے نویں سطر، اور جس حرف سے چوتھی سطر اسی سے آٹھویں سطر، اور جس حرف سے پانچویں

سطر اُسی سے ساتویں سطر، اور جس حرف سے وسط کی چھٹی سطر اُسی سے اس کے مقابل صفحہ کے وسط کی چھٹی سطر۔ ۹ ربیع الاول ۱۳۲۸ھ یوم دوشنبہ کو حکیم صاحب نے اس مبارک حمائل کا ایک نسخہ آپ کو دیا۔ آپ اس زمانہ میں کلام الٰہی کے اوقاف لکھ رہے تھے۔ حکیم صاحب نے کلام پاک کی کتابت میں جو صنعت پیدا کی ہے اس سے آپ بہت خوش ہوئے اور ایک مصحف شریف کا نسخہ ان کو دیا۔ اس میں لال روشنائی سے اوقاف کا بیان کیا تھا۔ اوقاف کے سلسلہ میں ایک تحریر بھی حکیم صاحب کو دی جو معمولات میں "آپ کی تحریر" کے عنوان سے گزر چکی ہے۔ اور حمائل اعجاز صنعت" کے متعلق درج ذیل تحریر لکھ کر ان کو عنایت کی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ سبحان اللہ۔ کلام الٰہی وہ بحرِ ذخّار ہے کہ جس کے صنائع و بدائع کی نہ انتہا ہے نہ شمار ہے غوّاصانِ بحرِ لطائف و نکات نے بہت کچھ غوطے لگائے۔ مگر ہر غوطے میں ایک نیا اور انمول موتی لائے۔ ہر صنعت اس کی انوکھی اور درِّ یکتا ہے کہ جس کی چمک دمک سے چشمِ بصیرت خیرہ ہے۔ ہر صنعت اس کی معجز ہونے کی برہان ہے لاریب کہ یہ قرآن ہی کی شان ہے۔

حال ہی میں جو صنعت "حمائل اعجاز صنعت" میں دیکھی واقعی اعجاز قرآنی کی موجودہ دلیل ہے۔ اور حمائل شریف بے شک لاثانی اور بے عدیل ہے۔ حکیم صاحب نے اپنے اشتہار میں جو کچھ ثنا و صفت حمائل شریف کی بیان کی ہے وہ سب بجا اور درست بیان کی ہے کہ نہ دیکھی نہ سنی بلکہ عدیم المثیل ہے۔

سب سے زیادہ خوشی کی یہ بات ہے کہ اس زمانۂ ادبار میں بھی ابھی تک ایسے لوگ موجود ہیں کہ جن کو کلام الٰہی کے ساتھ ایسی دل سوزی اور محبت ہو کہ سالہا سال تک محنت کر کے ایک عجیب و غریب صنعت کلام الٰہی میں نکالیں۔ لوگوں کو اس تحفۂ نایاب کی قدر کرنی چاہیئے۔ والسلام

مخفی بیاض	چھوٹی تقطیع پر سولہ صفحے کا مختصر رسالہ در بیان استقامت و آداب پیر و مرید ہے۔ عبدالحق دفتری حضرت مولوی رحیم بخش سے بیعت تھے

حضرت سید الوالد کے پاس اکثر آتے تھے۔ آپ نے ان کے اس رسالہ پر درج ذیل عبارت لکھی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ عبد اللہ ابو الخیر فاروقی نے یہ رسالہ "مخفی بیاض عملی ریاض" خود مؤلفِ رسالہ برادر طریقت عبد الحق ولد حبیب بخش دفتری سے سنا، اچھی باتیں لکھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ مؤلف کو جزائے خیر اور ہم سب کو توفیق اعمال صالحہ عنایت فرمائے۔ آمین۔

یکشنبہ ہفتم صفر ۱۳۳۸ھ ہجری

اجازت نامہ طریقت

مولوی عبد اللہ علی زی قندہاری کو آپ نے درج ذیل اجازت نامہ لکھ کر دیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ والسلام علی عبادہ الذین اصطفی۔ وبعد۔ فیقول ابو الخیر عبد اللہ محی الدین العمری الاحمدی ان الاخ الأعز الکامل العالم العارف الفاضل صاحب الاسرار العلیۃ والأنوار البہیۃ الشیخ عبد اللہ القندھاری سلمہ اللہ تعالی قد اشتغل عندی باشغال الطریقۃ الاحمدیۃ وتأدب لدی بآداب تلک السادۃ السنیۃ ودخل بواسطتی فی اھل السلسلۃ البہیۃ وتوجہت بالتوجہات الخاصۃ فی مدۃ یسیرۃ الی نہایۃ الطریقۃ الاحمدیۃ فصار اھلاً للأرشاد فاجزتہ باجازۃ مطلقۃ ویدہ کیدی فہو خلیفتی بارک اللہ فیما اعطاہ وجعلہ للمتقین اماماً اللّٰھم اجعلہ ھادیاً مھدیاً وکن لہ حافظاً وناصراً ومعیناً وکفیلاً برحمتک یاارحم الراحمین وبحبیبک سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم واوصیہ باتباع السنۃ السنیۃ، والاجتناب عن البدعۃ غیر المرضیۃ، ومحبۃ مشائخنا الکرام والأقتداء بھدیھم ظاھراً وباطناً ودوام الاشتغال مع اللہ سبحانہ۔ قال اللہ تعالی۔ وَوَصّٰی بِھَا اِبْرَاھِیْمُ بَنِیْہِ وَیَعْقُوْبُ یَابَنِیَّ اِنَّ اللہَ اصطفی لکم الدین فلا تموتُنَّ اِلّا وانتم مسلمون۔ وصلی اللہ علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ وسلم

رقمہ بیدہ ابو الخیر الاحمدی

حرربالمقری سادس عشر من ذی الحجۃ المحرم مُہر | ابوالخیر احمدی |
یوم الجمعۃ سنہ ۱۳۰۲ھ کان اللہ لہ عوضاً من کل شئ

اجازت نامہ دلائل الخیرات

الحمد للّٰہ والصلاۃ والسلام علی رسول اللّٰہ محمد ۔ عبداللّٰہ ابوالخیر فاروقی

اجازت دلائل الخیرات از حضرت قبلہ گاہی ارشاد وہدایت پناہی حضرت شاہ محمد عمر ذکرہ اللّٰہ بالخیر ورحمہ ورضی عنہ دارد عن والدہ القطب الربانی الشیخ احمد سعید عن الشیخ عبدالعزیز عن والدہ الشیخ ولی اللّٰہ عن الشیخ ابی الطاہر عن الشیخ احمد النخلی عن السید عبد الرحمن الادریسی الشہیر بالمحجوب عن ابیہ السید احمد عن جدہٖ السید محمد عن ابی جدہ السید احمد عن مؤلفہ السید محمد بن سلیمان الجزولی، زاد اللّٰہ فی درجاتہم وافاض علینا من برکاتہم ۔ جان محمد جبربانی را اجازت خواندن دلائل الخیرات دادم وصلی اللّٰہ علی خیر خلقہ محمد وآلہ والحمد للّٰہ رب العالمین ۔

چہارشنبہ ۲۶ ربیع الاوّل سنہ ۱۳۳۹ھ

دہلی ۔ خانقاہ شریف مجددیہ ۔

سلاسلِ مبارکہ سبعہ

ا۔ سلسلۂ نقشبندیہ

۱۔ حضرت محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلّم
۲۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔
۳۔ حضرت سلمانِ فارسی رضی اللہ عنہ
۴۔ حضرت قاسم رحمۃ اللہ و رضی عنہ
۵۔ حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ و رضی عنہ
۶۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ و رضی عنہ
۷۔ حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ و رضی عنہ
۸۔ حضرت ابو علی فارمدی رحمۃ اللہ و رضی عنہ
۹۔ حضرت یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ و رضی عنہ
۱۰۔ حضرت عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ و رضی عنہ
۱۱۔ حضرت عارف ریوگری۔ رحمۃ اللہ و رضی عنہ
۱۲۔ حضرت محمود انجیر فغنوی۔ رحمۃ اللہ و رضی عنہ
۱۳۔ حضرت عزیزان علی رامیتنی رحمۃ اللہ و رضی عنہ
۱۴۔ حضرت محمد بابا سماسی رحمۃ اللہ و رضی عنہ
۱۵۔ حضرت سید امیر کُلال رحمۃ اللہ و رضی عنہ
۱۶۔ حضرت سید بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ و رضی عنہ
۱۷۔ حضرت علاء الدین عطار رحمۃ اللہ و رضی عنہ
۱۸۔ حضرت یعقوب چرخی رحمۃ اللہ و رضی عنہ
۱۹۔ حضرت عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ و رضی عنہ
۲۰۔ حضرت محمد زاہد ولی رحمۃ اللہ و رضی عنہ

۲۱۔ حضرت درویش محمد رحمۃ اللہ و رضی عنہ
۲۲۔ حضرت خواجگی امکنگی رحمۃ اللہ و رضی عنہ
۲۳۔ حضرت رضی الدین باقی باللہ رحمۃ اللہ و رضی عنہ
۲۴۔ حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ و رضی عنہ
۲۵۔ حضرت محمد معصوم رحمۃ اللہ و رضی عنہ
۲۶۔ حضرت سیف الدین رحمۃ اللہ و رضی عنہ
۲۷۔ حضرت سید نور محمد بدایونی رحمۃ اللہ و رضی عنہ
۲۸۔ حضرت مرزا جانِ جاناں مظہر رحمۃ اللہ و رضی عنہ
۲۹۔ حضرت شاہ غلام علی رحمۃ اللہ و رضی عنہ
۳۰۔ حضرت شاہ ابوسعید رحمۃ اللہ و رضی عنہ
۳۱۔ حضرت شاہ احمد سعید رحمۃ اللہ و رضی عنہ
۳۲۔ حضرت شاہ محمد عمر رحمۃ اللہ و رضی عنہ
۳۳۔ حضرت شاہ ابوالخیر عبداللہ محی الدین رحمۃ اللہ و رضی عنہ

۲۔ سلسلۂ قادریہ

۱۔ حضرت محمد رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ
۲۔ حضرت علی مرتضیٰ کرّم اللہ وجہہ۔
۳۔ حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ
۴۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ
۵۔ حضرت علی زین العابدین رحمۃ اللہ و رضی عنہ
۶۔ حضرت محمد باقر رحمۃ اللہ و رضی عنہ
۷۔ حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ و رضی عنہ
۸۔ حضرت موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ و رضی عنہ
۹۔ حضرت علی رضا رحمۃ اللہ و رضی عنہ
۱۰۔ حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ و رضی عنہ۔

۱۱۔ حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ و رضی عنہ

۱۲۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ و رضی عنہ

۱۳۔ حضرت ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ و رضی عنہ

۱۴۔ حضرت عبدالواحد یمنی رحمۃ اللہ و رضی عنہ

۱۵۔ حضرت ابوالفرح یوسف طرطوسی رحمۃ اللہ و رضی عنہ

۱۶۔ حضرت ابوالحسن الہنکاری رحمۃ اللہ و رضی عنہ

۱۷۔ حضرت ابوسعید مخزومی رحمۃ اللہ و رضی عنہ

۱۸۔ حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ و رضی عنہ

۱۹۔ حضرت سید عبدالرزاق رحمۃ اللہ و رضی عنہ

۲۰۔ حضرت سید شرف الدین قتال رحمۃ اللہ و رضی عنہ

۲۱۔ حضرت سید عبدالوہاب رحمۃ اللہ و رضی عنہ

۲۲۔ حضرت سید بہاء الدین رحمۃ اللہ و رضی عنہ

۲۳۔ حضرت سید عقیل رحمۃ اللہ و رضی عنہ

۲۴۔ حضرت سید شمس الدین صحرائی رحمۃ اللہ و رضی عنہ

۲۵۔ حضرت سید گدا رحمٰن اول رحمۃ اللہ و رضی عنہ

۲۶۔ حضرت سید شمس الدین عارف رحمۃ اللہ و رضی عنہ

۲۷۔ حضرت سید گدا رحمان ثانی رحمۃ اللہ و رضی عنہ

۲۸۔ حضرت سید شاہ فضیل رحمۃ اللہ و رضی عنہ

۲۹۔ حضرت شاہ کمال کیتھلی رحمۃ اللہ و رضی عنہ

۳۰۔ حضرت شاہ سکندر رحمۃ اللہ و رضی عنہ۔

۳۱۔ حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ و رضی عنہ۔

۳۲۔ حضرت محمد سعید رحمۃ اللہ و رضی عنہ

۳۳۔ حضرت عبدالاحد وحدت رحمۃ اللہ و رضی عنہ

۳۴- حضرت محمد عابد سنامی رحمۃ اللہ و رضی عنہ

۳۵- حضرت مرزا جان جاناں مظہر رحمۃ اللہ و رضی عنہ

۳۶- حضرت شاہ غلام علی رحمۃ اللہ و رضی عنہ

۳۷- حضرت شاہ ابو سعید رحمۃ اللہ و رضی عنہ

۳۸- حضرت شاہ احمد سعید رحمۃ اللہ و رضی عنہ

۳۹- حضرت شاہ محمد عمر رحمۃ اللہ و رضی عنہ

۴۰- حضرت شاہ ابو الخیر عبد اللہ محی الدین رحمۃ اللہ و رضی عنہ۔

۳- سلسلۂ چشتیہ

۱- حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ و اصحابہ و سلم

۲- حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ

۳- حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ و رضی عنہ

۴- حضرت عبد الواحد بن زید رحمۃ اللہ و رضی عنہ

۵- حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ و رضی عنہ

۶- حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ و رضی عنہ

۷- حضرت حذیفہ مرعشی رحمۃ اللہ و رضی عنہ

۸- حضرت ہبیرہ بصری رحمۃ اللہ و رضی عنہ

۹- حضرت اسحاق علو دینوری رحمۃ اللہ و رضی عنہ

۱۰- حضرت ابو اسحاق شامی رحمۃ اللہ و رضی عنہ

۱۱- حضرت ابو احمد ابدال چشتی رحمۃ اللہ و رضی عنہ

۱۲- حضرت ابو محمد چشتی رحمۃ اللہ و رضی عنہ

۱۳- حضرت ابو یوسف چشتی رحمۃ اللہ و رضی عنہ

۱۴- حضرت مودود چشتی رحمۃ اللہ و رضی عنہ

۱۵- حضرت حاجی شریف زندانی رحمۃ اللہ و رضی عنہ

۱۶- حضرت عثمان ہارونی رحمۃ اللہ و رضی عنہ

١٧ - حضرت معین الدین حسن سنجری رحمۃ اللہ و رضی عنہ

١٨ - حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ و رضی عنہ

١٩ - حضرت فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ و رضی عنہ

صابریہ	نظامیہ
٢٠ - حضرت مخدوم علی صابر رحمۃ اللہ و رضی عنہ	٢٠ - حضرت سلطان المشائخ نظام الدین رحمۃ اللہ و رضی عنہ
٢١ - حضرت شمس الدین ترک رحمۃ اللہ و رضی عنہ	٢١ - حضرت نصیر الدین روشن چراغ رحمۃ اللہ و رضی عنہ
٢٢ - حضرت جلال الدین پانی پتی رحمۃ اللہ و رضی عنہ	٢٢ - حضرت سید جلال الدین رحمۃ اللہ و رضی عنہ
٢٣ - حضرت عبد الحق ردولوی رحمۃ اللہ و رضی عنہ	٢٣ - حضرت سید اجمل بہرائچی رحمۃ اللہ و رضی عنہ
٢۴ - حضرت احمد عارف رحمۃ اللہ و رضی عنہ	٢۴ - حضرت سید ابو الحسن بہرائچی رحمۃ اللہ و رضی عنہ
٢۵ - حضرت محمد عارف رحمۃ اللہ و رضی عنہ	٢۵ - حضرت درویش اودھی رحمۃ اللہ و رضی عنہ

٢٦ - حضرت عبد القدوس گنگوہی رحمۃ اللہ و رضی عنہ

٢٧ - حضرت رکن الدین رحمۃ اللہ و رضی عنہ

٢٨ - حضرت مخدوم عبد الاحد رحمۃ اللہ و رضی عنہ

٢٩ - حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ و رضی عنہ

٣٠ - حضرت محمد سعید رحمۃ اللہ و رضی عنہ

٣١ - حضرت عبد الاحد وحدت رحمۃ اللہ و رضی عنہ

٣٢ - حضرت محمد عابد سنامی رحمۃ اللہ و رضی عنہ

٣٣ - حضرت مرزا جان جاناں مظہر رحمۃ اللہ و رضی عنہ

٣۴ - حضرت شاہ غلام علی رحمۃ اللہ و رضی عنہ

٣۵ - حضرت شاہ ابو سعید رحمۃ اللہ و رضی عنہ

٣٦ - حضرت شاہ احمد سعید رحمۃ اللہ و رضی عنہ

٣٧ - حضرت شاہ محمد عمر رحمۃ اللہ و رضی عنہ

٣٨ - حضرت شاہ ابو الخیر عبد اللہ محی الدین رحمۃ اللہ و رضی عنہ

۴۔ سلسلۂ سہروردیہ	۱۔ حضرت محمد رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَعَلیٰ آلِہٖ وَ اَصحَابِہٖ وَسَلَّمَ

۲۔ حضرت علی مرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ وَجہہٗ۔
۳۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ و رضی عنہ
۴۔ حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ و رضی عنہ
۵۔ حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ و رضی عنہ
۶۔ حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ و رضی عنہ
۷۔ حضرت سِرّی سَقَطی رحمۃ اللہ و رضی عنہ
۸۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ و رضی عنہ
۹۔ حضرت ممشاد دینوری رحمۃ اللہ و رضی عنہ
۱۰۔ حضرت احمد اسود دینوری رحمۃ اللہ و رضی عنہ
۱۱۔ حضرت محمد رحمۃ اللہ و رضی عنہ
۱۲۔ حضرت یار محمد رحمۃ اللہ و رضی عنہ
۱۳۔ حضرت عبد اللہ عَمُّوْیہ رحمۃ اللہ و رضی عنہ
۱۴۔ حضرت عبد القاہر سہروردی رحمۃ اللہ و رضی عنہ
۱۵۔ حضرت ابو نجیب سہروردی رحمۃ اللہ و رضی عنہ
۱۶۔ حضرت شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ و رضی عنہ
۱۷۔ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ و رضی عنہ
۱۸۔ حضرت صدر الدین رحمۃ اللہ و رضی عنہ
۱۹۔ حضرت سید جلال الدین رحمۃ اللہ و رضی عنہ
۲۰۔ حضرت سید اجمل بہرائچی رحمۃ اللہ و رضی عنہ
۲۱۔ حضرت بُڈھن بہرائچی رحمۃ اللہ و رضی عنہ
۲۲۔ حضرت درویش اودھی رحمۃ اللہ و رضی عنہ
۲۳۔ حضرت عبد القدوس گنگوہی رحمۃ اللہ و رضی عنہ

۲۴ - حضرت رکن الدین رحمہ اللہ و رضی عنہ

۲۵ - حضرت مخدوم عبدالاحد رحمہ اللہ و رضی عنہ

۲۶ - حضرت شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ و رضی عنہ

۲۷ - حضرت محمد سعید رحمہ اللہ و رضی عنہ

۲۸ - حضرت عبدالاحد وحدت رحمہ اللہ و رضی عنہ

۲۹ - حضرت محمد عابد سُنّامی رحمہ اللہ و رضی عنہ

۳۰ - حضرت مرزا جان جانان مظہر رحمہ اللہ و رضی عنہ

۳۱ - حضرت شاہ غلام علی رحمہ اللہ و رضی عنہ

۳۲ - حضرت شاہ ابو سعید رحمہ اللہ و رضی عنہ

۳۳ - حضرت شاہ احمد سعید رحمہ اللہ و رضی عنہ

۳۴ - حضرت شاہ محمد عمر رحمہ اللہ و رضی عنہ

۳۵ - حضرت شاہ ابوالخیر عبداللہ محی الدین رحمہ اللہ و رضی عنہ

۵ سلسلہ کُبرویہ

۱ - حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علی آلہ و اصحابہ وسلم

۲ - حضرت علی مرتضی کرّم اللہُ وجہہٗ -

۳ - حضرت حسین رضی اللہ عنہ

۴ - حضرت علی زین العابدین رحمہ اللہ و رضی عنہ

۵ - حضرت محمد باقر رحمہ اللہ و رضی عنہ

۶ - حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ و رضی عنہ

۷ - حضرت موسیٰ کاظم رحمہ اللہ و رضی عنہ

۸ - حضرت علی رضا رحمہ اللہ و رضی عنہ

۹ - حضرت معروف کرخی رحمہ اللہ و رضی عنہ

۱۰ - حضرت سِرّی سَقطی رحمہ اللہ و رضی عنہ

۱۱ - حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ و رضی عنہ

۱۲۔ حضرت ابو علی رودباری رحمہ اللہ ورضی عنہ

۱۳۔ حضرت ابو علی کاتب رحمہ اللہ ورضی عنہ

۱۴۔ حضرت ابو عثمانی مغربی رحمہ اللہ ورضی عنہ

۱۵۔ حضرت ابوالقاسم گرگانی رحمہ اللہ ورضی عنہ

۱۶۔ حضرت ابو بکر نَسّاج رحمہ اللہ ورضی عنہ

۱۷۔ حضرت احمد غزالی رحمہ اللہ ورضی عنہ

۱۸۔ حضرت ابو نجیب سہروردی رحمہ اللہ ورضی عنہ

۱۹۔ حضرت عمّار یاسر رحمہ اللہ ورضی عنہ۔

۲۰۔ حضرت نجم الدین کبریٰ رحمہ اللہ ورضی عنہ

۲۱۔ حضرت باباکمال رحمہ اللہ ورضی عنہ

۲۲۔ حضرت احمد رحمہ اللہ ورضی عنہ

۲۳۔ حضرت عطایا خالدی رحمہ اللہ ورضی عنہ

۲۴۔ حضرت شمس الدین فرغانی رحمہ اللہ ورضی عنہ

۲۵۔ حضرت حمید الدین سمرقندی رحمہ اللہ ورضی عنہ

۲۶۔ حضرت سید جلال الدین بخاری رحمہ اللہ ورضی عنہ

۲۷۔ حضرت سید جلال الدین رحمہ اللہ ورضی عنہ

۲۸۔ حضرت سید اجمل بہرائچی رحمہ اللہ ورضی عنہ

۲۹۔ حضرت بڈھن بہرائچی رحمہ اللہ ورضی عنہ

۳۰۔ حضرت درویش اودھی رحمہ اللہ ورضی عنہ

۳۱۔ حضرت عبدالقدوس گنگوہی رحمہ اللہ ورضی عنہ

۳۲۔ حضرت رکن الدین رحمہ اللہ ورضی عنہ

۳۳۔ حضرت مخدوم عبدالاحد رحمہ اللہ ورضی عنہ

۳۴۔ حضرت شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ ورضی عنہ

۳۵ ۔ حضرت محمد سعید رحمہ اللہ و رضی عنہ

۳۶ ۔ حضرت عبد الاحد وحدت رحمہ اللہ و رضی عنہ

۳۷ ۔ حضرت محمد عابد سُنّامی رحمہ اللہ و رضی عنہ

۳۸ ۔ حضرت مرزا جان جاناں مظہر رحمہ اللہ و رضی عنہ

۳۹ ۔ حضرت شاہ غلام علی رحمہ اللہ و رضی عنہ

۴۰ ۔ حضرت شاہ ابوسعید رحمہ اللہ و رضی عنہ

۴۱ ۔ حضرت شاہ احمد سعید رحمہ اللہ و رضی عنہ

۴۲ ۔ حضرت شاہ محمد عمر رحمہ اللہ و رضی عنہ

۴۳ ۔ حضرت شاہ ابوالخیر عبد اللہ محی الدین رحمہ اللہ و رضی عنہ

۶۔ سلسلۂ مداریہ ۱ ۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علی آلہ واصحابہ وسلم

۲ ۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ۔

۳ ۔ حضرت عبد اللہ علم بردار رحمہ اللہ و رضی عنہ

۴ ۔ حضرت یمین الدین شامی رحمہ اللہ و رضی عنہ

۵ ۔ حضرت عین الدین شامی رحمہ اللہ و رضی عنہ

۶ ۔ حضرت طیفور شامی رحمہ اللہ و رضی عنہ

۷ ۔ حضرت بدر الدین شاہ مدار رحمہ اللہ و رضی عنہ

۸ ۔ حضرت سید اجمل بہرائچی رحمہ اللہ و رضی عنہ

۹ ۔ حضرت بڈھن بہرائچی رحمہ اللہ و رضی عنہ

۱۰ ۔ حضرت درویش اودھی رحمہ اللہ و رضی عنہ

۱۱ ۔ حضرت عبد القدوس گنگوہی رحمہ اللہ و رضی عنہ

۱۲ ۔ حضرت رکن الدین رحمہ اللہ و رضی عنہ

۱۳ ۔ حضرت مخدوم عبد الاحد رحمہ اللہ و رضی عنہ

۱۴ ۔ حضرت شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ و رضی عنہ ۔

۱۵ ـ حضرت محمد سعید رحمہ اللہ و رضی عنہ

۱۶ ـ حضرت عبد الاحد وحدت رحمہ اللہ و رضی عنہ

۱۷ ـ حضرت محمد عابد سُنّامی رحمہ اللہ و رضی عنہ

۱۸ ـ حضرت مرزا جان جانان مظہر رحمہ اللہ و رضی عنہ

۱۹ ـ حضرت شاہ غلام علی رحمہ اللہ و رضی عنہ

۲۰ ـ حضرت شاہ ابو سعید رحمہ اللہ و رضی عنہ

۲۱ ـ حضرت شاہ احمد سعید رحمہ اللہ و رضی عنہ

۲۲ ـ حضرت شاہ محمد عمر رحمہ اللہ و رضی عنہ

۲۳ ـ حضرت شاہ ابو الخیر عبد اللہ محی الدین رحمہ اللہ و رضی عنہ

۷۔ سلسلۂ قلندریہ ۱ ـ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم

۲ ـ حضرت عبد العزیز رحمہ اللہ و رضی عنہ

۳ ـ حضرت خضر رومی رحمہ اللہ و رضی عنہ

۴ ـ حضرت نجم الدین قلندر رحمہ اللہ و رضی عنہ

۵ ـ حضرت قطب الدین رحمہ اللہ و رضی عنہ

۶ ـ حضرت محمد شاہ رحمہ اللہ و رضی عنہ

۷ ـ حضرت عبد السلام رحمہ اللہ و رضی عنہ

۸ ـ حضرت عبد القدوس گنگوہی رحمہ اللہ و رضی عنہ

۹ ـ حضرت رکن الدین رحمہ اللہ و رضی عنہ

۱۰ ـ حضرت مخدوم عبد الاحد رحمہ اللہ و رضی عنہ

۱۱ ـ حضرت شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ و رضی عنہ

۱۲ ـ حضرت محمد سعید رحمہ اللہ و رضی عنہ

۱۳ ـ حضرت عبد الاحد وحدت رحمہ اللہ و رضی عنہ

۱۴ ـ حضرت محمد عابد سُنّامی رحمہ اللہ و رضی عنہ

۱۵ ــ حضرت مرزا جان جانان مظہر رحمۃ اللہ ورضی عنہ

۱۶ ــ حضرت شاہ غلام علی رحمۃ اللہ ورضی عنہ

۱۷ ــ حضرت شاہ ابو سعید رحمۃ اللہ ورضی عنہ

۱۸ ــ حضرت شاہ احمد سعید رحمۃ اللہ ورضی عنہ

۱۹ ــ حضرت شاہ محمد عمر رحمۃ اللہ ورضی عنہ

۲۰ ــ حضرت شاہ ابوالخیر عبداللہ محی الدین رحمۃ اللہ ورضی عنہ

مناجات جدِ امجد قدس سرہ

بڑا میں الٰہی گنہ گار ہوں — نہایت گنہ میں گرفتار ہوں
مرے بخش سارے گنہ اے کریم — کہ ہے وصف تیرا غفور و رحیم
اگرچہ ہوں نالائق بدگہر — مجھے ان کی نسبت سے کر بہرہ ور
تصدق سے ان مرشدوں کے خدا — مجھے بھی تو اس جمگھٹے میں ملا
مرض میرے کھو اور صحت سے رکھ — مجھے دونوں عالم میں عزت سے رکھ
مجھے اور ماں باپ کو میرے نور — دے فردوسِ اعلیٰ و حور و قصور
مرے دوست احباب کو شاد رکھ — دل ان کا محبت سے آباد رکھ
پلا جام الفت کا بھر کر مجھے — ہمیشہ تو رکھ اپنے در پر مجھے
ذرا سا تو در کھول عرفان کا — مزا تا کہ پاؤں میں ایمان کا
ابوالخیر میرا جو ہیگا حبیب — وہ فاضل ہو عارف ہو اور خوش نصیب
دعائیں عمر کی تو سب کر قبول — بحقِ رسول و بجاہِ بتول

ارشاد سیدی الوالد قدس سرہ

تو عبداللہ ابوالخیرِ حزیں را — مع الاولاد ملحق کن بہ آبا

قَدَّسَ اللّٰہُ اَسْرَارَھُمْ وَاَفَاضَ عَلَیْنَا مِنْ بَرَکَاتِھِمْ

مکتوبات

اس عاجز کے پاس حضرت سیدی الوالد قدس سرہ کے چار سو سے زائد مکاتیب شریفہ موجود ہیں، ان میں سے ایک مکتوب شریف عربی میں ہے اور سینتیس فارسی میں، باقی اردو میں ہیں۔ اکثر خطوط میں سلام دعا اور خیریت سے مکتوب الیہ کو آگاہ فرمایا ہے۔ یہ عاجز صرف اُن مکاتیب شریفہ کو کاملاً یا اقتباساً نقل کرتا ہے۔ جن میں پند و نصائح اور وظیفۂ شریفہ کے متعلق آپ نے ہدایات فرمائی ہیں یا ایسے امور کا ذکر فرمایا ہے جن سے آپ کے احوال مبارکہ پر روشنی پڑتی ہے۔ عربی اور فارسی خطوط کا ترجمہ ہوگا اور اس کا بیان کر دیا جائے گا۔ اور اقتباس کی صورت میں اقتباس کا حوالہ ہوگا۔ واللّٰہ الموفق والمعین۔

۱۔ اصل عربی میں ہے مکتوب الیہ کا نام معلوم نہ ہو سکا۔

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للّٰہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ عبداللّٰہ ابوالخیر کی طرف سے اس کے برادر حبیب و صالح و فاضل۔ زاد اللّٰہ تعالیٰ فی فضلہ وصلاحہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللّٰہ۔ اور پروردگار وحدہ لاشریک لہٗ کی ثنا اور اس کے رسول سید الاولین والآخرین حضرت محمد پر درود وسلام کے بعد معلوم فرمائیں کہ تمہارا ہدیہ اور خط ملا شاہ نے پہنچایا جس سے دل خوش ہوا۔ میں تم کو ہر روز توجّہ دیتا ہوں، لیکن بعض اوقات درمیان میں پردے حائل پاتا ہوں۔ جن کی وجہ سے توجہ کا تم تک پہنچنا دشوار ہوتا ہے۔ اور اللّٰہ کا شکر ہے کہ اکثر اوقات میں یہ صورت نہیں ہوتی ہے اور توجہ بہ سہولت تم تک پہنچتی ہے۔ یہ خط ملنے کے بعد سے تم "نفی و اثبات" کا شغل شروع کر دو۔ یہ وظیفہ حبس دم کے ساتھ پانسو مرتبہ کرو۔ حبس دم میں طاق عدد کا لحاظ رکھو اور بہ تدریج اس کی تعداد بڑھاؤ۔ اور مراقبۂ اَحدیّت بھی شروع کر دو۔ مراقبۂ احدیت کا مطلب یہ ہے کہ ورودِ فیض کا انتظار اُس پاک ذات سے کرو جو وحدہ لاشریک لہٗ ہے اور تمام صفاتِ کمال سے متصف اور تمام سماتِ نقصان سے مُنزّہ ہے۔ مراقبہ کے وقت ذکر شریف اور رابطہ کا قصد نہ کرو بلکہ

انتظار مذکور میں مستغرق ہونا چاہیے۔ یہ مراقبہ کامل ایک گھنٹہ کرنا چاہیئے۔ اور میں اس وظیفہ میں تم کو بِعَوْنِ اللّٰہ الوَھَّاب توجّہ دیتا رہوں گا۔ اور حضرت رسالت میں میرا ایسا سلام عرض کرو جیسا کہ ایک کمینہ غلام اپنے آقائے مہربان کو پیش کرتا ہے اور پھر ان کے دونوں رفیقوں پر۔

ابو مسلم یا کسی دوسرے کے ہاتھ بخاری شریف کا وہ نسخہ جو دس جلد میں ہے (آپ نے تین تین پارے کی جلد بنوائی تھی) بہ حفاظت ارسال کردو۔ کیونکہ ہم نے اس کی تدریس شروع کردی ہے اور ہم کو اس کی ضرورت ہے۔ ملا صفر اور عبدالستار افندی اس نسخہ کو پہچانتے ہیں۔ ان دونوں اور سب محبین کو میرا سلام پہنچا دو۔ سب کو تقوی کی وصیت کرتا ہوں۔ یقیناً اللہ تقوی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ وصلی اللہ علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین والحمدللہ رب العلمین۔

۲۔ فارسی میں ہے۔ مولوی عبدالعزیز ساکن پٹیالہ کے نام جو کہ شاہ امین الدین نانوتوی رح کے خلیفہ تھے۔ اور وہ حضرت شاہ عبدالغنی مجددی کے۔ مولوی عبدالعزیز کا زیادہ قیام سرہند میں رہتا تھا۔ اس لئے سرہندی نسبت ہو گئی تھی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمدللہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ حق سبحانہ اس دور از کار اور اس عزیز صلاح آثار کو تمام مرادات سے بلکہ وصفِ ارادت سے خالی کرے۔ بندگی ارادت کے وصف کو نہیں چاہتی۔ کیونکہ اپنے مراد کی طلب کرنے میں اللہ کے مراد کو منع کرنا ہے۔ لہذا ساحتِ سینہ کو تمام خواہشات اور مرادات سے صاف کرنا چاہیئے بجز اللہ تعالیٰ کے کسی کی تمنا اور خواہش باقی نہ رہے۔ ع در تو یک یک آرزو ابلیس تست ہر اک آرزو تیری ابلیس ہے۔ اہل اللہ اپنی خواہشات و مرادات کے زائل کرنے کے لئے صفت ارادت۔ کے زوال کے لئے پوری کوشش اور اس کے استیصال کے لئے کامل اہتمام کرتے ہیں۔ کیونکہ جب تک بندہ میں صفت ارادت رہے گی، مرادات کا تصور ہوتا رہے گا۔ اور جب اس صفت کی منفی ہو جائے گی تو پھر مرادات کا تصور ہی مفقود ہے۔ ع این کار دولت است کنوں تاکرا رسد۔ مقدر میں ہوتی ہے کس کے یہ دولت۔

لطیفہ ثانیہ (لطیفۂ روح) کے فنا کے بعد اس کلام کا جمال اپنے حسن و جمال کا اثر دکھاتا ہے اور اس بات کو پوری طرح سمجھنا حصولِ مقامِ رضا سے وابستہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پسماندہ کو بھی اس کیفیت میں سے ایک جُرعہ عنایت کرے۔ ع: با کریماں کارہا دشوار نیست۔ کریموں کے لئے مشکل نہیں کچھ۔ اولیاء اللہ کے راستہ پر چلنا ہر بے سر انجام کا کام نہیں۔ فرمائش ہر شخص اللہ سبحانہ و تعالیٰ پر کر سکتا ہے۔ قیّوم عالم، قطب اعظم، امام کبار، مجدد ہزار، قدس سرہ نے اپنی اولاد اور خلفاء کو جبکہ وہ گوالیار کے قلعہ میں محبوس تھے کیسی تاکیدات فرمائی ہیں اور مرادات کی نفی کرنے کے واسطے کتنا زور دیا ہے۔ آپ کے مکتوبات کی تینوں جلدیں اس سے بھری ہوئی ہیں۔ اگر چاہو تو اُن کی طرف مراجعہ کر لو۔

آں عزیز کا خط پہنچا، اللہ تعالیٰ استقامت دے اور تغیرات سے محفوظ رکھے حقیقتِ امر سے تم کو آگاہ کر دیا، آخر زمانہ اور آفتوں اور بلاؤں کے ظہور کا وقت ہے۔ جہاں تک ہو سکے مرادات کی نفی کرنے میں ساعی رہو تاکہ حقیقتِ فنا سے مشرف ہو سکو۔ اس دُور افتادہ کے واسطے بھی دعا کرتے رہو۔ دوستانِ طریقہ کو سلام پہنچے۔ والسلام۔

تحریر پنجم صفر ۱۳۰۳ھ۔ از مکہ مکرمہ۔ قریب باب عتیق

اہل حلقہ سلام پہنچاتے ہیں۔ پیر جی حسین شاہ، حافظ امیر اللہ، محبوب بخش، حاجی حسینی، حاجی عبداللہ، محمدی شاہ، پیر محمد، امام بخش، عبدالرحمٰن، قاضی اور تمام برادران کو دعا سلام پہنچے۔ والسلام علی من اتبع الہدیٰ۔ میاں توکّل شاہ، میاں عبدالخالق، حسن محمد، سوندھے شاہ کو سلام پہنچا دو۔ اُن کی صحت اور سلامتی سے خبر دی جائے۔

۳۔ فارسی میں ہے۔ مولوی عبداللہ علیزی قندھاری کو ذی الحجہ ۱۳۰۲ھ میں آپ نے خلافت نامہ عنایت کیا، اور تیرہ مہینے کے بعد یہ خط تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ برادر عزیز مولوی عبداللہ کا ارسال کردہ محبّت بھرا خط پہنچا۔ بارک اللہ فی عمرکم و علمکم و عملکم و رُشدکم و ارشادکم و جعلکم اماماً للمتقین ھادیاً مہدیاً و کثّر امثالکم۔ ہمّت بلند رکھیں، اور میری طرف متوجہ رہیں ان شاء اللہ ترقیاتِ کثیرہ حاصل ہوں گی۔ کلمۂ طیبہ کی تکرار، اور قرآن مجید کی تلاوت، اور

نماز بہ طول قیام کی طرف راغب رہیں۔ دل تمہاری ترقی کا خواہشمند ہے۔ تمہاری طرف توجہ رہتی ہے۔ اطمینان رہے۔ ماہ رجب میں مدینۂ منورہ میں حاضری ہوئی، بے انتہا عنایات سے مشرف ہو رہا ہوں۔ ہم مشرب اور ہم جنس بہت کم ہیں۔ اس سے زیادہ کی طاقت تحریر نہیں۔ نیک عالم بدگوئی کرتا ہوا اور مجھ کو برا کہتا ہوا بمبئی کو چلا گیا۔ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيل۔ دیکھا جائے۔ اور دم نہ مارا جائے۔ ؎ وَلَيْتَكَ تَحْلُوْ وَالْحَيَاةُ مَرِيْرَةٌ وَلَيْتَكَ تَرْضٰى وَالْاَنَامُ غِضَابٌ۔ (اے کاش تو میرے لئے شیریں ہو جائے۔ زندگی تو تلخ ہے، اور اے کاش تو راضی ہو جائے چاہے مخلوق ناراض ہی کیوں نہ ہو)

الحمد للہ بعض برادرانِ طریقت نے ترقیاں کی ہیں۔ شیخ عماد الدین تعلیم کی اجازت پا کر اپنے وطن بلغاریہ چلے گئے ہیں۔ اور مولانا مختار مخدوم سمرقندی اجازت حاصل کر کے مکہ معظمہ میں مقیم ہیں۔ شیخ محمد حسن اچھی استعداد کا جوان ہے۔ امید ہے کہ کچھ دنوں کے بعد اجازت حاصل کرے گا۔ تم نے حلقہ و تعلیم باطن و ظاہر کی سرگرمی کا حال نہیں لکھا۔ کچھ وقت اس میں بھی صرف کرو۔ والسلام علی من اتبع الہدیٰ۔

(تحریر ۱۵ محرم ۱۳۰۴ھ از مدینہ منورہ)

ایضاً۔ فارسی میں۔ ایضاً بہ نام مولوی عبداللہ علیزی قندہاری۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ اخی اعزی معارف آگاہی کو اس فقیر کا سلام اور دعواتِ خیر موصول ہوں۔ ایک لحظہ کے لئے بھی غفلت کو اپنے پاس نہ پھٹکنے دو۔ کبھی عالمِ امر کے گلستان سے پھول چنو اور کبھی محبت کے دریا سے اپنے نفس کو پاک کرو۔ ؎

قدمے ز وجودِ خویش فانی رفتہ ز حروف در معانی

کبھی اپنے عناصر کو انوارِ باطن کی بہ دولت فرشتوں جیسا کرو اور کبھی مشتِ خاک کو بہ اوجِ فلک پہنچاؤ، اپنی ہمت بلند اور اپنا سر پست رکھو، نماز بہ طولِ قیام اور قرآن مجید کی تلاوت لازم ہے۔

آں عزیز کا مکتوب مرغوب پہنچا۔ ہاں عروج کے وقت سالک کو وہم ہوتا ہے۔ کہ

وہ مشائخ سے اوپر چلا گیا ہے۔ اس کی تحقیق مکتوبات شریف میں موجود ہے۔ فقیر ہر وقت تمہارے کمال کے لئے متوجہ رہتا ہے۔ اور امراض سے شفایابی کے لئے دعائیں کی گئیں۔ والسلام علیکم و علی من لدیکم۔

تحریر ششم صفر ۱۳۰۴ھ ازمکہ مشرفہ۔ قریب باب عتیق

ﷺ۔ فارسی میں۔ جناب سید عبداللہ زواوی خلیفہ حضرت شاہ محمد مظہر قدس اللہ اسرارہما ساکن مدینہ منورہ۔ حضرت سیدی الوالد نے یہ خط ان کو رامپور ارسال کیا ہے جب کہ وہ شیخ احمد بہاء الدین کو ہندوستان لائے تھے۔ تاکہ وہ اپنے اجداد عالی شان کے مزارات اور اپنے عمین کریمین کے فرزندان گرامی حضرت شاہ محمد معصوم اور حضرت سیدی الوالد سے کچھ استفادہ کریں۔ اس سلسلہ میں انھوں نے حضرت سیدی الوالد کو خط لکھا۔ آپ نے ان کو درج ذیل خط جواب میں لکھا۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔ وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتَابَ لَتُبَیِّنُنَّہٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَکْتُمُوْنَہٗ۔ (اور جب اللہ نے کتاب والوں سے عہد لیا کہ اس کو لوگوں سے بیان کروگے اور چھپاؤ گے نہیں) عبداللہ ابوالخیر احمدی کی طرف سے سیادت و شرافت دستگاہ سید عبداللہ کو سلام پہنچے۔ الدین النصیحۃ (دین نصیحت ہے) آپ کا خط پہنچا۔ حرمین شریفین سے احمد کا لانا اور رامپور پہنچانا کس لئے ہے۔ اگر علم ظاہر کے لئے ہے تو حرمین میں بھی علم میسر ہے۔ اور اگر اصلاح قلب و تزکیۂ نفس و سلوک طریق اولیا کے لئے ہے۔ تو اس میں لانے سے کام نہیں بنتا۔ بلکہ خود طالب کا دل و جان سے آنا شرط ہے۔ اگر احمد میں شوقِ طلب ہے تو بہتر ہے کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ اور اگر یہ بات مفقود ہے تو صبر کریں اور دعا کرتے رہیں کہ اللہ ان کو اس راہ کی طلب کا شوق عنایت کرے۔ ولایت کوئی دنیوی کام نہیں ہے کہ عقل اور تدبیر کی بدولت حاصل کی جائے۔ بلکہ ؎

دل اندر زلف لیلیٰ بند و کار از عقل مجنوں کن ‌ ‌ ‌ کہ سالک را زیاں دارد مقالات خردمندی

دوامِ زلف لیلیٰ کا اسیر بن اور مجنوں کی عقل سے کام لے، کیونکہ خردمندی کی باتیں سالک

کے لئے مضرت رساں ہیں) یہ بھی کہتا ہوں کہ مولوی ارشاد حسین صاحب نیک اور لائق ہیں۔ لیکن رات دن احمد کے ساتھ نہیں رہ سکتے۔ لہٰذا اور لوگوں کے ساتھ احمد کی مصاحبت ہوگی۔ اور اہل رامپور مصاحبت کے لائق نہیں ہیں۔ احمد کے دل پر حرمین کا چھوٹنا گراں گزرے گا۔ جب دل پر گرانی ہوگی کوئی کام نہیں ہو سکے گا۔ نہ دینی اور نہ دنیوی اور خاص کر طریقت کا شغل، کیونکہ گرانی دل اس راہ کے لئے زہر قاتل ہے شیخ غلام نقشبند یا جو کہ بافہم ہو یا سید عماد الدین صاحب فقیر کی اس تحریر کی قدر کریں گے۔ خلوص نیت سے اپنی عقل کے مطابق میں نے لکھا ہے۔ والسلام۔ احمد کو دعا پہنچا دیں۔

تحریر ۲۴ ربیع الآخر جمعہ از خانقاہ شریف

اس خط میں جو کچھ میں نے لکھا ہے اپنے مشرب کے موافق لکھا ہے۔ زمانہ سازی میرے لائق نہیں۔ اور مجھ کو احمد سے محبت ہے اور محبت کا تقاضا یہ ہے کہ یحبُّ لِأَخِیهِ مَا یحبُّ لِنَفْسِهِ (وہی اپنے بھائی کے لئے چاہے جو اپنے نفس کے لئے چاہے) اگر میری تحریر آپ کی سمجھ میں آئے تو بہتر ہے۔ ورنہ مجھ کو معذور سمجھیں۔

۵۔ فارسی میں۔ عبدالرحیم ولد عبدالکریم۔ ساکن قصبہ ڈیبائی ضلع بلند شہر۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ فقیر ابوالخیر احمدی کان اللہ لہ کا سلام برادر عزیز منشی عبدالرحیم سلمہ اللہ تعالیٰ کو پہنچے۔ تمہارے سب خطوط پہنچے۔ الحمد للہ کہ توجہات کا اثر تم کو پہنچ رہا ہے۔ یہ اللہ کی نعمتوں میں سے ہے۔ اپنے اوقات کو طاعات واذکار و تلاوت و مراقبات میں صرف کرو۔ خالی نہ رہو۔ رابطہ (تصور شیخ) بہ کثرت کرو۔ تمہارے وقائع زیادہ تر درست ہیں۔ تم نے فنائے لطائف کا لکھا ہے۔ الحمد للہ تعالیٰ۔ توجہ تم کو دی جاتی ہے اور خاص کر اس وقت جبکہ تمہارا خط آتا ہے فیض کی زیادتی کا سبب ہوتا ہے۔ جواب نہ لکھنے کی وجہ سے افسردہ خاطر نہ ہو کیونکہ ان دنوں خط کا لکھنے والا کوئی نہیں ہے۔ فقیر کو فرصت کم ہے۔ بہ صورت اجمال اتنا سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم سے فیض کا دروازہ تم پر کھل گیا ہے۔ اور یہ اللہ کی نعمت ہے۔ والسلام۔ مولوی عبدالغنی اور یار محمد خاں کا سلام پہنچے۔

تحریر نہم شوال روز شنبہ سال نہم از مایہ چہاردہم (۱۳۰۹ھ) از خانقاہ شریف دہلی۔

رمضان شریف سے اس شہر میں ہیضہ ہے۔ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو توبہ اور عبادت کی توفیق دے۔ والسلام۔

۶ مفارسی ہیں۔ سیّد امجد علی شاہ فرزند سید محمد علی شاہ فرزند جاں فشاں خاں سر دھنوی کو تحریر فرمایا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سعادت آثار سید امجد علی شاہ کا خط پہنچا۔ اس حقیر کو سعادت سلوک حضرت قبلہ گاہی، ارشاد پناہی، نائب خیر البشر حضرت شاہ محمد عمر رحمۃ اللہ علیہ رضی عنہ سے ہے اور اجازت و خلافت بھی آپ ہی سے حاصل ہوئی ہے۔

گر برتن من زبان شود ہر موے یک شکر وے از ہزار نہ توانم کرد

جزاہ اللہ سبحانہ عنی وعن المسلمین خیرا۔ اور شرفِ بیعت حضرت جد امجد شاہ احمد سعید قدس سرہ سے رکھتا ہوں۔ حضرت جدّ امجد نے اس حقیر کو خلافتِ خاصہ کی بشارت دی ہے جیسا کہ حضرت والد نے اس کا بیان کتاب انساب الطاہرین میں کیا ہے۔ جامع ترمذی اپنے والد کے چچا حضرت مولانا شاہ عبد الغنی سے پڑھی ہے۔ اور آپ نے اجازتِ عامہ بجمیع مایجوز روایتہ۔ اس حقیر کو عنایت کی ہے۔ آپ کے ہاتھ کا تحریر کردہ اجازت نامہ فقیر کے نزدیک موجود ہے۔ غرض میرے اور حضرت شاہ احمد سعید کے مابین حضرت شاہ محمد عمر ہیں۔

یہ گھر چراغ فیوض عمر سے روشن ہے ؛ نہیں ہے غیر کے سینہ میں نور آپ سے آپ

تمہارے لئے اسم ذات کا ذکر بہ کثرت کرنا زیادہ فائدہ مند ہے۔ تعداد مقرر کرنی مناسب نہیں۔ جتنا بھی کر سکو حضور دل سے اس شغل شریف کو کرو۔ یعنی اسم ذات کا ذکر۔ یوسف بخاری بھی اسم ذات کا شغل کرے۔ والسلام علیکما۔

تحریر ۶ رشوال روز جمعہ ۱۳۱۹ھ خانقاہ شریف۔ دہلی

امام غزالی کی تالیفات کا مطالعہ بہت نافع ہے اور قرآن شریف کی تلاوت ترجمہ کے ساتھ لازم ہے۔ فقط۔

۷۔ فارسی میں۔ ظہور الحسن ساکن کرت پور ضلع بجنور کو ارسال فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ عبداللہ ابوالخیر فاروقی کی طرف سے میاں ظہور الحسن کو سلام پہنچے۔ تمہارا خط پہنچا۔ ایمان کی سلامتی پر شکر الٰہی ہے کیونکہ نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت یہی ہے۔ امام غزالی کی تالیفات کیمیائے سعادت اور منہاج العابدین کا مطالعہ کرو، اور خواجگانِ نقشبندیہ کے مقرر کردہ طریقہ پر ذکر شریف علی الدوام کرو۔ اور اگر یہ نہ ہو سکے تو تھوڑی دیر صبح کو تھوڑی دیر شام کو کرو۔ اس صورت میں امیدیں کی جاسکتی ہیں۔ اور نعمتوں میں سب سے بہتر نعمت ایمان کی سلامتی ہے۔

گہ رشک برد فرشتہ بر پاکیٔ ما　　گہ طعنہ زند دیو بہ ناپاکیٔ ما
ایمان بہ سلامت چو لبِ گور بریم　　اَحْسَنْتَ بریں چستی و چالاکیٔ ما

مولوی رشید احمد کی موت الیسا زخم ہے کہ اس کا مرہم نہیں۔ اس وقت میں، عالم، صالح، دیندار، عنقا کے حکم میں ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ دینداروں پر ایک ہزار افراد کے مرنے سے ایسے ایک شخص کا مرنا بھاری ہے۔ اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْ مصیبتنا فی دیننا ولا تجعل الدنیا اکبر ھمنا ولا مبلغ علمنا ولا تسلط علینا مَنْ لا یرحمنا۔ والسلام۔

سہ شنبہ، ۲۷ جمادی الاخری ۱۳۲۳ھ۔

۸۔ فارسی میں ہے۔ حاجی عبداللہ خان مُہر کَن ساکن کشمیر کو ارسال فرمایا۔ یہ آپ کے نہایت قدیم مخلصین میں سے ہیں۔ انھوں نے ایک مُہر آپ کے واسطے اور دو دو ہم تینوں بھائیوں کے واسطے، عقیق پر نہایت خوشخط اور نفاست سے کندہ کر کے، ڈاک کے ذریعہ کوئٹہ ارسال کیں۔ جزاہ اللہ فی الدارین خیرا والحقہ لعبادہ الصالحین المکرمین۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حاجی عبداللہ کا خط رجسٹری شدہ ملا۔ الحمد للہ رب العالمین اس تحریر کے وقت تک یہاں ہم سب، تینوں فرزندان۔ بلال بن عبداللہ بن عمر و زید بن عبداللہ بن عمر و سالم بن عبداللہ بن عمر اور ان کی والدہ اور ہمشیرگان اور جمیع متعلقین خیر و عافیت سے زندہ ہیں۔ شب یکشنبہ پنجم شعبان دہلی سے کوئٹہ کو لاہور کے راستہ

سے روانہ ہوئے اور سہ شنبہ کے دن ظہر کے بعد، رشعبان کو کوئٹہ بلوچستان اپنے گھر پہنچے، امید ہے انگوٹھی اور نگینہ عمدہ تیار کیا ہوگا۔ جتنا بھی کر سکو تعظیم اور ادب کے ساتھ اپنے باطن میں اللہ کی یاد کرتے رہو۔ (آپ کے اشعار ہیں)

یَا غِیَاثِیْ وَخَیْرَ مُلْتَحَدِیْ ۔ لَیْسَ لِیْ مَنْ یُغِیْثُ مِنْ اَحَدٖ
عَافِنِیْ رَبِّ وَاعْفُ عَنْ فَنَدِیْ ۔ رَبِّ وَاغْسِلْ خَطَایَ بِالْبَرَدِ
وَعَنِ الدِّیْنِ لَا تَزِلْ قَدَمِیْ ۔ وَاَقِلْ عَثْرَتِیْ وَخُذْ بِیَدِیْ
وَارْضَ عَنِّیْ رِضًا بِلَا سَخَطٍ ۔ وَعَنِ الْوَالِدَیْنِ وَالْوَلَدِ
وَارْحَمْ اَبْنَائِیَ الثَّلَاثَ بِلَا ۔ لَا وَزَیْدًا وَسَالِمًا وَلَدِیْ
اَخَوَاتٌ وَوَالِدَانِ لَهُمْ ۔ فَاحْفَظِ الْکُلَّ رَبِّ مِنْ نَکَدٖ
وَالْاُوْلٰی اَحْسَنُوْا اِلَیَّ عَلٰی ۔ سُوْئِیْ ۔ اَحْسِنْ اِلَیْهِمُوْا وَجُدٖ
حَسْبِیَ اللّٰهُ فِی الْحَیَاةِ وَفِیْ ۔ سَکَرَاتِ الْمَمَاتِ وَاللَّحَدِ
وَحِسَابِیْ وَوَزْنِ اَعْمَالِیْ ۔ وَقِیَامِیْ لِرَبِّیَ الْاَحَدِ
وَاِذَا مَا صَحِیْفَتِیْ نُشِرَتْ ۔ وَاِذَا مَا سُئِلْتُ عَنْ لَدَدِیْ
وَهُوَ نِعْمَ الْوَکِیْلُ یَکْلَؤُنِیْ ۔ فِیْ نَهَارِیْ وَلَیْلَتِیْ وَغَدِیْ

۹۔ فارسی میں۔ مولوی محمد عمر صاحب ساکن محلہ مداپور۔ گھوسی ضلع اعظم گڑھ کو تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

تَبَارَکَ رَبُّ الْعَالَمِیْنَ الَّذِیْ عَلَا ۔ عَلٰی خَلْقِهٖ یُحْیِیْ وَیُفْنِیْ لَهُ الْعُلَا
عَلَا جَدُّهٗ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ وَحْدَهٗ ۔ وَسُبْحَانَهٗ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ کَامِلًا

لفظ عَلٰی مصرعِ اول کے آخر میں فعل اور مصرعِ دوم کی ابتدا میں حرف اور آخر میں اسم ہے۔ حقیر وقتِ تحریر تک عافیت سے ہے لیکن حقیقی عافیت سے جو کہ مالک کی فرماں برداری ہے عاری اور محروم ہے، ضعیفی اور بڑھاپے کا زمانہ ہے، کسلمندی کا غلبہ ہے حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ عَلَی اللّٰهِ تَوَکَّلْنَا ۔ والسلام۔

دوشنبہ ۶ محرم الحرام ۱۳۳۱ھ ۔ خانقاہ شریف مجددی۔ محلہ چتلی قبر۔ دہلی

۱۰ اسفارسی میں۔ اقتباساً۔ کوئٹہ کے مخلصین کے نام۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ سعادت آثار مرزا نیاز محمد و حسن خان و عبد الرشید و عبد الحلیم و ملا عبید اللہ و ایاز و لعل احمد موذن و منّو و ملاداد و مار کیٹی و محبت و ہارون پسر بوستان و احمد جان قندہاری و آغا جان و غیرہم وظائف طاعات و عبادات میں جد و جہد اور سعی کرتے رہیں۔ اور عمر گرانمایہ کو برباد نہ کریں۔

سرمایۂ دولت اے برادر بہ کف آر — ویں عمر گرامی بہ خسارت مگزار
دائم ہمہ جا با ہمہ کس در ہمہ حال — می دار نہفتہ چشم، دل جانب یار

غضب و غصہ سے اپنے کو دور رکھیں، غیبت اور مسلمانوں کی تحقیر اور دروغ گوئی سے اپنے کو بہت بچائیں۔ یہ بری عادتیں تم لوگوں میں بہت ہیں اور جڑ پکڑ چکی ہیں۔ ان اخلاق رذیلہ کی وجہ سے ذکر شریف کی تاثیر اور حضورِ دل میں کمی ہے۔ تمہارے احوال پر ہم نے جتنی بھی توجہ اور نصیحت کی اس کا اثر نہ ہوا۔ لہذا ان اخلاق رذیلہ کے دور کرنے میں کوشش کریں اگر ہفتہ میں ایک بار مزار شریف پر حاضر ہو کر پچیس ہزار مرتبہ ذکر شریف کریں۔ امید ہے کہ حضورِ دل میں اضافہ ہوگا۔ والسلام علیکم۔ — عبد اللہ ابو الخیر فاروقی

مرید کو چاہیئے کہ اپنی کیفیت لکھے۔ — ۷ر شعبان پنجشنبہ ۱۳۳۱ھ

۱۱۔ فارسی میں۔ مولوی عبد العزیز ساکن جونا کر کاٹھی۔ ضلع کھلنا۔ شرقی بنگال کو تحریر فرمایا:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ رب العالمین۔ اللھم صلِّ وسلّم و بارک علی سیّد الخلق محمد و علی جمیع الانبیاء والمرسلین والذین اتبعو ھم۔ مولوی عبد العزیز بنگالی کا خط پہنچا۔ الحمد للہ رب العالمین تحریر کے وقت تک ہم سب زندہ ہیں۔ تم کو اجازت ہے کہ ہماری طرف سے طالبانِ حق کو ذکر قلبی کی تعلیم اور ان کو بیعت کرو۔ مریدوں سے کہو کہ ایک گھنٹہ صبح ایک گھنٹہ شام بلا ناغہ ذکر قلبی کریں اور شریعت کے پابند رہیں۔ ہمارا سلام سب مخلصین سے کہدو۔

روز پنجشنبہ ۲۱ر شوال ۱۳۳۳ھ

۱۲۔ فارسی میں۔ حاجی عبدالحکیم ولد خدائے رحم قوم دفتانی، ساکن شلگر۔ افغانستان کو تحریر فرمایا:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ عبداللہ ابوالخیر فاروقی کی طرف سے عبدالحکیم دفتانی کو سلام پہنچے۔ تمہارا محبت بھرا خط پہنچا۔ کثرتِ ذکر کا مذکور ہے۔ الحمدللہ۔

ذکر کن ذکر تا ترا جان است ؛ پاکیِ دل ز ذکرِ رحمان است

۶ر رمضان دوشنبہ ۱۳۲۲ھ خانقاہ شریف

۱۳۔ فارسی میں۔ اسماعیل بن عبدالرحمٰن کو بمبئی ارسال کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمدللہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی۔ محبت آثار سعادت اطوار۔ اخلاص شعار اسماعیل بن عبدالرحمٰن کو اس حقیر کی اچھی دعائیں پہنچیں۔ تمہارا خط ملا اور اس کے پڑھنے کے وقت محبت بلکہ خلوصِ مودت کے آثار مفہوم ہوئے۔ حمد ہے اللہ سبحانہ کے لئے۔ یہ اس کا احسان عظیم ہے اور بہت بڑی نعمت ہے بلکہ اساسِ ایمان ہے۔ اللہ تعالیٰ تم کو اس پر استقامت عنایت کرے۔ بُشرٰی لکُم۔ کتاب مستطاب پہنچی۔ سبحان اللہ عجب کتاب ہے۔ سالہا سال سے یہ حقیر اس کی زیارت کا مشتاق تھا۔ تمہارے سبب سے یہ سعادت نصیب ہوئی۔ اس حقیر کو جو غلامی کی نسبت قرآن مجید سے ہے۔ وہ مہلت نہیں دیتی کہ کسی کے کلام سے ذوق حاصل کرے۔

آں را کہ دوسرائے نگارے است فارغ است ؛ از باغ و بوستان و تماشائے لالہ زار

پھر بھی اتنا کہتا ہوں کہ تصوف قدیم میں اس کتاب کے متعلق یہ کہنا جائز ہے۔ کہ اس جیسی کوئی کتاب نہیں لکھی گئی ہے۔ سُکّر[۱] کے چار ڈبے پہنچے چوں کہ اس کی نفاست "ابوالمعتین"[۲] سے بہت کم ہے۔ اس لئے میرے استعمال میں نہ آئے، کسی دوسرے کام میں آجائیں گے۔ حاجی ایوب سے کہو کہ ناامید اور متحیر نہ ہوں میں کیا کروں۔ ان کو چاہیئے

---

۱ سُکّر بمعنی شکر اور چینی کے ہے۔ ۲ یورپ کے کسی کارخانہ کی چینی ڈبوں میں آتی تھی۔ اس کو اہل حجاز ابوالمعتین کہتے تھے۔

کہ ظاہر و باطن کو یکساں کریں، اخلاص و محبت کی زیادتی کے طالب بہ طریق استقامت ہوں مَا یَفْعَلُ اللّٰہُ بِعَذَابِکُمْ اِنْ شَکَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ۔ تقوی کو گفتار و کردار میں اپنا شعار بنائیں۔ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ۔ ایوب ثانی کیوں اپنے کو سست بنا رہے ہیں۔ راہ حق پر جا کر قدم کیوں نہیں رکھتے۔ طیب اور یعقوب کو بھی یاد دہانی کرادو۔ اگر کچھ اور نہیں کر سکتے ہیں تو رشتۂ محبت کو قوی کریں۔ اے عزیزو۔ فرصت غنیمت ہے۔ ھَلَکَ الْمُسَوِّفُوْنَ۔ (ٹال مٹول کرنے والے ہلاک ہوئے) باقی احوال مستوجب حمدِ کثیر ہے۔ والسلام علیکم اجمعین۔

روز جمعہ ششم جمادی الاخری سال یازدہم

ایک سال سے زیادہ ہونے کو آیا کہ خانقاہ شریف سے باہر میں نے قدم نہیں رکھا ہے۔ لوگوں پر ملاقات کا دروازہ بالکل بند ہے۔ دو تین ولایتی اور ایک آدھ ہندی بہ مشقت تمام آتے ہیں۔ خدا کا طالب نہیں ہے۔ اِلّا ماشاء اللہ۔ لوگوں کے آنے سے بدمزگی ہوتی ہے۔ دعا میں یاد رکھو۔ والسلام۔

اے عزیز نہ عالم میں کوئی شخص ہے نہ کوئی چیز ہے کہ میرے ذوق میں اضافہ کرے۔ بجز میری خلوت کے۔ سالکوں کا سلوک اور مجذوبوں کا جذبہ میرے حرمِ دل پر بار نہیں ہے۔ جو عنایتیں مجھ پر ہو رہی ہیں ان کے سمجھنے سے میں خود قاصر ہوں، دوسروں کا کیا کہنا وَاللّٰہُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِہٖ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ (اللہ جس کو چاہے اپنی رحمتوں سے نوازے اللہ نہایت فضل کرنے والا ہے) اللہ کی نعمت کو بیان کرتے ہوئے میں نے تم کو لکھ دیا تاکہ دوست رہو اور فہم کرو۔

من اگر رندم وگر شیخ چہ کارم باکس ؎ حافظِ راز خودم عارف وقتِ خویشم

۴۴ اسفار سی میں۔ سردار محمد علی خان پسر سردار شیر علی خان محمد زی کو ان کی اہلیہؒ کی وفات پر تحریر کیا:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ سردار محمد علی خان کو سلام دعا کے بعد معلوم ہو، ہم سب خیریت سے ہیں، تمہاری خیریت اللہ تعالی سے نیک مطلوب ہے۔ خط پہنچا تمہاری اہلیہؒ کی خبر معلوم ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

امروز گر از رفتۂ عزیزاں خبرے نیست ؏ فرداست دریں بزم زما ہم اثرے نیست

اللہ تعالیٰ تم کو صبر اور کثیر اجر عنایت کرے۔ ہم سب کو ان کی وفات کا رنج ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغفر لھا وارحمھا واعف عنھا وتجاوَز عن سَیّئاتھا۔ آمین۔

یکشنبہ ۲۳ صفر ۱۳۳۳ھ

ایضاً۔ فارسی میں۔ سردار محمد علی خان کو تحریر فرمایا:۔

یا اللہ۔ اے خدائے مہربان، میں تجھ سے خیر و خوبی چاہتا ہوں۔ جس میں بھلا ہو وہ میرے لئے مقدّر کر اور آسان کر اور مجھ تک اس کو پہنچا۔ اور میرے لئے جس میں شر ہو اس کو مقدّر نہ کر اور اس کو مجھ پر دشوار کر اور مجھ سے دُور کر۔ اے میرے پروردگار، میری دعا قبول کر۔ میں نادان ہوں اور تو دانا ہے۔ میں عاجز ہوں اور تو توانا ہے، میں تیرا بندہ ہوں اور تو میرا مولیٰ ہے۔

تین تین بار ہر نماز کے بعد حضورِ دل سے پڑھنی چاہیئے۔ والسلام

جہاں میں تو نام کوئی رہے گا ؏ نہ کوئی رہا ہے نہ کوئی رہے گا

خیرے کُن اے فلاں و غنیمت شمار عمر ؏ زاں پیشتر کہ بانگ برآید فلاں نہ ماند

۱۵۔ بابو محمد ہاشم حصاری کے فرزند کی وفات ہوئی۔ آپ نے ان کو تحریر کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اما بعد۔ فَاَعْظَمَ اللّٰہُ لَکَ الْاَجْرَ وَاَلْہَمَکَ الصَّبْرَ ورزقنا وایاک الشکرَ، فان انفسنا واموالنا واھلینا واولادنا من مواھبِ اللّٰہِ عزوجل الھَنِیْئَۃِ وعَوارِیّہِ المُسْتَوْدَعَۃِ نمتّع بھا الی اجل معدود ویقبضھا بوقت معلوم، ثم افترض علینا الشکر اذا اعطی، والصبر اذا ابتلی، فکان ابنک من مواھب اللہ الھنیئۃ وعواریہ المستودعۃ، متعک بہ فی غبطۃ وسرور وقبضہ منک بأجر کبیر، الصلاۃ والرحمۃ والھُدٰی اِن احتسبتہ فاصبروَلَا یُحْبِطْ جَزَعُکَ اجرَکَ فتندم، واعلم ان الجزعَ لا یَرُدُّ شیئًا وَلَا یَدفعُ حُزْنًا، وَمَا ھُوَ نازلٌ فَکَاَنْ قَدْ۔ والسلام۔

روایت کیا اس حدیث کو حاکم نے مستدرک میں اور ابن مردویہ نے۔

اب آپ کے اُردو میں تحریر کردہ خطوط لکھے جاتے ہیں

۱۶۔ آپ نے اپنے نانا صاحب کی ہمشیرہ صاحبہ کو جو کہ آپ سے بیعت تھیں تحریر فرمایا ہے
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ عبداللہ ابوالخیر کی طرف سے نانی انجم النسا بیگم صاحبہ کی خدمت میں سلام باآدابِ مسنونہ کرام قبول ہو۔ اوّلاً مزاج شریف کا حال، ذکر الٰہی کا اشتغال، قرآن شریف کے منزل، تصورِ شیخ اور حضور دل، اسم ذات ہر لطیفہ سے جدا جدا، لطائفِ خمسۂ عالمِ امر بہ اسم پاک گویا، اور سب امور کو پوچھتا ہوں۔ دیکھو نانی خبردار، اپنے کام میں اور اعتقاد میں خوب مضبوط رہنا۔ یہ دولت جو تم کو خدا نے دی ہے۔ اس کو کم تصور نہ کرنا۔ بزرگان دین اس کی قدر جانتے ہیں، اگر زندگی میں پھر ملنا ہوا تو اور سبق تم کو تعلیم کروں گا نہیں تو اسی پر قانع رہو۔

۱۷۔ عبدالرحیم ولد عبدالکریم متوطن ڈیبائی ضلع بلند شہر کے نام تحریر فرمایا۔
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی۔ از ابوالخیر احمدی برادر طریقہ میاں عبدالرحیم منصرم محکمۂ پیمائش، سلمہ اللہ تعالیٰ۔ کو بعد سلام مسنون کے معلوم ہو کہ دونوں خط آپ کے پہنچے سب حال معلوم ہوا، الحمد للہ سبحانہ۔ اخیر کی کیفیت جو لکھی تھی کہ فیض معیّت کا سارے بدن کو محیط ہو جاتا ہے۔ یہ بات بہت اچھی ہے اور شاہ بہرام صاحب اگر حضرت خواجہ احرار قدس سرہ کے خادم ہیں تو اپنے ہی سلسلہ کے ہیں، اُن کے پاس حاضر ہو کر مراقبہ کرنے میں کچھ حرج نہیں، باقی خیریت ہے۔ منشی تین مہینہ سے چلا گیا ہے اس واسطے تحریر جواب میں تاخیر ہوتی ہے۔ مغرب کے بعد متوجہ ہو کر بیٹھا کرو، ان شاء اللہ فیض کی ترقی ہوگی اور دعائے خیر میں مجھ کو بھی یاد رکھو۔ والسلام

تحریر ۱۸ ذی القعدہ روز جمعہ ۱۳۰۸ھ   از خانقاہ شریف دہلی

انہی کو

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی۔ از عبداللہ ابوالخیر احمدی محبت آثار میاں عبدالرحیم بہ عافیت واستقامت باشند۔ مکتوب مرغوب رسید۔ مضامین مندرجۂ آن باعثِ خوشنودیِ وقت ماشدند۔ جب معیّت سے ترقی ہوتی ہے

تو واقعی لطیفۂ نفس کی تربیت کرتے ہیں مگر بعد پختہ ہونے معیّت کے، اور تمہارا کشف صحیح ہے مگر ابھی چندروز شغلِ معیّت کرو کہ یہ معیّت مقامِ ولایتِ صُغریٰ ہے، ظلالِ اسماو صفاتِ الٰہی سے یہاں فیضیابی ہوتی ہے۔ جس قدر مقامِ معیّت میں قوت اور پختگی ہوگی اُسی قدر سلوک مضبوط ہوگا اور معیّت میں فنائے قلب حاصل ہوتی ہے۔ بلکہ اجازتِ مفیدہ بھی عنایت ہوتی ہے۔ بعد مغرب کے ہماری طرف متوجہ رہا کرو۔ اثر توجہ کا پہنچے گا۔ دعا میں یاد رکھو۔ والسلام۔ ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۰۸ھ

۱۸۔ حافظ امیر اللہ قصبۂ بسی متصل سرہند شریف کے رہنے والے اور ہندوستان کے مخلصین اولین میں سے تھے۔ حجاز مقدس جانے سے پہلے آپ نے ان کو چار خط لکھے تھے ۱۳۵۶ھ میں حافظ صاحب شملہ سمربل میں آپ کے خطوط لائے اور عاجز نے بیاض پر نقل کیا۔ آپ نے لکھا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ ابوالخیر عبد اللہ کی طرف سے برادران طریقہ حافظ امیر اللہ اور عمر بخش کو سلام اور دعا پہنچے۔ دو خط تمہارے پہنچے، حال معلوم ہوا، اسم ذات ہر لطیفے سے ساتھ حضور دل کے کیا کرو۔ غفلت سے ذکر نہ کرو۔ تسبیحیں تمام کرنی غرض نہیں ہے۔ رابطہ ہر وقت کیا کرو۔ تھوڑی دیر مراقبۂ احدیت بغیر ذکر کے ہر روز چاہیے۔ نفی و اثبات دم کو روک کر جس طرح تم کو سکھایا تھا ضرور کیا کرو۔ دم اتنا نہ روکو کہ تکلیف ہو۔ بازگشت یعنی یا اللہ مقصود میرا تو ہے۔ اپنی محبت عنایت کر، ہر ذکر میں، اسم ذات خواہ نفی و اثبات، ضرور ہے۔ اور ذکر ایسا پورا کرو کہ اثر پیدا کرے، رونا اور شوق اور محبت خدا کی حاصل ہو۔ آدمیوں سے نفرت ہو، اور میری طرف سے حضرت امام صاحب اور حضرت ایشاں (خواجہ محمد معصوم) اور حضرت سلطان الاولیا شیخ سیف الدین کے حضور میں سلام عرض کرنا اور کہنا کہ آپ کی توجہ اور دعا کا امیدوار ہوں اور سب محبّوں کو دعا و سلام۔ والسلام۔ عمر بخش ختم مجددی پڑھتے ہیں، اچھا ہے جو کچھ پڑھو حضور سے، خیال سے پڑھو۔ امام بخش، خدا بخش، محبوب بخش، عبد الکریم عیدو، محمد بخش، عبد الرحیم، محمدی شاہ وغیرہ کو سلام دعا مضمون خط واحد ہے۔

محررہ ۲ رجمادی الاولیٰ ۱۲۹۹ھ رامپور

باقی خطوط کے اقتباسات درج ذیل ہیں۔

تم نے اپنے بھائیوں کا حال کیوں نہ لکھا اور اپنا حال بھی اچھی طرح نہیں لکھا کہ ذکر کتنا کرتے ہو۔ مراقبہ کس قدر کرتے ہو، خیالات اور خطرات کم ہوتے ہیں یا زیادہ ہوتے ہیں یہ سب حال لکھو۔

مولوی عبدالعزیز کیسے ہیں۔ پھر سرہند شریف آئے تھے کہ نہیں آئے۔

کئی مہینے سے میں بیمار رہا۔ اب بھی کچھ خارش ہے اور خدائے تعالیٰ نے ہم کو ایک لڑکی دی تھی۔ پانچ مہینے کے بعد وہ بھی انتقال کر گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

تحریر ۱۲ ر ذیلقعدہ منگل کا دن ۱۲۹۹ھ رامپور متصل قلعہ نواب صاحب

عرس شریف کے دنوں میں، مَیں بیمار تھا اس واسطے سرہند شریف کو نہ آیا، اب الحمد للہ اچھا ہوں۔

میرا ارادہ تو اب بھی سرہند شریف کا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہو گا۔ حاضر ہوں گا۔ ذکر اسم ذات اور نفی و اثبات اور مراقبہ جس طرح سے تم کو سکھایا تھا کرتے رہو۔ اور شجرہ شریفہ پڑھتے رہو۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ملاقات بھی ہو جائے گی۔

۱۸ ر جمادی الاولیٰ ۱۳۰۰ھ رامپور

میں تیرہ دن سے دہلی۔ خانقاہ شریف میں آیا ہوا ہوں۔ ابھی چند روز یہیں رہوں گا۔ ان شاء اللہ۔ پھر ارادہ سرہند شریف آنے کا ہے۔ گناہوں سے بچتے رہو۔ اگر کوئی قصور ہو جائے تو جلدی توبہ کر د۔ اور خدائے کریم کے سامنے عاجزی کرو اور بہت رو اور اللہ سے ڈرو۔ اپنے مرنے کو یاد کرو۔ یہ خط سب کو سنا دینا۔ اگر بھلائی کرو گے اپنے واسطے ہے اگر برائی کرو گے اپنے واسطے۔ والسلام حسن ختام۔ تحریر: ۲ ر محرم از دہلی خانقاہ شریف

۱۹۔ حفیظ الرحیم کے نام لکھنؤ چھاؤنی ومکتوب ارسال فرمایا۔ اقتباس۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حفیظ الرحیم کا خط پہنچا۔ حال معلوم ہوا۔ ہماری محبت کا اثر یہ ہے کہ سب مکروہات و لغویات سے خادم کے دل کو نفرت اور پرہیزگاری و دینداری کی طرف رغبت

ہونے لگے۔ اگر یہ بات تم میں پیدا ہوگئی ہے تو واقعی تم ہمارے خادم ولی ہو، فرائض پر پابندی اور ناجائز باتوں سے دوری ہمارے خادم پر فرض ہے۔ اپنی والدہ کو بھی یہ مضامین پہنچا دینا۔ وسوسے دل سے دور کر کر صبح و شام ذکر شریف کی تاکید کر دینا والسلام علیکما۔

تحریر ۱۹ ربیع الآخر روز جمعہ ۱۳۲۰ھ کوئٹہ بلوچستان۔ قریب تیل گودام۔ مکان عبدالعزیز بابی۔

۲۰۔ ظہور الحسن کو نگینہ ضلع بجنور ۱۹ خطوط ارسال فرمائے ہیں۔ جو کہ ۱۳۱۴ھ سے ۱۳۲۵ھ تک کے عرصہ میں تحریر فرمائے گئے ہیں۔ اقتباسات درج ذیل ہیں۔

محبت اور شوق کا ہونا عمدہ بات ہے۔ مالا بد[۱] پر عمل رکھو کہ بہت اچھا رسالہ ہے ذکر قلبی اسم ذات کا شغل کیا کرو۔ ہماری طرف سے تم کو اجازت ہے اس شغل کی، خدا چاہے تو برکت ہوگی۔ ترجمہ شاہ عبدالقادر صاحب پڑھا کرو تاکہ مضامین کلام مقدس سے کچھ آگاہی حاصل ہو۔ اور جہالت رسوم و بدعات کی دل سے دور ہو۔ اس زمانہ کے بزرگوں سے ملنا نہ چاہیئے۔ والسلام علیکم اولاً و آخراً کام کا بُرا نام کا اچھا۔ ابوالخیر۔

خط بروقت پہنچنے سے تمہارا خیال آتا ہے اور طبیعت کو گونہ توجہ تمہاری جانب ہوتی ہے اور دل سے تمہارے واسطے اکثر دعائے نیک نکلتی ہے۔ بہ شرطیکہ خط میں باتیں موافق مزاج ہوں۔ اتنی بات اور اتنی برکت کیا کم ہے۔ گھر میں آرام سے پڑے، نہ راہ دین میں محنت، نہ طریق سلوک میں ریاضت، میاں اس قدر نعمت بھی غنیمت سمجھو اور ناشکری کر کر ہاتھ سے نہ کھو۔ یہ نوکری ہم سے کہاں ہو سکتی ہے کہ جو شخص خط لکھے ہم اس کا ضرور جواب لکھیں۔ یہ بیکار لوگوں کا کام ہے عقلمندی اور تمیز آدمی کو سیکھنی چاہیئے۔

تمہارا خط پہنچا۔ تم خود خیال کرو کہ تم نے یہ کیا باتیں تحریر کی ہیں۔ دنیا کمانے کی ترکیب کہاں، اور میں بیچارہ غریب کہاں۔ اگرچہ تم میرے مزاج سے کم واقف ہو۔ کیوں کہ حکیم مجید خاں کے پاس جب تم پڑھتے تھے ان دنوں میں) دس پانچ بار ہم سے ملنے آئے

---

[۱] حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی قدس سرہ کے رسالہ کا نام ہے پورا نام 'مالا بد منہ' ہے۔

تھے۔ مگر اتنی عقل تو رکھتے تھے کہ ہمارا کیا قاعدہ ہے اور کیا طریقہ ہے اور ہم سے کیا چیز مانگنی چاہیئے۔ اور ہمارے سامنے کس چیز کا نام نہ لینا چاہیئے۔ بغرضِ تحصیل مطالب دنیویہ ہم سے ملنا یا خط لکھنا سخت بیوقوفی اور حماقت ہے۔ پروردگار نے کتاب پاک نازل کی اور پیغمبر بھیجے۔ اس واسطے نہیں کہ لوگوں کو دنیا کمانے کی ترکیب سکھائے۔ بلکہ اس واسطے کہ لوگوں کو دین کمانے کی ترکیب سکھائے۔ کیونکہ دنیا کمانے کے واسطے کتاب اتارنے اور پیغمبر بھیجنے کی ضرورت نہیں ہے۔ بے کتاب اور بے پیغمبر بھی لوگ دنیا کماتے تھے اور کماتے ہیں۔ بزرگ کو بہت بڑا کمال حاصل ہوتا ہے تو وہ نائب پیغمبر ہو جاتا ہے۔ جب پیغمبر کو دنیا کمانے کی ترکیب سکھانی ضرور نہیں تو اس کے نائب کو کیوں ضرور ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ پیر کامل کی دعا سے مدّعائے دنیا حاصل کرنا بیجا بات ہے۔ اور وَضْعُ الشَّیْءِ فِیْ غَیْرِ مَوْضِعِہٖ ہے اور وہ ظلم ہے۔ اہل بدعت اور غفلت ان لغویات میں مبتلا ہیں۔ بلکہ عمدہ، اصل بات تو یہ ہے۔ کہ نماز، روزہ، وظیفہ، قرآن، ذکر، اگر بندہ کرتا ہے۔ اور مقصود اس کو ان اعمال خیر سے فتوح دنیا ہوتا ہے تو وہ شخص آخرت کی خوبیوں سے بے نصیب ہے۔ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ۔ اس بلا میں آج کل کے نیک لوگ بھی مبتلا ہیں اَعَاذَنَا اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ مِنْ ذٰلِكَ۔ سورۂ ہود صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے رکوع میں یہ آیت مقدسہ موجود ہے۔ تم کو آئندہ ہم سے خط و کتابت رکھنی ہو تو اس قسم کی بات پھر نہ لکھنا، کیونکہ لکھنے سے غرض رنج دینا تو ہے نہیں۔

کوئی شخص تمہارے شہر میں حافظ نور الحسن خلف مولوی ظہور الحسن مرحوم ہیں۔ انھوں نے ایک خط متضمن استفتا مجھ کو لکھا تھا، چوں کہ ... سوال ان باتوں میں مجھ کو پسند نہیں۔ میں نے جواب نہیں لکھا۔ ٹکٹ ان کا واپس بھیجتا ہوں۔ ان کو پہنچا دو۔ اور عذر کر دو کہ میں ضروریات میں بھی مقصر ہوں۔ تمہارے شہر میں محمد حسن خاں مرید ہمارے خاندان کے ہیں ان کا خط مدت سے نہیں آیا۔ ان کی خیر و عافیت لکھو۔ للہ والے مولوی غلام نبی کے مرید۔

۴ رجمادی الآخرہ ۱۳۱۶ھ

نماز، روزہ، احکام شرع کی پابندی ضرور ہے۔ قلب سلیم ہونے کے واسطے دل سے

وسوسے دور کرنے لازم ہیں۔ دلے کہ گرفتار غیر است از وچہ توقع خیر است۔ مقولہ ہمارے بزرگوں کا ہے۔ اور بہت اچھا مقولہ ہے۔ والسلام۔

دنیا چند روزہ ہے مسلمان کی آرام گاہ آخرت ہے۔ دنیا مقام محنت ہے۔ آخرت جائے راحت ہے۔ الدنیا سجنُ المومنِ وجنۃ الکافر۔ قول مشہور تم نے سنا ہوگا۔ طولِ امل اور آرزوہائے دراز میں وقت عزیز کو ضائع نہ کرو۔ والسلام۔

پروردگار ہم کو تم کو توفیق عملِ صالح عنایت فرمائے۔

بندہ ہماں بہ کہ ز تقصیر خویش عذر بہ درگاہِ خدا آورد
ورنہ سزاوار خداوندیش کس نتواند کہ بجا آورد

مناسب ہے کہ اوقات عزیز نیک کاموں میں خرچ کرو، نوکری و تجارت وغیرہ داخل نیک کاموں میں ہیں۔ یادِ الٰہی خلوص دل سے عمدہ نعمت ہے کہ سبب ترقی یقین ہے۔ چہار شنبہ ۲۰ شعبان ۱۳۲۱ھ

میاں بھلے آدمی۔ یوں ہو جائے، یوں ہو جائے۔ صرف آرزو کر لینے سے نہ دنیا ملے نہ دین۔ محنت کرنے سے کچھ ملتا ہے اگر تقدیر میں ہے۔ ورنہ محنت سے بھی کچھ نہیں ملتا۔ ہم کو روپیہ مل جائے، ہم کو باغ مل جائے، ہم کو حکومت مل جائے۔ سارے دن یہ خیالِ خام کرتے رہو۔ دیکھو خاک بھی نہیں ملتی خبط الحواس تم کیوں ہو گئے ہو۔ جو کرو گے اسی کا پھل پاؤ گے۔ رات دن دنیا کی طلب میں سرگرداں رہو اور آرزو یہ رکھتے ہو کہ مراتبِ اہل دین و معرفت تم کو ملیں۔ ھَیھَاتَ ھَیھَاتَ!! فلاح عاقبت نہ تمہاری آرزوؤں پر موقوف ہے اور نہ اہل کتاب کی آرزوؤں پر۔ بلکہ عمل پر موقوف ہے۔ جو شخص برا کام کرے گا اس کی سزا پائے گا۔ اور خدا کے سوا اس کو نہ تو کوئی حمایتی ہی ملے گا اور نہ مددگار، اور جو شخص کوئی نیک کام کرے گا، مرد ہو یا عورت اور وہ ایمان بھی رکھتا ہوگا۔ تو ان صفتوں کے لوگ جنت میں جا داخل ہوں گے، اور تل برابر بھی اُن کی حق تلفی نہ ہوگی۔" آیت شریف کا یہ ترجمہ ہم نے تمہاری ہدایت کو لکھا۔ والسلام ۱۳۲۱ھ

شاہ ولی اللہ صاحب نے کسی تالیف میں ایک بزرگ سے نقل کیا ہے کہ کسی اور

بزرگ نے ان بزرگ سے کہا۔ کہ اچھا خیر اور نہیں تو یہ شعر ہماری طرف سے یاد رکھو۔

کارے نہ ساختیم و دمیدن گرفت صبح ؛ حرفے چراغ خانہ بہ افسانہ سوختیم

غرض یہ ہے کہ کچھ نہ کیا تو رنج تو اس کا ہونا چاہیے۔ ؎

ہم نے اس محفل میں آکر کیا کیا ... مفت اپنے آپ کو رسوا کیا

عمر بھر بازیچۂ اطفال میں ... سانگ رنگا رنگ کے دیکھا کیا

ہو چکی مے نوشی ہمدم چل دیئے ... تو تو غافل رات بھر سویا کیا

ہم پیالہ ہم نوالہ ہیں کہاں ... ساتھ جن کے مدتوں کھایا کیا

قَدْ کَفٰی بِالْمَوْتِ وَعْظًا یَا عُمَرْ ... فَاعْتَبِرْ مَا دُمْتَ حَیًّا بَاکِیَا

وَهُوَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَلِیُّکَ لِمَا یُحِبُّهٗ وَیَرْضَاهُ۔

روزۂ دوشنبہ و پنجشنبہ بڑا ثواب کا کام ہے۔ اَلصَّوْمُ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِهٖ۔ نصِ قطعی ہے۔ میرے نزدیک ان شاء اللہ تعالیٰ۔ ان اعمالِ صالحہ پر اگر تم ثابت قدم رہو گے تو عنقریب اہلِ فلاح میں داخل ہو جاؤ گے۔ اور سب نحوستیں تم سے دفع ہو جائیں گی۔ نیتِ قیامِ شب، کر کے سویا کرو۔ جب آنکھ کھلے اُٹھ کر دو چار رکعتیں پڑھ لیا کرو۔ آنکھ نہ کھلے تو صبح کو کلمۂ استرجاع پڑھ لیا کرو۔ فقط۔

افسوس کہ عمر گرانمایہ بطالت و غفلت میں بسر ہوئی۔ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ۔

جہاں اے برادر نہ ماند بہ کس ... دل اندر جہاں آفریں بند و بس

کوئی کتاب امام غزالی کی تصنیف میں سے مطالعہ کیا کرو۔

۲۱ — مولوی برکت اللہ فاروقی متوطن ہانسی ضلع حصار آپ کے قدیم مخلصین میں سے تھے۔ سالہا سال حاضر ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو صاحب نسبت اور صاحب ارشاد کیا۔ ان کے نام کے ۲۶ خط عاجز کے پاس ہیں۔ ان کے اقتباسات درج ذیل ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ برادر طریقہ برکت اللہ حفظنا اللہ وایاہ من الفتن کو بعد سلام و دعا کے معلوم ہو کہ میں مہینہ بھر سے بیمار تھا۔ اب الحمد للہ تخفیف ہے تمہارا حال مدت سے معلوم نہیں۔ کتنے مہینہ سے تمہارا خط نہیں آیا۔ یہ بے خیالی اچھی نہیں، اپنا طریقہ اور

قاعدہ نہ بدلو۔

جس روز تم رخصت ہوئے اُس دن عصر کو تم سے دل کو بیمزگی حاصل ہوئی، تم کو ہم نے تلاش کروایا معلوم ہوا تم چلے گئے۔ نذرانہ تمہارا ہم واپس کرتے ہیں کیونکہ تمہاری حالت مشکوک ہوگئی۔ اگر تم صاف ہوتے تو عصر کو تم سے کیوں ہمارے دل کو بے مزگی حاصل ہوتی۔ ہر شخص کا نذرانہ ہم نہیں لے سکتے۔ نہ ہم سے ہر شخص بہرہ مند ہو سکے۔ دیکھو بہتر تمہارے حق میں یہی ہے کہ دل کی بے ایمانی سے توبہ کرو۔ ۲۷ رجب الحرام شب معراج ۱۳۱۷ھ

دین و آئین میں تہاون اور بے باکی علامت شقاوت ہے۔ عمر جس قدر زیادہ ہوتی جائے اُسی قدر عقل سلیم کی بھی ترقی ہونی چاہیئے۔ الخ

دُور دُور سے یہ باتیں بنانی مفید نہیں۔ وَیَقْذِفُوْنَ بِالْغَیْبِ مِنْ مَکَانٍ بَعِیْدٍ۔ اگر ہمارے پاس آؤ تو ہم کو معلوم ہو کہ تمہارے وظیفہ کا کیا حال ہے۔ تمہارے وسوسے کس قدر کم ہوئے۔ ہمارے گمان میں 'خاص ہمارے طریقہ' شریفہ کی بنا پاس رہنے پر منحصر ہے۔ خادم سال میں کم از کم چالیس روز ہمارے پاس حاضر رہے تو اس کی کچھ ترقی وغیرہ معلوم ہوتی رہے۔ اگر اتنا بھی نہ ہو تو صرف باتیں ہی باتیں ہیں۔ الخ

واقعی خوش قسمتی تمہاری ہے۔ بہ شرط استقامت۔ خوش گفت۔

مور مسکیں ہوسے داشت کہ در کعبہ رسد　　دست در پائے کبوتر زد و ناگاہ رسید

بہ وقت پہنچے اس رقیمہ محررہ ۲۱ صفر کے گونہ مناسبت تم کو وظیفہ سے ہم کو بھی خیال میں آئی۔ مگر کچھ بے مزگی بھی ہنوز نسبت میں ہے۔ اس بے مزگی کو غور کرو۔ کس بات سے ہے۔ کچھ لبقیہ اثرِ صحبتِ ناقص تمہارے بھائی کا ہے یا کچھ اور۔ بہر حال توبہ و ندامت دل سے کرو تاکہ یہ بے مزگی رفع ہو۔ ۵ ......

ترسم کہ یار با ما نا آشنا بماند　　تا دامنِ قیامت این غم بہ ما بماند الخ

تمہارے دونوں خط پہنچے اور بر وقت پہنچے۔ حال تمہارا اچھا معلوم ہوا۔ کدورت محسوس نہیں کی۔ الحمد للہ سبحانہٗ یہ بڑی خوش نصیبی کی بات ہے۔ برسوں میں جا کر یہ بات تم کو نصیب ہوئی ہے۔ الخ

پیر کو یا پیغمبر صلعم کو خواب میں دیکھنا، خواب دیکھنے والے کے حال کے موافق ہوتا

ہے۔ اگر خواب دیکھنے والے کے عقیدہ میں کچھ ضعف ہوتا ہے تو پیر یا پیغمبرؑ کو بڈھے کی صورت میں دیکھتا ہے۔ اور اگر خواب دیکھنے والے کے عقیدہ اور جوش میں تازگی اور قوت ہوتی ہے تو پیر یا پیغمبرؑ کو جوان کی صورت میں دیکھتا ہے۔ الخ

حضرت ابوہریرہ رضؓ روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اے بیٹے آدم کے خالی ہو جا میری عبادت کے لئے، بھر دوں گا تیرے سینہ کو بے پروائی سے، بند کر دوں گا تیری محتاجی کو اور اگر نہ کرے گا تو ایسا تو بھر دوں گا تیرے سینہ کو بے کار باتوں سے اور بند نہ کروں گا تیری محتاجی کو۔ روایت کیا اس حدیث کو امام احمد اور ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ نے نصیحت لینے اور اپنا دستور العمل بنانے کے لئے یہی ایک حدیث کافی ہے۔ آواز کا مسموع ہونا بڑے کاملوں کا کام ہے۔ ہم تم لوگوں کے لئے یہی بات چاہیئے۔ کہ نہ آواز مسموع ہو نہ کچھ ہو۔ صرف سیدھا سادھا خیال دل کی طرف رہنا چاہیئے الخ

شداد بن اوس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا۔ دنیا میں عقلمند وہ شخص ہے جو اپنے نفس کو خواہش دنیوی سے روکے اور دنیا میں رہ کر ایسے کام کرے جو عاقبت میں اس کے کام آئیں، اور بے وقوف وہ شخص ہے جو دنیا میں عقبیٰ سے بےخبر اور غافل رہے اور پھر عاقبت میں بھلائی کی توقع رکھے۔ روایت کیا اس حدیث کو ترمذی اور ابن ماجہ نے۔ نصیحت لینے کے لئے یہی ایک حدیث کافی ہے۔ والسلام الخ

سلیم القلب کر دے صدق مجھ کو — بہ صدیقؓ و بہ سلمانؓ محمد

مرے مدفن کو کر جنت کا ٹکڑا — طفیلِ ہر دو ریحانِ محمد

مجھے ثابت قدم رکھ راستی پر — بہ آں سروِ خرامانِ محمد

عطا کر میرے دل کو چشمِ بینا — طفیلِ چشمِ گریانِ محمد

مری آنکھوں کو حق بینی عطا کر — طفیلِ چشمِ گریانِ محمد الخ

جو خواب تم نے لکھا ہے اس سے طبیعت خوش ہوئی اپنے وظیفہ شریفہ میں بھی ترقی کرو اور اپنے گھر والوں کو اور بچوں اور شاگردوں اور دوستوں کو جو شوق کرے اس کو وظیفہ شریفہ ہماری طرف سے بتاؤ۔ الخ

کچھ اشعار جو تم نے حمدِ الٰہی میں لکھے ہیں وہ بھی دیکھے بعضے شعروں میں ایطاء ہے اگر فرصت ہوگی تو کسی وقت ان میں صلاح دی جائے گی اور بڑے حضرت کی زیارت سے خواب میں تم مشرف ہوئے، یہ بڑی سعادت مندی کی بات ہے اس کا شکریہ یہی ہے کہ ان کے طریقہ پر قائم رہو اور دینداری اور پرہیزگاری کا شوق کرو۔ جو باتیں ان کے مخالف ہیں ان سے دُور رہو، معاملات میں شریعت کا لحاظ رکھو۔ والسلام

۲۲۔ حافظ محمد وزیر حصاری کو تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حافظ وزیر کا کارڈ بعد مدت کے پہنچا۔ خط لکھنے سے غرض مکتوب الیہ کا خوش ہونا ہے۔ القاب و آداب باقاعدہ ہونے سے مکتوب الیہ خوش ہوتا ہے، تمسخر آمیز الفاظ جو کوئی لکھتا ہے۔ اس سے دل خفا ہوتا ہے۔ مثلاً مولانا، مولوی، حاجی، صوفی، صاحب، ایسے القاب سے دل کو نفرت ہوتی ہے۔ پرہیز کرنا چاہیئے۔ مثلاً مسجد حضرت بلال رضؓ[1] کے بدلے مسجد بلال لکھنا حضرت بلال رضؓ کی تحقیر ہے۔ اگرچہ عوام کی وقعت کچھ نہیں ہے۔ تم جیسوں کا کیا لکھا کیا نہ لکھنا۔ کیا مذمت کیا تعریف، مگر قاعدۂ شرفا سے تم کو مطلع کرنا مناسب معلوم ہوا، ایسے الفاظ آئندہ نہ لکھنا۔ بلکہ خط کتابت بھی کم ہونی بہتر ہے تم جیسے اشخاص سے۔ والسلام

۲۳۔ سیّد امجد علی شاہ سرِدھنوی کو تحریر فرمایا :۔

تمہارا خط پہنچا۔ اس میں دو سوال ہیں۔ اول یہ کہ جس سالک کا لطیفۂ اخفیٰ فنا ہو جاتا ہے۔ اس کو محمدی المشرب کہتے ہیں۔ آیا یہ سبق جو میں نے کتاب میں پڑھا ہے صحیح ہے یا غلط۔ جواب اس کا یہ ہے کہ یہ سبق تمہارا صحیح ہے جس سالک کے لطیفۂ اخفیٰ پر فیض خاص آتا ہے اور سب لطیفوں سے زیادہ آتا ہے اس سالک کو محمدی المشرب کہتے ہیں اور یہ جو تم نے آرزو کی ہے کہ دس لطیفوں کا خدا مجھ کو حافظ بنا دے۔ یہ کچھ

---

[1] آپ نے سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے مبارک نام پر مسجد شریف کا نام مسجد حضرت بلال رضؓ رکھا تھا۔ حافظ محمد وزیر رحمہ اللہ نے مسجدِ بلال لکھ دیا تھا۔ آپ کو یہ بات پسند نہ آئی اور یہ خط ان کو تحریر فرمایا۔

لغو سی بات ہے ۔لطیفوں کا کوئی حافظ و قاری نہیں ہوتا ہے ۔ بلکہ اندر طبیعت کے جب تجلی فعلی جائے گیر ہوتی ہے ۔یعنی جہاں میں جو سب کام ہو رہے ہیں، جانتا ہے کہ سب خدا ہی کر رہا ہے ۔ فاعل حقیقی ایک ہے ۔تقلیداً نہیں بلکہ ذوق سے سمجھتا ہے ۔ اس سالک کو آدمی المشرب کہتے ہیں ۔ یہ پہلے لطیفہ کی بات ہے ۔نہ سوتے نہ جاگتے دل کو کسی وقت خدا کی یاد سے غفلت نہ ہو ۔خیال کرو کہ یہ پہلا سبق حاصل ہونا کس قدر دشوار ہے دوسرا سوال بھی تمہارا اچھا ایسا ہی سا ہے ۔ جب پہلے سبق تک ہم لوگوں کی رسائی نہیں پاتے تو کتاب چھپوانے کی تجویز ہم کیا بتائیں اور کس کے واسطے کتاب چھپوائیں طریقت کو اب بالائے طاق رکھو ۔ یہ کہو کہ ہزار مسلمانوں میں ایک مسلمان بھی ایسا ہے کہ بہ حکم شریعت فاسق نہ ہو اور ہزار مسلمانوں میں بھی ایک مسلمان ایسا ہے کہ چاروں مذہب والے اس کو مسلمان کہیں ۔ والسلام ۔ تحریر ۱۰ ر محرم ۱۳۲۵ھ

۲۴ - مولوی کاظم حسین صاحب کو آپ نے تحریر فرمایا ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ مولوی کاظم حسین صاحب کو بعد سلام علیک کے معلوم ہو کہ آپ کا خط بہت مدت کے بعد پہنچا ۔ خود مجھ کو خیال تھا کہ کوئی خط آپ کو بھیجوں ۔ اگرچہ غفلت اور حدیثِ نفس سے نجات نہ ہو تاہم وظیفۂ شریف کرتے رہنا عمدہ نعمت ہے ۔ اور حدیثِ نفس اور غفلت کے دفع کرنے میں جس قدر محنت اور کوشش کی جائے گی وہ سب داخل جہاد فی سبیل اللہ ہے ۔حضور مقدس نے فرمایا ہے ۔ جو قرآن شریف آسانی سے پڑھتا ہے وہ عالی مرتبہ ہے ۔ فرشتوں کے ساتھ ہے اور جو مشقت سے پڑھتا ہے اور یاد کرتا ہے پھر بھول جاتا ہے پھر یاد کرتا ہے ۔ اس کو بھی دوہرا ثواب ہے ۔ فرشتوں میں شامل ہونا تو کجا اگر ہم اور آپ دوہرے ثواب پانے والوں میں بھی ہو جائیں تو زہے قسمت ۔ اور غفلت اور حدیثِ نفس کی وجہ یہ ہے کہ ہماری اور آپ کی طبیعت کو تبتل اور منقطع ہونا طرف خدا کے نہیں ہے ۔ دنیوی افکار کا ضمیمہ بھی ذکر شریف میں ساتھ لگا رہتا ہے ۔ افسوس ۔ پروردگار فرماتا ہے ۔ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا ۔ اور امام ربانی فرماتے ہیں ۔ کہ فائدہ ذکر کا بعد از اخلاصِ نیت و

تخلیصِ اُمنیّت حاصل ہوتا ہے۔ اور فرماتے ہیں۔ کہ گرسنگی باید تا ذکر شریف اثر خود نماید۔ سیر آمدن و سیر رفتن فائدہ نہ دارد۔ اور حضور سرورِ عالم فرماتے ہیں کہ پروردگار فرماتا ہے۔ اے بیٹے آدم کے خالی ہوجا میری عبادت کے لئے۔ بھردوں گا تیرے سینہ کو بے پروائی سے اور بند کردوں گا تیری محتاجی کو، اور اگر نہ کرے گا تو ایسا تو بھردوں گا تیرے سینہ کو بے کار باتوں سے اور بند نہ کروں گا تیری محتاجی کو۔ روایت کیا اس حدیث کو امام احمد اور ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ نے۔ مولوی کرامت حسین صاحب کو بھی ہماری طرف سے سلام علیک کہدیں۔ آپ نے ان کے صفات حمیدہ ہم سے بیان کئے تھے۔ مثلاً نگاہِ بد سے کسی کو نہ دیکھنا۔ یا بندگانِ خدا پر مہربانی کرنا اور نماز روزہ پر قائم رہنا۔ ان وجوہ سے ہم بھی خدائے تعالیٰ سے اُن کے واسطے بھلائی چاہتے ہیں۔ بے دینوں سے اکثر وہ ہم صحبت رہتے ہیں، خدائے تعالیٰ ان کو دینداری پر قائم رکھے۔ پروردگار حضرت موسیٰ علیہ السلام کلیم اللہ سے فرماتا ہے۔ فَلَا یَصُدَّنَّکَ عَنْهَا مَنْ لَا یُؤْمِنُ بِهَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ فَتَرْدٰی۔ ترجمہ۔ پس باید کہ باز نہ دارد ترا از باز داشتن آن کسے کہ ایمان نہ دارد براں و پیروی کرد خواہش خود را آں گاہ ہلاک شوی (کہیں وہ شخص جو اُس کا یقین نہیں رکھتا اور اپنی خواہشات کے پیچھے پڑا ہوا ہے تجھ کو نہ روک دے اس سے، پھر تو بھی بھٹکا جائے۔ پناہ بہ خدا) اگر ان کو ناگوار نہ ہو تو ہمارا یہ خط ان کو دکھادیں۔

آپ کے ایک فرزند اور ایک سید دہلی میں ہم سے ملنے آئے تھے اور کہتے تھے کہ نواب صاحب آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ ان دونوں صاحبوں کے ملنے سے ہماری طبیعت خوش نہ ہوئی۔ بلکہ ہمارے مزاج میں بے حلاوتی آگئی۔ وہ دونوں صاحب معمولی باتیں کرتے تھے۔ جیسے خوشامد کرنے والے لوگ کرتے ہیں امیروں کے پاس، اور یہ بات ہمارے مزاج کے بالکل خلاف ہے۔ آپ کی خاطر سے ہم ان دونوں سے مل تو لئے مگر خوش نہ ہوئے اور نواب صاحب سے ملنے کے لئے بھی ہم نے ان سے عذر کردیا۔ والسلام۔

۲۵ ۔ سید امیر نواب صاحب بہار کے رہنے والے تھے اور حضرت شاہ عبدالرشید قدس سرہ سے بیعت تھے۔ حضرت سیدی الوالد سے ملنے دہلی تشریف لائے تھے۔ انھوں

نے ہجرت کا ارادہ کیا۔ آپ کو خط لکھا۔ آپ نے ان کو ہجرت کرنے کا مشورہ نہیں دیا۔ جیساکہ آپ کے خط سے ظاہر ہے۔ لیکن وہ اپنے شوق سے مجبور ہوئے اور حجاز مقدس تشریف لے گئے۔ اور پھر وہی پیش آیا جو آپ نے تحریر فرمایا ہے اور وہ واپس بہار آئے۔ آپ کا خط یہ ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ مہربان سید امیر نواب صاحب کو بعد سلام علیک کے واضح ہو آپ کا خط پہنچا۔ حال معلوم ہوا۔ پہلے خط کا جواب آپ کو لکھوا چکے ہیں یقین ہے آپ کے پاس پہنچا ہوگا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شداد بن اوس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔ کہ آپ نے فرمایا دنیا میں عقلمند وہ شخص ہے جو اپنے نفس کو خواہش دنیوی سے روکے اور دنیا میں رہ کر ایسے کام کرے جو عاقبت میں اس کے کام آئیں اور بے وقوف وہ شخص ہے جو دنیا میں عقبیٰ سے بے خبر اور غافل رہے اور پھر عاقبت میں بھلائی کی توقع رکھے۔ روایت کیا اس حدیث کو ترمذی اور ابن ماجہ نے۔

ہمارے بزرگوں کے تبرکات میں بعض اوراق ہم کو ملے۔ ہم نے ان کی زیارت کی۔ ان میں بہت عمدہ عمدہ پند و نصائح تھے۔ من جملہ ان کے یہ بات بھی لکھی تھی کہ ایک حضرت نے اپنے دوستوں سے پوچھا کہ سب سے زیادہ آرام میں کون شخص ہے کسی نے عرض کیا، فلاں شخص کہ ایماندار بھی ہے اور آسودہ بھی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ میاں سب سے آرام میں وہ بدن ہے جو قبر میں رکھا ہوا ہو اور عذاب خدا سے امن و اماں میں ہو گیا ہو۔

نصیحت لینے کے لئے یہی دو باتیں کافی ہیں۔ خصوصاً برخوردار نصیر الحق اور انوار الحق کو اس خط کی زیارت کرنی بہت ضرور ہے۔ بلکہ اس خط کی نقل لے کر رکھ لیں۔ شاید کسی وقت میں پروردگار ان لوگوں کو توفیق دے تو اس تحریر کے ذریعہ سے اپنے دین کے سیدھے رستے سے واقف ہو جائیں۔

اور حرمین شریفین جانے کے لئے پھر آپ لکھتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ وہاں جا کر موت نصیب ہونی نہایت عمدہ اور سعادتمندی کی بات ہے۔ مگر اس میں ایک خاص بات ہے جو ہم آپ کو لکھتے ہیں۔ وہ یہ کہ مرنے سے پہلے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ کچھ مدت تک انسان بیمار رہتا

ہے اور جب آدمی کو بیماری کی تکلیف ہوتی ہے تو اس کی طبیعت بے قرار ہوتی ہے اور دل چاہتا ہے کہ کہیں حکیم پیدا ہو کہیں سے دوا ملے۔ اور ان بلادِ متبرکہ میں نہ حکیم ہے نہ دوائیں ہیں اور بیمار کو دوا اور حکیم کے نہ ملنے سے گھبراہٹ اور خیالاتِ بد پیدا ہوتے ہیں کہ ہائے اب کیا کروں، ہائے کہاں سے دوا لاؤں، ہائے کہاں سے حکیم آئے، ہائے یہاں کوئی اپنا غمگسار بھی نہیں، ہائے افسوس ایسی جگہ میں کیوں آیا جہاں دوا بھی نہیں ملتی جہاں حکیم بھی نہیں ملتا۔ ہائے آئے تھے پیغمبر صاحب کی زیارت کو، پیغمبر صاحب سے ہی کوئی جا کر عرض کرے، غرض کہ بیماری کی سختی اور کرب میں ایسے خیالات بیمار کو ضرور پیدا ہوتے ہیں خصوصاً ان کو جو ہمیشہ دوا علاج کرانے کے عادی ہیں اور یہ خیال بھی پیدا ہو جاتا ہے کہ ہائے ہم تو حرمین کی زیارت کو آئے تھے۔ پیغمبر کی آستانہ بوسی کو آئے تھے یہاں آ کر کس مصیبت میں گرفتار ہو گئے۔ اوّل تو ہم کو معلوم نہیں کہ ان خیالات کی خبر جناب پیغمبر کو ہوتی ہے یا نہیں۔ اور اگر ہوتی ہے تو ان خیالوں سے پیغمبر صاحب خوش ہوں گے یا ناخوش ہوں گے۔ ظاہر ہے کہ ناخوش ہوں گے۔ اور جب ناخوش ہوئے تو دعائے بد کریں گے یا دعائے نیک کریں گے۔ اور دل میں جو بے حلاوتی اور ہائے ہائے پیدا ہوئی تو اس سے تعلق دل کا جو خدا کے ساتھ ہے اس میں بے حلاوتی اور نقصان ہو جاتا ہے اور جان کے اندر جو ایک قوّت ایمان کی ہے وہ کم ہونی شروع ہوتی ہے اور جس قدر دل میں بے ادبی اور خیالاتِ بد پیدا ہوں گے اُسی قدر ایمان میں بے حلاوتی اور نقصان پیدا ہوگا۔ ان وجوہ سے ہم آپ کو اس بارے میں کچھ زیادہ نہیں لکھ سکتے۔ ہاں اگر کوئی خدا کا بندہ اس مرتبہ والا ہو کہ اس پر کیسی ہی مصیبت اور تکلیف، بیماری وغیرہ کی گزر جائے مگر اس کا تعلق جو خدا کے ساتھ ہے وہ کم نہ ہو تو البتہ ایسے شخص کو وہاں جا کر رہنا اور مرنا نہایت سعادت مندی اور موجبِ نجات کا ہے۔ مگر ایسے لوگ اب کہاں ہیں۔ اس خط کو مکرر سہ کرر آپ سنئے اور برخورداران کو بھی کہہ دیجئے کہ اس کی نقل لے لیں والسلام۔ تحریر دوم ربیع الاول روز شنبہ ۱۳۲۶ھ از دہلی۔ محلہ چتلی قبر خانقاہ شریف مجددی

۲۶ ۔ مولوی عبدالرحمٰن پسر مولوی امام الدین ساکن نکودر ضلع جالندھر پنجاب۔ مدرسہ دیوبند میں پڑھتے تھے۔ ان کے والد حضرت سیدی الوالد قدس سرہ کے نہایت مخلص

بلکہ عاشق صادق تھے۔ مولوی عبدالرحمٰن کی طبیعت سادہ تھی۔ جو بات دل میں آتی تھی حضرت سیدی الوالد قدس سرہ سے دریافت کرلیا کرتے تھے۔ آپ کو بھی ان کی نیکی اور صلاح پسند تھی۔ اور ان کو جواب لکھا کرتے تھے۔ جب دیوبند سے فارغ التحصیل ہوئے تو حضرت سیدی الوالد کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ ان سے بہ محبت ملے۔ حضرت برادر کلاں اس زمانے میں شرح جامی پڑھ رہے تھے۔ آپ نے حضرت برادر کلاں کو بلایا تاکہ مولوی عبدالرحمٰن سے ملاقات کریں وہاں کچھ باتیں ہوئیں اور حضرت برادر کلاں نے ان سے کہا "اَبَاحَ نِیْ فَتیٰ شَطْرَنْجَ الشَّافِعِیُّ" کی ترکیب کرو اور ترجمہ بیان کرو۔ انھوں نے اَبَاحَ نِیْ فَتیٰ کو ملا کر پڑھا جو کہ اباحنیفۃ مسموع ہوا۔ مولوی عبدالرحمٰن خاموش ہوئے اور حضرت والد ماجد تبسم فرماتے رہے۔ مولوی عبدالرحمٰن آخری مرتبہ محرم الحرام ۱۳۵۸ھ میں ملاقات کے واسطے آئے تھے۔ اور حضرت سیدی الوالد کے پانچ خطوط لائے تھے۔ اس عاجز نے ان کو نقل کرلیا۔ وہ کہہ رہے تھے کہ میں نے مولوی اشرف علی صاحب کے متعلق اور چندہ کے متعلق آپ سے دریافت کیا تھا تو آپ نے یہ جواب ارسال فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ عبدالرحمٰن کو بعد سلام علیک کے معلوم ہو تمہارا خط پہنچا، حال معلوم ہوا۔ تم نے لکھا ہے کہ مجھ کو برے خیالات بہت آتے ہیں۔ اس بات کا سمجھنا مشکل ہے کہ وہ خیالات کس قسم کے ہیں اپنی خواہشات اور ضروریات کے متعلق ہیں۔ یعنی مثلاً ضرورت نکاح یا ضرورت روپیہ وغیرہ کے متعلق خیالات ہوتے ہیں یا کچھ عقائد میں خرابی ہونے کی وجہ سے خیالاتِ بد ہیں۔ غرضیکہ باطنی امراض اور ان کا علاج ایسی آسان بات نہیں ہے۔ کہ صرف خط و کتابت سے حل ہو جائے۔ خدمت کی ضرورت ہے، بیعت کی ضرورت ہے۔ حاضری کی ضرورت ہے۔ مدتوں میں کہیں جا کر کچھ کچھ علاج ہوتا ہے۔ مفصل جواب تو یہ ہے جو ہم نے لکھ دیا اور مجملاً یہ ہے کہ جہاں تک ہو سکے۔ قرآن مجید میں دل لگاؤ اور اس کا ترجمہ سمجھا کرو، اور اگر ہماری طرف دل کو کچھ محبت ہے تو ہمارے پاس اپنا حاضر ہونا خیال کیا کرو اور اپنے دل کو ہماری طرف متوجہ کیا کرو تاکہ اس کی وجہ سے شیطانی خیالات دل سے دور ہوں۔ اول تو تم میں جہل ہے۔ اس کی تدبیر تو یہ ہے کہ علم پڑھو۔

اور دوسری بات تم اب کہتے ہو کہ خیالات بَد آتے ہیں۔ اس کی تدبیر یہ ہے کہ شیخ کی خدمت میں حاضر رہو۔ اب مختلف امراض کی ایک تدبیر تو نہیں ہو سکتی۔ اگرچہ ابتدا ہی سے بُرے خیالات کا دور کرنا مناسب ہے تاکہ عادت نہ ہو جائے۔ مگر اس کا علاج پیر کی خدمت ہے اور ہمارے نزدیک فقط پیر کا کچھ تحریر کر دینا یا کچھ اسم بتلا دینا ان باتوں کے واسطے مفید نہیں ہے۔ اور نہ طریقت کا کوئی مرتبہ اس سے حاصل ہونا ہے یعنی دور سے پیر کچھ بتا دیوے اور مرید دور سے بیٹھکر کچھ کہہ دیوے۔ اس سے طریقت کا کوئی کمال حاصل نہیں ہو سکتا۔ آج کل کے پیروں کا اعتقاد جو ہم کو نہیں ہے۔ مثلاً[1] مولوی اشرف علی تھانہ بھون کے، اس کی وجہ یہی ہے کہ ان لوگوں نے اپنے پیر کی خدمت مدتِ مدید تک نہیں کی ہے۔ اور مدار دین کے کمالات کا اسی پر ہے۔ کہ مدت تک اپنے پیر کی خدمت کرے اور بغیر مدتِ مدید کے یہ مرتبہ حاصل نہیں ہو سکتا ؎

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی ؛ تاکس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

اور جب تک یہ مرتبہ اپنے پیر کامل کے ساتھ حاصل نہ ہوئے تو شریعت کے ساتھ اور پیغمبر ص کے ساتھ کیسے حاصل ہو گا۔ یعنی فنافی الرسول کیسے ہو سکتا ہے۔ غرض تم نے لکھا

---

[1] یہ مولوی عبدالرحمن کے سوال کا جواب ہے جس کو آپ نے مثلاً کر کے بیان کیا ہے۔ اجازت امرِ دیگر ہے اور مدارج تقرب امر دیگر۔ حضرات محدثین کے نزدیک ہر وہ شخص صحابی ہے جس نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایمان کی حالت میں ایک نظر دیکھ لیا ہے۔ یا آپ کی ایک مبارک بات سن لی ہے۔ یا ایک لحظہ آپ کی مبارک خدمت میں رہ لیا ہے۔ بے شک ان افراد کو عظیم شرف ملا ہے۔ لیکن مقامِ ارشاد اُن افراد کو ملا ہے جن کو حضرات اصولیین نے صحابی قرار دیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جن حضرات نے مدت مدید تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت سفر و حضر، عُسر و یُسر، رزم و بزم میں کی ہے وہ صحابی کہلانے کے مستحق ہیں۔ وہ ہر آزمائش میں ثابت قدم رہے ہیں۔ ان کے متعلق اللہ فرماتا ہے۔ اُولٰئِکَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰہُ قُلُوْبَھُمْ۔ جب تک سالک فنافی الشیخ نہیں ہوتا وہ کمال کے مدارج اعلیٰ پر فائز نہیں ہو سکتا۔ اور جو فنافی الشیخ ہو گا وہ اپنے پیر و مرشد کے طریقہ میں بال برابر فرق نہیں کرے گا چہ جائے کہ مدعی اصلاح بنے ؎

بہ می سجادہ رنگیں کن گرت پیرِ مغاں گوید ؛ کہ سالک بے خبر نبود ز راہ و رسمِ منزلہا

تھا کہ کچھ دعا کر دیجیئے یا کچھ اسم ہم کو بتا دیجیئے۔ اس کا جواب یہ ہم نے لکھوا دیا اور مولوی حافظ احمد صاحب جو ہماری خاطر سے تمہارا خیال رکھتے ہیں اور تمہاری ضروریات پوری کر دیتے ہیں۔ خداوند کریم ان کو جزائے خیر دے اور نیک کرے اور تم نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص اسلام کی خدمت کے واسطے چندہ وغیرہ جمع کرے، کیا اس کو گداگروں میں شمار کیا جائے گا۔ یہ باتیں خاص تمہاری ذات سے تو متعلق نہیں ہیں دوسروں کی باتیں ہم سے کیوں دریافت کرتے ہو۔ ہم کو اس قدر فرصت کہاں ہے۔ مگر مختصر یہ ہے کہ ان امور کا مدار زیادہ تر نیّت پر ہے اگر نیت بخیر ہے اور مقصود رضائے خدائے تعالیٰ و خدمت دین ہے تو ان شاء اللہ مُصیب ہے وَاِلَّا فَلَا۔

اپنے والد کی رضامندی اور ان کی مرضی کے موافق رہنا ہر حالت میں تم کو ضروری اول مقدم ہے۔ والسلام۔ تحریر سوم شعبان روز سہ شنبہ ۱۳۲۸ھ از کوٹہ (۱۰ اگست ۱۹۱۰ء)

باقی چار مکاتیب کا اقتباس درج ذیل ہے۔

تم غریب آدمی ہو یہاں تک آنے میں خرچ ہوگا اس لئے آنے کی کچھ ضرورت نہیں ہے، طلبِ علم کے لئے گھر سے نکلے ہو خوب اطمینانِ دل اور شوق سے پڑھو اور محنت کیا کرو خوب مطالعہ کیا کرو۔ وہاں کے لوگوں سے سبق کے سب قاعدہ معلوم کرو۔ اُسی کے مطابق عمل کرو اور ساری کوشش علم ہی کے حاصل کرنے میں صرف کرو۔ اور سب باتیں ایک ساتھ کہاں ہو سکتی ہیں کہ وظیفہ بھی کرو اور علم بھی پڑھو۔ طَلَبُ الْکُلِّ فوتُ الکُلِّ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ سعادت نشان عبد الرحمٰن کو بعد سلام علیک واضح ہو کہ شرائط جمعہ میں سے کوئی شرط اگر یقیناً مفقود ہو تو جمعہ مُسقطِ فرض ظہر نہیں، فرض ظہر ادا کرنا ضرور فرض ہے کتب معتبرۂ مذہب ہدایہ، شرح وقایہ، قدوری، کنز سے یہ مسئلہ ظاہر ہے، مذہب حنفی کو اور شرائطِ مرقومہ کتب کو جو لوگ معتبر جانتے ہیں ان کا یہی مسلک ہے۔ اور جو لوگ اصل سے مذہب کو اور شرائطِ مرقومہ کتب کو حق اور معتبر نہیں جانتے اُن کا مسلک مائل غیر مقلدی کی طرف ہے وہ سیدھے راہ پر نہیں۔ علم ضروری حاصل کر لو۔ اس کے بعد تکمیلِ علم قرارت کے واسطے مصر کو جانا ان شاء اللہ مناسب ہے وہ علم پورا اس ملک میں ہے یہاں نہیں

اور خود قرآن مجید سے وہ علم متعلق ہے بلا واسطہ وفقنی اللّٰہ سبحانہ وایاک لما یحبہ ویرضاہ والسلام ۔ شنبہ یکم جمادی الاولی ۱۳۳۰ھ

تم دیوبند میں آرام سے سبق پڑھتے ہو تم کو اس کا شکر کرنا چاہیئے بجائے شکر کے تم کفران نعمت کرتے ہو۔ افسوس۔ مستحق اس بات کے ہو کہ یہ نعمت تم سے چھین لی جائے۔ حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَكِيل ۔

بعد رمضان اگر آنا چاہو واسطے تحقیقات وقوف کے یا واسطے شاطبیہ پڑھنے کے، تو خوب سوچ کر لکھو ان شاء اللہ تعالیٰ خوراک اور کرایہ آمد و رفت اللہ تعالیٰ آسان کرے گا۔ ہمارے پاس آنے والے کو ہمارے مزاج سے بھی واقف ہونا چاہیئے، فاسقوں میں رہنے والے ہمارے پاس گھبراتے ہیں۔ نہیں رہ سکتے ہیں۔ اعتراض کرتے ہیں اس واسطے دور رہنا اور موافق رہنا بہتر ہے اس سے کہ پاس آکر رہیں اور مخالف و معترض بن جائیں۔ خوب فکر کرو۔ اور جواب باصواب لکھو والسلام۔ چہار شنبہ ۸ رشعبان ۱۳۳۵ھ ۳ رمئی ۱۹۱۷ء

۲۷۔ مولوی حافظ احمد صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند نے آپ کو دیوبند کے مدرسہ کے جلسہ میں بلایا۔ آپ نے ان کو درج ذیل جواب تحریر کیا۔ غالباً یہ خط و کتابت میرٹھ کی ملاقات ۱۳۲۹ھ کے ایک سال بعد یا اسی سال جب کہ آپ کا قیام میرٹھ میں تھا ہوئی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ میاں حافظ احمد کو بعد سلام علیک کے واضح ہو کہ تم نے دو پرچے مطبوع لفافہ میں بند کر کے بھیجے تھے وہ ہم کو پہنچے، تمہاری سعادت مندی اور نیکی ہے مگر ہمارے مزاج سے اور حال سے تم واقف نہیں ہو، اگر واقف ہوتے تو شاید ہم کو دعوت نہ دیتے۔ ہم بوجہ ضعف کے مجمع میں شریک نہیں ہو سکتے اور نہ ہماری عادت ہے ہم کو معذور رکھو۔ علم دین سیکھنا سکھانا ہمارا ایمان ہے۔ حضرت شاہ عبد الغنی صاحب کا طریقہ ہم کو پسند ہے۔ اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ۔ والسلام۔

۲۸۔ حافظ محمد وزیر خاں حافظ دریبہ دلی میں رہتے تھے۔ آپ کے مخلصین اولین میں سے تھے معمولات کے آخر میں ان کا قصیدہ عاجز لکھ چکا ہے۔ میلاد شریف کے متعلق انھوں نے کچھ استفسار کیا۔ آپ نے درج ذیل جواب تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ حافظ محمد وزیر خان کو بعد سلام علیک کے معلوم ہو تمہارا خط محررہ ۲۶ر اگست ۱۹۱۰ء پہنچا۔ تم نے لکھا ہے کہ دیوان اسعد میں اسعد نے مولود شریف کی تردید کی ہے۔ اِن منکرین مولد کے جو بڑے تھے مولوی رشید احمد صاحب۔ خاص ان کے ہاتھ کی دستخطی اور مُہری تحریر ہمارے پاس موجود ہے۔ جس میں وہ لکھتے ہیں ؎ کہ لوگ میرے اوپر محض بہتان باندھتے ہیں۔ میں مولود شریف کو مستحب سمجھتا ہوں۔ اور یہ جھگڑے تو تمہارے شہر میں ہر ہر گلی کوچہ میں بہ کثرت موجود ہیں۔ اور ہمارا مولد شریف کا پڑھنا بھی اِن شاء اللہ تعالیٰ مشہور ہے۔ ابھی اسی سال میں ربیع الاول کی بارہویں شب کو ہم نے دہلی میں مولد شریف پڑھا ہے مرزا عبد الحکیم بیگ مدرس اور منشی ننے خان اور نواب احسان الرحمٰن خان اور صدہا آدمی حاضر تھے مولوی عبد السبحان جو ہم سے بھی اخلاص رکھتے ہیں اور منکرین مولد سے بھی۔ وہ ہمارا مولد شریف کا پڑھنا جانتے ہیں۔ ہاں ہا یہ مسئلہ کہ پیغمبر کو مولد شریف میں حاضر جاننا اور دوسرا وہ مسئلہ جو تم نے دریافت کیا ہے۔ درود تاج کا پڑھنا۔ یہ مولوی مشتاق احمد صاحب اور دوسرے علمائے شہر سے دریافت کرو۔

غیر مقلدوں کے بڑے پیر حافظ ابن حجر عسقلانی اور محدثوں کے بڑے دستگیر حافظ جلال الدین سیوطی مولد شریف کو اچھا اور بہتر جانتے ہیں اور مولد شریف کے منکر کو بد قسمت اور بے نصیب اور بے ادب کہتے ہیں۔ حافظ جلال الدین کا ایک رسالہ ہے۔ اس کا نام

؎ مولوی صاحب کی تحریر یہ ہے "ذکر میلاد فخر عالم علیہ الصلاۃ والسلام کا مندوب و مستحب ہے۔ اگر روایات صحیحہ سے بیان ہو اور کوئی امر مکروہ و غیر مشروع اس میں مضموم نہ ہو۔ چنانچہ اس امر کو بارہا بتصریح یہ عاجز لکھ چکا ہے اور براہین قاطعہ میں بھی اس کے جواز و ندب کی تصریح کی گئی ہے کسی کو اس پر اعتراض نہیں جو کچھ بحث و کلام ہے وہ سب قیود و زوائد میں ہے۔ اور بس، مگر حساد کو یا نظر نہیں یا فہم نہیں، اور اسی طرح اپنے اساتذہ و مشائخ کا عملدرآمد دیکھا ہے۔ جو کچھ اہل عناد نے انکار نفس ذکر مولد شریف کا اتہام بندہ اور احباب بندہ پر لگایا ہے وہ محض افترا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

مہر

حسن المقصد فی عمل المولد ہے، اس میں وہ حافظ ابن حجر عسقلانی سے نقل کرتے ہیں۔
کہ وہ فرماتے ہیں، مولد شریف کرنا بدعتِ حسنہ ہے۔ جیسے مدرسہ بنانا، کتاب تصنیف کرنی
اور پوری عبارت عربی کی ہم نے مولوی مشتاق احمد کو لکھ کر بھیجدی ہے۔ [a]

---

[a] وہ عربی عبارت یہ ہے "وقد سئل شیخ الاسلام حافظ العصر ابو الفضل احمد بن حجر عن عمل المولد فاجاب بما نصہ: اصل عمل المولد بدعۃ لم تنقل عن احد من السلف الصالح من القرون الثلاثۃ ولکنھا مع ذلک قد اشتملت علی محاسن وضدھا فمن تحری فی عملھا المحاسن وتجنب ضدھا کان بدعۃ حسنۃ والا فلا۔ قال وقد ظھر لی تخریجھا علی اصل ثابت وھو ما ثبت فی الصحیحین من أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قدم المدینۃ فوجد الیھود یصومون یوم عاشوراء فسألھم فقالوا ھو یوم اغرق اللہ فیہ فرعون ونجی موسیٰ فنحن نصومہ شکراً للہ تعالی فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فنحن أحق وأولی بموسی منکم فصامہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وأمر بصیامہ فیستفاد منہ فعل الشکر للہ علی ما من بہ فی یوم معین من اسداء نعمۃ او دفع نقمۃ ویعاد ذلک فی نظیر ذلک الیوم من کل سنۃ۔ والشکر للہ یحصل بانواع العبادۃ کالسجود والصیام والصدقۃ والتلاوۃ وأی نعمۃ اعظم من النعمۃ ببروز ھذا النبی نبی الرحمۃ وذلک الیوم، وعلی ھذا فینبغی ان یتحری الیوم بعینہ حتی یطابق قصۃ موسیٰ فی یوم عاشوراء ومن لم یلاحظ ذلک لا یبالی بعمل المولد فی أی یوم من الشھر بل توسع قوم فنقلوہ الی یوم من السنۃ، و فیہ ما فیہ۔ فھذا ما یتعلق باصل عملہ واما ما یعمل فیہ فینبغی أن یقتصر فیہ علی ما یفھم الشکر للہ تعالی من نحو ما تقدم ذکرہ من التلاوۃ والاطعام و الصدقۃ وانشاد شیئ من المدائح النبویۃ والزھدیۃ المحرکۃ للقلوب الی فعل الخیر والعمل للآخرۃ واما ما یتبع ذلک من السماع واللھو وغیر ذلک فینبغی ان یقال ما کان من ذلک مباحاً بحیث یقتضی السرور بذلک الیوم لا بأس بالحاقہ

اور علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی رسالہ نظمُ البدیع فی مولد النبی الشفیع میں فرماتے ہیں۔
(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۸۰ کے بعد ملاحظہ کریں)

بہ وما کان حراماً أو مکروھاً فیمنع وکذا ما کان خلاف الاولی۔ انتھی"

ترجمہ "شیخ الاسلام علامہ حافظ ابو الفضل احمد بن حجر سے مولود شریف کے بارے میں سوال کیا گیا۔ انھوں نے یہ جواب دیا۔ مولود شریف کی اصل تو بدعت ہے، پہلی تین صدیوں میں سلفِ صالح سے منقول نہیں کہ انھوں نے مولود شریف کی محفل قائم کی ہو، باوجود اس کے اس عمل میں خوبیاں بھی ہیں اور خرابیاں بھی۔ جو شخص خوبیوں کو لیتے ہوئے اور خرابیوں سے بچتے ہوئے میلاد شریف کرے تو بدعت حسنہ ہے ورنہ نہیں۔ اور میلاد شریف کی محفل قائم کرنے کے لئے ایک اصل میرے ہاتھ لگی ہے جو کہ صحیحین کی حدیث ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے، یہود کو عاشورا کے دن روزہ رکھتے دیکھا اُن سے سبب دریافت کیا۔ یہود نے کہا۔ اس دن اللہ نے فرعون کو ڈبویا اور موسیٰ کو نجات دی، ہم اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے اس دن روزہ رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ تمہاری بہ نسبت ہم موسیٰ کے زیادہ حقدار اور اولیٰ ہیں اور آپ نے اس دن روزہ رکھا اور روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ اس سے ظاہر ہے کہ اگر کسی خاص دن اللہ کوئی نعمت عطا کرے یا کوئی آفت ٹالے تو اس کا شکر کرنا چاہیئے اور ہر سال اس دن شکر کا اعادہ کرنا چاہیئے۔ اور اللہ کا شکر انواعِ عبادت سے حاصل ہوتا ہے۔ مثلاً نماز، روزہ، صدقہ، تلاوت۔ اور اس نعمت سے بڑھ کر اور کونسی نعمت ہے۔ اور اس دن سے بڑھ کر کون سا دن ہے۔ جس میں نبی رحمت کا ظہور ہوا ہے۔ لہٰذا چاہیئے کہ اس تاریخ کی تحری کی جائے تاکہ موسیٰ کے یوم عاشورا کے واقعہ سے مطابقت آجائے۔ اور جس نے اس کا ملاحظہ نہیں کیا تو وہ اس مہینہ میں کسی دن بھی مولود شریف کر لیتا ہے۔ اور بعض اس میں توسیع کر کے سال بھر میں کسی دن کر لیتے ہیں۔ لیکن ان لوگوں کے عمل میں جو کچھ ہے وہ ہے (یعنی حضرت موسیٰ ع کے قصہ اور آپ ؐ کے روزہ رکھنے سے تطابق نہیں آرہا ہے) یہ تو اصل مولد کا بیان ہوا۔ اب ان اعمال کا بیان سنو جو اس موقع پر کرنے چاہئیں۔ مناسب یہ ہے کہ ان اعمال کو کیا جائے جن سے اللہ تعالیٰ کا شکر مفہوم ہو جس کا بیان ہو چکا ہے اور وہ تلاوت اور کھانا کھلانا، صدقہ اور ایسے مدائح نبویہ زہدیہ کا پڑھنا ہے جن کے سننے سے دلوں میں بھلائی اور عملِ آخرت کا شوق پیدا ہوتا ہے۔ ان کے ضمن میں سماع ولہو وغیرہ بھی آجاتے ہیں۔ البتہ ضمنی امور

وَاعْلَمْ بِأَنَّ مَنْ اَحَبَّ اَحْمَدَا　　لَا بُدَّ اَنْ يَهْوٰى اِسْمَهٗ مُرَدَّدَا

لِذَاكَ اَهْلُ الْعِلْمِ سَنُّوا الْمَوْلِدَا　　مِنْ بَعْدِهٖ فَكَانَ اَمْرًا رَشَدَا

اَرْضَى الْوَرٰى اِلَّا غُوَاةَ نَجْدِ

اس کا ترجمہ[ل] کسی عالم سے دریافت کر لینا۔ غرض ہم لوگوں کے نزدیک یہ عمل مبارک مولد شریف کا پڑھنا مفتاحِ سعادتِ دوجہان اور مصباحِ ہدایتِ انس وجان ہے۔ باقی جھگڑے کی باتیں اپنے شہر کے مولویوں سے تحقیق کرو۔ اس پرچہ کو احتیاط سے رکھو۔ ان شاء اللہ تعالیٰ گیارہ بارہ شوال تک دہلی کا ارادہ ہے۔ والسلام۔

تحریر ہشتم رمضان المبارک سہ شنبہ ۱۳۲۸ھ ہجری۔

۲۹۔ حاجی عبداللہ عمر میمن اسٹریٹ بمبئی کو تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ سعادت آثار برخوردار عبداللہ عمر کو پروردگار نیک کرے اور گناہ سے اور بدی سے محفوظ رکھے۔ شوق ومحبت تمہارا خط سے خوب معلوم ہوا۔ تمہارے واسطے توجہ باطنی بھی ہے۔ نماز قضا نہ کرو۔ تھوڑا وظیفہ صبح کو اور تھوڑا شام کو کر لیا کرو۔ اور سات سورتیں اخیر قرآن مجید کی اور سورہ فاتحہ صحیح طریق سے یاد کر لو۔ ایک بار صبح

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۸۱ کے بعد ملاحظہ ہو۔)

میں اُن چیزوں پر اقتصار کیا جائے جو مباح ہیں اور جن کو اس دن کی خوشی مقتضی ہے۔ ایسے امور کو مولود میں شامل کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ البتہ حرام اور مکروہ فعل سے روکا جائے اور اسی طرح خلاف اولیٰ سے۔ انتہی۔

[ل] ترجمہ یہ ہے "جان لو جو شخص احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے محبت رکھتا ہے وہ یقیناً بار بار آپ کا نام لیتا ہے۔ اہل علم نے اسی لئے آپ کے بعد مولود شریف کے عمل کو رواج دیا ہے جو کہ ایک عمدہ عمل ہے۔ اور جس سے خلقت خوش ہوئی۔ بجز نجد کے سرپھروں کے۔ اھ۔

یہ عاجز کہتا ہے حضرت سیدی الوالد نے کیا خوب لکھا ہے کہ "ہم لوگوں کے نزدیک یہ عمل مبارک مولد شریف کا پڑھنا مفتاحِ سعادتِ دوجہاں اور مصباحِ ہدایتِ انس وجان ہے" اللہ آپ کے درجات بلند کرے۔

نکل جائے دم ذکرِ پاکِ نبی میں　　یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے

اور ایک بار شام پڑھ لیا کرو۔ اور شرع شریف کا جو حکم ہو اُسے قبول کرو۔ اگرچہ اُس میں مال یا جان کا نقصان ہو۔ ہمارے حضرت ابوبکرؓ کے ایک غلام تھے۔ ان کا نام بلال تھا، وہ بڑے مرتبے کے تھے۔ ہمارے دادا حضرت عمرؓ فرماتے ہیں۔ اَبُوبَکْرٍ سَیِّدُنَا وَاَعْتَقَ سَیِّدَنَا۔ یعنی ابوبکر ہمارے سردار ہیں اور آزاد کیا انھوں نے ہمارے سردار کو یعنی بلال کو۔ بہ نیتِ تحصیل برکات ہم نے اپنے فرزند کا نام بلال رکھا۔ رسول مقبولؐ کی زبان پر نام بلال جس قدر گزرا ہے کسی آدمی کا نام شاید نہ گزرا ہو۔ آج ہمارا دوسرا روزہ ہے۔

تحریر دوم ماہ مبارک روز سہ شنبہ ۱۳۱۸ھ

باقی خطوط کے اقتباسات درج ذیل ہیں۔

حاجی ایوب مر گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ، غفر اللہ لنا ولہ۔ ہم کو رنج ہوا۔ دوستوں کو چاہئے کہ کلمۂ طیبہ ستر ہزار بار اخلاص دل سے پڑھ کر حاجی ایوب کی روح پر اس کا ثواب بھیجیں۔ اور پروردگار سے بہ عجز و نیاز گناہ اُن کے معاف کرائیں۔

جواب لکھنے میں تاخیر ہوئی اس واسطے کہ چھوٹی بیٹی ہماری جن کا نام عثمانی بیگم تھا بیمار ہوئیں۔ ایک ہفتہ کے بعد ان کا انتقال ہو گیا۔ اب اس وقت ہم ان کے مزار شریف پر بیٹھے ہیں اور یہ خط لکھ رہے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ اللھم اجعلھا لنا فرطا واجعلھا لنا ذخرا واجعلھا لنا شافعۃ ومشفعۃ۔ آمین۔

آج وظیفۂ شریفہ میں سورۂ قمر ہے اور اس کی برکات کی امیدواری ہے۔ یہ سورۂ مقدسہ ہمارے حضورؐ عیدین کی دوسری رکعت میں تلاوت کرتے تھے۔ عجب نہیں جو اس سورۂ مقدسہ کو ارشاد و ہدایت میں دخل تمام ہو۔

وانذرھم یوم الحسرۃ اذ قضی الامر وھم فی غفلۃ وھم لا یؤمنون۔ (اور ڈر سنا دے ان کو اس پچتاوے کے دن کا جب فیصل ہو چکے گا کام اور وہ بھول رہے ہیں۔ اور وہ یقین نہیں لاتے)۔ تم کو جو نصیحت ہم نے کی تھی اس پر مضبوط رہو۔ دینداری کے کام سیکھو۔ بعد موت جو بات کام آئے اس بات کو بہت شوق کے ساتھ حاصل کرو تاکہ آخرت میں حسرت نہ ہو اس دن سے ڈرو جس دن بڑی حسرت اور ندامت غفلت والوں کو

حاصل ہوگی۔ اس دن کے واسطے یہاں نیک عمل کرو۔ یادِ خدا اور شریعت کی تابعداری اچھی طرح ضرور ہے۔ معاملہ دنیا میں شرع کے موافق رہو۔ سچی بات ہے تمہارے رب کی طرف سے، جو کوئی چاہے مانے اور جو کوئی چاہے نہ مانے۔

ہر چہ بر تو آید از شادی و غم ‫ ‫ آں ز بیباکی و گستاخی است ہم

بدز گستاخی کسوفِ آفتاب ‫ ‫ شد عزازیلے ز جرأت ردِّ باب

بے ادب خود را نہ تنہا داشت بد ‫ ‫ بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد

حاجی ایوب کا بھی خط پہنچا۔ پریشانیاں ہماری اور ان کی پروردگار کم کرے اور عافیت عطا فرمائے۔

تو بہ علمِ ازل مرا دیدی ‫ ‫ دیدی آنگہ بہ عیب بخریدی

تو بہ علمِ آن و من بہ عیب ہماں ‫ ‫ رد مکن آنچہ خود پسندیدی

کسی صاحب حال کے یہ اشعار ہیں۔ ہم لوگوں کو جو پریشانی اور مصیبت پہنچتی ہے وہ سب ہمارے اعمال کے سبب ہے۔ پروردگار جو نعمت کسی کو عطا فرماتا ہے۔ پھر اس سے نہیں لیتا جب تک بندہ خود اپنی صلاحیت اور نیت میں فرق نہ کرے، جب بندہ فرق لاتا ہے پروردگار وہ نعمت چھین لیتا ہے۔

آج ہمارا دوسرا روزہ ہے۔ سردی کی شدت ہے صبح کی نماز ہم نے مسجد شریف میں ادا کی، سکندر خاں اور دلاور خاں دو شخص نے ہمارے ساتھ نماز پڑھی۔ اُسی وضو سے ہم بیٹھے ہیں محراب مسجد میں، اور یہ چند شخص وظیفہ کر رہے ہیں ہمارے حضور میں۔ مولوی سید شرف الدین خراسانی، سراج الدین خاں، مرزا خاں، سکندر خاں، زمورائے خاں، گلزار خاں، دلاور خاں، عبدالمنان خاں، اختر خاں۔ امید ہے کہ ان لوگوں کا وظیفہ اچھا ہوگا۔

۳۰۔ غلام محی الدین کو تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ غلام محی الدین کو بعد سلام علیک کے معلوم ہو تمہارا کارڈ پہنچا۔ حال معلوم ہوا۔ صلاۃ التسبیح کا طریقہ تم نے دریافت کیا ہے۔ اس کے پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ چار رکعتوں میں تین سو بار سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ پڑھے۔

ہر رکعت میں پچھتر بار یہ کلمہ شریف پڑھے۔ سُبحانَکَ اللّٰھُمَّ کے بعد پندرہ بار۔ سورت ختم کرنے کے بعد دس بار۔ رکوع میں سُبحَانَ رَبِّیَ العَظِیمِ کے بعد دس بار۔ قیام میں رَبَّنَا لَکَ الحَمدُ کے بعد دس بار۔ اول سجدہ میں سُبحَانَ رَبِّیَ الاَعلٰی کے بعد دس بار۔ جلسہ میں اَللّٰھُمَّ اغفِرلِی۔ کے بعد دس بار۔ دوسرے سجدہ میں سُبحَانَ رَبِّیَ الاَعلٰی کے بعد دس بار۔ اسی طرح دوسری تیسری چوتھی رکعت میں قرارت سے پہلے پندرہ بار اور بعد قرارت کے دس بار، رکوع میں دس بار، قیام میں دس بار، سجدۂ اول میں دس بار، جلسہ میں دس بار، دوسرے سجدہ میں دس بار، پڑھے التحیات کے بعد پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کسی نے دریافت کیا کہ اس نماز میں کون کون سی سورت پڑھنی چاہیئے۔ فرمایا اول رکعت میں سورۂ تکاثر، دوسری میں سورۂ عصر، تیسری میں سورۂ کافرون، چوتھی میں سورۂ اخلاص۔ شامی جلد اول ص ۱۸۔

۳۱۔ مولوی احمد یار خان عرف مولوی مدن محلہ بھیر۔ ریاست ٹونک۔ راجپوتانہ۔ کے نام آپ نے بائیس خط تحریر فرمائے ہیں۔ ان کے اقتباسات درج ذیل ہیں۔ پہلا خط ۱۳۲۷ھ کا ہے۔

سبق وہ معتبر ہے جو استاد کے سامنے شاگرد پڑھے، وظیفہ وہ معتبر ہے کہ حضور پیر میں خادم ادا کرے۔ دور سے سبق پڑھنا اور دور سے وظیفہ کرنا اعتبار نہیں رکھتا۔ تمہارے خواب وخیال معلوم ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو تم کو توفیقِ عملِ صالح مقبول عنایت کرے۔

اللہ تعالیٰ ہماری تمہاری خطاؤں کو معاف فرمائے اور دین کے سیدھے رستے پر چلائے۔

گناہوں کا معاف کرنے والا ایک اللہ ہے اُسی کے آگے خلوصِ دل سے عاجزی کرنی ہم کو تم کو اور سب کو ضرور ہے۔

اَعُوذُ بِکَ اَللّٰھُمَّ مِمَّا جَنَیتُہٗ — وَمِمَّا عَصَیتُ الاَمرَ قَولاً وَّمَفعلاً
وَمِن شَرِّ شَیطَانِی وَنَفسِی وَمَکرِھَا — وَاَدعُوکَ رَبِّی خَاضِعاً مُتَذَلِّلاً

میاں جتنی دیوار بناؤ گے اتنی مزدوری پاؤ گے۔ اور بہت باتیں بنانے سے نہ روپیہ ملے نہ بزرگی ملے۔

تمہارے کارڈ سے خوبیِ نماز و ذوقِ وظیفہ معلوم ہوا شکر ہے اللہ تعالیٰ کا۔ ذکرِ جہر کے

عوض قرآن مجید بہ لحاظِ معنی پڑھنا مفید ہے۔

ضمانِ کسے مباش، بہ وصایائے مردم در میا، در قبالہا نام خود منولیس، بہ محکمہ قضا حاضر مشو، خواجۂ جہاں عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ ورضی عنہ اپنے فرزند کو وصیت فرماتے ہیں وہ وصیت نامہ حضرت پیر ومرشد نے اس ناکارہ کو طفلی میں یاد کرایا تھا حفظ۔ جزاہ اللہ تعالیٰ خیر الجزاء ورضی عنہ واکرم نزلہ وعفا عنہ ذنوبہ کلہا وغفر لہ ولوالدیہ ولاولادہ۔ آمین

بیجا باتوں کو بزرگوں نے منع کیا ہے۔ لغو آدمیوں کا خیال بھی نہیں کرتے ہیں نہ ہمارے خیال سے مقصود کا حصول، نہ ہم کو اتنی فرصت کہ "گاؤ آمد وخر رفت" کا سبق یاد کریں۔ موافق بات یا موافق آدمی اگر ہو تو خیر ورنہ "ہمہ داخل دفتر باید کرد"۔ سچی بات یہ ہے جو ہم نے کہی۔ رَبِّ اغْفِرْ لِي۔ اللہ تعالیٰ ہمارے تمہارے گناہوں کو معاف فرمائے۔ دفع پریشانی کے واسطے استغفار بہت مفید ہے۔ سب ائمۂ دین کا اس پر اتفاق ہے۔

ختم خواجگان بہت نافع ہے ایسے وقت میں۔

سیّد الاستغفار ہر فرض نماز کے بعد دس بار دفع پریشانی کے واسطے بہت نافع ہے

تم نے ادائے قرض کے واسطے پڑھنے کو پوچھا ہے حضور مبارک صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا تعلیم فرمائی ہے حصن حصین میں موجود ہے۔ اَللّٰهُمَّ اكْفِنِي بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِي بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ۔ ہر نماز کے بعد دس بار، اول وآخر تین تین بار درود شریف۔ امید ہے کہ ایک ہی اربعین میں ان شاء اللہ تعالیٰ، اللہ تعالیٰ آسانی کی صورت کر دے۔

وظیفۂ قلبی کرتے ہو۔ اگر سچے ہو تو امیدوار حضور دل ہو جاؤ اور حضور دل جس کو نصیب ہوگیا۔ وہ صالحین میں داخل ہوگیا۔ وَاَدْخِلْنِي بِرَحْمَتِكَ فِي عِبَادِكَ الصَّالِحِيْنَ۔

سب نام انبیاء ومرسلین کے اچھے ہیں صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهٗ عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ۔ اسی طرح صحابۂ کرام کے نام رضی اللہ عنہم اجمعین سب اچھے ہیں جو چاہو لڑکے کا نام رکھو۔

یہ بزرگ جو ہمارے چچا کی خدمت میں رہے ہیں اور بہت بزرگوں کی خدمت میں رہے ہیں۔ کس کے مرید ہیں اور کس خاندان میں ہیں۔ اُن سے کہو ہمارے واسطے اور ہماری اولاد کے واسطے نیک بختی اور دینداری کی دعا کریں۔ کیا مرید بھی کرتے ہیں اور کس بزرگ سے ان کو اجازت ملی ہے۔ یا نہیں

تم نے کوئی خواب لکھا ہے اور اس کی تعبیر دریافت کی ہے۔

چو غلام آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم ۞ نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم

تعبیر یہی ہے کہ نیک کاموں میں رہو۔

تمہارے وظیفہ کی کمی زیادتی جو کچھ ہم کو سمجھ میں آئی دہلی میں وقت تمہارے ملنے کے ہم نے تم سے بیان کردی۔ والسلام۔

۳۲۔ قاضی وزیر حسین پسر قاضی عظیم الدین۔ ساکن سوجت روڈ۔ حال ساکن حیدر آباد سندھ۔ کے نام ۴۳ خطوط تحریر فرمائے ہیں۔ ان کا اقتباس درج ذیل ہے۔

تمہیں جو خیال لگ رہا ہے ہم اس سے واقف نہیں کہ وہ پسندیدہ خیال ہے کہ اس سے برکت حاصل ہو، یا خیال فاسد ہے کہ اس خیال کو دور کرنا چاہیئے۔ تم کہتے ہو کہ وہ خیال حضور سے کیا چھپا ہے۔ مَعَاذَ اللّٰہِ مِنْ ذٰلِکَ۔ ایسے غلط عقائد سے مسلمانوں کو توبہ کرنی چاہیئے۔ سب باتوں کا جاننے والا ایک اللہ ہے۔ کوئی شخص اس کا شریک نہیں۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ عَمَّا یَصِفُوْن۔ ہاں گیارہویں میں شامل ہونے کی اجازت ہے۔ (میلاد شریف میں)

مولانا شاہ عبدالقادر صاحب نے ٹھیک اور درست ترجمہ کیا ہے۔ تم کو شاید علم نہیں ہے مفعول بہٖ کو مقدم کرنا یا مؤخر کرنا سب گفتگو میں جائز ہے۔[1] اور دینی بات جو متعلق اپنے عمل کے ہو اس کو دریافت کرو اور مرغ لڑانے کی باتیں جو آج کل زمانہ میں مروج ہیں وہ ہم سے نہ کرو۔ اللہ کے نیک بندے بنو گناہوں کو چھوڑ دو۔

خادم ہونے کے وقت تم نے لکھا تھا اور قول محکم کیا تھا کہ دنیوی باتوں سے ہم کو غرض نہیں خالصاً اللہ کے واسطے ہم خادم ہونا چاہتے ہیں۔ ہم اور لوگوں کی طرح دنیا کے واسطے خادم

---

[1] قاضی وزیر حسین نے حضرت شاہ عبدالقادر کا ترجمۂ قرآن مجید پڑھا اور پھر موجودہ دور کے کسی مولوی کا۔ شاہ عبدالقادر کے ترجمہ میں مفعول بہٖ کو پہلے ذکر کیا ہے۔ اور مولوی صاحب نے فاعل کا ذکر پہلے کیا ہے اس سلسلہ میں وزیر حسین صاحب نے آپ کو لکھا اور مولوی صاحب کا نام بھی لکھا۔ آپ کو ان کی تحریر پسند نہ آئی اور یہ جواب تحریر فرمایا کہ بلاوجہ مولویوں کے اختلاف کو ذکر کر کے تکدرِ خواطر کا سبب کیوں بنتے ہو۔

نہیں ہوتے۔ اس قول کو اپنے یاد رکھو اور قول کو نہ بدلو۔

کالو خان کو وظیفہ قلبی ہماری طرف سے سکھا دو کہ صبح کو ایک گھنٹہ شام کو ایک گھنٹہ اسم ذات کا شغل ہر روز کیا کرے۔ یعنی دل سے اللہ اللہ پڑھا کرے، خیالات ما سوی اللہ دل سے دور کرے۔

روز شنبہ یازدہم ۱۱ ربیع الاول خوشی میلاد شریف کی محفل ہے اس میں شریک ہونا اچھا ہے

۳۳۔ مولوی شمس الدین صدر بازار میرٹھ میں رہتے تھے۔ آپ کے قدیم مخلص ہیں۔ ان کے نام کے چار خط اس عاجز کو دستیاب ہوئے ہیں پہلا خط ۱۳۲۲ھ کا ہے اور چوتھا ۱۳۲۴ھ کا

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ عبد اللہ ابو الخیر فاروقی کی طرف سے سعادت آثار شمس الدین کو بعد سلام و دعائے سلامتی ایمان و ترقی صلاح معلوم ہو کہ تمہارے خط سے معلوم ہوا کہ وظیفہ شریفہ کرتے ہو اور وظیفہ میں حلاوت پیدا ہوتی ہے اور کچھ حضور دل نماز میں حاصل ہوتا ہے اور محبت میں ترقی ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ الَّذِیْ بِنِعْمَتِہٖ وَجَلَالِہٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ۔ ہر ایک ان باتوں میں سے بڑی بڑی عمدہ نعمت ہے۔ بزرگان دین ان باتوں کی قدر جانتے ہیں۔ پرہیزگاری کا شوق رکھو۔ امام غزالی کی کوئی تالیف مطالعہ کیا کرو۔ جیسے ترجمہ احیاء العلوم یا ترجمہ کیمیائے سعادت کہ صفائی دل کے واسطے مفید ہے۔ تھوڑا سا قرآن مجید پڑھنا با فہم معنی بھی ہر روز ضرور ہے۔ تاکہ یہی باتیں جو تم نے لکھی ہیں پختہ ہو جائیں۔ پرہیزگاری دینداری جس قدر زیادہ ہوتی ہے۔ وظیفہ میں برکت اسی قدر زیادہ ہوتی ہے۔ والسلام۔

۱۴ ربیع الآخر چہار شنبہ ۱۳۲۲ھ

باقی خطوط کا اقتباس درج ذیل ہے۔

تم جانتے ہو رسمی خادموں کی خاطر داری میں کم کرتا ہوں۔ جب خادم ذاکر شاغل کچھ ہوتا ہے اس کی تھوڑی بہت کرتا ہوں۔

کسی شخص کی لوگ تعریف بہت کرتے تھے۔ انھوں نے سن کر کہا۔ من آنم کہ من دانم۔ یعنی تم لوگ میری ظاہر کی نیکی دیکھ کر تعریف کرتے ہو باطن کی تم کو خبر نہیں کہ میرے کیسے برے عمل ہیں۔ اگر میرے برے اعمال کی تم کو خبر ہوتی تو تم تعریف نہ کرتے۔ پروردگار

مجھ کو اور تم کو توفیق دے کہ آخرت کا خیال رہے اور بُرے اعمال کے قریب نہ جائیں۔ بُرے اعمال کا نتیجہ بُرا ہے نیک کاموں کا نتیجہ اچھا ہے۔ والسلام۔

۳۴۔ منشی احمد حسین ساکن چھتہ لال میاں کے نام چار خطوط کا اقتباس درج ذیل ہے۔

حضرت بیوی مریم کی زیارت سے دل بہت خوش ہوا۔ قرآن شریف پڑھ کر ان کی روح مبارک کو ایصال ثواب کرو۔ صبح و شام وظیفہ شریف وسوسوں کو دور کر کے کیا کرو۔ پرہیزگاری دینداری سیکھو، شریعت کے خوب پابند رہو۔

اس کی نعمتوں کی ہم پر کوئی نہایت نہیں اور ہمارے گناہوں کی کوئی غایت نہیں۔ حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْل۔ یا اللہ ہمارے گناہوں کو معاف فرما اور مسلمانوں کو عزت دے۔ یا اللہ مسلمانوں کو مخالف لوگ بہت برباد اور ذلیل کر رہے ہیں۔ یا اللہ مخالفوں کو تو برباد کر اور ہمارے گناہوں کو معاف فرما، یا اللہ مسلمانوں کی مدد کر، یا اللہ ہم کو عافیت دے دونوں جہان میں۔

کام کرنے سے کام ہوتا ہے دل کی آرزو سے کام نہیں ہوتا۔

تم اور بخش اللہ صرف آرزو کرنے سے چاہتے ہو کہ بزرگ بن جاؤ۔ آرزو کرنے سے کوئی کام نہیں بنتا ہے۔ بہت سا روپیہ بھی ہو، معمار بھی ہو، چونہ بھی ہو، اینٹ بھی ہو، بعد ان کے مکان کی امید کرنی چاہیے۔

۳۵۔ اقتباسات خطوط مولوی بخش اللہ ساکن چھتہ لال میاں۔ دلّی۔

تم لوگوں کو مناسب ہے کہ ختم شریف باحضور دل و صحت الفاظ و فہم معنی بعد مغرب کے پڑھا کرو کہ بہت مبارک عمل ہے اور بعد ختم شریف کے ہم سب کے واسطے دعائے سلامتی ایمان اور دعائے عافیت در ہر دو جہاں اور دعائے امن و امان برائے جملہ مسلمانان اور دعائے مغفرت گناہان کیا کرو۔

اللہ تعالیٰ بخش اللہ کو عافیت عطا فرمائے۔ اَسْئَلُ اللّٰہَ الْعَظِیْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ اَنْ یَّشْفِیَکَ۔ مولوی کاظم علی کا حال معلوم ہوا۔ غَفَرَ اللّٰہُ لَنَا وَلَہٗ۔

یہ اقامت ہمیں پیغام سفر دیتی ہے ۔۔۔ زندگی موت کے آنے کی خبر دیتی ہے

خیرے کن اے فلاں و غنیمت شمار عمر ؎ زاں پیشتر کہ بانگ بر آید فلاں نہ ماند

قاری نیاز، ۷ محرم کو وبائی مرض ہیضہ میں مبتلا ہوئے۔ ۸ تاریخ اُن کو سرکاری آدمی کرائنٹین میں لے گئے جہاں کسی کو جانے کی اجازت نہیں تھی، بہ سبب احتیاط کے کہ وبائی مرض زیادہ نہ پھیلے۔ ۹ تاریخ کو اُن کو ذرا ہوش آیا، مگر پیشاب بند ہو گیا تھا، ۱۰ تاریخ عاشورا کے دن بہ وقت نیم روز ایک بجے انتقال ہو گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں۔

جہاں میں تو کارِ نکوئی رہے گا ؎ نہ کوئی رہا ہے نہ کوئی رہے گا

غَفَرَ اللّٰہُ لَنَا وَلَہٗ، کیا اچھا وقت اور کیا اچھا دن انھوں نے پایا، حقیقت میں وہ لائق اسی کے تھے۔ الخ

وَلَقَدْ عَلِمْتُ بِاَنَّ قَصْرِیْ حُفْرَۃٌ ؎ غَبْرَاءُ یَحْمِلُنِیْ اِلَیْھَا شَرْجَعٌ

فَبَکَتْ بَنَاتِیْ شَجْوَھُنَّ وَزَوْجَتِیْ ؎ وَالْاَقْرَبُوْنَ اِلَیَّ ثُمَّ تَصَدَّعُوْا

وَتُرِکْتُ فِیْ غَبْرَاءَ یُکْرَہُ وِرْدُھَا ؎ تَسْفِیْ عَلَیَّ الرِّیْحُ حِیْنَ اُوَدَّعُ

قَصْرِیْ بہ فتح قاف ای آخر امری۔ یہ اشعار حضرت عَبْدَہ رضؓ کے ہیں حضرت عمرؓ فاروق اُن کے اِن اشعار کو بہت پسند فرماتے تھے۔

وَمَا کَانَ قَیْسٌ ھُلْکُہٗ ھُلْکَ وَاحِدٍ ؎ وَلٰکِنَّہٗ بُنْیَانُ قَوْمٍ تَھَدَّمَا

عبدہ کا شعر ہے۔ جس شعر کا آج تک جواب کسی سے نہ ہو سکا۔ اِس شعر کو بے نظیر کہتے ہیں۔ مولوی عبد العلی صاحب کو یہ شعر دکھانا اور سلام ہمارا کہنا۔

۳۶۔ ڈاکٹر اشفاق محمد اور ان کے بڑے بھائی ڈاکٹر شوق محمد ۱۳۲۶ھ میں بیعت ہوئے ضلع امرتسر کے رہنے والے تھے۔ ان کے نام آپ نے خطوط تحریر فرمائے ہیں ان کے اقتباسات درج ذیل ہیں۔

خدا کے فرائض پر جان و دل سے پابند ہو جاؤ۔ حرام خدا سے قطعی دور رہو، کچھ قرآن شریف ترجمہ کے ساتھ پڑھا کرو، نیکی اور دینداری کا شوق کرو۔ خدا کے عاجز بندہ بنو۔ مسلمانوں کے عقائد پر قائم ہو جاؤ۔ نئے نئے عقاید اور نت نئی باتیں جو آج کل پیدا ہو رہی ہیں اُن سے

اپنے کو بچاؤ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر اشفاق محمد صاحب و مولوی نور احمد صاحب (مکتوبات امام ربانی رح کو عمدہ طبع کرانے والے) کو بعد سلام واضح ہو کہ روز شنبہ یازدہم ربیع الاول حاضر ہونا چاہیئے تاکہ اطمینان سے ذکر شریف سنا جائے اور آنا تم دونوں صاحبان کا بلکہ نظام الدین کا بھی مناسب ہے۔

اَللّٰہُ الشَّافِی اَللّٰہُ الکَافِی اَللّٰہُ المُعَافِی۔ اللہ تعالیٰ ہمارے گناہوں کو معاف فرمائے اور عافیتِ ظاہری و باطنی سے ہمیں اور ہماری اولاد کو سرفراز فرمائے۔

ذکر شریف قلبی کی دونوں وقت صبح و شام پابندی رکھنی چاہیئے۔ مہینہ میں ایک بار شجرہ شریف پڑھو اور کچھ کھانا پکا کر ایصال ثواب بھی کرو۔

۳۷۔ متفرق افراد کو آپ نے خطوط ارسال فرمائے ہیں۔ ان کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

سید عبد الا غفر بنگالی کو خط کے ذریعہ جاہل آدمی عالم نہیں ہو سکتا نہ غفلت والا آدمی صاحب حضور و برکت ہو سکتا ہے۔ اسی واسطے معذور رہوں۔ ہاں مولوی عبد الحق الہ آبادی ہمارے ملاقاتی شخص تھے۔ سالہا سال ہماری کتابوں کی انھوں نے اچھی طرح خدمت کی جزاہ اللہ خیر اً و غفر لہ

محمد احمد متعلم مصباح العلوم الہ آباد۔ مریض کے واسطے جو نسخہ طبیب نے تجویز کیا۔ باقاعدہ مریض نے اگر اس کا استعمال کیا۔ اب دو حال سے خالی نہیں۔ استعمال نسخہ سے مرض زیادہ ہوا یا کم۔ بس اس قدر حال طبیب سے کہہ سکتے ہو باقی باتیں فضول ہیں۔

محمد حیات کو نور پور ٹوانہ ضلع شاہ پور تحریر فرمایا۔ عَفَا اللّٰہ عنا و عنک، غفر اللّٰہ لنا و لک رحمنا اللّٰہ وَایاک۔ تمہاری تحریر سے لیاقت معلوم ہوئی۔ وسوسوں کا کم ہونا۔ علم ظاہری سے زیادہ حقدار و مستحق محنت ہے۔ صرف سوال سے نہ علم حاصل ہو نہ وسوسوں کا کم ہونا۔ اَللّٰھُمَّ اجعل وساوس قلبی خشیتکَ و ذکرکَ واجعل ھِمّتی وھوای فیما تحبُّ وترضیٰ

سید زاہد حسین امروہوی کو تحریر فرمایا۔ مجھ کو کشف نہیں ہے کہ غائبانہ کسی کا حال معلوم کر سکوں بلکہ ایک مدت کوئی شخص میرے پاس رہے اور اس کی نیکی اور استعداد کچھ مجھ کو معلوم ہو تو شاید میں بتلا سکوں کہ وظیفہ کرنا تجھ کو بہت مناسب ہے۔ اکل حلال، صدق مقال، پرہیزگاری

بنائے طریقہ شریفہ ان تین کام پر ہے۔ جو اس وقت میں مفقود ہو گئی ہیں، شوقِ دُنیا زیادہ اور شوقِ آخرت بہت کم ہو گیا ہے۔

عدالت خاں کو ضلع جہلم تحریر فرمایا "وظیفہ کی خوبی یہ ہے کہ دل کے اندر محبت الٰہی کے سوا کچھ نہ ہو" اور تحریر فرمایا ہے :"اشفاق الٰہی کو ہم نے ایک سال سورۂ اخلاص و فلق و ناس کا وظیفہ بتایا ہے ۔ نہ سیکھا ہو تو اب تم سیکھ لو ۔ بڑی برکت خدا کے نام میں ہے۔" اور تحریر فرمایا ہے :" عدالت خان کے بیٹے کا نام ہدایت خان اچھا ہے۔"

انعام الٰہی کو صدر بازار میرٹھ لکھا :" اے عزیز وظیفہ شریفہ کے شوق والے جہان میں بہت کم ہو گئے، یاد الٰہی کی لذت حلاوت جہان سے اٹھ گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۔"

حافظ اشفاق الٰہی ولد کرم الٰہی ساکن صدر بازار میرٹھ ۱۳۲۲ھ میں آپ سے بیعت ہوئے ۔ نہایت اخلاص اور محبت سے آپ کی خدمت کرتے تھے ۔ خدا کا کرم ہے نسبت شریفہ سے بھی بہرہ مند ہوئے ۔ شنبہ ۷ ربیع الآخرہ ۱۳۶۶ھ یکم مارچ ۱۹۴۷ء قبیل الغروب ان کی وفات ہوئی اور یکشنبہ کو حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کے قبرستان میں حضرت عبد المعدل کے مزار کے قرب میں مدفون ہوئے ۔ آپ نے ان کو تحریر فرمایا ہے ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ اشفاق الٰہی کا خط پہنچا ۔ تم نے لکھا ہے کہ وظیفہ کرتے ہو اور قرآن مجید اور مالابد پڑھتے ہو ۔ الحمد للہ ، یہ سب کام بڑے سعادتمندی کے ہیں ۔ بندہ اپنے مالک جلّ جلالہٗ کا فرماں بردار رہے اور اس کی رضامندی کا طالب رہے اور اس کی خفگی اور غصہ سے ڈرتا رہے ، بے شک وہ بندہ خدا کا نیک بندہ ہے ۔ اور ذکر شریف کے وقت وسوسوں کو دفع کرنا اور اس کام میں محنت اور کوشش کرنی بڑی عمدہ بات ہے ۔ پروردگار مجھ کو اور تم کو توفیق نیک عنایت کرے ۔ دو شنبہ ۱۸ رجب المرجب ۱۳۳۲ھ ۔

امۃ القیوم اچھا نام ہے ۔ خدائے تعالیٰ مبارک کرے ۔ دو شنبہ ۲۳ محرم ۱۳۳۲ھ از کوٹہ

امۃ القیوم کی بہن کا نام امۃ الحی اچھا معلوم ہوتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ دونوں کو صالحات

میں کرے اور عمر میں برکت عطا فرمائے۔ چہارشنبہ ۱۱ ربیع الآخر ۱۳۳۲ھ از رامپور
آپ نے مولوی بدر الاسلام کو۔ کوچہ چیلان۔ دِلّی۔ تحریر فرمایا۔

ابونعیم حلیۃ الاولیا میں اور امام طبرانی و خطیب و ابن النجار حضرت عبداللہ بن عباس سے اور وہ حضور مبارک صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جو اس دعا کو پڑھے گا اس کو بہت ثواب ملے گا۔ ثواب کی تفصیل کتاب میں موجود ہے۔ میں نے نہیں لکھی۔ لآلی منثورہ کو میں نے عقد منظوم کر دیا۔

جَزَی اللّٰہُ رَبُّ العَالَمِینَ مُحَمَّدًا نَبِیَّ الہُدٰی عَنَّا بِمَا ھُوَ اَھلُہٗ

کچھ دنوں کے بعد آپ نے یہ دوسرا شعر کہہ کر اس عقد منظوم کا لاحق کر دیا۔

وَصَلّٰی عَلَیہِ وَالنَّبِیُّونَ کُلُّھُم وَاَتبَاعُھُم صَلّٰی عَلَیھِم وَاَھلُہٗ

آپ نے ۱۳۴۰ھ میں مولوی صدر الدین کیفی غازی پوری کو خط تحریر فرمایا۔ اور مولوی صدر الدین کے نام کو اس طرح نظم کیا۔

شَرَحَ اللّٰہُ صَدرَہٗ لِلدِّین وَعَفَا عَنہُ ذَنبَہٗ آمین

مولوی صدر الدین نے آپ کی خدمت میں عریضہ ارسال کیا اور لکھا۔

حضرت اقدس نے جو سجع اس ناچیز کے نام کا موزوں فرمایا ہے، نہایت خوب ہے۔ سُبحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمدِہٖ، کلام الملوک ملوک الکلام خداوند کریم حضور اقدس کی دعا کو میرے حق میں قبول فرمائے اور اس کو توقیع نجات یا لطیفہ غیبی میرے لئے قرار دے رقیمہ ادب۔

۵ طالب الخیر شیخ صدر الدین ؎ یغفر اللہ ذنبہ آمین

آپ نے خط کا اختتام ان دو شعروں پر فرمایا۔

نام ابوالخیر کام شر و بدی سالکِ راہِ کبر و بیخودی
لَیسَ لِی مَن یُغِیثُ مِن اَحَدٍ اَلغِیَاثُ الغِیَاثُ یَا اَحَدِی

احیاناً آپ اپنے خط کا اختتام اس شعر پر فرماتے تھے۔

حَنَانَیکَ قُل لِی عِندَ نَزعِی وَمَقبَرِی لَکَ الاَمنُ عَبدِی مِن عَذَابِی تَفَضُّلًا

آئے ہوئے لفافوں کی پشت پر، خطوط کے سادے صفحہ پر، پرچوں پر، یا

رسالوں کے اوپر آپ احادیث مبارکہ دعائے ماثورہ، عرض نیاز بہ درگاہ بے نیاز، تحریر فرما دیا کرتے تھے۔ شب و روز اللہ جل شانہ کی طرف متوجہ رہتے تھے اور اپنی عاجزی کا اظہار کر کے اپنا دل خوش فرماتے تھے۔ حدیث قدسی ہے۔ اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ اِنْ خَیْرًا فَخَیْرٌ وَّاِنْ شَرًّا فَشَرٌّ۔ جو آپ کو اپنے مولائے کریم سے امید۔ لَکَ الْاَمْنُ عَبْدِیْ مِنْ عَذَابِیْ۔ کی ہے۔ اللہ جل شانہ وعم احسانہ اپنے فضل و کرم سے آپ کے ظن کو ضرور پورا کرے گا۔ با کریماں کارہا دشوار نیست۔

۱۳۲۵ھ میں طاعون کا زور ہوا۔ میرٹھ کے مخلصین گھبرائے۔ آپ کی خدمت میں عریضہ ارسال کیا۔ آپ نے جناب مولوی سید عبدالجلیل سے درج ذیل نصیحت نامہ لکھوا کر ان کو ارسال کیا:۔

گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے۔ جس کی اجل آگئی ہے اس کو اگر ہزاروں پیر جمع ہو کر ایک ساعت کے واسطے روکنا چاہیں تو نہیں روک سکتے، اور جس شخص کی اجل نہیں آئی وہ اگر کچھ بھی کرے۔ ایک ساعت پہلے نہیں مر سکتا۔ اِذَا جَاءَ اَجَلُهُمْ لَا یَسْتَاْخِرُوْنَ.... سَاعَةً وَّلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ۔ یہ حکم ہر وقت، ہر زمانے کے واسطے خدائے پاک نے فرمایا ہے۔ چاہے موت کی کثرت ہو یا قلت۔ کثرت موت میں نعوذ باللہ کچھ خدائے تعالٰے بھول نہیں جاتا۔ لَا یَضِلُّ رَبِّیْ وَلَا یَنْسٰی۔ تم سب کو لازم ہے کہ استغفار و تلاوت و نماز و خیرات و نیک کام خوب کثرت سے، اطمینان و حضور دل و خشوع و خضوع سے کرو، منہیات سے توبہ کرو۔ اگر زکات وغیرہ میں کسی سے تقصیر ہوئی ہے اس کی تکمیل کی نیت کرے، جو ادا کر سکتا ہے وہ ادا کرے۔ گھبرا کر ایک دوسرے کی مدد نہ چھوڑو بلکہ ساتھ دیتے رہو۔ اور آپس میں ہمدردی کرتے رہو جس کسی کا انتقال ہو، وہ جو وصیت کرے اس کو سب منظور کریں، یہ نہ ہو کہ کوئی کہے۔ بھائی ہم کچھ نہیں جانتے۔ خبر نہیں کون مرے کون جیئے۔ یہ سب واہیات باتیں ہیں۔ اور سب کو چاہیئے کہ خوب جی لگا کر وظیفہ شریف اور دوسری عبادات کریں، ہر شخص اپنی صحت اور تندرستی میں ایک وصیت نامہ لکھ لے۔ یہی باتیں مسلمانی کی ہیں ان پر تم سب کاربند رہو۔

ہمارے امیر المومنین خلیفۂ ثانی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں بھی ملک شام میں طاعون ہوا تھا کیا یہ ضرور ہے کہ طاعون سب کے حق میں عقوبت ہو۔ بلکہ جو نیک مرے اس کے حق میں امید ہے موجب رحمت و شہادت ہو۔ دین کے اصل اصول کی بات یہ ہے کہ خدا کے فعل پر بندہ راضی ہو۔ موت اور زندگی کا دینا بالاتفاق اللہ کا فعل ہے۔ اس میں کسی کی مجال، چون وچرا کرنے کی نہیں ہے۔ بندہ پر لازم ہے کہ ہر حال میں اللہ کے حکم پر راضی رہے۔ رَبَّنَا اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّ ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا۔ والسلام۔

صفحہ ۴۲۲ سطر ۱۶ کے بعد کی عبارت

زکات آپ زکات کا حساب نہایت احتیاط سے فرماتے تھے اور زکات کی رقم الگ تھیلی میں رہتی تھی۔ آپ زکات میں سے سادات کرام کو بھی دیا کرتے تھے، آپ نے فرمایا کہ سادات کو زکات کے عوض خمس میں سے ایک حصہ ملا کرتا تھا، اب چونکہ خمس سے ان کی معاونت نہیں ہوتی، اس لئے زکات دے کر ان کی پریشانی کا رفع کرنا بہتر ہے۔

یہ عاجز کہتا ہے کہ رد المحتار کے جزء ثانی کے صفحہ ۲، میں لکھا ہے "روی ابو عصمة عن الامام انه یجوز الدفع الی بنی هاشم فی زمانه لان عوضها وهو خمس الخمس لم یصل الیهم لاهمال الناس امر الغنائم وایصالها الی مستحقیها واذا لم یصل الیهم العوض عادوا الی المعوض ۔کذا فی البحر"

رد المحتار نے حضرت امام عالی مقام کا ایک قول نقل کیا ہے۔ جس سے سادات کرام کو زکات دینے کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ فالحمد للہ علی ذلک

حدیثِ وصال

حدیث وصل آں مخدوم عالم ٭ مگر شاید بہ خونِ دل نویسم

جلال الدین سیوطی نے طبرانی کی حدیث شریف لکھی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اے لوگو، میرے بعد جس شخص کو مصیبت پہنچے وہ میری جدائی کو یاد کر کے اپنی مصیبت سے تسلّی حاصل کرے، کیوں کہ میری امّت کے لئے میری جدائی سے بڑھ کر کوئی مصیبت نہیں۔" صدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بأنفسنا ہو وبآبائنا وامّہاتنا۔

ابوالجوزاء ایک جلیل القدر تابعی ہیں۔ فرماتے ہیں سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد اہل مدینہ (علی صاحبہا الصلاۃ والتحیۃ) کو اگر کوئی صدمہ پہنچتا تھا تو تعزیت دینے والے کہتے تھے صبر کرو۔ اور پھر وَلَکُمْ فِی رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ پڑھتے تھے۔ یعنی تمہارے لئے اچھا نمونہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں ہے۔ جب اللہ کے رسولؐ ہی نہ رہے تو کوئی دوسرا کیا رہے گا۔

اِصْبِرْ لِکُلِّ مُصِیْبَۃٍ وَتَجَلَّدِ ٭ وَاعْلَمْ بِاَنَّ الْمَرْءَ غَیْرُ مُخَلَّدِ

وَاصْبِرْ کَمَا صَبَرَ الْکِرَامُ فَاِنَّھَا ٭ نُوَبٌ تَنُوْبُ الْیَوْمَ تُکْشَفُ فِیْ غَدِ

وَاِذَا اَتَتْکَ مُصِیْبَۃٌ تُشْجٰی بِھَا ٭ فَاذْکُرْ مُصَابَکَ بِالنَّبِیِّ مُحَمَّدِ

یعنی مصیبت کے پیش آنے پر صبر کرو اور باہمت بنو، خوب سمجھ لو کہ دوامی حیات کسی کے لئے مقدّر نہیں۔ جیسا کہ اصحاب کرام صبر کرتے چلے آئے ہیں تم بھی صبر کرو، مصیبت کا بھی ایک وقت اور باری ہوتی ہے، آج آئی، کل گئی۔ جب بھی تم کو پریشان کن مصیبت در پیش آئے تو تم اللہ کے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق کی مصیبت کو یاد کر لو۔

علالت

حضرت سیدی الوالد قدس سرہ کی علالت کی ابتدا یوم جمعہ ۲۲ جمادی الآخرہ ۱۳۴۱ھ مطابق ۹ فروری ۱۹۲۳ء سے ہوئی۔ اس دن صبح کو دس بجے آپ نے مولوی بدر الاسلام کی اہلیہ کی نمازِ جنازہ، خانقاہ شریف میں پڑھائی۔ پھر آپ

اپنے مکان سے عصر کو باہر تشریف لائے اور ہم تینوں بھائیوں کو ہمراہ لے کر حسب معمول تفریح کے لئے تشریف لے گئے۔ جس وقت آپ سواری میں بیٹھے آپ نے فرمایا "اسمبلی کو چلو"۔ چنانچہ کشمیری دروازہ کے باہر اسمبلی گئے۔ وہاں امین الاسلام بنگالی آپ کا انتظار کر رہے تھے۔ غالباً وہ اسپتال آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور انھوں نے آپ کو اپنا پتہ بتایا تھا۔

تین سال سے امین الاسلام آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور آپ ان کی قیام گاہ پر نئی دِلّی تشریف لے جاتے تھے۔ امین الاسلام طریقۂ نقشبندیہ میں صوفی فتح علی ویسی کے خلیفہ سے بیعت تھے۔ اُن کی باطنی کیفیت نہایت اچھی تھی۔ لطائف مبارکہ سبعہ ذاکر تھے۔ وہ حضرت سیدی الوالد کے پاس ذکر شریف میں مصروف ہو جاتے تھے۔ دو ڈھائی گھنٹے آپ سے کسب فیوضات و برکات کرتے تھے۔ اُن کے احوال سے آپ خوش تھے اور اُن پر شفقت فرماتے تھے۔ انھوں نے اپنے پیر و مرشد کا ذکر کیا۔ اور آپ نے فرمایا "ہاں، جب ہم کلکتہ (۱۲۹۷ھ) میں پہنچے تھے تو اُن سے ملاقات ہوئی تھی۔

جب آپ کی سواری امین الاسلام کی جائے قیام پر پہنچی۔ امین الاسلام آئے اور آپ سے اُترنے کو کہا۔ آپ نے ان کے کندھے پر مبارک ہاتھ رکھا اور فرمایا "ہمارا ایک کام ہے اگر تم دل سے وعدہ کرتے ہو کہ ہمارا کام کرو گے تو ہم اترتے ہیں ورنہ ہم جاتے ہیں۔"

امین الاسلام نے کہا۔ میں دل و جان سے کوشش کروں گا۔ آپ نے فرمایا۔ خانقاہ شریف میں ایک قبر کے واسطے اجازت حاصل کر لو۔" اس کے بعد آپ سبزہ زار پر بیٹھے اور مغرب کی نماز پڑھ کر وہاں سے روانہ ہوئے۔

آپ نے سواری میں بیٹھ کر فرمایا۔ یہاں کسی جگہ نواب پہاسو کی کوٹھی ہے۔ وہاں چلو، تاکہ داؤد احمد خان کی عیادت کر لیں۔ داؤد احمد خان نواب مزمل اللہ خاں صاحب کے صاحبزادے تھے اور آپ سے بیعت تھے۔ وزیر خان کوچوان کو یہ کوٹھی معلوم تھی۔ کوٹھی کے پھاٹک پر سواری رکی۔ آپ نے حضرت برادر کلاں سے فرمایا "جاؤ دیکھو مزمل اللہ خاں ہیں۔"

چنانچہ برادر کلاں گئے اور ان کے ساتھ نواب صاحب چند افراد کے ساتھ لالٹین لئے

ہوئے آئے۔ آپ نے اُن سے بھی وہی بات فرمائی جو امین الاسلام سے کہی تھی اور اُن کے وعدہ کرنے پر آپ سواری سے اُترے اور داؤد احمد خاں کے پاس تشریف لے گئے اُن پر ادعیہ ماثورہ پڑھ کر دَم کیا۔ نواب صاحب نے ایک سو روپیہ نذر پیش کیا اور آپ خانقاہ شریف کو روانہ ہوئے۔ یہ آپ کی آخری تفریح تھی اور علالت کا پہلا دن تھا۔

خانقاہ شریف پہنچ کر آپ نے عشاء کی نماز بہ جماعت مسجد شریف میں ادا کی۔ اور سنن پڑھ کر حرم سرا میں تشریف لے گئے۔ روئی کا انگرکھا اتارا اور لالٹین لے کر جائے ضرورت تشریف لے گئے۔ جائے ضرورت میں بجلی کی روشنی نہ تھی اسی لئے آپ لالٹین ساتھ لے جاتے تھے۔ جس وقت آپ فارغ ہو کر باہر آئے۔ اتفاق سے یہ عاجز صحن خانہ میں کھڑا تھا۔ آپ سیدھے عاجز کے پاس آئے اور فرمایا " زید، ہم کو حرارت ہے، تم ہمارے بدن پر ہاتھ رکھ کر دیکھو۔" عاجز نے آپ کی پیٹھ پر کُرتے کے اوپر سے ہاتھ رکھا۔ آپ نے فرمایا۔ " تم نے کُرتے کے اوپر ہاتھ رکھا ہے کرتے کے نیچے سے دیکھو۔" چنانچہ عاجز نے آپ کے جسدِ مبارک پر ہاتھ رکھا۔ اور کچھ حرارت محسوس کرتے ہوئے آپ سے کہا۔ جی ہاں کچھ حرارت ہے۔ آپ کے بائیں ہاتھ میں لالٹین تھی۔ دایاں دست مبارک عاجز کے بائیں کندھے پر رکھا اور فرمایا، آؤ زید باہر چلیں۔ آپ کے تن پر صرف کرتہ تھا اور آپ مع اس عاجز کے حرم سرا کے دروازہ سے باہر آئے اور حجرہ شریف کے سمتِ جنوب سے ہو کر سمت غرب کو طے کر کے سرہانے کی محاذات میں کھڑے ہو کر عاجز سے فرمایا: " زید اس حصہ میں کوئی قبر نہیں ہے یہ چھ قبروں کی جگہ ہم نے اپنے اور اپنے بچوں کے واسطے تجویز کی ہے۔ لہذا ہماری قبر اس جگہ بنانا۔"

جس وقت آپ عاجز سے یہ بات فرما رہے تھے مسجد شریف کے دالانوں میں تقریباً چالیس پچاس افراد بیٹھے تھے۔ چونکہ آپ کا یہ حکم تھا کہ آپ کو دیکھ کر کوئی اپنی جگہ سے حرکت نہ کرے اور نہ کوئی تعظیم کے لئے کھڑا ہو۔ اس لئے سب نہایت خاموشی سے اپنی جگہ بیٹھے رہے شیخ غلام احمد ہانسوی آپ کے قدیم مخلص اور طبیعت شناس تھے۔ وہ مسجد شریف کے دالان میں بیٹھے تھے۔ جب انھوں نے آپ کی بات سنی۔ ہاتھ باندھ کر با ادب بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پڑھتے ہوئے آہستہ آہستہ آپ کی طرف بڑھنے لگے ۔ وہ آپ کی پشت پر تھے ۔ اُن کی آواز کو سُن کر آپ نے فرمایا" ہاں غلام احمد ادھر آؤ ۔ دیکھو ہم زید سے یہ کہہ رہے ہیں " اور آپ نے اپنی بات دُہرائی ۔ شیخ غلام احمد نے کہا ۔ حضور کا ارشاد درست ہے اور اگر حضور مناسب سمجھیں تو مجرہ شریف کے اندر بھی ایک قبر کی جگہ ہے ۔ حضور اس کو پسند فرمالیں ۔ یہ بات سن کر آپ کے مبارک چہرہ پر مسرت کے آثار ظاہر ہوئے اور آپ نے فرمایا " کیا مجرہ شریف کے اندر ایک قبر کی جگہ ہے ؟ اچھا چلو اور ہم کو دکھاؤ " چنانچہ آپ اور یہ عاجز اور شیخ غلام احمد مجرہ شریف میں داخل ہوئے ۔ شیخ غلام احمد نے وہ جگہ آپ کو دکھائی جہاں اب آپ استراحت فرما ہیں ۔ آپ نے شیخ غلام احمد سے فرمایا " اچھا تم اس جگہ پر لیٹ کر ہم کو دکھاؤ " چنانچہ شیخ غلام احمد اس جگہ لیٹے اور آپ نے دیکھ کر فرمایا " جزاک اللہ یہ جگہ بہت اچھی ہے ' ہاں زید یہ جگہ ہمارے لئے مناسب ہے ۔ ہماری قبر یہاں بناؤ " یہ فرما کر آپ حرم سرا تشریف لے گئے ۔ اور وہاں آپ نے اپنا مبارک ہاتھ عاجز کے کندھے پر سے اٹھایا اور انگرکھا زیب تن فرما کر بیٹھک میں تشریف لے گئے ۔ اور رات کے ڈھائی بجے تک حلقہ فرمایا ۔

یہ عاجز کہتا ہے کہ آپ مستقل طور پر ۱۳۰۶ھ میں خانقاہ شریف تشریف لائے اور آپ نے خانقاہ شریف از سرِ نو تعمیر کرائی اور آپ حجاز مقدس جانے سے قبل تقریباً دو ڈھائی سال خانقاہ شریف میں مقیم رہے ۔ لیکن آپ کو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ مجرہ شریف کے اندر بہ پہلوئے حضرت شاہ ابو سعید قدس سرہ بجہت غرب ایک قبر کی جگہ ہے ۔ یہی کیفیت آپ کی اپنے گھر میں تھی کہ بجز نشست گاہ اور اپنے سر پر یا متوضی و مصلّٰی وغیرہ کے آپ کو کسی جگہ اور کسی شے کی خبر نہ تھی ۔ اور نہ آپ کسی شے کی طرف متوجہ ہوتے تھے ۔ ہمہ وقت و ہمہ جا متوجہ بہ جناب مولیٰ جل شانہ رہتے تھے ' آپ کے پاس رجسٹری آتی تھی ' اس میں نوٹ ہوتے تھے یا کسی نے لفافہ میں رکھ کر نوٹ پیش کئے ہیں ۔ آپ نے وہ رجسٹری یا لفافہ رکھ دیا ہے ۔ نہ کبھی آپ کو وہ یاد آیا اور نہ کبھی اس کی طرف متوجہ ہوئے ۔ جب ہمشیرگان صفائی کرتی تھیں تو نوٹ جمع کر کے آپ کی خدمت میں پیش کر دیتی تھیں اور آپ اس شخص کے

حوالہ کر دیتے تھے جس کے پاس آپ کا حساب رہتا تھا۔ آپ کا دنیوی امور سے بے تعلقی کا یہ عالم تھا۔ اور امور دین کا یہ حال تھا کہ چار سال کی عمر سے جو ذکر پاک یا جو ہدایت سُنی وہ دن اور تاریخ کے ساتھ یاد تھی۔ مَنْ کَانَ لِلّٰہِ کَانَ اللّٰہُ لَہٗ۔ کی کیفیت آپ کے احوال مبارکہ سے ظاہر تھی۔

حضرت والدہ صاحبہ اسپتال میں بستر علالت پر تھیں۔ بڑی ہمشیرہ صاحبہ اُن کی تیمارداری کے لئے اُن کے پاس تھیں۔ منجھلی ہمشیرہ صاحبہ پانی پت میں تھیں۔ صرف چھوٹی ہمشیرہ صاحبہ اور حضرت برادر کلاں کی اہلیہ صاحبہ گھر میں تھیں۔ اور چودھری مولاداد خاں خورجوی کی اہلیہ اور دختر اور بہو اور حکیم جی کی بیٹی (سید احمد خاں کی بہو یعنی سید حامد کی بیوہ) میر قادر علی کی بہو اور آپ کی رشتہ کی بھانجی مظہر جہاں اور ایک دو مستورات بھی تھیں۔ آپ کی خبر گیری اور خدمت کرنے کے قابل ان میں سے ایک بھی نہ تھی۔ بنابریں دَوران علالت میں آپ کی خدمت حضرت برادر کلاں و حاجی مُلّا احمد خاں و مُلا جان محمد حسین خیل نے کی۔ آپ کی علالت سات دن رہی پہلے دن کی علالت کا کسی کو علم نہ تھا۔ جب آپ نے عشاء کے بعد عاجز سے کہا تو پتہ چلا کہ آپ علیل ہیں۔ آپ نے حلقۂ مبارکہ کو ناغہ نہ کیا۔ چنانچہ جمعہ کا دن تمام کر کے شب شنبہ کو دو بجے تک بیٹھک میں حلقہ و توجہ میں مصروف رہے۔ شنبہ ۲۳ جمادی الآخرہ کے دن آپ اپنی قیام گاہ میں رہے تفریح کے واسطے یا عصر و مغرب و عشاء کی نماز کے واسطے باہر تشریف نہ لائے۔ دن کو آپ نے ہم تینوں بھائیوں کا مدرسہ سے آنے پر سبق سُنا اور حسب معمول چائے دونوں وقت نوش فرمائی۔ صبح کو چائے کے ساتھ ایک دو پاپے (بسکٹ) استعمال فرمائے تھے۔ رات کو (شب یکشنبہ ۲۴ جمادی الآخرہ) اپنی قیام گاہ میں رات کے دو بجے تک حلقہ و توجہ میں مصروف رہے۔ آپ شمال رویہ دالان میں رہتے تھے۔ وہاں اپنی مسند پر رہے اور جنوب رُویہ دالان میں پندرہ بیس مخلصین مصروف ذکر و فکر رہے۔ یہ حلقہ شب دوشنبہ ۲۵ جمادی الآخرہ اور شب سہ شنبہ ۲۶ جمادی الآخرہ اور شب چار شنبہ ۲۷ جمادی الآخرہ کو بھی ہوا۔ اگرچہ آپ اپنی مسند سے لگے رہے؛ البتہ شب چار شنبہ کو ضعف و نقاہت کی وجہ سے بارہ بجے حلقہ

ختم ہو گیا۔ یکشنبہ دوشنبہ سہ شنبہ کو آپ نے صرف چائے استعمال فرمائی۔ آپ عمدہ سبز چائے بغیر شیر استعمال فرمایا کرتے تھے۔

حضرت برادرِ کلاں دوشنبہ سے مدرسہ کو نہیں گئے۔ یہ عاجز اور برادرِ خورد دوشنبہ اور سہ شنبہ کو بھی، مدرسہ گئے اور وہاں سے آ کر آپ کو سبق سنایا۔

سہ شنبہ کو شیخ محمد رفیع تاجر ظروفِ چینی آپ کی جائداد کا کرایہ لے کر آئے لیکن آپ سے ملاقات نہ ہوئی اور کرایہ اُن کے پاس رہا۔ تھوڑی دیر کے بعد حافظ غلام محمد باغ والے رامپور کی مسجد شریف کے کلس لے کر آئے[۱]۔ آپ نے اُن کو اندر بلایا اور کلس دیکھے، آپ کو کلس پسند آئے اور حافظ غلام محمد کو دعائیں دیں اور مسجد شریف کی تعمیر کے واسطے مزید ڈھائی ہزار روپیہ دیا، حافظ جی کی وفات سہ شنبہ ۲۱ ربیع الآخر ۱۳۷۴ھ مطابق ۲۱ دسمبر ۱۹۵۴ء کو ہوئی۔ آخر وقت تک وہ ان دعاؤں کو یاد کر کے نذرِ گوہرِ غلطاں پیش کرتے رہے۔ رحمہ اللہ۔

دوشنبہ کے دن عصر تک آپ کے مرض کا پوری طرح احساس کسی کو نہ ہوا تھا۔ جب آپ نے یکشنبہ کو بھی کچھ تناول نہ فرمایا اور دوشنبہ کو بھی بجز ہی چائے کے کوئی شے نہ لی تو ڈاکٹر سید عبدالرحمٰن کو عصر کے بعد بلایا۔ یہ ڈاکٹر انصاری صاحب کے رفیق تھے۔ اور ان کا علاج شروع ہوا۔ اس سے پہلے ڈاکٹر عنایت اللہ کا علاج تھا جو آپ کے قدیم مخلص تھے۔

سہ شنبہ کے دن مزمل اللہ خاں اور امین الاسلام تھوڑی دیر کے واسطے آپ سے ملے۔ آپ نے اس دن تھوڑی دیر "مسندِ شریف" کا مطالعہ بھی کیا تھا۔ مولوی بخش اللہ عصر کو آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان سے کچھ باتیں کیں اور فرمایا: "میاں آثار اچھے نہیں

---

[۱] "ذکرِ خیر" کے آخر میں بیان کیا جا چکا ہے کہ آپ نے حضرت شاہ محمد مرشد کی مسجد شریف کو از سرِ نو بنانے کی خدمت حافظ غلام محمد کے سپرد کی تھی۔ دو ہزار روپے آپ نے ڈیڑھ مہینہ پہلے دیئے تھے۔ اور ڈھائی ہزار اب دیئے۔ آپ کے بعد کچھ رقم ہم بھائیوں نے بھی دی تا کہ باقی ماندہ کام کی تکمیل ہو جائے

✣ ✣ ✣

ہیں "۔ بعض افراد کو آپ کے اس ارشاد پر تعجب بھی ہوا۔ لیکن اُن کو بہت جلد معلوم ہو گیا۔ کہ۔ اِنَّہٗ یَنظُرُ بِنُوْرِ اللّٰہِ۔

آپ کو شنبہ سے اجابت نہیں ہوئی تھی۔ ڈاکٹر عنایت اللہ نے خیال کیا کہ آپ کا بخار نہیں ٹوٹ رہا ہے۔ اور اس کی بڑی وجہ قبض کا رہنا ہے۔ لہٰذا انھوں نے مغرب سے پہلے رافع قبض دوا دی۔ اس دوا سے رات کے بارہ بجے تک آپ کو چار عمل ہو گئے۔ اور آپ کی کمزوری اتنی بڑھ گئی کہ پھر بیٹھ نہ سکے مخلصین آپ کے ضعف کو دیکھ کر گھبرائے اور رات کے ایک بجے ڈاکٹر مختار احمد انصاری کو لائے۔ ڈاکٹر صاحب نے کچھ ظاہر نہ کیا۔ اتنی بات ضرور کہی۔ مسہل نہ دینا چاہیئے تھا۔

چار شنبہ ۲۷ رجمادی الآخرہ آپ پلنگ پر لیٹے رہے۔ احیاناً چشمانِ مبارک کھول لیا کرتے تھے ورنہ انوارِ الٰہیہ میں محو رہتے تھے۔ دن میں کسی وقت برادرِ خورد آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہ سفید پگڑی باندھے ہوئے تھے۔ ان کو دیکھ کر آپ بہت خوش ہوئے اور حاجی مُلّا احمد، جان محمد حسین خیل اور محمد زمان خروٹی سے جو کہ تیس سال پہلے بیعت ہوئے تھے فرمایا دیکھو ہمارے سالم نے کیسی اچھی پگڑی باندھی ہے۔ اور آپ نے برادر خورد کو دعائیں دیں۔

آپ سارے دن لیٹے رہے۔ آج آپ نے چائے بھی نہ پی۔ آپ کے سانس میں کوئی خرابی نہ تھی۔ نہ آپ کے مبارک سینہ پر بلغم کا اثر تھا۔ البتہ بخار تھا اور کچھ تیز تھا۔ آج جو نئی بات ہوئی وہ آپ کی تشنگی تھی۔ صبح سے رات کے نو دس بجے تک آپ نے پچاس ساٹھ مرتبہ پانی پیا۔ اگرچہ آپ ایک آدھ گھونٹ ہی نوش فرماتے تھے۔ لیکن طلب ہر پندرہ بیس منٹ کے بعد ہوتی تھی۔ کوئی نہ سمجھا کہ کس بنا پر آج آپ کو اتنی پیاس لگی۔ مغرب کے بعد یعنی پنجشنبہ کی شب کو حکیم محمد احمد خاں آپ کے دیکھنے کو آئے۔ اگرچہ انھوں نے کچھ نہیں کہا لیکن آپ پر نظر پڑتے ہی اُن کے چہرے پر نا اُمیدی کے آثار ظاہر ہو گئے۔ اور جو شخص ان کے ساتھ آیا تھا۔ جاتے وقت اس سے کہا۔ حالت خطرناک ہے۔ تقریباً نو ساڑھے نو بجے یہ عاجز اور برادر خورد آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جان محمد حسین خیل آپ کے اُوپر کے حصے کو آہستہ آہستہ دبا رہے تھے۔ ہم دونوں پلنگ پر بیٹھ کر آپ

کی مبارک پنڈلیوں کو دبانے لگے۔ تقریباً دس سوا دس بجے آپ نے آنکھیں کھولیں۔ حضرت برادر کلاں کے متعلق دریافت فرمایا کہ وہ کہاں ہیں۔ عاجز نے کہا وہ ابھی کہیں گئے ہیں۔ ہم دونوں کو دعا دے کر فرمایا۔ جاؤ تم دونوں سو جاؤ۔ برادر خورد چلے گئے۔ اور یہ عاجز آپ کے پاؤں دباتا رہا۔ تقریباً گیارہ بجے آپ نے پھر آنکھیں کھولیں اور اس عاجز کا نام لے کر فرمایا۔ تم اب تک بیٹھے ہو۔ عاجز نے عرض کیا۔ جی ہاں۔ آپ نے حضرت والدہ صاحبہ کی خیریت دریافت کی۔ یہ عاجز عصر کو اسپتال گیا تھا۔ عرض کیا کہ اسپتال میں ہیں اور خیریت سے ہیں۔ آپ نے دعائیں دیں اور نہایت محبت سے فرمایا "اب بہت دیر ہوگئی ہے۔ جاؤ اور سو جاؤ"۔ عاجز سے یہ آپ کی آخری بات تھی۔ اکیاون سال ہوگئے ہیں۔ اور آپ کی وہ دعا اور وہ محبت بھرے الفاظ، تسکینِ قلب اور راحتِ جان بنے ہوئے ہیں۔ رحمہ اللہ ورضی عنہ۔

ارتحال پنجشنبہ ۲۸ رجمادی الآخرہ۔ صبح اس عاجز کو معلوم ہوا کہ رات کو تہجد کے وقت آپ اپنے بستر سے ایک دم کھڑے ہوگئے اور چار پانچ قدم چل کر پھر بستر پر آن کر لیٹ گئے اور پھر تا آخر دم نہ آپ نے آنکھ کھولی۔ نہ کچھ طلب کی۔ نہ کسی سے بات کی۔ اس دن سب کو یقین ہوگیا کہ اب آپ اس دارِ احزان سے دارِ جنان کو تشریف لے جانے والے ہیں عصر کی نماز پڑھ کر جب مسجد شریف سے مخلصین و مریدین نکلے تو انھوں نے آسمان پر ابر کے ٹکڑوں کو دیکھا۔ شام تک آسمان پر ابر چھا گیا اور ترشح شروع ہوگئی۔ اہل علم سمجھ گئے کہ آسمان رونے کی تیاری میں مصروف ہے۔

حکیم حافظ محمد اجمل خاں شریفی دلی سے باہر گئے ہوئے تھے۔ ظہر کے بعد وہ دلی پہنچے۔ آپ کی علالت کا حال سُن کر فوراً آپ کے دیکھنے کو آئے مگر آپ کو دیکھ کر نہایت افسردگی کے ساتھ واپس ہوئے اور قدرے جواہر مہرہ ارسال کیا تاکہ پانی میں گھول کر آپ کو دیا جائے۔ اور حافظ عبدالحکیم کو پیغام بھیجا۔ کہ مجھ کو آپ کی حالت سے مطلع کرتے رہو۔

مخلصینِ پاک نہاد مسجد شریف میں مدہوش بنے بیٹھے تھے۔ دس پندرہ افراد آپ کے مکان کے جنوبی دالان میں مصروفِ آہ وزاری تھے۔ اس دردوکرب کے عالم میں حاجی مُلّا

احمد خان جنوبی دالان میں گئے اور سورۂ وَالنّٰزِعَات تلاوت کی۔ خود رو رہے تھے اور حاضرین ان کا ساتھ دے رہے تھے۔ عالم درد میں کسی کے منہ سے لفظ مبارک اللّٰہ کی صدا نکلتی تھی۔ رات کے بارہ بجے رعد و برق کا شور شروع ہوا اور مینہ نے شدت اختیار کی، بَکَتْ عَلَیْهِمُ السَّمَاءُ وَالْاَرْضُ کا ظہور ہوا۔

رات کے ایک بجے حافظ عبدالحکیم اور حاجی ملّا احمد نے آپ کے پلنگ کو ٹھیک کیا۔ اور پھر ان دونوں نے اور ان کے ساتھ مولوی بخش اللہ اور مولوی بدرالاسلام نے سورۂ یاسین پڑھنی شروع کی۔ آپ عام طور پر رات کے دو بجے حلقۂ ذکر شریف سے فارغ ہوا کرتے تھے۔ چنانچہ شب جمعہ ۲۹ ماہ جمادی الآخرہ ۱۳۴۱ھ مطابق ۲۷ دلو ۱۳۰۱ شمسی ہجری اور ۱۶ فروری ۱۹۲۳ء کو رات کے دو بجکر پانچ منٹ پر یَا اَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ کی صدا آپ نے سنی اور لَبَّیْکَ اَللّٰهُمَّ لَبَّیْکَ کہتی ہوئی آپ کی پاک روح اعلیٰ علیین کو پرواز کر گئی۔

فَقَدْنَاهُ وَالْاٰمَالُ تَرْجُوْا حَیَاتَهٗ ؛ وَفِی اللَّیْلَةِ الظَّلْمَاءِ یُفْتَقَدُ الْبَدْرُ

رَضِیْنَا بِقَضَاءِ اللّٰهِ وَقَدَرِهٖ، اَللّٰهُمَّ اَفْرِغْ عَلَیْنَا صَبْرًا، اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ

آپ کی وفات کے نصف گھنٹے بعد بارش رک گئی تین بجے تک تارے چمکنے لگے۔ اور صبح تک سارے شہر میں وفات کی خبر پھیل گئی اور خلقِ خدا جماعات و فرادیٰ خانقاہ شریف آنے لگی۔

غسل اور کفن

مخلصین پاک نہاد کو پروردگار کامل اجر دے۔ انھوں نے صبح کے ساڑھے چار پانچ بجے تک آپ کو غسل دیکر کفن پہنا دیا۔

ڈیڑھ سال پہلے کوئٹہ میں حاجی محمد اسلم مارکیٹی بیس گز لٹھا زمزم سے دُھلا ہوا آپ کے واسطے حجازِ مقدس سے لائے تھے۔ آپ بہت خوش ہوئے تھے۔ اور فرمایا تھا اس کو حفاظت سے رکھ لو۔ یہ ہمارے کام آئے گا۔ وہی کپڑا آپ کے کفن میں صرف ہوا۔ اور حضرت والدہ صاحبہ نے بیت اللہ شریف کے غلاف کا ایک ٹکڑا دیا جس پر کلمۂ طیبہ بناوٹ میں لکھا

ہوا تھا۔ اور فرمایا کہ جس وقت یہ مبارک ٹکڑا آیا تھا آپ نے فرمایا تھا اس کو ہمارے سینہ پر رکھوانا۔ وہ مبارک ٹکڑا آپ کے مبارک سینہ پر ایسا درست آیا گویا کہ آپ کے مبارک سینہ کا ناپ لے کر کوئی لایا ہو۔ نہلانے اور کفنانے کے بعد آپ کو تسبیح خانۂ شریف میں لاکر رکھ دیا گیا۔ اور لوگ تلاوت کلام پاک میں مصروف ہو گئے۔

قبر مُبارک

شیخ غلام احمد ہانسوی۔ حافظ غلام محمد باغ والے۔ چودہری مولاداد خان خورجوی اور منشی حسین علی نے جب عشاء کو آپ کی کیفیت متغیر دیکھی تو فوراً سنگتراشوں کو بلوالیا تاکہ وہ اس جگہ کا فرش اُکھیڑیں جہاں قبر تیار کرانی ہے چنانچہ بارش کے تھمتے ہی کام شروع ہوا اور عصر تک قبر تیار ہوئی۔

صبح کو نو بجے تک امین الاسلام اور نواب مزمل اللہ خاں آئے۔ یہ دونوں صاحبان قبر کی اجازت حاصل کرنے کے واسطے روانہ ہوئے۔ اُن کے ساتھ حاجی مُلّا احمد خان بھی گئے۔ افسر ایک انگریز تھا۔ امین الاسلام اس سے ملے۔ اس نے کہا۔ آپ کل کسی دوسرے کے واسطے پھر آئیں گے۔ امین الاسلام نے باہر آکر نواب مزمل اللہ خاں سے یہ بات کہی وہ جب اندر گئے مُلّا احمد خان بھی ساتھ گئے اور مُلّا صاحب نے اپنی جیب سے ایک کاغذ نکال کر انگریز افسر کے سامنے رکھا۔ وہ اس کاغذ کو پڑھ کر کھڑا ہوا۔ اور مُلّا صاحب کو کرسی پر بیٹھنے کو کہا۔ اور فوراً اجازت نامہ لکھ کر دیا۔

وہ کیا کاغذ تھا

ڈیڑھ سال پہلے مُلّا صاحب اپنے گھر میں افغانستان کے علاقۂ کٹواز میں تھے، اچانک ایک ہوائی جہاز وہاں آکر میدان میں اترا۔ یہ جہاز انگریزوں کا تھا۔ اس میں سے دو انگریز نکلے۔ لوگوں نے جب جہاز اُترتے دیکھا۔ جہاز کی طرف روانہ ہوئے۔ مُلّا صاحب بھی وہاں پہنچے۔ یہ علاقہ نہایت سرکش افراد کا مسکن ہے۔ ان لوگوں نے ارادہ کیا کہ دونوں انگریزوں کو قتل کر دیں اور اُن کا سامان لوٹ لیں، چونکہ مُلّا صاحب کا اس علاقہ میں اچھا اثر تھا۔ انھوں نے انگریزوں کو اپنی حفاظت میں لیا۔ اور اُن کو اور ان کے سامان کو لے کر اپنے گھر آئے۔ پھر آدھی رات کو گھوڑوں کا انتظام کر کے انگریزوں کو کابل کی طرف لے کر چلے۔ انھوں نے انگریزوں

کو پٹھانی کپڑے پہنائے۔ اور دو ڈھائی سو میل کا علاقہ طے کر کے کابل پہنچے اور وہاں ....
امیر امان اللہ خان کے سپرد دونوں انگریزوں کو کیا۔ ان دو انگریزوں میں سے ایک
ہوائی جہاز کا چلانے والا تھا اور دوسرا بڑا افسر تھا۔ کسی مجبوری کی وجہ سے ان کو جہاز
اتارنا پڑا تھا۔ انگریز افسر نے اپنے چھپے ہوئے کاغذ پر ایک خط لکھ کر مُلاّ صاحب کو دیا۔
اس عاجز نے وہ خط دیکھا تھا۔ اس کا مضمون یہ تھا کہ "اس خط کا حامل مُلاّ احمد خان
ہے۔ اس نے میری اور میرے ساتھی کی جان بچائی ہے۔ لہٰذا میں ہر برٹش افسر سے
اپیل کرتا ہوں، کہ وہ مُلاّ صاحب کی مدد کرے اور ان کا جو کام ہو اس کو کر دے" مُلاّ صاحب
ایک سال پہلے جب حضرت سیدی الوالد کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ اس خط کا
ذکر آپ سے دِلّی کی پہاڑی پر (بادشہ کے مقام پر) کیا تھا۔ یہ عاجز اس وقت موجود تھا
آپ نے مُلاّ صاحب سے فرمایا "تم اس خط کو حفاظت سے رکھو، کام دے گا" چنانچہ
اس وقت اس تحریر نے یہ کام دیا کہ انگریز افسر نے فوراً اجازت نامہ لکھ کر مُلاّ صاحب کے
حوالہ کیا۔ یہ خط بچہ سقہ کی شورش تک مُلاّ صاحب کے پاس محفوظ تھا۔ اس ہنگامہ
طوائف الملکی میں مُلاّ صاحب نے اس خط کو جلا دیا۔ اس خط نے صرف یہی کام دیا۔
اور اس طرح آپ کا ارشاد حرف بہ حرف پورا ہوا۔ کہ "تم اس خط کو حفاظت سے رکھو،
کام دے گا۔"

نمازِ جنازہ

حاجی مُلاّ احمد گیارہ بجے تک اجازت نامہ لے کر آئے۔ منتظمین مخلصین صبح سے خلق خدا کے ہجوم کو دیکھ رہے تھے۔ کہ خانقاہ شریف اور تسبیح خانہ
بھرا ہوا ہے۔ سڑک پر تل دھرنے کی جگہ نہیں ہے۔ ہر ایک کی تمنا ہے کہ آپ کے جنازہ
کی نماز پڑھے۔ لہٰذا ان افراد نے آپ کے پلنگ سے چار بانس باندھے اور آپ کے
جنازہ کو پریڈ کے میدان (جامع مسجد کے سامنے) لے چلے۔ تقریباً ساڑھے گیارہ بجے
حضرت مخدوم الانام قیوم جہان کا جنازہ خانقاہ شریف سے چلا اور بہ مشکل ایک بجے
میدان میں پہنچا۔ اس وقت یہ میدان کامل اور مسطح تھا۔ خلقِ خدا کا اندازہ اس میدان میں
ہوا۔ تقریباً میدان بھرا ہوا تھا۔ دِلّی کی حکومت نے تمام مسلمان ملازموں کو اجازت

دے دی تھی کہ وہ اپنے مخدوم کے جنازہ کی نماز پڑھ سکتے ہیں ممبران اسمبلی اور والنٹری کے دفتر میں بھی تمام مسلمانوں کو چھٹی مل گئی تھی۔ میرٹھ۔ پانی پت۔ سونی پت۔ غازی آباد خورجہ، بلند شہر، فرید آباد، مہرولی سے ہزار ہا افراد جنازہ کی نماز پڑھنے آئے تھے۔ جمعہ کی نماز کے بعد جناب برادرِ کلاں حضرت ابو الفیض بلال۔ اَدامَ اللہُ ارشادہٗ۔ نے جنازہ کی نماز پڑھائی۔ ہزار ہا ہندو ایک طرف کھڑے رنج و افسوس کر رہے تھے۔ خانقاہ شریف سے جامع مسجد اور تراہا بہرام خاں اور چوڑی والان وغیرہ تک تمام ہندو دکانداروں نے دوکانیں بند رکھی تھیں، تقریباً دو سو پٹھان مخلصین موجود تھے۔ ان کا کام یہ تھا کہ جنازہ شریفہ کی حفاظت کریں اور ہم تینوں بھائیوں کو گھیرے میں لے کر بحفاظت چلیں۔ نماز جنازہ کے بعد خانقاہ شریف کو روانگی ہوئی۔ ازدحام کی وجہ سے آہستہ خرام بلکہ مخرام زیر قدمت ہزار جان است۔ کی کیفیت تھی۔ تمام بالاخانے اور چھتیں ذکور و اناث سے بھری ہوئی تھیں۔ ہر طرف سے رونے کی صدا اٹھ رہی تھی۔ ع تو نیز بر سر بام آ عجب تماشائے است۔ کوئی اوپر سے پھول برسا رہا تھا۔ کوئی عرق گلاب چھڑک رہا تھا کوئی اپنے آنسو بہا رہا تھا۔ یہ دس منٹ کا راستہ بدقت تمام دو گھنٹہ میں طے ہوا۔ چونکہ قبر مطہر ابھی تیار نہیں ہوئی تھی اس لئے آپ کے جنازہ کو رکھا گیا۔ اور عاشقوں نے اصرار کیا کہ ہم آپ کا آخری دیدار کرنا چاہتے ہیں منتظمین نے اس کا انتظام کیا۔ اور سب نے زیارت کی محسوس ہو رہا تھا کہ نم کنوم العروس۔ کی کیفیت میں آنکھ بند کئے لیٹے ہیں۔ انوار الٰہیہ جبین مبین سے ظاہر ہو رہے ہیں۔ آپ اکثر اپنا یہ شعر پڑھا کرتے اور مخلصین کے خطوط میں اور اوراق مختلفہ پر لکھا کرتے تھے۔

حنانیک قل لی عند نزعی و مقبری ‏ ‏ ‏ لک الأمن عبدی من عذابی تفضلا

آپ کو اپنے مولائے کریم و رحیم سے اس کی کامل امید تھی۔ اور حدیث قدسی ہے۔ أنا عند ظن عبدی بی إن خیراً فخیر وإن شراً فشر۔ لہٰذا مولائے رحیم و کریم نے آپ کے مبارک ظن کو پورا کیا ہوگا۔ اور آپ کو نہ صرف نوید مغفرت بلکہ دولت رضا سے مالا مال کیا ہوگا۔

تدفین قبر مبارک کے تیار ہوتے ہی ان سات خوش نصیب افراد نے آپ کو قبر شریف

میں اتارا۔ (۱) یار محمد خردئی۔ آپ کے ۳۵ سالہ مرید و عاشق (۲) حاجی مُلّا احمد خان مُٹّا خیل (۳) مُلّا یاسین جُمریانی (۴) حافظ اشفاق الٰہی میرٹھی (۵) حافظ حفیظ الدین میرٹھی ۔ (۶) امین الاسلام کلکتوی (۷) مزمل اللہ خان رئیس بھیکن پور ۔ ہم تینوں بھائی پاس ہی کھڑے تھے ۔ ایک مرتبہ ہمارے ہاتھ بھی لگوا دیئے تاکہ اس سعادت میں شمولی ہو جائے ۔ حافظ عبد الحکیم، حافظ غلام محمد، شیخ غلام احمد اور ایک دو پٹھان ہمارے ساتھ کھڑے تھے۔ تدفین سے فارغ ہو کر عصر کی نماز آخر وقت میں پڑھی گئی ۔ اس وقت مزار شریف کے پاس آپ کے عاشقِ صادق شیخ غلام احمد ہانسوی نے یہ چار شعر فی البدیہہ پڑھے ۔

شہ ابو الخیر بہ صد خیر بہ سیرِ جنّت　　رفتی و دیدۂ پرخوں بہ فراقت کردیم
روحِ پاکِ تو طلب کرد خدا در قربت　　خاک بادا بہ سرِ ماکہ بہ خاکت کردیم
ذاتِ پاکِ تو فنا گشت بہ ذاتِ واحد　　ماعجب تیرہ دروناں کہ بہ خاکت کردیم
اے دعائے تو بسیر بود ز آفت مارا　　زیں جہت قصدِ نہایت بہ بدایت کردیم

انھوں نے تیس سال آپ کی خدمت کی تھی اور خدا کے فضل و کرم سے منازلِ سلوک بھی کچھ طے کئے تھے، رمزِ نہایت در بدایت سے واقف تھے، اسی لئے یہ اعلیٰ شعر برجستہ کہہ گئے، بعض افرادِ مصرع آخر کو نہ سمجھے، شیخ غلام احمد نے روتے ہوئے کہا کہ اگر اس وقت حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہوتے تو اس شعر کی داد دیتے۔ اور پھر مغرب کی نماز کے بعد خلقِ خدا نے آپ کے مزار پُر انوار پر پھول چڑھائے، بہ کثرت موم بتیاں

---

۵ آپ حضرت سیدی الوالد سے ابتدائی دور میں بیعت ہوئے، ان کے عشق و محبت کا یہ عالم تھا کہ دِلّی کی جامع مسجد سے جب حضرت سیدی الوالد خانقاہ شریف لاتے تھے تو وہ آہ و بُکا کرتے ہوئے پیچھے چلتے تھے اور اکثر ان کی یہ کیفیت ہوتی تھی کہ جہاں حضرت سیدی الوالد کا مبارک قدم پڑا ہے وہاں وہ اپنا ماتھا رگڑتے تھے اور اس خاکِ پاک کو بوسہ دیتے تھے ۔ یہ کیفیت عاجز کی یاد سے پہلے کی ہے۔ حافظ عبد الحکیم دہلوی نے اُن کی یہ کیفیت دیکھی تھی اور اس عاجز سے بیان کرتے تھے رحمہما اللہ ۔

بر زمینے کہ نشانِ کفِ پائے تو بود　❊　سالہا سجدۂ صاحب نظراں خواہد بود

روشن کیں۔ شیخ غلام احمد مجحر شریف کے پاس بیقراری کے عالم میں گھوم رہے تھے۔ اور بلند آواز سے یہ شعر پڑھ رہے تھے۔

برمزارِ پیر، روشن ہم چراغ ہم گُلے ؎ ہم پر پروانہ سوز دہم صدائے بُلبلے

عالم سوز و گداز میں اس شعر پڑھنے کا یہ اثر ہوا کہ عاشقانِ پاک نہاد بے اختیار ہو کر مصروف آہ و بکا ہوئے۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

حیرت کا مقام

آپ علیل ہوئے، ڈاکٹر عنایت اللہ، ڈاکٹر سید عبد الرحمٰن، ڈاکٹر مختار احمد انصاری کا علاج ہوا۔ چار شنبہ کو حکیم محمد احمد خاں نے دیکھا، اس وقت تک آپ بات کر رہے تھے۔ لیکن مرض کی تشخیص صحیح طور پر نہ ہوئی مولوی بخش اللہ بہت ساعی رہے کہ آپ کے مرض کو معلوم کر سکیں۔ اس سلسلہ میں وہ ڈاکٹروں سے بھی ملے لیکن کچھ معلوم نہ کر سکے۔ انھوں نے اپنی کتاب کے صفحہ ۲۳۸ پر لکھا ہے "حضور کا مرض تشخیص نہ ہو سکا، مگر عام خیال یہ ہے کہ نمونیہ تھا، ایام علالت میں کھانا مطلق نہیں کھایا، نہ کسی نے آہ کی آواز سنی نہ کوئی دنیوی بات کی اور اپنے مالک کی یاد کے سوا کوئی خیال نہ تھا" مولوی بخش اللہ نے عام خیال نمونیہ کا لکھا ہے، یہ بات عاجز سے بھی بعض افراد نے کہی تھی اور بعض افراد نے کہا تھا کہ آپ کو سرسام ہو گیا تھا، لیکن آپ پر نہ نمونیہ کا اثر ظاہر تھا۔ اور نہ سرسام کا۔ شنبہ، یکشنبہ، دوشنبہ اور سہ شنبہ کو آپ اپنے مکان کے دالان میں دن کو تھوڑی دیر رونق افروز رہے۔ سبز چائے بھی قدرے نوش فرمائی بعض افراد سے ملاقات بھی کی۔ اُن سے آپ کی بات ہوئی۔ رامپور میں جو مسجد شریف آپ بنوا رہے تھے اس کے کلس کو بھی دیکھا اور خوش ہوئے اور ہم بچوں سے بھی گفتگو فرمائی۔ آپ کی عادت شریفہ تھی کہ اپنی تکلیف کا بیان فرما دیا کرتے تھے۔ لیکن اس موقع پر نہ آپ نے سینہ کی تکلیف کا ذکر فرمایا، نہ سانس لینے میں تکلیف محسوس کی، نہ سینہ پر بلغم کا اثر تھا۔ آپ نے چہار شنبہ کا دن تمام کر کے رات کے گیارہ بجے آنکھیں کھول کر عاجز کو دیکھا۔ اور گفتگو فرمائی۔ نہ عاجز کے پہچاننے میں آپ کو مغالطہ ہوا۔ نہ ایسی کوئی بات فرمائی جس سے بہکنے کا پتہ چلے۔ اور نہ آپ کی

چشمانِ مبارک میں کوئی اثر تھا۔ لہٰذا نمونیہ یا سرسام کی تشخیص سے یہ عاجز متفق نہیں ہے۔ بے شک آپ مریض ہوئے اور آپ نے سہ شنبہ کے دن عصر کے وقت مولوی بخش اللہ سے فرمایا "میاں آثار اچھے نہیں ہیں"۔ لیکن نہ خود آپ نے کسی مرض کا نام لیا اور نہ اطبّاء نے اس سلسلہ میں کچھ کہا۔ اور یہ بھی دیکھنے میں آیا کہ ابتدائے مرض سے تا انتہا اطبّاء نے دوائیاں دیں لیکن اثر کسی کا ظاہر نہ ہوا۔

ایک خیال

عاجز سے بعض مخلصین نے کہا کہ آپ کا اصل مرض وہ صدمہ تھا جو ۱۳ر فروری ۱۹۲۲ء کا دن تمام کرکے رات کے نو بجے پیش آیا۔ یعنی ۱۶ر جمادی الآخرہ ۱۳۴۰ھ کی شب کو۔ اس واقعہ کے بعد سے تا وفات آپ نمایاں طور پر گھلنے لگے تھے۔

اور اس واقعہ کے دو مہینے بعد سے حضرت والدہ صاحبہ کی علالت بھی شروع ہوئی جس کا آپ پر بہت اثر ہوا۔ چارشنبہ کا دن تمام کرکے شب پنجشنبہ کو رات کے گیارہ بجے یعنی رحلت فرمانے سے ستائیس گھنٹے پہلے جب آپ نے آنکھ کھول کر عاجز کو دیکھا تو حضرت والدہ صاحبہ کی خیریت دریافت فرمائی۔ پھر اُس واقعۂ مؤلمہ کے متعلق ایک بات ارشاد کی اور خاموش ہوگئے۔ گویا کہ آپ ضبط فرما رہے تھے پھر دو تین منٹ کے بعد عاجز کو دعائیں دے کر رخصت کیا۔ عاجز کا خیال یہ ہے کہ آپ کا اصلی مرض وہی صدمہ تھا اور آپ اس کو ضبط فرما رہے تھے۔

ایک دن کسی نے مسلمانوں کی پریشانی کا ذکر کیا آپ نے فرمایا "یہ سب کچھ ہماری بداعمالی کا نتیجہ ہے اور اس مصیبت کا ہم کو اس قدر صدمہ ہے جو بیان نہیں ہو سکتا ہم کو جزع فزع کی عادت نہیں۔ مگر واقعی بات یہ ہے کہ ان صدمات کے غم سے ہمارے اعضائے رئیسہ پر بُرا اثر پڑتا ہے اور صحت میں فرق آگیا ہے۔ حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ"۔

مولوی بخش اللہ حقیقی معنوں میں آپ کے مخلص اور مرید تھے۔ اُن کی کوشش رہا کرتی تھی کہ کسی طرح آپ کی طبیعت کو خوش کریں۔ وہ اپنی نیکی اور سیدھے پن کی وجہ سے آپ سے کوئی ایسی بات کہہ جاتے تھے کہ کوئی دوسرا ہرگز نہ کہہ سکتا تھا۔ آپ کبھی اُن کو جھڑک دیتے تھے اور کبھی بیوقوف سمجھ کر ٹال جاتے تھے۔ مولوی بخش اللہ کو آپ کے اس

صدمہ کا بہت خیال تھا وہ کہا کرتے تھے کہ اس صدمہ نے آپ کو ایسا گھلا دیا جس طرح پانی بتاشہ کو گھلا دیتا ہے۔ علالت سے کچھ دن پہلے مولوی بخش اللہ نے آپ سے کہا "حضور! اس واقعہ کو آپ بھول جائیں"۔ آپ نے اُن سے فرمایا "تم جیسے بے غیرت اس کو بھول سکتے ہیں، ہم اگر بھلانا بھی چاہیں تو نہیں بھلا سکتے"۔ عاجز کے نزدیک آپ کا حقیقی مرض یہی صدمہ تھا۔

آپ نے جمعہ ۲۲ جمادی الآخرہ کا دن تمام کر کے رات کے نو بجے جو جگہ اپنی قبر کے واسطے پسند کی تھی، ساتویں دن عصر کو آپ اُسی جگہ استراحت فرما ہوئے۔ بے شک "اَلْمَوْتُ جِسْرٌ یُوْصِلُ الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْبِ" آپ نے مدارجِ وصال طے فرمائے۔ لیکن پسماندگان کے حسب احوال یہ شعر[1] ہے۔

وَمَا کَانَ خَیْرٌ هُلْکُهٗ هُلْکَ وَاحِدٍ   وَلٰکِنَّهٗ بُنْیَانُ قَوْمٍ تَهَدَّمَا

جس چارپائی پر سالہا سال آپ استراحت فرماتے رہے اور جس پر آپ کے جسدِ مبارک کو رکھ کر نماز جنازہ کے لئے لے گئے، جس وقت تدفین کے لئے اس پر سے آپ کو اٹھایا گیا، چارپائی پر لوگوں کا اس قدر ہجوم ہوا کہ اس کے چاروں پائے ٹوٹ گئے۔ پھر وہ کسی کے استعمال میں نہ آسکی۔ اللہ کو یہی منظور تھا کہ آپ کے بعد وہ کسی کے استعمال میں نہ آئے۔

آپ کے جنازہ پر عمدہ نارنجی دوشالا ڈالا گیا تھا۔ خلقِ خدا نے اسی دوشالے میں آپ کے جنازہ کو دیکھا، آپ نے پندرہ بیس سال پہلے نواب زادہ شاکر احمد خان انصاری پانی پتی اور اُن کے رفیق حبیب اللہ سے فرمایا تھا: "اگر کسی کا پیر دوشالا اوڑھے تخت پر بیٹھے اور اپنے کو ہیچ سمجھے تو کچھ ہے"۔ آج کے دن اللہ تعالیٰ نے آپ کے جثمانِ مبارک کو بالائے سریر برروس والکتاف سب کو دکھا دیا اور ظاہر کر دیا کہ

---

[1] یہ شعر حضرت عبدہ کا ہے۔ آپ نے قیس کی رثاء میں یہ شعر کہا ہے۔ عاجز نے بجائے قیس کے خیر لکھ دیا ہے۔ مکاتیب شریفہ میں مولوی بخش اللہ کے نام خطوط میں اس کا ذکر گذر چکا ہے۔

آپ "کچھ تھے"۔

زد بہ ہمیں دور سمک تا سماک ٭ دمدمۂ فقر ابوالخیر پاک

فاتحہ یوں تو یوم الوصال سے ۲۹ رجب تک ہر وارد و زائر اور مقیم کو صبح و شام کھانا کھلایا جارہا تھا۔ اور پاک باطن افراد شب و روز قرآن مجید کے ختم کر رہے تھے اور ایصال ثواب کا سلسلہ جاری تھا۔ یہ سلسلہ نہ صرف دلی میں تھا بلکہ مخلصین پاک نہاد کے گھروں میں بھی یہی حال تھا۔ خاص کر افغانستان میں۔ وہاں ہزارہا دیہات میں ایصال ثواب کیا گیا۔ اگر کسی گاؤں میں دو چار دُنبے ذبح ہوئے تو کسی میں پچاس بھی ذبح ہوئے اور غریبوں کو کھانا کھلایا گیا۔ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهُ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهُ۔ کی صورت ظاہر تھی، اور ان لوگوں نے ہزارہا ختم کلام پاک کے کئے۔ اور نہایت عاجزی سے بہ صدق دل آپ کے واسطے دعائیں کیں۔ امام مسلم اپنی صحیح میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ دعوۃ المسلم لاخیہ بظہر الغیب مستجابۃ عند راسہ ملک موکل کلما دعا لاخیہ بخیر قال الملک الموکل بہ آمین ولک بمثل (المشکات) اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی عاجزی اور ان کی دعائیں ان شاء اللہ تعالیٰ پورا اثر دکھائیں گی۔

لیکن اجتماعی طور پر ایصال ثواب و دعا اور آپ کی جانشینی کے اعلان کے لئے منتظمین پاک نہاد کا خیال تھا۔ کہ ۲۹ رجب ۱۳۴۱ھ کی تاریخ مقرر کی جائے، تاکہ دور دراز علاقوں اور خاص کر افغانستان کے مخلصین شریک ہو سکیں، حافظ عبد الحکیم نے یہ بات حشیم و چراغ خاندان شریفی حکیم حافظ محمد اجمل خان سے کہی۔ انھوں نے کہا یہ صورت اس پر آشوب دور میں غیر مناسب ہے۔ خدانخواستہ کہیں کوئی فتنہ نہ کھڑا ہو جائے۔ بہتر یہ ہے تیسرے دن مختصر جلسہ رہے اور پھر ۲۹ رجب کو بڑا جلسہ ہو۔ حکیم صاحب کے اس مشورہ کو تمام منتظمین نے پسند کیا اور اسی پر عمل کیا۔

---

[1] اس سلسلہ میں اکرامات الہیہ میں شاکر احمد خان کے بیان کو دیکھا جائے۔

فاتحہ سوم

یکشنبہ دوم ماہ رجب مطابق ۱۸ فروری کو دن کے دس بجے دستاربندی و جانشینی کا جلسہ منعقد ہوا۔ کابل کے حضرت صاحب غلام قیوم قدس سرہ کے چھوٹے صاحبزادہ حضرت محمد صادق حج سے واپسی پر چہار شنبہ ۲۶ جمادی الآخرہ کو حضرت سیدی الوالد قدس سرہ سے ملنے آئے تھے۔ چونکہ آپ علیل تھے ملاقات نہ ہوسکی۔ وہ جمعرات کو سرہند شریف چلے گئے جمعہ کو دوپہر تک آپ کی وفات کی خبر اُن ملی اور وہ فوراً دلی کو روانہ ہوئے۔ سوم کی فاتحہ میں شریک ہوئے اور دستاربندی کی رسم ان کے ہاتھوں سرانجام پائی۔ دعا بھی انھوں نے کی۔ جزاہ اللہ خیرا۔

خانقاہ ارشاد پناہ لوگوں سے بھری ہوئی تھی۔ دلی، میرٹھ، خورجہ وغیرہ کے سب مخلصین تھے اور اُن کے علاوہ خلق خدا تھی۔ چند قابل ذکر حضرات کے نام اس عاجز کو یاد ہیں، وہ لکھتا ہے۔

امیر امان اللہ خان کی ہدایت پر اُن کے قونصل جنرل سردار غلام حیدر خان ، وہ افتتاح جلسہ سے اختتام تک شریک رہے، نواب صاحب ٹونک، پیرزادہ محمد حسین ریٹائرڈ جج، پیرزادہ ڈپٹی مظفر احمد، نواب سراج الدین خان سائل، سید وحید الدین احمد بیخود، نواب فیض احمد خاں، نواب ابوالحسن خان، حکیم حافظ محمد اجمل خاں، ڈاکٹر مختار احمد انصاری، عبدالعزیز، میر انوار احمد، پیرجی حسین مرزا، حکیم فرید احمد عباسی، سید احمد شمس العلماء امام مسجد جامع، پیرجی عبدالصمد چشتی (کالے صاحب والے) آخوندجی مختار احمد، پیرجی کرار حسین (صابر بخش والے) پیرجی امیر الملک مرزا بلاقی احقر، پیرجی عبدالرحمٰن مودودی سید طاہر حسن امام عیدگاہ، حضرت قطب الاقطاب، حضرت سلطان جی، حضرت روشن چراغ دلی، شاہ کلیم اللہ جہان آبادی کے صاحبزادگان، پیرجی مظفر علی سجادہ نشین درگاہ حضرت خواجہ باقی باللہ، پیرجی سعید الزبیر مجددی ساکن مغلپورہ، مولانا رکن الدین الوری، مولانا مفتی مظہر اللہ امام فتحپوری، مولوی سردار احمد مجددی رامپوری، مولانا محمد یعقوب مجددی پانی پتی، مولوی عبدالعزیز خلیفہ، مولانا کرامت اللہ خاں، مولانا عبدالغفار (قاضی حوض والے) جناب مصباح الدین الپھاٹک مفتی والان) مولوی

لطف القدیر (سبزی منڈی)، مولوی محمد ابراہیم فانی، شیخ وحید الدین، شیخ بشیر الدین -
دلال کرتی میرٹھ والے) وغیرہم -

اس اجتماع کثیر میں جب حضرت برادر کلاں ادام اللہ ارشادہ کی دستار بندی ہو چکی اور آپ نے ختامیہ دعا کے واسطے ہاتھ اُٹھائے، اس وقت حضرت مولانا عبد العلی صدر مدرس مدرسہ عبد الرب کی تشریف آوری ہوئی - آپ ایک آرام کرسی پر رونق افروز تھے - چار آدمی کرسی کو اٹھائے ہوئے تھے، آپ کی مبارک آنکھوں سے سیل اشک رواں تھا - آپ نے نہایت محبت سے پانچ روپیہ حضرت برادر کلاں کو دیئے - اس وقت حضرت برادر کلاں نے متنبی کے یہ دو شعر پڑھے -

فَلَيْتَ طَالِعَةَ الشَّمْسَيْنِ غَائِبَةٌ ... وَلَيْتَ غَائِبَةَ الشَّمْسَيْنِ لَمْ تَغِبِ

وَلَيْتَ عَيْنَ الَّتِي آبَ النَّهَارُ بِهَا ... فِدَاءُ عَيْنِ الَّتِي زَالَتْ وَلَمْ تَؤُبِ

جس وقت آپ نے یہ دو شعر پڑھے اور "وَلَيْتَ غَائِبَةَ" اور "فِدَاءُ عَيْنِ" پڑھتے وقت مزار پر انوار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ان کا ترجمہ کیا، تو خلق خدا کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے، اس وقت حضرت مولانا کی حالت دِگرگوں ہو چلی تھی لہٰذا شیخ غلام احمد صاحب ہانسوی نے حضرت مولانا کو بصد اکرام و تبجیل رخصت کیا -

حضرت برادر کلاں نے چند روز پیشتر حضرت مولانا سے دیوان متنبی پڑھتے وقت یہ دو شعر پڑھے تھے اور پھر مدرسہ سے آکر حضرت سیدی الوالد قدس سرہ کو سنائے تھے - اور آج کے دن آپ کے جلسہ تابین میں نہایت برمحل پڑھے - خلق خدا پر اس وقت جو اثر ہوا اس کے بیان سے عاجز قاصر ہے -

مبارک مقام و مبارک جلوس ... مبارک تذکرُّ مبارک نفوس

اے کاش یہ طلوع شدہ آفتاب ڈوبا ہوا ہوتا، اور اے کاش یہ ڈوبا ہوا آفتاب نہ غروب ہوتا، اور اے کاش وہ آفتاب جس کو دن نے ظاہر کر دیا ہے - اس آفتاب پر جو کہ غروب ہو گیا ہے - اور پھر طلوع نہیں ہوگا، فدا ہو جاتا -

فاتحۂ چہلم

فاتحہ سوم کے اختتام پر منتظمین اخلاص شعار نے اعلان کیا کہ شنبہ ۲۹ رجب ۱۳۴۱ھ مطابق ۱۷ مارچ ۱۹۲۳ء کو بڑا اجتماع ہوگا۔

جس میں باہر کے مشائخ کرام ان شاء اللہ تعالیٰ شرکت فرمائیں گے۔ اور شیخ غلام احمد نے ایک کاغذ لکھا جس میں ہم تینوں بھائیوں کی جانشینی اور حضرت برادر کلاں کی سجادہ نشینی کا بیان تھا۔ اور اس کاغذ پر تمام گرامی قدر افراد کے دستخط لئے۔

مخلصین رحمہم اللہ نے اجتماع دوم کے لئے پوری طرح انتظام کیا۔ باہر سے آنے والوں کو ٹھیرانے کے لئے مکانوں کا بندوبست کیا۔ بنگال۔ حیدرآباد۔ بمبئی۔ لاہور۔ قصور۔ بلوچستان اور افغانستان کے مخلصین کو اور مشہور مشائخ کو خطوط ارسال کئے۔ فاتحہ سوم میں جن افراد نے شرکت کی تھی وہ سب اس موقع پر آئے اور اُن کے علاوہ قابل ذکر افراد درج ذیل ہیں۔

پیر سید جماعت علی شاہ علی پوری، پیر سید محمد شاہ قصوری، پیر عبدالخالق ہوشیارپوری، پیر شاہ سلیمان کنگن پوری، پیر ابوالخیر غازی پوری، مولانا اشتاق احمد انبیٹھوی، مولانا رکن الدین الوری، پیر سید محمد جیلانی[۵۱] بغدادی رفاعی قادری خالدی نقشبندی حیدرآبادی ثم المدنی،

---

[۵۱] آپ سید عبدالرحیم کے اور وہ سید عبدالکریم کے اور وہ سید محمد کے فرزند تھے جو کہ شیخ الاسلام موصل تھے۔ آپ اور آپ کے برادر کلاں کا قیام حیدرآباد دکن میں تھا اور پیر بغدادی کے نام سے شہرت تھی۔ آپ کے پوتے سید نذیر الدین فرزند سید معین الدین کچھ دن پہلے عاجز سے ملے اور انھوں نے اپنے دادا کا کچھ حال عاجز سے بیان کیا جو درج ذیل ہے۔

"میرے دادا اپنی پھوپی کے بیٹے مولانا شیخ احمد عراقی سے طریقہ خالدیہ نقشبندیہ میں بیعت ہوئے اور وہ اپنے والد محمد عثمان سراج الدین سے بیعت تھے اور وہ حضرت مولانا خالد کردی شہرزوری سے جو کہ حضرت شاہ عبداللہ غلام علی دہلوی کے خلیفہ تھے۔ قدس اللہ اسرارہم۔ میرے دادا فاتحہ میں شریک ہونے کے لئے دلّی آئے تھے اور وہ یہاں سے بہت خوش گئے۔ فرمایا کرتے تھے۔ "حضرت صاحبزادہ (حضرت بلال) نے نماز پڑھائی اور سورۂ مریم کے (باقی آئندہ صفحہ پر دیکھیے)

مولانا نور احمد پسروری امرتسری، استاذی مولانا محمد عمر اعظم گڑھی، مولوی عبدالعزیز کھلنوی بنگالی مع مخلصین، مولانا سید عبدالجلیل جرولی۔ کوئٹہ بلوچستان کے مفتی عبیداللہ اور اُن کے فرزند مفتی احمد گل، استاذی مولانا امان اللہ، ملا مظہر شاہوانی، ملا صاحب خان قمبرانی، ملا ایاز کاکڑی، ملا عبدالعزیز کاکڑی، سید عبدالرحمٰن، حاجی محمد اسلم مارکیٹی وغیرہم۔

لوگوں کی اتنی کثرت تھی کہ خانقاہ شریف میں جگہ باقی نہ رہی تھی۔ دروازہ کے باہر

(بقیہ حاشیہ ص ٦١٥ کے بعد ملاحظہ کریں)

دو رکوع پڑھے۔ بڑی بابرکت نماز تھی جس کی یاد اب تک دل میں باقی ہے۔"

میرے دادا کے پاس حیدرآباد کے لوگ مولوی اشرف علی کا رسالہ حفظ الایمان لائے اور اس کے متعلق آپ سے دریافت کیا۔ آپ نے رسالہ پڑھ کر فرمایا علم غیب کے متعلق مولوی اشرف علی نے نہایت قبیح عبارت لکھی ہے۔ اس کے چند روز بعد مکہ مسجد میں مولوی اشرف علی بیٹھے تھے۔ میرے دادا نے منبر پر کھڑے ہوکر مولوی اشرف علی کے رسالہ کی قباحت بیان کی اور کہا کہ اس عبارت سے بوئے کفر آتی ہے۔ اور پھر چند روز بعد مولانا حافظ احمد (فرزند مولانا قاسم) کے مکان میں علماء کا اجتماع ہوا چونکہ حافظ صاحب کو میرے دادا سے محبت تھی اس لئے انھوں نے آپ کو بلایا۔ اور آپ تشریف لے گئے۔ وہاں حفظ الایمان کی عبارت پر علماء نے اظہار خیال کیا۔ آپ نے اس رسالہ کی قباحت کا بیان کیا اور رسالہ کے خلاف فتویٰ دیا۔ پھر تھوڑے دن بعد آپ نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے رسالہ حفظ الایمان کی عبارت رد کرنے اور اس کو قبیح کہنے پر اظہار خوشی فرما رہے ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے فرمایا۔ ہم تم سے خوش ہوئے۔ تم کیا چاہتے ہو۔ آپ نے عرض کی کہ میری تمنا ہے کہ اپنی باقی زندگی مدینہ منورہ میں بسر کروں اور مدینہ کی پاک مٹی میں مدفون ہوں۔ آپکی درخواست منظور ہوئی اور آپ اسکے بعد مدینہ طیبہ ہجرت کر گئے۔ دس سال وہاں مقیم رہے اور ١٣٦٤ھ میں رحلت فرما گئے۔ قدس اللہ سرہ،

یہ عاجز کہتا ہے غالباً حضرت سید محمد بغدادی کے رد فرمانے اور فتویٰ دینے ہی کا اثر تھا۔ کہ ١٨ر صفر ١٣٤٢ھ میں رسالہ تغییر العنوان فی بعض عبارات حفظ الایمان لکھا گیا اور ایمان سوز عبارت سے مولوی صاحب نے رجوع کرلیا۔ تغییر العنوان میں حیدرآباد دکن کا ذکر آیا ہے۔

راستہ پر خلق خدا کھڑی تھی، شاید ہی کوئی فرد ایسا ہو جس کی آنکھیں آنسو نہ بہا رہی ہوں سب دل و جاں سے آپ کے واسطے دعائیں کر رہے تھے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین وعلینا معہم یا ارحم الراحمین۔

اعتراف حقیقت:۔ ہم تینوں بھائیوں کو امور انتظامیہ سے کچھ تعلق نہ تھا۔ سارا انتظام درج ذیل پاک نفوس افراد نے کیا۔

دلّی کے حافظ عبد الحکیم، حافظ غلام محمد باغ والے، منشی حسین علی، مولوی بخش اللہ والے، مولوی بدر الاسلام، حاجی شہاب الدین، شیخ عبد الباری جوہری نومسلم، شیخ محمد رفیع گلاس۔ نور الٰہی صندوق والے، انیس الرحمان، عبد الحق آئین، حافظ سکندر، حافظ سلطان، حافظ منیر الدین منیر، منشی احمد حسین، مستری عبد الرحیم، مستری محمد شفیع، عبد الرحمٰن ٹین والے، حکیم محمد شفیع معالج چشم، شیخ محمد[۱] الیاس رانی کھیت والے شیخ غلام احمد ہانسوی، چودھری

---

[۱] آپ حافظ محمد اسحاق رانی کھیت والے کے فرزند اور خیر خلف تھے۔ حافظ صاحب کا کچھ حال "ذکر خیر" میں گزر چکا ہے۔ شیخ صاحب عنفوان شباب میں حضرت سیدی الوالد سے بیعت ہوئے اور اپنے والد کی وفات کے بعد اُن تمام خدمات کو بہ وجہ احسن بجا لاتے رہے جو اُن کے پدر بزرگوار کیا کرتے تھے۔ حضرت سیدی الوالد کی وفات کے بعد عرس شریف کی خدمت میں بھی شریک ہوئے اور جب تک حیات رہے بصد شوق اپنی خدمات کو پورا کرتے رہے۔ کوئٹہ کے زلزلہ ۱۹۳۵ء میں وہ خود مکان کے گرنے سے دب گئے۔ اور ان کی اہلیہ ثانیہ اور ان کے سب بچے، غالباً چار تھے، شہید ہو گئے۔ پھر تقسیم ہند کے آٹھ دس سال بعد رانی کھیت کی عالی شان عمارت، جس کے ایک حصہ میں دوکان اور مخزن تھا اور ایک حصہ میں رہائش تھی مع کل سامان کے خاکستر ہو گئی۔ شیخ صاحب نے پورے ضبط اور صبر سے ان صدمات کو برداشت کیا۔ اگر کسی نے دریافت کیا تو یہی کہا، "جو اللہ تعالیٰ کو منظور تھا ہوا۔ وہ ہم گنہ گاروں پر اپنا رحم فرمائے۔" جب تک حیات رہے، خیرات و حسنات کرتے رہے۔ شنبہ ۱۷ محرم ۱۳۸۹ھ مطابق ۵ اپریل ۱۹۶۹ء کو صبح کے آٹھ بجے اس دار فانی سے دار باقی کو رحلت کر گئے اور بین الخاشئین شیدی پورہ کے قبرستان میں مدفون ہوئے۔ عاجز نے "غفرلہ الجلیل" سے سال وفات نکالا ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ وغفر لہ ورضی عنہ

مولاداد خاں خورجوی، حافظ حفیظ الدین و حافظ اشفاق الٰہی میرٹھی، حاجی ملا احمد خان مٹہ خیل، یار محمد خروٹی مخلص قدیم، مُلّا یاسین جمریانی، مُلّا ولی محمد نسو خیل، ملا عمر سلطان خیل، وغیرہم۔

ان پاک نہاد افراد نے اور ان کے ساتھ ان کے برادران طریقت نے نہ دن کو دن سمجھا اور نہ رات کو رات، ہمہ وقت خدمت میں مصروف رہے۔ ہر ایک کی یہی خواہش تھی کہ ہر کام اعلیٰ طریقہ پر انجام پائے۔ باہر سے صدہا آنے والوں کی پذیرائی، اُن کے قیام و طعام کا انتظام، جلسہ کا بندوبست، تقسیم تبرک وغیرہ انہی افراد نے کیا، حکیم حافظ محمد اجمل خاں، سیّد احمد (شمس العلماء) امام مسجد شاہجہانی دلی۔ حکیم فرید احمد عباسی وقتاً فوقتاً اس جماعت کو مشورہ دیتے رہتے تھے۔ انہی کے مشورہ پر شیخ غلام احمد ہانسوی نے ایک دستاویز تحریر کی جس میں آپ کی اولاد، آپکے جانشین اور خانقاہ ارشاد پناہ کا ذکر تھا۔ اس دستاویز پران تمام افراد کے دستخط تھے جو اس محفل میں شریک ہوئے۔ صدہا افراد کے از مشائخ، و اکابر و عمائدین کے دستخط تھے۔ حکیم صاحب اور امام صاحب اور عباسی صاحب کا مشورہ نہایت ہی درست تھا۔ تھوڑے ہی دنوں کے بعد بعض افراد نے کرامت النساء کا قضیہ کھڑا کیا۔ جس کا مختصر بیان "ذکر خیر" میں گزر چکا ہے۔ پروردگار ان سب کو اجر کثیر عنایت کرے۔

پیر و مرشد شہ ابوالخیر ولی	در ریاضِ قُدس باشد باوقار
خادماں را دستگیر بہا کند	روزِ محشر آں شہ والا تبار
مخلصانش در بہشت آیند کل	فوج در فوج و قطار اندر قطار
از مسلمانان الٰہی ہر یکے	داخلِ جنت شود بے انتظار
یا الٰہی ایں دعائے عاجز است	نالہ موزوں شدہ بے اختیار
فَاسْتَجِبْ مَوْلَاىَ مَا قَدْ قَالَہٗ	رحم کن بر حالِ زیدِ دلفگار

قصیدہ [1]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صبا آورد پیغام بہار از سمتِ سبحانی | کہ ابرِ رحمت آید بر افق از فضلِ یزدانی
عنادل نغمہ سنجانند و محوِ تہنیت خوانی | معطر شد چمن از نکہتِ گلہائے نورانی
ہجومِ رحمتِ پروردگارِ ہر دو عالم بیں | کہ اکنوں گشتہ است ایں محفلِ ما رشکِ رضوانی
ملائک پے بہ پے آرند میناہا پُر از عرفاں | کہ دورِ بادہ باشد بہ ساغرہائے روحانی
اَلا اے تشنگانِ بادۂ الفت رواں آئید | بہ سوئے خانقاہِ آں مسیح و خضرِ ربّانی
شہِ مردان و ابن شاہِ مرداں مظہرِ جاناں | چو طورِ موسوی بہرِ تجلیہائے عرفانی
رواں آئید سوئے آستانِ آں شہِ والا | کہ شد اربابِ عرفاں را چو بحرِ آبِ حیوانی
امامِ مقتدایانِ جہاں آں حضرتِ والا | کہ عبداللہ شد نامش پئے تقویمِ ایمانی
اگر خواہید توفیقِ سعادت ہاں رواں آئید | رواں آئید سوئے مرقدِ آں غوثِ یزدانی
بحارِ فضلِ ایزد بوسعیدِ قبلۂ عالم | حبیبِ حضرتِ حق چشمۂ و ینبوعِ فیضانی
رواں آئید سوئے خانقاہِ بقعۂ انوار | کہ ہست او مہبطِ انوارِ سرِّ شیخِ نورانی
امامِ مرشدِ برحق شہِ دنیا و دینِ ما | وسیلہ ساختیم او را پئے درگاہِ رحمانی
شہِ بوالخیرِ ما قیومِ دوراں قطبِ راہِ ما | مَلک نازد چو پا بر سرش فخرِ مگس رانی
امینِ سوزِ صدیقی مثیلِ شانِ فاروقی | شہابِ ثاقبِ علمِ علیؓ و نورِ عثمانی
چراغ و چشمِ آں آقائے ما آں سیدِ سرہند | شہِ والا شاں سلطانِ محبوبانِ سبحانی

[1] یہ قصیدہ برادرِ طریقت مولوی علی احمد فرزندِ حکیم فرید احمد عباسی نے آپ کے پہلے عرس شریف کے موقع پر پڑھا جو کہ ۲۹ر جمادی الآخرہ ۱۳۴۲ھ کو تھا۔ جب یہ قصیدہ پڑھا جا رہا تھا۔ عجب پُر کیف وقت تھا۔ کیا پڑھنے والے اور کیا سننے والے، سبھی چشم پُر نم تھے۔ رحمہم اللہ جمیعًا۔

چہ سازآسا شود سوزِ نہانِ ما بہ بد مستی ۔۔۔ چو باشد ساقیِ ما قبلۂ اربابِ عرفانی
اَلا اے بادہ نوشانِ محبت باز صف گیرید ۔۔۔ پیاپے دور باید کرد با صہبائے روحانی
بیا از حجلۂ خود ساقیا وانگہ بکن برپا ۔۔۔ فضائے مستی و مدہوشی و صد فتنہ سامانی
شہا بہرِ مداوا جمع اند ایں عاجزاں برخیز ۔۔۔ بیا کیں دردمندانِ محبت را تو درمانی
نظر وا کن ببیں کیں عاشقانِ مست شیدا را ۔۔۔ صدائے ہوہا برخیزد از سودائے پنہانی
تو رفتی از میانِ ما چہ دلہا را تبہ کردی ۔۔۔ چہ مشکل ساختی منزل ببیں اے قطبِ ربّانی
توئی آرام جانِ ما توئی درمانِ دردِ ما ۔۔۔ توئی خضرِ طریقِ ما توئی چوں آبِ حیوانی
فرامش کردہ ام از دل بجز روئے ملیح تو ۔۔۔ بیا و حکمرانی کن کہ بر قلبم تو سلطانی
بکن ایں سینۂ تاریکم از نورِ رخت روشن ۔۔۔ بیا رشکِ ارم کن ایں فضائے سختِ ظلمانی
شہا پروانہ ساں رقصد دلم گردِ سویدایت ۔۔۔ چو بیند شمع رویت در سیاہیہائے عصیانی
مددائے قبلۂ عالم تمنائے دلی دارم ۔۔۔ بہ صد ذوق آمدہ ام المدد اے غوث ربّانی
چراغ[1] مصطفےٰ ہستی خوشا نسبت خوشا نسبت ۔۔۔ مرا ہم داد مولائیم نوا سنجیِ حسّانی
اماما مرشدی قلبم فدائے روئے تو بادا ۔۔۔ نظر سوئے مریداں کن بہ حقِ نورِ عرفانی
بہ حقِ قلبِ نورانی بہ حقِ سرِّ یزدانی ۔۔۔ بہ حقِ روحِ روحانی بہ حقِ نورِ پیشانی
بہ حقِ دستِ خود کو را گرفتم دستگیری کن ۔۔۔ بہ حقِ حبّ من کن رحم اے آقائے روحانی
بہ آں نسبت کہ من دارم بہ درگاہت ترحم کن ۔۔۔ گدا ایں در بجوید ایں غلامت از تو خود رانی
پئے تسکینِ قلبم دہ جواب اے مرشدِ کامل ۔۔۔ مکن پامالِ خاموشی نوائے سوزِ پنہانی
خیالِ تو برافروزد ہوا و آرزوئے من ۔۔۔ دلم گوید کہ در مرقد تو دانی حالِ حرمانی

اَلا اے آنکہ بیدار و شدہ شیخم ازیں دنیا
شنو ایں مطلع دیگر اگر خاطر نہ رنجانی

---

[1] چراغ مصطفےٰ ایں "چراغ نبوی" کی طرف اشارہ ہے جو آپ کی ولادت مبارکہ کا مادۂ تاریخی ہے۔ قدس سرہ۔

مطلع

نہ میرد شیخ نورانی کہ شد در راہِ حق فانی ۔۔۔ لقا نازد بہ دربانی پئے عشاقِ یزدانی
ہمیں آید ندا از قبرِ آں سلطانِ محبوباں ۔۔۔ کہ من پنہاں ز دنیا گشتہ ام لیکن نیم فانی
پئے دیدارِ من داری اگر ذوقے ہمیں باید ۔۔۔ کہ بینی آں بلالِ من کہ دارد خوئے سلمانی
دلا از دستگیراں التماسِ دستگیری کن ۔۔۔ رخِ اشعار گرداں سوئے آں ینبوعِ فیضانی
شہ بوالفیض آں محبوبِ پیراں سرِّ شیخِ ما ۔۔۔ امام و رہنمائے ما پئے اسرارِ پنہانی
شہِ بوالخیر ار رفتہ شہِ بوالفیض خیر اوست ۔۔۔ ہمیں نورِ مبیں بنیم عیاں بر فرق و پیشانی
خداوندا عطا شانِ بلالی کن شہ ما را ۔۔۔ خداوندا شہِ بوالفیض را کُن جوئے فیضانی
الٰہی ما گنہگاریم فیضش آبشارے کن ۔۔۔ کہ شوید از قلوبِ ما ہمہ ارجاسِ عصیانی
الٰہی طورِ گرداں سینہا را از تجلیہا ۔۔۔ الٰہی از قلوبِ ما بکن وسواسِ شیطانی
الٰہی حضرتِ ما را بہ قربِ خود مفتخر کن ۔۔۔ الٰہی شاہ را کن مرجعِ عشاقِ یزدانی
الٰہی بہرِ درگاہِ تو بگرفتم من ایں در را ۔۔۔ قبولم کن الٰہی بہرِ نورِ کوہِ فارانی

عُلی ہر دم دعائے ما ہمیں باید کہ ربِّ اخْلُفْ
اِمَامِیْ فِیْ اَبْنِہِ الْاَوَّلِ وَفِی الثَّالِثِ وَفِی الثَّانِیْ

قطعاتِ تاریخ وفات

قصیدہ

متضمنِ سالِ وصالِ امام العارفین، سراج السالکین، جنیدِ زماں، شبلیِ دوران، حضرت مولانا شاہ ابوالخیر عبداللہ محی الدین الفاروقی قدس اللہ سرہ الاقدس

از

(مولانا) اختر شاہ خاں اختر امروہوی مدرس مدرسہ امداد الاسلام، صدر، میرٹھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چوں بر گردوں رسد آہنگِ ہایاہائے ہا — کز سہامِ درد و غم شد ریش سرتا پائے ما
ایں چہ بارانِ حوادث بارد از گردوں کزو — زعفراں روید بہ جائے لالۂ حمرائے ما
در فراقِ ساقیِ وحدت بہ بزمِ معرفت — خوں چکد ہر دم ز چشمِ ساغر و مینائے ما
سینۂ ہر گل اگر چاک ست از خارِ الم — شد سفید از حزن چشمِ نرگسِ شہلائے ما
روئے غبرا تیرہ و تار ست اگر از فرطِ غم — نیلگوں پوشد بہ ماتم قبۂ خضرائے ما
ہر زماں نالد بہ باغ از نعرۂ زاغ و زغن — عندلیبِ خوش نوائی و طوطیِ شیوائے ما
بلبلِ ما جز نوائے غم نہ دارد در چمن — نیست جز آثارِ حسرت برگلِ رعنائے ما
یارب ایں سوزِ دلِ ماہست یا سوزِ جحیم — شورِ محشر ہست ایں یا شورِ وایاوائے ما
یاس طبعِ ما چساں خندد کہ در عالم نہ دید — جز سمومِ یاس و حرماں گلشنِ اہوائے ما
آفتابِ حشر با شد بر سرِ مردم چرا — شد دریں محشر نہاں مہرِ جہاں آرائے ما
رفت ایامِ وصال و شامِ ہجراں شد پدید — تا چہ راند بر سرِ ما ایں شبِ یلدائے ما
سوزِ عالم چوں نہ گردد آفتابِ روزِ حشر — صورِ محشر چوں نہ گردد آہ جانفرسائے ما
چوں نشیند بلبلِ عرفاں نہ در بیت الحزن — رخت بست از گلشنِ عالم چمن پیرائے ما

اختر برجِ کمال و گوہر دُرجِ جمال	نیّرِ اوجِ جلال و مرشد و مولائے ما
شبلیِ دَورِ و جُنیدِ وقت و سلمانِ زمن	دُرّۃ التّاجِ ولایت ملجا و ماوائے ما
قطب ارشادِ زمان و غوثِ اَوتادِ اَوان	فخرِ زُہّادِ جہاں و شیخِ بے ہمتائے ما
حافظِ دینِ مُبین و حامیِ شرعِ متیں	ہادیِ راہِ یقین و سیّدِ یکتائے ما
حضرتِ شاہ ابوالخیر آں کہ از فیضانِ او	شہرِ دہلی بود جابلسا و جابُلقائے ما
کاملے کز تابِ برقِ التفاتش سوختے	خرمنِ آز و ہوائے نفسِ ناپروائے ما
از دمِ خود بیخودیّ ما فزودے دمبدم	بود انفاسِ نفیسش گوئیا صہبائے ما
گوہرِ او بود دریائے معانی در جہاں	خانقاہش بود در عالم اگر ملجائے ما
بود گنجینہائے گوہر کے ز شاہانِ زماں	دلپذیر آشنائے بحرِ استغنائے ما
داشتے دارا شکوہانِ زماں را بر درش	ہمّتِ شاہِ سکندر شوکتِ والائے ما
صحبتش گر بود نافع ہمچو نافعؒ در جہاں	لحنِ او چوں آبِ حیواں بود روح افزائے ما
نقشبندے حق پسندے کز توجّہ می زدود	نقشِ ہر باطل ز الواحِ سُویدا ہائے ما
در سلوک ار بود شمس العارفین چوں بایزید	در قرائت بود قالُون سیّد القرائے ما
چوں یدِ بیضا نمودے از رخِ پُر نورِ خود	دستِ موسیٰ ساختے رُو از رخِ بیضائے ما
دست بر ابرو گرفتے مہرِ تابانِ فلک	جلوہ فرمودے چو مہرِ ملّتِ غرّائے ما
خواجۂ گردوں زدے دستارِ خود را بر زمیں	روبروئے مُرشدِ روشن دلِ دانائے ما
بسکہ بود از طلعتِ او شانِ فاروقی عیاں	خاطرش بستے چہ در بیضا و در صفرائے ما
والدِ او بود اگر فاروقِ اعظم را سمی	بود پورش را سمی شیخِ ملک سیمائے ما
داشت فرزندانِ عالی نیک نام و نامدار	وُلدِ عبداللہ فرزندِ عمرؓ آقائے ما

۱ جابلسا نام شہریست وکذا جابلقا نام شہریست، و بعضے گویند شہرہا اند از عالم مثال۔ یعنی شہرِ دہلی مأمن و ملاذِ ما بود۔

۲ اشارہ بطرف قبول نہ کردنِ ہدایائے نظام دکن و امیر کابل۔

اوّلیں حضرت بلالِ والہِ دینِ مبین | جانشینِ صادقِ مولائے بے ہمتائے ما
ثانیٔ شاں حضرتِ زیدِ سمیِّ زیدؓ کش | نام باشد در کتابِ منزلِ مولائے ما
اصغرِ شاں حضرتِ سالم کہ سالم آمدہ | ذاتِ والالیش زعیب الفتِ دنیائے ما
خوش مَوالیدِ ثلاثہ کز معالی ہر یکے | ہست فخرِ اُمّہات و نازشِ آبائے ما
حبّذا خواجہ کہ در میدانِ وصفِ شانِ او | لنگ باشد توسنِ فکرِ فلک پیمائے ما
بے نظیر و بے عدیل و بے بدل شیخے کہ بُود | حلقہ اش حبلِ متین و عُروۂ وثقائے ما
حیف بر پیرِ فلک کافگندہ در چاہِ لحد | یوسفِ مصرِ جمال و شاہِ فقر آرائے ما
نے غلط حاشا و کلّا نیست ایں کارش کہ او | خود چو یعقوب ست گریاں بر شہِ والائے ما
ساقیے شد در جوارِ ساقیِ کوثر کہ بُود | ہر دم نوشینِ او درمانِ استسقائے ما
بود چوں بست و نہم شہرِ جُمادی الثّانیہ | از قضائے رب وصالِ مرشدِ والائے ما
گشت واقع در شبِ آدینہ از حکمِ خدا | ساعتِ کُبریٰ مثالِ ایں ساعتِ صغرائے ما
چوں بہ سالِ رحلتِ ایں قطبِ ارشادِ زمن | کرد ایما بحرِ اشفاق[۱] و کرم فرمائے ما

اخترؔ اکردیم از القائے ربّانی رقم
حیف شد قطبِ عزیزِ ملّتِ زہرائے ما ۱۳۴۱

ولہ

شاہ ابوالخیر کہ بودہ فرّخ | سالِ میلادِ "چراغ نبوی" ۱۲۷۲
گفت تاریخِ وصالش اخترؔ | آہ جاں دادِ چراغِ نبوی ۱۳۴۱

از صدر یار جنگ جناب مولانا حبیب الرحمٰن شروانی رحمۃ اللہ

جنابِ ابوالخیر خیرِ مجسّم | شریعت مآب و طریقت پناہی
چو لبّیک گفتہ لبش ارجعی را | بپوشید عالم ردائے سیاہی
ملک گفت از بہرِ سالِ وصالش | [۲]چراغِ نبیّ و حبیبِ الٰہی

---

۱ حافظ شفاق الٰہی کی طرف اشارہ ہے۔ ۲ یہ مادۂ تاریخ جناب حکیم فرید احمد عباسی نے نکالا ہے۔ انھوں نے الٰہی کے دوسرے الف کو بھی شمار کیا ہے اور پھر صدر یار جنگ کو ارسال کیا تاکہ وہ نظم فرمادیں۔ رحمۃ اللہ علیہما۔

از مولوی صدر الدین کیفیؔ غازی پوری رحمہ اللہ

آفتاب سمائے رشد و ہُدا | شاہ ابو الخیر عارفِ باللہ
عالمِ با عمل فقیہِ زماں | حاجی و قاری و خدا آگاہ
زاہدِ پاک باز و پاک نہاد | صوفیِ با صفا رُو والا جاہ
بست و نہ از جمادی الاُخریٰ بود | شبِ آدینہ و قریبِ پگاہ
کہ بہ حق داد جان و واصل گشت | جَعَلَ اللہُ جَنَّۃً مَثْوَاہ
جائے باشد کہ دیدہ ریزد خوں | لب شود آشنا بہ نالہ و آہ
کیفیِ بندہ گفت از پئے سال | نَوَّرَ اللہُ قَبْرَہٗ وَثَرَاہ ۱۳۴۱

ولہ

لوحِ دائرہ وصالِ جناب مولانا شاہ ابو الخیر صاحب ۱۹۲۳
مہرِ مبین، صدر نشین، خانقاہِ مجددیہ دہلی ۱۹۲۳
۲۰ ۳ ۰ ۴
مُشعِرِ چہل ہزار و سہ صد و بست مطالع طیب جاوی سنہ مسیحی ۱۹۲۳

از حق جو صدر الدین احمد کیفیؔ۔ غازی پوری۔ ۱۹۲۳



لہ مولوی صدر الدین کیفیؔ غازی پوری رحمہ اللہ نے حضرت سیدی الوالد قدس سرہ کے پہلے عرس شریف کے موقع پر یہ تاریخ ارسال کی تھی۔ آج یہ عاجز پچاس سال کے بعد ان کی تحریر کو نقل کر رہا ہے۔

مطلع مندرجہ دائرہ ہشت خانہ در بحرِ رجز مثمن سالم یعنی مستفعلن ہشت بار۔

مطلع

شدنا گہاں سوئے جناں	آن جانِ جاں	عالی مکاں	جانِ جہاں
۴۳۱	۱۸۰	۱۵۹	۲۲۲

قلبِ جناں	سرمدبیاں	قطبِ ماں	
۱۱۳	۲۴۲	۳۶۷	۲۰۹

۳ ۲ ۶ ۹ ۱

شرح دائرہ ہشت خانہ یعنی طریقۂ استخراج (۴۰۳۲۰) مطالع تاریخی حسبِ ذیل ہے چونکہ دائرہ مندرجہ عنوان میں آٹھ خانے ہیں اور جس خانے سے چاہیں ابتدا کریں، ہر حالت میں مطلع مسجع و مقفیٰ موزوں و بامعنی پیدا ہوگا اور اس کے مجموعی اعداد (۱۹۲۳) ہوں گے جو سنہ مطلوب ہے، لہٰذا طریقۂ استخراج مطالعِ تاریخی بہ تعداد چالیس ہزار تین سو بیس یہ ہے کہ۔

بار اول :۔ بہ دفعات ہر رکن سے ابتدائے بیت کریں، اور بہ لحاظ ارکان ہشت گانہ آٹھ مطلع حاصل کریں، اور ہر مطلع حاصلہ میں رکن اول کو اپنی جگہ قائم رکھیں اور رکن دوم کو چھوڑ کے پہلے رکن سوم سے پھر رکن چہارم سے پھر رکن پنجم سے پھر رکن ششم سے پھر رکن ہفتم سے پھر رکن ہشتم سے بعدہ رکن دوم متروکہ سے جس کو ابتدا میں چھوڑ دیا تھا آغاز مطلع کریں اور بعد اتمام ارکان ہفت گانہ ہر مطلع حاصلۂ ماسبق سے سات مطالع اخذ کر کے ۸×۷ = ۵۶ مطالع یا تاریخیں حاصل کریں۔

بار دوم :۔ اب (۵۶) مطالعہ حاصلہ میں ہر مطلع کے رکن اول و دوم کو اپنی جگہ پر قائم رکھیں اور رکنِ سوم کو چھوڑ کے پہلے رکن چہارم سے پھر رکن پنجم سے پھر رکن ششم سے پھر رکن ہفتم سے پھر رکن ہشتم سے، بعدہ رکن سوم متروکہ سے آغاز مطلع کریں اور بعد اتمام ارکان شش گانہ ہر مطلع حاصلۂ ماسبق سے چھ مطالع مرتب کر کے ۵۶×۶ = ۳۳۶ مطالع یا تاریخیں حاصل کریں۔

بار سوم :۔ اب (۳۳۶) مطالع حاصلہ میں ہر مطلع حاصلہ کے رکن اول و دوم و سوم کو اپنی جگہ پر قایم رکھیں اور رکن چہارم کو چھوڑ کے پہلے رکن پنجم سے پھر رکن ششم سے پھر رکن ہفتم سے پھر رکن ہشتم سے بعدہ رکن چہارم متروکہ سے ابتدائے

مطلع کریں اور بعد اتمام ارکان پنجگانہ ہر مطلع حاصلہ سے پانچ مطالع مرتب کرکے ۳۳۶ × ۵ = ۱۶۸۰ مطالع تاریخی حاصل کریں۔

بار چہارم :- اب (۱۶۸۰) مطالع حاصلہ میں ہر مطلع کے رکن اول و دوم و سوم و چہارم کو اپنی جگہ پر قائم رکھیں اور رکن پنجم کو چھوڑ کے پہلے رکن ششم سے پھر رکن ہفتم سے پھر رکن ہشتم سے بعدہ رکن پنجم متروکہ سے ابتدائے مطلع کریں اور بعد اتمام ارکان چہارگانہ ہر مطلع حاصلہ ماسبق سے چار مطالع مرتب کرکے ۱۶۸۰ × ۴ = ۶۷۲۰ مطالع تاریخی حاصل کریں۔

بار پنجم :- اب (۶۷۲۰) مطالع حاصلہ میں ہر مطلع کے رکن اول و دوم و سوم و چہارم و پنجم کو اپنی جگہ پر قائم رکھیں اور رکن ششم کو چھوڑ کے پہلے رکن ہفتم سے پھر رکن ہشتم سے بعدہ رکن ششم متروکہ سے آغاز مطلع کریں اور بعد اتمام ارکان سہ گانہ ہر مطلع حاصلہ ماسبق سے تینؔ مطالع مرتب کرکے ۶۷۲۰ × ۳ = ۲۰۱۶۰ مطالع تاریخی حاصل کریں۔

بار ششم :- اب (۲۰۱۶۰) مطالع حاصلہ میں ہر مطلع کے رکن اول و دوم و سوم و چہارم و پنجم و ششم کو اپنی جگہ پر قائم رکھیں اور رکن ہفتم کو چھوڑ کے پہلے رکن ہشتم سے بعدہ رکن ہفتم متروکہ سے ابتدائے مطالع کریں اور بعد اتمام ارکان دوگانہ ہر مطلع حاصلہ ماسبق سے دوؔ مطالع مرتب کرکے ۲۰۱۶۰ × ۲ = ۴۰۳۲۰ مطالع تاریخی حاصل کریں۔ فھذا ھو المقصود وھو الموجود فتدبر ولا تکن من المعارضین۔

مولوی صدر الدین کی تحریر تمام ہوئی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ

از جناب مولانا فدا احمد صاحب حافظ مجددی رحمہ اللہ

اَلَاۤ اِنَّ اَوْلِیَاۤءَ اللّٰہِ لَاخَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ دَوَامًا۔ ۱۳۴۱

حضورِ ابوالخیر شاہِ زمانہ — تھے چرخِ ولایت کے رخشندہ اک ماہ

طریقت کے ماہر حقیقت سے واقف — تھے اقلیم عرفاں کے اس وقت وہ شاہ

لقائے الٰہی کے مشتاق ہو کر | ہوئے ہم سے روپوش جنت کی لی راہ
کہا سالِ ترحیل حافظ نے یہ خوب | چراغ مجددؒ یہ اب گل ہوا آہ ۱۳۴۱ھ

از جناب مولانا رشید احمد صاحب رشیدؔ - مجددی رحمہ اللہ

عارف کامل اٹھا دنیا سے کیسا ہائے ہائے | طالبانِ دیں کا غم سے دل ہوا جاتا ہے شق
ہو رہی ہے اہل عرفاں میں بہم یہ گفتگو | ہو گیا گم اب کتابِ معرفت کا اک ورق
جس کے اک ادنیٰ اشارے سے ہوا کرتے تھے حل | مسئلے علم حقیقت کے ادق سے بھی ادق
اہلِ ظاہر اہلِ باطن رات دن کرتے ہیں یاد | دے گیا استادِ کامل کیا انھیں ایسا سبق
فکر ہے تاریخ رحلت کی تو کہدے اے رشیدؔ | شبلی دوراں امام اہل عرفاں قطب حق ۱۳۴۱

از جناب برادرم سیف الدین ابوالطاہر طاہر مجددی رحمہ اللہ

وہ شیخ جہاں شاہِ ابوالخیر | جنت کو سدھارے بے تأمل
ہاتف نے کہا کہ لکھدے طاہرؔ | ہے ہے یہ چراغ ہو گیا گل ۱۳۴۱

از جناب نور میاں ضیا مجددی

وأولٰئک مع الذین انعم اللہ الحنان ۱۳۴۱

مرقد اطہر قطب زمن شاہ ابوالخیر ۱۹۲۳

خواب گاہ شاہ ابوالخیر دیں پناہی ۱۹۲۳

آں چراغ بزم ولا ۱۳۴۱

آہ شمع راہ طریقت ۱۳۴۱

چساں بہ قلب خلائق غم والم رو داد | چو رفت سوئے جناں زیب مسند ارشاد
بہ علم و ورع وقناعت کہ منتخب بودہ | نہ شد بہ زہد مثیلش بہ عالم ایجاد
جنید وقت بگویم کہ بایزید زماں | کہ قطب عصر بدانم کہ از او تا د
سنِ وفات بگفتم ضیاؔ بغیر "پیام" | ستون دین ہمیر فتاد از بنیاد ۱۳۴۱

از برادر طریقت مولوی محمد ابراہیم فانیؔ رحمہ اللہ

بست چوں رخت سفر سلطان دیں | شاہ عبداللہ عمر خیر الزماں

آمد از بالا ندا در گوش دل — چشمۂ رشد و ہدایت بود آں ۱۳۴۱ھ

ولہ

زنیروے دل شہ ابوالخیر کرد — جہاں را مسخر بلا گرز و سیف
بگفتم چو رحلت ز دنیا نمود — بشد۔ واصل حق زماں شیخ حیف ۱۳۴۱ھ

ولہ

جب ہوا فانی کے مرشد کا وصال — مو کناں و گریاں تھے سارے شیخ و شاب
غیب سے آئی ندا ہاتف کی یہ — چھپ۔ گیا ہے معرفت کا آفتاب ۱۳۴۱ھ

از برادر طریقت شمس الضحیٰ شمس ونجی بنارسی حفظہ اللہ

حضرت کے مزارِ اقدس پر انوارِ خدا کی شمع جلے — فردوس کے پھولوں کی چادر جو گرد ہوا و پر تلے
تھا چشمۂ بفیض آبِ زم زم، زخمِ دلِ عاصی کا مرہم — اللہ رے جدائی کا عالم دل کیوں نہ کفِ افسوس ملے
انتیس تھی جمادی الاخریٰ اے شمس گئے باغِ جنت — ممدوح جنابِ عبداللہ ابوالخیر محی الدین چلے ۱۳۴۱ھ

از برادر طریقت محمد عابد عثمانی ڈھابیلی، ساکن لیڈی سمتھ، ناٹال، افریقہ رحمہ اللہ۔

حمدِ خالق سے ہر اک مضمون مرا معمور ہے — نعتِ محبوبِ خدا لکھنا مرا دستور ہے
بعد حمد و نعت کے لکھتا ہوں اک ذکرِ وصال — جس کا جلوہ ظاہری آنکھوں سے اب مستور ہے
میری ہادی میری رہبر جن کی ذات پاک تھی — اب خیال ان کا فقط دل کیلئے اک نور ہے
تھا ابوالخیر اسم ان کا، ذات اُن کی خیر تھی — خیر کے جانے سے دل میں دردہی ناسور ہے
ہائے فخرِ اولیا کا سر سے سایہ اٹھ گیا — ذات جس کی آج کل آنکھوں سے میری دور ہے
عصرِ حاضر میں وہ لاثانی تھے اس میں شک نہیں — خاندانِ نقشبندی آپ کا مشکور ہے
نقشبندی سلسلہ میں فردِ اکمل آپ تھے — آپ کی تجدیدِ دینِ احمدی مشہور ہے
خوش عقیدہ آپ تھے اللہ والوں کی طرح — نورِ حق وہ دیکھتا ہے جس کے دل میں نور ہے
تھے معارف سے رسول اللہ کے آگاہ وہ — آپ کا درسِ تصوف آج تک مشہور ہے
تھی شریعت اور طریقت آپ کے ارشاد میں — دیکھ لو سب آپ کے ملفوظ میں مذکور ہے
خانقاہِ جانِ جاناں کے تھے سجادہ نشین — آپ کی حلقہ بگوشی سے ہر اک مسرور ہے

ہو گئے پوشیدہ مریدوں پر توجہ ہے وہی | قلب اُن کے فیض سے قالب میں شاہ طور ہے
صبر کرتا ہوں جگر کو تھام کے کہتا ہوں یہ | بس وُہی ہوتا ہے جو اللہ کو منظور ہے
گُم ہوا جب فکر تاریخ وصالِ پیر میں | آئی ہاتف سے ندا عابد کو لکھ مغفور ہے ۱۳۴۱

ازبرادر طریقت، رفیقِ قدیم حاجی حافظ منیر الدین مُنیر دہلوی ۔ رحمۃ اللہ علیہ

ہوئے رخصت حضورِ والا شان | اس جہاں سے ہوئے باغِ جناں
آپ ابوالخیر تھے حقیقت میں | آپ تھے خاص عارفِ یزداں
آپ تھے طاق علم باطن میں | آپ مانے ہوئے تھے قطبِ زماں
آپ لاثانی تھے تصوف میں | آپ تھے کیا ہی صاحبِ عرفاں
آپ کے دم سے تھی بہارِ زمیں | تھے مکیں آپ یہ جہاں تھا مکاں
میری نظروں میں ہے زمیں سب خاک | میری نظروں میں آسماں ہے دھواں
ہے اندھیرا تمام عالم میں | روشنی کا کہیں ہے نام و نشاں
اُٹھ گیا سر سے سایہ مرشد | اب اسے ڈھونڈنے میں جاؤں کہاں
درد دل میں ہے لب پہ آہیں ہیں | اور آنکھوں سے اشک خوں ہیں رواں
کیجیئے کچھ تو فاتحہ خوانی | اور مناجات بخشش و غفراں
کہو یہ بھی کہ بخش دے یارب | اور جنت میں ہو علوِ شاں
چلو لے کر وہاں جہاں ہے منیر | مرقدِ فخر اولیائے جہاں ۱۳۴۱

رثاء

زخم کیا لگا ہے یہ کاری | زندگی ہم پہ ہو گئی بھاری
اے فلک تا کجا ستمگاری | تجھ کو زیبا نہیں دل آزاری
اشک ہر دم ہیں آنکھ سے جاری | شغل اپنا ہے گریہ و زاری
ایک اُن کے فقط نہ ہونے سے | خاک دنیا نظر میں ہے ساری
تم کو شادی خوشی مبارک ہو | ہے ہمارے لئے تو غم خواری
آہ کیوں بار بار اُٹھتے تھے | تھی الٰہی یہ کیسی بیماری

تھا تصور کسی کی آمد کا — تھی وہ غفلت کبھی عین ہشیاری
لے رہے تھے ادھر سنبھالا وہ — کوچ کی اس طرف تھی تیاری
دمِ آخر بھی تھی وہی حالت — قلب یادِ خدا میں تھا جاری
واقعی کیا وہ ہو گئے رخصت — یہ کوئی خواب ہے کہ بیداری
آگے چل کر منیرؔ دیکھو گے — ابھی حیرت ہوئی ہے کیا طاری

دُعا

اُن کے صاحبزادگان کو اے خدا — جو مقام ان کو دیا تھا کر عطا
ہو میسر ان کو بھی عالی مقام — مست ہوں پی کر مے وحدت کا جام
صاحبِ کشف و کرامت یہ بھی ہوں — مستند پیرِ طریقت یہ بھی ہوں
ان کا ہر جملہ دلوں کو چیر دے — اُن کی باتوں میں وہی تاثیر دے
رازِ مخفی سارے ہو جائیں عیاں — منکشف ہوں اُن پہ اسرارِ نہاں
روز و شب تیری عبادت میں رہیں — عمر بھر تیری حفاظت میں رہیں
کارگر حملہ نہ ہو شیطان کا — ان پہ کچھ غلبہ نہ ہو شیطان کا
کیدِ نفسانی کو ان سے دور رکھ — مکرِ نسوانی کو ان سے دُور رکھ
ہر بلا و شر سے یہ محفوظ ہوں — دولتِ دارین سے محظوظ ہوں
وقتِ مُردن خاتمہ بالخیر ہو — بعد مُردن خلد جائے سیر ہو
دیکھ کر اُس میں تجھے اے ذوالجلال — ہوں تصدق سالم و زید و بلال
اور جو اُن کے سوا ہیں شاد رکھ — ان کو بھی ہمراہ اُن کے یاد رکھ

مستفیض اس در سے ہو خادم منیر
یہ بھی ہو جائے کہیں روشن ضمیر

عاجز نے ذی القعدہ ۱۳۴۹ھ سے پہلے یعنی مصر کے سفر سے قبل آپ کے وصال کی چند تاریخیں کہی تھیں جو درج ذیل ہیں۔

بسم اللہ الحفیظ الباقی — ۱۳۴۱

نالہائے زیدزا اَلَم ابوالخیر عبداللہ محی الدین ۱۳۴۱

رَضِیَ اللّٰہُ جَلَّ وَ عَلاَ عَنْہُ ۱۳۴۱

عَاشَ حُرًّا اَمَاتَ شَہِیْدًا ۱۳۴۱

وَ (لَہُمْ) مَسَاکِنُ طَیِّبَۃٍ فِیْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ۱۳۴۱

اِنْ شَاءَ اللّٰہُ الخَالِقُ المُعْطِی ۱۳۴۱

فارسی میں

قبلۂ ماشہ محی الدین عبداللہ نام	کنیتش بوالخیر وسرتاپا وجودش خیر وجود
در طریقت فردِ کامل در شریعت مقتدا	قطبِ اقطاب زمان وقدوۂ اہلِ شہود
دیدہا پُرخوں شدند وسینہا بریاں شدند	ذاتِ پاکش داعیٔ حق را اجابت چوں نمود
گفت سالش مظہرِ تاریخ وروز وماہ زید	یوم جمعہ از جمادی ثانیہ بیست ونہ بود ۱۳۴۱

ولہ

عالمِ علم حقیقت واقفِ سرِّ طریقت	زینجہاں رفتند محیِ دین عبداللہ ابوالخیر
لیلۃ الجمعہ بُد وسلخ از جمادی الثانیہ بود	چوں بہ حق گشتند محیِ دین عبداللہ ابوالخیر
در سنین یک ہزار وسہ صد وچہل ویکم آہ	رخت بربستند محیِ دین عبداللہ ابوالخیر
شُد ندا سالِ وصالش را رقم زید حزیں گو	جاں بحق دادند محیِ دین عبداللہ ابوالخیر ۱۳۴۱

ولہ

قطبِ ارشاد خلائق پیشوائے سالکاں	ملجا و ماوائے عالم رہنمائے کاملاں
تاجدارِ اولیا، شیرِ نیستان ہُدا	کشتۂ حُبِّ پیمبر مرشدِ اہلِ زماں
روحِ پاکش داعیٔ حق را اجابت چوں نمود	نوحہ خواں گشتہ ملائک ہم زمین وہم آسماں
ہاتفم گفتا نویس اے زید سالِ انتقال	دفن عبداللہ شد زیر زمیں باعزّ وشاں ۱۳۴۱

ولہ

شاہِ ابوالخیر ولی سوئے جناں تشریف برد	آباد شد خلدِ بریں ویراں شد ایں خاکداں
سالِ وصالش را چنیں زید حزیں تحریر کرد	شد از جہاں باعز وشاں مہرِ زمانے سوئے جناں ۱۳۴۱

ولہ

چوں قبلۂ دیں شہ ابوالخیر آں امام اصفیا — رحلت سوئے جنات کرد از کلفت دنیائے ما
تاریخ وصل شاہ را زید حزیں فی الفور گفت — بحر صفا کان سخا نجم ہدا ملجائے ما ۱۳۴۱

اردو میں

عالم میں کیسا شور ہے ہر گھر میں ہے کیسا غم — ارض و سما روتے ہیں کیوں کس کا ہے یہ درد و الم
یہ ابر کیسا چھا گیا عالم پہ سارے یک بہ یک — کیسی فزوں ہے یہ کڑک لحظہ بہ لحظہ دم بدم
آئی صدا یہ غیب سے تجھ کو خبر اب تک نہیں — رحلت جہاں سے کر گئے قطب جہاں عالی ہمم
جن کو جہاں کہتا ہے یوں 'شاہ ابوالخیر' ولی — سرتاج تھے اقطاب کے وہ صاحب فیض اتم
وہ خاصۂ خاصان حق جن پر خدا کا فضل تھا — دنیا سے رخصت ہو گئے اور جا بسے ملک عدم
شیدا تھے وہ اسلام کے خادم تھے وہ قرآن کے — صاحب تھے وہ ارشاد کے ان سا ہوا دنیا میں کم
وہ جامع صد خیر تھے اوصاف اچھے ان میں تھے — تھے جانشین مصطفیٰؐ سنّت پہ تھے ثابت قدم
صدیق سا صدق و صفا فاروق سا عدل و وفا — عثمان سا حلم و حیا حیدر کا سا علم و کرم
وہ نیک بندہ حق کے تھے تائید انکی حق سے تھی — ان پر خدا کا فضل ہو جب تک رہے لوح و قلم
کب تک بیاں ان کا کروں جنت میں ہوں انکو سکوں — تاریخ اب رحلت کی میں اے زید کرتا ہوں رقم
شاہ زمن کے درد میں بے قلب ہیں یہ سب کے سب — علم و عمل، فیض و ہدا، ورع و سخا، حلم و کرم

۱۱۰+۱۰۰+۸۸۰+۶+۷۶+۶۱+۴۸+۶۰

۱۳۴۱

ولہ

مرے پیر و مرشد پہ رحمت خدا کی — بتا کر گئے ہم کو وہ رہ ہدا کی
سفر کر گئے ہائے دنیا سے اک دم — تمنا تھی دل میں وہ دار البقا کی
ہے قرب رفیق حقیقی جناں میں — ہوئی پوری امید اس باصفا کی
خرد نے کہا زید سے سال رحلت — یوں کر دے رقم۔ ان پہ رحمت خدا کی ۱۳۴۱

ولہ

چل بسے دنیا سے ہائے جانشین مصطفیٰؐ — قدسیوں کے رہنما اور کاملوں کی مقتدا

ہر گھڑی رہتا تھا جن کو نیک باتوں کا خیال
تھے خدا کے نیک بندے تھے ولیِ بے مثال

جن کی ذاتِ پاک سے وابستہ تھیں صد خوبیاں
جن کے فیضِ عام سے سرشار تھا سارا جہاں

تھی ابوالخیر اُن کی کنیت اور محی الدین لقب
نام عبداللہ فرزندِ عمر تھے ذی نسب

حضرتِ فاروق کے نورِ نظر دلبند تھے
جدِّ اعلیٰ ہند میں ان کے شہِ سرہند تھے

تھی شرافت ان کے باعث مسندِ ارشاد کی
رونق اُن کے دم سے تھی سارے جہاں آباد کی

تھے محدّث اور مفسّر تھے فقیہِ بے بدل
تھا موافق شرع کے ہر قول اُن کا ہر عمل

غوثِ دوراں، قطبِ عالم، صاحبِ ارشاد تھے
قبلۂ پاکاں بھی تھے اور کعبۂ زُہّاد تھے

آبِ حیواں کی طرح اِک چشمۂ فیضان بھی تھے
ظلمتوں میں خلق کی نظروں سے وہ پنہاں بھی تھے

اُن کے جانے سے جہاں تاریک اور تیرہ ہوا
چشمِ حق بیں کے لئے سارا جہاں خیرہ ہوا

اہلِ دل ہیں جاں بہ لب اس صدمۂ جانکاہ سے
آج تک فرصت نہیں ارض و سما کو آہ سے

عیش ہی جاتا رہا خیرِ جہاں جب سے گئے
میکدہ ویراں ہوا پیرِ مُغاں جب چل بسے

بادۂ عرفان کا دَور اب ذرا چلتا نہیں
ساقیِ جامِ محبت کا پتا چلتا نہیں

اب نہ وہ شوقِ عبادت اب نہ وہ ذوقِ نماز
خالی آتا ہے نظر سارا عجم سارا حجاز

۲ دو بجے کا وقت تھا جب پیش آیا سانحہ
تھی شبِ جمعہ مہینا تھا جُمادی الثّانیہ

اور مہینے کی سنو تاریخ تھی اُنتیسویں
منتقل جب اس سرا سے وہ ہوئے خلدِ بریں

فکر تب لاحق ہوئی تاریخ لکھوں بے مثال
غیب سے آئی ندا ہوتے ہو کیوں محوِ خیال

اِک عدد اعداد میں سے لے کے جو مطلوب ہو
ضرب دے کر چار میں اس پر بڑھا دو ایک کو

ضرب دے کر دس میں پھر تقسیم کر دو بیس پر
اور اس تقسیم سے باقی عدد ہوں جس قدر

ایک سو چونتیس میں فوراً اسے تم ضرب دو
دے چکو جب ضرب تم اس پر بڑھا دو ایک کو

اب ہویدا زید ہو جائے گی تاریخِ وصال
حضرتِ مرشد کا جس سن میں ہوا ہے انتقال

اس حساب سے ایک ہزار تین سو اکتالیس (۱۳۴۱) کا عدد برآمد ہوگا۔ جو آپ کا سال وفات ہے۔ رحمۃ اللہ وقدس سرہ۔

کلام گوہر نظام

ذکر خیر میں "ذوق سخن" کے ذیل میں آپ کی شاعری اور ذوقِ سلیم کا بیان گزر چکا ہے اور یہ بھی عاجز نے لکھا ہے کہ آپ نے اپنا بیشتر کلام ضائع کردیا تھا۔ اتفاق سے ایک بیاض مل گئی اس میں ایک غزل فارسی کی اور ۵۸ کامل اور ایک غیر کامل غزل اور دو خمسہ اردو کے ملے۔ مؤلفِ سیرالکاملین نے لکھا ہے "شعر عربی و فارسی و ہندی خوب نظم می کنند" آپ کا شاعرانہ کلام وہی تھا جو چوبیس پچیس سال کی عمر تک آپ نے کہا اور مذکورہ بیاض میں تحریر ہے۔ لہٰذا یہ عاجز تحت عنوان "دورِ اوّل" آپ کا وہ کلام لکھتا ہے جو بیاض میں درج ہوا اور پھر تحتِ عنوان "دورِ آخر" آپ کا وہ کلام ذکر کیا جائیگا جو آپ نے عربی، فارسی، اور اردو میں بہ طریق مناجات احیاناً فرمایا ہے

دورِ اوّل

فارسی غزل

آپ کی درج ذیل غزل کو کابل کے چند شعراء نے دیکھا۔ اور اس کی متانت۔ سلاست اور خوبی کے معترف ہوئے اور یہ کہا کہ اس غزل کی پختگی بتا رہی ہے کہ آپ نے فارسی میں اور کلام بھی کہا ہے۔ (جو کہ ضائع ہوگیا ہے)

حرفے کہ ازاں دہن بر آید ۔۔۔ دُر لیست کہ از عدن برآید
بدمست چو آں سمن برآید ۔۔۔ فریاد ز انجمن برآید
در جلوہ گہِ خرام نازت ۔۔۔ نسریں دمد و سمن برآید
در دل نگہِ تو مستِ خوابست ۔۔۔ دزدیدہ نفس ز تن برآید
خط حلقہ بگوش روے یار است ۔۔۔ ایں سبزہ کے از چمن برآید
گل کرد تعشق خط آخر ۔۔۔ از خامہ بوئے عنبر آید
مردیم و نہ مرد آتش عشق ۔۔۔ دودِ دلم از کفن برآید
در سینہ ہمیں خلد ہمانا ۔۔۔ خارے کہ ز پائے من برآید
در ظلِ عمر۔ اگر رود خیر ۔۔۔ از پنجہ اہرمن برآید

اُردو کلام

اختصار کے پیش نظر آپ کے اُردو کلام کا انتخاب پیش کیا جا رہا ہے۔

اسباب عیش مادۂ شور و شر ہوا
منحوس تر زُحل سے بھی دورِ قمر ہوا

جی بھر گیا زمانے کا نیرنگ دیکھ کر
فی الجملہ اب تو دیدہ حقیقت نگر ہوا

بچ جائے وہ برقِ حوادث سے کیا مجال
جس آدمی کا مزرعِ امکاں میں گھر ہوا

دنیا بھی ہیچ اور غمِ دنیا بھی ہیچ ہے
مطبوعِ دل تو یہ سخنِ مختصر ہوا

ہاں کچھ خیال گور کے ساماں کا چاہیئے
جس کا بہت قریب زمانِ سفر ہوا

ساماں وہاں کا یادِ خدا اور رسول ہے
یہ ذکر مغتنم ہے بہت جس قدر ہوا

حاصل ہے ذکرِ حق سے وہ معراج بندگی
جس سے بلند رتبہ مَلک پر بشر ہوا

جس سر میں نعت سرورِ عالم کا ہو خیال
مُلکِ جہاں میں وہی سر تاجور ہوا

دم بند ہو گا مطربۂ چرخ کا ابھی
مدحِ نبی میں خیرؔ اگر نغمہ گر ہوا

جس گھر میں ذکرِ مولدِ خیر البشر ہوا
عالی زیادہ قصرِ فلک سے وہ گھر ہوا

کیوں کر نہ ہو کہ اُس شہِ والا کا ذکر ہے
جس کا وزیر روحِ قدس چرخ پر ہوا

وہ مہرِ اوجِ قدس وہ شمعِ جمال حق
دو ٹکڑے اک اشارہ سے جس کے قمر ہوا

وہ سرورِ زمین و زماں جانِ دو جہاں
دم بھر میں عرش و فرش سے جس کا گزر ہوا

وہ شاہ جس کے سایۂ احساں کے روبرو
شرمندگی سے غرقِ عرق ابرِ تر ہوا

وہ جس کے آستانۂ علیا کے سامنے
افسانۂ بہشتِ بریں مختصر ہوا

ہم لوگ کیوں نہ اُس پہ فدا اپنی جاں کریں
جب سجدہ گاہ حور و ملائک وہ در ہوا

دیوار و در وہاں کے ہوئے خالِ روئے عرش
اور سایہ نورِ دیدۂ اہلِ نظر ہوا

ہے سلسبیل چشمۂ زرقا سے منفعل
طوبیٰ کو غم ہے کیوں نہ وہاں کا شجر ہوا

ملتی ہے صورت ان کی بہت لامکان سے
نورِ خدا ہر ایک مکاں سر بسر ہوا

عشقِ نبیؐ جسے ہوا اُسے عشقِ حق سے ہے ق
احمد میں صاف نورِ احد جلوہ گر ہوا

کچھ خوف مجھ کو تیرگیٔ گور کا نہیں
نورِ محبتِ نبویؐ ساتھ اگر ہوا

ہاں اک نگاہِ بندہ نوازا اِدھر بھی ہو
وہ کون ہے جو تم سے نہیں بہرہ ور ہوا

پہنچے نہ باغِ طیبہ تک افسوس خیرؔ ہم
آئی خزاں ربیع کا موسم بسر ہوا

ہر گل کو باغِ دہر میں کھٹکا ہے خار کا
اچھا ہوا خزاں سے ہے دامن بہار کا

آنکھیں میری وصال میں بھی سوئے در رہیں
خوگر جو ایک عمر سے تھا انتظار کا

جامِ مئے الست کا اللہ رے اثر
ہر ذرہ آفتاب ہے اپنے مزار کا

مشہور میرا عشق ہے ماہی سے ماہ تک
شہرہ ہے ہر طرف جگرِ داغ دار کا

اک نوبہارِ ناز کا کشتہ ہوں عندلیب
کیوں کر نہ جلوہ ہو سرِ مدفن بہار کا

ہم خیرؔ جستجوئے دہن میں فنا ہوئے
ممکن نہیں پتا ملے اپنے مزار کا

گر لکھوں کچھ حالِ جوشِ دیدۂ خونبار کا
ہووے ہر ہر لفظ جوئے خوں مرے اشعار کا

دوستو مرقد پہ میرے پھول نرگس کے رکھو
ہوں جو میں کشتہ نگاہِ نرگسِ بیمار کا

واعظو اُس حور پیکر پر مرا دل آگیا
نام ہے فردوس جس کے سایۂ دیوار کا

یا الٰہی زلفِ کافر رُخ سے اُن کے دور ہو
میں تو عاشق ہوں صنم کے مصحفِ رخسار کا

پاکدامن کو ضرر ہمسایۂ بد سے نہیں
باغ میں گل کو نہیں کھٹکا ہے مطلق خار کا

دم بخود ہوں خیرؔ کس کس کا گلا کرتا پھروں
یار کا، یا بخت کا، یا چرخِ کج رفتار کا

دیکھ کر جوشش دیدۂ تر کا
شور جاتا رہا سمندر کا

پانی پانی کریں گے ابر کو ہم
جوش ہے آج دیدۂ تر کا

تشنہ کاموں کو کر دیا سیراب
حوصلہ دیکھو آبِ خنجر کا

آبِ حیواں کا تشنہ کام نہیں
ہوں پیاسا میں آبِ خنجر کا

چشمِ فتاں نے کر دیا بے خود — نہیں محتاج اب میں ساغر کا
سیرِ نرگس سے کیا غرض ہے مجھے — ہوں میں بیمار چشمِ کافر کا
کیوں ہجومِ بلا نہ ہو اُس پر — جس کو سودا ہو زلفِ کافر کا
ہو گیا پھر مریض کا وہی حال — وہ مسیحا جو پاس سے سرکا
کیوں نہ ہم "رابطہ[1]" کریں اے خیرؔ
موصلِ حق ہے سایہ رہبر کا

وحشتِ وحشت نے کیا چاک گریباں دل کا — اب کچھ احباب نہیں کرتے ہیں درماں دل کا
ہے سویدا ترا خالِ رُخِ تاباں دل کا — ایک زنگی ہے صنم اب تو نگہباں دل کا
کھینچتا ہے تو عبث تیغ نگہ کو ظالم — کر چکی فیصلہ یاں توصفِ مژگاں دل کا
غنچۂ زخم شگفتہ نئے انداز سے ہیں — کھل رہا ہے عجب اِن روز دل گلستاں دل کا
دیکھ سودا نہ کر اُس آفتِ جاں سے اے خیرؔ
سُود کیسا نہ زیاں ہو کبھی ناداں دل کا

کچھ پتا نہیں لگتا دل ہے بدگماں اپنا — نامہ بر کہاں لیجائے خط ہے بے نشاں اپنا
کیا سنوں نصیحت میں دل نہیں یہاں اپنا — ناصحا نہ کیجیے آپ وقت رائیگاں اپنا
جب تلک تھے ہم، اُن کا کچھ پتا نہ لگتا تھا — ملتے ہی نشاں اُن کا گم ہوا نشاں اپنا
تیری جبین پیشانی گردش اپنی قسمت کی — تیری آنکھ کا پھرنا دورِ آسماں اپنا
دل وہی نہ دلداری، صرف دلبری ہے ہے! — مُدعا کہے کیوں کر کوئی خستہ جاں اپنا
رحم بھی کچھ آتا ہے، کوئی اُن سے یہ پوچھے — جو کہ چھوڑ جاتے ہیں کشتہ نیم جاں اپنا
دل اُس آفتِ جاں کو ہم نہ دیتے یوں لیکن — کام کر گئیں اُس کی دلفریبیاں اپنا

---

[1] رابطہ تصورِ شیخ کو کہتے ہیں۔ رابطہ کا لفظی ترجمہ باندھنے والی شے ہے۔ حضرات مشائخ فرماتے ہیں کہ پیرِ کامل از جُلسائے اللہ ہوتا ہے اور اِذَا رُءُوْا ذُکِرَ اللہ اُس کی کیفیت ہے۔ اس کا تصور وساوس کو دور کرتا ہے اور دل کو اللہ کی یاد میں مشغول رکھتا ہے۔ لہٰذا تصورِ شیخ کر کے وظیفہ شریفہ کیا جائے۔

دیکھنے کے قابل ہے آہِ نارسا اپنی   لائقِ شنیدن ہے بے اثر فغاں اپنا
کرتے ہیں نئے سر سے ہم بھی ماتمِ منصور
خیر گر نہیں ملتا کوئی راز داں اپنا

وصل میں لذتِ دیدار نے سونے نہ دیا   ہجر میں دیدۂ خوں بار نے سونے نہ دیا
سوتے فتنوں کو جگا دیتی ہے یہ چال تری   حشر کو ناز کی رفتار نے سونے نہ دیا
زندگی میں جو ہوئی تیغِ جفا سے راحت   گور میں لذتِ آزار نے سونے نہ دیا
پوچھتے کیا ہو طبیبو! سببِ بیداری   یار کے نرگسِ بیمار نے سونے نہ دیا
یادِ مژگاں جو یہاں تھی وہی مدفن میں رہی   قبر میں بھی خلشِ خار نے سونے نہ دیا
آگیا ناک میں صیاد کا دم جب اُس کو   نالۂ مرغِ گرفتار نے سونے نہ دیا
واہ رے بختِ سیہ، روزِ وصالِ مہ رُو
خیر کو خوفِ شبِ تار نے سونے نہ دیا

غیر آتشِ فرقت سے جو جل جائے تو اچھا   حسرت دلِ سوزاں کی نکل جائے تو اچھا
صورت ترے ملنے کی تو ملتی نہیں کوئی   تصویر سے اب دل جو بہل جائے تو اچھا
دم ناک میں ہے میرا کہ تو مجھ سے خفا ہے   جھگڑا چھُٹے دم میرا نکل جائے تو اچھا
کہتا ہے مجھے دیکھ کر اعدا سے پری رُو   محفل سے یہ دیوانہ نکل جائے تو اچھا
عُشاق سے نفرت تجھے اغیار سے اُلفت   یہ طبع جو اے شوخ بدل جائے تو اچھا
مرنا شبِ فرقت میں تو اچھا نہیں اے خیر
گر وصل کی شب جان نکل جائے تو اچھا

مائلِ گیسوئے رسا ہو گیا   میرے لئے دل ہی بلا ہو گیا
سامنے اُس ابروئے خمدار کے   ماہِ نو انگشت نما ہو گیا
زندہ کیا خلق کو رفتار سے   مُردے اُٹھے حشر بپا ہو گیا
کرتے ہو سودا زدہ سے گفتگو   حضرتِ ناصح تمہیں کیا ہو گیا
غیر کا کچھ میں نے کیا تھا گلہ   اس لئے بے مہر خفا ہو گیا

مثلِ کتاں سینہ ہے جس دن سے خیرؔ
شیفتۂ ماہ لِقا ہو گیا

وہ ماہ لقا خیرؔ کو کیونکر نہ ملے گا
اُس کا نہیں تو غیر کا کیا گھر نہ ملے گا

تیرا سا دلِ سخت ستمگر نہ ملے گا
اے سنگدل ایسا کوئی پتھر نہ ملے گا

اُمّیدِ اثر نالہ و فریاد میں کیسی
جز رنج تجھے اے دلِ مضطر نہ ملے گا

پامالِ خرامِ بُتِ بدمست کو اے خیرؔ
آرام تہِ خاک کبھی دم بھر نہ ملے گا

پیمانہ مری عمر کا بھر جائے گا ساقی
گر ابر میں مجھ مست کو ساغر نہ ملے گا

کتنا ہی گھٹے یا بڑھے یا ہوئے برابر
اس قد سے ترے قدِ صنوبر نہ ملے گا

خورشیدِ فلک پر یہی کہتا ہے مکرّر
مانندِ عمرِ خیرؔ کو رہبر نہ ملے گا

اہلِ دل آئینۂ حُسنِ خدا داد ہیں سب
محوِ حیرت کدۂ عالمِ ایجاد ہیں سب

چشم، ابرو، مژہ، آمادۂ بیداد ہیں سب
کمریں قتل پہ باندھے ہوئے جلّاد ہیں سب

زندگی سے متنفر ترے ناشاد ہیں سب
آرزومندِ دمِ خنجرِ فولاد ہیں سب

تمل خطِ سیہ و نور و دُخانِ رخ و زلف
سورتیں مصحفِ عارض کی ہمیں یاد ہیں سب

شکلِ محراب ہیں اُس ابروئے خمدار کی ہے
اہلِ دل شاد ہیں سب، مسجدیں آباد ہیں سب

عاشق اُس ماہ کے معشوقِ جہاں ہوتے ہیں
میرے یوسف کے طلبگار پریزاد ہیں سب

قیدِ عالم سے ہیں وارستہ ترے دیوانے
صورتِ سروِ چمن دہر میں آزاد ہیں سب

باہمہ[۱]، بے ہمہ رہتے ہیں گرفتار ترے
صورتِ سروِ چمن دہر میں آزاد ہیں سب

کون سے بلبلِ وارستہ کا ہے قصدِ شکار
کیوں کمیں گاہ میں بیٹھے ہوئے صیاد ہیں سب

داغ ہے تیری غلامی کا جبینِ مہ پر
سرو و شمشاد ترے بندۂ آزاد ہیں سب

۱؎ باہمہ بے ہمہ اشارہ ہے "خلوت در انجمن" کی طرف جو اصول ہشتگانہ میں سے ایک اصل ہے۔

اہلِ بینش ہیں فقط تاجورِ ملکِ وجود
غافل اے خیرؔ مقیمِ عدم آباد ہیں سب

وہ آئے گا سرِ مدفن ضرور آپ سے آپ	اثر دکھائے گا تعویذِ گور آپ سے آپ
مگر عدم میں ملیں گے ضرور آپ سے آپ	پلِ صراط سے ہوگا عبور آپ سے آپ
جب آفتابِ قیامت وہ نقشِ پا ٹھہرا	کہیں گے چال کو شورِ نشور آپ سے آپ
نہیں ہے رنگِ ثبات اے فلک ترے رخ پر	یہ نقشہ بگڑے گا اک دن ضرور آپ سے آپ
خطا ہوئی جو دیا میں نے تم کو دل اپنا	ہوں معترف میں سراپا قصور آپ سے آپ
تلوّن اُس گلِ رعنا کا آفتِ جاں ہے	کبھی ہے لطف، کبھی ہے غرور، آپ سے آپ
جو دل دیا تو لیا ناصحوں کا کیا میں نے	ملول مجھ سے ہیں یہ بے شعور آپ سے آپ
جنونِ عشق میں سرزد ہوئے ہیں اے واعظ	معاف ہوں گے ہمارے قصور آپ سے آپ
نہ انتظار، نہ وعدہ، نہ وصل کی امید	ہے بے قرار دلِ ناصبور آپ سے آپ

ہماری مدح کا اے خیرؔ تو نہیں محتاج
تجھے ہے نظم پہ اپنی غرور آپ سے آپ

جو دل سے پردۂ غفلت ہو دور آپ سے آپ	ہو نقدِ قت دوامِ حضور، آپ سے آپ
کھلے گا داغِ محبت ضرور آپ سے آپ	اُس آفتاب کا ہوگا ظہور، آپ سے آپ
خدا جو چاہے تو روشن ہو گور آپ سے آپ	مری لحد پہ جلے شمعِ نور، آپ سے آپ
ہمارا مزرعِ دل تو نہیں ہے لائقِ نذر	مگر قبول کرے برقِ طور، آپ سے آپ
ترے خیال میں آنکھیں ہیں خود بخود روشن	ہے تیرے ذکر میں دل کو سرور، آپ سے آپ
بسانِ سایۂ دیوار تیرے کوچہ میں	نہ ہوں گے ہم درِ دولت سے دور آپ سے آپ
حبیبِ حضرتِ موسیٰؑ، محبِّ احمدؐ ہے	احد کو ڈھونڈھتی ہے برقِ طور آپ سے آپ
عدم میں کون سے آئینہ رُو کو دیکھا ہے	کہ دم بخود ہیں سب اہلِ قبور آپ سے آپ
محبتِ حرم و دیر میں برہمن و شیخ	ہوئے ہیں منزلِ مقصد سے دور آپ سے آپ
یہ گھر چراغِ فیوضِ عمرؓ سے روشن ہے	نہیں ہے خیرؔ کے سینہ میں نور آپ سے آپ

وہ نرگسِ خونریز سے کرتے تھے اشارات
"تھا بزم میں دورِ مئے سرجوشِ فنارات"

تقریر ہے مُغلق تری اے چشمِ سخن گو
حَل شرحِ مژہ سے ہے مگر متنِ "اشارات"

مقصودِ سماع اور مناجات سے ہے ایک
ہر چند کہ ہیں مختلف اللفظ عبارات

تھا بندہ نوازی پہ ہمارا شہ خوباں
تھی بر سرِ تاثیر دعائے فقرارات

اُس نرگسِ خونریز کے سب طور تھے مے میں
تھا بزم میں دورِ مئے سرجوشِ فنارات

بے منّتِ سازو مے و ساقی[۱] و مغنّی
غم خوار عجب لطفِ خدا ساز ہوا رات

لائی تھی مرے گھر اُسے میری کششِ دل
اور شوق نے وا کر دیئے تھے بندِ قبارات

اے خیرؔ نہیں وعدۂ دیدار بھی اس میں
کیوں حشر کے دن سحر نہ ہو فرقت کی سوارات

فلک کو چرخ آیا بلبلِ جاں کے نشیمن پر
ملک کو رشک آیا آخر اس طائر کے مسکن پر

بہار آئی ہے جوبن ہے گل و شمشاد و سوسن پر
جمایا ہے گھٹا نے خوب اپنا رنگ گلشن پر

چمن کے خار و خس بھی مثلِ گل آئے ہیں جوبن پر
جمایا ہے گھٹا نے خوب اپنا رنگ گلشن پر

کیا ہے ابرِ غم نے لالہ زارِ سینہ کو گلخن
جمایا ہے گھٹا نے خوب اپنا رنگ گلشن پر

خدارا اب تو چل کر ساقیا کر شمعِ مے روشن
جمایا ہے گھٹا نے خوب اپنا رنگ گلشن پر

گلوں کو بھول جائے دیکھ لے بلبل اگر ان کو
شبِ فرقت وہ ہم نے پھول کاڑھے اپنے دامن پر

وہ ننگِ آفرینش ہوں کہ سب کو عار ہے مجھ سے
گراں ہوں فی الحقیقت خاطرِ شیخ و برہمن پر

غزل اب دوسری اے خیرؔ لکھ کوکب کی خاطر سے
صفائی میں جو رکھتی ہو شرف ہیرے کی معدن پر

سحابِ لطفِ حق ہی سایہ گستر میرے گلشن پر
یہ برقِ طور ہے گرتی ہے جو میرے نشیمن پر

فروغِ حسنِ سیرت چاہیے صورت سے کیا حاصل
نظر اہلِ حقیقت کی نہیں آرائشِ تن پر

ترا نقشِ کفِ پا رو کشِ خورشیدِ تاباں ہے
ترے در کے گدا کو ہے شرف داراب و بہمن پر

ہوا میں زندۂ جاوید اسی کے دم سے اے قاتل
بڑا احساں تری تلوار کا ہے میری گردن پر

خضر کو چشمۂ حیواں ملا، ہالہ میں ماہ آیا
نموئے خط ہوا حرف آ گیا رخسارِ روشن پر

[۱] حضرت سیدی الوالد نے ایک دن یہ شعر پڑھ کر فرمایا "ہم نے اپنی یہ غزل اپنے (باقی اگلے صفحہ پر)

طلبگار اُس کے کیا نظروں میں لائیں دین و دنیا کو
فدا ہے دونوں عالم کا جمال اُس گُل کے جوبن پر

تجھے ناصح غرض کیا ہاتھ میرے پیرہن میرا
کسی کا زور چلتا ہے ہمارے جیب و دامن پر

کدھر ہے تو ادھر آ دیکھ تاثیر فغاں لیلیٰ
جرس بھی وجد کرتا ہے ترے مجنوں کے شیون پر

مشامِ جاں میں بوئے درد و غم لازم ہے اے غافل
قبائے عشق سے زیبا کوئی جامہ نہیں تن پر

جو اہلِ ضبط ہیں کب قیس کی تقلید کرتے ہیں
نہیں دیوانہ پن موقوف چاک جیب و دامن پر

ہوا اللہ اکبر خیر مدفوں کوئے جاناں میں
بجا ہے خضر کو بھی رشک کرنا ایسے مدفن پر

خط کا جواب لایا نہیں نامہ بر ہنوز
پایا نہیں ہے کوچۂ دلبر مگر ہنوز

اللہ رے سادگی تیری اے دشمنوں کے دوست
اعدا کی دشمنی سے بھی ہے بے خبر ہنوز

کعبہ میں جا کے شیخ سے بیعت بھی کی و لے
جاتا نہیں خیالِ بتِ سیم بر ہنوز

اعدا سے پوچھتے ہیں کہ کیا خیر مر گیا
گویا ہیں میرے قتل سے وہ بے خبر ہنوز

جنبشِ تیغِ نگہ سے تری حاصل قاتل[ا]
تیغ ابرو ہی ہمیں کر گئی بسمل قاتل

زُلف چہرے سے اُٹھا اے مہِ کامل قاتل
مرتے دم تو ہو نظارا ترا حاصل قاتل

نہیں آتا کبھی بھولے سے بھی الفت کا خیال
سخت پتھر سے زیادہ ہے ترا دل قاتل

نہ وہ خوبی ہے، نہ مستی ہے، نہ وہ عشوہ گری
کیا تری چشم سے نرگس ہو مقابل قاتل

بوئے گُل بے مزہ و نالۂ بلبل بے جا
ترا گلشن میں بھلا خاک لگے دل قاتل

دم بدم جوشِ جنوں اور ترقی پر ہے
رنگ لائی ہے عجب قیدِ سلاسل قاتل

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

حضرت والا صاحب کے سامنے پڑھی اس وقت مولانا حبیب الرحمٰن اور مولانا حاجی امداد اللہ بھی موجود تھے، حاجی صاحب کو ہماری غزل بہت پسند آئی اور اس شعر کو سن کر اُن پر وجد کی کیفیت طاری ہو گئی۔ [ا] یہ غزل آپ نے اپنے ماموں صاحب کے کہنے سے لکھی ہے۔ اور اس کا بیان اس کتاب کے صفحہ ۱۶۴ پر گزر چکا ہے۔ آپ کی عمر اس وقت سترہ سال کی تھی۔

کیوں نہ ہو گور مری غیرتِ فردوسِ بریں
میرا اے خیؔر ہے اک حور شمائل قاتل

کیوں نہ سر کاٹ لیں خود خنجرِ خونریز سے ہم — عشق رکھتے ہیں کسی کی مژۂ تیز سے ہم
کوئی میخانہ میں ہم سا بھی تنک ظرف نہیں — مست بن جاتے ہیں اک ساغرِ لبریز سے ہم
رسم اُس ظلم کی اِس عہد میں پھر تازہ ہوئی — ورنہ واقف نہ تھے کچھ فتنۂ چنگیز سے ہم
خیؔر فرقت میں ہم اب عمر بسر کرتے ہیں
غمِ الفت کی دوا کرتے ہیں پرہیز سے ہم

ہمارے گُل میں سوا بو کے کوئی رنگ نہیں — غزال چین ہے وہ شاہد فرنگ نہیں
تمہارے روئے منوّر کے سامنے اے دوست — ذرا بھی چاند کے چہرے پہ آب و رنگ نہیں
ہے عرش و فرش سب آئینہ دارِ پرتوِ یار — فروغ عکس سے وہ کون ہے جو دنگ نہیں
ہے تیرے جلوے سے آئینہ خانہ کون و مکاں — وہ کون ہے ترا منہ دیکھ کر جو دنگ نہیں
مقابل اُس قد و عارض کے ہو نہیں سکتے — ہے سرو لنگ و رخِ گل پر آب و رنگ نہیں
عجب نہیں ہے جو بعضے جماد کو ادراک — ہو آدمی کی طرح گو یہ رنگ ڈھنگ نہیں
جو روئے ہجر نبی میں[1] نہیں ہے چوب وہ چوب — کرے جو آپ سے باتیں وہ سنگ سنگ نہیں
یہ سب جمال ہے خیؔر اُس جمیلِ مطلق کا
چمن میں بو نہیں اور میکدے میں رنگ نہیں

شکستِ رنگ سے الفت میں ہم کو ننگ نہیں — ہے بند و بستِ محبت شکستِ رنگ نہیں
قتیلِ ابروئے خوش خم نہ کیسے عالم ہو — یہ وہ کمان ہے جو منتِ کشِ خدنگ نہیں
نئی شفقِ اُفقِ چرخِ حُسن پر ہے عیاں — کفِ نگار میں ظاہر حنا کا رنگ نہیں

---

[1] امام بخاری اور دوسرے محدثین نے اُستنِ حنّانہ کے واقعہ کو روایت کیا ہے کہ یہ ستون بلند آواز سے رویا اور پھر آپ کے تشریف لیجانے پر خاموش ہوا اور سنگ ریزوں کی تسبیح کرنی اور آپ کی رسالت کی گواہی دینے کے واقعہ کو خصائصِ کُبریٰ میں سیوطی نے ذکر کیا ہے۔

تبسم اس میں کرے فرض "قسمتِ وہمی"
وہ "جزوِ فرد" تمہارا دہان تنگ نہیں

وہ بوالہوس ہے جو دلدادہ بے قرار نہ ہو
پسندِ دل نہیں دلبر جو شوخ و شنگ نہیں

بسانِ قیس ہوں آوارہ ہم خدا نہ کرے
فضائے کوچۂ دلدار ہم کو تنگ نہیں

وہ رشکِ زہرہ نہیں ہے جو خیرؔ پہلو میں
نشاط بخش صدائے رباب و چنگ نہیں

تصورِ میکشی میں نرگسِ مے گوں کا کرتے ہیں
پیالہ عمر کا ہم اپنی ساقی آپ بھرتے ہیں

کبھی مر مر کے جیتے ہیں کبھی جی جی کے مرتے ہیں
نہ پوچھو کس طرح ایامِ فرقت کے گذرتے ہیں

ہم اپنے غنچہ ہائے زخمِ دل میں مشک بھرتے ہیں
علاجِ عشقِ زلفِ مشکبو اس طرح کرتے ہیں

کہوں کیا کشورِ الفت کی میں نیرنگیاں تجھ سے
اُسی کو دیکھ کر جیتے ہیں جس کافر پہ مرتے ہیں

انھیں عادت ہے ناصح کوئے رسوائی میں رہنے کی
ترے حرفِ ملامت سے کوئی عشاق ڈرتے ہیں

قیامت ہیں ادائیں قہر سب انداز ہیں اُن کے
دلِ عُشّاق کٹتے ہیں حسیں جس دم نکھرتے ہیں

مزا بیماریِ الفت میں صحت سے زیادہ ہے
دوا سے تیری ہم اے چارہ گر پرہیز کرتے ہیں

نشانِ منزلِ مقصود سے واقف وہی ہیں خیرؔ
طوافِ کعبۂ دل روز و شب جو لوگ کرتے ہیں

بسکہ دشوار ہے اے خیرؔ سلوکِ رہِ عشق
پہلی منزل میں یہاں سر کو قلم کرتے ہیں

٭ ٭ ٭

ربط ہم شاہد و ساقی سے سدا رکھتے ہیں
پیر ہو کر بھی جوانی کا نشہ رکھتے ہیں

کعبہ و دیر سے کیا کام بھلا رکھتے ہیں
اہلِ دل مذہب و آئین جُدا رکھتے ہیں

دمِ عیسیٰ جو لبِ روح فزا رکھتے ہیں
افعیِ زلف بھی اعجازِ عصا رکھتے ہیں

تری پیماں شکنی تجھ کو سُنا رکھتے ہیں
"سہو کو تیرے تجھے یاد دلا رکھتے ہیں"

دل کے لینے میں جو کچھ عہد کئے تھے ہم سے
سہو کو تیرے تجھے یاد دلا رکھتے ہیں

دیکھیے عالمِ دیوانگیِ عشق کی سیر
ہم پریزادوں سے اُمیدِ وفا رکھتے ہیں

قیس و فرہاد کو کہتے ہیں جہاں بازی گر
قدم اُس دشت میں ہم آبلہ پا رکھتے ہیں

زخمیٔ تیرِ مژہ سے کوئی پوچھے ناصح | کس طرح کا لبِ سوفار مزا رکھتے ہیں
کشتۂ تیغِ محبّت کو ہو صد گونہ نوید | عجب انوارِ مزارِ شہدا رکھتے ہیں
مۓ دیدار نے ساقی ہمیں بے ہوش کیا | جلوۂ طور کا آنکھوں میں نشا رکھتے ہیں
رخِ دل قبلۂ ابرو کی طرف رہتا ہے | دل نہیں رکھتے ہیں، ہم قبلہ نما رکھتے ہیں
دیکھ کرائے شہِ خوباں یہ نزاکت تیری | گل و نسرین و سمن ذوقِ ثنا رکھتے ہیں
مرحبا وردِ زبانِ دہنِ سوسن ہے | لبِ گل زمزمۂ صلِّ علیٰ رکھتے ہیں

پاسِ ناموسِ محبّت ہے فقط خیرؔ ہمیں
ورنہ ہم چشمِ تر و آہِ رسا رکھتے ہیں

جب کہتے ہیں وہ مجھ سے کہ ہو اضطراب میں | کیا اضطراب ہوتا ہے فکرِ جواب میں
روشن فروغِ جلوۂ مے سے دلوں کو کر | ساقی شراب بھر قدحِ آفتاب میں
کہتا ہے روز ابر میں مجھ سے وہ مہروش | بے پردگی سے لطف فزوں ہے حجاب میں
کس منہ سے تیرے منہ کے مقابل کہیں اُسے | اِک ذرہ تیرا حُسن نہیں آفتاب میں
کرتے ہیں یاد ہم تجھے رہ رہ کے ماہرو | اللہ رے اضطراب شبِ ماہتاب میں
ساقی ہے ماہتاب و قدح آفتاب ہے | لو نیّرین جمع ہیں بزمِ شراب میں
بُت ہو، خدا نہیں ہو، خدا سے ذرا ڈرو | کیسی جفائیں کرتے ہو ہم پر عتاب میں

اللہ رے بختِ خفتۂ خیرؔ ایک عمر میں
اعدا کے ساتھ رات کو آئے وہ خواب میں

رکھے نہ عمر بھر کبھی اندر چمن کے پاؤں | بلبل جو دیکھ پائے میرے گلبدن کے پاؤں
ہوتے ہیں لاکھوں فتنۂ محشر نما بپا | آتے ہیں جب خرام میں نازک بدن کے پاؤں
اِس برخیالِ ہمسریٔ "رشکِ سرو" ہو | رخ ہے نہ ہاتھ اور نہ سروِ چمن کے پاؤں
رنجِ جہاں سے کر دیا آزاد ہے کے دل | کیوں کر پڑوں نہ دلبرِ ناوک فگن کے پاؤں
دیکھا ہے کیا ترے قدِ رعنا کو سرو قد | رکھتی نہیں ہے قمری جو اندر چمن کے پاؤں
خوابیدہ بخت کا نہ رہے پھر گلہ مجھے | گر خواب میں بھی چوم لوں اُس سیم تن کے پاؤں

ہاتھ آتے ہیں مجھے جو مضامین بلند یوں
کیا عرش پر ہیں میرے سمندِ سخن کے پاؤں

ہے آرزوئے خیر کہ سر پر رہیں مُدام
"شاہِ سعید"[1] قبلۂ اہلِ زمن کے پاؤں

خوشبو کہیں زیادہ ہے عنبر سے خال میں
کی شاعروں نے کیسی خطا اس مثال میں

رہتا ہے غرق زلفِ سیہ کے خیال میں
میں تیرہ بخت ہائے پڑا کس وبال میں

ہے روز بھی مرا شبِ تاریک سے سیاہ
ہوں جب سے محو زلفِ سیہ کے خیال میں

شبنم نہیں ہے عارضِ گل رو کو دیکھ کر
ڈوبے ہوئے ہیں گل عرقِ انفعال میں

میں اور نقدِ جاں نہ کروں نذر یار کی
پر مجھ کو اتنا ہوش کہاں تھا وصال میں

دل پس گیا کسی کا، کوئی زندہ ہو گیا
برپا ہے شورِ حشر صنم تیری چال میں

اُلفت اگر نہیں کسی مہ کی اُسے تو کیوں
کاہیدگی ہے صاف نمایاں ہلال میں

آخر کسی طرح تو شبِ وصل کچھ بڑھے
ذکرِ شبِ فراق کریں گے وصال میں

دامن نہ چھوڑ خیر "عمر"[2] کا کبھی کہ وہ
خورشیدِ نیمروز ہے چرخِ کمال میں

خلق پامال صنم کب تری ٹھوکر میں نہیں
یہ قیامت کبھی ہنگامۂ محشر میں نہیں

خونِ دل اپنا شب و روز پیا کرتا ہوں
بادۂ غم کے سوا کچھ مرے ساغر میں نہیں

رونق افروز ہے وہ خانۂ دل میں ہر دم
کونسا وقت ہے جو یار مرے گھر میں نہیں

خضر کی راہنمائی میں نہیں شک لیکن!
کیا کریں آبِ بقا بختِ سکندر میں نہیں

بوالہوس وادیٔ اُلفت میں نہ آرام کو ڈھونڈ
لشکرِ غم کے سوا عشق کے کشور میں نہیں

بادۂ غم ہی سے سرشار ہوں بیخود ہوں میں
نہ سہی گرمیٔ عشرت مرے ساغر میں نہیں

صندلی رنگوں سے کیوں گاڑھی چھنا کرتی ہے
دردِ اُلفت اگر اے خیر ترے سر میں نہیں

---

[1] شاہ سعید سے مراد آپ کے جدامجد حضرت شاہ احمد سعید قدس سرہ ہیں۔

[2] عمر سے مراد آپ کے والد بزرگوار حضرت شاہ محمد عمر قدس سرہ ہیں۔

جب تک تجھے نہ دیکھے سُرورِ نظر نہ ہو
اے نورِ چشم آنکھ میں نورِ نظر نہ ہو

جس کو طلسم بند کرے حُسنِ روئے دوست
کھولے وہ آنکھ کبھی تو ظہورِ نظر نہ ہو

ہو چشم کھولتے ہی بصیرت کی آنکھ بند
جب تک حضورِ دل ہو حضورِ نظر نہ ہو

جس پر نگاہ اپنی پڑے، ہے وہ منتخب
اپنی نظر نہ ہو جو غرورِ نظر نہ ہو

سیرِ قدم[1] کا ذکر نہیں کوئے یار میں
یہ وہ گلی ہے جس میں عبورِ نظر نہ ہو

ہیں چشم و دل تصورِ جاناں سے بہرہ مند
پیشِ نظر نہیں جو وہ نورِ نظر نہ ہو

محروم ہم جو دولتِ دیدار سے رہے
اے خیرؔ باعث اس کا قصورِ نظر نہ ہو

گنجینۂ مُراد سے دل بہرہ ور نہ ہو
جب تک نیازِ شام و دعائے سحر نہ ہو

پیرِ مغاں کی چشمِ عنایت اگر نہ ہو
مقبول کچھ دعا و نیازِ سحر نہ ہو

جب تک وہ آفتاب یہاں جلوہ گر رہے
روشن ہماری بزم میں شمعِ سحر نہ ہو

دل سے پسند ہے مجھے زلفِ درازِ یار
وہ شام چاہیئے مجھے جس کی سحر نہ ہو

جب تک نہاں ہے یار نمایاں ہو آفتاب
اُلٹے نقاب وہ تو ظہورِ سحر نہ ہو

بیت الحزن میں آ نہ سکے بوئے پیرہن
ہم پر جو مہرباں نسیمِ سحر نہ ہو

پیرِ مغاں کے قول پر اے خیرؔ کر عمل
غافل صبوح[2] سے کبھی وقتِ سحر نہ ہو

چشمِ بیمار کا اے دل کبھی بیمار نہ ہو
حلقۂ چشم میں زنہار گرفتار نہ ہو

دیکھ اے خیرؔ کبھی طالبِ دیدار نہ ہو
مثلِ نرگس کہیں تجھ کو بھی کچھ آزار نہ ہو

اے جنوں دشت نوردی کے نہیں ہم قائل
خون میں آلودہ اگر دامنِ کہسار نہ ہو

بے طرح دل جو تیرا آج ہے بیکل اے خیرؔ
کہیں سینہ میں تیرے تیر کا سُوفار نہ ہو

---

[1] سلوک نقشبندیہ مجددیہ میں دائرۂ حقیقتِ صلوٰۃ کے آخیر تک کے عروج کو سیرِ قدمی اور اس کے بعد کے عروج کو سیرِ نظری کہتے ہیں۔ [2] غافل صبوح سے یعنی عبادتِ نیم شبی و ذکرِ شریفِ سحر سے۔

یہاں تک آتشِ غم نے جلایا ہے مرے تن کو ۔۔۔ کہ اک عالم گماں کرتا ہے گلخن میرے مدفن کو

صفِ مژگاں نے ایسی زخم کاری کی کہ اے ہمدم ۔۔۔ لبِ ترِ زخم دیتے ہیں دعا اُس ناوک افگن کو

کھلیں باغِ جہاں میں یہ شگوفے ظلم کے ہر دم ۔۔۔ خدا سرسبز رکھے اے ستمگر تیرے گلشن کو

یہ قد بوٹا سا اور یہ نیم خواب آنکھیں کہاں اس میں ۔۔۔ بہارِ باغ کیا پہنچے گی اے گل تیرے جوبن کو

عبث مصروفِ فکرِ بخیہ سب احباب ہوتے ہیں ۔۔۔ بھلا دستِ جنوں کب چھوڑتا ہے میرے دامن کو

قبا ہوگا نہ جامہ پاکدامنوں کی عفت کا ۔۔۔ زلیخا چاک کرتی ہے عبث یوسف کے دامن کو

غزل وصفِ دُرِ دنداں میں اب منظوم کرتا ہوں ۔۔۔ ملا تا خاک میں ہوں خیرؔ میں ہیرے کے معدن کو

تعجب کیا جو اُس کو کھینچ لائے جذبِ دل میرا ۔۔۔ کہ مقناطیس جذب اپنی طرف کرتا ہے آہن کو

جو روشن طبع ہیں کیا اُن کو ڈر ہے تیرہ طبعوں سے ۔۔۔ مکدر کر نہیں سکتی ہے شب خورشیدِ روشن کو

مضامینِ رخِ پُر نور کا ہر دم تفکر ہے
منور کر رہا ہوں خیرؔ اپنی طبعِ روشن کو

تھیں جو یوں مصروفِ شغلِ لالہ کاری رات کو ۔۔۔ منتظر کس گُل کی تھیں آنکھیں ہماری رات کو

ہوتی ہے دن سے فزوں تر بے قراری رات کو ۔۔۔ اس لئے کرتے ہیں عاشق آہ و زاری رات کو

تیری فرقت میں مرا ہے شغل اے آرامِ جاں ۔۔۔ دم شماری دن کو اور اختر شماری رات کو

اور تاریکی شبِ یلدا کی افزوں ہو گئی ۔۔۔ یاد آئیں جب مجھے زلفیں تمہاری رات کو

مرتے مرتے آرزوئے مرگ سے میں بچ گیا ۔۔۔ لو خیالِ مرگ نے کی غم گُساری رات کو

جلوہ گر شب کو ہوا کرتا ہے اک خورشید رو ۔۔۔ روزِ روشن چاہیئے کہنا ہماری رات کو

ایک وہ دن تھے کہ اپنا مشغلہ تھا ہم نفس ۔۔۔ دن کو سیرِ باغ و گل اور بادہ خواری رات کو

یا یہ چرخِ دوں نے دن پھیرے کہ اپنا کام اب ۔۔۔ ق ۔۔۔ اشک باری دن کو ہے اور آہ و زاری رات کو

یار کی صورت سمائی تھی دلِ دیوانہ میں
خیرؔ شیشے میں پری ہم نے اُتاری رات کو

تو نے برگشتہ یار جب کی آنکھ ۔۔۔ پھر گئی ہائے ہم سے سب کی آنکھ

اِک نظر میں بھُلا دیا سب کو ۔۔۔ قہر کی ہے نگہ غضب کی آنکھ

میں کہاں اور خیالِ وصل کہاں — تو نے برگشتہ بے سبب کی آنکھ
دلربائی میں دونوں کامل ہیں — چشمِ الطاف اور غضب کی آنکھ
سچ بتا مجھ کو اے میرے طالع — تو نے برگشتہ مجھ سے کب کی آنکھ
خانۂ چشم میں تو آ میرے — اس تمنا میں وا ہے کب کی آنکھ
او مسیحا نہ لی خبر تو نے — مند گئی تیرے جاں بلب کی آنکھ
نورِ حق سے نہ چشمِ روشن کی — بے بصارت تھی بولہب کی آنکھ

کحلِ مازاغ سے مکحل تھی
خیرؔ اُس نیرِ عرب کی آنکھ

ہر کہ و مہ سے کج ادائی ہے — ختم اُس بُت پہ بے وفائی ہے
دانۂ خالِ رُخ ہے مدِ نظر — طائرِ دل کی شامت آئی ہے
یادِ گل میں ہے جوئے خوں جاری — چشمِ خونبار رنگ لائی ہے
نگہِ مست میں وہ بات نہیں — آنکھ دشمن سے کیا لڑائی ہے
طولِ شب ہائے غم میں ہے راحت — زلفِ شبرنگ جب سے بھائی ہے
رونق افزائے باغ ہے گل رو — گل و بلبل کی اَب بن آئی ہے
دل لگی کے گذر چکے ایّام — جان پر اب تو نوبت آئی ہے
حُسن نے ملکِ دل کیا تاراج — حضرتِ عشق کی دُھائی ہے

مدد اے جذبِ عشقِ احمدؐ پاک
خیرؔ کو شوقِ جبہ سائی ہے

جب وہ آنکھوں سے نہاں ہوتا ہے — دل کو میرے خفقان ہوتا ہے
جلوہ گر یار کہاں ہوتا ہے — دل میں لیکن کبھی ہاں ہوتا ہے
پردۂ چشم سے چھپ کے وہ شوخ — دلِ عاشق میں عیاں ہوتا ہے
روئے انور پہ نمو ہے خط کا — ابر میں ماہ نہاں ہوتا ہے
نہ سنوارو نہ سنوارو زلفیں — مضطرب طائرِ جاں ہوتا ہے

نہ چل اے فتنہ گر اس ٹھاٹھ سے تو   دیکھ پامال جہاں ہوتا ہے
صرف جاں پر نہیں ظلمِ الفت   دل بھی بیتاب و تواں ہوتا ہے
شوقِ دیدار ہے کیا نزع میں بھی؟   دم جو آنکھوں سے رواں ہوتا ہے
خیرؔ کا حال تری فرقت میں !   کیا کہوں کیا مری جاں ہوتا ہے
سینہ میں ہوتے ہیں ٹکڑے دل کے   دیدہ خونابہ فشاں ہوتا ہے

خیرؔ پی لے مئے مرد افگنِ عشق
پیر بھی اس سے جواں ہوتا ہے

جو عشق ترا اے مہِ کامل نہیں رکھتے   افسوس کسی کام کا وہ دل نہیں رکھتے
تاروں کا تو کیا ذکر مہ و مہر بھی اے دوست   کچھ نور ترے رخ کے مقابل نہیں رکھتے
ہو سر میں ہمارے ترا سودائے محبت   کچھ اس کے سوا آرزوئے دل نہیں رکھتے
کیا منہ ہے جو ہم نغمہ سرائے ارنی ہوں   آنکھیں ترے دیدار کے قابل نہیں رکھتے
دیوانہ ہیں ہم حسنِ خداداد کے غافل   پابستگی ناقہ و محمل نہیں رکھتے

اے خیرؔ ہیں ہم کشتۂ شمشیرِ تغافل
دل میں ہوسِ خنجرِ قاتل نہیں رکھتے

لے لیتے ہو دل کو دوست بن کے   استاد ہو تم بھی اپنے فن کے
کیا لیکے کریں وہ گل چمن کے   عاشق ہوں جو بوئے پیرہن کے
بے وصل و فراق زندگی کیا   یہ ہیں گل و خار اس چمن کے
گھبراتے نہیں وہ قیدِ غم سے   قیدی ہیں جو زلفِ پرشکن کے
میں ہی نہیں پائمالِ رفتار   ہیں کبک بھی کشتہ اس چلن کے
یہ کون ہوا ہے جلوہ فرما   ہوش اڑ گئے شیخ و برہمن کے
کیا عشق میں شکوہ رنج و غم کا   یہ پھول ہیں اے دل اس چمن کے

مدت سے خراب ہو سفر میں
اے خیرؔ چلو طرف وطن کے

کرو آرام کوئی دم ذرا سی رات باقی ہے
بہت تھوڑی سی فرصت قبلۂ حاجات باقی ہے

دہانِ یار نا پیدا ہے لیکن بات باقی ہے
ہنوز اس نفی میں کچھ شمۂ اثبات باقی ہے

نہ دورِ چرخ دائم ہے نہ دن، نے رات باقی ہے
غرض فانی ہے سب کچھ اک خدا کی ذات باقی ہے

گئے وہ دن کہ شوقِ وصل و بیمِ ہجر تھا دل میں
فقط سینہ میں اب تو حسرتِ مافات باقی ہے

کرے گا عشق، نذرِ حسن اجزائے جگر اک دن
جواہر پارۂ دل کی ابھی سوغات باقی ہے

ملے گا ور طلسمِ حسنِ رُخ کا ملکِ کاکل میں
ابھی اے خیر سیرِ کشورِ ظلمات باقی ہے

نہ ہو وہ گل تو اسبابِ طرب بے کار ہوتا ہے
بہار آنکھوں میں ہوتی ہے خزاں، گل خار ہوتا ہے

"فراقِ یار میں دل عیش سے بیزار ہوتا ہے"
خیالِ ساقی و مطرب بھی دل پر بار ہوتا ہے

کلیجہ منہ کو آتا ہے مے و ساقی کی صورت سے
فراقِ یار میں دل عیش سے بیزار ہوتا ہے

یہی اے دشمنِ اہلِ وفا شرطِ محبت تھی
عداوت دوستوں سے دشمنوں سے پیار ہوتا ہے

تری آنکھوں کی الفت میں بسانِ آہو و نرگس
کوئی دیوانہ ہوتا ہے، کوئی بیمار ہوتا ہے

کسی کو عشقِ کاکل ہے، کسی کو الفتِ رخ ہے
کوئی ہوتا ہے کافر اور کوئی دیندار ہوتا ہے

یہ سب نیرنگیاں ہیں ایک تارِ موئے کاکل کی
حرم میں خیر سبحہ دیر میں زنار ہوتا ہے

میرے بھی دردِ دل کی دوا اے خدا ملے
وہ کوچہ جس کا نام ہے دار الشفا ملے

رستہ میں سنگِ راہ نہیں، نقشِ پا نہیں
کیا کاروانِ عمر کا ہم کو پتا ملے

بوئے وفا جہان میں کافور ہو گئی
جتنے ہمیں حسین ملے بے وفا ملے

بحرِ محیطِ اشک کا پوچھوں میں جزر و مد
دریائے عشق کا جو کوئی آشنا ملے

"دور" شراب میں ہے تسلسل" مجھے پسند
پیہم قدح شراب کا اے ساقیا ملے

مجھ رند کو ہو بیعتِ دستِ سبو نصیب
زنجیرِ موجِ مے سے مرا سلسلا ملے

لازم ہے کعبہ میں حجر الاسود اے صنم
خالِ سیہ کو چاہیئے چہرہ پہ جا ملے

فردوس جلوہ گر ہو اگر بیٹھ جایئے
چلیئے تو شورِ حشر سے آوازِ پا ملے

ہے خیرؔ فرق ظاہر و باطن میں بدنما
رنگِ بدن سے چاہیئے رنگِ قبا ملے

ہر شخص کی مرادِ دل اے مصطفیٰؐ ملے — زاہد کو کعبہ ہم کو ترا نقشِ پا ملے
ظلِّ ہمائے اوجِ سعادت میں جا ملے — گر ہم کو سایۂ درِ دولت سرا ملے
کچھ تاج سلطنت کی نہیں آرزو مجھے — مجھ کو شراک آپ کی نعلین کا ملے
ہیں آپؐ ماہتاب، ستارے ہیں انبیاء — تاروں میں شکل ماہ کی کیوں کر بھلا ملے
خورشیدِ حشر سے نہیں جھپکے گی اس کی آنکھ — محشر میں جس کو دامنِ اہلِ عبا ملے
لوحِ دل اُس کا نقشِ دو عالم سے پاک ہو — جس کو طریق "خواجہؒ مشکل کشاؒ" ملے
جامِ جہاں نما ہوں مرے دیدۂ پُر آب — گر کچھ غبارِ رہ گزرِ مصطفیٰؐ ملے
اے بادشاہ لطف و کرم عینِ عدل ہے — اس بندۂ گریختہ کو جو سزا ملے
وہ ہیں گناہ میرے کہ دوزخ کو عار آئے — مجھ سے سیاہ کار کو گر اس میں جا ملے
ہاں آپ کی شفاعتِ عظمیٰ سے یا نبیؐ! — امید ہے کہ حکم مجھے خلد کا ملے

مل جائے خیرؔ دولت دنیا و دیں مجھے
مدفن کو گر بقیع میں تھوڑی سی جا ملے

جس کوچہ کا نہ خضر کو بھی راستہ ملے — اے خیرؔ اُس گلی کا تجھے کیا پتا ملے
ہو وصلِ یار ورنہ بلا سے وصال ہو — ملتا نہیں وہ کوچہ تو راہِ فنا ملے
ملتا ہے کس کو کعبۂ دل کے حرم میں بار — یہ قصر باغ خلد نہیں جو کھُلا ملے
روحی فداک ساقی میخانۂ الست — مجھ کو بھی جام بادۂ منصور کا ملے
وہ جام جس کے مست شہِ نقشبند ہیں — وہ جام جس سے راہِ فنا و بقا ملے
وہ جام جس کی بُو سے اُڑیں قدسیوں کے ہوش — وہ جام سلسبیل میں جس کا مزا ملے
وہ جام جس سے لالہ و گل میں ہے رنگ و بو — وہ جام نیرین کو جس سے ضیا ملے
وہ جام جس سے خاتمہ بالخیر ہو نصیب — وہ جام جس کی بادہ کشی سے خدا ملے

ہمت نہ ہار خیرؔ طریقِ تلاش میں

کوشش ضرور ہے نہ ملے یار یا ملے

نہ سمجھے جو حقیقت کچھ وفا کی
جفا سے اُس کی کوئی کیا ہو شاکی

بڑی اے خیرؔ یہ تم نے خطا کی
متاعِ جاں جو نذرِ بے وفا کی

قدمبوسی کرے اُس گلبدن کی
یہ قسمت دیکھنا برگِ حنا کی

ہزاروں جیتے ہیں مرتے ہیں لاکھوں
قیامت چال ہے اس دلربا کی

گریباں سحر ہو چاک جلدی
شبِ غم ہے الٰہی کس بلا کی

نہ آیا اُس بتِ بے درد کو رحم
جبیں چوکھٹ پہ اک مدت گھسا کی

نہیں اب نازنیں دنیا میں تجھ سا
قسم ہے مجھ کو نازِ دلربا کی

ملی ہے سایۂ دیوار میں جا
تمنّا اب نہیں ظلِّ ہُما کی

شگفتہ غنچہ ہائے دل ہوں جس سے
نہیں نکہت مگر زلفِ دوتا کی

بہ تبدیلِ قوافی لکھ غزل خیرؔ
دکھا جو دت ہمیں طبعِ رسا کی

کہاں طاقت ہے مشتاقو! زباں کی
کرے تعریف شاہِ دوجہاں کی

نظر میں گل مثالِ خار کھٹکا!
جو لے اُس گل کے سیرِ گلستاں کی

درِ گلشن نہ کھولے فصلِ گل میں
یہ بے رحمی بڑی ہے باغباں کی

نگاہِ نرگسِ مخمور بس ہے
نہیں حاجت شرابِ ارغواں کی

لیا غم مول نقدِ دل کو کھو کر
خبر ہم کو نہیں سود و زیاں کی

عدو رُک جائیں شاید روکنے سے
کریں گے منّتیں اب پاسباں کی

نہیں اب بار اُس محفل میں ہم کو
خرابی ہے یہ چشمِ خونفشاں کی

جبیں سائی کرا اے خیرؔ گنہگار
شفیع المذنبیں ﷺ کے آستاں کی

اُس شعلہ رُو کو سوزِ دروں کی خبر تو ہے
کچھ آہِ آتشیں میں ہماری اثر تو ہے

دیتا نہیں ہے جام جو ساقی تو غم نہ کھا
اے دل شراب گر نہیں خونِ جگر تو ہے

کیوں جوشِ اضطراب ہے، کیوں فرطِ یاس ہے / اے جانِ مضطرب شبِ غم کی سحر تو ہے
آنکھیں بھی تر ہیں، رنگ بھی ہے زرد لب بھی خشک / چہرے پہ میرے عشق کا ظاہر اثر تو ہے
اتنا بھی جوش، خیر جنوں کا ہے مغتنم
طوفانِ گریہ در پئے دیوار و در تو ہے

گھبراتا ہے ظلموں سے مرا دل کئی دن سے / ہوں اک نگہ لطف کا سائل کئی دن سے
سیراب اسے کونسا جانباز کرے گا / ہے تشنۂ خوں خنجرِ قاتل کئی دن سے
پھر سلسلۂ زلف نے دیوانہ بنایا / پھر بھانے لگی قیدِ سلاسل کئی دن سے
ہے جور میں راحت مجھے اب مہر سے زائد / ہوں چشمِ غضب کا متحمل کئی دن سے
کس مہرِ منوّر کا تصوّر ہے شب و روز / ناقص ہے نظر میں مہ کامل کئی دن سے
پھر بلبلِ بیتاب کی مانند ہوں نالاں / اک گل پہ طبیعت ہوئی مائل کئی دن سے
تو بھی تو ذرا باغ میں ہو خیر غزل خواں
ہیں زمزمہ پرداز عنادل کئی دن سے

روزنِ گور سے اُس بُت کا نظارا ہو جائے / کاش تربت پہ مری وہ ستم آرا ہو جائے
اے مہ لو ابھی بسمل ہو جہاں دم بھر میں / تیغِ ابرو کا اگر تیری اشارا ہو جائے
سیرِ گلشن کو نہ لے جاؤ مجھے ہم نفسو! / خوف ہے پھر کہیں وحشت نہ دوبارا ہو جائے
ہے عبث چشمِ غضب ہم کو دکھانا ظالم / نگہ لطف میں جب کام ہمارا ہو جائے
غیرتِ خلد ہو یہ کلبۂ احزان میرا / میرے گھر میں جو کبھی وہ چمن آرا ہو جائے
وہ مسیحا تو عیادت کو نہیں آتا خیر
شربتِ مرگ بس اب تم کو گوارا ہو جائے

کیوں کر سمندِ فکر نہ میرا وہاں تھکے / جس جا صفت میں روحِ امیں کی زباں تھکے
راہِ طلب میں تیری بہت کارواں تھکے / پر تیری جستجو میں نہ ہم خستہ جاں تھکے
کچھ تو کہو ہے منزلِ مقصود کتنی دُور / اے رہروانِ ملکِ عدم تم کہاں تھکے
کیا عندلیبِ فکر وہاں ہوئے نغمہ سنج / مدحت میں جس کی بلبلِ باغِ جناں تھکے

یہ آرزو ہے نام خدا ہو زباں پہ خیر[1]
جس وقت میرا توسنِ عمر رواں تھکے

پامال مجھے کر گئی رفتار کسی کی !	دم بند مرا کر گئی گفتار کسی کی
کیوں فتنۂ خوابیدہ محشر کو جگائیں	کیوں یاد کریں شوخیٔ رفتار کسی کی
کیوں گوشِ گل و دیدۂ نرگس ہیں کشادہ	گر راہ نہیں دیکھتا گلزار کسی کی
تاثیر سبھی بات میں غمخوار کی لیکن	سُنتا نہیں ہرگز وہ دل آزار کسی کی
اغیار ہوئے سوختۂ آتشِ فرقت	ہے کچھ تو رسا آہ شرر بار کسی کی

اچھی نہیں گر میری غزل خیر نہ ہوئے
تحسین کا میں طالب نہیں زنہار کسی کی

اب تو اے مرگ آ کسی تدبیر سے	ناک میں دم ہے تری تاخیر سے
لائیں جاناں کو کسی تدبیر سے	چارہ گر بیٹھے ہیں کیوں دلگیر سے
جانتے ہیں قتل کو ہم زندگی	عشق ہے ہم کو دمِ شمشیر سے
حرفِ قسمت مٹ نہیں سکتا کبھی	فائدہ کیا شکوۂ تقدیر سے
غیر کے جلنے سے وہ محزوں ہوا	منفعل ہوں آہ کی تاثیر سے
ایک عالم کشتۂ انداز ہے	ہو گئے نخچیر سب اُس تیر سے
سب کو سودا زلفِ مشکیں کا ہوا	اِک جہاں ہے قید اُس زنجیر سے
تجھ کو اے بت غنچہ لب حق نے کیا	پھول جھڑتے ہیں تری تقریر سے
عمر بھر میں اِک اثر اُس نے کیا	جل گیا میں آہ بے تاثیر سے

کعبۂ مقصود جا پہنچے گا خیر
گر تجھے ہو گی عقیدت پیر سے

---

[1] اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی۔ سات دن علیل رہے۔ دنیوی ذکر کا نام تک نہ تھا اور ہمہ وقت ذکر شریف میں مشغول رہے۔ قدس اللہ سرہ الاقدس۔

ہے خجل گلشن بہارِ عارضِ شاداب سے — منفعل ہے مہ فروغِ روئے عالمتاب سے
چاند سی صورت کسی کی یاد آتی ہے مجھے — اور وحشت بڑھ گئی سیرِ شبِ مہتاب سے
دام ایسا دلربا اور مرغِ دل ایسا حریص — چھُٹ چکا اب میں کمندِ گیسوئے پُرتاب سے
ہے بسانِ مرغِ بسمل کنجِ مرقد میں تپاں — آ گیا ہوں تنگ میں اپنے دلِ بیتاب سے
بل بے جوشِ اشک گردن تک ہوا ہوں غرقِ آب — طوق گردن میں پڑا ہے حلقۂ گرداب سے

دے مئے عرفاں بحقِ شاہِ کوثر اے خدا
خیر کو سرشار کر دے اس شرابِ ناب سے

دل کھول کے کیا کوچۂ محبوب میں رو آئے — ہم آبروئے عشق کو اے خیر ڈبو آئے
کیا کیا تپِ فرقت نے جلایا مرے تن کو — پر تم نے نہ پوچھا نہ کبھی دیکھنے کو آئے
ہوتا نہیں محسوس کبھی نورِ مجرد — کس طرح نظر مجھ کو ترا حسن نکو آئے
سمجھے چمنِ دہر کو بازیچۂ اطفال — اُس گل کی مشامِ دلِ بلبل میں جو بو آئے
بے بادہ دل افسردہ ہیں مدت سے مے آشام — کیا دیر ہے ساقی سے کہو جام و سبو آئے

کیا کر سکے رفتار کی طاقت نہیں ورنہ
ہونے کو تصدق ترے سرو لبِ جو آئے

خمسہ بر غزل خواجہ آتش لکھنوی

آیا ہے جب سے باغ میں موسم بہار کا — ہے سر کو شوق سنگ کا، دامن کو خار کا
وحشت میں کیوں نہ قصد کروں کوہسار کا — سودا ہوا ہے مرغِ جنوں کے شکار کا
پھندہ بنا رہا ہوں گریباں کے تار کا

شکرِ خدا کہ عشقِ نبی کا اسیر ہوں — خاکِ رہِ جنابِ بشیر و نذیر ہوں
کیونکر نہ اب میں رشکِ امیر و وزیر ہوں — اُس بادشاہِ حسن کے در کا فقیر ہوں
ظلِ ہما سواد ہے جس کے دیار کا

عشّاق کو محال ہے ایک لحظہ چین ہو — ہوتا نہیں ہے دردِ سر اُس کا کبھی فرو
گر زندگی میں مدِ نظر تھا رخِ نکو — بعد فنا ہے کوچۂ گیسو کی جستجو
سودا تو دیکھیو مری مشتِ غبار کا

شان و شکوہِ حُسن جہاں میں ہو جلوہ گر — اُڑ جائے رنگِ حور و پری تجھ کو دیکھ کر
دن رات پائمال رہیں عاشقوں کے سَر — چلتی رہے چھُری تری اے ترکِ صید پَر
فوّارہ چھوٹتا رہے خونِ شکار کا

کرتا نہیں پسند وہ گل صیدِ خوار کو — فترّاک یار ملتی ہے کب ہر شکار کو
جانبازِ خاص چاہیئے اُس شہسوار کو — مطلب نہیں ہے عاشقِ یوسف سے یار کو
وہ ترک آشنا نہیں زخمی شکار کا

مرتے نہیں ہیں عاشقِ حُسنِ رُخِ نکو — ملکِ عدم میں ڈھونڈھتے ہیں اپنے یار کو
لے کر چراغ ہاتھ میں پھرتے ہیں کو بکو — اُس شمع رو کی بعدِ فنا بھی ہے جستجو
ہر ذرّہ اِک چراغ اپنے غبار کا

کیوں خیر طور بد نہوں مجھ خستہ حال کے — فرقت کی راتیں آئیں، گئے دن وصال کے
قصّے سناؤں کیا تجھے رنج و ملال کے — آتش نہ پوچھ ہجر میں اِک نونہال کے
سوزِ دروں سے حال ہے کہنہ چنار کا

خمسہ بر غزل شیفتہ[1]

اظہارِ رازِ عشق کسی شخص پر نہ ہو — سوزِ جگر کی چشم کو بھی کچھ خبر نہ ہو
فریاد و آہ و نالہ نہ ہو چشم تر نہ ہو — کچھ پیچ و تابِ دل کا جبیں پر اثر نہ ہو
اتنا تو حوصلہ ہو اگر بشتر نہ ہو

---

[1] نواب مصطفٰے خاں شیفتہ و حسرتی فرزند نواب مرتضٰی خاں ابتدا میں شاہ محمد اسحاق سے بیعت
(باقی اگلے صفحہ پر)

کیونکر ہمارے لب ہوں شکایت سے آشنا — کس طرح ہم ادب نہ کریں رازِ عشق کا
ہے اس میں فائدہ یہ مسلّم مگر بھلا — ناصح جو کام ترکِ وفا سے لیا تو کیا
جو بات عیب کی ہو وہ ہرگز ہنر نہ ہو

کھینچیں جو کوئی آہِ رسا اضطراب میں — سنبل سے سنبلہ ہو سوا پیچ و تاب میں
رخنہ ہو آسماں میں شگاف آفتاب میں — ہم وہ نہیں کہ اس کو بھی رکھیں حساب میں
جس آہ کا کہ چرخِ نہم تک گذر نہ ہو

دیکھو تو کس بہار سے روتی ہے چشمِ تر — اجزائے دل کے نخلِ مژہ میں لگے ثمر
اشکوں کی جا نکلتے ہیں لختِ دل و جگر — کیا بات ہے کہ تا بُنِ مژگاں ہو جلوہ گر
جس قطرۂ سرشک میں لختِ جگر نہ ہو

حُور و پری کو کرتے ہیں اہلِ جنوں پسند — کرتا ہے مہر و ماہ کو گردونِ دوں پسند
آنکھوں کو میری ہے وہ بتِ پُر فسوں پسند — کس کو کیا پسند نہ کیوں کر کروں پسند
مجھ کو نظر نہ ہو جو غرورِ نظر نہ ہو

اُس کوچہ میں جو آمد و شد متصل کرے — بدنام پھر نہ کیوں مجھے مشہورِ دل کرے
کس وجہ پاسباں سے ہم کو خجل کرے — یہ شوقِ ہرزہ تاز بہت منفعل کرے
دربانِ دوست، دوست ہمارا اگر نہ ہو

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

ہوئے۔ پھر شاہ ابوسعید و شاہ احمد سعید سے استفادۂ باطنی کیا اور آخر میں شاہ عبدالغنی سے خلافت حاصل کی۔ ۱۲۸۶ھ مطابق ۱۸۶۹ء میں ترسٹھ سال کی عمر میں وفات پائی۔ "گلِ رعنا" میں ولادت ۱۲۲۱ھ مطابق ۱۸۰۶ء میں لکھی ہے۔ "واقعاتِ دار الحکومت دہلی" میں لکھا ہے۔ درگاہ حضرت سلطان المشائخ میں اپنے جدِ امجد کے مزار کے قریب دفن ہوئے۔ ان کی سخن فہمی اور نکتہ شناسی کے متعلق مرزا غالب نے کہا ہے۔ غالب بہ فنِ شاعری ناز د بہ این ارزش کہ او ؎ ننوشت در دیوان غزل تا مصطفیٰ خاں خوش نہ کرد = حضرت سیدی الوالد قدس سرہ نے فرمایا۔ ہم نے جب یہ خمسہ کہا تو لکھ کر نواب محمد اسحاق خاں کو بھیجدیا۔ اور وہ بہت خوش ہوئے۔ رحمہ اللہ و رضی عنہ۔

کیوں دوستو بھٹکتے ہو دن رات اِدھر اُدھر　　ہیں خانقاہ وصومعہ بے نور سر بسر
گر دیکھنا ہے نورِ شب وجلوۂ سَحَر　　مے خانہ میں رہو کہ نہ دیکھو گے عمر بھر
وہ شام جس میں پرتوِ فیضِ سَحَر نہ ہو

ہے عشق کی کشش اثرِ حدِ حُسنِ یار　　ہے اُن کی دلدہی سے مجھے جوشِ اضطرار
اُٹھتا ہے درد سینہ میں آنکھیں ہیں اشکبار　　اُن کا لگاؤ اور بھی کرتا ہے بے قرار
وہاں کچھ نہ ہو تو جوش یہاں اس قدر نہ ہو

ہرگز ابھی نہ گائے مُغنّی غزل کوئی　　اور جامِ مے بھی طاق میں رکھے رہیں سبھی
گو آ گئے ہیں شیخ ابوالخیر احمدی　　ہیں آنے والے شیفتہ کچھ دوست اور بھی
مُطرب کو حکم ہو کہ ابھی نغمہ گر نہ ہو

صفحہ ٦٦٦ سطر ۱۰ سے ملحق

حضرت شاہ محمد معصوم قدس سرہ کے لاجواب تاریخی مادہ کو آپ نے نظم فرمایا ہے۔ اور وہ درج ذیل ہے۔

نورِ لمعاتِ احمدیاں　　شمع مشکاتِ نقشبنداں
بودی چو سمیِّ شاہِ فاروق　　از ظلّ تو می گریخت شیطاں
اے نورِ مجسّمِ الٰہی　　مرآت جمال ذات یزداں
نور نبوی صفائے صدیق　　عدلِ عمر و حیائے عثماں
پروانہ نمط بہ شمعِ محفل　　مردانہ سپردی جاں بجاناں
آئینۂ فکر شد مکدّر　　جمعیّت ذکر شد پریشاں
صد داغ بہ ہر دلے است مظہر　　صد زخم بہ ہر سرے نمایاں
تاریخ وصال گفت ہاتف
افسوس فتاد برج عرفاں

دورِ آخر

کلام عربی

تبارک ربّ العالمین الّذی علا   علیٰ خلقه یُحیی و یُفنی لهُ العلا

وما من إلٰهٍ فی الخلاءِ و فی الملا   سوی الله ربّی خالق السّفلِ والعلا

وما من إلٰه الخلق الّا الّذی علا   علیٰ خلقه یقضی بما شاء مُفضلا

وما من إلٰه قطّ الّا الّذی علا   علیٰ الخلق قهّاراً ممیتاً له العلاء

رقاب جمیع الخلق ذلّت لمن علا   علیٰ خلقه یقضی بما شاء ذو العلا

لقد جعل الصّغار لمن عصیٰ   وعزّاً کریماً للمطیع موصّلا

و سبحان ربّ العالمین بحمده   رضا نفسه حمداً کثیراً مکمّلا

علیٰ جدّه والله اکبر وحده   سما مجده والحمد لله اوّلا

و سبحانک اللّهمّ ربّ محمّد   و عیسیٰ و موسیٰ و الخلیل ابی الملا

سنیّ صلاة الله ثمّ سلامه   علیٰ کلّهم والصّالحین و من تلا

کما یرتضیه ربّنا و یحبّه   بملء السّماوات المقدّسة العلا

أعوذ بک اللّهمّ ممّا جنیته   وادعوک رقّاً خاضعاً متذلّلا

ومن شرّ شیطانی و نفسی و غفلتی   وادعوک رقّاً خاضعاً متذلّلا

حنانیک قل لی عند نزعی و مقبری   لک الامن عبدی من عذابی تفضّلا

ابوالخیر عبد الله عبدک وابن عبـ.....ـدک المذنب الرّاجی مع الحلل الحلا

ابوالخیر عبد الله والده عمر   هو ابن سعید نیّری افق العلا

بنوه بلال ثمّ زید و سالم   فیا ربّ بارک فیهم و متفضّلا

و فی والدیهم ثمّ فی اخواتهم   وعاف جمیعاً واعف عنهم وفضّلا

و للدّین و فقهم و للعلم والتّقیٰ   واورثهم القرآن والکتب العلا

وعندك رب اجعل لهم مقعد الرضا ‏ وحسن مآب ثم زلفى وجملا

وثبت قلوب المسلمين جميعهم ‏ على الدين واصرف عنهم السوء والبلا

وقال

يا غياثي وخير ملتحدي ‏ ليس لي من يغيث من احد

عافني رب واعف عن فندي ‏ وخطاياي نق بالبرد

طهر العبد من خطاياه ‏ ومعاصيه رب بالبرد

برضا الله عذت من سخطه ‏ فاعذني بلطفك الابد

وبعفو العفو عذت تقى ‏ من عقوباته الى الابد

وبذلك اعوذ من سخطه ‏ برضاه المعيذ للفند

ومن اسخاطه اعوذ به ‏ وعقوباته الى الابد

بمعافاته اعوذ تقى ‏ من عقوبات ماجنته يدي

ليس لي من يغيث من احد ‏ الغياث الغياث يا احد

هل مغيث سواك من احد ‏ انت غوثي وخير ملتحدي

آمن اى رب روعتي واستر ‏ عورتي يا مؤمن الحبد

سبقت رحمتي على غضبي ‏ قولك الحق ثابت السند

حسبي الله في الحيات وفي ‏ سكرات الممات واللحد

وحسابي ووزن اعمالي ‏ وقيامي لربي الاحد

وإذا ما صحيفتي نشرت ‏ وإذا ما سئلت عن لددي

وهو نعم الوكيل يكلؤني ‏ في نهاري وليلتي وغدي

وعن الدين لا تزل قدمي ‏ واقل عثرتي وخذ بيدي

وارض عني رضا بلا سخط ‏ وعن الوالدين والولد

وارحم ابنائي الثلاث بلا ‏ له وزيدا وسالما ولدي

اخوات ووالدان لهم ‏ فاحفظ الكل رب من نكد

وَالْأُولَىٰ اَحْسَنُوا اِلَيَّ عَلَىٰ سُوْئِيْ اَحْسِنْ اِلَيْهِمُوا وَجُدْ
وَالْاُولٰى اَحْسَنُوا اِلَيَّ مَنْ اَسَا بَارِكْ اَيْ رَبِّ فِيْهِمُوا وَزِدْ
وَقِنَا شَرَّ مَا قَضَيْتَ لَنَا وَاهْدِنَا فِيْ مَنِ اهْتَدٰى وَهْدِ
وَاِلٰهِيْ بِسَتْرِهٖ سَتْرَهٗ وَبِخَيْرٍ وَرَحْمَةٍ ذَكَرَهٗ
هَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ مَغْفِرَةً وَقِنَا مِنْ عَذَابِكَ الصَّعَدِ
مَنْ اَحَبَّ اَنْ يُفَرِّجَ اللّٰهُ كُرْبَتَهٗ وَيُعْطِيَهٗ سُؤْلَهٗ فَلْيُنْظِرْ مُعْسِرًا وَلْيَذَرْهُ
جَزَى اللّٰهُ رَبُّ الْخَلْقِ عَنَّا مُحَمَّدًا اِمَامَ هُدَاتِ الْخَلْقِ مَا هُوَ اَهْلُهٗ
وَصَلّٰى عَلَيْهِ بِالسَّلَامِ مُبَارَكًا كَذَا الْاٰلِ وَالْاَصْحَابِ طُرًّا وَاَهْلُهٗ
جَزَا اللّٰهُ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ مُحَمَّدًا نَبِيَّ الْهُدٰى عَنَّا بِمَا هُوَ اَهْلُهٗ
وَكُلَّ النَّبِيِّيْنَ الْكِرَامِ وَرَهْطَهُمْ وَخَاتَمَهُمْ صَلّٰى عَلَيْهِمْ وَاَهْلُهٗ
وَصَلّٰى عَلَيْهِ وَالنَّبِيُّوْنَ كُلُّهُمْ وَاَتْبَاعُهُمْ صَلّٰى عَلَيْهِمْ وَاَهْلُهٗ
وَاٰمِنْ رَوْعَاتِ الْاُولٰى اٰمَنُوا بِهِمْ وَزِيْدَ عَلَيْهِمْ سَهْلُ رَبِّيْ وَاَهْلُهٗ
يَا رَبِّ عَافِيَةً لِاُمِّ بِلَالٍ بِمُحَمَّدٍ وَبِصَحْبِهٖ وَبِالْاٰلِ
وَبِالْاِسْمِ الْاَعْظَمِ بَلْ بِكُلِّ اِسْمٍ اَتٰى لِلّٰهِ فِيْ تَنْزِيْلِهِ الْمُتَعَالِيْ
طٰهٰ النَّبِيُّ مُحَمَّدٌ خَيْرُ الْوَرٰى صَلّٰى عَلَيْهِ اللّٰهُ مَا سَارَ سَرٰى
اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ الْاَرْحَمَا مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ ضَارِعًا مُسْتَسْلِمَا
حَسْبُهُ اللّٰهُ رَبُّهٗ وَكَفٰى وَمَحَا عَنْهُ ذَنْبَهٗ وَعَفٰى
شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلدِّيْنِ وَعَفٰى عَنْهُ ذَنْبَهٗ اٰمِيْن

کلام فارسی

امام اہل دینی یا محمد سراج المرسلینی یا محمد
طوافت می کنند اہل سماوات تو بر روئے زمینی یا محمد
بہ درگاہت نیاز اہل عالم تو بے شک نازنینی یا محمد
آنکہ شرش زیادہ از خیر است خاکپائے عمر ابوالخیر است

نہ جنابم نہ شہ نہ مولانا — بندہ آستانہ عمرم

گر کنی نسبتم بہ آل در فیض — ہر چہ گفتی ازاں بلند ترم

ور کنی زیں اضافہ فی الجملہ — زشت کردار خیر محتقرم

الوالخیر گنہگار محتقر — کند عرض اے کریم بندہ پرور

تو عبداللہ ابوالخیر حزیں را — مع الاولاد ملحق کن بہ آبا

کلام اردو

پاک ہے اللہ جس کا ہے زمین و آسماں — ہیں سب اس کے زیر فرماں ایک ہے وہ حکمراں

پالتا ہے ماہ سے ماہی تلک ہر چیز کو — پرورش پاتا ہے اس کے فضل سے سارا جہاں

پھول کو دیتا ہے خوشبو پھل کو دیتا ہے مزا — سیپ کو دیتا ہے موتی جسم کو دیتا ہے جاں

خاک سر پر مجرموں کے اس کی نافرمانیاں — اس کا کہنا مانتا ہے تاج فرق قدسیاں

دونوں عالم کی تباہی اس کی نافرمانیاں — حکم اس کا مانتے ہیں ہر طرح کی خوبیاں

سب گناہوں کی معافی عاجزی اور ڈر کے ساتھ — مانگ رب العالمین سے خیر چشم تر کے ساتھ

خیر سے ہو دوستی یا دشمنی ہو شر کے ساتھ — ہے غم دنیا مقرر آدمی کے سر ساتھ

ہے کوئی مرد خدا ایسا جسے رغبت نہ ہو — اس زمانہ میں زنان خوب زمین و زر کے ساتھ

کر دیا مجھ کو گناہوں نے تباہ — بخش دے اللہ میرے سب گناہ

الٰہی معصیت میں مبتلا ہوں — گناہوں کی معافی مانگتا ہوں

دنیائے بد نہاد کا سودا ہے سر کے ساتھ — انجام ہو بخیر کہ شر ہے بشر کے ساتھ

اگر نیک ہو تم خدا کے یہاں — تو کچھ میلے کپڑوں سے نقصاں نہیں

وگر اور کچھ ہو تو ہرگز تمہیں — لباس بزرگانہ شایاں نہیں

نام ابوالخیر، کام شر و بدی — سالک راہ کبر و بے خردی

لیس لی من یغیث من احد

الغیاث الغیاث یا احد

قطعہائے تاریخ

تاریخ وفات حضرت شاہ محمد آفاق مجددی قدس سرہ

چوں جنابِ شاہِ آفاق ازجہاں !	کرد رحلت سوئے جناتِ نعیم
گفت سالِ رحلتش خیرِ حزیں	خلد را ماوائے او کن اے کریم

۱ ۲ ھ ۵ ۱

ایضاً

نورِ ملت، نورِ اسلام، آفتابِ اوجِ علم	نور افزائے جناں گردید با صد احترام
گفت رضواں ازپئے ضبطِ سنینِ رحلتش	جنّت الماوی شدہ ماوائے آں عالی مقام

۱ ۲ ھ ۵ ۱

تاریخ وفات قبلہ وکعبہ حضرت شاہ محمد عمر قدس سرہ

جنابِ شاہِ محمد عمر شہِ عرفاں	کہ مرشدِ حرم و ہادیِ طریقت بود
دوم زماہِ محرم صباحِ یکشنبہ	وداعِ خلق ولقائے حق اختیار نمود
برائے سالِ وصالش بہ خیر گفت۔ عمر	مکینِ مقعدِ صدق است۔ ہاتفِ مسعود

۱ ۲ ھ ۹ ۸

ایضاً

محمد عمر آسماں پایگاہ	منور زخاکِ درش مہر و ماہ
مؤدب بہ آدابِ ختمِ رسل	مہذب بہ اوصافِ مردانِ راہ
شہِ الف را بود لختِ جگر	ہم احرار را بود نورِ نگاہ
زفوتش نہ گرید چرا عالمے	کہ غوثِ جہاں بود بے اشتباہ
زماہِ شہادت محرم لقب	دوم بود یکشنبہ وصبح گاہ
بکن ماتم اے نسبتِ احمدی	کزیں خاکداں مونست رفت آہ
بیا معرفت گریہ کن بر سرش	کہ فرقِ تو زیں مرگ شد بےکلاہ
کجائی کجا روحِ پاکِ سعید	کہ فرزندِ تو رفت نزدِ الٰہ

مگر کشتہ شد شمعِ دین کز غمش | زماہی است ماتم کناں تا بماہ
گلے بود در گلشنِ نقشبند | کہ پژمردہ از صرصرِ دہر آہ
خدا را کن اے نورِ چشم سعید | بحالِ مَنِ خستہ دل یک نگاہ
کہ مسدت نگاہ خدا بینِ تو | نہ سنجد نگینِ سلیماں بکاہ
هَلُمُّوا اَحِبّائی تنظر لنے | ضریح کریم وما قد حواہ
من انوار احمد خیر الوریٰ | وصدیقہ وکذا مرتضاہ
واسرار مَنْ جدّد الالف اِذ | بھم وباصحابھم منتماہ
بنفسی فداک مِنْ مَدفنٍ | ومَنْ حلّ فی القبور وحی فداہ

بگو خیر تاریخ ایں صدمہ ہائے
بمرد ند شاہِ حقیقت پناہ
۱۲۹۸ھ

تاریخ ولادت برخوردار محمد یوسف ابن قدرت اللہ

جنابِ حق پسرے داد قدرت اللہ را | کہ از بیاضِ جبینش عیاں سعادتِ اوست
چوں جلوہ داد ز کتمِ عدم پس از یعقوب | غلامِ یوسفِ ملّی سنِ ولادت اوست
۱۲۹۷ھ

تاریخ تولد برخوردار حضرت زید بن عبد اللہ مجددی سلمہٗ

حضرت زید ابن عبد اللہ فرزندِ عمر | بوالحسن عبد الغنی تاریخ میلادش بگو
۱۳۲۴ھ

ایضاً

سالِ میلاد زید، شیخِ جہاں | شد محمد بشارت الرحمٰن
۱۳۲۴ھ

تاریخ بنائے مسجد شریف اندرون خانقاہ ارشاد پناہ

تعالیٰ اللہ عجب مسجد بنا شد | کز و شد اہلِ دین را رونق تمام
رقم زد خیر تاریخ بنائش | عبادت خانۂ پاکیزہ اسلام
۱۳۱۰ھ

کرد خیر اسلام را رونق تمام

تاریخِ طبعِ کتاب

خمسۂ چوں پنجۂ رنگینِ یار | از پئے تائیدِ مذہب طبع شد
خیرِ سالش بازبانِ لال گفت | خمسۂ مطبوعِ کوکب طبع شد

تاریخِ ولادت محمد اسحٰق ومحمد یعقوب فرزندان میاں قدرت اللہ

جو قدرت اللہ نے دونوں بیٹوں کا سالِ مولد خوشی سے پوچھا
ظہیرِ اسحٰق خیر بولے غنیمِ یعقوب والدان کے

١٣٨٢ھ   ١٢٨٨ھ

تاریخِ طبع دیوان میرزائے تپاں

نہیں دیوان میرزائے تپاں | واسطے کامِ جاں کے قند ہے یہ
خیر تاریخِ طبع لکھ اس کی | نظمِ مطبوع دل پسند ہے یہ

شجرہ شریفۂ نقشبندیہ

حضرت سیدی الوالد قدس سرہ نے اپنی وفات سے چند ماہ پہلے کوئٹہ بلوچستان میں درج ذیل شجرۂ شریفۂ نقشبندیہ نظم فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے سب کے پرورش کرنے والے، اور اے سب کے سچے حاکم، اور اے سب کے معبودِ حق، میں تیری پناہ میں آتا ہوں۔

اسمِ اعظم کے وسیلہ سے قبول | کر دعائیں میری اور مجھ کو نہ بھول
دے محمدؐ کے وسیلہ سے اماں | اپنے غصہ سے مجھے اے رحمان
دے وسیلہ سے ابوبکرؓ کے نور | میرے ایمان میں اور دل میں حضور
اور سلمانؓ کے وسیلہ سے پناہ | شرِ مخلوق سے دے مجھ کو الٰہ
پھر امامِ عرفا قاسمؒ کے | اور جعفرؒ کے وسیلہ سے دے

بایزیدؒ اہلِ محبت کے امام — بوالحسنؒ مرشدِ شیخ الاسلام ؎۱

بوعلیؒ پیرِ غزالی مشہور — خواجہ یوسفؒ ہوئے سرچشمۂ نور

خواجۂ سلسلہ عبدالخالقؒ — ہیں کمالات میں سب پر فائق

عارفؒ و خواجۂ محمودؒ و علیؒ — ہیں ملقّب بہ عزیزانِ ولی

خواجہ باباؒئے سماسیؒ و کُلالؒ — جن کو کہتے ہیں امیرِ اہلِ کمال

دے وسیلہ سے بہاءالدینؒ کے — آفتابِ فلکِ تمکین کے

نقشبندِ چمنِ قرب و حضور — آپ کے باغ سے ہے غفلت دور

نقشبندِ گل و نسرینِ فلاح — یہ طریقہ ہے کہ آئینِ فلاح

آپ کے سلسلۂ مشکیں کا — وصف واللیل میں ہے تا یرضیٰ

جانشین اُن کے علاءالدینؒ تھے — چرخ میں خواجۂ یعقوبؒ ہوئے

خواجہ احرارؒ عُبیدُاللّٰہی — نقطۂ دائرۂ آگاہی

خواجۂ زاہدؒ و درویشؒ ولی — حضرتِ خواجگیؒ امکنگی

حضرتِ خواجۂ باقی باللہؒ — اور شیخ احمدؒ ارشاد پناہ

بر سرِ الف مجدِّدِ دیں کے — تازگی بخش رہ و آئیں کے

حضرتِ خواجہ محمد معصومؒ — اُن کی اولادِ مبارک قیّوم

حضرتِ خواجۂ دیں سیف الدینؒ — پیرِ شاہانِ دیانت آئیں

سیّد نور محمدؒ حق دال — شمسِ دیںؒ مظہرِ جانِ جاناں

شہ غلام علیؒ اللہ نما — بوسعیدؒ آئینۂ لطفِ خدا

پھر جب احمد سے ملا لفظِ سعیدؒ — سارے عالم کو ملی خلعتِ عید

ملے جس وقت محمدؐ سے عمرؓ — ہوگئے کور بھی اربابِ نظر

بنے یاقوت حرم کے کنگر — در و دیوار ہوئے لعل و گہر

؎۱ شیخ الاسلام پیرِ ہرات حضرت عبداللہ انصاری قدس سرہ۔

رہبرِ راہِ ہُدیٰ شیخ عرلق
آفتابِ فلکِ بیتِ عتیق

وہ رہے قاسمِ فیضِ اقدس
حرمِ مکّہ میں انیس برس

ابتدا میں جو عنایات ہوئی
انتہا میں بھی وہی بات ہوئی

ابتدا میں جو پدر پر گزری
انتہا میں وہ پسر پر گزری

ہے صحیحین میں یہ قصہ رقم
واہ سبحان اِلٰہ العالم

٭ ٭ ٭

سارے[۱] عالم کو ملی پھر یہ نوید
اُن کے نائب ہوئے فرزندِ رشید

شاہ عبداللہ ابوالخیرؒ ولی
محی دین اُن کا لقب خوب جلی

زینتِ انجمنِ اہلِ تُقا
رونقِ محفلِ اربابِ ہُدا

عشق دے مجھ کو الٰہی اپنا
اور دنیا کے جھمیلوں سے بچا

لب پہ ہو نام ترا ہی جاری
دل میں ہو فکر ترا ہی ساری

نیک بندوں کے طریقہ پہ چلوں
اُن کی اُلفت میں جیوں اور مروں

نیک بندوں کا وسیلہ لے کر
ہاتھ پھیلائے کھڑا ہوں در پر

تیری ان پر جو عنایات ہوئیں
تیری ان پر جو کرامات ہوئیں

وہ عنایت کی نظر ہو مجھ پر
اُس کرامت کا اثر ہو مجھ پر

اک سفر سخت کٹھن ہے درپیش
اس کی وحشت نے کیا ہے دلریش

قطع کرنا ہے نرالا رستہ
پاس اپنے نہیں کچھ بھی توشہ

ہاتھ خالی ہے سواری کیسی؟
بے لبی اس قدر اللہ غنی!

چشم ہے تیرے کرم پر مولیٰ
تو ہی بس پار لگا دے بیڑا

زید ہے اپنے عمل سے ناکس
تیری رحمت کا سہارا اور بس

---

۱ یہ اضافہ عاجز نے کیا ہے۔

اَلبَاقِیَاتُ الصَّالِحَاتُ

بازخواں از نجد واز یاران نجد ‏ ‏ ‏ ‏ تا در ودیوار را آری بہ وجد

حکماء اور اہل علم کا مشہور مقولہ ہے "اگر کسی شخص کے احوال کو صحیح طور پر معلوم کرنا ہے تو اُن افراد کا حال معلوم کرو جو اس کے رفیق و ہمنشین ہیں۔ کیونکہ انسان اپنے ہم طبع کے ساتھ وقت گزارتا ہے" اس قول کی صحت و متانت میں کوئی کلام نہیں ہے۔ اور غالباً یہی وجہ ہے کہ اکابر کا ذکر کر کے ان کے رفقا، شاگردوں اور مریدوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔ شاگردوں اور مریدوں کا کمال اُن کے مُربی کے کمال کا آئینہ دار ہوتا ہے اور اُن کے احوال سے پتہ چلتا ہے کہ اُن کا مُربی کس پایہ اور مرتبہ کا تھا۔

حضرت سیدی الوالد نے خوردی اور دورانِ تحصیلِ علم ظاہری و باطنی میں کن حضرات سے استفادہ کیا۔ اس کا بیان تفصیل کے ساتھ "ذکر خیر" میں گزر چکا ہے۔ اور "اکراماتِ الہیہ" میں اُن حضرات کا ذکر آچکا ہے جن کو آپ سے محبت تھی اور جن سے آپ بہ محبت و شفقت ملتے تھے، اب اس فصل میں اُن افراد کا ذکر کیا جاتا ہے جن کی تربیت آپ نے فرمائی ہے۔ اور اُن میں سے وہ افراد خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ جن کو آپ نے اجازت و خلافت دیکر نوازا ہے۔ چاہے وہ آپ کی اولاد صلبی ہوں اور چاہے اولادِ معنوی۔ یہ عاجز پہلے اولادِ معنوی کا ذکر کرتا ہے اور پھر اولادِ صلبی کا ذکر آئے گا۔ واللہ الموفق۔

اولادِ معنوی اولادِ معنوی میں پہلے اُن پاک نہاد افراد کا ذکر کرتا ہے جن کو آپ نے اجازت و خلافت عنایت کی ہے اور پھر اُن افراد کا ذکر کرے گا جن سے آپ راضی رہے اور جنہوں نے حقیقی معنی میں آپ سے محبت کی۔

جب تک آپ کا قیام حجازِ مقدس میں رہا آپ سے ترکیہ۔ یورپ۔ قفقاز اور بخارا وغیرہ کے بہت سے افراد مستفید ہوئے۔ اور ان لوگوں میں آپ کے مجازین و خلفاء کی تعداد کافی ہے۔ اس عاجز کو صرف چار افراد کے نام معلوم ہو سکے ہیں۔

اور وہ یہ ہیں۔

۱۔ شیخ عماد الدین: یہ بلغاریہ کے رہنے والے تھے۔ آپ سے سلوک طے کیا۔ اور اجازت حاصل کرکے اپنے وطن کو مراجعت کی۔ رحمہ اللہ۔

۲۔ مولانا مختار:۔ سمرقند کے رہنے والے تھے۔ اچھی استعداد تھی۔ آپ نے اجازت دے کر اُن کو رخصت فرمایا۔ رحمہ اللہ۔

۳۔ شیخ محمد حسن:۔ صاحبِ استعداد تھے اور آپ کی نظرِ عنایت اُن پر مبذول تھی۔ اجازت و خلافت سے مشرف ہوئے۔ رحمہ اللہ۔

۴۔ قاری عبد الغنی انطاکی شامی:۔ آپ کا مختصر بیان "اکرامات الہیتہ" میں گزر چکا ہے۔ کامل چار سال آپ کی خدمت میں رہے۔ سلوک مجددیہ حاصل کیا۔ اور ۱۳۲۷ھ میں اجازت و خلافت سے مشرف ہو کر افغانستان چلے گئے۔ اور آخر عمر تک وہاں رہے۔ رحمہ اللہ

اب یہ عاجز پہلے افغانستان کے افراد کا ذکر کرتا ہے کیونکہ اولیت اور اکثریت ان ہی لوگوں کی ہے۔ اور آپ کی خدمت بھی اہلِ افغانستان ہی نے کی ہے۔ جزاہم اللہ خیر الجزاء

۵۔ مولوی عبد اللہ ولد مولوی عبد الحق قوم علی زی دُرانی قندہاری صاحبِ علم و فضل اور صاحبِ افتا رہے تھے۔ اُن کا اصل وطن زمین داور تھا۔ جو از توابع قندہار ہے اُن کے والد ماجد اپنے وقت کے جید علماء اور اصحابِ تالیف میں سے تھے وہ قندہار آگئے تھے اور وہاں کی سکونت اختیار کر لی تھی۔ انھوں نے بخاری کی شرح نور الساری اور قرآن مجید کی تفسیر عربی میں چودہ[۱۴] پاروں کی خوب شرح و بسط کے ساتھ لکھی ہے، اس کا نام روح القرآن ہے۔ طریقہ نقشبندیہ میں مُلّا محمد جان صاحب میر بازار قندہار کے خلیفہ تھے اور یہ حضرت شاہ غلام علی دہلوی کے خلیفہ تھے۔ قدس اللہ اسرارہما

۱۳۰۲ھ میں مولوی عبد اللہ پا پیادہ حجاز مقدس کو روانہ ہوئے۔ اور وہاں حضرت سیدی الوالد سے بیعت ہوئے۔ چوں کہ صاحبِ استعداد تھے اس لئے تھوڑے عرصہ میں ولایتِ کبریٰ کے منازل طے کر لئے اور حضرت سیدی الوالد نے ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۰۲ھ میں ان کو خلافت نامہ تحریر فرما کر دیا جس کو یہ عاجز آپ کی

"تحریرات" میں نقل کر چکا ہے۔

جو شخص دائرہ ولایت کبریٰ میں داخل ہو جاتا ہے اس کو حضرات مشائخ قدس اللہ اسرارہم ارشاد و ہدایت کی اجازت عنایت کرتے ہیں۔ ولایت کبریٰ کو ولایت انبیا علیہم السلام بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ حضرات انبیا علیہم السلام جب اس مقام پر پہنچتے ہیں تو ان کی نبوت کا اظہار ہوتا ہے۔

حجاز مقدس سے مراجعت کے دوران چالیس دن غوث اعظم سیدنا حضرت عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کے مزار پُرانوار کے پاس خلوت نشین ہوئے۔ وہاں کے سجادہ نشین نے جو کہ نقیب الاشراف بھی تھے ان کو طریقہ قادریہ کی اجازت دی۔ اپنے وطن پہنچ کر اللہ کی عبادت اور علم ظاہر کی ترویج میں آخر وقت تک مصروف رہے۔ انھوں نے صرف اپنے فرزند مولوی حافظ عبدالکریم حقانی کو بیعت کیا ہے۔ یہ بات عاجز سے خود مولوی عبدالکریم نے بیان کی ہے۔

مولوی حافظ عبدالکریم حقانی کی عمر اس وقت چھہتّر سال ہے۔ پایۂ علمیت خوب بلند ہے اس وقت تک تریپن کتابیں مختلف علوم و فنون میں لکھ چکے ہیں۔ چند کتابوں کے نام درج ذیل ہیں۔

۱ السیاسۃ الشرعیہ در دو جلد ۲ خلاصۂ حکمت حقانی ۳ الشوریٰ فی الاسلام۔ ۴ ہویت دین ۵ معاملات ۶ مناکحات و طلاق و فلسفۂ آں ۷ جنایات ۸ زن از نگاہ اسلام ۹ احکام منفعت غیر مشروعہ (ربوا) ۱۰ اجتہاد و تقلید ۱۱ اصول محاکمات قضائی ۱۲ مقام شاہ در نظر اسلام ۱۳ حکم سماع ۱۴ اسلام و ابن سینا ۱۵ تفسیر منظوم پارہ عم۔ وغیرہا۔

عربی، فارسی اور افغانی میں اشعار کہتے ہیں ۲۳ سال تک جامعہ کابل کے کلیّہ میں استاد رہے۔ اور مراتب قضاوت میں۔ ابتدائیہ اور محکمۂ مرافعہ (استیناف) اور ریاست عالی و انتہائی تمیز اور معین وزارت عدلیّہ دو مرتبہ ہوئے جمعیت علماء کے صدر بھی رہ چکے ہیں۔ اور اب ریاستِ وکلایِ مدافع کے عہدہ پر ہیں۔ اس عاجز کو لکھا ہے۔ کہ "تا امروز چہل و ہشت سال ملازمت رسمی را بدون کدام وقفہ بہ سر بردہ ام"۔ اب سالہا سال سے "کارتۂ پروان" کابل میں مقیم ہیں۔ عاجز سے بہ مراسم مودّت پیش آتے

ہیں۔ ان دنوں اتفاق سے ہفتہ عشرہ کے واسطے دِلّی آئے تھے۔ اپنا اور اپنے پدر بزرگوار و جدِّ امجد کا مختصر حال لکھ کر عاجز کو دیا۔ جو کچھ اس عاجز نے لکھا ہے اُسی مختصر سے لکھا ہے۔ سلمہ اللہ وحفظہ ووفقنی وایاہ لما یحبہ ویرضاہ۔ اگرچہ امورِ دنیویہ اور مناصب عالیہ میں مصروف ہیں، لیکن بفضل اللہ وکرمہ امورِ یقینیہ سے غافل نہیں ہیں۔

دل را طواف کن کہ عجب جائے باصفا است
سعدی مرو بہ کعبہ کہ دل خانۂ خدا است

۶۔ ملا حاجی نور احمد ولد میر احمد مہمند معروف بہ حاجی صاحب کلان۔ مقرا میں رہتے تھے ۵ بار حج کئے۔ ایک سو پندرہ سال کی عمر پا کر راہیِ ملکِ بقا ہوئے۔ آپ کے جدِّ امجد سے بیعت ہوئے تھے۔ آپ کے خصوصی خلفاء میں سے تھے اور صاحب ارشاد ہوئے۔ رحمہ اللہ۔

۷۔ مُلّا گل محمد ولد مُلّا مہرداد قوم ادخیل، ساکن کٹواز۔ نہایت صاحبِ نسبت اور باکمال شخص تھے۔ آپ کو بھی ان سے محبت تھی۔ ملفوظات کے ملفوظ ۲۳ میں یہ عاجز لکھ چکا ہے کہ ایک دن خانقاہ شریف میں آپ نے مُلّا صاحب سے دریافت کیا۔ مُلّا گُل کیا حال ہے۔ انھوں نے کہا۔ کہ خانقاہ شریف میں داخل ہوتے ہی محوِ تجلیات ہو جاتا ہوں اور کسی شے کی خبر نہیں رہتی۔ آپ نے ارشاد کیا۔ اگر خانقاہ شریف میں یہ بات حاصل ہوئی تو کیا بڑی بات ہے۔ اگر زنانِ فاحشہ کے بازار سے گزرتے وقت یہ کیفیت رہے تو کمال ہے۔" صاحب استعداد مرید تھے۔ پیر کامل کی صحبت میں اللہ تعالیٰ نے ان کو درجۂ کمال پر پہنچایا۔ ۱۳۲۷ھ میں ان کی وفات دِلّی آتے ہوئے ڈیرہ اسمٰعیل خاں میں ہوئی۔ آپ کو بہت افسوس ہوا۔ مُلّا حاجی احمد خان کو تحریر فرمایا "مُلّا گل کے انتقال کا بہت رنج ہوا ہمارے خادموں میں اور ایسا شخص صاحبِ علم وعمل، ثابت قدم معلوم نہیں ہوتا۔" اور ایک دن آپ نے فرمایا "مُلّا گل قطبِ افغانستان بود" اور ایک دن آپ نے فرمایا۔ بدقسمتی اہل کابل بود کہ گل از میان ایشاں رفتہ۔ رحمہ اللہ۔

۸۔ مُلّا حاجی گل ولد مُلّا شیخ الدین، قبیلہ خداداخیل وازِ خواہ سے تعلق رکھتے

تھے۔ صاحبِ نسبت تھے۔ دلّی میں آپ کی حیاتِ طیّبہ میں وفات ہوئی اور حضرات محدثین کے قبرستان (مہندیوں) میں استراحت فرما ہوئے۔ رحمہ اللہ۔

۹۔ ملّا جمعہ خاں ولد ملّا اُلمرَ آخوند زادہ از قبیلہ خداداد خیل ساکن داز خواہ صاحبِ علم، صاحبِ نسبت اور صاحبِ ارشاد ہوئے۔ اب اُن کے بیٹے ملّا عبدالقدوس اُن کے قائم مقام ہیں۔ وفقہ اللہ سبحانہ لما یحبہ و یرضاہ وجعلہ من عبادہ الصالحین و رحم اللہ آباہ ورضی عنہ۔

۱۰۔ ملّا عبداللہ ولد ملّا زرداد علی زی خصوصی افراد میں سے تھے۔ سالہا سال آپ کی خدمت کی اور مراتبِ عالیہ حاصل کئے۔ رحمہ اللہ۔

۱۱۔ یار محمد ولد مرزا قوم خروٹی ساکن سروزہ۔ آپ کے نہایت قدیم مخلصوں میں سے ہیں۔ کئی سال مسلسل خدمت کی، اور اس زمانے میں خدمت کی جب کہ آپ کے پاس کوئی بھی نہیں تھا۔ ان کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔ رحمہ اللہ۔

۱۲۔ غلام اکبر معروف بہ اکُرو ولد محمد ایاز قوم اتخیل ملیزی ساکن کٹواز۔ آپ سے بیعت ہوئے صاحبِ استعدادِ کامل تھے۔ وظیفۂ شریفہ کی حلاوت نے ان کو دنیوی کاروبار سے روک لیا۔ وہ پہلے تجارت کیا کرتے تھے۔ بیعت ہونے کے بعد انھوں نے اپنے دل سے کہا۔

ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دوں   ایں خیال است و محال است و جنوں

چونکہ اصحابِ عزیمت میں سے تھے اللہ تعالیٰ جل شانہ کی یاد میں لگ گئے۔ سلطان الاذکار کا ذکر شریف ان پر ظاہر و باہر تھا۔ ان کا ایک ایک رُواں ذکرِ پاک میں مصروف رہا کرتا تھا اور یہ شعر ؎

دائم ہمہ جا با ہمہ کس در ہمہ حال   میدار نہفتہ چشم بہ جانبِ یار

ان کا نقدِ وقت تھا۔ ایک دن حضرت سیدی الوالی قدس سرہ حلقہ فرما رہے تھے اہلِ حلقہ میں سے بعض افراد پر کچھ غفلت طاری ہوئی۔ آپ نے غلام اکبر کو بلا کر فرمایا۔ ان لوگوں پر غفلت طاری ہوگئی ہے آؤ اور اس غفلت کو دُور کرو۔ چنانچہ وہ آپ

کے سامنے اہل حلقہ کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھے اور ذکر شریف میں ایسے مصروف ہوئے۔ کہ دو چار منٹ میں ارباب غفلت کی غفلت دور ہوئی اور نعرہ آہ و بکا بلند ہوا۔ ایک دن آپ نے صبح کو نو، دس بجے اس عاجز سے فرمایا کہ جاؤ اور غلام اکبر سے کہو کہ حضرت سید صاحب (سید نور محمد بدایونی قدس سرہ) سے ہمارا اسلام عرض کریں اور حضرت سید صاحب جو کچھ ارشاد فرمائیں آ کر ہم سے کہیں۔ عاجز نے غلام اکبر سے آپ کی بات کہی۔ وہ اسی وقت حضرت سلطانجی کی بستی کی طرف روانہ ہو گئے۔ تقریباً ایک گھنٹہ کے بعد آپ نے بگھی منگوائی اور حضرت سید صاحب کے مزار پرانوار پر حاضر ہوئے۔ جس وقت آپ وہاں پہنچے غلام اکبر مراقبہ میں محو تھے۔ آپ ان کے پاس بیٹھے۔ پہلے آپ نے سورۂ تبارک الذی بلند آواز سے تلاوت فرمائی اور پھر مراقب ہو گئے۔ جب آپ مراقبہ سے فارغ ہوئے۔ غلام اکبر سے فرمایا۔ دیکھو غلام اکبر اس طریقے سے مراقبہ کیا کرو۔ تم نے دیکھا کہ حضرت نے کتنی مہربانی فرمائی۔ یہ سن کر غلام اکبر نے کہا جی ہاں حضور۔ میں نے حضرت کی مہربانیاں دیکھیں۔ اور پھر وہ وجد میں آ گئے۔

غلام اکبر پر فاقے گزر جاتے تھے لیکن اُن کے ذکر و شغل میں قطعاً بال برابر فرق نہیں آتا تھا۔ ایک دن آپ نے ان سے فرمایا۔ غلام اکبر تم نے کسی کو بیعت کیا۔ انھوں نے عرض کی۔ حضور میں اپنا بوجھ اٹھانے کے قابل نہیں ہوں۔ دوسرے کا بوجھ کیا اٹھاؤں گا۔ آپ نے فرمایا۔ اللہ نے تم کو اس قابل کیا ہے کہ تم بیعت کرو۔" آپ کے اس ارشاد گرامی کو سن کر انھوں نے صرف ایک شخص کو داخل سلسلہ کیا اور اس کو بھی آپ کی خدمت میں پہنچا دیا۔ رحمہ اللہ

۱۳۔ ملا ولد جان گل مشوڑی ساکن وازخواہ اصحاب نسبت میں سے تھے۔ بعض افراد نے آپ سے شکایت کی کہ وہ نامحرم عورتوں کو ہاتھ لگاتے ہیں۔ جب وہ کوئٹہ آئے آپ نے چند روز ان کو آنے نہیں دیا۔ اور جب یہ معلوم ہوا کہ یہ بات صحیح نہیں ہے تو اُن کو آنے دیا اور ان کا ہدیہ بھی قبول کر لیا۔ ان کے علاقہ میں کنوئیں بہت گہرے ہوتے ہیں۔ ایک مرتبہ وہ کنوئیں کے پاس بیٹھے تھے۔ وجد کی کیفیت طاری ہوئی اور

کنوئیں میں گر پڑے۔ لوگوں نے نکالا۔ ان کے کوئی چوٹ نہیں لگی۔ رحمہ اللہ

۱۴۔ مُلّا ذاکر ولد حسن خاں علی خیل ساکن گواشتہ۔ نہایت صاحبِ اخلاص و محبت تھے۔ ذکر شریف کی لذت سے پوری طرح آشنا تھے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

۱۵۔ حاجی عبد الحکیم ولد خدائے رحم قوم وفتانی ساکن شلگر۔ اصحاب قدمار میں سے تھے۔ اچھی تجارت تھی۔ سالہا سال تجارت بھی کرتے رہے اور ذکر و فکر میں بھی مصروف رہے۔ آخر سلطانِ عشق کا غلبہ ہوا۔ اور دنیا کی فکر سے آزاد ہو کر ذکرِ الٰہی میں مصروف ہو گئے۔ نہ سردی کی پروا تھی نہ گرمی کی۔ حضرت امام غزالی اور مشائخ کرام کی تالیفات کا مطالعہ کیا کرتے تھے جس وقت حضرت برادر کلاں کی ولادت ہوئی، انھوں نے حضرت سیدی الوالد سے کہا کہ ان کا نام عبد الرحمٰن رکھیں۔ آپ نے ان سے فرمایا۔ ہم نے حضرت بلال نام رکھا ہے۔ یہ نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زبان پر بہت آیا ہے۔ رحمہ اللہ

۱۶۔ عبد القادر ولد غلام رسول خان قوم احمد زی ساکن گردیز۔ زمرۂ ”رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللهِ“ سے تھے۔ اچھی تجارت تھی۔ اچھا پہنتے اور کھاتے تھے۔ مع ہذا ہر وقت یادِ الٰہی میں محو رہتے تھے۔ ان کی مدہوشی و مستی کا پتہ ان کی مخمور آنکھوں سے چلتا تھا۔ ہر وقت ان کی آنکھیں سُرخ رہتی تھیں۔ میرٹھ کے حافظ اشفاق الٰہی وغیرہ احباناً ان کو میرٹھ بلاتے تھے اور وہ لاہور جاتے ہوئے میرٹھ اُتر جاتے تھے ایک مرتبہ جب وہاں پہنچے تو بادۂ وحدت سے مخمور تھے۔ چلتے وقت اپنے پیر و مرشد قدس سرہ سے یہ شعر سنا تھا ؎

در بہاراں کے شود سر سبز سنگ خاک شو تا گل بروید رنگ رنگ

ان کی مستی کا اثر میرٹھ کے برادرانِ طریقت پر خوب ہوا۔ خدا کے فضل و کرم سے ان کے لطائف مبارکہ پوری طرح ذاکر و شاغل تھے اور اُن کے زرد، سرخ، سفید، سیاہ، سبز انوار سے ساحتِ سینہ مملو تھا۔ یہ شعر ان کے حسبِ حال واقع ہوا اور وہ اس کے لطف سے سرشار تھے۔ برادرانِ طریقت اُن سے مستفید ہوئے۔ رحمہ اللہ۔

۱۷۔ حاجی ملّا احمد خاں ولد عبد الکریم قوم مُتّاخیل، ساکن گمشواز۔ نے مسلسل بیس[۲۰]

سال تک سال میں چھ ماہ آپ کی خدمت کی۔ اور زمانۂ علالت میں بھی آپ کی خدمت کی۔ قبر مبارک کی اجازت ان ہی نے حاصل کی۔ اپنے پیرومرشد کے سچے عاشق تھے۔ ۱۳۵۸ھ میں دلی آئے۔ مہینہ چالیس دن قیام کیا۔ ایک دن اس عاجز سے کہا۔ میرے پاس زادِراہ نہ تھا۔ مجھ کو اشارۂ غیبی ملا۔ کہ دلی حاضری دو۔ چنانچہ میں نے اپنا سامان فروخت کیا اور دلی آیا ہوں۔ غالباً میری عمر پوری ہو چکی ہے اور یہ آخری آمد ہے۔ جب سردی کم ہوئی اپنے وطن کو مراجعت کی اور اوائل ۱۳۵۹ھ میں راہی ملک بقا ہوئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

۱۸۔ مُلّا اسلم کبیر ولد مُلّا میر عالم قوم اندڑی ساکن شلگر اصحاب علم و اصحاب نسبت سے تھے۔ انوارِ الٰہیہ سے سینہ معمور تھا۔ جس وقت انھوں نے اپنے پیرومرشد کی وفات کی خبر سُنی مسجد شریف میں درس دے رہے تھے۔ درس چھوڑ کر ستون سے پیٹھ لگا کر دنیا و مافیہا سے بےخبر ہو کر بیٹھ گئے۔ یہ ستون لکڑی کا تھا۔ اس کا کنارہ تیز تھا۔ وہ گھنٹوں اپنے احوال میں مستغرق رہے ستون کے کنارے نے ان کی پیٹھ کو زخمی کر دیا۔ خون نکل آیا اور وہ بےخبر رہے۔ رحمہ اللہ

۱۹۔ سید ملا محمد سعید، اوّلاں دباط میں رہتے تھے۔ نہایت پاک دل اور پاک مشرب تھے۔ دنیوی امور سے بےنیاز، محوِ انوار و تجلیاتِ الٰہیہ تھے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

۲۰۔ ملا پیر احمد ولد ملا جان محمد قوم ترکی ساکن ناوہ خصوصی افراد میں سے تھے۔ ہر سال کچھ دن کے واسطے کوئٹہ آیا کرتے تھے۔ آپ کو بھی ان سے محبت تھی اور ان کی آمد سے خوش ہوتے تھے۔ ان پر آپ کا اتنا رعب غالب تھا کہ آپ کے سامنے احتیاط سے بات کیا کرتے تھے۔ حقیقت یہ ہے جتنی بصیرت بڑھتی ہے ادب میں اضافہ ہوتا ہے۔ رحمہ اللہ۔

۲۱۔ ملا سید باز نیازی ساکن ظلمت گرویز آپ کے صادق عاشق و زندہ دل و صاحب نسبت تھے۔ رحمہ اللہ۔

۲۲۔ ملا لعل محمد ولد ابراہیم خلیل قوم جانی خیل ساکن کتواز نہایت صاف منش پاک روش صاحب نسبت تھے۔ مدتوں آپ کی خدمت کی اور گوہر مراد سے دامن طلب

پر کیا۔ رحمہ اللہ۔

۲۳۔ مُلا سید رحمت ولد حضرت یوسف قوم نیازی ساکن گیلانِ مقر مخلصین پاک نہاد اور اصحاب نسبت سے تھے۔ رحمہ اللہ۔

۲۴۔ ملا عبد الحق صاحبزادہ ولد ملا محمد حسن جان قوم ابوبکر خیل ساکن گیلانِ مقر۔ آپ کے خصوصی اصحاب میں سے تھے۔ ۲۰ رجمادی الآخرہ ۱۳۵۰ھ میں وفات ہوئی۔ رحمہ اللہ

۲۵۔ ملا احسان اللہ صاحبزادہ ولد ملا محمد صدیق قوم ابوبکر خیل ساکن گیلانِ مقر۔ نہایت صاف منش پاک روش، صاحبِ علم وصاحبِ نسبت وصاحبِ ارشاد تھے۔ شنبہ ۲۴ رجمادی الآخرہ ۱۳۵۱ھ کو رحلت کی۔ رحمہ اللہ

۲۶۔ غلام احرار صاحبزادہ ولد قلندر شاہ، اندڑی۔ ساکن جامراد۔ صاحب علم وفضل وکمال تھے۔ پہلے اپنے والد سے طریقہ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت ہوئے اور پھر حضرت سیدی الوالد کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ کی صحبت فیض اثر میں ان کے ظاہری وباطنی کمالات کی جِلا ہوئی۔ ۱۳۲۰ھ میں کوسٹہ حضرت سیدی الوالد قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت ہوئے۔ اور بعد میں آپ کی خلافت واجازت سے سرفراز ہوئے۔

رفعۃ الغواشی شرح تتمۃ الحواشی، وحواشی بر خیالی، وحواشی بر بیضاوی، وازالۃ الاوہام وشریعۃ الاظہر۔ شرح فقہ الاکبر ان کی علمی کتابیں ہیں۔ اب تک ان میں سے ایک کتاب بھی نہیں چھپی ہے۔ فیض قلندری وانوار فتح محمدی چھپ چکی ہیں۔

فارسی اور افغانی میں شعر کہتے تھے اور خوب کہتے تھے۔ مثنوی رنگین، تحفۃ الاخیار، گلشن اسرار، دیوان احرار، بیان العرفان وغیرہ میں سے بیشتر طبع ہو چکی ہیں۔ تحفۃ الاخیار کا قلمی نسخہ اس عاجز کے پاس ہے۔

ہر سال سردی کے موسم میں لدھیانہ آیا کرتے تھے اور پھر کچھ دن کے واسطے دہلی آتے تھے۔ آخری مرتبہ محرم ۱۳۵۷ھ میں دہلی آئے۔ جب وطن جانے لگے تو اپنے پیر ومرشد کے مزار پر انوار پر فاتحہ پڑھی اور آنسو بہاتے ہوئے یہ شعر پڑھا۔

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد　　روئے گل سیر نہ دیدیم و بہار آخر شد

وطن پہنچ کر شب چہار شنبہ ۵ رجمادی الآخرہ ۱۳۵۷ھ مطابق ۳۱ رجولائی ۱۹۳۸ء
رات کے دس بجے وبائی مرض میں ۶۵ سال کی عمر پاکر راہیِ ملکِ بقا ہوئے۔ رحمہ اللہ۔

غالباً ۱۳۳۷ھ کا واقعہ ہے کہ حضرت سیدی الوالد قدس سرہ حسب معمول کوئٹہ تشریف لے گئے وہاں افغانستان کے مخلصین کا اجتماع تھا۔ تقریباً بیس پچیس علماء تھے۔ ان میں غلام احرار صاحبزادہ بھی تھے۔ ایک دن ظہر کے بعد آپ باہر رونق افروز تھے اور مخلصین کا حلقہ مصروف ذکر و فکر تھا۔ کہ حاجی حافظ ملّا بسم اللہ اندڑی خلیفہ پیر سید حسن قادری جیلانی کابلی حاضر ہوئے اور آپ سے صاحبزادہ غلام احرار کی شکایت کی۔ صاحبزادہ صاحب اس وقت ہم تینوں بھائیوں کے پاس باغیچہ میں تھے۔ آپ نے ان کو بلوایا۔ یہ عاجز بھی گیا۔ تاکہ ملّا بسم اللہ کی بات سُنے۔ ملّا بسم اللہ نے آپ سے کہا۔ ملّا غلام احرار نے مثنوی رنگین طبع کرائی ہے اور لکھا ہے کہ میں نے یہ مثنوی اپنے مرشد و مولیٰ کو دکھائی اور انھوں نے قبول فرمائی۔ اس مثنوی میں انھوں نے میرے متعلق لکھا ہے "قد کثر فی زماننا المحترون الکاذبون المتعصبون للقرآن ھم حاملون و بمعناہ لا یعملون فمثلھم کمثل الحمار یحمل اسفارا، قال اللہ تعالیٰ مَثَلُ الَّذِیْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ یَحْمِلُوْھَا کَمَثَلِ الْحِمَارِ یَحْمِلُ اَسْفَارًا، کالحاجی الجاھل العقور، المنبح للشھور والمشتھر، ذیل الفسق والفجور المراد منہ الشمذ ار الشِّنْذِیْرُ الشمخر ابن الزرداد الشلگری الاندرجزاہ اللہ جزاء الکلاب العاویات فی الدنیا والحشر واللہ مجزی الخیر والشر ان خیراً فخیر وان شراً فشر"۔ ملّا بسم اللہ کسی پرچہ پر یہ عبارت نقل کرکے لائے تھے۔ آپ نے غلام احرار سے فرمایا۔ احرار کیا بات ہے۔ انھوں نے کہا ہاں میں نے مثنوی لکھی اور دہلی میں آپ کو دکھائی آپ نے پسند فرمائی۔ پھر میں نے آٹھ صفحے کا دیباچہ عربی میں لکھا اور آپ کی پسند کا ذکر کیا۔ اور اس شخص کے متعلق میں نے یہ عبارت لکھی۔ کیونکہ یہ میرا دشمن ہے۔ یہ مجھ پر غلط الزامات لگاتا ہے اور مجھ کو وہابی کہتا ہے اور اس سلسلہ میں اس نے حکومت کو بھی لکھا ہے کہ غلام احرار وہابی ہے، حالانکہ افغانستان میں کسی کو وہابی کہنا، مرتد اور قادیانی کہنے کے مترادف ہے۔ یہ میرے قتل کرانے کے درپے ہے۔ حضور انور

ان علماء سے دریافت فرمالیں جو اس وقت حاضر ہیں۔" آپ نے علماء سے دریافت فرمایا۔ اور انھوں نے صاحبزادہ کی بات کی تصدیق کی۔ کہ ملا بسم اللہ ان کو وہابی کہتے ہیں اور ایک محضر لکھ کر انھوں نے حکومت کو بھی دیا ہے۔ اور وہاں ملا غلام احرار سے باز پرس بھی ہوئی۔ یہ سُن کر آپ نے ملا بسم اللہ سے کہا تم غلام احرار کو بُرا کہو اور ان کو وہابی قرار دو تاکہ حکومت ان کو قتل کرا دے۔ اور وہ تم کو عقور و شمنذار و شنّیر و شمّخر نہ کہیں۔[1]

جس وقت ملا بسم اللہ نے جیب سے پرچہ نکالا تھا اور مندرجہ بالا عبارت پڑھ کر سنانی چاہی تھی۔ وہ شنّیر و شمّخر جیسے الفاظ غریبہ کو صحیح طور پر نہ پڑھ سکے۔ غلام احرار نے عرض کی۔ ملا بسم اللہ ایں قدر خر است کہ شنّیر را شنشر می خواند۔

صاحبزادہ صاحب کے دو بیٹے ہیں۔ ملا غلام احمد۔ حضرت سیدی الوالد سے بیعت ہیں اپنے والد کے خلیفہ ہیں۔ علمیت میں ممتاز ہیں اور صاحب اولاد ہیں حفظہ اللہ جس سال غلام احرار صاحبزادہ آپ سے بیعت ہوئے اسی سال ان کی ولادت ہوئی تھی۔

چھوٹے بیٹے فدائے احمد ہیں۔ سنہ ۱۳۳۶ھ میں ان کی ولادت ہوئی۔ علم ظاہر نہیں پڑھ سکے لیکن علم باطن اپنے والد سے حاصل کیا اور خلافت پائی۔ حفظہ اللہ تعالیٰ۔

پنجاب میں ان دونوں بھائیوں کے مخلصین ہیں۔ خدا کا فضل ہے نسبت شریفہ سے بے بہرہ نہیں ہیں۔

۲۷۔ حسین اللہ صاحبزادہ برادرِ خورد غلام احرار صاحبزادہ۔ اپنے بھائی سے سولہ سال چھوٹے تھے۔ صاحبِ ذوق و وجد و حال و نسبت تھے۔ حضرت سیدی الوالد قدس سرہ کی بھی ان پر نظر عنایت تھی۔ اپنے ذوق و شوق کے احوال میں حضرت سیدی الوالد کی قیام گاہ کی طرف رُخ کر کے یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

خواجہ نظام است و نظامی منم　　　مفتخرش بہ غلامی منم

اور اس کے بعد اپنے برادر کلاں کے اشعار پڑھتے تھے اور عالم وجد میں لوٹا کرتے تھے۔ ۱۱ ربیع الاول سنہ ۱۳۸۵ھ

---

[1] الشمنذار، جلدی چلنے والا۔ الشنّیر، بداخلاق۔ الشمّخر، متکبر۔

میں وفات پائی - اپنی وفات سے ایک دو سال پہلے اس عاجز سے لاہور میں کہہ رہے تھے کہ احوالِ وُجد میں مجھ کو چوٹیں لگتی تھیں - اس وقت کچھ احساس نہ ہوا لیکن اب چوٹ لگی ہوئی جگہ میں درد ہوتا ہے - اور بہ مشکل چلتا ہوں - اُن کے مخلصین میں بھی سوز و درد کا اثر موجود تھا - اولاد کافی ہوئی، لیکن سب داغِ مفارقت دے گئی - رحمہ اللہ -

۲۸ - خدائے مہر گل صاحبزادہ ولد باز محمد صاحبزادہ قوم کنڈی - ساکن قرہ باغ - مردِ پاک طینت پاک مشرب اور صاحب نسبت تھے - رحمہ اللہ -

۲۹ - مُلا سید احمد جان ولد سید اختر ساکن خیر کوٹ کٹواز - پاک دل صاف منش صاحبِ نسبت تھے حقیقتِ صلاۃ سے نصیبۂ اَوفیٰ حاصل تھا - پیرو مرشد کے مخلص صادق تھے - کئی حج کئے - ۱۳۶۰ھ میں آخرت کا سفر اختیار کیا - رحمہ اللہ -

۳۰ - مُلا خیر اللہ ولد ملا عبد اللہ قوم جلال زی، اندڑ ساکن شلگر - مخلص صادق تھے - پہلے ملا نجم الدین اخوندزادہ سے بیعت ہوئے - ان کی وفات کے بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور از اصحاب ذوق و شوق و نسبت ہوئے - افغانی میں بہت اچھے اشعار کہتے تھے، ان کو پڑھ کر خود بھی روتے تھے اور یارانِ طریقت کو بھی رُلاتے تھے - سہ شنبہ ۵ ربیع الآخر ۱۳۵۹ھ میں وفات ہوئی - رحمہ اللہ -

۳۱ - شرف الدین ولد ملا خداداد قوم مہمند ساکن کٹواز - آپ کے مخلص صادق تھے - تجارت کرتے تھے - ایک مرتبہ جب بنگال سے تجارت کر کے آئے تو کچھ ہدیہ پیش کیا - غالباً پانچ روپیہ ہدیہ تھا - ان کے ساتھ جو رفقا تھے انھوں نے بھی ہدیہ دیا - حاجی ملا احمد خاں نے ایک کاغذ پر ان سب کے نام اور ہدیہ کی مقدار لکھی اور اس عاجز کو دیا - یہ عاجز پرچہ کو آپ کی خدمت میں لے گیا - آپ نے پرچہ دیکھ کر فرمایا - شرف الدین سے جا کر کہو کہ تم نے ہدیہ میں کمی کیوں کی ہے - عاجز نے اُن سے یہ بات کہی - وہ سنکر مسکرائے اور دو یا تین روپیہ نکال کر اور دیئے - جب اس عاجز نے وہ رقم پیش کی تو آپ نے فرمایا - "دیکھو زید - اب ٹھیک ہے" - جب یہ عاجز باہر آیا تو حاجی مُلا احمد خان اور دوسرے برادرانِ طریقت شرف الدین سے دریافت کر رہے تھے کہ یہ کیا بات تھی - انھوں نے کہا کہ میں جب بنگال جا رہا تھا - یہ نیت کی تھی کہ مجھ کو جتنا فائدہ ہوگا اس میں سے فی صد ایک روپیہ آپ کو دوں گا - میں نے دو یا تین روپیہ کم

دیئے تھے۔ اس پر آپ نے مجھ سے دریافت کیا۔ میری نسبت کی خبر بجز پروردگار کے کسی کو نہ تھی سان کی بات سنکر عاجز نے اُن سے کہا کہ بقیہ رقم لے کر آپ نے فرمایا۔ دیکھو زید اب ٹھیک ہے۔ ۱۳۲۶ھ کا حج عاجز اور برادر کلاں کے ساتھ کیا اور دو چار سال کے بعد وفات ہوئی۔ رحمہ اللہ

۳۲۔ حاجی کلا خان ولد محمد امین خروئی کوچی۔ پھر شاہ جوے میں آباد ہو گئے تھے۔ مرد مخلص پاک دل تھے۔ ۱۳۲۶ھ کا حج ساتھ کیا اور پھر چند سال بعد وفات ہوئی۔ رحمہ اللہ۔

۳۳۔ ملا امیر ولد حاجی بازک میچن خیل ساکن جامراد پاک دل صاف ملنسار شخص تھے۔ آپ کی محبت میں فانی تھے۔ ان کی دو بیویاں تھیں ساولاد ایک سے بھی نہ تھی۔ ۱۳۳۲ھ میں دونوں بیویوں کو لے کر رامپور پہنچے۔ اپنے مولیٰ جلّ شانہ کی بارگاہ میں التجا کی۔ میں اپنی دونوں بیویوں کو لے کر اپنے پیرومرشد کی خدمت میں جا رہا ہوں تو اُن کی برکت سے مجھ کو اولاد عنایت کر۔ ان کی دُعا قبول ہوئی ایک سال بعد اُن کی بڑی اہلیہ بی بی لال کو جن کے نکاح کو ۳۵ سال ہو چکے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے لڑکی عنایت کی۔ اس وقت وہ اور اُن کے گھر والے کوئٹہ میں تھے۔ حضرت والدہ صاحبہ نے بچی کو نہلایا۔ کپڑے پہنائے اور اس کا نام صفیہ رکھا۔ خدا کے فضل سے بڑی ہوئی اور صاحب اولاد ہوئی۔ پھر ایک سال بعد اللہ تعالیٰ نے ان کی چھوٹی اہلیہ۔ بوبو جان کو۔ سولہ سال کے بعد افغانستان میں پسر عنایت کیا۔ ملا امیر نے اس کا نام طاہر رکھا۔ جوان ہو کر رحلت کر گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۝۔

ملا امیر کو مثنوی شریف سے بہت شغف تھا۔ اکثر اس کا مطالعہ کیا کرتے تھے۔ لوگوں کو اُن سے فیض پہنچا۔ اپنے پیرومرشد کے دس بارہ سال بعد رحلت کر گئے۔ رحمہ اللہ۔

۳۴۔ ملا حسن قوم بابی قندہار کے رہنے والے تھے۔ سن تیرہ سو بتیس یا تینتیس میں کوئٹہ آئے۔ حاجی اسلم نورزی نے اُن کو اپنے گھر میں رکھا۔ آپ کی خدمت میں گھنٹوں بیٹھے رہتے تھے اور فیوضات و برکات حاصل کرتے تھے۔ حالات بلند و ارجمند سے مشرف ہوئے۔ آپ کو بھی ان سے بہت محبت اور لگاؤ تھا۔ ۱۳۳۸ھ میں جب آپ دلّی تشریف لے آئے وہ قندہار چلے گئے۔ سن انتالیس اور چالیس میں وہ کوئٹہ میں نہیں تھے۔ آپ نے حاجی اسلم نورزی سے کئی مرتبہ فرمایا۔ تم ملا حسن کو کیوں نہیں بلاتے۔ اگر اُن کو تمہارے گھر میں تکلیف ہے ہم اُن کو کمرہ دیں گے۔ اس عاجز کو یاد نہیں پڑتا کہ آپ نے مخلصین میں سے کسی کے واسطے اشتیاق ملاقات ظاہر فرمائی ہو بجز ملا حسن کے۔ ملا حسن از اصحاب کمال و

اربابِ صحو تھے۔ ہر وقت اپنے مولیٰ کی یاد میں مصروف رہتے تھے۔ ایک دن قندہار میں شہر سے باہر نکلے۔ ان کے ساتھ ملا باز محمد، ملا جلال الدین، ملا قاسم، اور دو تین افراد تھے۔ یہ سب حضرت سیدی الوالد سے بیعت تھے۔ یہ لوگ باتیں کرتے ہوئے جا رہے تھے۔ وہ اپنے ذکر و فکر میں مصروف تھے۔ انھوں نے ان لوگوں سے کہا۔ افسوس صد افسوس، شتر بے مہار کی طرح چلے جا رہے ہو۔ یہ دیکھو تمہارے سامنے پہاڑ ہے جو پروردگار کی عظمت کا اظہار کر رہا ہے۔ تمہارے سر پر آسمان ہے وہ خدا کی قدرت کاملہ کا بیان کر رہا ہے۔ یہ دیکھو زمین کا ذرہ ذرہ اللہ کی یاد کر رہا ہے اور تم غفلت میں وقت گزار رہے ہو۔ یہ کہہ کر زار و قطار رونے لگے۔ رحمہ اللہ۔

۳۵۔ ملا محمد آفاق قوم مروت۔ صوبہ سرحد کے تھے۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے کمال حاصل کیا اور اپنے وطن میں صاحب ارشاد ہوئے۔ سنہ ۱۳۴۲ھ میں اُن کے تین مرید آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے محمد آفاق کی خیریت دریافت کی اور ان تینوں سے فرمایا۔ تم ہمارے اپنے ہو۔ اس عاجز کو اس دن محمد آفاق کے متعلق علم ہوا۔ رحمہ اللہ۔

اب یہ عاجز بلوچستان کے اربابِ اجازت کا ذکر کرتا ہے۔

۳۶۔ قاضی لعل محمد نورزی، قلاتِ نصیر کے رہنے والے تھے۔ کوئٹہ آئے اور آپ سے بیعت ہوئے اور شہر کوئٹہ سے تین میل کے فاصلہ پر قریۂ خلیل میں سکونت اختیار کی۔ بلوچ اور بروہی جب آپ کے پاس بیعت ہونے کو آتے تھے تو آپ قاضی لعل محمد کے پاس بھیجدیتے تھے۔ تاکہ وہ اُن کو داخلِ سلسلہ کریں اور چند روز اپنی صحبت میں رکھیں۔ قاضی صاحب نہایت ضعیف تھے، چند سال حیات رہے اور پھر سفر آخرت کر گئے۔ رحمہ اللہ۔

۳۷۔ ملا عبد الحلیم آخوندزادہ فرزند ملا عبد اللہ ساکن چھپی۔ کوئٹہ۔ قوم کاکڑ۔ جب سیدی الوالد اوائل محرم ۱۳۱۸ھ مطابق مئی ۱۹۰۰ء کو کوئٹہ تشریف لے گئے۔ ملا عبد الحلیم اور ان کے بڑے بھائی ملا عبد الرشید آپ سے بیعت ہوئے۔ ملا عبد الحلیم آپ سے بیعت کیا ہوئے دل و جان سے آپ پر تصدق ہوئے۔ تمام مخلصین میں کیا از افغانستان، کیا از بلوچستان و ہندوستان بلکہ آپ کے ارشادِ مبارک کی رو سے قاطبۃً تمام مخلصین سے افضل و اکمل تھے۔ اس عاجز نے "نغمۂ ہجران" میں کہا ہے۔

آں زچوہی دو برادر باکمال — در ولا و در محبت بے مثال
مخلصانِ باوفا ہر یک سعید — پاک دل عبدالحلیم و آں رشید
کاکڑاں را مثلِ تاج و سربُدند — بہرِ مرشد مثل بال و پر بُدند

حضرت سیدی الوالد نے ایک دن فرمایا تھا۔ عبدالحلیم قوتِ بازوئے من بود۔ اور ایک دن ارشاد کیا۔ عبدالحلیم قطب کوئٹہ بود۔ جب مُلّا صاحب حج کے واسطے روانہ ہوئے تو آپ نے بمبئی حاجی عبداللہ عمر کو لکھا کہ وہ ان کو آرام پہنچائیں۔ ہمشیرۂ کلاں کے نکاح میں مُلّا صاحب دلی آئے۔ آپ نے ان کو بزرگانِ دین کے مزارات مقدسہ پر بھیجا۔ جب وہاں سے واپس آئے تو صدہا مخلصین کے سامنے حضرت سیدی الوالد سے کہا۔ ہم کو آپ کی قدر نہ تھی۔ آپ کی عظمت کا اندازہ آج ہوا کہ جہاں بھی حاضر ہوا صاحبِ مزار نے یہ کہا تم ہمارے ابوالخیر کے مرید ہو لہذا تم ہمارے ہو۔ جس وقت حجازِ مقدس سے آئے تو انھوں نے کہا۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے عرض کی۔ کہ میں آپ کے عاشق ابوالخیر کا غلام ہوں۔ یہ سُن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ الطاف وعنایات و مہربانیاں فرمائیں۔ جن کے بیان سے زبان قاصر ہے۔

معمولات کے آخر میں مُلّا عبدالحلیم کی وفات کا واقعہ یہ عاجز لکھ چکا ہے۔ رحمہ اللہ۔

۳۸۔ مُلّا عبدالرشید آخوند زادہ مُلّا عبدالحلیم کے بڑے بھائی تھے اور تقریباً بیس سال ان سے بڑے تھے۔ بیعت ہونے سے پہلے انھوں نے عمل کر کے ایک تعویذ حاصل کیا تھا۔ اس عاجز نے صدہا اشخاص کو تعویذ دیتے دیکھا ہے لیکن جو اثر مُلّا عبدالرشید کے تعویذ میں تھا وہ کسی کے تعویذ میں نہ پایا۔ وہ ادھر تعویذ لکھتے تھے اور اُدھر کوسوں دُور مریض پر اثر ہوتا تھا۔ بیعت ہونے کے بعد مُلّا صاحب نے حضرت پیر و مرشد سے اس کا ذکر کیا اور کہا کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں لوگوں کو تعویذ دیا کروں۔ آپ نے ان کو اجازت دی اور آخیر دم تک وہ تعویذ دیا کرتے تھے۔

مُلّا صاحب کی عادت تھی جب بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے ضرور دستبوسی کرتے اور دو روپیہ نذر پیش کرتے تھے۔ ایک مرتبہ جمعہ کی نماز کے بعد حضرت سیدی الوالد مفتی عبیداللہ کے پاس بیٹھے تھے۔ مُلّا عبدالرشید خلافِ معمول باہر جانے لگے۔ آپ نے فرمایا۔ عبدالرشید کجا میروی۔ انھوں نے کہا۔ در جیب چیزے نہ دارم۔ کوئی آدھ گھنٹے کے بعد وہ آئے اور آپ کی دست بوسی کی اور بجائے

دو روپے کے چار روپے نذر پیش کی اور پھر ہم تینوں کی دستبوسی کی اور ایک ایک روپیہ پیش کیا۔ وہ جہاں بھی بازار میں نکلتے تھے پروانوں کی طرح ان پر لوگ گرتے تھے اور تعویذ حاصل کرتے تھے۔ انھوں نے تعویذ دینے کی کوئی رقم مقرر نہیں کی تھی۔ جس نے جو بھی دیا لے لیا پچیس تیس روپے روزانہ سے کم آمدنی نہ تھی، باوجود اس کے مقروض رہا کرتے تھے اور اپنی جائداد فروخت کرتے تھے۔ از حد مہمان نواز اور غریب پرور تھے۔ جو کچھ ملتا تھا، گھر پہنچتے تک خرچ ہو جاتا تھا۔ اب اگر گھر میں کوئی مہمان آگیا ہے تو اس کی ضیافت دُنبہ ذبح کر کے کرتے تھے۔ اور قرض پر قرض چڑھتا رہتا تھا۔

اپنے پیر و مرشد کی وفات کے چند سال بعد تقریباً ۸۵ سال کی عمر پا کر رحلت فرمائی۔ رحمہ اللہ۔

۳۹ - سید عبد الحق پشین کے رہنے والے آپ کے مُخلص اصحاب میں سے تھے اور آپ کی حیات طیبہ میں چند سال پیشتر رحلت فرما گئے۔ رحمہ اللہ۔

۴۰ - خدائے رحم کاکڑ پشین کے رہنے والے تھے، حضرت سیدی الوالدان کو رحمت اللہ فرمایا کرتے تھے۔ نہایت مخلص اور عاشقِ صادق تھے۔ اجازت کا پروانہ لے کر سپاہی کے ساتھ کوئٹہ سے رامپور وہیں آئے تھے۔ آپ کی مبارک حیات میں وفات پائی اور آپ کی دعائیں ان کے لئے شمعِ راہ بنیں۔ رحمہ اللہ

۴۱ - سید اکرم شاہ پشین کے رہنے والے صاحب نسبت اور صاحب جذبہ و صاحب استغراق تھے نماز میں انوار و تجلیات الٰہیہ کو دیکھ کر اپنے حال میں نہیں رہتے تھے۔ دونوں ہاتھوں سے اپنے سینہ اور بدن کو زور زور سے مارا کرتے تھے۔ جب تک نماز میں رہتے تھے یہی مستی اور شورش رہتی تھی۔ ان کی حالت حضرت مولائے روم قدس سرہ کے اس شعر کے مطابق ہوتی تھی۔

عشق آمد عقلِ او آوارہ شد　　　صبح آمد شمع او بے چارہ شد

ایک دن آپ نے اس عاجز سے فرمایا سید اکرم شاہ اس قابل ہیں کہ نماز میں ہمارے پاس کھڑے ہوں۔ لیکن ان میں ضبط نہیں ہے اور ان کی حرکت خلل کا سبب بنتی ہے۔ رحمہ اللہ۔

اب اہل ہند کا ذکر کیا جاتا ہے۔

۴۲ - محمد اصحاب الدین ولد محمد زین الدین چنگامی کا بیان ذکر خیر میں مخلصینِ قدمار کے احوال میں گزر چکا ہے۔ یہ آپ کے اول خلیفہ ہیں۔ ان کے متعلق جو کچھ معلوم ہوا ہے۔ ان کے خطوط سے ہوا ہے۔ غالباً اُن کی وفات بیعت و خلافت کے کچھ عرصہ بعد ہو گئی۔ اصحاب الدین نے خط کا یہ پتہ تحریر

کیا ہے۔ شہر چاٹگام۔ تھانہ ٹیک ناف بازار۔ ممدوجناب کو مل کر اصحاب الدین کو ملے۔ رحمہ اللہ۔

۴۳۔ حاجی فیض اللہ ٹھیکیدار۔ سرسہ کے رہنے والے تھے آپ کے قدیم مخلصین میں سے تھے۔ خانقاہ شریف کی تعمیر کی نگرانی اور اہتمام میں وہ بھی شریک رہے۔ نہایت پاک طینت اور صاف منش شخص تھے۔ دنیا کی طرف سے بے فکر تھے اور نسبتِ شریفہ سے بھی پوری طرح مجلّٰی تھے۔ رحمہ اللہ۔

۴۴۔ مولوی برکت اللہ فاروقی ہانسوی قدیم مخلصین میں سے تھے۔ سالہا سال حاضر ہوتے رہے اور اللہ تعالیٰ نے اُن پر فتح باب کیا۔ بہت سے لوگوں نے ان سے استفادہ کیا۔ زندگی کے آخری ایام میں عاجز سے ملے۔ اور سیدی الوالد کے اُن تمام خطوط کو حوالہ کیا۔ جو وقتاً فوقتاً اُن کے نام گئے تھے۔ رحمہ اللہ۔

۴۵۔ مولانا مولوی سید عبدالجلیل ولد سید ہدایت علی۔ ڈاسنہ میں رہتے تھے۔ اس عاجز کی ولادت کے سال ۱۳۲۴ھ میں بیعت ہوئے۔ خود ان کا بیان ہے کہ دو تین مہینہ آپ کے حلقہ میں شامل ہوا۔ پھر آپ کوئٹہ تشریف لے گئے اور میں ڈاسنہ چلا گیا۔ وہاں ایک صوفی صاحب رہتے تھے۔ میں ان کے پاس جا کر بیٹھ جاتا تھا اور ذکر شریف کیا کرتا تھا۔ جب آپ کوئٹہ سے تشریف لائے میں حاضر ہوا۔ آپ نے مجھ کو حضرت بلالی کے پڑھانے کے واسطے مقرر کیا اور میں خانقاہ شریف میں رہنے لگا۔ لیکن میں نے یہ محسوس کیا کہ مجھ پر آپ کی وہ نظر التفات نہیں ہے جو پہلے تھی۔ میں اس سلسلہ میں پریشان رہا کرتا تھا۔ ایک دن آپ عصر کو تفریح سے واپس آئے اور خانقاہ شریف کے دروازہ میں مونڈھے پر رونق افروز ہوئے، میں قریب ہی کھڑا تھا۔ آپ نے مجھ کو دیکھ کر فرمایا۔ عبدالجلیل کیا بات ہے۔ سال گزشتہ جو حلاوت تم میں تھی اب کے سال نہیں ہے۔ میں نے عرض کی، کوئی خطا تو مجھ سے سرزد نہیں ہوئی ہے۔ البتہ میں ایک صوفی صاحب کے پاس جایا کرتا تھا اور وہاں بیٹھ کر وظیفہ کیا کرتا تھا آپ نے فرمایا ہاں یہ کثافت اسی کا اثر ہے۔ میں نے کہا حضرت آپ اس کو سلب فرمالیں۔ آپ نے اچھا فرمایا اور آنکھیں بند کر کے میری طرف متوجہ ہوگئے۔ میں نے محسوس کیا کوئی شے میرے سینہ سے سمٹ رہی ہے۔ اور پھر میں نے اُمّ الدّماغ سے کوئی شے نکلتی محسوس کی اور میں نے "چھن" آواز سنی۔ آپ نے اپنی آنکھیں کھول کر فرمایا۔ عبدالجلیل۔ اب کئی دن ذکر شریف نہ کرو۔" مولوی صاحب نے یہ واقعہ بھی بیان فرمایا۔ کہ کوئٹہ میں میرے نام گھر سے لفافہ آیا۔ آپ نے مُلّا عبدالحلیم کو میرا لفافہ دے کر فرمایا۔ اس میں پریشانی ہے۔ ملّا عبدالحلیم نے مجھ کو لفافہ دے کر آپ کی بات کہی۔ میں نے لفافہ کھول کر پڑھا۔ اس میں تحریر

تھا کہ میرا لڑکا جس کا نام زید تھا رحلت کر گیا ہے۔

مولوی صاحب چار سال آپ کی خدمت میں رہے۔ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میری زندگی کا ماحصل یہی چار سال ہیں، شب جمعہ ۱۴ محرم ۱۳۹۱ھ مطابق ۱۱ مارچ ۱۹۷۱ء بعد مغرب ایک سو پانچ سال کی عمر پاکر راہیٔ ملکِ بقا ہوئے۔ سالہاسال سے جرول ضلع بہرائچ میں قیام تھا۔ جمعہ ۱۲ مارچ کو ہولی کا دن تھا۔ لیکن جرول کے ہندوؤں نے ہولی نہیں کھیلی اور آپ بہ صد اکرام اپنے مکان کے قریب مدفون ہوئے۔ رحمہ اللہ۔

۴۶۔ میر واحد خانقاہ شریف کے پاس رہتے تھے۔ اچھی استعداد پیدا کرلی۔ اور آپ کی حیات مبارکہ میں جوانی کی حالت میں وفات ہوئی۔ رحمہ اللہ۔

۴۷۔ مولوی عبدالعزیز ولد عبداللطیف۔ ساکن جونا کر کاٹی۔ ضلع کھلنا۔ (بنگال) مدرسہ عبدالرب میں پڑھتے تھے۔ آپ کو مدرسہ میں جمعہ کے دن دیکھا اور فریفتہ ہوگئے۔ بیعت ہوئے۔ سعادت نے ساتھ دیا اور اُن کا دل گرویدۂ ذکر شریف ہوگیا۔ ۱۳۲۳ھ میں بیعت ہوئے۔ ہر سال چالیس دن کے واسطے میلاد شریف کے موقع پر حاضر ہوتے تھے۔ تیرہ سو ستائیس یا اٹھائیس میں آپ نے ان کو اجازت عنایت کی۔ اسکے بعد وہ اپنے ساتھ چند مخلصین کو لیکر حاضر ہوا کرتے تھے، انکے مریدوں میں سے جو ارباب قلوب ہوتے تھے وہ ان کے ساتھ چالیس دن رہتے تھے اور باقی افراد میلادِ مبارک میں شریک ہوکر چلے جاتے تھے مولوی صاحب اور اُن کے مریدوں کے احوال کو دیکھ کر آپ خوش ہوتے تھے۔ اور آپ نے جو خطوط ان کو لکھے ہیں ان میں بھی اس کا اظہار فرمایا ہے۔

میلاد شریف کے بیان میں ان کا ذکر آچکا ہے کہ وہ بلند آواز سے اپنے مشاہدات کو باگریہ وزاری بیان کیا کرتے تھے اور آپ اس وقت خاموش ہو جایا کرتے تھے۔ مولوی صاحب سے جو کچھ صادر ہوتا تھا بے اختیاری میں ہوتا تھا۔ اس وقت اُن کی آنکھیں قطعی طور پر مخمور اور سُرخ ہوتی تھیں۔ اور جب وہ حال گزر جاتا تھا۔ نڈھال ہو کر بیٹھ جاتے تھے۔

اس عاجز نے یہ بات ملاحظہ کی کہ مولوی صاحب کے آنے سے آپ کا دل خوش ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ صبح کو نو دس بجے یہ عاجز آپ کی خدمت میں حاضر تھا۔ مولوی صاحب اور اُن کے رفقا کے نعرہ ہائے وجد آپ نے سُنے۔ خوش ہو کر عاجز سے فرمایا۔ دیکھو۔ ہمارے مولوی عبدالعزیز آگئے۔ آپ کی عادت

مبارک تھی کہ جس سے آپ کا دل خوش ہوتا تھا اس کو اپنی طرف نسبت دے کر "ہمارے" فرمایا کرتے تھے۔

اور پھر فرمایا۔ جاؤ ان سے پوچھو خیریت سے ہیں۔

اس عاجز نے نہیں دیکھا کہ آپ نے کبھی مولوی صاحب کو جھڑکا ہو۔ اس عاجز کی یاد سے پہلے ایک سال اوائل مریدی میں وہ بارِ دیگر آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ آپ نے اُن سے فرمایا۔ دیکھو عبدالعزیز قاعدہ کی پابندی بہتر ہوتی ہے۔ چنانچہ اس کے بعد مولوی صاحب سال میں صرف ایک ہی مرتبہ چالیس دن کے واسطے حاضر ہوتے تھے۔ اور جب وہ جاتے تھے آپ ان کو اور ان کے مریدوں کو دعائیں دیا کرتے تھے۔ آپ دن میں باہر تشریف لا کر بیٹھ جاتے تھے اور اُن کے مریدوں کو خدمت میں مشغول دیکھ کر خوش ہوتے تھے۔ احیاناً کسی سے آپ کچھ بات کر لیا کرتے تھے۔ اور وہ بیحد خوش ہو جاتا تھا، مولوی صاحب بھی خوش ہو کر اس کو آداب کی تعلیم دیا کرتے تھے۔

سنہ ۱۳۴۱ھ میں مولوی صاحب کے ہمراہ اُن کے چالیس پچاس مرید آئے۔ اور میلاد شریف کے بعد تقریباً بیس پچیس افراد چلے گئے۔ جب مولوی صاحب کے چالیس دن پورے ہو گئے، بیس ربیع الآخر کو انھوں نے گھر جانے کی اجازت طلب کی۔ آپ نے اُن سے فرمایا۔ تم اپنے خصوصی چار پانچ مریدوں کو رکھ لو اور باقی افراد کو رخصت کر دو۔ چنانچہ مولوی صاحب نے یہی کیا۔ اور مزید چالیس دن رہے۔ پہلی یا دوسری جمادی الآخرہ کو مولوی صاحب نے پھر گھر جانے کا قصد کیا تو آپ نے شیخ عبدالباری، مولوی بخش اللہ اور مولوی بدرالاسلام سے فرمایا۔ جاؤ مولوی صاحب سے پوچھو کہ اُن کو کیا تکلیف ہے۔ ہمارا دل نہیں چاہتا کہ ابھی وہ جائیں۔ چونکہ مولوی صاحب کو اپنے گھر پر کچھ کام تھا اس لئے آپ نے ان کو جانے کی اجازت دیدی۔ اس عاجز نے دیکھا کہ آپ خلاف معمول باہر تشریف لائے۔ اور دروازہ میں جو تخت بچھا ہوا رہتا تھا اس پر رونق افروز ہوئے، پہلے مولوی صاحب کے مریدوں کو بُلایا اور اُن کو رخصت کیا۔ اور پھر مولوی صاحب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے وہ تخت کے پاس زمین پر اکڑوں بیٹھے اور آپ کے مبارک ہاتھ کو بوسہ دیا۔ آپ نے ان کے دونوں کندھوں پر اپنے دونوں ہاتھ رکھے۔ اور سر مبارک جھکا کر بیٹھ گئے۔ مولوی صاحب بھی اُسی حالت میں آنکھیں بند کئے بیٹھے رہے۔ پندرہ بیس منٹ اس کیفیت میں گزرے، مولوی صاحب کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ اُن کے حسب حال عاجز نے یہ شعر پایا ؎

نہ دانم چہ گفتی چہ انگیختی کہ از دیدہ ہایم تو خوں ریختی

پانچ سات جمادی الآخرہ کو مولوی صاحب آپ سے رخصت لے کر اپنے گھر گئے اور اکتیس تاریخ کو آپ جنّاتِ نعیم تشریف لے گئے۔ مولوی صاحب کو اس بات کا نہایت افسوس رہا کہ آپ کے روکنے پر میں کیوں نہ رکا۔ ایسا معاملہ مولوی صاحب کے ساتھ اس سے پہلے کبھی پیش نہ آیا تھا۔ جو دعائیں اس آخر وقت میں مولوی صاحب نے حاصل کیں۔ اس عاجز نے سنیں کیونکہ یہ عاجز از اول تا آخر قریب ہی کھڑا سب احوال اور آپ کی دعائیں سن رہا تھا۔ ان دعاؤں کا اثر پوری طرح ظاہر ہوا، برما، بہار اور یوپی کے بعض اضلاع میں اور سارے بنگال میں مولوی صاحب کو خوب مقبولیت حاصل ہوئی۔ ان کے مرید رحمت اللہ خاں جدوؔ نے کہا ہے اور حسبِ واقع کہا ہے۔

دہلی سے اٹھا ابر تو بنگال میں برسا سونے پہ سہاگہ کا اثر دیکھ رہا ہوں

مولوی صاحب کو عاجز سے محبت تھی تقسیم ہند کے بعد وہ چند سال دلی نہ آسکے۔ ۱۳۷۵ھ مطابق ۱۹۵۵ء میں عاجز نے ان کو لکھا کہ اب آنے میں کوئی خطرہ نہیں ہے۔ کچھ دن کے واسطے آجائیں عاجز کے لکھنے پر وہ دِلّی آئے، کچھ دن قیام کیا اور جاتے وقت عاجز سے کہا۔ اِن شاء اللہ اب ہر سال حسبِ معمول آیا کروں گا۔ لیکن یہ اُن کی آخری آمد رہی۔ اور سہ شنبہ ۱۱ ماہ ربیع الاول ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۶ اکتوبر ۱۹۵۶ء کو وہ اس دارِ فانی سے دارِ باقی کو منتقل ہو گئے۔ اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن رحمہ اللہ ورضی عنہ۔

اُن کے مرید خیر البشر بنگالی نے یہ عربی کا شعر کہا ہے اور خوب کہا ہے۔ جزاہ اللہ خیراً ؎

بِنَفْسِیْ وَاَوْلَادِیْ وَاُمِّیْ وَوَالِدِیْ عَلٰی تُرْبَۃٍ طَابَتْ لِطِیْبِ مُحَمَّدٍ

مولوی صاحب اپنے پیر و مرشد کا عرس شمسی تاریخ سے ہر سال کیا کرتے تھے۔ ہزارہا افراد کا اجتماع ہوا کرتا تھا۔ ضلع کھلنا میں اُس دن سرکاری چھٹی رہتی ہے۔

مولوی صاحب کے چھ بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔ عبد الرحیم، محمد یحییٰ، محمد معصوم، محمد سعید، محمد صادق، محمد زبیر۔ اور خیر النساء و اشرف النساء حفظہم اللہ وسلّمہم مولوی عبد الرحیم اُن کے جانشین ہیں انھوں نے اپنے والدِ ماجد کے مزار پر نہایت عمدہ عالی شان گنبد بنوایا ہے۔ جزاہ اللہ خیراً۔

یہ عاجز اپنی تیسری بیٹی عطیۂ فاروقیہ کی خواہش پر پہلی مرتبہ چار شنبہ ۲۸ ربیع الاول ۱۳۹۰ھ

مطابق ۳ر جون ۱۹۵۰ء چاٹگام گیا تھا۔ وہاں مولوی عبدالرحیم، محمد معصوم، محمد سعید اور شفیق احمد پسر مولوی عبدالرحیم پہنچے اور بیان کیا کہ محمد زبیر کا عقد نکاح ۱۸ر جون کو ڈھاکہ میں ہے۔ اور پھر ۲۴ر جون کو ولیمہ ان کے گاؤں جونا کر کاٹی۔ ضلع کھلنا میں ہے۔ آپ کی شرکت ضروری ہے۔ عاجز کو مولوی صاحب اور ان کی محبت یاد آئی اور بہت خوشی سے شریک ہوا۔ محمد زبیر کا عقد نکاح اختری بیگم دختر سید بابر حسین سے ہوا، خطبۂ نکاح عاجز نے پڑھا پھر مولوی محمد اسلام چاٹگامی نے عربی مولد پڑھا۔ ۲۴ر جون سے ۳ر جولائی تک اس عاجز نے جونا کر کاٹی میں قیام کیا۔ مولوی عبدالرحیم، ان کے برادران اور فرزندان نے نہایت آرام سے رکھا۔ اللہ ان کو اجر کثیر دے۔

مولوی صاحب کے جانشین اُن کے بڑے بیٹے مولوی عبدالرحیم ہیں اور خلفاء چھ ہیں۔ ۱ مولوی عبدالشکور ضلع اکیاب ملک برما۔ ۲ مولوی نعیم الدین الہ آبادی۔ ۳ مولوی علیم الدین اُرہار ضلع مرشد آباد (بہار) ۴ مولوی محمد اسلام دھرمپوری (چٹگامی) ۵۔ سید محمود حسن الہ آبادی مقیم اعجاز کالونی، لسبیلہ ہاؤس، کراچی ۶۔ مولوی مخلص الرحمٰن ضلع اکیاب (برما) سلمہم اللہ ووفقہم لخدمۃ الاسلام ونشر الطریقۃ۔

مولوی صاحب کے خلفاء کا کچھ ذکر کیا جاتا ہے۔

مولوی عبدالشکور ولد شیخ احمد ولد فدا حسین ساکن تنگمدوا، موضع میورکل، تھانہ بکتو، ضلع اکیاب ملک برما متولد ۱۲۹۱ھ متوفی ۱۳۴۰ھ نے ایک بیاض اپنے ہاتھ سے لکھ کر چھوڑی ہے۔ یہ بیاض مولوی محمد اسلام چاٹگامی کے پاس ہے۔ عاجز نے اس بیاض میں سے کچھ احوال اپنے سفرنامہ میں لکھے ہیں جس کا نام۔ السفرالی البنگال۔ ہے۔ مختصر طور پر یہاں کچھ نقل کرتا ہے۔ کیونکہ ان کے احوال کا تعلق حضرت سیدی الوالد سے ہے۔ ان کا بیان ہے۔

میں میرٹھ میں پڑھتا تھا اور پیر طریقت کی مجھ کو تلاش تھی۔ اتفاق سے میں میرٹھ سے دلّی گیا۔ میرے دوست مولوی غلام ربانی وغیرہ مولوی رشید احمد سے بیعت ہونے سہارنپور جارہے تھے۔ مجھ سے چلنے کو کہا۔ چونکہ بعض مسائل میں مجھ کو اُن سے اختلاف تھا نہ گیا۔ اور میری خواہش طریقۂ نقشبندیہ میں بیعت ہونے کی تھی۔ اتفاق سے میں جلسۂ دستار بندی میں مدرسۂ عبدالرب گیا۔ وہاں تخت پر ایک بزرگ کو دیکھا کہ طالبانِ علم کو انعامات ان کے ہاتھوں سے دلوائے جارہے تھے۔ اختتامِ جلسہ پر حاضرینِ جلسہ میں سے ہر ایک آپ سے مصافحہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ جب مجھ کو موقع ملا بسم اللہ

بڑھ کر میں نے آپ سے مصافحہ کیا۔ آپ کی ملائم ہتھیلی ریشم سے ملائم اور برف کی طرح سرد تھی۔ مصافحہ کرتے وقت میرے سارے جسم میں ٹھنڈک کی لہر دوڑ گئی گویا کہ مجھ کو بجلی کا جھٹکا لگا ہو۔ میں نے لوگوں سے دریافت کیا۔ یہ کون بزرگ ہیں۔ انھوں نے بتایا کہ یہ حضرت شاہ ابوالخیر ہیں اور وہ اپنی خانقاہ شریف واقع چتلی قبر میں رہتے ہیں اور آپ کا طریقہ، نقشبندیہ مجددیہ ہے۔ ایک چاٹگامی میرے دوست تھے۔ وہ خانقاہ شریف کے پاس رہتے تھے۔ ہم نے اُن سے کہا کہ وہ مجھ کو آپ کی خدمت میں لے جائیں۔ انھوں نے کہا۔ میں تم کو نہیں لے جا سکتا۔ کیونکہ اُن سے ملنے جو بھی جاتا ہے دربان اس کی اطلاع کرتا ہے۔ اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ پہلے دن اس شخص کی طلبی نہیں ہوتی اور وہ روز آتا رہتا ہے اور پھر کہیں اس کی طلبی ہوتی ہے۔ آپ اس طرح اس شخص کے عزم کی آزمائش کرتے ہیں۔ اور تم کو میرا مشورہ یہ ہے کہ پہلے جا کر فارغ التحصیل ہو جاؤ اور پھر بیعت کے واسطے آؤ۔ کیونکہ جو طالب علم بیعت کے لئے آتا ہے آپ اس سے فرماتے ہیں کہ پہلے علم ظاہر پڑھ لو پھر آؤ۔ اور میں تم کو یہ مشورہ دیتا ہوں کہ جب بھی آؤ پختہ عزم کرکے آؤ اور یہ سمجھ کر آؤ کہ اگر وہ ایک مہینہ بھی نہ بلائیں تم روز ان کے دروازہ پر آتے رہو گے اور گھنٹوں انتظار کرتے رہو گے۔

میرے چٹگامی دوست نے سچے دل سے مجھ کو صحیح مشورہ دیا۔ اللہ ان کو اجر دے۔ لہٰذا میں میرٹھ چلا گیا۔ ایک سال میں فارغ التحصیل ہوا۔ اور پھر حاضر ہوا۔ دربان نے اطلاع کی لیکن طلبی نہ ہوئی۔ میں دروازہ پر بیٹھا رہا۔ تین دن کے بعد آپ نے ایک شخص سے فرمایا اور اس نے دروازہ کی صحنچی میں بٹھا کر بیعت کیا اور وظیفۂ قلبی کی تعلیم دی اور مجھ سے کہا۔ یہاں بیٹھ کر وظیفۂ شریفہ کرو۔ میں پانچ دن تک صحنچی میں وظیفۂ شریفہ کرتا رہا۔ اور آپ سے ملاقات نہ ہوئی۔ چھٹے دن تقریباً ایک گھنٹہ ذکر شریف کرنے کے بعد وہ شخص آئے جنہوں نے مجھ کو بیعت کیا تھا اور مجھ سے کہا۔ آؤ حضرت صاحب تم کو بلاتے ہیں۔ مجھ پر آپ کی ہیبت غالب ہوئی۔ اور کانپتا ہوا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کے پاس پہنچ کر میں نے آپ کو سلام کیا اور دو زانو ہو کر بیٹھ گیا۔ آپ نہایت محبت سے ملے۔ آپ نے مجھ سے مصافحہ کیا۔ میرے احوال دریافت فرمائے اور پھر آپ نے مجھ کو اسی طرح بیعت فرمایا جیسا کہ پہلے آپ کے خلیفہ بیعت کر چکے تھے اور آپ نے اسی طرح لطیفۂ قلبی کی تعلیم دی۔ جس طرح پر وہ دے چکے تھے۔ اس کے بعد مجھ کو اجازت مل گئی کہ روز آپ کے سامنے بیٹھ کر

وظیفہ شریفہ کیا کروں۔

یہ واقعہ ۱۳۲۱ھ کا ہے اور جن صاحب نے مجھ کو پہلے بیعت کیا تھا اُن کا نام (مُلّا) عبداللہ تھا۔ اور وہ پٹھان تھے۔ (علیزی)

اس زمانہ میں آپ مغرب کی نماز کے بعد سے حلقہ اور توجہ شروع فرماتے تھے اور رات کے دس گیارہ بجے تک حلقہ ہوتا تھا۔ پھر مؤذن اذان دیتا تھا اور آپ نماز پڑھا کر حرم سرا تشریف لے جاتے تھے۔ اور حاضرین اپنے گھروں کو چلے جاتے تھے۔

آپ کی طبیعت جلالی تھی۔ آپ پر سوز و گداز عشق کا غلبہ تھا۔ آپ کبھی مثنوی شریف کا یا کسی دوسرے بزرگ کا کوئی شعر پڑھتے۔ یا کوئی حدیث شریف پڑھتے اور مجھ سے فرماتے "مولوی عبدالشکور مطلب این چیست"۔ کبھی میں خاموش رہتا اور کبھی عرض کرتا "حضرت آپ ہی بیان فرمائیں"۔ آپ اس وقت ایسا بیان فرماتے جس پر۔ مَالَا اُذُنٌ سَمِعَتْ صادق آتا تھا۔ اور میں دیکھتا تھا کہ آپ کی مبارک آنکھوں سے آنسو جاری ہوا کرتے تھے۔

لذتِ بادۂ عشق السّت زمن مست مپرس ۔ ذوق ایں می نہ شناسی بخدا تا نہ چشی

کبھی آپ تھک کر گاؤتکیہ سے کمر لگا لیتے، اس وقت میں آپ کے مبارک جسم کو دباتا۔ اس دوران میں آپ ناچیز سے تکلم فرماتے۔ آپ کی شیریں کلامی کا بیان کیا کروں۔ مجھ کو یقین ہے جو بھی آپ کی شیریں کلامی سُن لیتا وہ دل و جان سے آپ پر فریفتہ ہو جاتا۔ اگرچہ آپ کا قد دراز نہ تھا لیکن آپ کا مبارک سر ہزارہا آدمیوں میں نظر آتا تھا۔ میں آپ کے بدن کی طاقت اور مبارک چہرے کی کیفیت کو بیان نہیں کرسکتا۔ آپ کے رعب اور ہیبت کا یہ عالم تھا گویا ایک شیر سے سامنا ہے۔ کسی میں ہمت نہ تھی کہ آنکھ ملا کر آپ سے بات کرلے۔ جو بھی آپ سے بات کرتا تھا اس کی نظریں خود بخود زمین کی طرف جھک جاتی تھیں آپ اردو۔ فارسی۔ اور عربی کے عالم تھے تینوں زبانوں میں آپ نے اشعار کہے ہیں"

آپ کی طاقت یہ عاجز کہتا ہے۔ کہ مولوی عبدالشکور نے آپ کی طاقت کا ذکر کیا ہے۔ اور اس وقت کا ذکر کیا ہے جب کہ آپ کی مبارک عمر قمری حساب سے کامل پچاس سال کی تھی۔ یہ عاجز ۱۳۳۵ھ کا اپنا چشم دید واقعہ لکھتا ہے۔ آپ نے کوئٹہ کی جامع مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھی۔ مفتی عبیداللہ امام جامع مسجد نے آپ کے واسطے چائے کا بندوبست کیا تھا۔ آپ چائے نوش فرما رہے تھے مفتی عبیداللہ

آپ کی دائیں جانب دو زانو جھکے بیٹھے تھے۔ دورانِ گفتگو میں آپ نے فارسی میں مفتی صاحب سے فرمایا۔ تم اتنے ضعیف اور کمزور کیوں ہو گئے ہو۔ اور پھر آپ نے اپنے دونوں مبارک ہاتھوں سے اُن کو گرفت میں لیکر اٹھایا اور بائیں جانب رکھدیا۔ آپ چار زانو بیٹھے تھے اور آپ نے مفتی صاحب سے فرمایا دیکھو ہم بوڑھے ہو کر تم کو اٹھا سکتے ہیں۔ مفتی صاحب کا وزن کسی حال میں سوا من سے کم نہ ہوگا۔ ممکن ہے ڈیڑھ من ہو۔ اس کیفیت کو دیکھ کر سب لوگ حیرت میں رہ گئے۔ اور یہ واقعہ بھی اپنی نوعیت میں آپ کے احوال میں ایک ہی ہے۔ اس عاجز کو خیال ہوتا ہے کہ مولوی عبدالشکور نے کسی واقعہ سے آپ کی قوت کا اندازہ لگایا ہے اور بالکل صحیح لکھا ہے۔ اور ان کا باقی بیان بھی یقیناً صحیح ہے۔ اس کے بعد مولوی عبدالشکور نے لکھا ہے۔

" دو ڈھائی مہینے گزرے تھے کہ میرے والد صاحب نے ایک سو روپیہ مجھ کو ارسال کیا اور تاکید سے لکھا کہ تم بھی آجاؤ اور اپنے چھوٹے بھائی حبیب اللہ کو بھی ساتھ لے آؤ۔ میں نے حضرت صاحب سے یہ بات عرض کی۔ آپ تھوڑی دیر خاموش رہے اور پھر فرمایا " مولوی عبدالشکور اگر تم چھ مہینے ہمارے پاس رہ جاتے تو تمہارے واسطے بہتر ہوتا " آپ نے تاسفانہ لہجے میں یہ بات فرمائی تھی۔ اس وقت تک برما اور بنگال سے آپ کی خدمت میں کوئی نہیں آیا تھا (مولوی عبدالشکور کو معلوم نہیں تھا کہ بنگالیوں میں اولیت کا سہرا محمد اصحاب الدین کے سر تیئیس سال پہلے ۱۲۹۶ھ میں بندھ چکا تھا اور غالباً اصحاب الدین کا انہی دنوں میں انتقال ہو گیا تھا کیونکہ پھر ان کی کوئی خبر معلوم نہ ہوئی)

آپ نے رخصت کرتے وقت فرمایا۔ اپنے حالات سے مطلع کرتے رہنا اور وظیفۂ شریفہ سے صبح اور شام غافل نہ ہونا۔

افسوس صد افسوس میں غفلت میں پڑ گیا اور آپ کی ہدایت پر عمل پیرا نہ رہا۔ چودہ سال کے بعد میں نے تین خواب دیکھے (مولوی عبدالشکور نے تینوں خوابوں کو لکھا ہے) اور میں دلی آیا۔ خانقاہ شریف کے دربان اس وقت عبدالستار تھے۔ میں نے اطلاع کرائی۔ آپ نے عبدالستار کی معرفت میرے احوال معلوم کرائے لیکن مجھ کو خانقاہ شریف میں داخل ہونے کی اجازت نہ ملی۔ میں روزانہ صبح و شام خانقاہ شریف کے دروازہ پر حاضر ہوتا اور میری اطلاع آپ کو دی جاتی لیکن داخلہ کی اجازت نہ ملتی اور میں باہر بیٹھ کر

روتا رہتا - ایک دن عبدالستار نے مجھ سے کہا - مولوی صاحب - حضرت صاحب تم کو سونا دینا چاہتے تھے تم نے اس کو مٹی کیا - لہذا حضرت صاحب تم سے ناخوش ہیں لیکن تم صبر کرو - حضرت صاحب کے خلیفہ مولوی عبدالعزیز اپنے مریدوں کے ساتھ میلاد مبارک کے موقع پر آنے والے ہیں اور ان کی رفاقت میں تم خانقاہ شریف میں داخل ہو جاؤ گے - چنانچہ مولوی صاحب بنگال سے آئے وہ اور ان کے مرید بلا کسی اجازت کے جب چاہتے تھے خانقاہ شریف میں آتے جاتے تھے - میں نے بھلائی اسی میں دیکھی کہ ان کے مریدوں کے زمرہ میں شامل ہو جاؤں - چنانچہ میں نے یہی کیا اور بارہ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ کو جناب مولوی عبدالعزیز صاحب کی معیّت میں خانقاہ شریف میں داخل ہوا مغرب کی نماز کا وقت تھا - مولوی صاحب کے پاس صف میں بیٹھ گیا - جب نماز کے واسطے آپ آئے - تو ہر شخص کے پیچھے سے گزرے ہر مقتدی کی کیفیت ملاحظہ کی - جب میرے پاس تشریف لائے دریافت فرمایا یہ کون ہے - یہ سن کر میرا بدن شل ہو گیا، میں بالکل خاموش رہا - پھر آپ نے خود فرمایا کہ یہ بنگالی ہے - میں نے کہا - جی ہاں - آپ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور پھر آپ نے نماز پڑھائی - آپ نے نماز میں سورۂ فتح پڑھی - آپ کس عالم میں تھے اس کا علم بجز اللہ کے کسی کو نہیں - بیچارے مقتدی حقیقت صلاۃ کے سمندر میں غوطے لگانے لگے - کوئی بیخودی میں جھوم رہا تھا - کوئی آہ و بکا میں مصروف تھا - میں اپنی حالت بیان کرتا ہوں کہ میرے سینہ پر جو بھاری پتھر رکھا ہوا تھا وہ اٹھ گیا اور میں محسوس کر رہا تھا کہ اب میرا سینہ پھٹ جائے گا - آپ پہاڑ کی طرح اپنی جگہ پر قائم تھے آپ کی قرارت بہت صاف تھی - اتنی صاف گویا کہ آپ ترجمہ بیان فرما رہے ہیں -

نماز سے فارغ ہو کر آپ حرم سرا تشریف لے گئے - تشریف لے جاتے ہوئے آپ نے ملّا احمد پٹھان سے فرمایا - احمد - نماز میں چودہ آدمیوں نے تنحنح کیا ہے ان سے چودہ روپیہ جرمانہ لو"

مولوی عبدالشکور کا بیان اختصار کے ساتھ ان کے الفاظ میں ختم ہوا مولوی عبدالشکور سے ملّا عبدالستار مشوری نے بہت ٹھیک کہا کہ حضرت صاحب تم کو سونا دینا چاہتے تھے تم نے اس کو مٹی کر دیا - مولوی عبدالشکور کی قسمت میں یہ تھا کہ وہ مولوی عبدالعزیز صاحب سے مستفید ہوں - چنانچہ مستفید ہوئے - انھوں نے اجازت دی اور پھر اُن کی حیات میں رحلت کر گئے - برمامیں اُن کی وجہ سے طریقۂ شریفہ پھیلا مخلص الرحمٰن کا گھر ان کے گھر کے قریب ہے اور اب وہ مصروف کار ہیں -

وفقہ اللہ المرضاتہ۔

مولوی نعیم الدین الہ آبادی رحلت کر چکے ہیں۔ رحمہ اللہ و رضی عنہ۔

مولوی علیم الدین ضلع مرشد آباد میں ہدایت خلق کر رہے ہیں۔ وفقہ اللہ لمرضاتہ۔

مولوی محمد اسلام میں ذوق و جذبہ ہے۔ میلاد شریف خوب پڑھتے ہیں۔ محمد زبیر سلمہٗ اللہ تعالیٰ کے عقد نکاح کے بعد مولوی محمد اسلام نے عربی مولد شریف پڑھا اور خوب پڑھا۔ اس کے بعد کئی مرتبہ اس عاجز کو مدائح نبویہ علی صاحبہا الصلاۃ والتحیہ سنا کر دل خوش کیا۔

خوشا مسجد و منبر و خانقاہے   کہ باشد در و قیل و قالِ محمد ﷺ

وفقہ اللہ لمرضاتہ۔

سیّد محمود حسن الہ آبادی۔ کراچی میں لسبیلہ ہاؤس کے پاس اعجاز کالونی میں مصروفِ عمل ہیں سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت، اپنے پیر اور دادا پیر سے حاصل کی ہے۔ پسندیدہ نعت کہتے ہیں اور میلاد شریف ذوق و شوق سے پڑھتے ہیں۔ ...... وفقہ اللہ لمرضاتہ۔

۸۴۔ حضرت استادی مولانا مولوی حافظ محمد عمر فرزند حافظ محمد ایوب۔ ساکن۔ محلہ مداپور گھوسی۔ ضلع اعظم گڑھ۔ یو۔ پی۔

آپ کی ولادت روز جمعہ یکم رمضان ۱۳۰۰ھ مطابق ۱۶ رنومبر ۱۸۸۲ء میں اور وفات روز شنبہ ۱۵ رمحرم ۱۳۹۱ھ مطابق ۱۳ رمارچ ۱۹۷۱ء کو ہوئی۔ قمری حساب سے آپ کی عمر ۹۰ سال ۴ ماہ ۱۴ دن اور شمسی حساب سے ۸۷ سال ۳ ماہ ۲۵ دن کی ہوئی۔ دس سال کی عمر میں کلام الٰہی حفظ کیا اور پھر۔ مولانا فاروق چریا کوٹی ۲۔ مولانا ظہور الحسن جونپوری ثم رامپوری ۳۔ مولانا سید ہادی حسن جونپوری ۴۔ مولانا ماجد علی مانک پوری ۵۔ مولانا سید عبد اللطیف بجنوری ثم علی گڑھی سے علوم مروجہ کو خوب تحقیق و تدقیق سے پڑھا اور مولانا قاری عبد الرحمٰن الہ آبادی سے تجوید کی مشق فرمائی۔

تحصیل علم ہی کے زمانے میں آپ کو علم باطن کا شوق پیدا ہوا اور ۱۳۲۲ھ میں حضرت سید ہی لولد سے بیعت ہوئے۔ اور پھر ہم بھائیوں کی تعلیم کے سلسلہ میں کئی سال آپ کی خدمت میں رہے۔ کوئٹہ میں آپ کو قاری نیاز احمد مرحوم کی معیت میں شاطبیہ شریف پڑھنے کا موقع ملا اور اس طرح

آپ کو حضرت سیدی الوالد سے شرفِ تلمذ بھی حاصل ہوا۔

حضرت برادرِ کلاں اور برادرِ خورد نے آپ سے بہ نسبت اس عاجز کے بکثیر پڑھا۔ کیونکہ عاجز مدرسہ عبد الرب میں باقاعدہ پڑھنے لگا اور موسم گرما میں دو سال کوئٹہ نہیں گیا۔

۱۳۴۶ھ میں حضرت برادرِ کلاں اور اس عاجز کے ساتھ حجازِ مقدس تشریف لے گئے اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حج اور زیارت سے مکرم و مشرف ہوئے۔

آپ کے اساتذۂ کرام کا تعلق ہندوستان کی کسی (ریٰت) سے نہ تھا۔ لہٰذا آپ بھی عَلَی الحِیَاد تھے۔ اچھی بات میں سب کے ساتھی۔ غیر مستحسن بات میں الگ، چاہے وہ کوئی ہو۔ ذاتی رنجش اور عداوت کسی سے نہیں۔ اور یہی آپ کے پیر و مرشد برحق کا مسلک تھا۔ آپ کا حافظہ نہایت قوی تھا۔ حضرت سیدی الوالد قدس سرہ کے حافظہ کے بعد اس عاجز نے اتنا قوی حافظہ کسی کا نہیں دیکھا۔ آپ نے کئی مرتبہ مولانا محمد قاسم نانوتوی اور مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمہما اللہ و رضی عنہما کے نعتیہ اشعار اس عاجز کو سنائے اور پڑھتے وقت آبدیدہ ہو جاتے تھے۔ جیسا کہ صلحاء کا طریقہ ہے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

یہ عاجز شنبہ کا دن تمام کر کے شب یکشنبہ ۲۰ محرم ۱۳۹۰ھ مطابق ۲۸ مارچ ۱۹۷۰ء بین العشائین آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آٹھ شب وہاں قیام رہا۔ آپ نے اس عاجز کی وجہ سے ایک موٹر کار بھیجکر جرول ضلع بہرائچ سے حضرت مولانا سید عبد الجلیل صاحب کو بلوالیا، اس وقت ان کی عمر ۱۰۵ سال کی تھی۔ ماشاء اللہ صحت نہایت اچھی تھی۔ البتہ نیچے کا حصہ بالکل کام نہیں دیتا تھا، نہ کھڑے ہو سکتے تھے نہ چل سکتے تھے۔ تین رات ان کا قیام رہا۔ حضرت سیدی الوالد قدس سرہ کے قدیمی اصحاب کی ملاقات نصیب ہوئی۔ سبحان اللہ کیا پاکیزہ وقت گزرا اور کتنی قیمتی معلومات حاصل ہوئیں جو اس کتاب میں اس عاجز نے درج کی ہیں۔

حضرت استادی نے اپنے گھر کے قریب "مدرسہ خیریہ فیض عام" تاسیس کیا اور ۱۳۸۱ھ تک اس مدرسہ کی عمارت بنوائی۔ شمس الضحیٰ شمس ذبیحی بنارسی نے دو شعر کہے ہیں۔ جن کے ہر مصرع سے اس مدرسہ کی تاریخ تعمیر ظاہر ہے۔

۱۳۸۱ موج دریائے صحابہ فیض عام ⁂ کیوں چھلکتے ہیں یہاں برکت کے جام ۱۳۸۱

۱۳۸۱ دارِ علم خیر یہ ہے یہ مقام ۔۔۔ خمس حلقہ میں رہو ماہِ تمام ۱۳۸۱

پروردگار اس نواۃ الخیر کو بار آور فرمائے۔ عاجز نے بھی اس مدرسہ کی تاریخ تاسیس "نواۃ الخیر کی بنا" کہی ہے جس سے ۱۳۸۱ھ ظاہر ہے۔

آپ کے تین خلف صالح ہیں۔

(۱) مولوی حافظ محمد منظور احمد۔ آپ کے صاحبزادے ہیں۔ اور یہ اُن کا تاریخی نام ہے۔

(۲) مولوی حافظ محمد اکرام الحق۔ آپ کے ابن العم اور مخلص صادق و خلیفہ ہیں۔

(۳) مولوی عبدالحمید عرف مولوی ولی بنارسی۔ آپ کے مخلص اور خلیفہ ہیں۔

خدا کے فضل وکرم سے ہر سہ افراد بہ علم ظاہر محلّی اور بہ علم باطن مجلّی ہیں۔ پروردگار ان کی عمروں میں برکت عنایت فرمائے۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْھُمْ لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا۔

۴۹۔ مولوی حافظ قاری ولی محمد فرزند شیخ نانو۔ از موضع ابراہیم پور ماجرہ۔ ضلع میرٹھ۔ آپ کا قیام شہر میرٹھ میں تھا۔ حضرت سیدی الوالد کے قدیم مخلص تھے۔ مکہ مکرمہ میں قاری عبداللہ شیخ القراء سے شاطبیہ پڑھی اور فن قرارت میں کمال حاصل کیا۔ شب جمعہ ۱۶ صفر ۱۳۵۲ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ یہ عاجز مصر میں تھا۔ جب یہ خبر سنی۔ دو قطعہ تاریخی نظم کئے۔ اُردو قطعہ کا آخری شعر یہ ہے۔

سال ہجری کا تجسّس کے لئے ۔۔۔ زید لکھو۔ حافظ و قاری ولی ۱۳۵۲

اور عربی قطعہ کا آخری شعر یہ ہے۔

قَالَتِ الْاَرْوَاحُ لَمَّا قَابَلَتْہُ ۔۔۔ اُدْخُلُوْا جَنَّاتِ عَدْنٍ بِسَلَامٍ ۱۳۵۲

۵۰۔ فتح محمد از اولاد قاضی محمود شاہ دریائی۔ ساکن موضع دیر پور ضلع کھیڑہ۔ گجرات آپ سے استفادہ کیا اور اپنے وطن چلے گئے۔ ایک سال قبل تک باحیات تھے۔ جعلہ اللّٰہ تعالیٰ من عبادہ الصالحین۔

۵۱۔ حافظ سکندر۔ ولد ناصر خاں صوبہ سرحد کی طرف کے تھے۔ لیکن لاہور اور دلّی میں پلے اور بڑھے مدرسہ فتحپوری دلّی میں کلام مجید پڑھاتے تھے۔ دلّی میں شادی کرلی۔ اللہ نے دو بیٹے عنایت کئے۔ نہایت نیک نفس اور پاک طینت تھے۔ تقسیم ہند کے بعد پاکستان چلے گئے، چار پانچ سال بعد ایک خط آیا تھا، پھر کوئی خبر نہ سنی۔ رحمہ اللہ و رضی عنہ۔

۵۲۔ مولوی سعید احمد فرزند مولوی سراج احمد ساکن ہلالی سرائے۔ سنبھل۔ آپ سے بیعت ہوئے

بہ قدر استعداد نصیبہ حاصل کیا، سنبھل میں مدرسہ سراج العلوم کی خدمت اور ذکر و فکر میں مشغول رہے۔ ۱۳۷۳ھ مطابق ۱۹۵۳ء میں رحلت فرمائی۔ رحمۃ اللہ و رضی عنہ۔

۵۳ ۔ سردار عدالت خاں ولد شرف علی خاں ساکن مقام تھوالا۔ ضلع جہلم ۱۳۲۶ھ میں آپ سے بیعت ہوئے۔ یہ میرٹھ کی اُس پنجابی سوار رجمنٹ میں کسی عہدہ پر فائز تھے جس نے ۱۳۲۹ھ میں آپ کو گھوڑوں کے کرتب اور شہسواری کے نہایت اعلیٰ کارنامے دکھائے تھے، جب پہلی جنگ عظیم ہوئی، ان کا رسالہ فرانس بھیجا گیا، چونکہ یہ اپنے رسالہ کے افسر تھے، ان کا مستقل خیمہ تھا، سردی کا موسم تھا۔ یہ عشاء کو اپنے خیمہ میں وضو کر رہے تھے، بایاں پاؤں دھو رہے تھے، کہ ایک جوان عورت ان کے خیمہ میں داخل ہوئی اور ہنستی ہوئی اُن کے قریب آئی۔ اُن کا بیان ہے کہ میں پاؤں دھو کر کھڑا ہوا اور میں نے اپنے پیر و مرشد کا تصور کیا۔ آپ کا مبارک تصور کرتے ہی مجھ پر بیخودی طاری ہوگئی اور وجد کی کیفیت کا اظہار ہوا۔ گویا سردار عدالت خاں رحمۃ اللہ پر۔ لَوْلَا اَنْ رَّاٰی بُرْهَانَ رَبِّهٖ ۔ کے اسرار کا ظہور ہوا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو اس مہلکہ سے نجات دی۔ انھوں نے بیان کیا کہ مجھ پر یہ کیفیت کتنی دیر طاری رہی، اس کا اندازہ مجھ کو نہیں۔ میں نے جب آنکھ کھولی تو وہ فتنۂ جوالہ جا چکی تھی۔ میں نے سجدۂ شکر کیا اور ڈوریوں سے خیمہ کے راستہ کو بند کیا، پھر عشاء کی نماز پڑھی۔" دوسرے دن انھوں نے تین چار عمدہ چھریاں خرید کر ڈاک کے ذریعہ مع ایک عریضہ کے پیر و مرشد کی خدمت میں ارسال کیں۔ اور جب فرانس سے واپسی ہوئی تو آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور یہ کیفیت بیان کی۔ آپ بہت خوش ہوئے اور اُن کے واسطے دعائیں فرمائیں۔

سردار عدالت خاں کی باطنی کیفیت اللہ کے فضل و کرم سے نہایت اچھی تھی، اُن کے بشرے پر انوار الٰہیہ کا ظہور رہتا تھا۔ تقسیم ہند کے بعد جمعہ ۱۱ رجب ۱۳۷۵ھ ۲۴ فروری ۱۹۵۶ء کو وفات ہوئی۔ کچھ دن گزرے تھے کہ ایک ہندو کو اُن کے دو بیٹے خانقاہ شریف لائے۔ دو تین سال سے اُن کی بینائی خراب ہو گئی تھی۔ وہ اس عاجز سے ملے اور وہ خط دکھایا جو اُن کے پاس آیا تھا اور اس میں سردار صاحب کے وفات کی خبر درج تھی۔ یہ ہندو بے ساختہ رو رہے تھے۔ اور کہہ رہے تھے کہ ایسا مبارک شخص میں نے نہیں دیکھا ہے۔ میں ان کی تعزیت دینے اور ان کے پیر و مرشد کی قبر کی زیارت کرنے آیا ہوں۔ یہ ہندو ان کے گاؤں کا تھا۔ سردار عدالت خاں یقیناً اللہ کے ولی تھے۔ رحمۃ اللہ و رضی عنہ۔

۵۴ ۔ محمد ہاشم، دوتانہ متصل کوسی کلاں کے رہنے والے تھے۔ حضرت سیدی الوالد سے دور آخر

میں بیعت ہوئے۔ کئی سال تک برابر آپ کے حلقہ میں شریک ہوئے۔ احیاناً حضرت جامی یا دوسرے حضرات کے اشعار آپ کو سنایا کرتے تھے سارُدو کی ایک غزل نہایت درد و سوز سے پڑھا کرتے تھے۔ اور اہل حلقہ تڑپ جاتے تھے۔ اس کا پہلا شعر یہ ہے۔

تڑپتا ہے دل، جان کو بے کلی ہے   یہ دولت تمہاری بہ دولت ملی ہے

ان سے کچھ لوگوں کو فائدہ پہنچا۔ چار پانچ سال پہلے رحلت کر گئے۔ رحمہ اللہ و رضی عنہ۔

مذکورہ بالا چوّن اشخاص وہ پاکیزہ نفوس ہیں۔ جن کو آپ نے ارشاد و ہدایت کی اجازت دی اور عاجز کو اس کا علم ہوا۔ وہ افراد جن کا علم عاجز کو نہیں ہو سکا ان کے علاوہ ہیں۔

بود ہر یک رحمتِ حق بالیقیں   رحمۃ اللہ علیہم اجمعین

آپ کے مخلصین میں بعض افراد ایسے بھی ہوئے ہیں کہ جن کو آپ نے اجازت ارشاد نہیں دی ہے لیکن اُن کا مرتبہ اجازت یافتہ افراد سے کم نہ تھا۔ چند افراد اس عاجز کو یاد ہیں ان کا ذکر خیر کرتا ہے۔

عبداللہ کاکڑ ژوب (بلوچستان) کے رہنے والے تھے۔ ان کی کیفیت یہ تھی کہ جب آپ کے سامنے آتے تھے زار و قطار روتے تھے۔ اور جب آپ سے الگ ہوتے تھے آتش فراق میں تڑپتے تھے اور رو رو کر یہ مضمون اپنے اشعار میں کہا کرتے تھے "کیا سفید نورانی چہرہ ہے۔ سر پہ سفید ٹوپی ہے۔ میں تم پر قربان ہوں۔" مشہور مقولہ ہے۔ نہ تاب دید نہ تاب فراق۔ عبداللہ پر یہ مقولہ کامل طور پر صادق آتا تھا۔ ان کے کوئی اولاد نہ تھی۔ پانچ سات بکریاں تھیں۔ ان کے دودھ میں سے جو گھی نکلتا تھا اس کو جمع کر کے آپ کے واسطے لے آتے تھے۔ یہ سال بھر میں ڈھائی تین سیر ہوتا تھا۔ ایک دن آپ نے اس عاجز سے فرمایا۔ عبداللہ اس قابل ہیں کہ ان کو اجازت دی جائے لیکن وہ بالکل اَن پڑھ ہیں۔ رحمۃ اللہ علیہ

پائندہ کاکڑ یہ بھی ژوب کے رہنے والے اور آپ کے عُشاق میں سے تھے۔ رحمہ اللہ۔

سید بدل شاہ اور محمد یعقوب ترین دونوں پشین کے رہنے والے اور سید اکرام شاہ کے گاؤں کے تھے۔ ذکر و شغل میں مست تھے۔ اس عاجز سے مُلّا محمد امان قندہاری نے کہا کہ طلب علم کے سلسلہ میں میرا پشین جانا ہوا اور میں ایک رات اس گاؤں میں رہا جہاں سید بدل شاہؒ اور محمد یعقوب رہتے تھے۔ میں نے دیکھا کہ جب عشاء کی نماز پڑھ کر لوگ چلے گئے۔ ایک طرف سید بدل شاہؒ اور ایک طرف محمد یعقوب وظیفہ شریفہ میں مصروف ہوئے۔ تھوڑی دیر میں اُن کے سینوں سے صدا

بلند ہوئی اور میں محسوس کر رہا تھا کہ مسجد شریف کا ذرّہ ذرّہ ذکرِ مولیٰ جلّ شانہٗ کر رہا ہے۔ رحمہا اللہ۔

گل خان ناصر

سالہا سال بادۂ وحدت سے سرشار دبیخود رہے۔ اس عاجز نے بکرّات ومرّات ان کو اس حالت میں دیکھا کہ وہ اپنے پیرو مرشد کی قیام گاہ کی طرف رُخ کرکے ایک پاؤں پر آنکھیں بند کرکے کھڑے ہو جاتے تھے۔ دو ڈھائی گھنٹے اس کیفیت میں گزر جاتے تھے اور اُن کا ایک بال تک نہیں ہلتا تھا۔ یہ محسوس ہوتا تھا کہ ایک مجسّمہ کسی نے کھڑا کر دیا ہے۔ بارہا دیکھنے میں آیا کہ نماز میں آپ کے ساتھ تکبیر افتتاح میں شریک ہوئے۔ آپ نے نماز پڑھا دی۔ معتقدوں نے سُنّت اور وتر پڑھ لئے۔ مسجد شریف لوگوں سے خالی ہوگئی اور وہ اُسی۔ یَا مَالِکَ رَبِّ الْعَالَمِیْن۔ میں رہے۔

بعض افراد کو یہ عاجز دیکھتا تھا کہ وہ سجدہ میں گئے ہیں ان پر انوار و برکات کا ظہور ہوا اور وہ اسی حالت سجدہ میں روتے رہے۔ ان کے رونے کی آواز بلند ہو رہی تھی اور آپ نماز پڑھا کر تشریف لے گئے لیکن ان مدہوشان بادۂ الست کو کچھ نہیں فرمایا، نہ کوئی اور مُلّا یا مولوی نصیحت کے ابواب کھولتا تھا، ہر شخص کو اپنے کام سے کام تھا۔

حافظ محمد یوسف مجذوب

اس گلی میں رہتے تھے جو خانقاہ شریف کے صدر دروازہ کے سامنے ہے۔ وہ حافظ کلام الٰہی اور آنکھوں سے معذور تھے۔ آپ سے بیعت ہوئے۔ اپنے ظرف سے زیادہ بادۂ وحدت پی گئے۔ اور عقل و خرد سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ بجز آخر کے تین سال کے آپ کی نشست خانقاہ شریف کے صدر دروازہ میں ہوا کرتی تھی۔ حافظ محمد یوسف خانقاہ شریف کے سامنے سڑک پر دائیں بائیں چکّر لگاتے رہتے تھے اور اپنی لکڑی کو زمین پر مار مار کر کچھ کہا کرتے تھے۔ ایک دن ان کی شورش زیادہ تھی۔ آپ نے حاضرین سے فرمایا: "یوسف کو گرمی زیادہ پہنچ گئی ہے۔" پھر ایک دن وہ زور زور سے اپنی لکڑی زمین پر مار رہے تھے اور چلّا چلّا کر کچھ کہہ رہے تھے۔ آپ نے ارشاد کیا "یوسف کو زیادہ چڑھ گئی ہے۔" اگر آپ کبھی ان کا نام لیتے تھے تو وہ بیساختہ۔ جی حضور، جی حضور۔ کہا کرتے تھے۔ یہ عاجز احیاناً اُن کو حافظ یوسف کہہ کر آواز دیتا تھا۔ وہ جی، جی کہتے ہوئے آتے تھے۔ عاجز اُن سے کہتا تھا کچھ قرآن مجید سناؤ۔ وہ اسی وقت ایک دو رکوع سنا دیتے تھے۔ حضرت سیدی الوالد کی حیات مبارکہ کے آخری دو سالوں میں اُن کی مجذوبیت بہت بڑھ گئی لیکن نہ خانقاہ شریف کے دروازہ کو چھوڑا اور نہ بالکل عُریاں

ہوئے۔ جب حضرت سیدی الوالد کی تدفین ہوگئی تو وہ یاس سے بالکل آزاد ہو گئے اور جامع مسجد کی سیڑھیوں کے پاس چلے گئے۔ جس سال یہ عاجز دورۂ حدیث شریف میں تھا، انھوں نے سید خورشید علی سے کہا کہ میں خانقاہ شریف آ کر کتب خانہ کی زیارت کرنی چاہتا ہوں، چنانچہ وہ آئے۔ اس وقت انھوں نے تہبند باندھ لیا تھا۔ کتابوں پر ہاتھ پھیرا اور چلے گئے۔ اُن کی وفات کامل مجذوبیت و عریانیت کی حالت میں ہوئی۔ رحمۃ اللہ۔

یہ شیخ عبدالباری فرزند پیارے لال جوہری دہلوی سان کے والد اور برادر کلاں ہزاری لال آپ کے ہاتھ پر ایمان لائے اور داخل سلسلۂ شریفہ ہوئے لیکن ان دونوں نے اپنے اسلام لانے کا اظہار نہ کیا۔ عبدالباری کی عمر دس گیارہ سال کی تھی کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے دین اسلام قبول کیا۔ اور بیعت ہوئے۔ کئی سال تک اسلام کا اظہار نہیں کیا۔ جب احوال سازگار ہو گئے تو اسلام کا اظہار کر دیا۔ حضرت سیدی الوالد نے حاجی فیض اللہ سے فرمایا کہ کسی نیک لڑکی سے ان کی شادی کر دیں۔ چنانچہ انھوں نے سرسہ میں ان کی شادی کی۔ اس موقع پر حضرت برادر کلاں مع دو تین مخلصین کے سرسہ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو زوجۂ صالحہ عنایت کی۔ پندرہ سولہ سال کی عمر میں موتیا بند ھ کی وجہ سے عبدالباری کی بصارت زائل ہو گئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو نعم البدل عنایت کیا اور وہ اصحاب بصیرت سے ہوئے۔ ایک دن حضرت سیدی الوالد نے فرمایا "عبدالباری کی بصارت نہیں ہے ورنہ ہم ان سے اپنی بیٹی کی شادی کرتے۔" ایک دن آپ باہر تشریف لائے۔ مخلصین کی جماعت بیٹھی تھی اُن میں عبدالباری بھی تھے۔ آپ نے مخلصین سے فرمایا "ہم ایسا دل چاہتے ہیں جیسا عبدالباری کا ہے۔" سہ شنبہ ۹ رجب ۱۳۸۳ھ مطابق ۲۶ نومبر ۱۹۶۳ء دن کے سوا بجے ستر سال کی عمر پا کر راہیٔ ملک بقا ہوئے۔ ان کی وفات کے وقت یہ عاجز موجود تھا وہ ذکر پاک میں مصروف تھے اور اسی حالت میں اُن کی رحلت ہوئی۔ هَنِيْئًا لَهٗ ثُمَّ هَنِيْئًا لَهٗ۔ خانقاہ شریف میں ان کی نماز جنازہ ہوئی اور قبلۂ حق پرستان حضرت خواجہ باقی باللہ کے مقبرہ میں استراحت فرما ہوئے۔ رحمۃ اللہ و رضی عنہ۔

کوئٹہ میں مرزا نیاز محمد خان اُن خوش نصیب افراد میں سے تھے جو پر رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللهِ۔ صادق آتا ہے۔ کوئٹہ کے بڑے بازار میں جس کا نام قندھاری بازار تھا ان کی دوکان تھی۔ دوکان سے متصل کمرہ میں اُن کا قیام تھا۔ اہل و عیال کی بندش سے آزاد تھے اُن کی مہمان نوازی مشہور تھی۔ دونوں وقت بیس پچیس اشخاص کو کھانا کھلاتے تھے۔ چائے

کا دور سارے دن چلتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو باطنی کمال سے بہرہ ور فرمایا تھا۔ حضرت سیدی الوالد کو اُن سے محبت تھی اور وہ بھی آپ کے عاشق صادق تھے۔ آپ کی حیات طیبہ میں اُن کی وفات ہوئی۔ رحمہ اللہ ورضی عنہ۔

ہمارے اسناد مُلّا امان اللہ، مُلّا ایاز کاکڑی، مفتی عبید اللہ، مُلّا مظہر، مرزا محمد اسلم، حسن خاں اندڑی، بہادل، مُلّا صاحب خان، مُلّا سبز ل، ملا عبد العزیز، مُلّا خان محمد وغیرہم آپ کے خصوصی اصحاب اور پاک دل افراد تھے۔ آپ ان پاکیزہ نفوس سے خوش تھے اور ان لوگوں نے بھی آپ کی خدمت پورے اخلاص سے کی۔ جزاہم اللہ خیراً ورحمہم ورضی عنہم۔

دِلّی میں حافظ عبد الحکیم، مولوی بخش اللہ، مولوی بدر الاسلام، منشی حسین علی، حافظ غلام محمد، حافظ منیر الدین، منشی احمد حسین، حاجی شہاب الدین، حکیم محمد شفیع، عبد الحق اُپّن، محمد رفیع پٹنہ والے، محمد رفیع گلاس والے، نور الٰہی ٹین والے، حافظ محمد اسحاق اور ان کے فرزند شیخ محمد الیاس رانی کھیت والے وغیرہم آپ کے خصوصی مرید اور پاک طینت افراد تھے۔ آپ کے امور دنیویہ کو یہی افراد انجام دیتے تھے۔ کوئی تقریب ہوتی تو انتظام یہی لوگ کرتے تھے۔ آپ اپنے مشاغل میں مصروف رہا کرتے تھے، اور یہ لوگ اعلیٰ پیمانہ پر سب کام انجام دیتے تھے۔ اِن کی مدد شیخ غلام احمد ہانسوی، حاجی فیض اللہ سرسوی، چودھری مولاداد خان خورجوی اور میرٹھ کے حافظ حفیظ الدین، مولوی شمس الدین، حافظ اشفاق الٰہی، سید امجد علی شاہ فرزند محمد علی شاہ فرزند جانفشان خاں کرتے تھے۔ ان میں سے ہر ایک دل وجان سے اپنے پیر ومرشد کا عاشق وفدائی تھا۔ آپ کی وفات کے بعد جب مفسدوں نے کرامت النسا کا قضیہ کھڑا کیا تو انہی لوگوں نے اس کا خاتمہ کیا۔ اس سلسلہ میں بیسیوں مرتبہ چودھری صاحب خورجہ سے دِلّی آئے اور دِلّی کے حافظ سلطان ان کی مدد میں رہتے تھے۔ تاآں کہ اس فتنہ کا خاتمہ ہوا۔ حضرت سیدی الوالد قدس سرہ کو بھی ان پاکیزہ نفوس سے محبت تھی۔ آپ نے ایک دن ان کو مخاطب کرکے فرمایا "اے خوبرو! ہماری اور تمہاری اطمینان کی ملاقات اِن شاء اللہ جنت میں ہوگی۔" وما ذالک علی اللہ بعزیز۔

۱۹۱۴ء کی جنگ عظیم میں حافظ عبد الحکیم کو کچھ نقصان ہوا اور اُن کی حلاوت باطنی میں فرق آیا۔ آپ روشن آرا باغ جاتے ہوئے چاندنی چوک میں نزد بلیماران اُن کی دوکان کے سامنے رُکے۔ انھوں نے جب آپ کی سواری کو رُکتے دیکھا۔ فوراً آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے نہایت محبت سے اُن کے

کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا "عبدالحکیم کیوں پریشان ہوتا ہے ۔ اللہ نے بیوی بچے، مکان، دولت اور عزت دی ہے اگر وہ ان چیزوں کو لے لے تو کیا کرلے گا" حافظ عبدالحکیم نے اس عاجز سے بیان کیا کہ آپ کے اس ارشاد سے میرے قلب کو کامل سکون مل گیا اور ساری پریشانی جاتی رہی مخلصین میں سے ہر ایک کے ساتھ آپ کی یہی کیفیت تھی ۔ آپ ہر طرح سعی فرماتے تھے کہ ان کے قلوب اللہ کی یاد میں ہمہ وقت مصروف رہیں ۔ رحمہم اللہ جمیعاً و رضی عنہم و غفر لہم ۔

تتمہ ۔ در بیان بعض نساء صالحات :۔ اللہ تعالیٰ نے اگر آپ کی خدمت کے واسطے ذوی الحجیٰ والعقول کی جماعت فراہم کی تو حضرت والدہ صاحبہ کی خدمت و معاونت کے لئے نساء صالحات ربات العقول کی ایک جماعت مہیا کردی جو کہ آپ کے واسطے بمنزلۂ مادر مہربان و خواہر مشفقہ و دختر مخلصہ ثابت ہوئیں ۔ ان میں سے چند عفیفات کا ذکر یہ عاجز کرتا ہے ۔

سید صاحب کی بیٹی والدۂ سید محمد میر وکیل اور اُن کی دو صاحبزادیاں نور جہاں بیگم اور رُو بجو بیگم ۔ سید محمد میر حضرتِ سیدی الوالد سے دو تین سال بڑے تھے ۔ اُن کی والدہ اور بہنوں نے والدہ صاحبہ کو دلی کے شریف گھرانوں کے طور طریقوں سے واقف کیا ۔ حضرت سیدی الوالد ان کا بہت احترام کرتے تھے جب ان کی وفات ہوئی تشریف لے گئے اور نماز جنازہ پڑھائی ۔ رحمہا اللہ و رحم اولادھا ۔

حضرت خالہ صاحبہ ۔ آپ کا نام عاجز کو معلوم نہیں ۔ حضرت سیدی الوالد آپ کو خالہ صاحبہ اور ہم بچے دادی اماں کہا کرتے تھے ۔ حضرت والد آپ کی مالی خدمت کیا کرتے تھے اور آپ دلوں قیام فرماتی تھیں ۔ آپ کا گھر پھاٹک مفتی والان، ترا ہا بہرام خان، دلی میں تھا ۔ غالباً آپ حضرت والد کے نانا صاحب کی بہن انجم النساء صاحبہ کی صاحبزادی اور مولوی مصباح الدین کی خالہ تھیں ۔ ذاکرہ، شاغلہ اور صالحہ تھیں ۔ عمر میں حضرت سیدی الوالد سے بڑی تھیں اور آپ کی وفات کے بعد ان کی وفات ہوئی ۔ رحمہا اللہ و رضی عنہا ۔

روشن آرا بیگم ہمشیرۂ منشی ننھے خاں ۔ حضرت سیدی الوالد سے دس بارہ سال بڑی تھیں ۔ انگریزوں کا ظلم اور ان کی سفاکی اُن کو خوب یاد تھی ۔ نہایت سمجھدار اور عابدہ و زاہدہ تھیں ۔ استاد سید وحید الدین احمد بیخود دہلوی ان کے بھانجے اور داماد تھے ۔ رحمۃ اللہ علیہما ۔

حیات النساء والدۂ ڈاکٹر عنایت اللہ، حویلی مہابت خان، چتلی قبر میں رہتی تھیں ۔ حضرت والدہ صاحبہ کی مونس و ہمدرد اور نہایت نیک و صالحہ تھیں ۔ رحمہا اللہ و رضی عنہا ۔

احمدی و محمدی دو سیدانیاں محلہ قبرستان میں رہتی تھیں۔ حضرت والدہ صاحبہ کو ان سے بہت انس تھا اور وہ دلوں آپ کے پاس رہتی تھیں۔ رحمہا اللہ و رضی عنہا۔

منجھلی سیدانی دختر میر غضنفر علی ساکن کوچہ میر ہاشم نہایت عابدہ و زاہدہ تھیں۔ رحمہا اللہ و رضی عنہا

امۃ الحی بیوہ سید حامد پسر کلان سید احمد خان۔ ان کی شہرت حکیم جی کی بیٹی کے نام سے تھی۔ ان کی صرف ایک بیٹی تھیں جو سید محمد علی جج کی اہلیہ تھیں۔ غدر میں ان کی عمر دس سال کی تھی۔ سید احمد خاں اگرچہ اپنی ضعیفی میں خانقاہ شریف نہیں آئے لیکن خورد سالی اور جوانی میں آتے رہے۔ آثار الصنادید میں انھوں نے خانقاہ شریف کا اور خانقاہ شریف میں رہنے والے حضرات کا خوب ذکر کیا ہے۔ جب ان کی بہو نے حضرت سیدی الوالد سے بیعت کا ارادہ کیا تو وہ بہت خوش ہوئے۔ حضرت والدہ صاحبہ کے پاس دونوں ان کا قیام رہتا تھا۔ نہایت پاک دل و صالحہ تھیں۔ رحمہا اللہ و رضی عنہا۔

امۃ الوحید معروف بہ میر قادر علی کی بہو۔ نہایت سمجھدار، عابدہ، زاہدہ، پابند اوراد و وظائف تھیں۔ حضرت والدہ صاحبہ کی نہایت مخلص مددگار تھیں۔ رحمہا اللہ و رضی عنہا۔

دُو دختران فضل عمر مرحوم رقیہ و امۃ اللہ۔ نہایت پاک نفس اور اپنے والد مرحوم کی محبت و اخلاص کا اعلیٰ نمونہ تھیں۔ حضرت والدہ صاحبہ کو ہر طرح آرام پہنچانے کی سعی کرتی تھیں۔ رحمہا اللہ و رضی عنہما۔

شبّی، ابتدائے دَور میں بیعت ہوئیں۔ رسالہا سال گھر کا کام کیا۔ پچیس ہزار مرتبہ ذکر اسم ذات مداومت سے کرتی تھیں۔ رحمہا اللہ و رضی عنہا۔

کالی بیگم۔ شاہ زادیوں میں سے تھیں اور نہایت مخلصہ و ذاکرہ و شاغلہ۔ رحمہا اللہ و رضی عنہا۔

مبارک بیگم اہلیہ منشی عبدالمجید خاں خواجہ فرزند منشی عبدالرحیم خان۔ ٹیا محل دِلّی میں رہتی تھیں گھر میں اللہ تعالیٰ کا دیا سب کچھ تھا۔ وہ اپنی آخرت کے واسطے اپنے ہاتھ سے کسب حلال کرتی تھیں اجرت پر چھالیا کترتیں اور احتیاط اس قدر کرتی تھیں کہ چُورے کو پڑیا بنا کر رکھتیں اور چھالیا کے ساتھ اس کو بھی دیتیں۔ اجرت کو جوڑ کر رکھتی تھیں اور سردیوں میں غریبوں کو لحاف اور یتیم بچیوں کے نکاح میں وہ پیسے خرچ کیا کرتی تھیں۔ اُن کی کیفیت کو دیکھ کر حضرت سلطان اورنگ زیب عالمگیر رحمہ اللہ یاد آجاتے ہیں۔ رحمہا اللہ و رضی عنہا۔

ان کے علاوہ اور بھی صالحات، قانتات، عابدات تھیں جنہوں نے حضرت والدہ صاحبہ کو آرام

پہنچایا۔یہی حال کوئٹہ میں تھا، وہاں حجن پٹھانی، والدہ جلال خاں، خواہر خداداد خاں اہلیہ سردار محمد علی خان اہلیہ سردار محمد اسحاق خاں دختر امیر شیر علی خاں، اہلیہ مرزا محمد اسلم، اہلیہ حسن خاں، اہلیہ حسین قندہاری۔ مرضعہ عاجز زر بی بی، ان کی دختر سعیدہ، مرضعہ برادر خورد مرادی، ان کی دختر زینب، مائی خاتون اور ان کی دختر اسماء وغیرہن نے ہر طرح حضرت والدہ صاحبہ کو راحت پہنچائی۔ جزاہن اللہ ورحمہن ورضی عنہن۔

یہ عفیفات صالحات پابندی سے وظیفہ شریفہ کیا کرتی تھیں اور حضرت والدہ صاحبہ ان کو توجہات دیا کرتی تھیں۔ عشاء کی نماز کے بعد تقریباً پندرہ بیس منٹ حضرت سیدی الوالد بھی ان کو توجہ دیا کرتے تھے۔ آپ دالان میں ہوتے تھے اور کمرہ میں مستورات ہوا کرتی تھیں۔ غالباً ۱۳۳۳ھ سے خورجہ سے چودھری مولاداد خاں مع اہلیہ بی بی حنفیہ اور دختر اور بہو کے تین ماہ کے واسطے خانقاہ شریف میں آکر قیام کیا کرتے تھے۔ ان کے گھر والوں کی وجہ سے حضرت والدہ صاحبہ کو بہت آرام پہنچتا تھا۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو اجر کثیر عنایت فرمائے۔ جنات عالیہ میں ان سب کی ملاقات حضرت والدہ صاحبہ سے ہو۔

مخلصانش در بہشت آیند کل ۔۔۔ فوج در فوج و قطار اندر قطار

صفحہ ۱۷۴۔ سطر ۹۔ کے بعد کی عبارت

سید ابوالخیرات آپ سید عبد الحلیم کے صاحبزادے تھے اور وہ جناب محمد رضا بنارسی کے خلیفہ تھے جو کہ حضرت سیدی الوالد کے جد امجد کے خلیفہ تھے۔ سید ابوالخیرات ابھی اپنے والد ماجد سے بیعت نہیں ہوئے تھے، کہ ان کی دہلی میں آمد ہوئی، اور وہ خانقاہ شریف فاتحہ پڑھنے آئے۔ اتفاق سے اس وقت حضرت سیدی الوالد مسجد شریف سے نماز پڑھ کر نکلے اور آپ کی نظر سید ابوالخیرات پر پڑی، آپ نے پٹھان سے فرمایا "اس جوان سے بوئے اُنس آرہی ہے، اس کو بلاؤ۔" چنانچہ سید ابوالخیرات آپ کے پاس گئے۔ آپ نے اُن کے متعلق اُن سے دریافت کیا۔ سید ابوالخیرات نے اپنے والد بزرگوار کا ذکر کرکے آپ سے عرض کی کہ آپ مجھ کو بیعت فرمالیں، آپ نے فرمایا "تمہارا حصہ تمہارے والد کے پاس ہے۔ جاؤ اُن سے بیعت ہو اور پھر اُن کے بعد کچھ دن کے واسطے یہاں آجانا۔" چنانچہ وہ اپنے والد سے بیعت ہوئے کسب سلوک کیا، خلافت حاصل کی۔ ۲۷ صفر ۱۳۳۳ھ میں اُن کے والد کی وفات ہوئی، اور ان کی رحلت

کے چھ ماہ بعد وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے اُن کو سترہ ۱۷ دن رکھا اور پھر اجازت طریقت دے کر رخصت کیا۔ سید ابوالخیرات اس واقعہ کا ذکر اپنے مخلصین سے کیا کرتے تھے۔ چنانچہ اُن کے خلیفہ سید غلام محمد ساکن موضع کمال پور، ڈاک خانہ نرائن پور ضلع مرزا پور نے عاجز سے اس واقعہ کا ذکر کیا۔ مولانا سید ابوالخیرات کی وفات ۱۹ر ذی الحجہ ۱۳۵۳ھ کو بہ مقام سیوان ضلع سارن میں وفات ہوئی۔ رحمہ اللہ ورضی عنہ

اَولادِ صُلبی

ذکر خیر میں بیان کیا جا چکا ہے کہ آپ کے دو ۲ عقد نکاح ہوئے۔ پہلا عقد محترمہ السیدہ عارفہ مجددیہ سے جو کہ آپ کے ابنِ عمِ اکبر شاہ محمد معصوم اور بنتِ عمِ اصغر السیدہ امۃ الجمیل کی صاحبزادی تھیں، وہ آٹھ سال آپ کے عقدِ نکاح میں رہیں اور پھر اُن سے بہ وجہ احسن جدائی واقع ہوئی۔ اور دوسرا عقد حضرت والدہ ماجدہ السیدہ ہاجرہ دختر جناب امجد حسین صدیقی شاہجہاں پوری مہاجر مکہ مکرمہ سے جو اخیر وقت تک آپ کے عقدِ نکاح میں رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دونوں سے اولاد عنایت کی۔

از بطنِ زوجۂ اولیٰ: تین صاحبزادیاں ہوئیں۔ ۱۔ بی بی عابدہ، ان کی ولادت جمادی الاولیٰ ۱۲۹۹ھ میں ہوئی، پانچ مہینے زندہ رہ کر شوال ۱۲۹۹ھ میں رحلت کر گئیں اور رامپور میں اپنے جد امجد کے جوار میں جہت جنوب مدفون ہوئیں۔ ۲۔ بی بی صابرہ ان کی ولادت ماہ ربیع الاول سنہ ۱۳۰۰ھ میں ہوئی۔ چند ماہ زندہ رہ کر دلّی کی خانقاہ شریف میں ان کی وفات ہوئی اور خانقاہ شریف کے کسی حصہ میں مدفون ہوئیں۔ ۳۔ بی بی کاملہ۔ ان کی ولادت سنہ ۱۳۰۱ھ میں ہوئی۔ سترہ ۱۷ دن زندہ رہ کر رامپور میں اپنی بڑی بہن کے پہلو میں مدفون ہوئیں۔

از بطنِ زوجۂ اُخریٰ گیارہ اولادیں ہوئیں، تین صاحبزادے اور آٹھ صاحبزادیاں۔

۱۔ بی بی احمدی کی ولادت سنہ ۱۳۰۳ھ میں مکہ مکرمہ میں ہوئی اور سنہ ۱۳۰۶ھ کے اواخر میں خانقاہ شریف دلّی میں وفات ہوئی اور خانقاہ شریف کے کسی حصہ میں مدفون ہوئیں۔

۲۔ بی بی محمدی کی ولادت محرم سنہ ۱۳۰۷ھ میں خانقاہ شریف واقع دلّی میں ہوئی۔ دو چار مہینے زندہ رہ کر حضرت خواجۂ باقی باللہ قدس سرہ کے جوار میں آپ کے مزار شریف کے پائنتی مدفون ہوئیں۔

۳۔ بی بی فاطمہ کی ولادت اواخرِ سنہ ۱۳۰۹ھ میں اور وفات اوائل سنہ ۱۳۱۱ھ میں ہوئی۔ اور حضرت خواجہ

کے جوار میں اپنی بہن سے متصل مدفون ہوئیں۔

۴- بی بی صدیقی کی ولادت ۱۳۱۲ھ میں خانقاہ شریف میں ہوئی۔ اُن کا ذکر عنقریب آئے گا۔

۵- بی بی فاروقی کی ولادت ۱۳۱۵ھ میں خانقاہ شریف میں ہوئی۔ اُن کا ذکر بی بی صدیقی کے ذکر کے بعد آئے گا۔

۶- ابوالفیض بلال کی ولادت شب جمعہ ۲۹ رجب ۱۳۱۸ھ مطابق ۲۳ نومبر ۱۹۰۰ء میں خانقاہ شریف میں ہوئی آپ کا تفصیلی ذکر بی بی امۃ اللہ کے ذکر کے بعد آئے گا۔

۷- بی بی عثمانی کی ولادت خانقاہ شریف میں ۱۳۲۰ھ میں ہوئی اور اوائل جمادی الآخرہ ۱۳۲۱ھ میں کوئٹہ میں وفات ہوئی۔ کوئٹہ شہر سے جہتِ غرب پانچ میل کے فاصلہ پر، چمن روڈ پر، نزد قریہ چوہی مدفون ہوئیں۔

۸- بی بی حیدری کی ولادت خانقاہ شریف میں شعبان ۱۳۲۱ھ میں اور چندماہ بعد کوئٹہ میں وفات ہوئی اور اپنی بہن کے پہلو میں مدفون ہوئیں۔

۹- بی بی امۃ اللہ کی ولادت خانقاہ شریف میں دوشنبہ ۲۰ محرم ۱۳۲۳ھ کو ہوئی، ان کا ذکر بی بی فاروقی کے بعد آئے گا۔

۱۰- ابوالحسن زید کاتب سطور کی ولادت خانقاہ شریف دِلّی میں سہ شنبہ ۲۵ رمضان ۱۳۲۴ھ مطابق ۱۳ نومبر ۱۹۰۶ء کو ہوئی۔ سب سے آخر میں عاجز کا ذکر آئے گا۔

۱۱- ابوالسعد سالم کی ولادت خانقاہ شریف میں جمعہ ۲ صفر ۱۳۲۶ھ مطابق ۶ مارچ ۱۹۰۸ء کو ہوئی۔ آپ کا ذکر جناب حضرت ابوالفیض بلال کے ذکر کے بعد آئے گا۔

حضرت سیدی الوالد قدس سرہ کی دونوں زوجات مبارکہ سے چودہ اولادیں ہوئیں۔ ان میں سے صاحبزادے تین اور صاحبزادیاں گیارہ ہوئیں۔ صاحبزادیوں میں سے آٹھ خورد سالی میں رحلت کر گئیں۔ آپ کی وفات کے وقت تین صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں تھیں۔ عاجز پہلے حضرت والدہ صاحبہ کا حال اور پھر خواہران کا حال اور پھر ہر دو برادران کا حال لکھتا ہے۔ اور آخر میں عاجز کا ذکر آئے گا۔ واللہ ولی التوفیق۔

حضرت والدہ صاحبہ آپ امجد حسین صاحب صدیقی کی صاحبزادی تھیں جو کہ شاہجہاں پور کے

رہنے والے تھے۔ اور اپنے چھوٹے بھائی کے ساتھ مکہ مکرمہ کو ہجرت فرما گئے تھے۔ یہ دونوں حضرات حضرت جدامجد سے بیعت تھے۔ غالباً مکہ مکرمہ میں شال کی تجارت کیا کرتے تھے۔ کیونکہ ان کی شہرت "شال والا" کے نام سے تھی۔

حضرت والدہ صاحبہ کی ولادت غالباً ۱۲۸۴ھ میں ہوئی تھی کیونکہ وہ حضرت سیدی الوالد سے تیرہ سال چھوٹی تھیں۔ یہ عاجز جب آپ دونوں کے احوال کو دیکھتا ہے تو پروردگار جل شانہ کی کارسازی کا کرشمہ نظر آتا ہے۔ جتنا آپ دنیوی اور خانہ داری کے امور سے لاتعلق اور بے خبر تھے، اتنا ہی حضرت والدہ صاحبہ امور خانہ داری میں کمال مہارت رکھتی تھیں۔ کیا صفائی، کیا پکانا، کیا تربیتِ اولاد، کیا تنظیم خانہ۔ اور ان سب امور کے ہوتے ہوئے آپ کا شوقِ عبادت اور ذکرِ شریف میں انہماک عجائباتِ روزگار میں سے تھا۔ ایک پارہ کلام مجید کا۔ دلائل الخیرات و حصنِ حصین، و حزبِ اعظم کا اسبوعہ و اوراد فتحیہ اور دعائے گنج العرش حالت صحت میں در سفر و حضر مداومت کے ساتھ پڑھتی تھیں۔ آپ کی ایک تسبیح سو دانوں کی اور دوسری پانچ سو دانوں کی تھی۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔ ایک ایک ہزار مرتبہ پڑھتی تھیں۔ آپ نے سلوک مجددیہ از اول تا آخر حضرت سیدی الوالد سے حاصل کیا۔ اور حضرت والد نے آپ کو اجازت و خلافت عنایت کی۔ مستورات کو آپ بیعت فرماتی تھیں اور توجہ دیا کرتی تھیں۔

سنہ ۱۳۴۰ھ میں جب آپ نہایت علیل ہوئیں اور کوئٹہ کے زنانہ اسپتال میں داخل تھیں تو آپ نے حضرت سیدی الوالد سے دریافت فرمایا۔ کہ میں نہ ہل سکتی ہوں نہ بیٹھ سکتی ہوں، نماز کس طرح پڑھوں۔ آپ نے فرمایا کہ لیٹے لیٹے اشارے سے پڑھ لیا کرو۔ چنانچہ اس دن کے بعد سے چکنی مٹی کا ایک ڈھیلا پلنگ پر تکیہ کے پاس رکھا رہتا تھا۔ اس عاجز نے خالی اوقات میں بدونِ ذکر کبھی ان کو نہ پایا۔ عاجز احیاناً اُن کے وہ مبارک پاؤں جو اس کے واسطے " وَيُحَكَ اِلْزَمْ رِجْلَهَا فَثَمَّ الْجَنَّةَ " تھے، دبایا کرتا تھا۔ یا کبھی جھانویں سے ایڑیوں کو گھسا کرتا تھا۔ ایک دن خوش ہو کر فرمایا میں تم کو وظائف و اذکار و اوراد کی اجازت دیتی ہوں۔ آپ کی اجازت اس عاجز کے واسطے بہ منزلۂ قند مکرر بلکہ نور علیٰ نور ہے۔

یہ عاجز اور برادر خورد آپ کی رضامندی اور اجازت سے مصر پڑھنے کے واسطے گئے۔ جب وہاں سے آنے میں ایک سال سے کم رہ گیا تو کوئٹہ میں زلزلہ ہائلہ آیا۔ جمعرات کا دن تمام کر کے جمعہ

کی شب کو عند السحر ۲۷ صفر ۱۳۵۴ھ مطابق ۳۱ مئی ۱۹۳۵ء یہ واقعہ پیش آیا۔ اس واقعہ کے متعلق "نغمۂ ہجران" میں عاجز نے کہا ہے:۔

کوئٹہ بُد گرچہ یکتا در کمال — ہست آخر ہر کمالے را زوال
در شب تاریک و وقتِ نیم شب — شد جلالش را ظہورے بس عجب
کے بدارد تاب انسانِ مَہین — چوں بلرزد کوہ و شق گردد زمین
طفلہا در مَہدِ راحت بے خبر — ہمچناں کاندر صَدَف ماموں گُہر
مرد و زن بودند جملہ محوِ خواب — ناگہاں نازل بروشاں شد عذاب
بہرِ مومن گشت رحمت بالیقین — بہرِ کافر صد عذاب و صد مُہین
شد صدائے از زمین یک دم بلند — خانہا را یک بہ یک از پا فگند
قصرہا گشتند در آنے خراب — جملہ اسبابِ تعیّش شد عذاب
پُر فضا گردید از خاک و غُبار — شد فلک از آہ مردم بے قرار
چشم گردوں را نہ بُد چوں تابِ دید — زاں ردائے خاک را بر رو کشید
یَا لَہَوْلِ الْاَمْرِ مِنْ ذَاکَ الْعَذَاب — اِنَّہٗ اَمْرٌ عَظِیْمٌ لَا ارْتِیَاب
زیر خشت و خاک انسانِ ضعیف — زیر پائے فیل چوں مُورِ نحیف
در دمے گردید ویراں آں بلد — بہر میّت نے کفن بُد نے لحد
سال بربادی چہ پرسی از دلم — "رستخیز بود آنجا"۔ شد رقم ۱۳۵۴ھ
بست و ہفتم بود از ماہِ صفر — در شب آدینہ نزدیکِ سحر
آں سحر کو باعثِ حُزن و ملال — آں سحر کو بہرِ عالم صد وبال
آں سحر کو وردِ رحمت را بیان — آں سحر کو صبحِ محشر را نشاں
نفسی نفسی بود وردِ ہر بشر — ہر کسے از بیمِ محشر در خطر
اندریں محشرستاں افرادِ چند — از عزیزاں نیز رحلت کردہ اند
بُد شہادت در نصیبِ والدہ — زاں "مقام عالیش جنت شدہ" ۱۳۵۵ھ
عبد رحماں عائشہ زینب چساں — جَدّہ را گشتند مونس در جناں

ہر سہ اولادِ شقیقِ اکبر اند — ہر سہ در جنت بہ فضلِ داور اند
مخلصاں راہم شدہ جانہا گداز — چوں سلیماں رفت با احمد نواز
از جوانانِ خروٹی بُد یکے — پیر مردے سَر بُرِیدَہ دیگرے
وادرم ہم زیرِ خاکِ بیکراں — زیرِ چوب وخشت و آہن بُد نہاں
لیک خالق را نگاہے بُد عجب — زاں بہ صحت رَست از درد وکرب
ناصر وحافظ خدائے پاک بود — جسم سالم جامہا صد چاک بود
ہست احسانِ خدائے ذوالکرم — ماند سالم آں شقیقِ محترم
چوں ز قبر آمد بروں باصد شتاب — نعشہا را پس بر آورد آں جناب
در ریاضِ قُدس سَریابِ جمیل — دفن شانرا کرد تا وقتِ اصیل
در حظیرہ گر تو بینی شش قبور — برسرش بینی ردائے ہم ز نور
بس ہُماں آرام گاہِ آخریں — ہست بہرِ کشتگانِ پاک دیں
گرچہ امواتند در زیرِ زمیں — لیک احیا اند در خلدِ بریں
الستاوہ ساعتے آں جا سلام — خواں بہ اخلاصِ دل وصدقِ تمام
یاد کن مرگِ خودت غافل مشو — وَز امورِ واقعی جاہل مشو
فاتحہ برخواں دعا کن باحنین — از خدائے پاک ربّ العالمین
رحم فرما بر شہیداں اے خدا — جائے شاں کن باغِ رضواں اے خدا

جس وقت آپ کے جُثمانِ (جسد) مبارک کو ملبہ سے نکالا گیا تو آپ مُصلّی پر سجدہ کی حالت میں تھیں اور پنجصدی مِسبَحہ آپ کے دائیں ہاتھ کی انگلیوں میں تھی۔ اس یوم المحشر میں جب کہ تیس ہزار افراد سے زائد کوئٹہ شہر میں مکانوں کے ملبے کے نیچے مدفون تھے۔ حضرت برادر کلاں نے آپ کو اور اپنے فرزند کلاں ابوالمجد عبدالرحمٰن اور اپنی دو صاحبزادیوں عائشہ وزینب اور دونوں مخلصین سلیمان خروٹی اور احمد نواز سَر بُرِیدَہ کو نکلوایا اور پھر کوئٹہ سے سمت جنوب تقریباً تین میل کے فاصلہ پر سریاب میں دفن کیا۔ حالانکہ آپ خود بھی ملبہ میں دب گئے تھے۔ جسم مَنکُوب، قلب مَجرُوح، اور زبان پر رضینا بقضاءِ اللّٰہِ تھا۔ ذٰلِکَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْر۔

یہ عاجز مصر میں تھا جب یہ خبر پہنچی۔ دِلّی آکر معلوم ہوا کہ آپ اکثر اوقات ہم دونوں بھائیوں کو یاد کرکے دعا کیا کرتی تھیں اور فرمایا کرتی تھیں کہ میرے دو یوسف مصر گئے ہوئے ہیں۔ رَحِمَہَا اللّٰہُ وَرَضِیَ عَنْہَا۔ عاجز نے درج ذیل تاریخ وفات لکھی ہے۔

کوئٹہ سروابہ وحشت شدہ　　وائے بر فتنے کہ از رَجفت شدہ
مردماں در ناز و نعمت محوِ خواب　　یک بہ یک نازل چساں آفت شدہ
تیرہ و تاریک شب دیں زلزلہ　　آہ ظلمت بر سرِ ظلمت شدہ
گلستاں ویران و عمراں شد خراب　　حالِ مردم باعثِ عبرت شدہ
نے کسے غمخوار و نے پُرسانِ حال　　زندگانی بر بشر زحمت شدہ
نے کسے را مال نافع نے ولد　　ہمچو محشر آں زماں حالت شدہ
دشمناں را دشمنی از یاد رفت　　دوستی مفقود از خلقت شدہ
ہر نفس از بیم و ترسِ رَست خیز　　رو بہ صحرا مونسِ وحدت شدہ
وَتَرَی النَّاسَ سُکَارٰی از عذاب　　منطبق بر حالِ ایں اُمّت شدہ
چشم گر بینا بود از بہرِ خلق　　بے ثُباتیِ جہاں مُثبَت شدہ
فَاعتَبِرُوا یَاغَافِلاً عَمَّا تَرَی　　اے بسا حسرت کہ از غفلت شدہ
اندریں گردابِ زحمت مادرم　　داغِ فرقت ماندہ و رخصت شدہ
تودہائے خاک بر جسمِ نزار　　انتقالِ شاں بہ ایں صورت شدہ
عبدِ رحماں عائشہ زینب چساں　　در سفر با جَدّہ ہم صحبت شدہ
بُد نصیبِ شاں شہادت از ازل　　بہرِ شاں زیں زلزلہ رحمت شدہ
مَن بہ ملکِ مصر و آمد ایں خبر　　وائے صد کُربت کہ در غُربت شدہ
رفت ایامِ خوشی و خرّمی　　حیف در بختم کنوں حسرت شدہ
جنتِ حق زیرِ پائے مادراں　　خدمتِ شاں موجبِ عزّت شدہ

زید گر پرسد کسے سالِ وصال
گو "مقامِ عالیش جنّت شدہ" ۱۳۵۴ھ

محترمہ صدیقی صاحبہ

حضرت سیدی الوالد کی مسلسل چھ صاحبزادیاں ہوئیں اور سب خورد سالی میں داغِ مفارقت دے گئیں، ان کے بعد ہمشیرۂ کلاں صدیقی صاحبہ کی ولادت ۱۳۱۲ھ میں ہوئی اور آپ ہمیشہ کچھ نہ کچھ بیمار رہیں۔ اُنکی دوا دارو میں حضرت سیدی الوالد نے بہت مصارف برداشت کئے۔ بیماری کی وجہ سے ان کا مزاج نازک ہوگیا تھا، وظائف و عبادت میں بھی ان کی مصروفیت زیادہ رہی، اس سے طبیعت میں مزید گرمی پیدا ہوگئی۔ ۱۳۳۳ ہجری میں سید رؤف احمد شاہ صاحب فرزند سید احمد شاہ قصوری سے ان کا عقد نکاح ہوا۔ اتفاق کی بات ہے کہ سید رؤف احمد شاہ کے دماغ میں دو مرتبہ چوٹ لگی اور دماغی توازن درہم برہم ہوگیا، ہمشیرہ صاحبہ دو تین مرتبہ قصور گئیں دو صاحبزادیاں بھی ہوگئیں۔ لیکن ان کا قیام میکے ہی میں رہا۔ گوناگوں امراض لاحق ہوئے۔ حضرت والدہ صاحبہ کی حیات میں جمعہ ۳۰ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ مطابق ۶ مئی ۱۹۳۲ء اُن کی رحلت ہوئی اور خانقاہ شریف میں مدفون ہوئیں رحمہا اللہ و رضی عنہا۔ یہ عاجز اور برادر خورد اس سال مصر سے برائے حج حجاز مقدس گئے ہوئے تھے۔ وہاں یہ خبر پہنچی اور عاجز نے یہ قطعۂ تاریخ کہا۔

مکہ میں خبر رحلتِ ہمشیر کی آئی ——— سنتے ہی جسے ہائے مرا دل ہوا شق زید
تاریخ جو رحلت کی کوئی پوچھے گا مجھ سے ——— کہدوں گا کہ "ہمشیر پہ ہو رحمتِ حق زید" ۱۳۵۰ھ

آپ کی دو صاحبزادیاں ہیں۔ محمدی، اور امۃ الرحمن سلمہا اللہ۔

محمدی کی ولادت ۲۳ رمضان ۱۳۳۴ھ مطابق ۲۴ جولائی ۱۹۱۶ء میں کوئٹہ میں ہوئی۔

ذکر خیر میں ان کا ذکر آچکا ہے۔ حضرت سیدی الوالد کو ان سے بہت محبت تھی۔ حضرت والدہ صاحبہ نے ان کو بیٹی بنا کر رکھا اور جہیز میں اپنی بیٹیوں سے کم نہیں دیا۔ سہ شنبہ ۲۹ رمضان ۱۳۵۲ھ مطابق ۱۶ جنوری ۱۹۳۴ء کابل میں حضرت برادر کلاں نے ان کا عقد نکاح حافظ عبد اللہ سے کردیا حافظ عبد اللہ چار پانچ سال مصر میں افغانستان کے سفارت خانہ میں میر منشی رہے۔ دینداری کا شوق تھا۔ ہر جمعہ کو قاری رفعت مرحوم کی قرارت جاکر سنتے تھے۔ ایک قاری صاحب کو مقرر کرلیا تھا۔ ان سے مشق کرتے تھے۔ اور خوب تلاوت کرنے لگے تھے۔ لہذا قاری صاحب کے نام سے مشہور ہوئے۔ ان کی نیکی اور صلاح کو دیکھتے ہوئے ایک دن اُن سے وزیر خارجہ نے ہنس کر کہا۔ قاری صاحب

تم اللہ کے فضل و کرم سے حافظ قرآن ہوا اور تم نے مصر میں تجوید سے قرآن مجید پڑھا ہے۔ تم کو تو کسی مسجد شریف کا امام ہونا چاہیئے تھا۔ اس لائن سے بھلا تم کو کیا مناسبت تقریباً پانچ سال ہوئے قاری صاحب رحلت کر گئے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ان کے دو صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں ہیں۔ بڑے بیٹے ڈاکٹر عباد اللہ تقریباً بتیس سال کی عمر ہے اور چھوٹے بیٹے نجیب اللہ تقریباً بیس سال کے ہیں اور پڑھ رہے ہیں۔ اور بڑی بیٹی رضیہ سی و ہشت سالہ صاحبۃ الاولاد ہے۔ دوسری لبست و نہ سالہ و صاحبۃ الاولاد اور تیسری ثریا سترہ سال کی ہے۔ حفظہم اللہ و سلمہم۔

امۃ الرحمٰن۔ ماہ ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ مطابق دسمبر ۱۹۲۰ء میں ولادت خانقاہ شریف میں ہوئی۔ ان کا تاریخی نام "زہرہ جبیں خاتون" ہے۔ دوشنبہ ۲۸ شوال ۱۳۵۳ھ مطابق ۲ فروری ۱۹۳۵ء ان کی شادی حضرت والدہ صاحبہ نے عبد الوحید فرزند ڈاکٹر اشفاق محمد امرتسری سے کر دی۔

ڈاکٹر اشفاق محمد ضلع امرتسر کے رہنے والے تھے دوشنبہ ۱۸ شوال ۱۲۹۸ھ مطابق ۱۲ ستمبر ۱۸۸۱ء میں ولادت اور جمعہ ۱۴ شعبان ۱۳۸۶ھ مطابق ۱۷ نومبر ۱۹۶۷ء کو لاہور میں وفات ہوئی سن تیرہ سو تائیس میں یہ اور ان کے بڑے بھائی ڈاکٹر شوق محمد بیعت ہوئے تھے۔ اپنے پیر و مرشد کے عاشق تھے اور صاحب نسبت تھے۔ اس عاجز نے ان کو اجازت ارشاد دی تھی۔ اور خدا کے فضل و کرم سے ان سے لوگوں کو فائدہ پہنچا۔ رحمہ اللہ و رضی عنہ۔

عبد الوحید ڈاک خانہ میں کام کرتے تھے۔ اب دو تین سال سے پنشن ہو گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو چھ پسر اور چھ دختر عنایت کیں۔

۱۔ عبد الرحیم۔ جمعہ ۵ ذی القعدہ ۱۳۵۵ھ مطابق ۱۷ جنوری ۱۹۳۷ء کو ولادت ہوئی اور عالم شباب میں تین بچے چھوڑ کر ذی الحجہ ۱۳۸۶ھ مطابق مارچ ۱۹۶۷ء میں وفات ہوئی۔ رحمہ اللہ۔

۲۔ بلقیس زماں۔ شنبہ ۲۳ شوال ۱۳۵۷ھ مطابق ۱۶ دسمبر ۱۹۳۸ء کو ولادت ہوئی۔

۳۔ خیر النساء۔ سہ شنبہ ۲۳ صفر ۱۳۵۹ھ مطابق ۲ اپریل ۱۹۴۰ء کو ولادت ہوئی۔ اور خورد سالی میں فوت ہوئی۔

۴۔ نفیس زماں۔ سہ شنبہ یکم جمادی الآخرہ ۱۳۶۱ھ مطابق ۱۶ رجون ۱۹۴۲ء کو ولادت ہوئی۔

۵۔ عبدالواحد۔ پنجشنبہ ۱۹ ررجب ۱۳۶۲ھ مطابق ۲۲ رجولائی ۱۹۴۳ء ولادت ہوئی۔

۶۔ عبدالاحد۔ شنبہ ۵ ررمضان ۱۳۶۴ھ مطابق ۱۴ راگست ۱۹۴۵ء ولادت ہوئی۔

۷۔ عبدالصمد۔ سہ شنبہ ۱۳ رصفر ۱۳۶۶ھ مطابق ۷ رجنوری ۱۹۴۷ء ولادت ہوئی۔

۸۔ ناہید بانو۔ سہ شنبہ ۲۰ رذی الحجہ ۱۳۶۹ھ مطابق ۳ راکتوبر ۱۹۵۰ء کو ولادت ہوئی۔

۹۔ طارق۔ سہ شنبہ ۲۹ رشوال ۱۳۷۱ھ مطابق ۲۲ رجولائی ۱۹۵۲ء کو ولادت ہوئی۔

۱۰۔ خالد۔ چارشنبہ ۱۹ رصفر ۱۳۷۳ھ مطابق ۲۸ راکتوبر ۱۹۵۳ء کو ولادت ہوئی۔

۱۱۔ یاسمین بانو۔ یکشنبہ ۲۵ ررمضان ۱۳۷۵ھ ۶ رمئی ۱۹۵۶ء کو ولادت ہوئی۔

۱۲۔ شاہین بانو۔ یکشنبہ ۲۳ رجمادی الآخرہ ۱۳۷۸ھ مطابق ۴ رجنوری ۱۹۵۹ء کو ولادت ہوئی۔

بجز آخر کے چار بچوں کے سب کی شادیاں ہوگئی ہیں اور اللہ کے فضل وکرم سے سب صاحبِ اولاد ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو یہ عافیت و راحت ہر دو جہاں میں رکھے۔

محترمہ فاروقی صاحبہ

آپ کی ولادت ۱۳۱۵ھ میں خانقاہ شریف دِتّی میں ہوئی۔ ۱۳۳۹ھ میں ان کا عقدِ نکاح نواب زادہ لئیق احمد خاں صاحب انصاری ایوبی ولد نواب زادہ فاخر احمد خان صاحب از اولاد نواب صادق خاں انصاری پانی پتی سے ہوا۔

جناب ہمشیرہ صاحبہ کو اپنے گھر کی جدائی کا بہت رنج تھا۔ جس وقت حضرت سیدی الوالدین سے اجازت لینے کے واسطے تشریف لے گئے۔ وہ رو رہی تھیں۔ آپ نے ان سے دریافت کیا۔ تو اُن کے رونے میں اضافہ ہوا، آپ پر اس کا اثر ہوا اور آپ کے بھی آنسو نکل آئے۔ آپ نے فرمایا۔ دیکھو بیٹی اگر تم کو یہ جگہ پسند نہیں ہے انکار کردو۔ ہم تمہاری خوشی چاہتے ہیں۔ جب انھوں نے اجازت دے دی۔ آپ وہاں سے چلے آئے۔

نواب زادہ فاخر احمد خاں صاحب اور ان کے چھوٹے بھائی نواب زادہ شاکر احمد خاں صاحب آپ کے نہایت صادق مریدوں میں سے تھے۔ شاکر احمد خاں کا جوانی میں انتقال ہوگیا۔ فاخر احمد خاں صاحب کی وفات دوشنبہ ۱۳ رشوال ۱۳۵۲ھ مطابق ۲۹ رجنوری ۱۹۳۴ء کو ہوئی۔

اس عاجز نے مصر سے درج ذیل قطعہ لکھ کر جناب لئیق احمد صاحب کو ارسال کیا۔

آج فاخر بھی جہاں سے چل بسے	تھے جو ہر صورت سے ذی عزو وقار
زندگی بھر صحبتِ پاکاں رہی	بعد مُردن بھی ملا اُن کا جوار
حضرت قاضی ثناء اللہ کے	ہیں قریب ایسے کہ جیسے کوئی یار
ہے سعادت کی نشانی دوستو	رحمتِ حق اُن پہ ہو لیل ونہار
اے خوشا مردے کہ باشد خاکِ او	در حریم دوستانِ کردگار
لوح مرقد پر لکھو تاریخ نیّر	ہے عزیزم فاخر احمد کا مزار ۱۳۵۲ھ

آپ صرف نام کے بیعت نہ تھے بلکہ راہِ سلوک کی حلاوت سے پوری طرح لذت اندوز تھے اس عاجز سے انھوں نے بیان کیا کہ کئی مرتبہ اپنے ذوق وشوق میں پانی پت سے دِلّی پاپیادہ گیا ہوں۔ ۵۳ میل کا فاصلہ ہے۔ ایک رات نریلہ میں گزارتے تھے دوسری رات خانقاہ ارشاد پناہ میں۔ اُن کے لباس کو دیکھ کر ہرگز کوئی نہ سمجھتا کہ یہ زمیندار اور صاحب املاک ہیں بلکہ یہ خیال کرتا کہ کوئی دیہاتی ہیں۔ گاڑھے کے سوا کسی کپڑے کا استعمال نہ کرتے تھے۔ کیا کُرتہ کیا پاجامہ کیا پگڑی۔ کیا صدری، کیا روئی کا گھٹنے تک کا کوٹ۔ اپنے پیر ومرشد کے عاشق تھے۔ ضعیفی میں کلام پاک حفظ کرنے کا شوق پیدا ہوا۔ ایک حافظ صاحب کو رکھ لیا۔ سارے دن ان کے ساتھ دَور کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ وعم احسانہ کے فضل وکرم سے کلام پاک کو اپنے مبارک سینہ میں محفوظ کر کے دنیا سے بہ بارگاہ مولیٰ روانہ ہوئے۔ ذٰلک الفضل من اللہ۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

تقسیم ہند کے وقت نواب زادہ لئیق احمد خاں صاحب کو حکومت نے قید خانہ میں نظر بند کر دیا۔ وہ پانی پت کے سب سے بڑے زمیندار تھے۔ اُن کی نظر بندی کی حالت میں پانی پت سے مسلمانوں کا انخلا ہوا۔ ماشاء اللہ دو صاحبزادیاں بڑی تھیں۔ ان کے جہیز کے سلسلہ میں عمدہ کپڑے کے دو بڑے صندوق بھرے ہوئے تھے۔ ہمشیرہ صاحبہ کا زیور، ان کی مرحومہ ساس کا زیور، اور سونا گھر میں موجود تھا۔ یہ سب ڈھائی سیر سے زائد تھا۔ ایک عمدہ دونالی بندوق ڈیڑھ ہزار کی تھی اور ہزاروں روپے کا سامان وظروف۔ یہ سب تاراج ہوا۔ ہمشیرہ صاحبہ محترمہ مع بچوں کے بہ صد زحمت ایک قافلہ کے ساتھ لاہور پہنچیں۔ جب تک پانی پت میں مسلمان رہے نواب زادہ صاحب نظر بند رہے۔ جب شہر مسلمانوں سے خالی ہو گیا۔ اور ان کا سارا گھر لٹ گیا۔ تب نواب زادہ صاحب

کو نظر بندی سے رہائی ملی اور وہ اپنے گھر کی بربادی دیکھ کر لاہور چلے گئے۔ کئی سال ان صاحبان پر نہایت سختی کے گزرے۔ آلام جسمانی اور اشیائے منقولہ کا عوض ان شاءاللہ عند اللہ ملے گا۔ البتہ املاک غیر منقولہ کا عوض لاہور اور ضلع جھنگ میں بفضل اللہ واحسانہ مل گیا ہے۔ اور اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا۔ کا ظہور ہوا ہے۔ فَلِلّٰہِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّۃُ۔

ہمشیرہ صاحبہ کی وفات دوشنبہ ۱۶ ربیع الاول ۱۳۸۹ھ مطابق ۲ رجون ۱۹۶۹ء کو ہوئی اور لاہور میں بی بی صاحبہ کے قبرستان میں مدفون ہوئیں۔ عاجز نے "بروز دوشنبہ شانزدہم مہ ربیع الاول" سے ہجری سن نکالا ہے۔ جناب نورمیاں صاحب ضیا مجددی رامپوری نے درج ذیل تاریخی قطعہ کہا ہے۔

ایک دن میں نے ہُو کے میدان میں ! دیکھے قبروں کے جابجا انبار
دیکھ کر نور ایک تُربت پر دل سے پوچھا کہ ہے یہ کس کا مزار
بولا دل، میں تجھے بتاتا ہوں ہے یہ اک خاص بندیِ غفار
نام تھا اُن کا بی بی فاروقی نیک دل، نیک طبع، نیک کردار
اے ضیا دیکھ دل کی آنکھوں سے ہے جو یہ نور ساطع الانوار
اس کو تم نور کبریا جانو "سایۂ رحمتِ خدا جانو" ۱۳۸۹ھ

اولاد

اللہ تعالیٰ نے آپ کو چھ اولادیں عنایت کیں، ۱۔ اختری بانو، ان کی ولادت ۲۹ رجب ۱۳۴۱ھ کو ہوئی، ۲۔ الوری بانو، ان کی ولادت ۱۳۴۲ھ میں اور وفات ۱۳۵۰ھ میں ہوئی۔ اس وقت یہ عاجز مصر میں تھا۔ درج ذیل تاریخی قطعہ لکھ کر ارسال کیا۔

کس کی خاکِ لحد ہے یہ جس پر سایہ گُستر سحابِ رحمت ہے
لوح مرقد پہ تم لکھو تاریخ "زبدیہ الوریٰ کی تربت ہے" ۱۳۵۰

۳۔ فاروق احمد خاں، ان کی ولادت ۱۳۴۴ھ میں ہوئی۔ "اصغر احمد" تاریخی نام ہے۔ حضرت برادر کلاں کی صاحبزادی رابعہ سے عقد نکاح ہوا، اللہ تعالیٰ نے یکشنبہ ۲۴ ر رمضان ۱۳۸۸ھ مطابق ۱۵ دسمبر ۱۹۶۸ء کو توام دو بچیاں عنایت کیں، ایک کا نام نزہت اور دوسری کا نکہت ہے۔ سلمہا اللہ وسلم ابویہما وحفظہم ۴۔ صادقہ بانو، ان کی ولادت ۱۳۴۸ھ میں ہوئی ۵۔ انوار احمد خاں ان کی ولادت ۱۳۵۰ھ میں ہوئی۔ تاریخی نام "محمد مظہر جان جہاں" ہے۔ ۱۳۹۰ھ میں

ان کا عقد نکاح طیبہ خاتون سے ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے ۱۳۹۱ھ میں ندیمہ اور ۱۳۹۲ھ میں زنیرہ عنایت کی سلمہما اللہ وسلم ابویہما، ۶۔ نسیم احمد خاں ان کی ولادت ۱۳۵۳ھ میں ہوئی سلمہ اللہ تعالیٰ۔

محترمہ امتہ اللہ صاحبہ

آپ کی ولادت ۲۰ محرم ۱۳۲۳ھ مطابق ۲۷ مارچ ۱۹۰۵ء کو دلی کی خانقاہ شریف میں ہوئی۔ دوشنبہ ۱۵ شوال ۱۳۴۵ھ مطابق ۱۸ اپریل ۱۹۲۷ء کو جناب پیرجی سید محبوب علی شاہ فرزند سید محبت علی شاہ ساکن موضع قادری باغ، ڈبیائی، ضلع بلندشہر سے آپ کا عقد نکاح ہوا۔ پیرجی صاحب حضرت پیران پیر سیدنا عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کی اولاد میں سے ہیں، سلسلۂ چشتیہ صابریہ اور قادریہ سے وابستہ ہیں۔ اوراد و وظائف کے نہایت پابند ہیں، حضرات مشائخ کرام سے قلبی تعلق ہے۔ باوجود ریاست ظاہری کے راہ فقیری اختیار کیے ہوئے ہیں۔ اللہ کے بندے ان سے ظاہری اور باطنی استفادہ کرتے ہیں۔ کثّر اللہ امثالہٗ وادام فیضہٗ واحسانہ۔

ہمشیرہ صاحبہ محترمہ کو اللہ تعالیٰ نے دس اولادیں عنایت فرمائیں ۱۔ جمیل فاطمہ ۲۔ عزیز فاطمہ ۳۔ آل علی ۴۔ سلیم فاطمہ ۵۔ عظیم القدر ۶۔ عقیل فاطمہ ۷۔ سید حسن ۸۔ سید حسین معروف بہ مظہر علی ۹۔ جنید علی ۱۰۔ حسین فاطمہ۔

۱۔ جمیل فاطمہ کی ولادت ۱۳۴۷ھ میں ہوئی، تاریخی نام "غریب فاطمہ" ہے، ان کا عقد نکاح سید اقبال سے ہوا۔ پیرجی صاحب کے ہم جد ہیں، ساڈھورہ، پنجاب میں قیام تھا تقسیم ہند کے بعد جھنگ چلے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے تین بچے عنایت کیے ہیں۔

۱۔ حور جہاں خاتون، معروف بہ روحی ۱۳۷۵ھ میں ولادت ہوئی ہے اور نام تاریخی ہے ۲۔ سید فیروز بخت، یہ نام بھی تاریخی ہے۔ ولادت ۱۳۷۸ھ میں ہوئی ہے ۳۔ نرگس خاتون، یہ نام بھی تاریخی ہے۔ ولادت ۱۳۸۶ھ میں ہوئی ہے۔ سلمہم اللہ تعالیٰ وحفظہم۔

۲۔ عزیز فاطمہ کی ولادت ۱۳۴۸ھ میں ہوئی۔ غرائب فاطمہ تاریخی نام ہے۔ ان کا عقد نکاح سید آصف علی ولد اشرف علی سے ہوا۔ یہ ڈبیائی ضلع بلندشہر کے رہنے والے ہیں، تقسیم ہند کے بعد کراچی چلے گئے۔ اللہ نے چار بچے عنایت کیے ۱۔ طیبہ خاتون، اس وقت ان کی عمر بیس سال کی ہے۔ ۲۔ ضیاءالاسلام، اس وقت چودہ سال کے ہیں۔ ۳۔ توصیف علی، اس وقت دس سال کے ہیں ۴۔

محی الاسلام، چھ سال کے ہیں۔ سلّمہم اللہ تعالیٰ وحفظہم۔

۳۔ آل علی کی ولادت ۱۳۵۱ھ میں اور وفات ماہ صفر ۱۳۵۴ھ میں ہوئی۔

۴۔ سلیم فاطمہ معروف بہ سلمیٰ کی ولادت ۱۳۵۳ھ میں ہوئی اور اُن کا عقد نکاح سیّد عارف علی برادر سیّد آصف علی سے ہوا۔ اللہ نے چار بچے عنایت کئے ۱۔ زین العابدین اس وقت آٹھ سال کے ہیں ۲۔ نصرت فاطمہ، سات سال کی ہے۔ ۳۔ نور العارفین پانچ سال کے ہیں۔ ۴۔ اکبر میاں دو سال کے ہیں۔ سلّمہم اللہ وحفظہم۔

۵۔ عظیم القدر کی ولادت پنجشنبہ ۵ رشعبان ۱۳۵۵ھ مطابق ۲۲ راکتوبر ۱۹۳۶ء کو ہوئی۔ نام تاریخی ہے۔ شہرت سید میاں کے نام سے ہے۔ اُن کا عقد نکاح بی بی بُشریٰ دختر پیر ضامن نظامی سجادہ نشین درگاہ حضرت سلطانجی سے ہوا۔ اللہ نے تین بچے عنایت کئے۔ ۱۔ سیّدہ خاتون، اس وقت گیارہ سال کی ہیں ۲۔ سعیدہ خاتون نو سال کی ہیں ۳۔ عالی جناب مظفر، پانچ سال کے ہیں۔ یہ نام تاریخی ہے۔ معروف بہ عالی جناب ہیں۔ سلّمہم اللہ وحفظہم۔

۶۔ عقیل فاطمہ کی ولادت ۱۳۵۷ھ میں ہوئی اور شیر خوارگی میں وفات پائی۔

۷۔ سید حسن کی ولادت ۱۳۵۹ھ میں ہوئی اور شیر خوارگی میں وفات پائی۔

۸۔ سید حسین معروف بہ مظہر علی کی ولادت شنبہ ۲۲ رذی الحجہ ۱۳۶۰ھ مطابق ۱۰ رجنوری ۱۹۴۲ء کو ہوئی۔ تاریخی نام "مظہر جود سید حسین" ہے۔

۹۔ جنید علی کی ولادت جمعہ ۲۷ رشوال ۱۳۶۴ھ مطابق ۵ راکتوبر ۱۹۴۵ء کو ہوئی۔ غلام صابر تاریخی نام ہے۔ شہرت اچھے میاں سے ہے۔

۱۰۔ حسین فاطمہ کی ولادت سہ شنبہ ۳۰ ربیع الآخر ۱۳۶۸ھ مطابق پہلی مارچ ۱۹۴۹ء کو ہوئی۔ اتفاق سے برادر خورد حضرت ابو السعد سالم سلّمہ اللہ کوئٹہ سے آئے ہوئے تھے اور اس وقت قادری باغ میں تھے۔ انھوں نے "گل قادری باغ" سے لاجواب تاریخ نکالی۔ ان کی شہرت اچھی بیگم کے نام سے ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ان سب کو دارین میں بہ عافیت و راحت رکھے۔

حضرت سیدی الوالد قدس سرہ جب دَورِ کہولت[۱] کے مراحلِ

برادرِ محترم حضرت ابوالفیض بلال ادام اللہ ارشادہ

آخرہ پر پہنچ گئے۔ آٹھ صاحبزادیوں کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرزندِ ارجمند عنایت کیا۔ یہ عاجز معمولات کے بیان میں "حضرت سلطانجی[۲] سے آپ کی گفتگو" میں لکھ چکا ہے۔ کہ آپ نے وہاں برائے فرزند دعا کی تھی، آپ کی دعا "فَهَبْ لِي مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا يَرِثُنِي" مقبول بارگاہ کبریا ہوئی۔ اور شب جمعہ ۲۹ رجب ۱۳۱۶ھ مطابق ۲۳ نومبر ۱۹۰۰ء کو اللہ تعالیٰ جلّ جلالہٗ وعمّ نوالہٗ نے آپ کو فرزند ارجمند عنایت کیا۔ اور آپ نے سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقِ صادق اور موذن حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مبارک نام پر آپ کا نام بلال رکھا۔ اتفاق سے ان دنوں آپ کے مخلص صادق، صاحبِ نسبت حاجی عبدالحکیم ولد خدائے رحم وفتانی آپ کی خدمت میں موجود تھے۔ آپ باہر تشریف لائے اور اُن سے حضرت برادرِ کلاں کی ولادت کا ذکر کیا۔ انھوں نے عرض کی کہ آپ ان کا اسم گرامی عبدالرحمٰن تجویز فرمائیں۔ غالباً عبداللہ کی مناسبت سے انھوں نے یہ نام تجویز کیا ہوگا، کیونکہ عبداللہ آپ کا اسم گرامی ہے۔ آپ نے اُن سے فرمایا۔ ہم نے موذن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی پر اپنے بیٹے کا نام بلال رکھا ہے۔

انہی دنوں میں آپ نے بمبئی کے حاجی عبداللہ عمر کو خط تحریر کیا ہے۔ اس میں لکھا ہے "ہمارے حضرت ابوبکر رضؓ کے ایک غلام تھے، اُن کا نام بلال رضؓ وہ بڑے مرتبہ کے تھے، ہمارے دادا حضرت عمر رضؓ فرماتے ہیں "ابوبکر سَيِّدُنَا وَأَعْتَقَ سَيِّدَنَا" یعنی ابوبکر ہمارے سردار ہیں۔ اور آزاد کیا انھوں نے ہمارے سردار کو، یعنی بلال رضؓ کو، بہ نیتِ تحصیلِ برکات ہم نے اپنے فرزند کا نام بلال رکھا۔ رسول

---

[۱] دورِ کہولت کے متعلق لسان العرب میں ہے۔ من زاد علی ثلاثین سنۃ الی الاربعین وقیل ھو من ثلاث وثلاثین الی تمام الخمسین۔ یعنی تیس سے متجاوز ہو کر چالیس تک، اور کہا گیا ہے۔ تینتیس سے پچاس سال پورے ہونے تک۔ المنجد میں آخری قول کا ذکر ہے۔ لکھا ہے "من کانت سنو عمرہ بین الثلاثین والخمسین تقریباً" جو کہ مابین تیس اور پچاس کے ہو۔ حضرت سیدی الوالد کی عمر شریف اس وقت چھیالیس سال کی تھی۔

[۲] دیکھو صفحہ ۱۶۲۔

مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر نام بلال رضؓ جس قدر گزرا ہے کسی آدمی کا نام شاید نہ گزرا ہو۔"

آپ نے ایک پرچہ پر تحریر فرمایا ہے۔

۱ بِلَالُ رَسُوْلِ اللّٰہِ لِیْ مِنْہُ ذِمَّۃٌ	بِاَنِّیْ اُدْعٰی فِی الْوَرٰی بِاِسْمِہِ السَّامِیْ
۲ بِلَالُ رَسُوْلِ اللّٰہِ یَا سَیِّدَ الصَّحْبِ	سَمِیُّکَ اَرْجُوْ اَنْ تَفِیْضَ عَلٰی قَلْبِیْ

آپ نے تَفِیْضَ عَلٰی پر "تُنَوِّرَ لِی" کا نسخہ تحریر فرمایا ہے۔ یعنی ۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلال رضی اللہ عنہ پر میری یہ ضمانت ہے کہ ان کے اسم سامی یعنی بلند نام سے پکارا جاتا ہوں، ۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلال رضی اللہ عنہ۔ اے سردار صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین، میں آپ کا ہمنام امید رکھتا ہوں کہ میرے دل پر آپ فیضان فرمائیں۔ یعنی الطاف و عنایات کریں، یا۔ میرے لئے میرے دل کو منور فرماویں۔

آپ اوائل محرم ۱۳۱۸ھ مطابق مئی ۱۹۰۰ء میں کوئٹہ تشریف لے گئے تھے اور وہاں علماء و فضلاء کی ایک جماعت آپ سے بیعت ہوئی تھی۔ وہاں سے دلی آنے پر آپ کے وارث کامل کی ولادت ہوئی۔ آپ نے اس مبارک خبر سے وہاں کے لوگوں کو مطلع کیا اور وہاں سے بجلی کی طرح یہ خوش خبر اطراف افغانستان میں مشتہر ہوئی۔ جابجا مخلصینِ پاک نہاد نے شکراً للہ دُنبے ذبح کئے اور لوگوں کو کھانا کھلایا۔ اور آپ کی صلاح و درازی عمر کے واسطے دعائیں کیں۔ عاجز سے رفقائے قدیم میں سے چند افراد نے کہا۔ کہ وہاں کے لوگوں کے لئے وہ دن، عید کے دن سے بڑھ کر تھا۔ سب کے دل شاد اور زبان پر اللہ تعالیٰ کا حمد جاری تھا۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

اس عاجز نے ملاحظہ کیا کہ حضرت سیدی الوالد قدس سرہ کو حضرت برادر کلاں سے نہایت ارتباطِ قلبی تھا۔ ۱۳۳۲ھ کو جب کہ آپ رامپور میں نظر بند تھے۔ حضرت برادر کلاں اور یہ عاجز اسکول میں پڑھتے تھے اور اس سلسلہ میں دلی میں قیام تھا۔ آپ کا ایک خط اس عاجز کے پاس ہے جو آپ نے مولوی بخش اللہ کے پتہ پر ارسال فرمایا تھا۔ اس میں حضرت برادر کلاں کو تحریر فرمایا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ برخوردار محمود الخصال حضرت بلال، حفظہ اللہ الکبیر المتعال، عن اتباع النفس والشیطان والھوی والضلال، وعن سوء المنقلب فی الاھل والمال وجعلہ رضی الافعال والاقوال، ذا اصلاح وفلاح وفضل وکمال" الخ۔

اور ایک خط میں تحریر فرمایا۔" مَدَحَ شاعرٌ عَبْدَ اللّٰہ بن عمر وَابْنَہ بلالًا ، فقال وبلالُ عبدِ اللّٰہ خیرُ بلالٍ ، فغضب عبدُ اللّٰہ بن عمر وقال ۔ کذبتَ ، بل بلال رسول اللّٰہ خیرُ بلال رضی اللّٰہ عنھم ورحمھم قد عرفوا الحق لاھلہ واذعنوا لہٗ ۔ یعنی کسی شاعر نے حضرت عبد اللہ بن عمر اور ان کے صاحبزادے حضرت بلال کی مدح کرتے ہوئے کہا :" اور عبد اللہ کے بلال ، اچھے بلالی ہیں " یہ سنکر حضرت عبد اللہ کو غصہ آیا ۔ اور فرمایا :" تم نے غلط کہا ۔ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے بلال (رضی اللہ عنہ) اچھے بلالی ہیں ۔" اللہ تعالی ان حضرات سے راضی ہو ۔ اور ان پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے ۔ ان حضرات نے حقداروں کے حق کو پہچانا اور اس کے سامنے سر تسلیم خم کیا ۔"

حضرت سیدی الوالد قدس سرہ نے آخر کے چند سال حضرت برادر کلاں کو رامپور بھیجا ۔ مخلصین میں سے چار پانچ افراد کو اُن کے ساتھ کرتے تھے ۔ تاکہ آپ خاندان مجددیہ کے اُن افراد کو جو مستحق اعانت ہوں روپیہ تقسیم فرمائیں ۔ چنانچہ ہر سال تقریباً ڈیڑھ ہزار روپیہ آپ وہاں تقسیم فرماتے تھے ۔ ایک سال کا حساب جو کہ ایک خورد بیاض پر ہے عاجز کے پاس ہے اور غالباً یہ ۱۳۳۹ھ کا حساب ہو ۔ اس میں تفصیل کے ساتھ اُن سب افراد کا ذکر ہے ۔ جن کی اعانت کی گئی ہے ۔ جو رقم تقسیم کی گئی ہے وہ ایک ہزار چھ سو چھیاسی روپیہ ہے ۔

اس سلسلہ میں ایک مرتبہ حضرت برادر کلاں کے جانے کے بعد دوسرے دن دستی خط مولوی بخش اللہ کے ہاتھ ارسال فرمایا ۔ اس میں آپ نے لکھا ہے :" جس قدر خوبی سے اور محبت سے ہمارے عزیزوں کی خاطر اور ادب کرو گے اوسی قدر ہماری خوشی اور تمہاری سعادتمندی ، ہو گی ۔ سات وقت یا آٹھ وقت کھانا کھلاؤ سب اقارب کو ، اور مبلغ کی ضرورت ہو تو طلب کرو ، بذریعہ تار ہم روانہ کر دیں گے ۔ اِنْفِقْ[۱] بِلَالًا وَلَا تَخْشَ مِنْ ذِی الْعَرْشِ اِقْلَالًا ۔ مغرب وعشار کی نماز پڑھایا کرو[۵]

[۱] انفق بلالا ۔ اصلہ انفق یا بلالی ، بالاضافۃ لیاء المتکلم وحذف حرف الندا ء وابدال الیاء الفا کیا غلاما ۔ یہ ارشاد نبوی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رض سے فرمایا :" اے میرے بلال رض تم خرچ کرو اور جناب خداوند عرش سے کمی کا اندیشہ نہ کرو ۔" حضرت سیدی الوالد قدس سرہ نے وہی مبارک الفاظ حضرت برادر کلاں کو تحریر فرمائے ہیں ۔

بہ می عمارت دل کن کہ این جہانِ خراب ؎ دراں سراست کہ از خاک مالبساز خشت

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ یکشنبہ ۴ ربیع الآخر ۱۳۳۸ھ

آپ کی تعلیم کے واسطے جناب مولانا سید عبد الجلیل صاحب کا تقرر ہوا۔ تقریباً چار سال وہ رہے۔ اسی دوران میں انطاکیہ کے قاری عبد الغنی صاحب کی آمد ہوئی۔ آپ نے اُن سے مخارج حروف کی اصلاح کی۔ جناب امیر الدین خاں معروف بہ امیر خاں حضرت شاہ احمد سعید سے بیعت تھے۔ ان کا پایہ خطاطی میں نہایت بلند تھا۔ اُن سے تختی کی اصلاح لیتے تھے۔ لہذا آپ کی تجوید نہایت عمدہ اور خط بہت پاکیزہ ہے۔ ابتدا میں کچھ عرصہ جناب مولوی محمد اسحاق میرٹھی نے آپ کو پڑھایا تھا۔

سید امجد علی شاہ سردھنوی نے حضرت سیدی الوالد سے کہا: "انگریزی" حکومت کی زبان ہے۔ لہذا مناسب ہے کہ صاحبزادے صاحبان یہ زبان سیکھ لیں۔ چنانچہ چار سال آپ نے اسکول میں بھی پڑھا۔ اسکول کی تعلیم کی وجہ سے آپ کا اور اس عاجز کا قیام دلی میں تھا۔ حضرت سیدی الوالد نے رامپور سے آپ کو تحریر فرمایا: "حضرت زید بہت بدخط کارڈ لکھتے ہیں۔ ان کو لکھنا تعلیم کراؤ۔ وضو، نماز کی پابندی تم دونوں کرو۔ آدھا گھنٹہ مشق تجوید بھی چاہیے تم دونوں کو۔ سیپارۂ شریف تجوید کے ساتھ پڑھو۔ گھنٹہ بھر چلنے کی عادت رکھو۔ ہوا خوری ہر روز کیا کرو۔ خان صاحب (منشی نثے خان) سے ملا کرو، عبد المجید خان اُن کے برادر زادہ سے بات چیت کیا کرو۔ تاکہ تم کو سلیقہ بات کرنے کا، جواب دینے کا، ہنسنے کا، بولنے کا حاصل ہو۔

نصیحت گوش کن جاناں کہ از جاں دوست تر دارند ؎ جوانانِ سعادت مند پندِ پیرِ دانا را

والسلام علیکما ورحمۃ اللہ وبرکاتہ سہ شنبہ ۲۴ ربیع الآخر ۱۳۳۴ھ

۱۳۳۵ھ میں جناب مولوی محمد عمر صاحب کو آپ کی تعلیم کے واسطے مقرر فرمایا۔ مولوی صاحب سے آپ نے کافی عرصہ پڑھا۔ اس دوران میں آپ کو دردِ شقیقہ اور نکسیر پھوٹنے کی شکایت ہو گئی۔ اور آپ علیل بھی ہو گئے۔ حکیم اجمل خاں اور ڈاکٹر مختار احمد انصاری نے حضرت سیدی الوالد سے کہا۔ صاحبزادے صاحب کا دماغ بہت کمزور ہو گیا ہے۔ دو سال تک یہ کچھ نہ پڑھیں۔ سیر و تفریح و خوش وقتی میں وقت گزاریں اور روزانہ چار پانچ میل چلنے کی ورزش کیا کریں۔ چنانچہ دو تین سال آپ کی تعلیم کا سلسلہ بند رہا۔ اور ۱۳۳۸ھ مطابق ۱۹۲۰ء آپ نے شکار کی بندوق لی۔ اور

پھر ہر ہفتہ میں ایک دن شکار کے واسطے جاتے تھے۔ مخلصین میں سے دو افراد آپ کے ساتھ ہوا کرتے تھے
آپ نے تین چار سال تک موسم سرما میں مدرسہ مولوی عبدالرب، واقع گندہ نالہ، میں جناب مولوی حکیم محمد مظہر اللہ، جناب مولوی محبوب الٰہی، جناب مولانا مولوی محمد شفیع اور جناب مولانا مولوی عبدالعلی صاحب سے بھی پڑھا ہے۔ اور کوئٹہ میں جناب ملا امان اللہ نے موسم گرما میں دو سال پڑھایا۔ اور کچھ دن جناب مولوی خیر محمد نے بھی پڑھایا ہے۔

قرارت سبعہ اور شاطبیہ کی تعلیم آپ نے جناب قاری نیاز احمد کے ساتھ حضرت سیدی الوالد سے حاصل کی ہے۔ آپ امام ابو عمرو بصری کی قرارت بروایت دوری میں کلام پاک کی تلاوت فرماتے ہیں۔

آپ بیعت کب ہوئے اس کا علم عاجز کو نہیں ہے۔ رامپور سے حضرت سیدی الوالد نے حضرت برادر کلاں اور اس عاجز کے نام ایک خط تحریر فرمایا ہے۔ اس کے آخر میں لکھا ہے "قرآن مجید اور وظیفہ ترک نہ کریں۔ گناہ کی بات سے دور رہیں باقی سب خیریت ہے۔ والسلام۔

بَنُوهُ بِلَالٌ ثُمَّ زَيْدٌ وَسَالِمٌ ‏ ‏ فَيَا رَبِّ بَارِكْ فِيهِمُو مُتَفَضِّلًا
وَفِي وَالِدَيْهِمْ ثُمَّ فِي أَخَوَاتِهِمْ ‏ ‏ وَعَافِ جَمِيعًا وَاعْفُ عَنْهُمْ وَافْضِلَا
وَلِلدِّينِ وَفِّقْهُمْ وَلِلْعِلْمِ وَالتُّقَى ‏ ‏ وَأَوْرِثْهُمُ الْقُرْآنَ وَالصُّحُفَ الْعُلَا

سہ شنبہ، ۷ جمادی الآخرہ ۱۳۳۷ھ

اس مکتوب گرامی سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ از خورد سالی سلسلۂ شریفہ سے وابستہ تھے۔
انہی ایام میں ایک دن آپ تشریف لے جا رہے تھے۔ حضرت سیدی الوالد باہر خانقاہ شریف میں حلقہ فرما رہے تھے۔ آپ کی نظر حضرت برادر پر پڑی اور آپ نے مخلصین سے فرمایا "تم لوگ اپنے دل کو اللہ کی طرف موڑتے ہو۔ یعنی متوجہ کرتے ہو، دیکھو ہمارے بلال کے دل کو، کہ وہ خود اللہ کی طرف مڑا ہوا ہے۔ یعنی از خود متوجہ ہے۔" یہ عاجز کہتا ہے کہ مدعا و مقصود از تصوف یہی ہے کہ اللہ جل شانہ سے ارتباط قلب حاصل ہو۔

دائم ہمہ جا باہمہ کس در ہمہ حال ‏ ‏ میدار نہفتہ چشم دل جانب یار

سولہ سترہ سال کی عمر میں آپ کو یہ نعمت عظمیٰ اور دولت علیا، اللہ تعالیٰ نے عنایت

فرمائی۔ اور آپ کے پیرومرشد نے اس کا بیان فرمایا۔

اوائل جمادی الاولیٰ ۱۳۳۵ھ مطابق اواخر فروری ۱۹۱۷ء میں حضرت برادر کلاں اور یہ عاجز اسکول کی تعلیم کے سلسلہ میں کوئٹہ روانہ ہوئے۔ حضرت سیدی الوالد قدس سرہ برائے تودیع اسٹیشن تشریف لائے اور وہاں جب ہم دونوں اپنے ڈبہ میں سوار ہوگئے۔ آپ دروازہ کی کھڑکی کے پاس تشریف لائے اور آپ نے اپنے مبارک ہاتھ سے ان کے ہاتھوں کو پکڑا۔ یہ عاجز اُن سے متصل کھڑا تھا۔ آپ نے کلمۂ توحید اور کلمۂ شہادت پڑھا آپ کے ساتھ ہم دونوں نے پڑھا۔ پھر آپ نے فرائض پر ثابت رہنے اور محرمات سے اجتناب کا وعدہ لے کر حضرت برادر کلاں سے فرمایا۔ کہ ہم تم کو اجازت دیتے ہیں۔ کہ طالب مولیٰ کو سلسلۂ شریفہ میں داخل کر کے اللہ کا نام بتاؤ۔ پھر آپ نے دعا کے واسطے مبارک ہاتھ اٹھائے۔ آپ کے پیچھے مخلصین کی ایک جماعت تھی۔ اُن سب نے بھی ہاتھ اٹھائے اور ریل کے ڈبہ میں ہم دونوں نے اور ملا خیر اللہ اور ملا ولی محمد نے ہاتھ اٹھائے حاکم نے مستدرک کی کتاب الدعا میں سلمان سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "اِنَّ اللّٰہَ حَیِیٌّ کَرِیْمٌ یستحیی من عبدہ ان یبسط الیہ ید یہ ثُمَّ یردھما خائبین" اس مبارک اولیائے پروردگار کی جماعت نے جس خلوص سے دعا فرمائی تھی۔ ان شاء اللہ مقبول بارگاہ کبریا ہوئی ہوگی۔

بلوچستان اور افغانستان میں آپ کی خلافت کی خبر بہت سرعت سے پہنچی اور وہاں کے مخلصین کو قلبی مسرّت حاصل ہوئی۔ کوئٹہ میں ملا عبد الحلیم آخوندزادہ نے آپ کے ہاتھ پر تجدید بیعت کی اور از فرطِ مسرّت روتے ہوئے کہا۔ پروردگار نے مجھ کو یہ خوشی کا دن دکھایا کہ میرے پیرومرشد کے صاحبزادہ کو خلافت ملی ہے۔ اللہ تعالے اس سلسلۂ ارشاد کو ہمیشہ جاری رکھے۔

رمضان ۱۳۳۵ھ یعنی جون ۱۹۱۷ء میں نماز پڑھانے کی خدمت آپ کے سپرد ہوئی۔ اور ۱۳۳۶ھ کی محفل مبارک میلاد شریف میں کچھ بیان آپ سے پڑھوایا گیا۔ اواخر ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ میں آپ کا عقد نکاح بی بی آمنہ دختر حضرت نور قوم نیازی سے ہوا اگرچہ اس خوشی میں شریک ہونے والے افراد بہت کم تھے۔ لیکن سب کام نہایت خیروخوبی سے انجام پائے تھے۔ خطبۂ نکاح حضرت سیدی الوالد نے پڑھا۔ میر اعظم خان جو بعد میں خان قلات ہوئے مع فرزندان شریک تھے۔

بہت مبارک محفل تھی۔

۱۳۹۶ھ میں آپ نے مع اپنی اہلیہ محترمہ کے حج کیا۔ اس مبارک سفر کا حال اس عاجز کے احوال میں ان شاء اللہ آئے گا۔ آپ ایک مرتبہ ایام غیر حج میں بھی تشریف لے گئے ہیں۔ آپ کے ساتھ آپ کے صاحبزادہ کلاں تھے۔ تین دن مدینہ منورہ میں اور تین دن مکہ مکرمہ میں قیام کیا اور پھر مراجعت فرمائی۔

حضرت سیدی الوالد قدس سرہ کی یہ دعا تھی۔

وَلِلدِّيْنِ رَزِّقْهُمْ وَلِلْعِلْمِ وَالتُّقٰى   وَاَوْرِثْهُمُ الْقُرْاٰنَ وَالْكُتُبَ لِعَلَاءٍ

اس دعا کا اثر آپ پر ظاہر و باہر ہے۔ نہ آپ کو دنیا سے تعلق نہ اہلِ دنیا سے، بلکہ اہل دنیا سے ملاقات کا دروازہ بالکل بند ہے۔ کوئٹہ کے زلزلہ کا حال حضرت محترمہ والدہ صاحبہ کے احوال میں گزر چکا ہے۔ اس زلزلہ میں خود آپ اور آپ کی بیوی بچے دب گئے۔ بعد میں مخلصین نے آپ کو نکالا۔ آپ کے بڑے صاحبزادے اور دو صاحبزادیوں نے اپنی جدہ محترمہ کا ساتھ دیا۔

عبدرحماں عائشہ زینب چساں   جدہ را گشتند مونس در جناں

ہرسہ اولاد شقیقِ اکبر اند   ہرسہ در جنت بہ فضل داورند

جس صبر اور ضبط و رضا بہ قضائے الٰہی سے آپ نے اس وقت کام لیا یقیناً ایک عظیم کارنامہ ہے۔ اس واقعہ کا اثر آپ کے قلب پر پڑا۔ اور اس اثر کو تقسیم ہند کے وقت کے کشت و خون نے مزید بڑھایا۔ آپ نے کامل گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ طریقت کا کام اپنے فرزند اکبر میاں عبید الرحمن سلمہ اللہ وحفظہ کے سپرد کر دیا ہے۔ کوئٹہ شہر سے شمال غربی سمت میں پانچ میل پر آپ کی کچھ زمین ہے۔ وہاں آپ نے ڈھالوں سے ایک کمرہ بنوالیا ہے۔ گرمیوں میں وہاں اور سردیوں میں سبّی سے دس بارہ میل کے فاصلہ پر آپ نے کچھ زمین خرید لی ہے۔ اس مقام کا نام رِندلی (رِندعلی) ہے۔ وہاں بھی آپ نے ایک کمرہ بنوالیا ہے۔ دونوں جگہ آبادی سے میلوں دور مطالعۂ کتاب میں مصروف رہتے ہیں۔ آپ کو تفسیر و قرأت و حدیث کا شوق ہے۔ آپ نے صدہا کتابوں کا مطالعہ کیا ہے جس کتاب کا مطالعہ فرماتے ہیں از اول تا آخر مطالعہ کرتے ہیں۔ اور جہاں کوئی علمی نکتہ نظر آتا ہے۔ اس کو اپنی بیاض پر اُتار لیتے ہیں۔ چنانچہ آپ کی کئی بیاضیں پُر ہو چکی ہیں۔ آپ نے طبقات ابن سعد کی نہایت عمدہ فہرست مرتب کی ہے۔ اب ڈیڑھ سال سے صحیح بخاری کی فہرست مرتب فرما رہے ہیں۔ نصف اول کی فہرست

تکمیل کو پہنچ چکی ہے۔

آپ کو حضرت سیدی الوالد قدس سرہ سے عشق نبوی کی میراث بہ وجہ کامل ملی ہے۔ حضرات اہل بیت اطہار سے قلبی محبت ہے۔ میلاد سرور کائنات علیہ افضل الصلوات وازکی التسلیمات کی خوشی کا اظہار خاص بارہ ماہ مبارک ربیع الانور کو نہایت اہتمام سے کرتے ہیں۔ اس عاجز کے نزدیک آپ کی اعلیٰ و اولیٰ واکمل وافضل حسنات میں سے افغانستان میں اس مفتاح سعادت دوجہاں کا مروج کرنا ہے۔ اور اس کی ابتدا اس طرح پر ہوئی۔ کہ آپ سن تیرہ سو پچاس اور اکیاون میں افغانستان گئے میلاد مبارک کے زمانے میں آپ نے مبارک محفل کے انعقاد کا ارادہ کیا۔ افغانستان کے بادشاہ نادر خاں کو اس کی خبر ہوئی، انھوں نے آپ سے کہا۔ کہ اس مبارک محفل کا انعقاد ارگ (شاہی محل) میں ہونا چاہیئے۔ آپ نے اپنے جد امجد اعلیٰ حضرت شاہ احمد سعید قدس سرہ کی مبارک کتاب "سعید البیان فی مولد سید الانس والجان" (صلی اللہ علیہ وسلم) کو فارسی کا جامہ پہنایا۔ اور نہایت شان وشوکت سے اس مبارک محفل کو منعقد کیا۔ امیر نادر خان اور ان کے تین بھائی ہاشم خان، شاہ ولی خان، شاہ محمود خان، وزیر خارجہ فیض محمد خان اور افغانستان کے ہزاروں مخلصین شریک ہوئے۔ آپ نے جو مبارک پودا چالیس بیالیس سال پہلے افغانستان میں لگایا تھا، اللہ کے فضل وکرم سے خوب برومند ہوا۔ سالہا سال یہ معمول رہا کہ صدہا افراد افغانستان کے دور دراز علاقوں سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور مبارک محفل میں شریک ہو کر اپنے گھروں کو لوٹتے۔ لیکن کچھ عرصہ سے آپ نے افغانستان میں جابجا اپنے خلفاء کو مقرر فرمایا کہ وہ اپنے اپنے علاقوں میں یہ مبارک محفل منعقد کریں۔ علماء کرام پشتو زبان میں مبارک احوال کا بیان کریں اور قیام کے وقت صلاۃ وسلام پڑھیں، میلاد شریف کی مبارک محفل منعقد کرنے کا طریقہ یہ رکھا ہے کہ اس مبارک محفل میں شریک ہونے والوں کو قورمہ روٹی پیش کی جاتی ہے۔ قرآن مجید کے ختم کئے جاتے ہیں۔ کہیں دو تین ختم ہوتے ہیں، کہیں پینتالیس اور پچاس ہوتے ہیں۔ اور بخاری شریف کا ختم بھی ہوتا ہے، کہیں ایک کہیں دو۔ اور یہ اس جگہ جہاں علماء کی بڑی جماعت ہو، اور بین العشائین چار رکعت صلاۃ التسبیح پڑھی جاتی ہے۔ عشاء کی نماز کے بعد علماء کرام میں سے اصحاب قلوب نہایت ادب سے سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک احوال بیان کرتے ہیں۔ اور "اندل خیزد

بردل ریزد"[1] کی کیفیت اللہ کے فضل وکرم سے ظاہر ہوتی ہے۔ کیا بیان کرنے والے اور کیا سننے والے بارگاہ رسالت میں بار بار تحفۂ صلوٰۃ وسلام کو گوہر غلطاں سے مُحاط کرکے پیش کرتے رہتے ہیں۔ جب سے آپ نے یہ مبارک طریقہ وہاں رائج کیا ہے۔ یہ عاجز خصوصیت کے ساتھ آپ کے واسطے دعائے خیر کرتا رہتا ہے۔ یہ عاجز افغانستان چند سال پیشتر گیا تھا، وہاں بادۂ عشق نبوی سے سرشار افراد کو دیکھ کر قلبی مسرت حاصل ہوئی۔ مشکات شریف کے بابُ ما لا یُدعیٰ علی المحدود کی پہلی حدیث بخاری شریف کی ہے "عن عمر بن الخطاب اِنَّ رَجُلاً اسمہ عبد اللہ یُلقّبُ حمارًا کانَ یُضحِکُ النبیَّ صلّی اللہ علیہ وسلّم وکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قد جلدہ فی الشراب فاُتِیَ بہ فامَرَ بہ فجُلِدَ فقال رجلٌ من القوم اللّٰھُمَّ العنہُ ما اَکثَرَ ما یُؤتیٰ بہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا تلعنوہ فواللہِ ما علمتُ انّہ یحب اللہ و رسولہ۔ یعنی ایک شخص جس کا نام عبد اللہ اور مشہور حمار کے نام سے تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنسایا کرتا تھا اور آپ نے شراب نوشی کی وجہ سے اس کو کوڑے لگوا رکھے تھے۔ وہ پھر شراب نوشی کے سلسلہ میں لایا گیا۔ آپ نے حکم دیا۔ اور اس کے کوڑے لگے۔ حاضرین میں سے کسی نے کہا اللہ کی لعنت اس پر ہو کتنی کثرت سے شراب نوشی میں اس کو گرفتار کرکے لایا جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا "اس پر لعنت نہ بھیجو۔ قسم ہے اللہ کی جو میں جانتا ہوں وہ یہ ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے۔" عشق ومحبت نبوی وہ نعمت ہے کہ اللہ کی لعنت سے محفوظ رکھتی ہے، جو لعنت سے محفوظ ہوا ان شاء اللہ وہ رحمت سے ہم آغوش ہوا۔ عاجز نے کہا ہے۔

ہُوا جو گرفتارِ عشقِ نبی — وہ دوزخ سے بے شک ہوا ہی بری
جو نارِ محبت کا ہے سُوختہ — نہ ہوگا وہ دوزخ کا اَندوختہ
قتیلِ وفا پر ہو رحمت مُدام — بہشتِ بریں ہوگا اس کا مقام
نہ اس میں خفا ہے نہ تنکیر ہے — معَ مَنْ اَحَبَّ[1] کی تفسیر ہے

حضرت برادر کلاں کے احوال کو یہ عاجز حضرت سیدی الوالد قدس سرہ کے اس بند کے مطابق پاتا ہے۔

[1] المرءُ معَ مَنْ اَحَبَّ صحیحین کی روایت کردہ حدیث ہے کہ جو شخص جس کی محبت رکھتا ہے وہ اس کے ساتھ ہوگا۔

شکر خدا کہ عشق نبی کا اسیر ہوں | خاکِ رہِ جناب بشیر و نذیر ہوں
کیوں کر نہ اب میں رشکِ امیر و وزیر ہوں | اُس بادشاہِ حُسن کے دَر کا فقیر ہوں

ظلِّ ہُما سواد ہے جس کے دیار کا

آپ کی اہلیہ محترمہ دوشنبہ ۱۲ صفر ۱۳۸۰ھ مطابق ۶ اگست ۱۹۶۰ء کو رحلت کر گئیں۔ عاجز نے درج ذیل تاریخ کہی۔

عیالِ آں بلالِ پاک مشرب | مبارک آمنہ در خلد آسود
زسالِ رحلتش چوں زید پرسید | مَلَک "یا حیُّ غفرُ انک" بفرمود ۱۳۸۰

جس وقت ان کی وفات ہو رہی تھی عاجز کی بڑی بیٹی صفیہ سلّمہا اللہ اُن کے پاس تھیں، وہ کہتی ہیں، "ان کی آنکھیں بند تھیں اچانک انھوں نے اپنا دایاں ہاتھ اٹھا کر کہا۔ اچھا، اچھا عبدالرحمٰن میں آرہی ہوں"، اور اچھا اچھا کہتے وقت انھوں نے ہاتھ سے ٹھیرنے کا اشارہ کیا۔ عبدالرحمٰن اُن کے بڑے صاحبزادے کا نام ہے جو کوئٹہ کے زلزلہ میں شہید ہوئے تھے رحمۃ اللہ علیہما۔

اولاد اللہ نے آپ کو دس اولادیں عنایت کیں۔ چار صاحبزادے اور چھ صاحبزادیاں۔ (۱) ابوالمجد عبدالرحمٰن (۲) خدیجہ (۳) عائشہ (۴) عبیدالرحمٰن (۵) زینب (۶) عبداللہ (۷) عبیداللہ (۸) رابعہ (۹) ہاجرہ (۱۰) فاطمہ۔ صاحبزادوں کے سلسلہ میں یہ واقعہ پیش آیا۔ کہ شوال ۱۳۴۲ھ مطابق جون ۱۹۲۴ء میں ایک ضرورت کی وجہ سے آپ مع برادر خورد کوئٹہ سے دلّی آئے۔ اس وقت عاجز سے آپ کی یہ گفتگو ہوئی کہ اگر فرزند کی ولادت ہو، تو نام عبدالرحمٰن رکھا جائے۔ اور پھر فرزند ثانی کا عبیدالرحمٰن اور ثالث کا عبداللہ اور رابع کا عبیداللہ۔ اور اگر لڑکی ہو تو خدیجہ نام رکھا جائے۔ اللہ نے آپ کو چار ہی صاحبزادے دیئے اور آپ نے یہی نام رکھے۔

۱۔ ابوالمجد عبدالرحمٰن کی ولادت ۱۳۴۳ھ کے اواخر میں کوئٹہ میں ہوئی۔ ہونہار اور ذی استعداد تھے۔ میرٹھ میں مولوی اختر شاہ خان سے پڑھتے تھے۔ مصر سے واپسی پر عاجز کی ملاقات مولوی صاحب سے ہوئی۔ دوران گفتگو میں برخوردار عبدالرحمٰن کا ذکر آیا۔ بہت تعریف بیان کی۔ شب جمعہ ۲۷ صفر ۱۳۵۴ھ مطابق ۳۱ مئی ۱۹۳۵ء کوئٹہ کے زلزلہ میں شہید ہوئے۔ سریاب میں نزد جدّہ مدفون ہیں۔

۲۔ خدیجہ کی ولادت ۱۳۴۴ھ اور وفات ۱۳۴۵ھ میں ہوئی اور کوئٹہ میں اپنی عمّات کے پاس

نزد چوہن مدفون ہوئیں۔

۳۔ عائشہ کی ولادت ۱۳۴۶ھ میں ہوئی۔ جدہ محترمہ کو اُن سے بہت محبت تھی۔ کوئٹہ کے زلزلہ میں اس نے بھی اپنی جدّہ کا ساتھ دیا اور ان کے پاس سریاب میں مدفون ہوئی۔

۴۔ عزیز گرامی میاں عبید الرحمان سلمہ اللہ وجعلہ للمتقین اماماً۔ کی ولادت چہار شنبہ ۱۸ رمحرم ۱۳۴۸ھ ۲۶ رجون ۱۹۲۹ء کو ہوئی۔ اُن کا تاریخی نام عبد المختار ہے۔ علوم دین اور اسکول کی تعلیم بقدر کفاف حاصل کی۔ حادثہ زلزلہ میں اپنے برادر کلاں کے ساتھ ایک چارپائی پر سو رہے تھے۔ دونوں کے سر کے نیچے ایک تکیہ تھا۔ تقریباً تین چار انچ اِن کا سر اپنے بھائی کے سر سے نیچے تھا۔ زلزلہ سے چوکھٹ کا شرقی بازو کا نصف حصہ میاں عبد الرحمٰن کی اُمّ الدماغ پر لگا۔ میاں عبید الرحمٰن کے سر کے بال اس بازو سے چھو رہے تھے۔ جس وقت مخلصین ملبہ میں سے ان کو نکال رہے تھے تو یہ نیچے سے کہہ رہے تھے کہ بھائی صاحب نہیں بول رہے ہیں۔ سچ ہے۔ جس کو اللہ رکھے اس کو کون چکھے۔ پنجشنبہ ۱۵ رجمادی الاولیٰ ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۶ رمئی ۱۹۵۷ء کو ان کا عقد نکاح سیدہ ذاکرہ دختر سید عبد الحکیم صاحبزادہ پسر میر حسن صاحبزادہ سے کوئٹہ میں ہوا۔ یہ عاجز دلی سے گیا تھا۔ افغانستان سے مخلصین کے کئی قافلے آئے۔ ایک سو سے زائد علماء کرام تھے۔ ان کے ساتھ دفوف و مغنی بھی تھے۔ حکومت افغانستان اور حکومت پاکستان نے بلا کسی کی تحریک کے از خود یہ خصوصی مراعات کی کہ پاسپورٹ کی شرط ہٹا دی افغانستان کی آخری چوکی پر ایک فہرست لکھ کر اس پر مُہر لگا کے ہر میرِ کارواں کے حوالے کر دی گئی اور اس فہرست کی نقل پاکستان کی چوکی میں رکھ لی گئی۔ اور یہ لوگ کوئٹہ آ گئے۔ حضرت برادر کلاں نے پانچ دن تک دونوں وقت کھانا اور دونوں وقت چائے سب کو دی۔ پندرہ اور بیس کے مابین دُنبے تین دن اور دس پندرہ کے مابین دو دن ذبح ہوئے۔ کھلانے کا انتظام اتنا اعلیٰ تھا کہ کوئٹہ کے بعض بڑے افسر دیکھ کر متحیر رہ گئے۔ نہ ایک برتن ٹوٹا نہ کوئی چیز غائب ہوئی اور نہ کھانا ضائع ہوا۔ سب کام نہایت خوبی سے بلا کسی شور کے ہوئے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کو سات اولادیں عنایت کی ہیں۔ (۱) آنسہ متولدہ شنبہ ۹ رشعبان ۱۳۷۷ھ مطابق یکم مارچ ۱۹۵۸ء (۲) باہرہ متولدہ پنجشنبہ ۶ ربیع الاول ۱۳۷۹ھ مطابق ۱۰ ستمبر ۱۹۵۹ء (۳) عالیہ متولدہ شنبہ ۱۹ ربیع الآخر ۱۳۸۱ھ مطابق ۳۰ ستمبر ۱۹۶۱ء (۴) نائمہ متولدہ شنبہ ۲۸ رصفر

۱۳۸۳ھ مطابق ۲۰ رجولائی ۱۹۶۳ء (۵) خاتمہ متولدہ در ماہ ربیع الاول ۱۳۸۵ھ مطابق جولائی ۱۹۶۵ء (۶) سائرہ متولدہ در ماہ صفر ۱۳۸۷ھ مطابق مئی ۱۹۶۷ء (۷) زبیر متولد سہ شنبہ ۳ ربیع الاول ۱۳۸۹ھ مطابق ۲۰ رمئی ۱۹۶۹ء۔ پروردگار جل شانہ وعم احسانہ اپنے لطف وکرم سے اِن نَو بادۂ ہائے گلستان خیر کو تر وتازہ رکھے۔ بارک اللہ فی اعمارہم وسلمہم۔

۵۔ زینب کی ولادت ۱۳۴۹ھ مطابق ۱۹۳۰ء میں اور وفات کوئٹہ کے زلزلے میں ہوئی۔ اپنی جدّہ کے پاس مدفون ہیں۔

۶۔ عزیز گرامی عبداللہ سلمہ اللہ تعالیٰ ووفقہ لما یحبہ ویرضاہ۔ ان کی ولادت روز دوشنبہ ۴ رمحرم ۱۳۵۴ھ مطابق ۸ راپریل ۱۹۳۵ء کو ہوئی۔ زلزلہ کے وقت ان کی عمر ۳ ۵ دن کی تھی۔ جس وقت ملبہ میں سے نکالا ہے، منہ میں مٹی بھر گئی تھی، سانس رک گیا تھا۔ اس وقت ایک مخلصہ نے فوراً منہ سے مٹی نکالی اور بہ شدّت ان کے منہ میں پھونک ماری اور سانس کی آمد ہوگئی۔

میاں عبداللہ کا عقد نکاح جمعہ ۱۳ ربیع الآخر ۱۳۷۹ھ مطابق ۱۶ راکتوبر ۱۹۵۹ء اس عاجز کی بڑی بیٹی صفیہ سے ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے دو بچیاں عنایت کیں۔ (۱) نجمہ متولدہ ۲۷ رمضان ۱۳۸۰ھ مطابق ۱۴ رمارچ ۱۹۶۱ء (۲) کوکب متولدہ ۲۵ رجب ۱۳۸۲ھ مطابق ۲۲ ردسمبر ۱۹۶۲ء چونکہ زوجین کے طبائع میں اتفاق نہ تھا، باوجود اولاد کے ہونے کے جدائی واقع ہوگئی۔ وَكَانَ ذَٰلِكَ قَدَرًا مَّقْدُورًا۔ رَضِينَا بِقَضَاءِ اللہِ وَقَدَرِهٖ۔ یہ دونوں بچیاں مع اپنی والدہ کے اس عاجز کے پاس ہیں۔ اللہ ان بچیوں کو نیک اور خوش نصیب فرمائے اور عمر میں برکت دے۔

۷۔ عزیز گرامی عبیداللہ سلمہ اللہ تعالیٰ وحفظہ کی ولادت شب جمعہ ۲۹ رمضان ۱۳۵۶ ہجری مطابق ۲ ردسمبر ۱۹۳۷ء میں ہوئی، اور شنبہ ۱۱ ربیع الآخر ۱۳۸۶ھ مطابق ۳۰ رجولائی ۱۹۶۶ء کو اُن کا عقد نکاح بی بی حلیمہ دختر احمد حسن صاحبزادہ سے قرہ باغ علاقہ، غزنی میں ہوا۔ حضرت برادر کلاں نے اپنے بڑے صاحبزادے کے ساتھ میاں عبیداللہ اور گھر کے سب افراد کو دس پندرہ دن پہلے بھیج دیا، تاکہ وہ بندوبست کریں۔ آپ تنہا عین وقت پر کوئٹہ سے تین سو میل کی مسافت قطع کرکے پہنچے آپ نے خطبۂ نکاح پڑھا۔ ایجاب وقبول کرایا اور چونکہ آپ کی آمد کی خبر سن کر ہزارہا افراد کا اجتماع ہوگیا تھا اور وہ سب آپ کو ایک نظر دیکھنے کے متمنی تھے اس لئے ایک بلند مقام پر آپ نے

ایک موٹر بس کھڑی کرائی اور بس کی چھت پر بیٹھ کر بلند آواز سے کچھ حصہ کلام پاک رب العالمین کا پڑھا۔ بعض آیات شریفہ کا ترجمہ کیا۔ اور پھر دعا فرمائی۔ اور آپ تنہا فوراً وہاں سے کوئٹہ کو روانہ ہو گئے۔ یہ عاجز دو یا تین دن کے بعد ہوائی جہاز سے کابل پہنچا اور وہاں معلوم ہوا کہ افغانستان کے دُور دراز علاقوں سے ہزارہا افراد قرہ باغ کے لئے چل پڑے تھے۔ اگر آپ کا ایک دن یا دو دن قیام ہو جاتا یقیناً لاکھوں افراد اکھٹے ہو جاتے۔ جو مقبولیت آپ کو افغانستان میں حاصل ہے وہ کسی دوسرے فرد کو حاصل نہیں اس عاجز کے نزدیک یہ سب کچھ "ثُمَّ یُوْضَعُ لَهُ الْقَبُوْلُ" کا اثر ہے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَاءُ۔

میاں عبیدالرحمٰن حفظہ اللہ تعالیٰ نے اس دن ایک وقت کے کھانے کے لئے پچاس عمدہ بڑے دنبوں کا سالن پکوایا تھا۔ اور ایک بڑا ٹرک عمدہ تنوری روٹیوں کا غزنی سے بھر کر منگوایا تھا۔ اس کے علاوہ چاول بھی پکوائے تھے۔ سات ہزار سے زائد افراد کو کھانا کھلایا۔ اللہ تعالیٰ نے میاں عبیداللہ سلمہ اللہ کو چار بچے عنایت کئے ہیں۔ (۱) محمد عمر سہ شنبہ ۱۰ ربیع الآخر ۱۳۸۷ھ مطابق ۱۸ جولائی ۱۹۶۷ء کو ولادت ہوئی تاریخی نام نور المغنی ہے (۲) حفصہ دوشنبہ یکم ذی القعدہ ۱۳۸۸ھ مطابق ۲۰ جنوری ۱۹۶۹ء کو ولادت ہوئی (۳) سعد شب یکشنبہ یکم ذی الحجہ ۱۳۸۹ھ مطابق ۷ فروری ۱۹۷۰ء کو ولادت ہوئی (۴) رحیمہ شنبہ ۱۱ شوال ۱۳۹۲ھ مطابق ۱۸ نومبر ۱۹۷۲ء کو ولادت ہوئی۔ سلمہم اللہ وحفظہم۔

۸ — رابعہ کی ولادت شنبہ ۱۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۹ھ مطابق ۲۲ جون ۱۹۴۰ء میں ہوئی۔ چونکہ صاحبزادیوں میں وہ چوتھی ہیں۔ اس لئے ان کا نام رابعہ رکھا گیا۔ اسکول کی ثانوی تعلیم اعلیٰ نمبروں سے حاصل کی۔ جمعہ ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۸۴ھ مطابق ۱۶ اپریل ۱۹۶۵ء کو ان کا عقد نکاح، جناب ہمشیرۂ وسطیٰ کے فرزند کلاں فاروق احمد خاں انصاری سے ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے یکشنبہ ۲۴ رمضان ۱۳۸۸ھ مطابق ۱۵ دسمبر ۱۹۶۸ء کو دو پیاری بچیاں نزہت اور نکہت عنایت کیں سلمہا اللہ وسلم ابویہا۔

۹ — ہاجرہ کی ولادت یکشنبہ ۱۶ شوال ۱۳۶۲ھ مطابق ۱۷ دسمبر ۱۹۴۳ء کو ہوئی۔

۱۰ — فاطمہ کی ولادت پنجشنبہ ۲۱ ذی القعدہ ۱۳۶۵ھ مطابق ۱۷ اکتوبر ۱۹۴۶ء کو ہوئی۔

سَلَّمَهُمُ اللّٰهُ اَجْمَعِیْنَ وَحَفِظَهُمْ۔

حضرت برادر کلاں نے ابتدا میں چند سال صحیح بخاری یا کسی دوسری کتاب کا درس دیا ہے۔ آپ کے خلفاء کا حال عاجز کو معلوم نہیں ہو سکا ہے۔ ایک دو افراد کے نام معلوم ہیں۔ لکھتا ہے۔

ملا شیر محمد آخوند، علاقۂ قندہار کے رہنے والے تھے۔ آپ سے بیعت ہوئے کسب سلوک کیا اور خلافت پائی۔ ہزارہا افراد اُن سے مستفید ہوئے۔ چند سال ہوئے کہ رحلت کر گئے ہیں۔ یہ عاجز ان کے مزار شریف پر حاضر ہوا ہے۔ با برکت مقام ہے۔ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَرَضِيَ عَنْهُ وَقُدِّسَ سِرُّه۔ اُن کی وفات کے بعد حضرت برادر کلاں نے حاجی ملا عبدالحکیم کو ان کی جگہ مقرر فرمایا ہے۔ حَفَظَهُ اللّٰهُ وَاَوْصَلَهُ اِلٰی غَایَةِ مَا نَتَمَنَّاهُ۔

احمد حسن صاحبزادہ فرزند خدائے مہر گل صاحبزادہ، ساکن قرہ باغ، علاقۂ غزنی آپ کے پُرانے مخلص صادق ہیں۔ ان کے والد بزرگوار حضرت سیدی الوالد قدس سرہ کے خلفاء میں سے تھے۔ جیسے وہ پاک مشرب و نیک طینت تھے۔ ان کے پسر بلکہ تینوں پسران احمد حسن، عبدالرحمٰن، عبدالکریم اُن کے خیر خلف ہیں۔ کثر اللہ امثالہم۔ خدا کا فضل و کرم ہے۔ احمد حسن صاحبزادہ سے خلق خدا مستفید ہو رہی ہے۔ اور وہ اپنے کام میں مشغول ہیں۔ کوئٹہ کے زلزلہ کے وقت کوئٹہ میں تھے اور اب ان کی دختر میاں عبید اللہ سلمہ اللہ کی اہلیہ ہیں۔

حضرت برادر کلاں کے باقی خلفاء کا حال عاجز کو معلوم نہیں ہو سکا ہے۔ اتنی بات متحقق ہے کہ وہ سب نام و نمود سے دُور۔ مصروف کار ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو دولت رضا سے مالا مال فرمائے۔ و حفظہم و سلمہم۔

برادر عزیز حضرت ابو السعد سالم حفظہ اللہ و سلمہ

آپ حضرت سیدی الوالد کے فرزند اصغر و اولاد آخر ہیں۔

جمعہ ۲ صفر ۱۳۲۶ھ مطابق ۶ مارچ ۱۹۰۸ء کو خانقاہ شریف دلّی میں آپ کی ولادت ہوئی۔ اتفاق سے اس وقت حافظ عبدالحکیم سوداگر جُفت آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے اُن سے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے ہم کو فرزند عنایت کیا ہے، ہم نے اس کا نام سالم مُسلم رکھا۔" حضرت سیدی الوالد نے بارہا مخلصین سے فرمایا: "ہمارے حضرت والد کا نام عمر ہے۔ اور ہمارا نام عبداللہ ہے۔ اور یہ نام حضرت عمر کے بڑے صاحبزادے کا ہے رضی اللہ عنہما۔ ہم نے اُن کے صاحبزادوں

کے نام پر اپنے بیٹوں کے نام بلال و زید و سالم رکھے ہیں۔

۱۳۴۰ھ کے اواخر میں جب کہ حضرت سیدی الوالد کا قیام کوئٹہ میں تھا، عاجز کو ایک کاپی ملی تھی اس میں حضرت برادر کلاں، جناب ہمشیرۂ خورد، اور اس عاجز اور برادر خورد کی ولادت کی تاریخیں آپ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تھیں اور اس کے نیچے تین شعر تھے۔ دو شعر عاجز کے سلسلہ میں اور ایک شعر برادر خورد کے متعلق۔ ان اشعار میں آپ نے ولادت کی تاریخ نکالی تھی۔ برادر خورد کے متعلق یہ شعر تھا۔

؎ شیخ سالم ابن عبداللہ فرزند عمر ٭ سال میلادش نوشتم "محترم نور بصر"

عاجز نے مادّوں کے اعداد نکالے۔ تو "محترم نور بصر" کے عدد ۱۲۳۶ نکلے۔ عاجز نے عصر کو جب آپ تولہ باغ برائے تفریح تشریف لے جا رہے تھے، اس کا ذکر آپ سے کیا۔ آپ نے عدد نکالے اور تو عدد کی کمی ظاہر ہوئی۔ آپ نے فرمایا۔ "تم وہ کاپی ہمارے پاس لانا تاکہ اصلاح کی جائے"۔ چنانچہ دوسرے دن یہ عاجز آپ کے پاس کاپی لے گیا۔ پھر عاجز کو معلوم نہ ہو سکا کہ آپ نے اصلاح فرمائی یا نہیں اور نہ پھر وہ کاپی عاجز کو نظر آئی۔

برادر عزیز خِلقۃً کمزور و ضعیف ہیں۔ اور اس کا خیال حضرت سیدی الوالد قدس سرہ کو بھی تھا۔ عاجز کو وہ دن یاد ہے جب ہم دونوں مدرسۂ عبدالرب سے پڑھ کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے سبق کا خلاصہ آپ کو سنایا۔ اس وقت برادر عزیز نے آپ سے عرض کی۔ کہ مولوی صاحب نے مجھ سے کہا ہے کہ کل نحو میر لے کر آنا۔ یہ سن کر حضرت سیدی الوالد بہت خوش ہوئے اور آپ نے "واہ واہ" فرمایا اور پھر برادر عزیز سے ارشاد کیا "جس طرح زید نے ہم سے نحو میر پڑھی ہے۔ اگر تم اس طرح پڑھ لو۔ تو ہم خوشی میں ایک دُنبہ ذبح کریں گے۔ باوجود ضعف و کمزوری کے برادر عزیز نے تحصیل علم میں اپنی مساعی جاری رکھیں۔ جناب مولوی محمد عمر صاحب، جناب مُلّا امان اللہ صاحب اور بعض اساتذۂ مدرسۂ عبدالرب سے پڑھا اور پھر عاجز کے ساتھ ۱۳۴۹ھ مطابق ۱۹۳۱ء مصر گئے اور چار سوا چار سال نہایت محنت سے علم دین حاصل کیا۔ اس وقت جامع ازہر میں پردیسیوں کے واسطے تین سندیں تھیں۔ ابتدائی سند کا نام "شہادۃ" اور ثانوی کا "اجازہ" اور عالی کا "عالمیۃ" تھا۔ انھوں نے بالترتیب تینوں سندیں حاصل کیں۔ اور حدیث شریف کی اسناد عالیہ کو حاصل کرنے میں شیخ سنوسی اور شیخ بدرالدین دمشقی اور شیخ

عبدالحی کتانی فاسی سے اس عاجز کے رفیق تھے۔

حضرت سیدی الوالد قدس سرہ باربار یہ دعا کیا کرتے تھے "وَاَوْرِثْهُمُ الْقُرْآنَ وَالصُّحُفَ الْعُلٰی" اس دعا کا اثر یہ عاجز ظاہر و باہر دیکھ رہا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو علم کامل عنایت کیا۔ اور کتب عالیہ سے قلبی لگاؤ ہے۔ تفاسیر شریفہ، احادیث مبارکہ، فقہ اور تصوف کی نایاب کتابوں کا مطالعہ کرتے رہتے ہیں۔ عمدہ کتابوں کا اچھا ذخیرہ جمع کرلیا ہے۔ سنجاوی ضلع لورالائی اور کوئٹہ میں کاشت کی کچھ زمین خرید لی ہے۔ بعض اوقات وہاں جاتے ہیں۔ جب بھی ان کے پاس علماء آتے ہیں اُن سے مسائل میں گفتگو ہوتی ہے۔ اور اس سلسلہ میں کتابوں کی اوراق گردانی ہوتی ہے۔

اُن کے مخلصین کافی ہیں اور اس عاجز کو معلوم ہوا ہے کہ بعض افراد کو خلافت بھی دی ہے۔ حفظہ اللہ تعالیٰ وسلمہ۔

زواج چمن کے قریب ارغسان کا علاقہ ہے از توابع افغانستان، وہاں کے عبدالرحمٰن خان ولد نورالدین خان، حضرت سیدی الوالد کے عشاق میں سے تھے۔ ان کے والد کی عمر تقریباً ستر پچھتر سال کی تھی کہ حضرت سیدی الوالد سے آکر بیعت ہوئے۔ عبدالرحمٰن خان نے ۱۳۴۳ھ میں حضرت والدہ صاحبہ سے کہا کہ میں اپنی بیٹی حضرت سالم صاحب کے عقد نکاح میں دینی چاہتا ہوں۔ برادر عزیز اس زمانہ میں تحصیل علم میں مصروف تھے اور پھر انھوں نے مصر کا سفر کیا۔ وہاں سے واپسی کے بعد انھوں نے قصد زواج کیا۔ حضرت برادر کلاں نے قندہار جانے کا بندوبست کیا۔ چنانچہ وہ اور اُن کی اہلیہ محترمہ اور برادر عزیز اور یہ عاجز دلّی سے کوئٹہ گئے وہاں ایک یا دو شب قیام رہا۔ اور جمعہ ۲۱ شوال ۱۳۵۹ھ مطابق ۲۲ نومبر ۱۹۴۰ء کو وہاں سے قندہار کا سفر موٹر کار سے ہوا۔ عصر تک شہر قندہار پہنچ گئے۔ اور وہاں شہر سے باہر سمت شمال سردار عبداللہ خاں کے عالی شان مکان میں قیام کیا۔ پنجشنبہ ۲۷ شوال (۲۸ نومبر) کو برادر خورد کا عقد نکاح بی بی حوّا دختر عبدالرحمٰن خان بارکزی سے ہوا۔ علاقہ غزنی، شلگر، مقر وغیرہ سے علماء مخلصین کی بڑی جماعت آئی تھی۔ حضرت برادر کلاں نے شریک ہونے والوں کے قیام و طعام کا بندوبست کیا تھا۔ یکشنبہ یکم ذی القعدہ و یکم دسمبر کو قندہار سے روانگی ہوئی۔ ایک رات چمن میں، دو راتیں کوئٹہ میں قیام کرتے ہوئے پنجشنبہ پنجم ذی القعدہ کو دلّی پہنچے۔ دلّی میں حضرت برادر کلاں نے ولیمہ کی پُر تکلف دعوت کی۔ مدرسہ عبدالرب کے حضرات اساتذہ

شہر کے عمائدین اور دلّی و بیرون دلّی کے سب مخلصین شریک ہوئے۔

اولاد اللہ تعالیٰ نے برادر خورد کو چھ صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں عنایت کی ہیں۔

(۱) ابوبکر، ولادت بہ پنجشنبہ ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۶۰ھ مطابق ۸ جنوری ۱۹۴۲ء دلّی میں ہوئی۔ "شیخ احمد فاروقی" تاریخی نام ہے۔

(۲) سُعاد، ولادت بہ چہارشنبہ ۶ صفر ۱۳۶۳ھ مطابق ۲ فروری ۱۹۴۴ء دلّی میں ہوئی۔

(۳) ابوحفص عمر، ولادت بہ پنجشنبہ ۲۱ محرم ۱۳۶۵ھ مطابق ۲۵ دسمبر ۱۹۴۵ء دلّی میں ہوئی "حفظ اللہ عمر" سے سال ولادت ظاہر ہے۔

(۴) عاصم، ولادت بہ سہ شنبہ ۶ ذی الحجہ ۱۳۶۶ھ مطابق ۲۱ اکتوبر ۱۹۴۷ء قندھار میں ہوئی۔

(۵) جعفر، ولادت بہ پنجشنبہ ۲ رجب ۱۳۶۹ھ مطابق ۱۹ اپریل ۱۹۵۰ء کوئٹہ میں ہوئی۔

(۶) عبداللہ، لقب عامر، ولادت بہ چہارشنبہ ۸ محرم ۱۳۷۱ھ مطابق ۱۰ اکتوبر ۱۹۵۱ء کوئٹہ میں ہوئی۔

(۷) عبدالعزیز، تاریخی نام "شیخ دوراں عبدالعزیز" معروف بہ شیخ۔ ولادت بہ یک شنبہ ۱۴ ذی القعدہ ۱۳۷۲ھ مطابق ۲۶ جولائی ۱۹۵۳ء کوئٹہ میں ہوئی۔

(۸) فوزیہ، ولادت بہ جمعہ ۲۷ جمادی الآخرہ ۱۳۷۵ھ مطابق ۹ فروری ۱۹۵۶ء کوئٹہ میں ہوئی۔

(۹) فائزہ، ولادت بہ یکشنبہ ۲۱ ربیع الاول ۱۳۷۸ھ مطابق ۱۶ اکتوبر ۱۹۵۸ء کوئٹہ میں ہوئی۔ یہ گلزار خیر کے شگفتہ پھول ہیں۔ پروردگار جلّ شانہٗ دعمّ احسانہ ان کو تر و تازہ رکھے۔

بندۂ عاجز ابوالحسن زید فاروقی مجددی مؤلف کتاب ہٰذا عفی عنہ

اس عاجز کی ولادت سہ شنبہ ۲۵ رمضان ۱۳۲۴ھ مطابق ۱۳ نومبر ۱۹۰۶ء کو خانقاہ ارشاد پناہ دلّی میں ہوئی اور حضرت سیدی الوالد نے اس کا نام زید رکھا آپ نے فرمایا۔ ہم نے اپنے تینوں بیٹوں کے نام حضرت عبداللہ بن امیر المومنین عمرؓ بن الخطاب کے صاحبزادوں کے اسماء گرامی پر رکھے ہیں۔

آپ نے ایک کاپی کے پہلے صفحہ پر حضرت برادر کلاں، جناب ہمشیرہ خورد، اس عاجز اور

برادر خورد کے تولد کی تاریخیں تحریر فرمائی تھیں۔ اور اس کے نیچے تین شعر تحریر فرمائے تھے دو میں عاجز کا سال ولادت اور ایک میں برادر خورد کا سال ولادت نکلا ہے۔ برادر خورد کے تاریخی مادہ میں جو سُقم تھا اس کا ذکر اُن کے بیان میں گزر چکا ہے۔ عاجز کے متعلق درج ذیل دو شعر تحریر فرمائے تھے۔

حضرتِ زید بن عبداللہ فرزند عُمر "بوالحسن عبدالغنی" تاریخ میلادش بگو ۱۳۲۴ھ

سال میلادِ زید شیخ جہاں شد "محمد لبشارت الرحمٰن" ۱۳۲۴ھ

ہمشیرہ محترمہ حیدری مرحومہ کی وفات کے بعد سے حضرت والدہ صاحبہ کے بالکل دودھ نہ تھا۔ اس لئے جناب ہمشیرہ خورد اور ہم دو بھائیوں نے حضرت والدہ صاحبہ کا دودھ نہیں پیا۔ اتفاق سے جناب ہمشیرہ صاحبہ کے لئے ضلع میرٹھ میں فوری طور پر انّا دستیاب ہوگئیں اور آخر تک وہ انّا رہیں۔ انہی کا دودھ ہمشیرہ صاحبہ نے پیا۔ لیکن اس عاجز کے لئے چند ماہ تک انّا کا بندوبست نہ ہو سکا۔ لہٰذا عاجز پر ع۔ تمتع زہر خوشہ یافتم۔ صادق آیا۔ حضرت والدہ صاحبہ سے عاجز نے سنا ہے۔ کہ پندرہ بیس صالحات کا دودھ عاجز نے پیا ہے" وہ فرماتی تھیں:" کہ مولوی شمس الدین میرٹھی اور حاجی فضل عمر دہلوی بدرپور کی طرف سے ایک انّا لائے لیکن تم اس کی گود میں نہیں گئے اور نہ اس کا دودھ پیا۔ حضرت صاحب کو اس واقعہ کی خبر دی گئی۔ آپ نے مولوی شمس الدین اور فضل عمر سے فرمایا جاؤ اس انّا کے متعلق معلوم کرو۔ چنانچہ ان دونوں نے جا کر معلوم کیا کہ اس کا چال چلن اچھا نہیں ہے۔ لہٰذا اس کو رخصت کر دیا گیا۔ اور جب تک والدۂ مُلّا صاحب خان زرّیں بی کا تقرر نہیں ہوا' یہی ہوتا رہا کہ کچھ دن کسی نے دودھ پلایا۔ اور کچھ دن کسی نے۔"

اپریل ۱۹۰۷ء میں حضرت سیدی الوالد حسب معمول کوئٹہ تشریف لے گئے۔ وہاں اللہ تعالیٰ نے مُلّا صاحب خان کو بھائی عنایت کیا۔ حضرت سیدی الوالد نے اس کا نام محمد امین رکھا۔ اور اس وقت سے والدۂ مُلّا صاحب خان اس عاجز کو دودھ پلانے پر مقرر ہوئیں۔ تقریباً دو سال انھوں نے دودھ پلایا۔ اور کامل چار سال تک اپنی آغوش محبت میں پرورش کی۔ ان کی محبت و شفقت حضرت والدہ صاحبہ کی محبت اور شفقت سے کسی حال میں کم نہ تھی۔ وہ اور ان کے خاوند بہاول اور ان کے فرزند مُلّا صاحب خاں اور غلام محمد اور ان کی بیٹی سعیدہ حضرت سیدی الوالد کے سچے خادم اور عاشق تھے۔ جب تک یہ مبارک افراد حیات رہے ہر طرح کی خدمت کرتے رہے۔

پروردگاران کو اجرِ کثیر دے۔ جناب زربی بی صاحبہ جمعہ ۱۹ رجمادی الاولیٰ ۱۳۴۵ھ مطابق ۲۶ نومبر ۱۹۲۶ء کو دارِ فانی سے دارِ باقی کو سفر کر گئیں۔ رحمہا اللہ ورحم زوجہا واولادہا ورضی عنہم۔

تربیت ہم بھائیوں کی خدمت اور تربیت افغانستان کے علماء اور صلحاء نے کی ہے۔ ہر ایک کی خدمت کے لئے ایک شخص مقرر ہوتا تھا۔ ہم کو اجازت نہیں تھی کہ کسی سے ملنے جائیں، نہ ہم کسی کے گھر جا سکتے تھے۔ بغیر آپ کی اجازت کے کسی کے گھر کا پانی تک نہیں پی سکتے تھے۔ آپ کے صدہا مخلص دِلّی اور کوئٹہ میں تھے۔ کسی کا گھر ہم کو معلوم نہ تھا۔ البتہ اگر کسی نے آپ کی دعوت کر دی اور آپ کے ساتھ ہمارا جانا ہو گیا اور اس کے گھر کا راستہ معلوم ہو گیا تو یہ دوسری بات ہے۔ ہم کسی کا تحفہ و ہدیہ بھی قبول نہیں کر سکتے تھے۔

افغان مخلصین کے ساتھ ہنسی مذاق، سیر و تفریح، کھیل کود کی اجازت تھی۔ حضرت برادر کلاں کو شکار کا شوق ہوا۔ سید امجد علی شاہ، چودھری مولاداد خان وغیرہما نے آپ سے کہا۔ کہ شکار کی تفریح سے ان کی صحت اچھی ہو جائے گی۔ آپ نے اُسی وقت اجازت دے دی کہ جاؤ بندوق خرید لو۔ آپ ہم بھائیوں کی خواہشات کو بخوشی پورا کرتے تھے۔ چاہے جتنا بھی خرچہ ہو جائے۔

یہ عاجز غالباً سات سال کا تھا، ایک دن مسجد شریف کے صحن میں کھیل رہا تھا (خانقاہ شریف میں) آپ عصر کی نماز کے واسطے تشریف لائے۔ عاجز کو دیکھ کر فرمایا۔ "تم ابھی نماز نہیں پڑھتے"۔ ملا ولی محمد نسوخیل عاجز کے خدمت گار تھے۔ اس دن سے انھوں نے وضو کرنا اور نماز پڑھنی سکھائی۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ کا کرم ہے۔ کہ خورد سالی سے نماز کی عادت پڑ گئی۔ اور پھر یہ عاجز آپ کے بائیں جانب نماز میں کھڑا ہونے لگا۔

سید امجد علی شاہ سرہندی نے آپ سے کہا کہ اسکول میں داخل کرانا مناسب ہے، تاکہ اُردو، حساب وغیرہ سے واقفیت ہو جائے۔ چنانچہ پانچ سال تک عاجز نے اسکول میں ساتویں جماعت تک پڑھا۔ اسکول میں داخلہ کی وجہ سے قرآن مجید کے حفظ کرنے میں رکاوٹ پیدا ہو گئی۔ کیونکہ مولوی صاحب سے دینیات کا سبق، قاری صاحب سے قرآن مجید کا حفظ کرنا۔ اسکول میں پورے وقت پڑھنا اور پھر تھوڑی دیر ماسٹر سے گھر پر پڑھنا، ایک ساتھ رہا۔ لہٰذا کلام پاک کے حفظ کرنے کی سعادت سے محرومی رہی۔ اس سعادت سے محرومی کا جتنا بھی افسوس

ہو کم ہے۔ ایک دن آپ نے فرمایا "تمہارے دسویں دادا سے تمہارے باپ تک خدا کے فضل و کرم سے سب حافظ، قاری، عالم، اور صاحبِ نسبت ہوئے ہیں" اس سلسلۂ ذہبیۂ مبارکہ کی خصوصیات میں سے اعلیٰ تر خصوصیت سے یہ عاجز محروم رہا۔ حَسْبِیَ اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْل۔

تعلیم

اس عاجز نے جناب مولانا مولوی محمد عمر صاحب اور جناب مُلّا امان اللہ صاحب سے ابتدائی تعلیم کافیہ تک حاصل کی۔ دس پندرہ دن جناب مولوی خیر محمد صاحب سے بھی پڑھا۔ نحو میر اور کافیہ کا اور رُقّعاتِ عالمگیری کا کچھ حصّہ حضرت سیدی الوالد قدس سرہ سے پڑھا۔ آپ کے پڑھانے کا طریقہ نہایت ہی اعلیٰ تھا۔ ایک فن میں اگر ایک کتاب آپ سے پڑھ لی جاتی یقیناً اس فن کی لذّت سے واقفیت ہو جاتی۔ رقّعات عالمگیری کا سبق کیفیات کا حامل ہوا کرتا تھا۔ آپ سلطان عالمگیر کا نام "حضرت سلطان اورنگ زیب عالمگیر" لیا کرتے تھے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

آپ کا معمول تھا کہ سبق پڑھ کر جب آپ کی خدمت میں ہم بھائیوں کی حاضری ہوتی تھی تو ہم سے سبق کا خلاصہ دریافت فرماتے تھے، سبق کا ماحصل وہی شخص بیان کر سکتا ہے جو سبق کو پوری طرح سمجھ گیا ہے، اس طرح آپ کے استفسار فرمانے کا اثر یہ ہوا کہ پوری توجہ سے سبق پڑھتے تھے۔ بلکہ سبق حقیقی معنوں میں سبق ہوا کرتا تھا۔

اگرچہ علم عروض کے رسائل بعد میں پڑھے لیکن آپ نے خورد سالی سے تمرین کرا کے اس فن کی تعلیم دے دی۔ آپ کوئی شعر پڑھتے تھے اور فرماتے تھے اس کی تقطیع کرو۔ اور ہم برادران تقطیع کیا کرتے تھے۔ اس طرح عملی طور پر آپ نے یہ فن سکھا دیا۔

یہ ایک حقیقت ثابتہ ہے کہ آپ نے علم کی لذت سے ہم کو بہرہ ور کیا، آپ مبارک ادعیۂ ماثورہ اور عربی اشعار پڑھتے تھے اور ان کا ترجمہ بیان فرماتے تھے، بعض اوقات ہم سے ترجمہ کرواتے تھے آپ کے اس عمل سے دل میں رغبت پیدا ہوتی تھی کہ اس مبارک دعا کو یاد کریں، اور اس قصیدہ کو سمجھیں، آپ نے قصیدۂ منفرجہ، شیخ عبدالرحمٰن سہیلی کے سات مبارک اشعار، قصیدۂ ہمزیہ و بُردہ کے بعض مبارک اشعار، اور بعض دوسرے اشعار پڑھائے۔ اگرچہ پچاس سال سے زائد عرصہ گزر چکا ہے۔ لیکن وہ حلاوت اسی طرح تازہ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے طلب علم کا جذبہ اسی طرح شباب پر ہے۔

ہر چند پیر خستہ دل و ناتواں شدم ہر گہ کہ یاد روے تو کردم جواں شدم

آپ نے ۱۳۳۹ھ میں ہم تینوں بھائیوں کو مدرسۂ مولوی عبدالرب، واقع گندہ نالہ (اسٹیشن کے عقب میں) داخل کیا۔ ۱۳۴۲ھ میں یہ عاجز کامل طور پر دو سال کے لئے مدرسہ سے وابستہ ہو گیا۔

اس مدرسہ میں جناب مولانا عبدالوہاب، جناب مولانا حکیم جی محمد مظہر اللہ، جناب مولانا محبوب الٰہی صاحبان سے علوم متفرقہ کی کتابیں پڑھیں اور حدیث شریف کا دورہ حضرت مولانا عبدالعلی و حضرت مولانا محمد شفیع کے حلقہ میں کیا۔ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور سنن ابن ماجہ حرفاً حرفاً از اول تا آخر مولانا عبدالعلی سے اور جامع ترمذی اور سنن ابوداؤد و نسائی مولانا محمد شفیع سے پڑھیں۔

مولانا عبدالعلی غلط پڑھنے والے کو زجر و توبیخ فرماتے تھے۔ بخاری شریف کے چار پانچ سبق عاجز کے داخل ہونے سے پہلے ہو چکے تھے۔ اور اس چار پانچ دن میں جناب مولانا کو دورہ میں پچاس ساٹھ طالبان علم کے پڑھنے کا اندازہ ہو گیا تھا۔ لہذا جب پہلے دن یہ عاجز آپ کے دورہ میں شریک ہوا۔ تو آپ نے اپنے پلنگ کے جہت غرب مونڈھا رکھوایا۔ چونکہ آپ سالہا سال سے مفلوج تھے اور حرکت کرنے سے معذور ہو گئے تھے۔ اس لئے آپ پلنگ پر گاؤ تکیہ سے سہارا لے کر بیٹھتے تھے۔ آپ کا کمرہ مسجد شریف کے دالان کی سمتِ جنوب میں تھا۔ آپ کا پلنگ دروازہ سے متصل رہتا تھا اور مسجد شریف کے دالان میں طالبانِ علم دائرۂ طولیہ کی شکل میں ہوتے تھے۔ یہ عاجز آپ کے کمرہ میں مونڈھے پر بیٹھتا تھا اور صحیح بخاری آپ کے پلنگ پر رہتی تھی۔ آپ نے پہلے ہی دن اس عاجز سے فرمایا "صاحبزادہ تم پڑھو۔" چنانچہ اس کے بعد سے آپ کے سامنے قرارت اس عاجز کے حصہ میں آئی۔ بخاری شریف کے چند اوراق کے سوا، تمام بخاری اور صحیح مسلم اور سنن ابن ماجہ از اول تا آخر عاجز نے پڑھی۔ بخاری شریف کے وہ چند اوراق جو پہلے ہو چکے تھے، مولانا محمد شفیع سے خصوصی طور پر پڑھے۔ ایک دن صبح کے درس میں عاجز کو غالباً دس منٹ کی تاخیر ہو گئی۔ جب یہ عاجز پہنچا تو ایک طالب علم پر حضرت مولانا ناراض ہو رہے تھے۔ اور اس عاجز کو بعد میں طالبانِ علم سے معلوم ہوا کہ اس دس منٹ کے عرصہ میں دو طالبان علم نے بخاری شریف پڑھنے کی کوشش کی ایک بنگالی تھے اور دوسرے سرحد کے افغانی۔ لیکن مُوفق نہیں ہوئے۔ عاجز کے پہنچنے پر حضرت مولانا نے ذرا بلند آواز سے فرمایا "صاحبزادہ اتنی دیر کیوں لگا دی" عاجز نے عذر بیان کیا اور دریافت کیا، کہاں سے پڑھوں۔ آپ نے فرمایا: ان کو پڑھنا کب

آتا ہے، وہاں سے پڑھئے جہاں کل چھوڑا ہے۔"

اس عاجز کا قاعدہ تھا کہ کتابوں کا مطالعہ ضرور کرتا تھا۔ جب بخاری شریف میں حدیث شفاعت کے اس حصہ پر پہنچا۔ فاقول یا رب ائذن لی فیمن قال لا الٰہ الا اللّٰہ قال لیس ذٰلک لک ولکن وعزتی وجلالی وکبریائی وعظمتی لاُخرِجنّ منھا من قال لا الٰہ الا اللّٰہ۔ تو مطالعہ کے وقت شروح وحواشی کا مطالعہ کیا اور جب حضرت مولانا کے سامنے یہ مبارک حدیث پڑھی۔ تو کچھ خاموش ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ کیا بات ہے۔ عاجز نے علماء کرام رحمہم اللہ کا کچھ کلام ذکر کیا، آپ نے فرمایا۔ "میاں صاحبزادے۔ جب اللہ کی رحمت کا ذکر عام ہے تم کیوں اس کو مقیّد کرتے ہو۔" یہ فرما کر آپ کے آنسو جاری ہو گئے۔ اسی مبارک مضمون کی طرف اشارہ کرتے ہوئے عاجز نے لآلی منظومہ میں کہا ہے ؎

مُوَحِّد بھی اپنی لگائے گا آس — کہ ابرِ کرم سے بُجھالے پیاس

یہ عاجز مولانا محمد شفیع کے درس میں سامع رہتا تھا۔ دس پندرہ دن گزرنے پر حضرت مولانا نے ایک دن فرمایا، صاحبزادے آپ کیوں نہیں پڑھتے۔ عاجز نے کہا۔ کہ حضرت مولانا عبدالعلی کے سامنے عاجز ہی قرارت کرتا ہے، کوئی دوسرا نہیں کرتا۔ اب اگر آپ کے سامنے بھی یہ عاجز پڑھنا شروع کر دے تو رفقاء کو عاجز سے شکایت پیدا ہو گی۔ حضرت مولانا نے فرمایا۔ ان کو پڑھنا نہیں آتا سبق بہت تھوڑا ہو رہا ہے۔ اس لئے آپ پڑھا کریں۔ عاجز نے کہا جس دن آپ فرمائیں گے قرارت کروں گا۔ کیونکہ عاجز ہر روز مطالعہ کر کے آتا ہے۔ اور ہر روز قرارت کر سکتا ہے۔ چنانچہ ابتدا میں آپ دوسرے تیسرے دن عاجز سے پڑھنے کو فرماتے تھے اور پھر زیادہ تر قرارت عاجز ہی کرتا تھا۔

جس دن عاجز نے صحیح امام بخاری ختم کی حضرت مولانا عبدالعلی کے شانہ پر ایک بڑا رومال پڑا تھا۔ آپ نے دائیں ہاتھ سے رومال کے کونہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ صاحبزادہ یہ گرہ کھولو۔ عاجز نے گرہ کھولی تو ایک اشرفی برآمد ہوئی۔ آپ نے آب دیدہ ہو کر فرمایا۔ صاحبزادہ یہ قبول کرو۔ اس وقت آپ کو حضرت سیدی الوالد قدس سرہ یاد آ گئے اور اُن کے واسطے دعا فرمائی، آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ آپ نے بخاری مسلم۔ اور ابن ماجہ پڑھانے کے بعد عاجز سے فرمایا۔ صاحبزادہ کچھ اور شروع کر لو۔ پھر فرمایا۔ قصیدۂ بُردہ پڑھو۔ چنانچہ بیس پچیس دن اس مبارک قصیدہ کا

سبق ہوا اور آپ کے عشق نبوی کا کچھ اندازہ اس وقت ہوا۔ یہ عاجز قصیدہ کا مبارک شعر پڑھتا تھا اور آپ کی آنکھوں سے سیلِ اشک رواں ہو جاتا تھا۔ آپ اتنا روتے تھے کہ تکلم نہیں فرما سکتے تھے۔ آپ کی لحیہ مبارکہ سے آنسو کے قطرے ٹپکتے تھے۔ آپ کو اپنے استاد حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی اور حضرت سیدی الوالد قدس اللہ اسرارہما سے بھی کامل قلبی تعلق تھا جب بھی ان دو حضرات کا ذکر فرماتے تھے، آبدیدہ ہو جایا کرتے تھے۔ یہ عاجز آپ کے تین فوائد ذکر کرتا ہے۔

۱۔ جب حدیث لا تشد الرحال۔ عاجز نے پڑھی تو آپ نے یہ واقعہ بیان کیا "حضرت مولانا قاسم کے ایک مخلص تھے، وہ ضلع میرٹھ کے تھے۔ ان کا نام عبداللہ تھا۔ وہ حج کو گئے۔ اُن کے رفقاء جُلاہے تھے، آپ نے ارشاد کیا۔ میں وہاں بڑوں کو جُلاہا کہتا ہوں۔ جب حج سے یہ لوگ فارغ ہوئے اور انھوں نے مدینہ منورہ کا قصد کیا تو جلاہوں نے میاں عبداللہ سے کہا۔ میاں صاحب اب مدینہ منورہ کا سفر کرنا ہے۔ تم کیا نیت کرو گے۔ آیا مسجد نبوی کی یا آپ کی زیارت کی۔ میاں صاحب نے کہا۔ میں ان پڑھ ہوں، آپ صاحبان عالم ہیں۔ آپ بتائیں کہ آپ کس کی نیت کریں گے۔ جلاہوں نے کہا۔ ہم تو مسجد نبوی کی نیت کریں گے اور وہاں پہنچ کر زیارت بھی کر لیں گے۔ یہ سُن کر میاں صاحب نے ہاتھ جوڑ کر جلاہوں سے کہا۔ میں تو اُس مبارک ذات کی نیت کروں گا جن کے طفیل سے اس مسجد شریف کو یہ منزلت ملی ہے" یہ واقعہ بیان کر کے حضرت مولانا کے آنسو جاری ہو گئے اور دو تین منٹ تک آپ روتے رہے۔

۲۔ عاجز نے جب حدیث شریف۔ لولا قومک حدیثوا عہد بالاسلام۔ پڑھی تو آپ نے فرمایا۔ حرمین محترمین کے مزاراتِ مبارکہ کے گنبدوں اور عمارتوں کو نجدیوں نے توڑا۔ اور اس حدیث شریف کی رُو سے اُن کا فعل ناجائز ہے۔ سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نو مسلم افراد کی وجہ سے کعبۃ اللہ کی عمارت کو اپنی اصلی حالت پر نہیں کیا تاکہ ان کا دل رنجیدہ نہ ہو حالانکہ وہ قبلہ ہے۔ نجدیوں نے تمام دنیا کے مسلمانوں کے دلوں کو اپنے اس شنیع فعل سے آزردہ کیا ہے۔

۳۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے حضرت مولانا قاسم رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں یہ خواب دیکھا کہ سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں۔ آپ اونٹ پر سوار ہیں۔ اور اونٹ کی نکیل مولانا کے مونڈھے پر پڑی ہوئی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُسی کیفیت میں ہیں جس کا بیان محدثین

نے کیا ہے۔ البتہ آپ کی لحیۂ مبارکہ حلق شدہ ہے۔ اور میں آپؐ کی اونٹنی کے پیچھے چل رہا ہوں۔ اس خواب کو میں نے حضرت مولانا سے بیان کیا۔ آپ نے فرمایا" تم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت مبارکہ کی ہے اور آپ کا اظہارِ حلقِ لحیہ کی صورت میں یہ ظاہر کر رہا ہے کہ اب آپ کی یہ مبارک سنّت ترک کر دی جائے گی۔" مولانا کی وفات ۱۲۹۶ھ میں ہوئی ہے، اِن دنوں ڈاڑھی منڈانے کا روز افزوں رواج مولانا کے خواب کی صحیح تعبیر بن کر سامنے آ رہا ہے۔

حضرت مولانا رحمۃ اللہ کی شفقت اور مہربانی کا بیان یہ عاجز کیا کرے۔ اس سلسلہ میں ایک واقعہ کا ذکر یہ عاجز کرتا ہے۔

شنبہ ۹ محرم ۱۳۲۶ھ کو نصف شب کے بعد سے مینہ برسنا شروع ہوا اور فجر کو موسلا دھار بارش ہو رہی تھی۔ چتلی قبر کے پاس گھٹنوں سے اوپر پانی بہ رہا تھا، لہذا عاجز مدرسہ نہ جا سکا۔ دس گیارہ بجے جب مینہ تھما عاجز نے ڈو عدد آم حضرت مولانا کے واسطے اور ڈو عدد حضرت مولانا محمد شفیع کے واسطے ارسال کئے۔ ان دونوں حضرات نے رقعے تحریر فرمائے۔ حضرت مولانا نے تحریر فرمایا" مولوی صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ڈو عدد انبہ بڑے آپ کے بھیجے ہوئے پہنچے۔ جزاکم اللہ فی الدارین خیرا۔ صبح سے ارادہ تھا کہ اگر آپ تشریف لاویں تو چار عدد انبہ آپ کی خدمت میں پیش کروں۔ مگر آپ بارش کی وجہ سے نہ آسکے۔ باری تعالیٰ کو جب کوئی چیز پہنچانی ہوتی ہے تو وہ اس کے اسباب پیدا فرما دیتے ہیں۔ آپ کے خادم انبہ لے کر آئے۔ اُن کے ہاتھ میرا ارادہ پورا ہو گیا۔ ان میں دو عدد لنگڑے کے اور دو عدد ثمر بہشت کے ہیں، ثمر بہشت اعلیٰ درجہ کا آم ہے ایسا عمدہ آم انبہ میں کوئی دوسرا نہیں ہوتا۔ زیادہ والسلام۔

راقم آپ کا دعا گو عبد العلی عفی عنہ   دہلی مورخہ ۹ محرم الحرام

اور حضرت مولانا محمد شفیع نے تحریر فرمایا" مولانا صاحب السلام علیکم۔ آپ کا ہدیہ انبہ ڈو عدد بندہ کے پاس پہنچا۔ جزاکم اللہ خیر الجزاء، اور حضرت مولانا عبد العلی صاحب کے پاس بھی ہدیہ پہنچا۔ آج بہ وجہ بارش کے طلبہ مدرسہ میں نہیں آئے اس وجہ سے میں نے سبق ترمذی شریف کا نہیں پڑھایا۔"

محمد شفیع عفی عنہ   از مدرسہ عبد الرب۔

پروردگار جل شانہ ان حضرات کی قبور کو انوار سے معمور فرمائے اور ان کے درجات بلند

کرے۔ مدرسہ عبدالرب کے پانچ اساتذۂ کرام اس عاجز کے مربّی و معلّم تھے، ان میں سے جناب مولانا مولوی عبدالوہاب صاحب تقسیم ہند کے بعد پاکستان تشریف لے گئے۔ جانے سے پہلے عاجز کے پاس تشریف لائے۔ وہی آخری ملاقات تھی۔ پھر اُن کی کوئی خبر نہ ملی اور نہ یہ معلوم ہوا کہ کہاں قیام فرمایا۔ رحمہ اللہ ورضی عنہ۔ باقی چار حضرات کی وفات کی تاریخیں درج ذیل ہیں۔

۱۔ مولانا عبدالعلی میرٹھی کی وفات یکشنبہ ۱۳ر جمادی الاولیٰ ۱۳۴۷ھ مطابق ۲۹ر اکتوبر ۱۹۲۸ء دلّی میں مدرسہ مولوی عبدالرب میں ہوئی اور حضرات محدثین پاک نہاد کے جوار میں مہندیوں کے قبرستان میں "نم کنوم العروس" استراحت فرما رہے ہیں۔

۲۔ جناب مولانا محمد شفیع داماد حضرت مولانا محمود الحسن کی وفات ۹۲ سال کی عمر میں دوشنبہ ۱۷ر جمادی الاولیٰ ۱۳۸۰ھ مطابق ۷ر نومبر ۱۹۶۰ء کو دیوبند میں ہوئی اور وہاں استراحت فرما رہے ہیں۔

۳۔ جناب مولانا حکیم جی محمد مظہر اللہ کی وفات شنبہ ۱۹ر ربیع الاول ۱۳۸۶ھ مطابق ۹ر جولائی ۱۹۶۶ء دلّی میں ہوئی اور کوٹلہ فیروزشاہ کے پاس قبرستان میں آرام فرما رہے ہیں۔

۴۔ جناب مولانا محبوب الٰہی فرزند علامہ مولانا عبدالمومن کی وفات جمعہ ۲۰ر جمادی الآخرہ ۱۳۹۱ھ مطابق ۱۳ر اگست ۱۹۷۱ء دیوبند میں ہوئی اور وہاں استراحت فرما رہے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ ھٰؤُلَاءِ اَسَاتِذَتِیْ، قَدْ اَحْسَنُوْا اِلَیَّ فَاَحْسِنْ اِلَیْھِمْ وَاِلٰی کُلِّ مَنْ اَحْسَنَ اِلَیَّ وَھَدَانِیْ وَعَلَّمَنِیْ وَرَبَّانِیْ۔ اللّٰھم اجزھم عنی خیر الجزاء وارض عنھم وارحمھم یا ارحم الراحمین۔

عاجز نے حضرت سیدی الوالد قدس سرہ کا علمی ذوق دیکھا تھا اور خواہش تھی کہ وہ کیفیت حاصل ہو۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے جامع ازہر، مصر جانے کا قصد کیا۔ حضرت والدہ صاحبہ قدس سرہا نے بہ خوشی اس عاجز اور برادر خورد کو مصر کو جانے کی اجازت عنایت فرمائی۔

مصر کا سفر

دلّی سے شنبہ ۲۲ر ذی القعدہ ۱۳۴۹ھ مطابق ۱۱ر اپریل ۱۹۳۱ء بمبئی کو اور بمبئی سے سہ شنبہ ۳ر ذی الحجہ ۲۱ر اپریل کو سمندری جہاز سے پورٹ سعید مصر روانگی ہوئی۔ جمعہ ۱۲ر ذی الحجہ یکم مئی کو مصر پہنچے اور وہاں شارع ازہر جدید پر احمد قبّانی کی عمارت میں چوتھی منزل کا ایک حصہ کرایہ پر لے کر قیام کیا۔ برادرِ عزیز ساتھ تھے۔

علمارِ مصر کے متعلق بہت کچھ غلط باتیں لوگوں نے مشہور کر رکھی ہیں، اور اس کی غالباً بڑی وجہ مسئلۂ لحیہ ہے۔ مصر میں حضرت امام مالک کا مذہب عام تھا اور پھر شوافع تھے۔ احناف بعد میں زیادہ ہوئے ہیں۔ مالکیہ کے مذہب میں اتنی ڈاڑھی ضروری ہے کہ مرد اور عورت میں پہچان ہو جائے اور دیکھنے میں چہرے پر ڈاڑھی نظر آجائے، لہذا وہاں اکثر علمار کی ڈاڑھی خشخشی ہوتی ہے اور عام طور پر سب مالکیہ کے مسلک پر نظر آتے ہیں۔ چونکہ مصر میں اصولِ فقہ کو پوری تحقیق و تدقیق سے پڑھتے ہیں۔ اس لئے وہاں غیر مقلد کا وجود نہیں ہے۔ وہاں کے علمار کا مسلک عقائد میں علمار اہل سنت کے مسلک پر ہے۔ اور وہ ابن تیمیہ اور محمد بن عبدالوہاب کے مسلک کا رد کرتے ہیں، اور اس سلسلہ میں رسائل لکھتے رہتے ہیں۔ علّامہ یوسف دیجوی شافعی کی بصارت نہیں تھی ان کی قوتِ بصارت بھی قوتِ بصیرت میں منتقل ہو گئی تھی۔ وہ صبح کی نماز کے بعد بخاری شریف کا درس دیتے تھے اُن کے درس میں علمار کی بڑی تعداد شریک ہوتی تھی۔ یہ عاجز بھی ان کے درس میں شریک ہوا ہے۔

شیخ صاوی حدیث شریف پڑھتے تھے۔ اور پھر وہ بیان کیا کرتے تھے۔ پہلے اسمار الرجال پر بحث کرتے تھے۔ پھر حدیث شریف کے لطائف و عجائب کا بیان، اس سلسلہ میں معانی، بیان، بدیع اور نحو کے متعلق بھی بیان ہوا کرتا تھا۔ اور پھر ائمہ کے مذاہب کا، ان کی تقریر کیا ہوتی تھی علم کا دریا بہتا تھا۔ ان کی تقریر کے دوران سب طالبانِ علم ہمہ تن گوش ہوتے تھے، تقریر تمام ہونے پر قدرے توقف کرتے تھے اور فرماتے تھے اگر کسی کو کچھ پوچھنا ہے تو پوچھ لے۔ تقریباً سوا گھنٹے ان کا درس ہوا کرتا تھا۔ سال بھر میں پانچ چھ پارے سے زائد نہیں ہوتے تھے۔

اس عاجز کے وقت میں ازہر کے تیس مایہ ناز علمار کی ایک جماعت تھی اور اس جماعت کو "ہیئتِ کبارِ علمار" کہتے تھے۔ جو بھی اس ہیئت کا رکن ہوتا تھا اس کو تیس مصری پونڈ ہر ماہ اس اعزاز کے ملا کرتے تھے۔ اس وقت میں ایک مصری پونڈ ہندوستان کے چودہ[۱۴] روپیہ کے برابر تھا۔ علمار کی یہ جماعت مختار تھی کہ جس وقت چاہے پڑھائے لیکن ہفتہ میں چار سبق سے کم نہ ہوں اگر زائد پڑھائیں تو ان کی خوشی۔ شیخ ازہر اور وکیل شیخ ازہر اور کلیاتِ ازہر کے مشائخ اسی جماعت میں سے ہوا کرتے تھے۔

شیخ یوسف کے علمی مضامین مجلۂ نورالاسلام میں چھپتے تھے ان کے بعض رسائل بھی ہیں۔

ازہر کے اساتذہ میں سے شیخ علی شائب عاجز کے نہایت مشفق استاد تھے۔ عاجز نے ابن عقیل اُن سے پڑھی۔ تقریباً ۷۵ سال کی عمر کے تھے۔ ان کا مذہب شافعی تھا لیکن حنفی مذہب کو نہایت دقتِ نظر سے پڑھا تھا۔ ان کے صاحبزادے حنفی تھے اور ازہر کے قسم نظامی کے اساتذہ میں سے تھے۔ شیخ علی شائب کو "حنفشی" کہا کرتے تھے۔ یعنی حنفی شافعی۔ وہ طریقۂ نقشبندیہ مجددیہ مظہریہ خالدیہ میں بیعت تھے جب اس عاجز نے ہندوستان آنے کا قصد کیا تو اُن سے ملنے ان کے گھر گیا۔ اس وقت اُن کے شیخ طریقت ان کو توجہ دے رہے تھے۔ اتفاق سے ایک شخص نے عاجز کا تعارف کرادیا۔ کہ یہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی قدس سرہ کی اولاد میں سے ہے اور حضرت عبداللہ شاہ غلام علی قدس سرہ کی خانقاہ شریف واقع دِلی میں رہتا ہے۔ حضرت شاہ صاحب کا اسم گرامی سن کر وہ اور اُن کے شیخ طریقت فوراً کھڑے ہوگئے اور عاجز سے نہایت محبت سے ملے۔ اور پھر شیخ علی شائب نے فرمایا۔ یا شیخ زید! تم نے ہم پر بڑا ظلم کیا کہ اتنی مدت تک اپنا تعارف نہ کرایا۔ عاجز نے اُن سے کہا۔ عاجز علم ظاہر کے حاصل کرنے کے واسطے آیا تھا۔ اور خدا کا شکر ہے کہ آپ سے دو سال تک پوری طرح استفادہ کیا۔ پھر انھوں نے اور اُن کے شیخ نے ہاتھ اٹھا کر دیر تک عاجز کے واسطے دعا کی، کچھ نصیحت فرمائی اور ارشاد کیا۔ دیکھو ابن تیمیہ کے شذوذات سے اور محمد بن عبدالوہاب کے مسلک سے بالکل دُور رہو۔ رحمۃ اللہ علیہما و رضی عنہما۔

ازہر کے علمائے اعلام میں سے علامہ شیخ محمد بخیت المطیعی الحنفی نہایت سن رسیدہ تھے۔ اپنے زمانہ میں فقہ حنفی کے ائمۂ اعلام میں سے تھے۔ ان کے صاحبزادہ مملکت مصریہ کے قاضی القضاۃ تھے اور "اَعمارُ اُمّتی مَا بَینَ السِّتّینَ اِلَی السَّبعِینَ" کے مصداق ہو کر رحلت کر چکے تھے۔ ان کے پاس حدیث شریف اور فقہ حنفی کی اعلیٰ سند تھی۔ عاجز ان کے گھر گیا اور ان سے حدیثِ مسلسل بالاولیۃ سُنی اور اجازت حاصل کی۔ آپ نے اپنا قلمی اجازت نامہ عاجز کو دیا۔ اور فرمایا نقل کر کے لے آؤ۔ چنانچہ جب میں اس کو نقل کر کے آپ کے پاس لے گیا۔ آپ نے اس پر دستخط کئے اور مہر لگائی۔ یہ واقعہ چہار شنبہ ۱۴ر شعبان ۱۳۵۲ھ مطابق ۲۲ر نومبر ۱۹۳۴ء کا ہے۔ جمعہ ۲۰ر رجب ۱۳۵۴ھ مطابق ۱۸ر اکتوبر ۱۹۳۵ء کو یہ آفتابِ علم غروب ہوگیا۔ جامع ازہر شریف میں ان کے جنازہ کی نماز پڑھی گئی۔ ازہر کے تمام علماء موجود تھے۔ اس عاجز نے بھی نماز میں شرکت کی۔ رحمہ اللہ و رضی عنہ۔

حضرت شیخ کے پاس اقطار عالم سے مسائل کے متعلق استفتے آیا کرتے تھے۔ اگر آپ کے پاس مشروباتِ جدیدہ یا اشیاءِ حادثہ کے متعلق سوال آتا تھا تو آپ اس مشروب یا اس شئے کے متعلق یورپ وامریکہ کے اس کارخانہ سے حقیقت دریافت فرمایا کرتے تھے جہاں وہ بنتا تھا۔ جب وہاں سے جواب آجاتا تھا اور آپ اسکی حقیقت سے واقف ہوجاتے تھے تو فتویٰ دیا کرتے تھے۔ آپ نے اصولِ فقہ میں "سُلّم الوصول لشرح نہایۃ السول" چار جلد میں تحریر فرمائی ہے۔ نہایت اعلیٰ کتاب ہے۔ اور اس کے علاوہ آپ کے کثیر رسائل ہیں۔

مصر میں شیخ محمد حبیب اللہ بن شیخ عبداللہ بن شیخ مَا يأبیٰ الجکنی الیوسفی نسبًا الشنقیطی اقلیمًا المالکی مذہبًا کا قیام تھا۔ یہ اپنے وطن سے ہجرت کر کے شریف حسین کے زمانے میں مکہ مکرمہ چلے گئے تھے۔ ۱۳۴۳ھ میں نجدیوں کا تصرف حرمین شریفین پر ہوا۔ اور انھوں نے وہاں مقاماتِ مقدسہ ومزارات مبارکہ کی بیحرمتی میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ اس وقت حضرتِ شیخ نے اپنی جان کی پروا نہ کرتے ہوئے حرم محترم میں نجدیوں کی بہیمیت پر ردّ ونکیر کی۔ نجد کے علماء سے ان کے مناظرے ہوئے، اللہ تعالےٰ نے ان کی مدد کی اور وہ غالب رہے۔ اس کیفیت کو دیکھ کر ملک عبدالعزیز نے ان کو حجاز مقدس سے نکال دیا۔ اس کی خبر مصر کے بادشاہ "ملک فؤاد" کو ہوئی۔ انھوں نے حضرت شیخ کو مصر میں ٹھیرایا۔ اور وہ آخیر وقت تک مصر میں درس وتالیف میں مصروف رہے۔ اس عاجز نے ان سے حدیث مسلسل بالاوّلیہ سُنی اور اجازت عامہ حاصل کی۔ یہ واقعہ ۲۰ رصفر ۱۳۵۱ھ کا ہے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ میرے دادا کی شہرت مَا يأبیٰ سے اس لئے ہوئی کہ ان سے سائل نے جو بھی طلب کیا۔ انھوں نے دیا کبھی انکار نہ کیا۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔ حضرت شیخ کی تالیفات میں سے "زاد المسلم فیما اتفق البخاری ومسلم" مشہور کتاب ہے۔

یہ عاجز مصر میں تھا کہ اس کو معلوم ہوا کہ محدثِ غرب السید محمد عبدالحی الکتانی المغربی الفاسی حجاز مقدس کو جاتے ہوئے چند روز کے واسطے مصر میں ٹھیرے ہیں۔ چونکہ ان کے پاس حدیث شریف کی نہایت اعلیٰ اسناد تھیں، عاجز نے ان کو ایک پرچہ لکھا کہ یہ عاجز اور اس کے برادر خورد شیخ سالم آپ سے حدیث مسلسل بالاولیہ کو سننا اور اجازتِ عامہ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ عاجز نے اپنا نام اس طرح لکھا: "ابوالحسن زید بن ابی الخیر عبداللہ بن عمر بن احمد سعید بن ابی سعید المجددی الفاروقی"

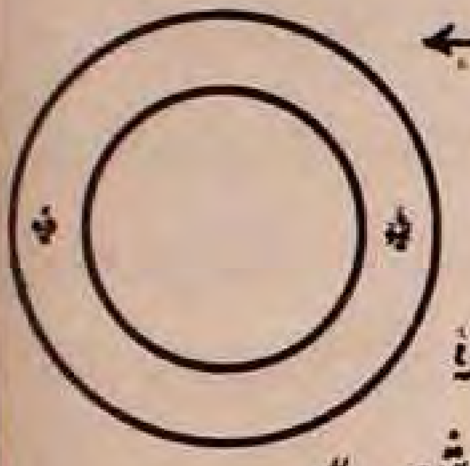
اور بیر پرچہ ایک شخص کے ہاتھ ارسال کیا۔ آپ نے وقت دیا اور اس وقت یہ عاجز مع برادر خورد پہنچا۔ آپ دیکھ کر کھڑے ہوئے اور فوراً بیٹھ کر حدیث مسلسل مع سند کے روایت کی۔ آپ نے وہ سند بیان کی جو آپ کو اپنے والد سے اور اُن کو حضرت شاہ عبدالغنی مجددی سے پہنچی تھی اور پھر علمائے ازہر سے جو آپ سے ملنے گئے ہوئے تھے خطاب کرکے فرمایا "اِنَّ اللهَ یَامُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الامانات الی اهلها" (تم کو اللہ تعالےٰ حکم دیتا ہے کہ امانتوں کو ان کے اصحاب کے سپرد کرو) آپ سب گواہ رہیں کہ میں آج امانت اس کے اصحاب کو دے رہا ہوں۔ میرے والد نے ان کے دادا کے چچا سے اجازت حاصل کی تھی اور میں ان کے بھائی کی اولاد کو اجازت دے رہا ہوں، یہ کہہ کر انھوں نے اجازت نامہ عاجز کو دیا۔ رحمہ اللہ و رضی عنہ۔ یہ واقعہ ۱۴ ر ذی القعدہ ۱۳۵۱ھ کا ہے۔

اسی سال عاجز نے دمشق الشام کے محدث شہیر شیخ بدرالدین کو خط لکھا کہ عاجز اور اس کے برادر خورد آپ سے حدیث شریف کی اجازت چاہتے ہیں۔ حضرت شیخ نے دونوں کو اجازت نامے ارسال فرمائے۔ رحمہ اللہ و رضی عنہ۔

مصر سے ۱۳۵۰ھ کا حج برادر خورد اور اس عاجز نے کیا۔ مکہ مکرمہ میں شیخ ابوالفیض ابوالاسعاد عبدالستار صدیقی فرزند مولوی عبدالوہاب دہلوی ثم المکی سے مسلسلات سُنیں۔ انھوں نے اپنا رسالہ "المورد الھنی فی اسانید الشیخ عبدالغنی" دیا۔ اور اس عاجز نے نقل کیا۔ اس رسالہ کا تتمۃ الخاتمہ انھوں نے نہیں لکھا تھا۔ عاجز کے کہنے سے انھوں نے لکھا اور اس کی نقل اپنے ہاتھ سے کرکے مصر میں اس عاجز کو ارسال کی اور اجازت نامہ بھی خود تحریر کرکے دیا۔ اس کا نام "الفیض والاسعاد من رب العباد بذکر الاسناد لسلالۃ الامجاد" رکھا۔ یہ واقعہ پنجشنبہ ۱۳ ر محرم ۱۳۵۱ھ کا ہے۔ رحمہ اللہ و رضی عنہ۔

مکہ مکرمہ میں عاجز نے برادر محترم حضرت ابوالشرف عبدالقادر شرق سے کہا کہ مجاہد کبیر السید احمد الشریف السنوسی سے حدیث الرحمۃ المسلسل بالاولیہ اور بقیہ مسلسلات روایت کرنی اور اجازۂ عامہ حاصل کرنا چاہتا ہے۔ آپ اُن سے وقت لے لیں۔ برادر مہربان اُن کے پاس گئے۔ اور ان سے وقت لیا۔ چنانچہ پنجشنبہ ۲۷ ر محرم ۱۳۵۱ھ دن کے نو بجے عاجز و برادر خورد مع بھائی ابوالشرف صاحب کے اُن کے زاویہ گئے۔ ان کے خادم نے بیٹھک میں بٹھایا اور کہا کہ حضرت شیخ نہار ہے ہیں۔ تھوڑی دیر

کے بعد وہ بلانے آیا۔ ہم تینوں پہنچے۔ آپ نے نہایت نظیف کپڑے پہن رکھے تھے۔ عُود و بخور جلا رکھا تھا۔ عطر کا استعمال بھی کیا تھا۔ ہم کو دیکھ کر کھڑے ہوئے اور پھر فوراً "الخیر کچھ بات کہے دو زانو بیٹھ کر پہلے حدیث مسلسل بالاولیہ پڑھی اور پھر اپنے جد امجد السید الامام محمد بن علی السنوسی کی کتاب "التحفۃ الشریفہ والبغیۃ السریۃ المنیفہ" کے بارہویں باب سے مسلسلات سنائیں۔ ہر مسلسل کو اسی صفت سے روایت کیا۔ یہ دس مسلسلات ہیں۔ جب آپ مسلسلات سنا چکے۔ اور آپ نے قلمی اجازت نامہ عنایت کیا کہ عاجز اس کی نقل کرلے تو عاجز نے کہا۔ آپ یہ مسلسلات بھی عنایت کردیں تاکہ اُن کو بھی نقل کرلیا جائے۔ چنانچہ آپ نے قلمی کتاب کا وہ حصّہ بھی دیا۔ دو تین دن میں عاجز نے ان کو نقل کرلیا۔ اور جناب بھائی ابوالشرف صاحب کے ساتھ اُن کے پاس گیا۔ انھوں نے اجازت نامہ پر دستخط کئے اور اجازت نامہ پر عاجز کا نام لکھا اور مہر لگائی۔ آپ کی مُدَوَّر مہر اس شکل کی ہے ←



بیچ کے گول دائرہ میں "المقتبس نور فیض، الفتح القدوسی والمؤید بنصر اللہ المُعید المبدی، مملوک ولی نعمتہ وسیدہ الامام المہدی، خلیفۃ خادم الاسلام الغازی، فی سبیل اللہ احمد الشریف السنوسی" چھ سطروں میں یہ عبارت ہے، اور حاشیہ کے دائرہ میں یہ شعر ہے۔

فَاِنَّ لِی ذِمَّۃً مِنہُ بِتَسمِیَتِی ! بِاَحمَد وَھُوَ اَوفَی الخَلقِ بِالذِّمَمِ

پہلا مصرع دائرہ کے نصف تحتانی میں اور دوسرا مصرع دائرہ کے نصف فوقانی میں ہے۔

کل دائرہ کی لمبائی چوڑائی ایک انچ اور ۱/۲ انچ ہے۔ اس میں سے اندر کا دائرہ ۵/۶ انچ ہے۔ اور ۲/۳ انچ کا دوسرا دائرہ ہے جس میں شعر ہے۔

جس وقت حضرت سنوسی عاجز کے اجازت نامہ پر دستخط و مہر لگا رہے تھے ایک الہ آبادی آ گئے۔ غالباً یہ حضرت سے بیعت ہوئے تھے۔ انھوں نے طریقت کے متعلق کچھ سوال کیا۔ اور جناب بھائی ابوالشرف صاحب نے ترجمانی کی۔ الہ آبادی صاحب کے استفسار سے آپ پر گرانی ہوئی اور آپ نے گھبرا کر فرمایا "میرا طریقہ، طریقہ محمدیّہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں جتنا اضافہ کرسکتے ہو کرو اور ان کے دین اسلام کی جان و مال سے خدمت کرو۔ میں اور کچھ نہیں جانتا۔"

یہ عاجز مع برادر خورد مکہ مکرمہ زادہا اللہ شرفاً سے مصر روانہ ہوا۔ اور حضرت سید احمد سنوسی مدینہ منورہ

تشریف لے گئے۔ عاجز مصر سہ شنبہ ۱۰ صفر ۱۳۵۱ھ مطابق ۱۵ رجون ۱۹۳۲ء کو پہنچا اور بیس ۲۰ بائیس دن کے بعد سنا کہ حضرت سید احمد سنوسی مدینہ منورہ میں رحلت فرما گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ عاجز نے ان کو حقیقی معنی میں سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا عاشق پایا۔ ان کی تمنا تھی کہ کسی طرح اسلام کی عزت ہو۔ اور نصاریٰ کے تصرف سے ممالک عربیہ آزاد ہوں۔ ۱۳۴۳ھ تک اٹلی وغیرہ سے جہاد کرتے رہے اور پھر مکہ مکرمہ تشریف لے آئے اور وہاں سے اپنے مخلصین کو ہدایات بھیجتے رہے اور خود حجاز مقدس میں نظر بند رہے، بالآخر اپنے حضرت محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں اپنی جان نثار کی۔

مَضَتِ الدُّهُورُ وَمَا أَتَيْنَ بِمِثْلِهِ ۔۔۔ وَلَقَدْ أَتَى فَعَجَزْنَ عَنْ نُظَرَائِهِ

رحمہ اللہ و رضی عنہ و قدس سرہ۔

برادر عزیز حفظہ اللہ وسلمہ نے جامع ازہر میں داخل ہو کر تحصیلِ علم کے سلسلہ میں خوب ہی کوشش کی۔ انھوں نے ۱۳۵۲ھ میں پہلے درجہ کا امتحان (از برائے اغراب) دیا اور اس میں کامیاب ہوئے اس کی سند کو "شہادہ" کہتے ہیں۔ پھر ۱۳۵۳ھ میں دوسرے درجہ کا امتحان دیا اور کامیاب ہوئے اور اس کی سند کو "اَھلیّۃ" کہتے ہیں، اور پھر ۱۳۵۴ھ میں تیسرے درجہ کا جو کہ آخری درجہ ہے امتحان دیا اور اس کی سند حاصل کی، جو کہ "عالمیّۃ" ہے۔

اس عاجز کا ارادہ امتحان دینے کا نہ تھا لیکن وہاں کے رفقائے پاک منش شیخ حسین نوائطی، شیخ احمد علی مالاباری، شیخ مختار جبرتی، شیخ مصطفی مغربی وغیرہم نے اصرار کیا اور عالمیت کے امتحان میں تقدیم کی درخواست لکھدی سان دوستوں کے اصرار پر عاجز نے درخواست پر دستخط کر دیئے۔ چنانچہ شعبان ۱۳۵۴ھ مطابق نومبر ۱۹۳۵ء میں امتحان ہوا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے کامیاب کیا۔

اس زمانہ میں جامع ازہر کی دو ۲ قسمیں تھیں۔ ایک نظامی، دوسری مُوَقّت۔ پہلی قسم کی تعلیم عصرِ جدید کے کالجوں کے طرز پر تھی۔ چار سال کا نصاب ابتدائی کا، پانچ سال کا ثانوی کا اور تین سال کا عالی کا، اور پھر تخصص کے دو سال۔ یہ سب امتحان تحریری ہوتے تھے۔

پردیسیوں کے امتحان کے لئے چار چار علمار کی جماعتیں مقرر ہوتی تھیں۔ ہر جماعت کو لُجنہ کہتے تھے۔ یہ لُجان طالب علم کا کتابوں میں زبانی امتحان لیتی تھیں۔ ہر لجنہ میں ایک رئیس ہوتا تھا۔

اور باقی تین اس کے معاون ہوتے تھے۔ ایک بڑی میز کے گرد پانچ کرسیاں ہوتی تھیں۔ چار پر علمار کرام اور ایک پر امتحان دینے والا ہوتا تھا۔ عالمیہ کا امتحان (۱) فقہ (۲) اصول فقہ (۳) تفسیر (۴) حدیث (۵) مصطلح حدیث (۶) توحید (۷) نحو (۸) صرف (۹) معانی (۱۰) بیان (۱۱) بدیع (۱۲) منطق، میں ہوتا تھا۔ حقیقی معنوں میں امتحان اصولِ فقہ میں اور پھر معانی و بیان میں ہوتا تھا۔ یہ عاجز اپنے امتحان کی کیفیت تحریر کرتا ہے۔

صبح آٹھ بجے یہ عاجز حضرات ممتحنین کے پاس پہنچا۔ ان حضرات نے دس پندرہ منٹ عاجز سے باتیں کیں۔ اور یہ ان کا طریقہ تھا تاکہ طالب علم کو سکونِ قلب حاصل ہو۔ گفتگو کے دوران میں انھوں نے محسوس کیا کہ عاجز کو عربیت سے کچھ مناسبت ہے۔ لہٰذا دریافت کیا کہ تم نے عربیت کہاں سیکھی۔ عاجز نے کہا کہ خصوصی اساتذہ سے اور کچھ عرصہ مصر کے "دار العلوم" میں پڑھ کر۔ یہ سن کر بہت خوش ہوئے، اب امتحان شروع ہوا اور سوا تین گھنٹہ تک اُصولِ فقہ میں استفسارات کرتے رہے، پھر معانی و بیان میں تقریباً پون گھنٹہ لگا اور باقی علوم میں تقریباً پون گھنٹہ صرف ہوا۔ پروردگار جل شانہٗ وعم احسانہ کا کرم تھا کہ عاجز سوالات کے درست جواب دیتا رہا۔ البتہ علمِ معانی میں اُن کے ایک سوال کے جواب دینے سے قاصر رہا۔ جناب صدر نے عاجز سے کہا کیا تم سوال سمجھ گئے ہو۔ عاجز نے کہا۔ پوری طرح سوال کو نہیں سمجھ سکا ہوں۔ انھوں نے نہایت محبت سے سوال کا اعادہ کیا اور عاجز سوال کو سمجھ گیا لیکن جواب معلوم نہ تھا۔ لہٰذا خاموش رہا۔ صدر صاحب نے دریافت کیا کہ کیا سوال سمجھ گئے ہو۔ عاجز نے اثبات میں جواب دیا۔ فرمایا تم سوال کا اعادہ کرو۔ عاجز نے سوال کو پوری طرح بیان کر دیا۔ فرمایا۔ اس کا جواب کیا ہے۔ عاجز نے کہا۔ یہ سوال نظر سے نہیں گزرا ہے۔ لہٰذا جواب سے قاصر ہے۔ فرمایا اگر تمہاری خواہش ہو تو ہم اس کا جواب تم کو بتائیں۔ عاجز نے کہا۔ استفادہ ہی کے لئے مصر میں آمد ہوئی ہے۔ اگر آپ بتائیں گے تو عاجز کو بڑی مسرت ہوگی۔ چنانچہ انھوں نے جواب بیان کیا۔ اور پھر عاجز سے جواب کا اعادہ کرایا۔ جب امتحان سے فارغ ہو گئے۔ دریافت کیا کہ تمہاری آمد کس مقصد سے ہوئی ہے۔ کیا کسی ادارہ نے تم کو بھیجا ہے۔ یا تمہارا ارادہ کہیں ملازمت کا ہے۔ عاجز نے کہا کہ نہ کسی ادارہ نے بھیجا ہے اور نہ کہیں ملازمت کرنے کا قصد ہے۔ حلاوتِ علم کھینچ کر لائی ہے اور ان شاء اللہ کتابوں کے مطالعہ میں یہاں سے جا کر عمر گزرے گی، اس جواب کو سن کر چاروں حضرات

بہت خوش ہوئے اور انھوں نے دعا کے واسطے ہاتھ اُٹھائے۔ سورۂ فاتحہ پڑھ کر۔ جیسا کہ مصر کے علماء و فضلاء کا طریقہ ہے۔ دُعا کی۔ جس محبت سے ان حضرات نے دعا کی۔ اس کی یاد خانۂ قلب میں مکنون ہے۔ اور یہ عاجز اکثر ان کے واسطے دعا کرتا رہتا ہے۔ دعا کے بعد جناب صدر نے فرمایا: "یا شیخ زبید۔ عالمیہ کی سند کے یہ معنی ہیں کہ یہ شخص خانۂ علم کی کنجی کا حامل ہو گیا ہے۔ اب اس کو چاہیئے کہ خانۂ علم کے دروازہ کے قفل کو کھولے اور اس گھر کے محتویات پر نظر ڈالے۔ وہاں رُطب ویابس۔ اچھا، بُرا ہر قسم کا مال ہے۔ جو اچھی چیز ہو اس کو لے۔ بُری چیز سے اپنے کو بچائے۔ امور نافعہ میں مصروف رہے اور ردائیہ سے اجتناب کرے۔" یہ نصیحت فرما کر ان حضرات نے عاجز کو رخصت کیا۔ تقریباً ایک بجے وہاں سے اپنی قیام گاہ پر آیا۔ اگرچہ رسمی طور پر نتیجہ کا اعلان رمضان شریف میں ہوا لیکن خصوصی طور پر اُسی دن عصر کی نماز کے بعد ازہر شریف میں عاجز کو علم ہو گیا۔ یہ عاجز عصر کی نماز سے فارغ ہوا تھا کہ وہ شیخ کہ جن سے یہ عاجز چند ماہ سے پڑھ رہا تھا نہایت محبت سے تشریف لائے اور فرمایا: "یا شیخ زبید مبروک" یعنی مبارک ہو۔ تمہارے لجنہ کے صدر ابھی مجھ کو ملے تھے انھوں نے تمہارا ذکر کیا وہ تم سے بہت خوش تھے اور کہا کہ وہ اعلیٰ نمبروں سے کامیاب ہوئے ہیں۔ وَهٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّي۔

مصر سے واپسی

مصر میں قیام یکشنبہ ۲۶ رمضان ۱۳۵۴ھ مطابق ۲۲ دسمبر ۱۹۳۵ء تک رہا۔ اس دن وہاں سے عصر کو بیت المقدس کیلئے روانہ ہوئے اور دوشنبہ ۲۷ رمضان کو بیت المقدس پہنچے۔ زاویۃ الہنود کے ایک کمرہ میں سامان رکھا۔ ناظر حسن اس زاویہ کے شیخ تھے محبت سے ملے۔ وہاں سے حرم شریف کے دروازہ باب فیصل گئے اور اپنے رفیقِ درس شیخ اسعد الامام الحسینی سے ملے اور ان کے ساتھ صخرۃ اللّٰہ اور جامع عُمرؓ گئے۔ عصر کو سیدنا داؤد علیہ السلام کی زیارت کی۔ سہ شنبہ ۲۸ رمضان ۲۴ دسمبر شیخ اسعد کے ساتھ سیدنا خلیل الرحمٰن گئے اور وہاں حضرات انبیاء علیہم السلام کی زیارت کی۔ وہاں سے حضرت زکریا علیہ السلام کی زیارت کرتے ہوئے یافا گئے اور پھر یہودیوں کا بسایا ہوا شہر "تل ابیب" دیکھا اور شام تک بیت المقدس پہنچے۔ افطار و طعام کا بندوبست عبدالسلام افغانی نے کیا تھا، وہ سوقِ شماع میں رہتے ہیں۔ چہار شنبہ ۲۹ رمضان ۲۵ دسمبر کو کنیسۂ قیامہ کی سیر کی اور اس کے دروازہ کے سامنے وہ چھوٹی مسجد شریف دیکھی جو کہ اُس مقام پر بنائی گئی

ہے جہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھی تھی۔ اور پھر بیت اللحم جاکر دیکھا۔ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا مقام ہے۔ اتفاق سے وہ تاریخ نصاریٰ کے نزدیک یوم میلاد تھی، اس لئے اس کنیسہ میں نصاریٰ کی کثرت تھی اور اُن کی عبادت ہو رہی تھی۔ وہاں سے سیدنا موسیٰ علیہ السلام، اریحا، اور بحیرۂ لوط و کوہِ طور گئے۔ مغرب تک مسجدِ اقصیٰ واپسی ہوئی۔ مسجدِ عمر میں نماز پڑھی۔ اتفاق سے امام صاحب نہیں آئے تھے۔ لوگوں نے عاجز سے کہا کہ نماز پڑھائے۔ چنانچہ اس مبارک مسجد میں مغرب کی نماز عاجز نے پڑھائی۔ بیت المقدس میں مولانا محمد علی جوہر کے مزار پر بھی فاتحہ پڑھی۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ۔

پنجشنبہ ۳ رمضان (۲۶ دسمبر) صبح سات بجے قدس سے دمشق کے واسطے روانہ ہوئے۔ قدس میں تین رات شیخ اسعد کے مکان میں رہے۔ قدس سے نابلس، حُنیفہ ہوتے ہوئے ناصرہ پہنچے۔ بس بدل کر ظہر کی نماز پڑھ کر طبریہ، قُنیطرہ ہوتے ہوئے ساڑھے پانچ بجے دمشق پہنچے۔ طبریہ کے بعد نہرِ شریعت ملی جو کہ شام اور فلسطین کی سرحد ہے۔ ساحتِ شہداء میں، بیروت ہوٹل میں قیام کیا۔

جمعہ یکم شوال (۲۷ دسمبر) صبح سوا سات بجے (طلوعِ آفتاب کے بیس منٹ بعد) جامع اُموی میں عید کی نماز پڑھی۔ مسجد میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کی قبر ہے اور مسجد کے صحن کے متصل حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سرِ مبارک کی قبر بتائی جاتی ہے۔ ظہر کو شیخ اکبر محی الدین بن عربی اور شیخ عبد الغنی نابلسی قدس اللہ اسرارہما کے مزاراتِ مبارکہ پر حاضر ہوئے۔ حضرت شیخ عبد الغنی کے پاس اُن کے فرزند اور فرزند کے فرزند اور اُن کے فرزند مدفون ہیں۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

شنبہ ۲ شوال (۲۸ دسمبر) دمشق سے بیروت موٹر میں گئے۔ ایک رات وہاں اہرام ہوٹل میں رہے۔ وہاں کے عجائب خانہ کو دیکھا۔ بازار سے کچھ کتابیں لیں اور یکشنبہ کو دن کے تین بجے روانہ ہو کر ساڑھے پانچ بجے دمشق پہنچے۔

دوشنبہ کا دن دمشق میں رہے اور یہاں سے بھی کچھ کتابیں خریدیں اور سہ شنبہ ۵ شوال (۳۱ دسمبر) کو صبح نو بجے بغداد کے لئے روانہ ہوئے۔

ہم نے عربی کمپنی "شرکتِ دِلس عکاش" کی بس کے ٹکٹ لئے، شرکت کے مالکان نے ہم سے کہا کہ چار پانچ دن کا کھانا اپنے ساتھ رکھ لو، چنانچہ ڈبل روٹیاں، پنیر، مکھن وغیرہ ساتھ رکھ لیا۔ بس ایئر کنڈیشن تھی۔ دمشق سے ۳۱ دسمبر ۱۹۳۵ء صبح کے نو بجے بس روانہ ہوئی۔ ظہر کو "ابو الشامات"

پہنچے، یہ ملک شام کی آخری چوکی ہے۔ یہاں آدھ گھنٹہ توقف کرکے سفر شروع کیا، رات کے نو بجے ایک نالے کے پاس پہنچے۔ یہ جگہ دمشق سے ۲۶۰ کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے۔ نالے میں برساتی پانی آگیا تھا اس لئے رکنا پڑا، وہاں ایک بس چار دن سے کھڑی تھی، رات وہاں بسر کی، رات بھر ترشح ہوتی رہی صبح کو جب موٹر سے نکلے تو زمین پر برف کی ہلکی تہ جمی ہوئی تھی، یکم جنوری کو دمشق سے دو بسیں اور آگئیں۔ ڈرائیوروں نے ایک بس کو سامان اور مسافروں سے خالی کیا اور کوشش کرکے اس کو نالے سے پار کیا اور پھر رَسّے سے دوسری بس کو اس سے باندھا اور اس طرح چاروں بسیں پار ہوئیں۔ عصر کو ان چاروں بسوں کا قافلہ بغداد کی طرف روانہ ہوا۔ عشاء کے قریب بسیں ٹھیر گئیں۔ کیوں کہ ڈرائیوروں کو اندیشہ ہوا کہ کہیں اندھیرے میں بس کسی جگہ دھنس نہ جائے۔ پنجشنبہ، ۷ شوال (۲ جنوری ۱۹۳۷ء) آفتاب نکل آنے پر وہاں سے روانہ ہوئے اور دوپہر کو بارہ بجے "رُتبہ" پہنچے، یہ مملکتِ عراق کی پہلی چوکی ہے، یہاں ہم سب مسافروں نے ناشتہ کیا۔ ۲۰ دن کے بعد پینے کو چائے ملی۔ وہاں سے روانہ ہو کر رات کے ڈھائی بجے "الرَمادی" پہنچے۔ یہاں پاسپورٹ دیکھے گئے۔ رات کا باقی حصّہ یہاں بسر کیا۔ جمعہ ۸ شوال (۳ جنوری) دن کے ساڑھے دس بجے روانہ ہو کر ایک بجے ظہر کو بغداد پہنچے۔

مصر سے جب "قنطرہ" پہنچے تو حکومت مصر نے مسافروں کے سامان کی تلاشی لی اور "نہرِ شریعت" کے پاس شام کی حکومت نے اور بغداد میں عراقی حکومت نے تلاشی لی۔ تلاشی نہایت سخت لیتے ہیں خاص کر مصری اور عراقی۔ قنطرہ میں عاجز نے تلاشی لینے والے افسر سے کہا اگر اجازت دو تو ہم جاکر کھانا کھالیں اور سحری کرلیں اس نے اجازت دی اور ہم دونوں نے سحری کرلی۔ واپسی پر وہ افسر ملا۔ اس نے پاسپورٹ دیکھے اور تلاشی لئے بغیر اپنے ایک آدمی سے کہا سامان دونوں کو ریل میں آرام سے بٹھادو۔ نہرِ شریعت پر ترشح ہو رہی تھی سب مسافروں کا سامان دیکھا گیا، لیکن ہمارے پاسپورٹ دیکھ کر کہدیا ان کے سامان کو دیکھنے کی ضرورت نہیں۔ بغداد میں ہم دونوں بیٹھے رہے، جب سب مسافر چلے گئے تو ہم اٹھے تاکہ سامان کھولیں اتنے میں افسر آیا اور اس نے پاسپورٹ دیکھ کر کہا۔ تم یہاں کتنا ٹھیرو گے، عاجز نے کہا زیاراتِ مبارکہ کرکے چلے جائیں گے۔ اس نے تلاشی نہیں لی۔ بلکہ اپنا آدمی بھیج کر بگھی منگوائی، اس پر سامان رکھوایا اور اپنے آدمی کو ساتھ کیا اور اس سے

کہا۔ ان کو نعمان ہوٹل لے جاؤ، ہوٹل کے منیجر سے میرا سلام کہو اور یہ کہو کہ ان دو مسافروں کو آرام دِہ جگہ دیدو۔ ہم دونوں کا سامان جو کہ مصر میں بند تھا بغداد تک کہیں نہیں کھلا۔ ہر جگہ کے افسران مہربان ہوئے۔ وَهٰذَا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ علینا فللہ الحمد ولہ الشکر۔

ہم کو عراق سے ۱۴ر جنوری کو کراچی روانہ ہونا تھا۔ لیکن راستہ میں تاخیر کی وجہ سے عراق میں ۱۱ر جنوری تک رُکنا پڑا۔ لہٰذا دبی حضرت برادر کلاں کی خدمت میں تار ارسال کیا کہ ہم گیارہ جنوری کو روانہ ہو کر سولہ جنوری کو کراچی پہنچ رہے ہیں۔

شنبہ ۹ر شوال (۴ر جنوری) بغداد شہر کی سیر کی پھر کرخ گئے۔ مزارات مبارکہ پر حاضر ہوئے اور دریا کی سیر کرتے ہوئے شام تک ہوٹل آ گئے۔ یکشنبہ کو کربلا اور نجف جانے کا قصد کیا۔ دو ایرانی آقائے پیر تویی اور آقائے حُسام رفیق سفر ہو گئے۔ لہٰذا ایک موٹر کار کرایہ پر لے کر روانہ ہوئے، بغداد سے کربلا ایک سو کلو میٹر اور وہاں سے نجف اسّی کلو میٹر ہے۔ اس زمانہ میں راستہ نہایت خراب تھا۔ جاتے وقت کربلا نہیں ٹھہرے۔ دو بجے تک نجف پہنچے۔ وہاں سے واپسی میں پانچ بجے کربلا آئے۔ دونوں جگہ اثنا عشریہ کا کامل تصرّف ہے۔ مزارات کا طواف کیا جاتا ہے اور طواف کے بعد مزار کو سجدہ کرتے ہیں۔ کربلا میں اتفاق سے ایک جنازہ آ گیا۔ اس کو سات مرتبہ قبر کا طواف کرایا اور پھر قبر کے پاس رکھا۔ ایک مجتہد اس میّت کے سر کے پاس بیٹھا اور اس نے صاحبِ قبر سے اس کا حال بیان کیا۔ کہ یہ آپ کے غلاموں میں سے ہے۔ پھر اس نے میّت کے ورثار کو بشارت دی کہ صاحبِ قبر نے اس کی بخشش کر دی ہے۔ کربلا میں قبر کے پائینتی ایک گڑھا دو گز لمبا ایک گز چوڑا بنا رکھا ہے۔ زائرین سے کہتے ہیں یہاں نفل پڑھو اور اس کے پاس دیوار میں ایک سبز پتھر لگا رکھا ہے، کہتے ہیں کہ اس کو بوسہ دو۔ اثنا عشریہ نے ان مزارات کو بمنزلہ بیت اللہ بنا رکھا ہے۔ اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ هَدَاهُمُ اللّٰهُ۔ دو شنبہ ۱۱ر شوال اَعْظَمِیَہ گئے۔ امام الائمہ حضرت ابو حنیفہ نعمان کے مزار مبارک پر حاضر ہوئے۔ سبحان اللہ کیا ہی مبارک و پُر انوار و پُر اثر مقام ہے۔ امام موفق نے اپنی کتاب "مناقب الامام ابی حنیفہ" کے جزر دوم صفحہ ۱۹۹ میں حضرت امام شافعی کا یہ قول بسندِ متّصل نقل کیا ہے۔

"اِنِّی لَاُ تبرک بابی حنیفۃ واجیٔ الی قبرہ فی کل یوم یعنی زائرًا فاذا عرضت لی حاجۃ صلّیتُ رکعتین وجئتُ الی قبرہ وسألتُ اللہ تعالیٰ الحاجۃ عندہ فما تبعد عنی حتی تقضی"۔ یعنی۔ میں

ابوحنیفہ سے برکت حاصل کرتا ہوں اور ہر روز آپ کی قبر پر حاضر ہوتا ہوں، یعنی زیارت کے لئے۔ اور جب بھی کوئی حاجت مجھ کو پیش آتی ہے میں دو رکعت پڑھ کر آپ کی قبر پر حاضر ہوتا ہوں اور وہاں اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت طلب کرتا ہوں تو کچھ زیادہ وقت نہیں گزرتا کہ میری حاجت پوری ہو جاتی ہے۔" یقیناً آپ کی قبر مطہر جیسا کہ امام شافعی نے کہا ہے۔ قبولیتِ دعا کے لئے مجرب ہے۔ اور کیوں نہ ہو جب کہ وہاں قلب کو کامل سکون ملتا ہے۔ اور تعلق الی اللہ نقد وقت ہوتا ہے۔ آپ کے مزار شریف کے چاروں طرف کٹہرا لگا ہوا ہے، اس پہ آپ کا نام اور حال اور آپ کی مدح کندہ ہے اور لکھا ہے کہ آپ کے مزار شریف کی اصلاح و مرمت ملک فیصل پسر شریف حسین کے زمانے میں ۱۳۴۷ھ میں ہوئی۔ اعظمیہ سے حضرت پیرانِ پیر غوث اعظم سیدنا عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کے مزار شریف کی زیارت کو گئے۔ آپ کا مزار مبارک شہر میں ہے۔ بلکہ نعمان ہوٹل کے قریب ہے۔ افسوس صد افسوس وہاں کے مجاروں اور خادموں نے پانچ منٹ بھی سکون سے نہ بیٹھنے دیا۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ بار دیگر آستانہ مبارک پر حاضر ہونے کی جرأت نہ ہوئی۔ حضرت امام اعظم کا مزار شریف اگرچہ دو میل کے فاصلہ پر تھا مگر جائے سکون اور زائر کے لئے بمنزلہ بہشت کے تھا ؎

بہشت آنجا کہ آزارے نہ باشد ٭ کسے را با کسے کارے نہ باشد

لہٰذا دو تین مرتبہ وہاں حاضری ہوئی۔ سہ شنبہ ۱۲ رشوال کو کاظمین گئے۔ چہار شنبہ ۱۳ رشوال آقائے پرتوی اور آقائے حمام کے ساتھ مدائن گئے۔ طاقِ کسریٰ دیکھا جس کی بلندی ۵۵ متر ہے۔ یہ ایک بلند ڈاٹ ہے۔ مدائن میں حضرت سلمان فارسی، حضرت حذیفۃ الیمانی، حضرت عبداللہ بن جابر رضی اللہ عنہم کے مزارات مقدسہ پر حاضر ہوئے۔ پنجشنبہ ۱۴ رشوال متحفِ عراقی جاکر دیکھا۔ کسی کے جسم کا اوپری حصہ جو کہ ۲۷۰۰ قبل میلاد المسیح علیہ السلام کا بنا ہوا ہے، دیکھا، یہ برونز کا ہے یعنی کانسی کا، اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ابھی ڈھالا گیا ہے۔ جمعہ ۱۵ رشوال (۱۰ رجنوری) کو عصر کے ساڑھے چھ بجے ریل سے بصرہ کو روانہ ہوئے۔ شنبہ ۱۶ رشوال (۱۱ رجنوری) صبح ساڑھے سات بجے بصرہ پہنچے۔ ہم نے یہ سفر ریل کے دوسرے درجہ میں کیا۔ بصرہ کے اسٹیشن ماسٹر ہندوستان کے ایک بوڑھے ہندو تھے وہ پلیٹ فارم پر کھڑے تھے تھوڑے فاصلہ پر سمندر میں وہ جہاز بھی کھڑا تھا جو ہندوستان جا رہا تھا۔ اسٹیشن ماسٹر نے کہا جہاز دو بجے روانہ ہوگا۔ اگر آپ صاحبان سیر کرنے کو جانا چاہتے ہیں تو سامان

یہاں چھوڑ دیں۔ میں سامان جہاز پر پہنچوادوں گا اور آپ لوگ ایک بجے جہاز پر پہنچ جائیں۔ ہم دونوں بھائیوں نے سامان اُن کے حوالہ کیا۔ جو اجرت انھوں نے طلب کی وہ ان کو دی اور رسید لیکر اسٹیشن سے باہر آئے۔ ایک موٹر والے سے بات ہوئی کہ وہ ہم کو حضرت حسن بصری اور حضرت ابن سیرین اور حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہم کے مزارات پر لے جائے اور پھر جہاز تک پہنچائے، جب موٹر روانہ ہوئی، ڈرائیور سے گفتگو کے دوران عاجز نے محسوس کیا کہ وہ عرب نہیں ہے۔ دریافت کرنے پر اس نے بتایا کہ وہ پنجاب کا ہندو ہے اور کئی سال سے بصرہ میں رہ رہا ہے، وہیں شادی کرلی ہے اور اب اس کے تین چار بچے ہیں، ماں باپ بھی پنجاب میں زندہ ہیں۔ اور جب اس کو یہ معلوم ہوا کہ ہم بھی ہندوستانی ہیں تو بہت محبت سے پیش آیا، وہ ہم کو تینوں مبارک مزارات پر لے گیا۔ اور واپسی میں کھجوروں کے کارخانہ لے گیا۔ وہاں سے ہم نے دو پیٹیاں عمدہ کھجوروں کی خریدیں اور ایک بجے تک جہاز پر آگئے۔

پنجشنبہ ۲۱ رشوال ۱۳۵۴ھ مطابق ۱۶ رجنوری ۱۹۳۶ء صبح کے پانچ بجے جہاز کراچی پہنچا۔ نو بجے ہم جہاز سے اترے، حضرت برادر کلاں اور ان کے ساتھ اُن کے سات سالہ فرزند میاں عبید الرحمٰن، منجھلے بہنوئی جناب نواب زادہ لئیق احمد خاں صاحب انصاری پانی پتی، جناب حافظ اشفاق الٰہی صاحب میرٹھی، حضرت عبد اللہ جان آقا صاحب فرزند کلاں جناب حضرت محمد حسن جان صاحب، ساکن ٹنڈہ سائینداد، حاجی فقیر محمد اور ان کے فرزند عبد اللہ جان کوئٹہ والے اور چند افراد کو منتظر پایا۔ اللہ جل شانہ وعم احسانہ نے سب سے ملایا۔ فخر خاندان مجددیہ حضرت محمد حسن صاحب ایک ہفتہ پہلے تشریف لائے تھے، اور اب انھوں نے اپنے فرزند کو بھیجا تھا، لہذا جمعہ ۲۲ رشوال، ۱۷ رجنوری کو ہم سب ٹنڈہ سائینداد گئے جو حیدرآباد سندھ سے بیس بائیس میل کے فاصلہ پر ہے۔ ایک رات حضرت کے پاس قیام کیا، ان کی دعائیں حاصل کیں۔ ۱۸ رجنوری کو دلی کے واسطے روانہ ہوئے، اور دوشنبہ ۲۵ رشوال (بحساب ہند کے ۲۴ رشوال) ۱۳۵۴ھ مطابق ۲۰ رجنوری ۱۹۳۶ء صبح آٹھ بجے دلی پہنچے۔

وصول بہ مسقطِ راس حضرت برادر کلاں ادام اللہ ارشادہ نے تمام مخلصین کو اطلاع کردی تھی اور سب کام منتظمین کے سپرد کردیا تھا۔ جس وقت دلی کے اسٹیشن پر ریل پہنچی ہزارہا افراد کا اجتماع تھا، گھوسی کے حضرت الاستاد مولانا محمد عمر اور مدرسہ عبد الرب

کے حضرات اساتذہ اور میرٹھ، بلند شہر، کوسی، لاہور، امرتسر، پانی پت، ہانسی، سرسہ، ریواڑی اور افغانستان وبلوچستان کے مخلصین اور افغانستان کے قونصل جنرل صلاح الدین خان سلجوقی موجود تھے۔ ہم دونوں بھائیوں کو صلاح الدین خاں کی موٹر میں بٹھایا اور حضرت برادرِ کلاں اور تمام مخلصین پا پیادہ روانہ ہوئے موٹر کو مخلصین پاک بنہاد چلاتے ہوئے خانقاہ شریف تک لائے۔ یہاں سب حضرات کو حضرت برادر کلاں نے عمدہ اور مکلف فطور پیش کیا۔ جزاہ اللہ خیر الجزاء۔

فائدہ سفر عاجز مصر گیا، وہاں کے علماء کرام کی صحبت میسر ہوئی، اُن سے فوائد کثیرہ حاصل کئے، وہاں کے علماء کو اہلِ ہند کچھ اچھی نظر سے نہیں دیکھتے، اور اس کی بڑی وجہ مسئلہ لحیہ ہے اور بعض افراد اُن حضرات کا استخفاف بھی کرتے ہیں۔ کیونکہ ہندوستان میں مدارِ تقویٰ یک مشت لحیہ پر ہے۔ حضرت سعدی علیہ الرحمہ نے کیا خوب کہا ہے۔

مرا پیر دانائے روشن شہاب — دو اندرز فرمود بر روئے آب
یکے آنکہ بر غیر بد بیں مباش — دوم آنکہ بر خویش خود بیں مباش

عاجز نے وہاں کے علماء کرام کو اخلاقِ فاضلہ سے متصف پایا۔ عقاید میں نہایت راسخ القدم ہیں۔ علماء کا احترام کرتے ہیں۔ کسی کی غیبت نہیں کرتے، کسی کو برا نہیں کہتے۔ بیشک وہاں کے علماء کا مسلک مسئلِ لحیہ میں مالکیہ کے قول پر ہے۔ علامہ شیخ محمد بخیت المطیعی الحنفی اپنے وقت کے مسلّم فقیہ تھے، ان کے زمانے میں فقہ حنفی میں اُن جیسا متبحر شاید ہی کوئی دوسرا ہو سان کی داڑھی بہ مشکل ایک انگشت کی ہوگی۔ عاجز نے وہاں کے علماء کو ائمہ اربعہ کا مقلّد اور جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا عاشق پایا۔ اگر وہ کسی کو غصہ کی حالت میں دیکھتے تھے تو نہایت محبت سے کہتے تھے "مَا عَلَيْشِ، صَلِّ عَلَى النَّبِيِّ" یعنی کوئی بات نہیں، سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھو اور پھر نہایت محبت سے تحفۂ درود وسلام بارگاہِ نبوت میں پیش کرتے تھے۔ ان کے اس طریقہ سے لڑنے والے بھی ٹھنڈے پڑ جاتے تھے۔ اور اگر وہ کوئی بات بھول جاتے تھے تو اس کو یاد کرنے کے لئے درود شریف پڑھتے تھے اور وہ بات ان کو یاد آجاتی تھی۔

مسائل کے بیان کرنے میں محتاط ہیں، مسئلہ میں پوری تحقیق کرتے ہیں۔ پہلے علماء کرام کے اقوال کو ذکر کرتے ہیں پھر اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں۔ لیکن کسی دوسرے کا استخفاف نہیں کرتے۔

البتہ علمی پیرایہ سے اس کی غلطی کا اظہار کرتے ہیں۔ رحمہم اللہ واکرم نزلہم ورضی عنہم۔

مولانا عبداللطیف

یہ عاجز ایک دن خانقاہ شریف کی مسجد شریف میں دھوپ میں بیٹھا کسی کتاب کا مطالعہ کر رہا تھا۔ عاجز نے دیکھا کہ ایک صاحب تشریف لائے ان کے ساتھ دلی کے ایک جوان بھی تھے۔ انھوں نے مسجد شریف میں دو۲ رکعت نفل پڑھے۔ پھر مجر شریف کے اندر گئے اور فاتحہ پڑھی۔ جب مجر شریف سے باہر آئے عاجز نے ان کی طرف دیکھا۔ انھوں نے سلام کیا۔ عاجز نے دریافت کیا۔ کیا آپ حضرت مولانا عبداللطیف صاحب تو نہیں ہیں۔ انھوں نے فرمایا۔ جی ہاں میں عبداللطیف ہوں۔ یہ سن کر عاجز اٹھا اور ان سے کہا۔ حضرت آپ تو میرے استاذ الاستاذ ہیں اور میرا نام زید ہے۔ یہ سن کر آپ نہایت محبت سے ملے۔ عاجز نے کہا اگر آپ کو تکلیف نہ ہو تو تھوڑی دیر تشریف رکھیں تاکہ یہ عاجز کچھ استفادہ کرے۔ آپ نے بہ خوشی منظور فرمایا۔ تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ نہایت مبارک مجلس رہی۔ آپ حضرت مولانا مولوی محمد عمر صاحب ساکن گھوسی کے محترم استاذ ہیں۔ عاجز نے آپ سے مصر و حجاز کے استفادہ کا ذکر کیا۔ اور کہا کہ ہندوستان میں ایک سند عالی حضرت مولانا فضل رحمان کی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ میں اُن ہی سے بیعت ہوں، اور میں نے آپ سے حدیث مسلسل بالاوّلیۃ سنی ہے۔ اور حدیث کی اجازت حاصل کی ہے۔ پھر آپ نے حدیث مسلسل بالاوّلیۃ حدیث الرحمۃ عاجز کو سنائی اور اجازت عنایت کی، اس عاجز کا سلسلۂ حدیث ان دو حضرات کے واسطے سے حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی تک پہنچتا ہے۔ فالحمد للہ علی ھذہ النعمۃ۔ آپ نے فرمایا میں کوچہ نبدّرت ہر سال آکر گیارہویں شریف کے موقع پر بیان کرتا ہوں۔ چنانچہ رات میں نے بیان کیا تھا۔ پھر یہ عاجز ایک مرتبہ علی گڑھ اُن کی قیام گاہ پر گیا۔ نہایت ہی محبت سے ملے۔ اس وقت آپ کچھ اونچا سننے لگے تھے۔ اور ضعیفی بڑھ گئی تھی۔ آپ نے اپنی تالیفِ قیّم شرح ترمذی عاجز کو دکھائی۔ عاجز نے تقریباً آدھ گھنٹہ اس کا مطالعہ کیا۔ اور پھر آپ سے مرخص ہوا۔ دو تین سال کے بعد آپ عازم ملکِ بقا ہو گئے۔ آپ کا وطن افضل گڑھ ضلع بجنور تھا۔ اور مولانا لطف اللہ علی گڑھی کے شاگرد تھے آخر میں آپ نے علی گڑھ میں قیام فرما لیا تھا۔ اور وہیں پیوند خاک ہوئے۔ رحمہ اللہ ورضی عنہ۔

عاجز نے اپنے حضرات اساتذۂ کرام کا ذکر کر دیا ہے۔ جو کچھ بھی اس عاجز کو نصیب ہوا،

وہ انہی حضرات کرام کی تربیت کا اثر ہے۔ پروردگار ان بزرگواران کے مراتب کو بلند کرے اور رَوضاتِ جَنّات میں ان حضرات سے ملائے۔ وَمَا ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیْز۔

تالیفات

اللہ تعالیٰ جل شانہ وعم احسانہ کا فضل وکرم ہے کہ اس عاجز کو کتب بینی کا شوق ہے، قدماء کی تالیفات سے دلچسپی ہے۔ ان حضرات کی تالیفات میں خیر وبرکت پاتا ہے۔ اور انہی کی صحبت سے مستفید ہوتا رہتا ہے۔ اور احیاناً بعض فوائد جمع کر کے کسی نام سے موسوم کر دیتا ہے۔ عاجز نے اب تک جو تالیفات کی ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

۱۔ الأسانید العالیہ مع صُوَرِ الشہادۃ۔ عربی میں ہے۔ چھپی نہیں ہے۔

۲۔ الخیر المزید فی اعراب الآیۃ وکلمۃ التوحید۔ عربی میں ۱۳۶۰ھ میں لکھی ہے۔ چھپی نہیں ہے۔

۳۔ القول التبنی فی الذبّ عن الشیخ عبد الغنی۔ فارسی میں تالیفِ کبیر ہے۔ جو کہ ۱۳۶۰ھ میں تالیف ہوئی ہے۔ حضرت شاہ عبد الغنی قدس سرہ کے رسالۂ شفاء السائل پر ایک شخص نے اعتراضات کئے ہیں۔ عاجز نے ان کا جواب لکھا ہے۔ ایک سو کے قریب مسائل پر تفصیلی بحث ہے۔ چھپی نہیں ہے

۴۔ الحجّۃ فی مسئلۃ اللحیۃ والقبضۃ۔ فارسی میں تالیف کبیر ہے جو کہ ۱۳۶۶ھ میں لکھی گئی ہے۔ چھپی نہیں ہے۔ تقریباً ساٹھ ستر علماء اس کا مطالعہ کر چکے ہیں ایک صاحب نے اردو میں اس کا ترجمہ کیا تھا۔

۵۔ بزم خیر از زید در جواب بزم جمشید۔ اردو میں ۱۳۷۳ھ میں لکھی گئی ہے۔ حضرت سیدی الوالد قدس سرہ پر جو غلط الزامات عائد کئے گئے تھے اور ایک صاحب نے جب وہ رسالہ عاجز کو دکھایا تو یہ رسالہ معرض وجود میں آیا۔ اور چھپ کر اہل علم کے پاس پہنچا۔ اس رسالہ کا کچھ خلاصہ اس کتاب "مقامات خیر" میں آگیا ہے۔ اللہ تعالیٰ داءِ حسد وعناد سے سب کو محفوظ رکھے۔

۶۔ مجموعۂ خیر البیان مشتمل بر سہ رسائل۔ (۱) خیر البیان فی مولد سید الانس والجان (۲) خیر المورد فی اثبات المولد (۳) نظم شمائل (تاریخی نام) یعنی منظوم مولود شریف۔ یہ تینوں رسائل اردو میں ہیں اور ۱۳۷۳ھ میں چھپ گئے ہیں۔

۷۔ مناہج السیر ومدارج الخیر۔ فارسی میں ہے۔ اس میں سلوک نقشبندیہ مجددیہ کا بیان ہے۔ ۱۳۷۹ھ میں یہ کتاب چھپ گئی ہے۔

۸۔ تقویم خیری (تاریخی نام ہے) ۱۳۷۶ھ میں لکھی گئی ہے، چھپی نہیں ہے۔ تقویم قمری ہجری اور تقویم شمسی میلادی کا بیان ہے۔ قمری تاریخ کو شمسی تاریخ میں اور شمسی تاریخ کو قمری تاریخ میں تحویل کرنے کا طریقہ بیان کیا گیا ہے۔

۹۔ رسالہ خیر المقال فی رویۃ الہلال۔ اردو میں ۱۳۷۸ھ میں لکھا اور اسی سال چھپا۔

۱۰۔ ماذا قال الائمۃ فی ابن تیمیہ۔ تاریخی نام "ماذا قال الائمۃ یا زید" ہے جس سے ۱۳۸۷ھ نکلتا ہے، یہ کتاب اردو میں ہے، چھپی نہیں ہے۔

۱۱۔ مسئلہ ضبطِ ولادت۔ تاریخی نام ہے۔ جو کہ ۱۳۸۹ھ میں تالیف ہوا اور چھپا۔ اردو میں ہے۔

۱۲۔ منہج الابرار فی السلام علی الانبیاء والرضا عن الاولیاء۔ ۱۳۹۰ھ میں پہلے اردو میں لکھا گیا اور چھپا، پھر فارسی میں لکھا اور چھپا۔

۱۳۔ رسالہ وحدت الوجود۔ ۱۳۹۰ھ میں اردو میں تالیف ہوا اور چھپا۔ فارسی میں بھی لکھا گیا ہے جو اب تک چھپا نہیں ہے۔

۱۴۔ النبقات من الطبقات۔ ۱۳۹۱ھ میں طبقات ابن سعد کا مطالعہ کیا۔ اس کے بعض ازہار و ریاحین کا ایک گلدستہ بہ نام النبقات مرتب کیا۔ عربی میں ہے۔ چھپا نہیں ہے

۱۵۔ مقامات خیر۔ تاریخی نام ہے اور یہی زیر نظر کتاب ہے جو اللہ کے فضل و کرم سے تالیف ہو چکی ہے اور کاتب کتابت کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ خیر سے منصۂ شہود پر اس کو جلوہ گر فرمائے۔ الحمد للہ پنجاہ سالہ تمنا پوری ہوئی۔ اب وہ اپنے فضل و کرم سے اس کو قبول کرے۔

نیاوردم از خانہ چیزے نخست　　　　تو دادی ہمہ چیز و من چیز تست

ان کے علاوہ دو بیاضیں ہیں۔ ایک عربی فارسی کی، اس کا نام نخبۃ الادیب و سفرۃ اللبیب ہے۔ دوسری اردو کی اور اس کا نام ثمرات ہے جو کہ مختارات و تحریرات کا مجموعہ ہے۔ ثمرات کی ابتدا ۱۳۷۱ھ میں ہوئی اور اس کا تاریخی نام "تحریرات ابوالحسن" ہے۔

ذوقِ سخن

۱۳۶۲ھ میں ایک دن حضرت سیدی الوالد قدس سرہ بمبئی میں تفریح کو جا رہے تھے رامپور کے عزیزوں میں سے جناب مولوی سردار احمد وکیل صاحب مجددی اور جناب حافظ محمد یوسف صاحب مجددی ساتھ تھے۔ آپ نے ان دونوں صاحبان سے فرمایا: "تم

دونوں زید سے کیوں نہیں شعر کہلواتے۔" یہ دونوں صاحبان خانقاہ شریف میں ٹھیرے ہوئے تھے۔ دوسرے دن انھوں نے عاجز کو بلایا۔ اور پانچ سات شعر کہہ کر ثروت تخلص استعمال کیا۔ پھر عصر کو تفریح کے لئے جاتے ہوئے آپ سے اس کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا۔ "ثروت" کی کیا ضرورت ہے اس کا تو نام ہی تخلص ہو سکتا ہے۔" اس وقت یہ بات آئی گئی ہوئی۔ لیکن آپ کی وفات کے بعد دل میں خیال آتا تھا کہ اخوین کریمین بھی موجود تھے، آپ نے صرف اس عاجز کے متعلق ان دو صاحبان سے کیوں فرمایا اور یہی تخلص بھی تجویز فرما دیا۔ آپ کا یہ ارشاد ان شاء اللہ اثر دکھا کر رہے گا۔

یہ عاجز تیرہ سو پینتالیس اور چھیالیس میں کوئٹہ نہیں گیا۔ کیونکہ مدرسہ عبدالرب میں پڑھ رہا تھا۔ ماہ ذی الحجہ میں جب عید آئی تو اچانک چند شعر زبان پر آئے جو کہ برادر خورد کے نام منظوم خط کی صورت میں ہیں۔ اس کا پہلا شعر یہ ہے۔

اے صبا سُن لے مرا بھی اک پیام حضرتِ سالم کو پہنچا دے سلام

اس کے بعد سے یہ عاجز احیاناً کچھ کہہ لیتا ہے۔ اور یہ کہنا اپنے اختیار میں نہیں ہے۔ بلکہ آمد پر موقوف ہے۔ ذی القعدہ ۱۳۶۹ھ میں برادرِ محترم حضرت محمد ابوسعید صاحب مجددی کا ایک منظوم خط رانی کھیت سے اس عاجز کے نام آیا۔ اس کے (۲۸۳) اشعار ہیں۔ آپ نے اس محبت نامہ کا نام "کوہِ فکر" تجویز کیا ہے۔ عاجز نے جس وقت یہ ملاطفت نامہ پڑھا آمد شروع ہو گئی۔ اور چار دن میں ۳۴۱ شعر فارسی میں نظم ہو گئے۔ اور چونکہ یہی عدد لفظِ قمر کے ہیں۔ اس لئے عاجز نے ان کو تحریر کیا: "قمرے بر کوہِ فکر طلوع نمودہ۔" اس نظم کے ابتدائی چند شعر درج ذیل ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد گویم مر خدائے پاک را نعت خوانم سیدِ لولاک را

نامۂ رنگین و فاخر آمدہ از بیانش وصف قاصر آمدہ

ز ابتدا تا انتہا نظم است گل می نماید دستۂ خوش رنگ گل

مثلِ مروارید شعرش آبدار دو صد و ہشتاد و سہ اندر شمار

ہر کہ خواند لطف اندوزد تمام فجر[1] آمد بس دلیلِ ایں کلام

[1] فجر کے عدد ۲۸۳ ہیں۔ اس میں اشارہ کوہِ فکر کے اشعار کی طرف ہے کہ وہ ۲۸۳ ہیں۔ اور فجر کے (باقی صفحہ ۷۶۲ پر)

از عدد تعداد آں معلوم شد — وز حروفش سہ لغت مفہوم شد

اکثرش آمد بہ حرف اُردوی — کمترش اندر زبانِ پہلوی

چند شعرش در زبانِ تازی است — توسنِ فکرش ہمے در بازی است

در حلاوت ہست اَحْلیٰ از نبات — در لطافت خوش تر از آبِ حیات

در روانی خوب تر از آبِ جُو — در مَعانی لبس جمیل و لبس نکو

جمعہ ۹ شعبان ۱۳۵۹ھ کو شملہ میں ایک شخص کو دیکھا کہ دینِ حنیف کو چھوڑ کر دوسرے مذہب کا متبع ہوگیا تھا۔ اس واقعہ نے قلب پر اثر کیا اور یہ چند شعر زبان پر آگئے۔

مَا لِهٰذَا تَرَکَ الْاِسْلَامَ مَا — بَعْدَ اَنْ بَانَ لَدَیْهِ فَضْلُهُ

وَهَلِ الدِّيْنُ الْحَنِيْفُ يُتْرَکُ — اِیْ وَرَبِّیْ اِنَّ هٰذَا اَجْهَلُهُ

مَا لِاِسْلَامٍ وَاَدْیَانٍ اُخَرُ — هَلْ يُسَاوِیْ رَاسَ ثَوْرٍ ذَيْلُهُ

رَضِیَ اللّٰهُ بِهٖ دِيْنًا کَمَا — قَالَ فِی الْقُرْاٰنِ وَهُوَ قَوْلُهُ

وَکَفٰی فَخْرًا اَبَانَ يَخْتَارَهُ — مَنْ لَهُ الْاَمْرُ وَلَا نِدَّ لَهُ

اُسی زمانہ میں چند مسلم خواتین کو شملہ میں دیکھا۔ جن کے جسم کا بیشتر حصہ عُریاں تھا اور جس حصہ پر کپڑا تھا وہ بھی نہ ہونے کے برابر تھا۔ افسوس ہوا اور یہ چند شعر زبان پر آگئے۔

هَلْ نِسَاءٌ مُسْلِمَاتٌ — هٰذِهٖ اَمْ طَالِحَاتٌ

کَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ — بِالْفُسُوْقِ جَاهِرَاتٌ

بِنَفِيْسٍ وَبِنَفْسٍ — لِلْمَلَاهِیْ بَاذِلَاتٌ

اَسَفًا هُنَّ عَنِ الْخَيْـ......ـرِ تَمَامًا رَاغِبَاتٌ

وَاِلَی الشَّرِّ صَبَاحًا — وَمَسَاءً مَائِلَاتٌ

قَدْ عَصَيْنَ اللّٰهَ جَهْرًا — هُنَّ حَقًّا فَاسِقَاتٌ

(بقیہ حاشیہ ۷۶۱ کے بعد ملاحظہ ہو) تین حرف ہیں اس میں اشارہ تین لغت کی طرف ہے کہ یہ نامہ تین لُغات میں ہے۔ یعنی اُردو، فارسی اور عربی میں۔

كَيْفَ يَرْجُنَّ رِضَى اللّٰہ......بِہٖ وَ هُنَّ عَاصِيَاتُ	لَعَنَ اللّٰهُ عَلَيْهِنَّ كَمَا يَرْوِي ثِقَاتُ

۱۳۵۷ھ میں عاجز نے محقق فاضل جناب الیاس برنی جزاہ اللہ عن الاسلام والمسلمین خیراً کی کتاب "قادیانی قول وفعل" اور دوسری کتاب "قادیانی مذہب" کا مطالعہ کیا۔ اور جب غلام احمد قادیانی کا یہ قول دیکھا۔

انبیا گرچہ بودہ اند بسے	من بہ عرفاں نہ کمترم ز کسے
آنچہ داد ست ہر نبی را جام	داد آں جام را مرا بہ تمام
کم نیم زاں ہمہ بروئے یقیں	ہر کہ گوید دروغ ہست لعیں

بے ساختہ زبان پر آیا۔

اے غلامِ قادیاں بشنو زمن	نیست در دنیا لعینے غیر تو
دشمنِ اسلام گشتی بے خرد	بہرِ کافر جاں دہی ہم آبرو
کافر و مرتد شدی از بہرِ زر	در بہ در گشتی برائش سُو بہ سُو
لَيْسَ بَعْدَ الْكُفْرِ ذَنْبٌ يَا غُلَام	إِنَّ هٰذَا الْقَوْلَ حَقٌّ فَاسْمَعُوا
دعوئے اِلہام کردی اوّلین	باز آمد وحیِ لندن در جلو
مُلہمت ابلیس و مُوحی شد فرنگ	پُر ز خمرش جام کردی ہم سبُو
تو تیائے چشم کردی خاک در	وز غلامی طوق لعنت در گلو
تا نہالِ کافراں در ملکِ ہند	بیخ گیرد، نشو یابد ہم نمو
ہر زماں در قالبے کردی ظہور	گاہ راہب، گاہ پنڈت، گہ گرو
مہدی و عیسی شدی پس تر نبی	راست گو ابلیس در دنیاست گو
گر نہ دانی با تو گویم راز را	تا نہ مانی مدّتے در جستجو
نیست شیطان اندریں عالم کسے	غیر شخصت نیک دانم ذاتِ او
از کسے انکار آرد گوئمش	تا بہ کے چون و چرا ویں گفتگو
"قول وفعل" و "قادیاں مذہب" بخواں	تا بدانی شاہدانِ عدل دو

باز ہم انکار آرد گویمش | دور شو از من کہ ہستی زشت خو
مرتد و کافر شدی تبّت یداک | لعنتِ حق دائماً بر فرقِ تو

عاجز کو نہ شاعری کا زیادہ شوق ہے اور نہ اس کے نکات سے واقفیت ہے، نہ کسی کی شاگردی اختیار کی اور نہ کسی کے سامنے زانوئے ادب تہ کیا، آمد پر مدار ہے۔ اگر آمد ہوئی کچھ کہہ لیا۔ ورنہ مہینوں ایک شعر بھی نظم نہیں ہوتا۔ کچھ کلام عاجز کا چھپا ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

۱۔ اشکہائے غم۔ فارسی کلام ہے۔ یہ نام تاریخی ہے۔ (۱۳۷۰ھ)
۲۔ نظم شمایل۔ اردو میں ہے۔ یہ نام بھی تاریخی ہے۔ (۱۳۷۱ھ)
۳۔ شجرۂ شریفہ۔ فارسی میں۔
۴۔ لآلی منظومہ۔ یعنی شجرہ شریفہ اردو میں مع مناجات بہ درگاہ قاضی الحاجات۔

عاجز کا یہ خیال ہے کہ اللہ جلّ شانہ کے ایک ولیِ کامل کی مبارک زبان سے ایک بات نکلی تھی، اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اس کو پورا کر دیا، اور اس طرح "لَوْ اَقْسَمَ عَلَی اللّٰہِ لَاَبَرَّہٗ" کا ظہور ہوا۔ ورنہ کہاں یہ عاجز اور کہاں شاعری۔

طریقت علم ظاہر میں آپ نے جس طرح تربیت فرمائی۔ اور جس طرح علمِ دین کی حلاوت سے بہرہ مند کیا۔ وہی کیفیت اور تربیت علمِ باطن و معارفِ الٰہیہ کی تھی۔ آپ اچانک شیخ الاسلام پیر ہرات حضرت عبد اللہ انصاری کا کوئی مبارک ملفوظ پڑھتے تھے۔ مثلاً: "اگر بہ ہوا روی مگسے باشی، و بر آب روی خسے باشی، دل بہ دست آر تا کسی باشی"۔ کبھی آپ فرماتے تھے۔ "تصوف اس کو کہتے ہیں کہ مکروہاتِ شرعیہ بمنزلہ مکروہاتِ طبیعیہ کے ہو جائیں"۔ اور کبھی فرماتے تھے "کوئی چشتی ہے کوئی قادری کوئی نقشبندی اور کوئی سہروردی۔ اگر دل میں ایک خدا کی یاد ہو تو تم سب کچھ ہو ورنہ کچھ بھی نہیں"۔ اور فرماتے تھے۔ وظیفہ کی خوبی یہ ہے۔ کہ آٹھ پہر غیر کا وسوسہ نہ آئے"۔ اللہ جل شانہ وعم احسانہ نے آپ کے ساحتِ سینۂ مبارکہ کو غفلت سے بہ تمام و کمال پاک کر دیا تھا، آپ مخلصین کو اپنی اور اولاد کو اسی دولت لازوال کا گرویدہ بنانے کی سعی فرمایا کرتے تھے، نہ آپ خود کبھی ہوا پہ اُڑے اور نہ کسی کو اُڑانے کی

کوشش فرمائی کہ "اَلَمْ یَأْنِ لِلَّذِیْنَ آمَنُوْا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُھُمْ لِذِکْرِ اللّٰہِ" کی کیفیت سے متکیف کرنے کی سعی آخر وقت تک فرماتے رہے۔ اس سلسلہ میں کسی کی بے راہ روی کو برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ چاہے وہ فرزند دلبند ہو، چاہے مرید ارجمند۔ اگر محبت تھی تو سب کے واسطے تھی، اگر جھڑکی تھی تو سب کے واسطے تھی۔ اگر ضرب تھی تو وہ بھی سب کے لئے تھی۔ اس عاجز کو وہ اوقاتِ مبارکہ خوب یاد ہیں جب آپ نے نفسِ امّارہ کی سرکوبی کرتے ہوئے صدہا مخلصین کے سامنے عاجز کو کفش پا، یا چوبِ دست سے نوازا۔ یہ عاجز وہ دن نہیں بھول سکتا کہ آپ نے کوئٹہ میں ایک دن عاجز سے فرمایا: "زید کیا بات ہے جو تم ضد کرتے ہو" چوں کہ اس سال آپ نے اس عاجز کی تربیت میں سعی فرمائی تھی اور کئی مرتبہ زجر و توبیخ کے احوال گزر چکے تھے، اس لئے بے ساختہ عاجز کی زبان پر آیا۔ جی حضرت۔ آپ مجھ سے ضد فرماتے ہیں۔" اس بات کو سن کر آپ ایک دم چونک گئے اور آپ نے اس عاجز کی طرف دیکھتے ہوئے یہ الفاظ فرمائے "زید ہم بہ قسم کہتے ہیں کہ ہم کو تم سے ضد نہیں ہے۔ ہم جو کچھ کرتے ہیں تمہاری اصلاح کے واسطے کرتے ہیں۔" تقریباً چھپن سال اس بات کو ہوئے اور اس عاجز کو بار بار خیال آتا ہے کہ یہ بات کیوں آپ سے کہی۔ چونکہ عاجز کے کہنے میں اپنے ارادہ کو دخل نہ تھا۔ اس لئے عاجز کیلئے مثمر خیرات و برکات و فتوحات ہوئی۔ یہ بات کَالشَّمْسِ فِیْ رَابِعَةِ النَّھَارِ متحقق ہے کہ اگر انسانیت سے کچھ بھی حصّہ ملا ہے تو وہ آپ ہی کی تربیت کا اثر ہے، ورنہ۔ من ہماں خاکم کہ بودم۔

اس عاجز پر جو احوال گزر چکے ہیں ان سے متاثر ہو کر "نظم شمائل"[1] کے آخر میں کہا ہے۔

سنو اب کچھ احوال اُس پارسا کے	گیا نفسِ امّارہ کو جو سدھا کے
مئے بے خودی سے خودی جس نے کھوئی	کیا زندہ دل نوشدارو کھلا کے
ابھی تک ہے دل میں مزا اور گئے وہ	نئی چاشنی معرفت کی چکھا کے
کھڑا کر دیا لا کے راہِ ہُدیٰ پر	شریعت رَوی کی ریاضت کرا کے
محبّت سے گرویدہ اپنا بنایا	پڑھا کے لکھا کے سدھا کے سکھا کے

---

[1] نظم شمائل کے اشعار۔ یا قدوس۔ کے عدد پر ۱۷۰ ہیں۔ مگر ردیف قافیہ بہ یک معنی نہیں ہے۔

اثر دل سے زائل کیا ماسویٰ کا | بس اللہ کا اک نقش رکھا لگا کے
کئے چاک غفلت کے پردے ہزاروں | گئے یاد اپنے خدا کی دِلا کے
کیا قلب عاجز کو خانہ خدا کا | پھر انوار سے اس کو رکھا سجا کے
ہوا نور وحدت سے معمور سینہ | گئے جو سبق معرفت کا پڑھا کے
نرالی اَلِف بَا کی تختی پڑھائی | کرشمے دکھائے نئی کیمیا کے
توجّہ سے روشن کئے سب لطائف | مسِ دل کو کُندن بنایا گلا کے
بہت کچھ پڑھایا عنایات کر کے | بہت کچھ سکھایا دِلوں کو لُبھا کے

ق

بہت کچھ ہنسایا مگر ہائے قسمت | گئے اپنی فرقت میں آخر رُلا کے
تصوّر میں ان کے مزاجانِ جاں کا | طریقوں سے اب کون واقف خفا کے
محبّت نے ان کی اثر یہ دکھایا | رہی یادِ مولیٰ کی دل میں سما کے
عزیزو وہ کیا تھے بیاں کیا کروں میں | خدا یاد آتا ہے یاد اُن کی آ کے
یہی اولیا کی نشانی ہے سُن لو | گئے ہیں پیمبرؐ جو ہم کو بتا کے
گدائی میں اُن کی سعادت تھی مخفی | فدا تھے سلاطین اُن کے گدا کے
ملی جس کو اُن کی غلامی وہ شہ تھا | وہ پھر خواب کیوں دیکھے ظلِّ ہُما کے
درِ فیض انور کا وہ خاک ریزہ | دیئے کام جس نے ہزاروں دوا کے

ق

نہ سمجھو اُسے خاک اکسیر ہے وہ | ہے اکسیر قربان اُس خاکِ پا کے
وہ کیسے سِدھارے فدا اُن پہ جاں ہو | وہ تڑپا گئے دل کو اہلِ وَلا کے
کہاں سے ملے اب وہ صہبائے عرفاں | ہوا خاک جب میکدہ جل جلا کے
نہ اب دَورِ مے ہے نہ مینا نہ ساقی | نہ اب مست رندوں کے نعرے بلا کے
نہ وہ رقصِ بسمل نہ شورِ حریفاں | نہ شیریں کرشمے وہ ناز و ادا کے
نہ وہ نعرۂ ھو کہ جس کے اثر سے | کھُلیں راز سب عرش و تحت الثریٰ کے

گزرنا تھا اکدم وہ عرشِ بریں سے
درِ فیضِ اقدس کی کُنڈی ہلا کے

بیعت

اوائل جمادی الاولیٰ ۱۳۳۵ھ کو حضرت برادرِ کلاں اور یہ عاجز کوئٹہ جا رہے تھے حضرت سیدی الوالد اسٹیشن تشریف لائے، ہم دونوں ریل کے ڈبّہ میں تھے دروازہ بند تھا۔ پلیٹ فارم پر دروازہ کے قریب کھڑے ہو کر آپ نے الفاظِ بیعت پڑھے اور حضرت برادرِ کلاں کو خلافت عنایت کی اور عاجز کو داخلِ سلسلہ عالیہ کیا۔ کوئٹہ میں آپ نے عاجز سے فرمایا: "زید ہم نے دِلّی کے اسٹیشن پر تم کو بیعت کر لیا۔" اس وقت عاجز گیارہویں سال میں تھا۔ اس کی طرف اس شعر میں اشارہ ہے۔

کرم ہے زید کچھ تجھ پر خُدا کا　　لڑکپن میں ملی تجھ کو یہ دولت

ماہ شوال ۱۳۴۰ھ میں حاجی مُلّا احمد خاں متّاخیل ایک پٹھان کو کوئٹہ میں عاجز کے پاس لائے۔ کہ حضرت سیدی الوالد قدس سرہ نے اس کو بیعت کرنے کے لئے ارشاد فرمایا ہے۔ چنانچہ عاجز نے اس شخص کو داخل سلسلہ شریفہ کیا۔ اتفاق سے اسی سال بعد رمضان مُلّا عبدالعزیز کاکڑ کی معرفت کچھ کتابیں ابنائے غلام رسول سورتی تاجر کتب بمبئی سے حضرت سیدی الوالد نے طلب کرائیں۔ ہم تینوں بھائیوں نے بھی مجموعۂ دلائل الخیرات کے تین نسخہ طلب کئے۔ جب پارسل آیا۔ تو مُلّا عبدالعزیز نے پارسل آپ کے سامنے کھولا اور مجموعۂ دلائل الخیرات کے تین نسخوں کو نکال کر ایک طرف رکھ دیا۔ آپ نے ان تین نسخوں کی طرف دیکھ کر فرمایا۔ کیا یہ ہمارے بچّوں نے طلب کئے ہیں۔ مُلّا عبدالعزیز نے اثبات میں جواب دیا۔ آپ بہت خوش ہوئے اور اُن سے فرمایا۔ جاؤ ہمارے بچوں سے کہو کہ ہماری طرف سے تم کو سب چیز کی اجازت ہے۔ چنانچہ مُلّا عبدالعزیز نے آکر یہ مبارک خبر سُنائی۔ فللہِ الحمد ولہ الشکر۔ حضرت شاہ نقشبند قدس سرہ نے کیا خوب ارشاد فرمایا ہے۔ رحمتِ حق بہا نمی جوید، رحمتِ حق بہانہ می جوید۔

ایک سال حضرت سیدی الوالد قدس سرہ ہماری چھٹّی کے دن ہر ہفتہ اُدھلے تشریف لے جاتے تھے اور عصر کی نماز پڑھ کر وہاں سے روانہ ہوا کرتے تھے۔ کسی سایہ دار درخت کے نیچے آپ ذکر و فکر اور یادِ حق میں مصروف رہتے اور ہم برادران سیر و تفریح میں۔ ہم نے وہاں لوگوں کو مچھلیاں پکڑتے دیکھا خیال ہوا کہ ہم بھی مچھلی کا شکار کھیلیں، چنانچہ ہم تینوں نے ڈور کانٹے کا انتظام کیا۔ اور اپنی اپنی ڈور پانی میں ڈالدی، اتفاق سے عاجز کی ڈور میں مچھلی پھنس گئی۔

یک لخت کھینچنا چاہا۔ وہاں پر ایک بڑے میاں کھڑے تھے۔ انھوں نے لپک کر عاجز کے ہاتھ سے ڈور لے لی اور ڈھیل دے کر مچھلی کو نکالا۔ پھر اُسی طرح حضرت سیدی الوالد کی خدمت میں لے گئے۔ اور کہا۔ یہ عمدہ قسم کی مچھلی ہے۔ اس کا نام رُہُو ہے۔ یہ سُن کر آپ بہت خوش ہوئے۔ عصر کو جب بگھی کی طرف تشریف لا رہے تھے اور مچھلی ہاشم خمریانی پٹھان کے ہاتھ میں تھی تو آپ نے ہاشم سے فرمایا۔ "دیکھو ہاشم زید نے یہ عمدہ مچھلی پکڑی ہے۔ ہم کو اللہ تعالیٰ سے اُمید ہے کہ اس کو اچھا نصیبہ ملے گا۔" آپ نے اپنے مولیٰ جل شانہ سے ایک اُمید وابستہ کی اور حدیث شریف "اَنَا عِندَ ظَنِّ عَبدِی بِی" کی رو سے یہ عاجز دائماً امیدوار الطافِ باری رہتا ہے۔

گر میل کند سوئے ہلالی عجبے نیست — شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدا را

آپ کی کتابیں

آپ نے اپنی مبارک حیات میں حضرت والدہ صاحبہ محترمہ اور بہنوں سے بارہا فرمایا تھا کہ ہماری کتابیں ہمارے تینوں بیٹوں کی ہیں۔ جب آپ کی وفات کے بعد آپ کے متروکات کی تقسیم ہوئی تو حضرت والدہ صاحبہ اور بہنوں نے تقسیم کرنے والوں سے کہدیا کہ آپ کی کتابیں تینوں بھائیوں کی ہیں۔ لہذا کتابوں کا ذخیرہ ہم تین بھائیوں پر تقسیم ہوا۔ تقسیم ہند تک سب کی کتابیں دلّی میں تھیں اور ہر کتاب سے ہر ایک مستفید ہوا کرتا تھا۔ تقسیم ہند کے بعد دونوں بھائیوں کی کتابیں کوئٹہ چلی گئیں، اس وقت عاجز کو بعض کتابوں کی کمی محسوس ہوئی مثلاً "شرح معانی الآثار از طحاوی، بدائع الصنائع از کاسانی تبیین الحقائق از زیلعی، فتح القدیر از ابن ہمام، بحر الرائق اور الاشباہ والنظائر از ابن نجیم، احکام القرآن از جصاص، التفسیرات الاحمدیہ از مُلّا جیون، الجامع لاحکام القرآن از قرطبی، تفسیر کشف الاسرار وعدۃ الابرار طبع ایران از شیخ الاسلام ہرات، تفسیر الجواہر از طنطاوی جوہری تفسیر روح البیان، تفسیر مظہری، طبقات ابن سعد، شذرات الذہب از ابن عماد الدرر الکامنہ از ابن حجر عسقلانی، مرآت الجنان از یافعی، حلیۃ الاولیا از اصفہانی، نزہۃ الخواطر از سید عبد الحی نفح الطیب از مقری، النجوم الزاہرہ از اتابکی، اخبار مکہ از ازرقی، المنتظم از ابن جوزی، تاریخ الامم والملوک از طبری، البدایۃ والنہایہ از ابن کثیر، منہاج السنۃ النبویہ از ابن تیمیہ، مجموعہ رسائل ابن تیمیہ، مرقات المفاتیح از مُلّا علی القاری، وغیر ہذہ من الکتب النفیسۃ۔

پروردگار جلّ شانہٗ وعمّ احسانہٗ نے محض اپنے فضل وکرم سے یہ کتابیں مہیا کردیں، ان کی یہ دولت خلوت میں جلوت کا لطف حاصل ہے۔ نہ با کسے کارے و نہ از کسے بارے۔

خانقاہ ارشاد پناہ

اللہ تعالیٰ کا خاص کرم ہے کہ خانقاہ ارشاد پناہ ہر طرح کے فسق وفجور سے پاک ہے۔ زائرین کو کامل سکون ملتا ہے۔ اللہ تعالےٰ اس مبارک خطّے کو ہمیشہ مورد فیوضات وبرکات بنائے رکھے۔ جو بھی آئے مستفید اور مستفیض ہو۔

حضرت سیدی الوالد قدس سرہٗ نے ۱۳۱۷ھ میں اسماعیل کو لکھا ہے: "طالب خدا نیست اِلّا ماشاء اللہ۔ از آمدنِ مردم بمیزگی می شود" اور پھر آپ نے اٹھائیس سال کے بعد دورانِ حلقہ میں فرمایا: "غفلت اور تاریکی کا زمانہ ہے اور مسلمانوں کی بدقسمتی سے نیک اور صالح لوگ دنیا سے اُٹھتے چلے جارہے ہیں اور ہم کو آئندہ اور بھی غفلت اور تاریکی نظر آرہی ہے۔ اس پرآشوب وقت میں جب کہ لوگ خود ہم کو خاطر میں نہیں لاتے تو ہمارے بعد کون کسی کو خطرے میں لائے گا۔ خدانخواستہ دل کا مسئلہ کہیں نسیاً منسیاً نہ ہوجائے، آئندہ تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص دن کو تم میں رہ کر نماز پڑھے گا اور رات کو تماشے دیکھے گا اور خرافات میں مبتلا رہے گا، تم اسی کو اپنی غفلت اور کم فہمی سے ولی سمجھوگے۔" آپ نے از روئے کشف جو کچھ فرمایا ہے یہ عاجز بہ چشم سر اُس کیفیت کو دیکھ رہا ہے۔ حافظ منیر الدین منیرؔ نے آپ کے ارشادِ گرامی کو سُنا تھا اور پھر انھوں نے زمانہ کے تغیر کو دیکھا اور کہا۔ ؎

کم نہ تھی مہر سے کچھ روشنی اُن کے دل کی
باتیں خدام سے فرماتے تھے مستقبل کی

آلہ مکبر الصوت

آلہ مکبر الصوت (لاؤڈ اسپیکر) اگرچہ نیک مقاصد کے لئے بنایا گیا تھا لیکن "ہرچہ علتی گیرد علتی گردد" کا مصداق بن گیا ہے۔ اس آلہ سے جو تکلیف بندگانِ خدا کو پہنچ رہی ہے اس کو دیکھتے ہوئے عاجز کو یہ حدیث شریف یاد آتی ہے۔ مشکات کے کتاب الفتن میں صحیحین کی حدیث ہے "عن اُسامۃ بن زید قال اشرف النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی اُطم من آطام المدینۃ فقال ھل ترون ما اُری قالوا لا قال فانی لاری الفتن تقع خلال بیوتکم کوقع المطر۔" یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ کی کسی بلند عمارت پر (پتھر کی بنی ہوئی عمارت) پر چڑھے اور آپ نے صحابہ کرام سے فرمایا۔ کیا تم اس چیز کو دیکھ رہے

ہو جس کو میں دیکھ رہا ہوں۔ صحابہ نے کہا، نہیں۔ آپ نے فرمایا۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے گھروں پر مینہ کی طرح فتنے برس رہے ہیں۔"

اگر فاسقوں نے اس نامسعود آلہ کو فسق و فجور کے نشر کا ذریعہ بنایا ہے تو مسائل سے ناواقف افراد نے بھی ناجائز طریقہ پر اس کا استعمال شروع کر دیا ہے۔ ہر مسجد شریف میں یہ آلہ نصب کر دیا گیا ہے۔ اذان اسی آلہ کے ذریعے نشر کی جاتی ہے۔ اور اذان کا وقت تمام مساجد کا ایک نہیں ہے اسلامی محلوں میں مساجد شریفہ ایک دوسری سے قریب واقع ہیں۔ لہٰذا یہ صورت پیدا ہو گئی ہے کہ ایک مسجد میں نماز ہو رہی ہے اور دوسری مسجد کا مؤذن اذان دے رہا ہے۔ جو لوگ نماز پڑھ رہے ہیں ان کی نماز خراب ہو رہی ہے۔ اور یہ مؤذن اپنی ناسمجھی سے "وَالْغَوْا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُونَ۔" کا مرتکب ہو رہا ہے۔

بعض ائمہ مساجد اس آلہ میں نماز پڑھاتے ہیں۔ یہ لوگ خیال نہیں کرتے کہ اللہ تعالےٰ اپنے حبیب سے کہہ رہا ہے۔ وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذَٰلِكَ سَبِيلًا۔ یعنی اپنی نماز نہ زیادہ بلند آواز سے پڑھو .... اور نہ زیادہ دھیمی آواز سے اور ان دونوں کے درمیان راہِ وسط اختیار کرو۔" علماء کرام نے فرمایا ہے کہ مسجد شریف کی حدود میں آواز دائر رہے۔ بعض افراد رمضان شریف میں ساری تراویح اس آلہ میں پڑھتے ہیں۔ ارشاد نبوی ہے إذا وسد الأمر إلى غير أهله فانتظر الساعة۔ کما رواہ البخاری۔ بعض ائمہ مساجد اذان کے بعد اور نماز سے پہلے وعظ و ارشاد کا دفتر کھول کر بیٹھ جاتے ہیں۔ یہ لوگ طریقۂ نبویہ کو چھوڑ کر حجاج کے طریقہ کو لے رہے ہیں۔ علامہ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ ج ۹ ص ۱۲۱ میں لکھا ہے کہ مکہ مکرمہ فتح کر کے جب حجاج وہاں گیا تو اس نے یہی کیا کہ اذان کے بعد نصیحت کا دفتر کھول کر بیٹھ گیا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ وہاں بیٹھے تھے انھوں نے دو تین مرتبہ نماز، نماز کی آواز لگائی۔ حجاج نے کوئی اثر نہ لیا۔ آپ کھڑے ہو کر تکبیر کہنے لگے۔ جب آپ کھڑے ہوئے تو سب لوگ کھڑے ہو گئے اور مجبوراً حجاج کو نماز پڑھانی پڑی۔ نماز کے بعد حجاج نے آپ سے کہا۔ کس بنا پر تم نے یہ کام کیا۔ آپ نے فرمایا۔ انما نجئ للصلاة فصل الصلاة لوقتها ثم تفتق ما شئت۔ یعنی ہماری آمد نماز کے لئے ہوئی ہے۔ نماز کو اس کے وقت میں پڑھو اور پھر جب تک چاہو باتیں بناتے رہو۔"

واللہ اعلم یہ کیا نصیحتیں ہیں جو تمام ہونے کو نہیں آتیں۔ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اَلدِّیْنُ یُسْرٌ۔ دین سہولت ہے یعنی اس مبارک دین میں سہولت ہی سہولت ہے۔ حضرت سیدی الوالد نے مخلصین سے فرمایا۔ "یہ انحطاط کا زمانہ ہے فرض خدا پر قائم رہنا اور حرام خدا سے بچنا اور خلق خدا کے ساتھ صحیح معاملہ رکھنا موجب نجات ہے۔" آپ نے دو لفظوں میں حقیقت کا اظہار کردیا۔ اللہ سب کو سمجھ دے۔ اس نامسعود آلہ کی وجہ سے خانقاہ شریف میں بھی نزولِ فتن کو قعِ المطر ہو رہا ہے۔ کبھی فاسقوں کی نشریات اور کبھی واعظوں کا شور۔ یہ عاجز دیکھتا ہے کہ جب یہ تکلیف دہ آوازیں آتی ہیں زائرین لاحول پڑھتے ہوئے واپس جاتے ہیں۔

عاجز کا مسلک

اس دورِ پُرفتن میں عاجز کا مسلک اس حدیث شریف پر ہے۔ عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال کیف بک اذا ابقیت فی حثالۃ من الناس مرجت عھودھم وامانا تھم واختلفوا فکانوا ھکذا وشبک بین اصابعہ قال فیم تامرنی قال علیک بما تعرف ودع ما تنکر وعلیک بخاصۃ نفسک وایاک وعوامھم وفی روایۃ الزم بیتک واملک علیک لسانک وخذ ما تعرف ودع ما تنکر وعلیک بخاصۃ نفسک ودع امر العامۃ۔ کما فی کتاب الفتن من مشکات۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے فرمایا۔ تم کیا کرو گے جب ایسے بے خبر لوگوں میں رہ جاؤ گے کہ اُن میں نہ ایفائے وعدہ ہوگا اور نہ امانت مال میں اختلافات ہوں گے اور وہ اپنے احوال کے اعتبار سے اس طرح ہوں گے اور آپ نے اپنے مبارک ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں پھنسائیں۔ عبد اللہ نے کہا، میرے لئے آپ کا کیا ارشاد ہے۔ آپ نے فرمایا تم اُن امور کے پابند رہو جن کو تم جانتے ہو، اور جس کو نہیں جانتے اس کو چھوڑ دو۔ تم صرف اپنے نفس کی فکر کرو۔ اور عوام الناس سے اپنے کو بچاؤ۔ اور ایک روایت میں ہے۔ تم اپنے گھر کے ہو رہو۔ اپنی زبان کو قابو میں رکھو۔ جو تم کو معلوم ہے اس کو لو اور جس کو نہیں جانتے اس کو چھوڑ دو۔ تم اپنے نفس کی فکر کرو۔ عوام کو ان کے احوال پر چھوڑ دو۔" عاجز نے اس حدیث شریف کو اس دورِ پُرفتن میں اپنے لئے مشعلِ راہ بنا رکھا ہے۔ حضرت سیدی الوالد قدس سرہ نے بارہا فرمایا تھا کہ "اپنے بزرگوں کے مسلک سے سرِ مو انحراف نہ کرو۔ فرائض پر مضبوطی سے قائم رہو، حرام سے اپنے کو بچاؤ، ان شاء اللہ

تمہاری نجات ہوگی یہ آپ کا ارشاد اس مبارک حدیث شریف کا خلاصہ ہے۔ وفقنی اللہ لمرضاتہ۔

عیدگاہ کی امامت

دلّی کی شاہی عیدگاہ کی امامت سید طاہر حسن سے اناب وجد متعلق تھی تقسیم ہند کے وقت وہ کراچی چلے گئے اور عیدگاہ کی امامت کا تعلق مولانا احمد سعید سے ہوا اور ان کے بعد ان کے بڑے صاحبزادے مولانا محمد سعید سے ہوا۔ اُن کے بعد چند گرامی قدر علماء و عمائدین عاجز کے پاس آئے اور انھوں نے کہا کہ وقف بورڈ کی خواہش ہی کہ عیدگاہ کی امامت آپ سے متعلق ہو۔ زمانے کے احوال کو دیکھتے ہوئے عاجز کو کچھ تردد تھا۔ چوں کہ ان حضرات کا اصرار تھا اس لئے عاجز نے دوشنبہ، ار رمضان ۱۳۸۵ھ مطابق ۱۰ر جنوری ۱۹۶۶ء کو ان حضرات سے کہا کہ عاجز خالصاً لوجہ اللہ تعالیٰ اس خدمت کو بجالائے گا۔ نہ یہ عاجز کچھ لے گا اور نہ کوئی شخص اس عاجز کے کام میں مداخلت کرے گا۔ وما توفیقی الّا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب۔

ہندوستان میں عام طور پر خطبہ کے بعد دعا کرنے کا طریقہ رائج ہے۔ حالانکہ سنتِ مطہرہ سے اس کا ثبوت نہیں۔ عاجز نے تسکیناً لخواطر العوام واتباعاً للسنۃ النبویہ علی صاحبھا الصلاۃ والتحیۃ یہ صورت نکالی ہے کہ خطبہ ثانیہ کے آخر میں لفظ "دُعا" کہہ کر ہاتھ اٹھا کر دعا کرتا ہی۔ یہ عاجز اپنے مولائے کریم و رحیم سے اُمید رکھتا ہے کہ وہ محض اپنے فضل و کرم سے اس صورت جمع کو طریقہ مسنونہ میں شامل کرلے گا۔"ع باکریماں کارہا دشوار نیست" عاجز درج ذیل خطبات پڑھتا ہے۔

عیدالفطر کا پہلا خطبہ

اَللّٰہُ اَکْبَرُ ۹ مَرّاتٍ۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ کَثِیْرًا وَ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا، اَللّٰہُ اَکْبَرُ مَا اَشْرَقَتْ فِیْ صَبَاحِ ھٰذَا الْیَوْمِ شَمْسُ الْمَسَرَّۃِ، وَتَمَّ شَھْرُ الصَّوْمِ وَاسْتَعَدَّ وَفْدُ الْحَجِّ وَالْعُمْرَۃِ، وَلَبِسَ الْمُؤْمِنُوْنَ جَدِیْدَ الثِّیَابِ اِظْھَارًا لِجَمِیْلِ النِّعْمَۃِ، سُبْحَانَ مَنْ اَوْجَبَ الْفِطْرَ فِیْ ھٰذَا الْیَوْمِ وَحَرَّمَ الصِّیَامَ، اَحْمَدُہٗ وَاَشْکُرُہٗ عَلٰی جَمِیْلِ الْاِنْعَامِ، وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ وَاَسْتَغْفِرُ مِنَ الذُّنُوْبِ وَالْاٰثَامِ، وَاَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ، اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ حَمَلَۃِ شَرِیْعَتِہٖ

وَخَزَنَةِ اَسْرَارِهِ، اَمَّا بَعْدُ، فَيَا عِبَادَ اللهِ، اِنَّ مِنْ آدَابِ الْاِسْلَامِ الْمَشْهُوْرَةِ اِخْرَاجُ زَكَاةِ الْفِطْرِ حَسْبَ السُّنَّةِ الْمَاثُوْرَةِ، وَاَوْجَبَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ نَفْسِهِ وَوَلَدِهِ الصَّغِيْرِ وَعَبْدِ الْخِدْمَةِ بِشَرْطِ اَنْ يَّمْلِكَ نِصَابَ الزَّكَاةِ زِيَادَةً عَمَّا اَهَمَّ، وَاَسْقَطَ عَنْهُ زَوْجَتَهُ وَوَالِدَيْهِ اِلَّا عَلٰى سَبِيْلِ التَّبَرُّعِ، وَتَجِبُ عِنْدَ بَاقِي الْاَئِمَّةِ عَلَى الْمُكَلَّفِ عَنْ نَفْسِهِ وَعَنْ مَنْ يَلْزَمُهُ الْاِنْفَاقُ عَلَيْهِ وَهُمْ اَوْلَادُهُ الصِّغَارُ وَالْعَاجِزُوْنَ عَنِ الْكَسْبِ وَرَقِيْقُهُ وَزَوْجَتُهُ وَالْفَقِيْرُ مِنْ وَالِدَيْهِ، وَاشْتَرَطُوْا اَنْ يَّمْلِكَ زِيَادَةً عَنْ لَوَازِمِ مَنْ يَّوْمِهِ، وَقَدْرُهَا نِصْفُ صَاعٍ مِنَ الْحِنْطَةِ وَصَاعٌ مِنَ الشَّعِيْرِ وَمِنْ غَالِبِ قُوْتِ اَهْلِ الْبَلَدِ، وَتَكْفِي الْقِيْمَةُ عِنْدَ الْاِمَامِ الْاَعْظَمِ، فَعَجِّلُوْا بِاِخْرَاجِهَا فَهِيَ مُطَهِّرَةٌ بِصِيَامِكُمْ، وَمَنْ جَاءَ مِنْ طَرِيْقٍ فَلْيَرْجِعْ مِنْ اُخْرٰى لِتَشْهَدَ لَكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ، وَاسْتَبْشِرُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللهِ وَرِضْوَانٍ مِّنْهُ، رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

عیدالاضحیٰ کا پہلا خطبہ

اَللهُ اَكْبَرُ ۔ ۹ مَرَّاتٍ ۔ اَللهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا وَّسُبْحَانَ اللهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ بَسَطَ لَنَا بِسَاطَ الْاُنْسِ وَالْمَحَبَّةِ، وَقَبِلَ عَمَلَ حُجَّاجِ بَيْتِهِ نُعَامِلُهُمْ مُعَامَلَةَ الْاَحِبَّةِ، اَحْمَدُهُ جَلَّ شَانُهُ وَاَشْكُرُهُ عَزَّ بُرْهَانُهُ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ، اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ وَصَحْبِهِ مَا هَلَّلَ مُسْلِمٌ وَكَبَّرَ، اَللهُ اَكْبَرُ اَللهُ اَكْبَرُ۔ اَمَّا بَعْدُ، فَيَا عِبَادَ اللهِ، قَدْ اَوْحَى اللهُ فِي الْمَنَامِ اِلٰى خَلِيْلِهِ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِذَبْحِ وَلَدِهِ، ثُمَّ هَمَّ فِيْ مِثْلِ هٰذَا الْيَوْمِ بِذَبْحِهِ، فَنَزَلَ الْفِدَاءُ وَاسْتَبْشَرَ، اَللهُ اَكْبَرُ اَللهُ اَكْبَرُ، فَصَارَتِ الْاَضَاحِيْ مِنْ ذٰلِكَ الْوَقْتِ مَرْغُوْبَةً، وَفَضِيْلَةً مِّنْ فَضَائِلِ الْاِسْلَامِ مَطْلُوْبَةً، فَاتَّبِعُوْا فِيْهَا السُّنَّةَ: وَاسْتَوْجِبُوْا فِيْهَا الْمِنَّةَ، فَمَنْ كَانَتْ لَهُ اُضْحِيَةٌ، فَلْيَبْدَأْ بِهَا وَلْيَسْتَقْبِلْ بِهَا الْقِبْلَةَ، وَلْيُكَبِّرِ اللهَ وَلْيَقُلْ اَللّٰهُمَّ هٰذَا مِنْكَ وَلَكَ، اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّيْ كَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلِكَ وَمُحَمَّدٍ حَبِيْبِكَ، وَاَوَّلُ وَقْتِهَا مِنْ صَلٰوةِ الْعِيْدِ لِاَهْلِ الْاَمْصَارِ وَلِاَهْلِ الْقُرٰى مِنْ فَجْرِ هٰذَا النَّهَارِ، وَيَنْتَهِيْ وَقْتُهَا بِغُرُوْبِ شَمْسِ الْيَوْمِ الثَّالِثِ، وَلَا يَبِيْعُ لَحْمًا مِنْ اُضْحِيَتِهِ وَلَا

يُعطى الجزّار شيئاً في أجرته، فعظّموا رحمكم الله شعائر الله فإنّها من تقوى القلوب، وتقرّبوا بضحاياكم فإنّها على الصراط مطاياكم، ذالكم أزكى لكم وأطهر، وكبّروا الله في أيام التشريق عقب الصلوات، ومن جاء من طريق فليرجع من أخرى لتكثر لكم الحسنات، ربّنا آتنا في الدنيا حسنة وفي الآخرة حسنة وقنا عذاب النار۔

عیدین کا دوسرا خطبہ

اللهُ أكبر - ۷ مرّات - لا إله إلّا الله والله أكبر ولله الحمد، الحمد لله حمداً كثيراً كما أمر، وأشهد أن لا إله إلّا الله وحده لا شريك له إرغاماً لمن جحد به وكفر، وأشهد أنّ سيّدنا محمّداً عبده ورسوله، صلّى الله عليه وعلى آله وصحبه ما اتّصلت عينٌ بنظر وأذنٌ بخبر۔ أمّا بعد، فيا أيّها النّاس اتّقوا الله في السّرّ والعلن، وذروا الفواحش ما ظهر منها وما بطن، واعلموا أنّ الله أمركم بأمرٍ أتاكم به شرفاً وتكريماً بقوله - إنّ الله وملائكته يصلّون على النّبيّ يا أيّها الّذين آمنوا صلّوا عليه وسلّموا تسليماً۔ اللّهمّ صلّ وسلّم وبارك على سيّدنا محمّدٍ وعلى آله وأصحابه أجمعين، وارض اللّهمّ عن سادتنا خلفائه الأربعة، أبي بكرٍ وعمر وعثمان وعليّ وعن البقيّة من العشرة المبشّرة وعن الّذين بايعوه تحت الشّجرة وعن سبطيه الشّهيدين أبي محمّدٍ الحسن وأبي عبد الله الحسين وعن عمّيه المكرّمين بين النّاس الحمزة والعبّاس وعن أزواجه الطّاهرات أمّهات المؤمنين وعن جميع الصّحابة والقرابة والتّابعين ومن تبعهم بإحسانٍ إلى يوم الدّين وعنّا معهم يا أرحم الرّاحمين إنّ الله يأمر بالعدل والإحسان وإيتاء ذي القربى وينهى عن الفحشاء والمنكر والبغي يعظكم لعلّكم تذكّرون، اذكروا الله العظيم يذكركم وادعوه يستجب لكم، ولذكر الله أعزّ وأجلّ وأكبر۔ الدّعاء۔ اللّهمّ انصر الإسلام والمسلمين، اللّهمّ انصر جيوش الموحّدين، اللّهمّ أهلك الكفرة والمشركين، اللّهمّ دمّر أعداء الدّين، اللّهمّ قاتل الكفرة أهل الكتاب والمشركين الّذين يجحدون آياتك، ويكذّبون رسلك، ويصدّون عن سبيلك، ويتعدّون حدودك، ويقاتلون أولياءك، اللّهمّ خالف بين كلمتهم، اللّهمّ زلزل أقدامهم۔ اللّهم

اَنْزِلْ بِهِمْ بَأْسَکَ الَّذِیْ لَا تَرُدُّہٗ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِیْنَ، اَللّٰھُمَّ مُنْزِلَ الْکِتَابِ، وَمُجْرِیَ السَّحَابِ، وَھَازِمَ الْاَحْزَابِ، اھْزِمِ الْکُفَّارَ وَانْصُرِ الْمُسْلِمِیْنَ عَلَیْھِمْ، اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ، وَنَعُوْذُبِکَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ، اَللّٰھُمَّ اٰمِنَّا فِیْ اَوْطَانِنَا، وَلَا تُسَلِّطْ عَلَیْنَا مَنْ لَّا یَخَافُکَ وَلَا یَرْحَمُنَا، اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَۃً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ، وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِکَ مِنَ الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ، اَللّٰھُمَّ انْصُرْ مَنْ نَصَرَ دِیْنَ مُحَمَّدٍ، اَللّٰھُمَّ اخْذُلْ مَنْ خَذَلَ دِیْنَ مُحَمَّدٍ، اَللّٰھُمَّ اَصْلِحْ اُمَّۃَ مُحَمَّدٍ، اَللّٰھُمَّ ارْحَمْ اُمَّۃَ مُحَمَّدٍ، اَللّٰھُمَّ فَرِّجْ عَنْ اُمَّۃِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

سعادتِ حج وزیارت

پہلی مرتبہ ۱۳۴۶ھ میں حضرت برادر کلاں حفظہ اللہ وابقاہ نے حج کا ارادہ کیا۔ اُن کے ساتھ اُن کی اہلیہ محترمہ بھی تھیں۔ عاجز بھی مع اہلیہ ان کے ساتھ ہوا۔ افغانستان اور بلوچستان کے پچیس مخلصین ساتھ تھے اور جناب مولانا مولوی محمد عمر صاحب بھی اس مبارک سفر میں ساتھ رہے۔ بنگال کے مولوی عبدالعزیز صاحب کو خبر ہوئی اور وہ بھی دس پندرہ مخلصین کے ساتھ آئے۔ لیکن اُن کا سفر دوسرے جہاز سے ہوا۔ سفر کی تفصیل اس طرح پر ہے

شنبہ ۲۴ رمضان ۱۳۴۶ھ مطابق ۱۷ مارچ ۱۹۲۸ء دلی سے بمبئی کو روانگی ہوئی۔

یکشنبہ ۲ شوال (۲۵ مارچ) کو خسرو جہاز میں بمبئی سے جدہ کو روانگی ہوئی۔

شنبہ ۱۵ شوال (۷ اپریل) جدہ اور پھر مکہ مکرمہ پہنچے۔

شنبہ ۸ ذی القعدہ (۲۸ اپریل) مدینہ منورہ کو روانگی ہوئی۔

چارشنبہ ۱۲ ذی القعدہ (۲ مئی) مدینہ منورہ پہنچے۔

پنجشنبہ ۲۱ ذی القعدہ (۱۱ مئی) مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کو واپسی ہوئی۔

یکشنبہ ۸ ذی الحجہ (۲۸ مئی) احرام باندھ کر منٰی کو گئے۔

دوشنبہ ۹ ذی الحجہ (۲۹ مئی) منٰی سے عرفات گئے۔

بعد مغرب عرفات سے روانہ ہوکر مزدلفہ آئے اور سہ شنبہ ۱۰ ذی الحجہ (۳۰ مئی) کو منٰی پہنچے۔ ظہر کو مکہ مکرمہ گئے۔ طواف وسعی کی اور مغرب تک منٰی واپسی ہوئی۔

پنجشنبہ ۱۲ ذی الحجہ (۱ جون) منٰی سے مکہ مکرمہ واپس آئے۔

سہ شنبہ ۱۷ر ذی الحجہ (۶ر جون) مکہ مکرمہ سے جدہ آئے۔

یکشنبہ ۲۲ر ذی الحجہ (۱۱ر جون) جدہ سے کراچی کے لئے روانہ ہوئے۔

سہ شنبہ ۳۰ر ذی الحجہ (۱۹ر جون) کراچی پہنچے۔

پنجشنبہ ۲ر محرم ۱۳۴۷ھ (۲۱ر جون) کراچی سے کوئٹہ کو روانہ ہوئے۔

جمعہ ۳ر محرم ۱۳۴۷ھ مطابق ۲۲ر جون ۱۹۲۸ء حضرت والدہ صاحبہ کی خدمت میں کوئٹہ پہنچے

یہ مبارک حج نہایت گرمی کے زمانہ میں تھا۔ منیٰ میں پانی کی بیحد قلت تھی۔ ہزارہا افراد کی منیٰ میں وفات ہوئی۔ ہمارے رفقاء میں سے دو کی منیٰ میں وفات ہوئی اور تین بیمار ہوئے۔ اور ہندوستان آکر رحلت کر گئے۔ رحمۃ اللہ علیہم۔

حجاز مقدس پر ہیجّ نجدیوں کے تصرف کا تیسرا سال تھا۔ ان لوگوں میں نہ علم ہے اور نہ تہذیب، محمد بن عبدالوہاب کو یہ لوگ مانتے ہیں۔ جو کچھ اس نے کہہ دیا ہے وہ بمنزلہ منزل من اللہ ہے۔ عاجز نے محمد بن عبدالوہاب کے بعض رسائل کا مطالعہ کیا ہے۔ حفظتَ شیئًا و غابت عنک اشیاءُ۔ اس پر صادق آتا ہے۔ اس کی علمیّت کا خلاصہ یہ ہے کہ تمام عالم کے مسلمان مشرک ہیں اور ان کا قتل جائز ہے۔ نجدیوں نے حجاز مقدس میں مقامات مقدسہ اور مزارات مبارکہ کی جو توہین کی ہے، یقیناً وہ شیطانی عمل ہے۔ وہ مبارک مقام جہاں محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ ہوئی تھی اور جہاں خیزران والدہ ہارون رشید نے ۱۶۰ھ میں مسجد شریف بنائی تھی کوڑا ڈالنے کی جگہ بنائی گئی تھی۔

لمثل ہذا یذوب القلب من کمدٍ　　ان کان فی القلب اسلام و ایمان

نجدیوں کے فتنہ سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آگاہ فرمایا ہے۔ صحیح بخاری میں یہ حدیث شریف ہے "عن ابن عمر قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ اَللّٰھُمَّ بارک لنا فی شامنا۔ اَللّٰھُمَّ بارک لنا فی یمننا۔ قالوا یا رسول اللہ و فی نجدنا۔ قال اللّٰھم بارک لنا فی شامنا۔ اللّٰھم بارک لنا فی یمننا قالوا یا رسول اللہ و فی نجدنا فاظنہ قال فی الثالثۃ ھناک الزلازل والفتن وبھا یطلع قرن الشیطان۔" صدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

مکہ مکرمہ میں جناب محترم و مشفق شیخ ندیم احمد صاحب مجددی اور ان کے فرزندان گرامی

شیخ محمد صادق، شیخ محمد حسن، شیخ محمد مدنی کے پاس قیام رہا۔ اور مدینہ منورہ میں ٹونک کی رباط میں۔

مکہ مکرمہ میں بڑے ماموں جناب محمد اسماعیل صاحب محترم اور ان کی اہلیہ صاحبہ سے ملاقات ہوئی۔ نہایت محبت سے ملے اور انھوں نے نہایت پُر تکلّف دعوت کی، کافی افراد کو بلایا تھا۔ باب السلام میں ان کی دوکان تھی۔ وہ سرمہ فروخت کرتے تھے۔ حضرت والدہ صاحبہ سے بڑے تھے اُن کی کوئی اولاد نہ تھی۔ رحمہ اللہ ورضی عنہ۔

دوسری مرتبہ مصر سے حجاز مقدس کا سفر ہوا۔ عاجز نے قرآن کی نیّت کی۔ سہ شنبہ ۲۹ رذی القعدہ ۱۳۵۰ھ (۱۵ راپریل ۱۹۳۲ء) سولیس سے جدّہ کو روانہ ہوا۔ جمعہ ۲ رذی الحجہ (۸ راپریل) جدّہ پہنچا۔ جناب شیخ ندیم احمد صاحب اور ان کے فرزندان گرامی کے پاس قیام رہا۔ برادر خورد حضرت ابو السعد سالم مع محمود اللہ پسر سربلند جنگ مرحوم کا قیام بھی وہاں تھا۔ پنجشنبہ ۸ رذی الحجہ کو مع برادر خورد و محمود اللہ و مُلا عمر ولد رزنگ قوم سلطان خیل منیٰ کو روانہ ہوئے۔ رات منیٰ میں رہے۔ جمعہ ۹ رذی الحجہ کا وقوف (عرفات میں) ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے جمعہ کا وقوف نصیب کیا۔ اور سردار کل کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم وقوف سے توافق نصیب ہوا۔ فالحمد ولہ الشکر۔

ملا عمر قدیم مخلص تھے خورد سالی میں عاجز کی اور برادر خورد کی خدمت مُلّا ولی محمد نسو خیل کے ساتھ کی ہے اور ان کا قیام خانقاہ شریف میں آخر تک رہا۔ اپنے پیر و مرشد کے سچّے عاشق اور فدائی تھے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ ورحم وَلِیّ محمد ورضی عنہما۔

اتفاق سے مکہ مکرمہ میں برادر طریقت مولانا سیف الرحمٰن سابق صدر مدرس مدرسۂ فتحپوری دِلّی .... عن عزیز القدر ملاقات ہوئی۔ جناب مولانا کی پیرانہ سالی تھی۔ عاجز سے مل کر بہت خوش ہوئے۔ ان کی محبّت اور کیفیت کو دیکھ کر عاجز کو یقین ہوا کہ اُن کو حضرت سیدی الوالد قدس سرہ سے کمال اخلاص تھا۔ رحمہ اللہ ورضی عنہ۔

دوشنبہ ۱۲ رذی الحجہ کو بعد زوال رمی جمار کر کے منیٰ سے مکہ مکرمہ آمد ہوئی اور پنجشنبہ ۵ رصفر ۱۳۵۱ھ (۱۰ رجون ۱۹۳۱ء) کو مکہ مکرمہ سے جدّہ اور پھر شنبہ ۷ رصفر کو جدّہ سے سولیس کو یہ عاجز مع برادر عزیز روانہ ہوئے اور سہ شنبہ ۱۰ رصفر کو سولیس پہنچے۔

افسوس صد افسوس کہ حضرت خال محترم اور اُن کی اہلیہ محترمہ اس دارِ فانی سے دارِ باقی کو رحلت فرما چکے تھے۔ رحمہا اللہ ورضی عنہما۔

چوں کہ یہ عاجز مصر سے تقریباً بے زاد و راحلہ کے آیا تھا۔ اس لئے مدینہ منورہ کا سفر نہ کرسکا۔ حضرات مجددیہ سے طلب و استقراض کی ہمّت نہ ہوئی۔ حضرت جدامجد قدس سرہ کا وہ قول یاد آرہا تھا جو انھوں نے اپنے برادر کلاں سے فرمایا تھا "کہنے کے بعد وہ لذت و حلاوت کب نصیب ہوتی جو نہ کہنے کی صورت میں ہے"۔

تیسری مرتبہ اللہ تعالیٰ نے ۱۳۸۶ھ کا حج کرایا۔ عاجز کے رفیق سفر شیخ عبدالباقی نومسلم و صاحب نسبت تھے۔ یہ سفر مبارک ہوائی جہاز سے ہوا۔ دوشنبہ ۲۴ رذی القعدہ ۱۳۸۶ھ مطابق ۶ ر مارچ ۱۹۶۷ء دلی سے بمبئی ریل سے روانگی ہوئی اور یک شنبہ یکم ذی الحجہ (۱۲ ر مارچ) کو علی الطائر المیمون جدہ کو۔ صبح کی نماز اول وقت میں بمبئی میں پڑھی اور ظہر کی اذان حرم محترم کی سنی۔ مکہ مکرمہ میں عاجز کی دختر دوم سنیہ سلمہا اللہ کا قیام ہے۔ اُن کے خسر حافظ نور محمد صاحب اللہ والے جدہ آگئے تھے اور وہ جدہ سے اپنے گھر لے گئے۔ لہٰذا قیام دختر نیک اختر کے پاس رہا۔ موسم نہایت خوش گوار تھا۔ عاجز نے ایک چھوٹی دری، ایک چھوٹا تکیہ، ایک چادر اور چند دراہم لے کر یکشنبہ ۸ ر ذی الحجہ کو بیت اللہ شریف کے پاس سے حج کی نیت کر کے پاپیادہ منیٰ کو روانہ ہوا۔ عبدالباقی ساتھ تھے۔ منیٰ میں رات رہے۔ وہاں سے تین ہندوستانی رفیق ہوگئے اور ۹ ر ذی الحجہ کو پاپیادہ عرفات کو روانہ ہوئے۔ جبل رحمت کے پاس ایک چھپّر میں ٹھیرے۔ اب کی مرتبہ جبل رحمت پر چڑھنا نصیب ہوا۔ غروب آفتاب کے بعد مزدلفہ کو روانہ ہوئے۔ رات مزدلفہ میں رہے۔ وہاں سے صبح کو منیٰ پہنچے۔ رمی جمرات کر کے قربانی کی اور پھر مکہ مکرمہ جا کر طواف وسعی کی اور سر کے بال اتروا کر نہا کر احرام کھولا اور شام تک منیٰ واپسی ہوئی۔ اور پنجشنبہ ۱۲ ر ذی الحجہ کو بعد ظہر رمی جمرات کر کے مکہ مکرمہ آگئے۔

اب کی مرتبہ حج میں خوب لطف آیا۔ قلب کو سکون ملا۔ نہ کہیں سواری کا انتظار کیا، نہ مطوف کی تلاش کی۔ جہاں خالی زمین ملی دری بچھا کر لیٹ گئے۔

چارشنبہ ۲۵ ر ذی الحجہ (۵ ر اپریل) ظہر کی نماز حرم محترم میں پڑھ کر یہ عاجز مع عبدالباقی مدینہ منورہ کو روانہ ہوئے۔ عصر کی نماز حرم نبوی میں ہوئی۔ عاجز نے قیام رباط حضرت محمد مظہر قدس سرہ میں کیا۔ عبدالباقی ساتھ تھے۔ برادر محترم شیخ محمد مظہر نہایت محبت سے پیش آئے۔ پندرہ دن وہاں قیام رہا۔ اور دل کو کامل سکون نصیب ہوا۔ پنجشنبہ ۱۰ ر محرم ۱۳۸۷ھ (۲۰ ر اپریل) عصر کی نماز

حرم شریف میں پڑھ کر جدہ کو روانہ ہوئے۔ جبکہ ۱۱ محرم کو اپنے رفیق سفر عبدالباقی کو بمبئی روانہ کیا اور یہ عاجز مکہ مکرمہ روانہ ہوا۔ کیونکہ حجاج کی کثرت کی وجہ سے یہ عاجز بیت اللہ شریف کا طواف نہ کرسکا تھا۔ عاجز کو حضرت شاہ عبدالغنی قدس سرہ کی وہ عبارت یاد آئی جو حضرت سیدی الوالد قدس سرہ کو تحریر فرمائی ہے "طوبیٰ لمن آخر ما یبقیٰ علیٰ ما یفنیٰ" لہٰذا عاجز نے ہوائی جہاز کا واپسی کا ٹکٹ ضائع کیا اور سکون قلب سے چھبیس ۲۶ دن۔ از ندائے تہجد تا وقت چاشت صباحاً و از عصر شافعی تا صلاۃ العشاء مساءً اپنے مولیٰ جل شانہ و عم احسانہ کے مبارک گھر کے چاروں طرف گھومتا رہتا تھا اس کی عظمت و بے نیازی اور اپنی مسکنت و عاجزی ہر وقت پیش نظر رہتی تھی۔ تن کا رواں رواں کہتا تھا۔ الٰہی انت مقصودی و رضاک مطلوبی۔

نے از تو حیات جاوداں می خواہم | نے عیش و تنعم جہاں می خواہم
نے کام دل و راحت جاں می خواہم | ہر چیز رضائے تست آں می خواہم

عاجز نے ۱۳۷۱ھ میں نظم شمائل لکھی تھی جو کہ مجموعہ خیر البیان کے ساتھ چھپی ہے۔ اس نظم میں عاجز نے اپنے مولیٰ جل شانہ و عم احسانہ سے مناجات کی تھی۔ پروردگار نے اپنے فضل و کرم سے اُسے پورا کر دیا سو وہ مناجات درج ذیل ہے۔

مُناجات

الٰہی حرم کا سفر ہو میسّر | ہوں اسباب خود اُس رہِ جانفزا کے
وہاں جا کے ارماں نکالوں میں دل کے | ترے گھر کے چاروں طرف پھر پھرا کے
کبھی سنگِ اَسود کو جا کر میں چوموں | کھڑا ہوں کبھی رُکن سے دل ملا کے
گھِسوں تیری چوکھٹ پر اپنی جبیں کو | کروں عرض احوال سب مامضیٰ کے
کھڑا ہو کے میزابِ رحمت کے نیچے | بہادوں گناہوں کو اپنے نہا کے
کروں آبِ زمزم سے سیراب خود کو | بنوں مست اک ڈول اس کا چڑھا کے
محبت میں مَروہ کے چکّر لگاؤں | پھروں سَر کے بل جا کے سر پر صَفا کے
کبھی کوہِ رحمت کی چوٹی پہ جاؤں | کبھی میں مزے لوٹوں غارِ حرا کے
کبھی شوق میں مَشعر و خَیف پہنچوں | کبھی جا کے گلیوں میں لوٹوں مِنیٰ کے

دیارِ حبیب

چلوں چشم سے جانبِ طیبہ گاہے ۔ رہِ شوق میں اپنی پلکیں بچھا کے
بہ اخلاص و شوق و بہ صد شادمانی ۔ منازل ہوں طے اس رہِ دلکشا کے
پہنچ کر مدینہ اُحد جا کے دیکھوں ۔ کبھی دیکھ آؤں مناظر قبا کے
کبھی دُور سے قُبّۂ نور دیکھوں ۔ کبھی جا پڑوں در پہ دارالشفا کے
پڑھوں گاہ مسجد میں جا کر دوگانہ ۔ پھر اُس در پہ مانگوں دعا گڑگڑا کے
حضوری میں جاؤں پھر اس بادشہ کے ۔ اُٹھائے ہوئے ہاتھ اپنے رجا کے
فرشتے زیارت کریں جس کی آ کے ۔ پھریں گرد اُس روضۂ ذوالّلوا کے
کروں نذر بے حد دُرودِ مبارک ۔ بہ صد شوق و اخلاص اُس مجتبیٰ کے
مری جان و اولاد و ماں باپ سب کچھ ۔ فدا ہوں الٰہی اسی پیشوا کے
جبیں جس نے اے زید اس در پہ گھس لی ۔ تماشے وہ پھر دیکھے دل کی جِلا کے

یہ عاجز مولیٰ جلّ شانہ کی عنایات کا کیا بیان کرے۔ حضرت سعدی نے کہا ہے اور خوب کہا ہے۔

نہ حسنش غایتے دارد نہ سعدی را سخن پایاں ۔ بمیرد تشنہ مستسقی و دریا ہمچناں باقی

اللہ تعالیٰ دار النعیم میں اتمامِ مقامِ رضا سے مشرف فرمائے۔ جب کہ وہ اپنے بندوں سے فرمائے گا۔" یا اھلَ الجنۃ فیقولون لبیک ربّنا وسعدیک والخیرُ کلّہٗ فی یدیک، فیقولُ ھل رضیتم، فیقولون ومالنا لا نرضی یا ربِّ قد اعطیتنا مالم تُعطِ احدًا من خلقک، فیقولُ الا اعطیکم افضلَ من ذالک فیقولون یا ربِّ وایُّ شیءٍ افضلُ من ذالک فیقولُ اُحِلُّ علیکم رضوانی فلا اسخط علیکم بعدہٗ ابدًا۔ کما فی الصحیحین۔ جعلنا اللہ منھم۔

زواج عاجز کا عقدِ نکاح بیکشنبہ ۱۴ شوال ۱۳۴۵ھ مطابق ۱۷ اپریل ۱۹۲۷ء صدر بازار میرٹھ میں امۃ القیوم دختر حافظ اشفاق الٰہی صاحب سے ہوا۔ حافظ اشفاق الٰہی اور ان کی اہلیہ زہرہ بی جو کہ اُن کی بنت العم تھیں حضرت سیدی الوالد قدس سرہ سے بیعت تھے۔ اُن کی اولاد نہ تھی، حضرت والدہ صاحبہ نے اُن کی اہلیہ سے فرمایا۔ اگر اللہ تعالیٰ تم کو بیٹی عنایت کرے تو میں زید کے

واسطے اُس کو لوں گی۔ انھوں نے کہا، بی بی صاحبہ آپ دعا فرمائیں کہ اللہ مجھ کو بیٹی دے۔ اگر اللہ نے مجھ کو بیٹی دی، میں ضرور آپ کے حوالہ کروں گی۔ اللہ تعالیٰ نے دوسرے سال ماہ محرم ۱۳۳۲ھ میں ان کو لڑکی عنایت کی۔ حافظ اشفاق الٰہی نے حضرت سیدی الوالد کو عریضہ ارسال کیا۔ اور نام دریافت کیا۔ آپ نے تحریر فرمایا: "امۃ القیوم اچھا نام ہے؛ خدائے تعالیٰ مبارک کرے۔" پھر میلاد شریف کے موقع پر حافظ صاحب مع اہلیہ و دختر آئے۔ حضرت والدہ صاحبہ اُن کی دختر کو لے کر حضرت سیدی الوالد کے پاس گئیں اور اپنا خیال ظاہر فرمایا۔ آپ نے بچی پر دم کیا اور فرمایا تمہارا خیال ٹھیک ہے۔ چنانچہ حضرت والدہ صاحبہ نے بچی کے ہاتھ میں سونے کے کڑے ڈال دیئے۔ چند سال کے بعد حافظ صاحب کی اہلیہ رحلت کر گئیں۔ رحمہا اللہ۔

اولاد

اللہ تعالیٰ نے عاجز کو تین بیٹے اور چھ بیٹیاں عنایت کیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔
۱ ابوالفضل محمد ۲ صفیہ ۳ ابوتراب حامد ۴ ابوالخیر احمد ۵ سنیہ ۶ عطیہ ۷ نقیہ ۸ زکیہ ۹ خیریہ۔ ان میں سے ابوتراب حامد اور ابوالخیر احمد اجر و ذخر آخرت ہوئے۔ لہٰذا عاجز پہلے ان دونوں کا ذکر کرتا ہے اور پھر بنات کا اور آخر میں برخوردار ابوالفضل محمد کا۔

ابوتراب حامد کی ولادت ۲۳ رمضان ۱۳۵۸ھ مطابق ۶ نومبر ۱۹۳۹ء کو ہوئی اور اُسی دن داغ مفارقت دے کر دلی دروازہ کے پاس قبرستان میں مدفون ہوئے۔ جعلہ اللہ لنا اجراً و ذخراً

ابوالخیر احمد کی ولادت دوشنبہ ۱۲ محرم ۱۳۶۰ھ مطابق ۱۰ فروری ۱۹۴۱ء کو ہوئی اور سہ شنبہ ۲۶ صفر ۱۳۶۳ھ مطابق ۲۲ فروری ۱۹۴۴ء کو داغ مفارقت دے گئے۔ اُن کے آنکھ میں کینسر ہو گیا تھا۔ ہر چند علاج کیا، بمبئی بھی لے گئے لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا اور رحلت کر گئے۔ دلی دروازہ کے باہر قبرستان میں مدفون ہوئے۔ جَعَلَہُ اللّٰہُ لَنَا اَجْراً وَّ ذُخْراً۔

۱۔ صفیہ سلمہا اللہ کی ولادت شب جمعہ ۲۴ ذی الحجہ ۱۳۵۶ھ مطابق ۲۴ فروری ۱۹۳۸ء کو دلی میں ہوئی، تاریخی نام "امۃ الخبیر بیگم" ہے۔ جمعہ ۱۳ ربیع الآخر ۱۳۷۹ھ مطابق ۱۶ اکتوبر ۱۹۵۹ء کو ان کا عقد نکاح عزیزم میاں عبداللہ فرزند وسط حضرت برادر کلاں سے ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے دو لڑکیاں عنایت کیں۔ ۲۷ رمضان ۱۳۸۰ھ مطابق ۱۴ مارچ ۱۹۶۱ء کو نجمہ اور ۲۵ رجب ۱۳۸۲ھ مطابق ۲۲ دسمبر ۱۹۶۲ء کو کوکب سلمہا اللہ۔ مع ہذا طبائع میں توافق نہ ہونے کی وجہ سے جمعہ ۵ محرم

۱۳۸۵ھ مطابق ۲۰؍ مئی ۱۹۶۵ء کو جدائی واقع ہوگئی۔ اور صفیہ مع نجمہ و کوکب پنجشنبہ ۲۴؍ ربیع الاول ۱۳۸۶ھ مطابق ۱۴؍ جولائی ۱۹۶۶ء اس عاجز کے پاس دلی آگئیں۔ پروردگار ان کو اور ان کی دونوں بچیوں کو اپنے حفظ و امان میں بہ عافیت و راحت رکھے۔ اُن کی دونوں بچیاں لڑکیوں کے اسکول میں پڑھتی ہیں۔ نجمہ ساتویں میں ہیں اور کوکب چوتھی میں۔ سلمہما اللہ و حفظہما۔

۲۔ سَنِیَّہ سلمہا اللہ کی ولادت ۱۰؍ ذی الحجہ ۱۳۶۱ھ مطابق ۱۸؍ دسمبر ۱۹۴۲ء کو دلی میں ہوئی ہائیر سیکنڈری میں کامیاب ہوئیں۔ دوشنبہ کا دن تمام کر کے بعد مغرب ۲؍ شوال ۱۳۸۵ھ مطابق ۲۴؍ جنوری ۱۹۶۶ء کو اُن کا عقد نکاح اُن کی خالہ امۃ الحی کے چھوٹے بیٹے محمد عابد ولد حافظ نور محمد اللہ والے سے ہوا۔ حافظ نور محمد اور امۃ الحی تقسیم ہند کے بعد دلی سے کراچی اور پھر کراچی سے مکہ مکرمہ چلے گئے۔ اور وہاں عطر کی تجارت کر کے خدا کے فضل و کرم سے آرام کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ سنیہ سلمہا اللہ کو اللہ تعالیٰ نے دو لڑکے اور دو لڑکیاں عنایت کی ہیں۔ ان کے نام اور تاریخ ولادت درج ذیل ہے۔

۱۔ حامد کی ولادت ۱۴؍ رمضان ۱۳۸۶ھ مطابق ۲۶؍ دسمبر ۱۹۶۶ء کو ہوئی۔ تاریخی نام ...... "مرغ چمن حامد" ہے۔

۲۔ سلمیٰ کی ولادت ۱۲؍ محرم ۱۳۸۸ھ مطابق ۱۱؍ اپریل ۱۹۶۸ء کو ہوئی۔

۳۔ اسمار کی ولادت ۲۰؍ جمادی الآخرہ ۱۳۸۹ھ مطابق ۱۰؍ ستمبر ۱۹۶۹ء کو ہوئی۔

۴۔ عادل کی ولادت ۲۴؍ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۱ھ مطابق ۱۸؍ جولائی ۱۹۷۱ء کو ہوئی۔

اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ان بچوں اور ان کے والدین و جدین کو بعافیت و راحت رکھے۔

۳۔ عَطِیَّہ سلمہا اللہ تعالیٰ کی ولادت سہ شنبہ ۵؍ محرم ۱۳۶۵ھ مطابق ۱۱؍ دسمبر ۱۹۴۵ء کو دلی میں ہوئی۔ ہائیر سیکنڈری میں کامیاب ہوئیں۔ شنبہ ۲؍ ذی القعدہ ۱۳۸۴ھ مطابق ۶؍ مارچ ۱۹۶۵ء کو ان کا عقد نکاح میاں محبوب بیگ فرزند مرزا فاضل بیگ سے ہوا۔ حضرت برادر کلاں اوام اللہ ایامہم نے خطبۂ نکاح پڑھا اور ایجاب و قبول کرایا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے عطیہ کو چار بچے عنایت کئے ہیں۔ ایک پسر اور تین دختر، پسر کا نام منصور اور دختران کے نام غَوثِیَّہ و فَوزِیَّہ و سَعدِیَّہ ہیں۔ تاریخ ولادت درج ذیل ہے۔

۱۔ غوثیہ کی ولادت ۷؍ رمضان ۱۳۸۵ھ مطابق ۳۰؍ دسمبر ۱۹۶۵ء کو ہوئی۔ قمری سال سے

"نور دیدہ ثروت" اور شمسی سال سے "پری پیکر غوثیہ" تاریخی نام ہے۔

۲۔ منصور کی ولادت ۴ رجب ۱۳۸۶ھ مطابق ۱۸ اکتوبر ۱۹۶۶ء کو ہوئی۔ "منصور رضا" تاریخی نام ہے۔

۳۔ فوزیہ کی ولادت ۲۳ شعبان ۱۳۸۹ھ مطابق ۴ نومبر ۱۹۶۹ء کو ہوئی۔

۴۔ سعدیہ کی ولادت ۱۳ ربیع الآخر ۱۳۹۱ھ مطابق ۸ جون ۱۹۷۱ء کو ہوئی۔

اللہ تعالیٰ ان بچوں کو اور ان کے والدین کو بہ عافیت و راحت رکھے۔

میاں محبوب بیگ کا کاروبار چٹاگانگ میں تھا اور نور چشم عطیہ مع تین بچوں کے وہاں تھیں ۱۹۷۱ء میں وہاں فتنہ و فساد کی آگ بھڑک اٹھی ہزاروں افراد قتل ہوئے۔ مفسدوں نے میاں محبوب اور ان کی بیوی بچوں کے قتل کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ان کو محفوظ رکھا اور وہ اواخر مئی ۱۹۷۱ء میں بخیر کراچی پہنچ گئے۔ فللہ الحمد وله الشکر

۴۔ نقیہ سلمہا اللہ تعالیٰ کی ولادت چہار شنبہ ۸ محرم ۱۳۶۸ھ ۱۰ نومبر ۱۹۴۸ء کو دلی میں ہوئی، اس سال انھوں نے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے ایم۔ اے کے پہلے سال کا امتحان دیا ہے اور اللہ کے فضل سے اچھے نمبروں سے کامیاب ہوئی ہیں۔ اللہ ان کو خوش نصیب اور نیک فرمائے اور عمر میں برکت دے

۵۔ زکیہ سلمہا اللہ تعالیٰ کی ولادت جمعہ ۴ محرم ۱۳۷۰ھ مطابق ۲۷ اکتوبر ۱۹۵۰ء دلی میں ہوئی۔ اس سال انھوں نے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے بی، اے، کے پہلے سال کا امتحان دیا ہے اور اللہ کے فضل سے اچھے نمبروں سے کامیاب ہوئی ہیں؛ اللہ ان کو خوش نصیب اور نیک فرمائے اور عمر میں برکت دے۔

۶۔ خیریہ سلمہا اللہ تعالیٰ کی ولادت چہار شنبہ ۲۹ شعبان ۱۳۷۵ھ مطابق ۱۱ اپریل ۱۹۵۶ء کو دلی میں ہوئی۔ نویں جماعت میں پڑھ رہی ہیں۔ اللہ ان کو خوش نصیب اور نیک فرمائے، اور عمر میں برکت دے۔

ابوالفضل محمد

نور چشم ابوالفضل محمد سلمہ اللہ کی ولادت جمعہ ۱۳ شعبان ۱۳۵۵ھ مطابق ۳۰ اکتوبر ۱۹۳۶ء کو خانقاہ شریف، دلی میں ہوئی۔ عاجز نے درج ذیل

قطعۂ تاریخ کہا۔

[illegible] قدس سرہ

محمد ابو الفضل جلوہ نمود	منور زروئے چشم و جانم قوی
جگر گوشۂ زید و نورِ بصر	ابو الخیر جدش شہِ دہلوی
بہ باغِ عمر میوۂ نورس است	بہ گلزارِ احمد گلِ معنوی
الٰہی نگہدار ویرا مدام	ز آفاتِ دینی و ہم دنیوی
چو تاریخ میلاد جستم ز دل	مَلک گفت "خورشید مصطفوی"

[illegible] قدس سرہ

عاجز نے ان کا نام حضرت محمد بن زید بن عبد اللہ بن عمر الفاروق رضوان اللہ علیہم کے اسم گرامی کی مناسبت سے محمد رکھا اور ابو الفضل ان کی کنیت تجویز کی۔ جعلہ اللہ من اھل الفضل والکمال فہم و ذکا کے آثار خورد سالی سے ظاہر تھے۔ دلّی سے گیارہویں، علی گڑھ سے بی، ایس، سی، اور سرینگر سے ایم، بی، بی، ایس۔ کی ڈگری لی، ڈیڑھ سال سے حکومت عربیہ سعودیہ میں موظف ہیں۔

عاجز کا دل اس سے بہت خوش ہوا کہ ۱۳۹۱ھ میں جب پہلی مرتبہ حجاز مقدس گئے عُمرہ کیا اور تین دن کے واسطے مدینۂ منورہ گئے اور زیارت مبارکہ سے مشرف ہوئے۔ فطوبیٰ لہ ثم طوبیٰ لہ اور اللہ تعالیٰ نے اب ۱۳۹۲ھ میں ان کو حج کی اور پھر زیارتِ مبارکہ کی توفیق دی۔ ان کے ساتھ ان کی اہلیہ اور بچے بھی تھے۔ اور اتفاق سے ان کی والدہ صاحبہ سَنِیَّۃ سلمہا اللہ اور اپنی ہمشیرہ سے ملنے گئی ہوئی تھیں۔ انھوں نے اپنی والدہ صاحبہ اور اپنی بہن کو بھی حج میں ساتھ لیا۔ اللہ ان کو نیکی کی مزید توفیق دے۔ اور آباء و اجداد کرام قدس اللہ اسرارہم کے کمالات سے پوری طرح بہرہ ور فرمائے۔ طریقۂ شریفہ میں داخل ہو گئے ہیں۔ جعلہ اللہ من عبادہ الصالحین۔

زواج برخوردار کا عقد نکاح حافظ محمد اسحاق فرزند حاجی محمد صدیق، ساکن صدر بازار میرٹھ کی لڑکی خدیجہ بی بی سے شنبہ ۲۲ شعبان ۱۳۸۷ھ مطابق ۲۵ نومبر ۱۹۶۷ء کو دن کے دس بجے مدرسہ امداد الاسلام واقع صدر بازار میرٹھ میں ہوا اور یکشنبہ کو خانقاہ شریف۔ دلّی میں دعوت ولیمہ بہ وجہ حسن ہوئی۔

خدیجہ بی بی کی ولادت جمعہ ۲۱ محرم ۱۳۷۰ھ مطابق ۳ نومبر ۱۹۵۰ء کو ہوئی ہے۔ جب ان کی ولادت ہوئی تھی ان کے والد صاحب نے عاجز کو خط لکھا تھا اور نام دریافت کیا تھا۔

عاجز نے حضرت اُمّ المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا اسم گرامی تجویز کیا تھا، چوں کہ یہ محترم نام ہے، اسی لئے اب عاجز اُن کو مسرت کے نام سے یاد کرتا ہے۔ سلمہا اللہ وحفظہا۔

اولاد

اللہ تعالیٰ نے برخوردار کو تین اولادیں عنایت کی ہیں، سَعد، ہُدیٰ، اَنس۔

۱۔ سَعد کی ولادت جمعہ ۴ ربیع الآخر ۱۳۸۹ھ مطابق ۲۰ جون ۱۹۶۹ء کو ہوئی۔ اور شب یکشنبہ ۶ ربیع الآخر ۱۳۸۹ھ مطابق ۲۲ جون ۱۹۶۹ء کو داغ مفارقت دے گئے۔ رات کو ان کا جنازہ رکھا تھا۔ عاجز کی زبان پر چند شعر آگئے۔ جو درج ذیل ہیں۔

جانِ من، جانانِ من، سعدِ سعید	رُوحِ من، ریحانِ من از من رمید
روزِ اوّل کرد شادم از قدوم	روزِ دُوم طائرِ روحش پرید
حیف آں پاکیزہ جاں نازک بدن	چوں ردائے خاک بر رویش کشید
اِنتَبِہ یا زَیدُ عمّا انت فیہ	یَفعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَاءُ مَا یُرِید
ہر کہ جامِ وصل می نوشد دمے	جامِ فرقت سالہا خواہد چشید
رو بہ درگاہِ خدا آر اے حزیں	اِنّہ بَرٌّ رَؤُفٌ بِالعبید
ہر کرا خواہد نوازد بے حساب	رحمتش را نے نہایت نے عدید
ہاں دعائے خیر کُن بہرِ پسر	تا نہ بیند مثلِ ایں حُزنِ شدید
آں ابوالفضلِ محمد صاف کیش	بخشدش صبر و دہد اجرِ مزید
ہم عطا فرمایدش نعم البدل	روزِ ہالیش جملہ باشد روزِ عید
سالِ ایں مَاسات شد از خود رقم	"وائے زخمِ سعد شیریں جدید"

لِلّٰہِ مَا اَعطٰی وَلَہٗ مَا اَخَذَ وَعِندَہٗ لَزُلفٰی وَحُسنُ مَآب۔

۲۔ ہدیٰ۔ سلمہا اللہ کی ولادت دوشنبہ ۱۱ ربیع الآخر ۱۳۹۰ھ مطابق ۲۲ جون ۱۹۷۰ء کو ہوئی۔ اللہ تعالیٰ اس کی عمر میں برکت دے اور نیک وصالح فرمائے۔

۳۔ اَنس سلمہ اللہ کی ولادت شنبہ ۶ رجب ۱۳۹۱ھ مطابق ۲۸ اگست ۱۹۷۱ء کو ہوئی۔ عاجز نے اس لختِ جگر کا نام سردارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خادمِ خصوصی حضرت اَنس کے اسم گرامی پر رکھا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس کے واسطے دعا فرمائی

تھی۔ اَللّٰھُمَّ اکثر مالَہٗ وَوَلَدَہٗ ۔ آقاؤں کے اکرامات وانعامات میں اُن کے غلاموں کے لئے بھی نصیبہ ہُوا کرتا ہے۔ عاجز کو اپنے مولائے جلیل وکریم سے کامل امید ہے کہ وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ہمنام اس غلام کو اُن کے خوانِ نعمت سے نصیبہ دے گا۔ ع باکریماں کارہا دشوار نیست ؎

عاجز نے اس لختِ جگر سے حضرت امام الاعدلین سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ تک سلسلۂ نسب کو سات شعر میں نظم کیا ہے۔ جو درج ذیل ہے۔

سلسلۂ نسب منظوم

اَنس بوالفضل ولپس زید وابوالخیر و عمر تاباں
سعید وبوسعید ولپس صفی القدر والاشاں

عزیز القدر وعیسیٰ سیفِ دین معصوم وشہ احمد
سپس عبدالاحد حق بین وزین العابدین حق داں

دگر عبدالحی وشیخِ محمد لپس حبیب اللہ
رفیع الدین نصیرالدین سلیماں یوسفِ دوراں

سپس اسحاق وعبداللہ شعیب احمد دگر یوسف
شہاب الدین ونورالدین نصیرالدین ومحمود آں

سلیمان ودگر مسعود وعبداللہ کہیں واعظ
چو عبداللہ مہیں واعظ ابوالفتح آں مہِ رخشاں

دگر اسحاق وابراہیم وناصر باز عبداللہ
عمر لپس حفص وعاصم پور عبداللہ صحابی داں

ختام ایں نسب نامہ امامُ الاَعدلینَ آمد
عمر فاروق بینِ الحقّ والباطل شہِ خوباں

یہ عاجز اپنے مولیٰ جلّ شانہ وعمّ احسانہ کا شکر ادا کرتا ہے کہ اس نے اپنے فضل وکرم سے اس عاجز کی پنجاہ سالہ خواہش پوری کی اور اس کو توفیق دی کہ وہ اپنے مربّی ومرشد، ہادی ووالدِ ماجد قدس اللہ سرہ ونورِ ضریحہ کے مبارک احوال کو قلم بند کرے۔ جو کچھ اس کتاب میں لکھا گیا ہے۔ اللہ کے فضل وکرم سے حرف بحرف صحیح ہے۔ اب پروردگار سے دعا ہے کہ وہ اس کو قبول فرما کر مقبولِ خلائق بنائے اور عاجز کو توفیق دے کہ فارسی داں طبقہ کے واسطے فارسی میں آپ کے احوال مبارکہ لکھے۔

عاجز نے بعض افراد کی طلب پر حضرت سیدی الوالد قدس سرہ کے احوال مبارکہ مختصر طور پر لکھ کر ان کو ارسال کئے ہیں۔ تاریخ سے متعلق واقعات کے سلسلہ میں اس کتاب میں تحریر شدہ تاریخوں پر اعتماد کیا جائے۔ اس کتاب کی ترتیب وتالیف سے چہار شنبہ ۲۵ شعبان ۱۳۹۲ھ مطابق ۴ اکتوبر ۱۹۷۲ء کو عاجز فارغ ہوا۔ چونکہ کاتب کی کتابت اتمام کو نہیں پہنچی تھی اس لئے ۱۳۹۲ھ کے اواخر تک کا ذکر اس کتاب میں آگیا ہے۔ وَالحمدُ لِلّٰہِ اوّلاً وّاٰخِراً والصّلوٰۃُ علیٰ نبیّہٖ ابداً مجدّداً

صفحہ ۴۳۱ سطر ۴ کے بعد کی عبارت

راہ نجات از بلیات

آپ نے ایک پرچہ پر راہ نجات از بلیّات معلوم کرنے کا طریقہ عربی میں تحریر فرمایا ہے۔ اس کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

اگر خدانخواستہ کسی آفت میں کوئی مبتلا ہو اور وہ چاہے کہ خواب میں اس آفت سے نجات پانے کا طریقہ اس کو دکھایا جائے۔ تو وضو کرکے طاہر کپڑوں میں بائیں کروٹ پر لیٹے اور بسم اللہ کے ساتھ سورۂ والشمس، سورۂ واللیل، سورۂ قل ہو اللہ سات سات مرتبہ پڑھے اور پھر سات مرتبہ یہ دعا کرے۔ "اے میرے مولیٰ! مجھ کو خواب میں اس آفت سے (آفت کا بیان کرے) نجات حاصل کرنے کا طریقہ دکھا، اور اس آفت سے بچنے اور خلاصی پانے کی سبیل مہیا کر، اور میری دعا کے قبول ہونے کے آثار خواب میں مجھ پر ظاہر کردے" اگر پہلی رات اس پر ظاہر ہو گیا، فبہا، ورنہ دوسری رات، پھر تیسری رات، یہاں تک کہ سات رات تک یہ عمل کرے۔ اس مدت میں ان شاء اللہ نجات پانے کا طریقہ اس پر ظاہر ہوگا۔ وَقَدْ جُرِّبَ غَيْرَ مَرَّةٍ۔

صفحہ ۴۷۳ سطر ۲ کے بعد کی عبارت

سید ممتاز علی شاہ

آپ محلہ گڑھیا، فیروز آباد کے رہنے والے اور سائیں توکّل شاہ کے خلیفہ کے خلیفہ سے بیعت اور ان کے خلیفہ تھے۔ عاجز سے بیان کیا کہ راہ سلوک میں ایک مقام پر میں اٹک گیا۔ میں نے تیرہ سو چھبیس یا ستائیس (عاجز بھول گیا ہے) میں ایک عریضہ آپ کو کوئٹہ ارسال کیا۔ آپ نے تحریر فرمایا "اس کا حصول متوقف بہ صحبت ہے۔" لہٰذا میں کوئٹہ گیا چند روز آپ کے حلقہ میں بیٹھا اور اس مقام سے عبور حاصل ہوا۔ ان دنوں مولانا سید عبد الجلیل آپکی خدمت میں تھے۔

مولوی حافظ امداد اللہ خاں رامپوری

آپ حافظ عنایت اللہ خاں صاحب کے فرزند اکبر اور عالم وصاحب نسبت تھے۔ آپکے والد ماجد حضرت مولانا ارشاد حسین کے خلیفہ تھے، آپ باقر رضا خاں رامپوری کے ساتھ سرہند شریف گئے۔ وہاں سے واپسی پر حضرت سیدی الوالد قدس سرہ سے ملنے دلّی آئے، خانقاہ شریف پہنچ کر دروازے میں بیٹھ گئے۔ ابھی ان کی اطلاع نہیں ہوئی تھی کہ آپ نے دربان سے دریافت کرایا کہ رامپور سے کون آیا ہے۔ اور پھر آپ نے مولوی امداد اللہ خان کو بلوایا، ان سے ملاقات کی اور پھر اُن کے عرض کرنے پر باقر رضا خاں سے بھی ملاقات کی۔

......باقر رضا خاں [illegible] اس واقعہ کو بیان کرتے ہیں۔

شجرۂ شریفہ نقشبندیہ مجددیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الٰہی کہاں مشتِ خاکِ ذلیل | کہاں بارگاہِ رفیع و جلیل
تری رحمتوں نے اٹھایا اُسے | اِلَیۡہِ الۡوَسِیۡلَہ سُنایا اُسے
وسیلہ نے پھر اس کو پروازدی | کرے عرض تجھ سے وہ آوازدی
وسیلہ نے پہنچایا اس کو وہاں | ملک کی رسائی نہیں ہے جہاں
ترے در پہ آیا وہ عبدِ ذلول | توسّل سے اپنے تو کرلے قبول
توسّل بہ اسمائے حُسنیٰ تمام | توسّل بہ اوصاف زیبا تمام
توسّل بہ اسمِ جلیل و عظیم | دعاؤں کو سُن لے بہ لُطفِ عمیم
توسّل بہ نورِ مقدّس صفات | جنابِ محمدؐ علیہ الصّلات
توسّل بہ سالارِ کُل اولیا | ابوبکر صدیق رمزِ وفا
توسّل بہ سلماں رفیقِ رسُول! | ہُوا آلِ اطہر میں جن کا شمُول
توسّل بہ قاسم امامِ ہُدا | زمانہ میں اپنے وُہی مقتدا
توسّل بہ جعفر مبارک نسب | کہ صادق ہوا جن کا روشن لقب
توسّل بہ شہبازِ اوجِ بعید | جنہیں کہتے ہیں حضرتِ بایزید
توسّل بہ اسرارِ شیخِ زمن | اُویسی قدم حضرتِ بوالحسن
توسّل بہ قطبِ جہاں بُوعلی | کہ جن کی نظر سے بنے صد ولی
توسّل بہ یوسف مبارک لِقا | خدا نے کیا اُن کو غوث الوریٰ

توسّل بہ سرحلقۂ خواجگاں
جنھیں عبدِ خالق ہے کہتا جہاں

توسّل بہ عارف زہے حق مَنِش
کہ پاکیزہ تھی جن کی ہر ہر روش

توسّل بہ محمودِ شائستہ نام
مئے وصل کے جو لُٹاتے تھے جام

توسّل بہ فرخندہ طینت ولی
کہ تھا نام جن کا عزیزاں علی

توسّل بہ سرخیلِ بزمِ طرب
محمّد کہ بابا تھا جن کا لقب

توسّل بہ سیّارِ برجِ کمال
خدا کے مُقرّب امیرِ کلال

توسّل بہ داروے ہر درد مند
وہ مُشکل کُشا حضرتِ نقشبند

توسّل بہ عطّار دیں را علاً
مُعطّر ہوئی جن سے بزمِ صفا

توسّل بہ یعقوبِ دانائے راز
ہُوا جن سے چرخِ صفا سرفراز

توسّل بہ احرارِ عالی مقام
کہ شاہانِ عالم تھے جن کے غلام

توسّل بہ زاہد محمّد ولی
جو تھے واقفِ رمزہائے خفی

توسّل بہ درویشِ شب زندہ دار
محمّد جو تھے مرشدِ روزگار

توسّل بہ طاعاتِ روشن ضمیر
ہوئے بندگی "خواجگی" سے شہیر

توسّل بہ سرچشمۂ نورِ حق
مُنوّر ہیں باقی سے چودہ طبق

توسّل بہ احمد مجدّدِ خطاب
ہُوئے اَلفِ ثانی کے وہ آفتاب

توسّل بہ معصومِ عالی ہِمَم
وہ قیّومِ دوراں وہ اَبرِ کرم

توسّل بہ سیفِ مُجلّائے دیں
سلاطیں ہوئے جن کے زیرِ نگیں

توسّل بہ سیّد چہ پاکیزہ جاں
وہ نورِ محمّد ہے نورِ جہاں

توسّل بہ مرزائے نازک دماغ
وہ ہیں جانِ جاناں روشن چراغ

توسّل بہ شاہِ غلام علی
خلائق کے ہادی خدا کے ولی

توسّل بہ شیخ عدیمُ المثال
شہِ بُوسعید آفتابِ کمال

توسّل بہ فیضانِ قطبِ وحید
سعید ازل شاہ احمد سعید

توسّل بہ شاہِ محمّد عمر
مسیحا نفس، کیمیاوی نظر

توسّل بہ شاہِ ابوالخیرِ من
وہ خیرِ مجسّم وہ قطبِ زمن

توسّل سے اِن نیک بندوں کے سب
رہی جن کو ہر آن تیری طلب

کیا عشق نے جن کا سینہ فگار
ہُوا وَجد سے جن کا دل بے قرار

رہا ذکر میں جن کا ہر ہر رُواں
ہمہ وقت وہر حال رَطبُ اللّساں

ہراک ذرّہ کہتا تھا رَبَّ الملیکْ
تری ذات ہے وحدہٗ لاشریک

لگاتے تھے دل پر یہ صُنعِ عجیب
ترے اسمِ عالی کا نقشِ غریب

تلطّف سے پھر رہ پہ لاتے تھے وہ
توجّہ سے منزل دکھاتے تھے وہ

لطائف میں ہوتا تھا پھر تو اثر
ہراک اپنے مَوطن کو کرتا سفر

جہاں کو سکھایا یہی نیک کام
کیا خوب روشن ترا پاک نام

ترے برگزیدہ تھے وہ ، کردگار
ہے اُن سے ہی وابستہ یہ شرمسار

نہیں گرچہ کوئی بھی حُسنِ عمل
ہے اُن سے تعلق ، مدارِ اَمل

انھیں کے توسّل سے یہ بے نوا
کریما ! اٹھاتا ہے دستِ دُعا

دعا مانگتا ہے بہ عجز و نیاز
سبھی پر ترا بابِ رحمت ہے باز

سوا تیرے دَر کے نہیں کوئی دَر
ترا لطف سب پر ہے شام وسحر

تو ہے سب کا مولیٰ ، تو ہے کارساز
ہراک تیرا بندہ ، تو بندہ نواز

غنی ہے تری ذات سب ہیں فقیر
ترے در کا سائل صغیر و کبیر

شب و روز کرتا ہے سب پر عطا
مُراد اپنی پاتا ہے شاہ و گدا

کرم سے ترے پل رہا ہے جہاں
دُعا میری سُن لے مرے مہرباں

مرے جرم وعصیاں ہوں سارے معاف
گناہوں کے دھبّوں سے نامہ ہو صاف

جلی اور خفی کا نہ اُٹھّے سوال
خطا اور عمد کا مٹے ہر وبال

ہو جس دم مری جان تن سے جُدا
زباں پر رہے نام جاری ترا

ترے ذکر سے قلب مَعمور ہو
ترے نور سے چشم مسرور ہو

مرا جسم جب ہو در آغوشِ خاک
رہے ساتھ اس دم ترا نورِ پاک

لحد میں مجھے پھر نہ تکلیف ہو | جوابوں میں ہرگز نہ توقیف ہو
قیامت میں سر پہ ہو جب آفتاب | ہو میزان استادہ بہرِ حساب
نہ ہو نامہ یارب بہ دستِ یسار | ترے لطف سے ہو مرا بیڑا پار
رہے رَبِّ سَلِّم ہی وردِ زباں | ہوں جس دم بہشتِ بریں کو رواں

التجا

الٰہی بزرگوں سے اُلفت رہے | ہر اک کو نبی کی محبت رہے
فنار الفنا ہو الٰہی نصیب | مقامِ رضا ہو الٰہی نصیب
لطائف ہوں جاری ترے نام سے | ہر اک ذرہ تن کا لگے کام سے
نہ ہرگز خلل ہو نہ کوئی قصور | کسی حال میں بھی نہ آئے فتور
رہے زندگی بھر یہی مشغلہ | اسی پر ہو یا رب مرا خاتمہ

قطعہ

گنہ سے ہوا گرچہ میں خستہ حال | برابر یہ رہتا ہے دل میں خیال
نہ ڈر زید مرشد سے خیرِ جہاں | نبی ؐ تیرا شافع خدا مہرباں

وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ

دُرُودِ کِبْرِیتِ اَحْمَر

حضرات عالی قدر قدس اللہ اسرارہم اس مبارک درود شریف کو پابندی کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ اَفْضَلَ صَلَوَاتِکَ اَبَدًا، وَاَنْمٰی بَرَکَاتِکَ سَرْمَدًا، وَاَزْکٰی تَحِیَّاتِکَ فَضْلًا وَّعَدَدًا، وَاَسْنٰی سَلَامِکَ اَبَدًا اَمْجَدًا، عَلٰی اَشْرَفِ الْحَقَائِقِ الْاِنْسَانِیَّۃِ وَالْجَانِیَّۃِ وَمَجْمَعِ الدَّقَائِقِ الْاِیْمَانِیَّۃِ، وَطُوْرِ التَّجَلِّیَاتِ الْاِحْسَانِیَّۃِ وَمَھْبَطِ الْاَسْرَارِ الرَّحْمَانِیَّۃِ، وَعُرُوْسِ الْمَمْلَکَۃِ الْقُدْسِیَّۃِ، وَاِمَامِ الْحَضْرَۃِ الرَّبَّانِیَّۃِ، وَوَاسِطَۃِ عِقْدِ النَّبِیِّیْنَ، وَ

مُقَدِّمَةِ جَيْشِ الْمُرْسَلِيْنَ ، وَقَائِدِ رَكْبِ الْأَنْبِيَاءِ الْمُكَرَّمِيْنَ ، وَأَفْضَلِ الْخَلَائِقِ أَجْمَعِيْنَ ، حَامِلِ لِوَاءِ الْعِزِّ الْأَعْلٰى ، وَمَالِكِ أَزِمَّةِ الْمَجْدِ الْأَسْنٰى ، شَاهِدِ أَسْرَارِ الْأَزَلِ ، وَمُشَاهِدِ أَنْوَارِ السَّوَابِقِ الْأُوَلِ ، تَرْجُمَانِ لِسَانِ الْقِدَمِ ، وَمَنْبَعِ الْعِلْمِ وَالْحِلْمِ وَالْحِكَمِ ، مَظْهَرِ سِرِّ الْجُوْدِ الْجُزْئِيِّ وَالْكُلِّيِّ وَإِنْسَانِ عَيْنِ الْوُجُوْدِ الْعُلْوِيِّ وَالسُّفْلِيِّ ، رُوْحِ جَسَدِ الْكَوْنَيْنِ ، وَعَيْنِ حَيَاةِ الدَّارَيْنِ ، الْمُتَخَلِّقِ بِأَعْلٰى رُتَبِ الْعُبُوْدِيَّةِ ، وَالْمُتَحَقِّقِ بِأَسْرَارِ الْمَقَامَاتِ الْاِصْطِفَائِيَّةِ ، سَيِّدِ الْأَشْرَافِ ، وَجَامِعِ الْأَوْصَافِ ، الْخَلِيْلِ الْأَعْظَمِ ، وَالْحَبِيْبِ الْأَكْرَمِ ، نَبِيِّكَ الْعَظِيْمِ ، وَرَسُوْلِكَ الْقَدِيْمِ الْكَرِيْمِ ، الْهَادِيْ إِلَى الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِيْمِ ، الْمَخْصُوْصِ بِأَعْلَى الْمَرَاتِبِ وَالْمَقَامَاتِ ، الْمُؤَيَّدِ بِأَوْضَحِ الْبَرَاهِيْنِ وَالدَّلَالَاتِ ، الْمَنْصُوْرِ بِالرُّعْبِ وَالْمُعْجِزَاتِ ، الْجَوْهَرِ الشَّرِيْفِ الْأَبَدِيِّ ، وَالنُّوْرِ الْقَدِيْمِ الْمُحَمَّدِيِّ ، سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ الْمَحْمُوْدِ فِي الْإِيْجَادِ وَالْوُجُوْدِ ، الْفَاتِحِ لِكُلِّ شَاهِدٍ وَمَشْهُوْدٍ ، وَحَضْرَةِ الْمُشَاهَدَةِ وَالشُّهُوْدِ ، نُوْرِ كُلِّ شَيْءٍ وَهُدَاهُ ، وَسِرِّ كُلِّ سِرٍّ وَسَنَاهُ ، الَّذِيْ شُقِّقَتْ مِنْهُ الْأَسْرَارُ ، وَانْفَلَقَتْ مِنْهُ الْأَنْوَارُ ، السِّرِّ الْبَاطِنِ ، وَالنُّوْرِ الظَّاهِرِ ، السَّيِّدِ الْكَامِلِ ، الْفَاتِحِ الْخَاتِمِ ، الْأَوَّلِ ، الْآخِرِ ، الظَّاهِرِ ، الْبَاطِنِ ، الْعَاقِبِ ، الْحَاشِرِ ، النَّاهِيْ ، الْآمِرِ ، النَّاصِحِ ، النَّاصِرِ ، الصَّابِرِ ، الشَّاكِرِ ، الْقَانِتِ ، الذَّاكِرِ ، الْمَاحِيْ ، الْمَاجِدِ ، الْعَزِيْزِ ، الْحَامِدِ ، الْمُؤْمِنِ ، الْعَابِدِ ، الْمُتَوَكِّلِ ، الزَّاهِدِ ، الْقَائِمِ ، السَّاجِدِ ، التَّابِعِ ، الشَّهِيْدِ ، الْوَلِيِّ ، الْحَمِيْدِ ، الْبُرْهَانِ ، الْحُجَّةِ ، الْمُطَاعِ ، الْمُخْتَارِ ، الْخَاضِعِ ، الْخَاشِعِ ، الْمُسْتَنْصِرِ ، الْحَقِّ الْمُبِيْنِ ، طٰهٰ وَيٰسٓ ، الْمُزَّمِّلِ ، الْمُدَّثِّرِ ، سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ ، وَإِمَامِ الْمُتَّقِيْنَ ، وَخَاتِمِ النَّبِيِّيْنَ ، وَحَبِيْبِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ، النَّبِيِّ الْمُصْطَفٰى ، وَالرَّسُوْلِ الْمُجْتَبٰى ، الْحَكَمِ ، الْعَدْلِ ، الْحَكِيْمِ ، الْعَلِيْمِ ، الْعَزِيْزِ ، الْحَلِيْمِ ، الرَّءُوْفِ ، الرَّحِيْمِ ، نُوْرِكَ الْقَدِيْمِ ، وَصِرَاطِكَ الْمُسْتَقِيْمِ ، سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ وَصَفِيِّكَ وَخَلِيْلِكَ ، وَحَبِيْبِكَ وَوَلِيِّكَ وَنَبِيِّكَ وَأَمِيْنِكَ وَدَلِيْلِكَ وَنَجِيْبِكَ وَنُخْبَتِكَ وَذَخِيْرَتِكَ وَخِيْرَتِكَ ، إِمَامِ الْخَيْرِ وَقَائِدِ الْخَيْرِ وَرَسُوْلِ الرَّحْمَةِ ، النَّبِيِّ ، الْأُمِّيِّ ، الْعَرَبِيِّ ، الْقُرَشِيِّ ، الْهَاشِمِيِّ ، الْأَبْطَحِيِّ ، الْمَكِّيِّ ، الْمَدَنِيِّ ، التِّهَامِيِّ ، الشَّاهِدِ الْمَشْهُوْدِ ، الْوَلِيِّ الْمُقَرَّبِ ، الْعَبْدِ الْمَسْعُوْدِ ، الْحَبِيْبِ ...... الشَّفِيْعِ ، الْحَسِيْبِ الرَّفِيْعِ ، الْمَلِيْحِ الْبَدِيْعِ ، الْوَاعِظِ الْبَشِيْرِ النَّذِيْرِ ، الْعَطُوْفِ الْحَلِيْمِ ، الْجَوَادِ الْكَرِيْمِ ، الطَّيِّبِ الرَّءُوْفِ الرَّحِيْمِ ، الْمُبَارَكِ الْمَكِيْنِ ، الصَّادِقِ ، الصِّدِّيْقِ ، الْمُصَدَّقِ ، الْأَمِيْنِ ، الدَّاعِيْ

إليك بإذنك السراج المنير، الذي أدرك الحقائق بجملتها، وفاق الخلائق برمتها، وجعلته حبيبا، وناديته قريبا، وأدنيته رقيبا، وختمت به الرسالة والدلالة والبشارة والنذارة والنبوة، ونصرته بالرعب، وظللته بالسحب، ورددت له الشمس، وشققت له القمر، وأنطقت له الضب والظبي والذئب والجذع والذراع والجمل والجبل والمدر والشجر، وأنبعت من أصابعه الماء الزلال، وأنزلت من المزن بدعوته في عام المحل والجدب وابل الغيث والمطر، فاعشوشب منه القفر والصخر والوعر والسهل والرمل والحجر، وأسريت به ليلا من المسجد الحرام إلى المسجد الأقصى، إلى السماوات العلى، إلى سدرة المنتهى، إلى قاب قوسين أو أدنى وأريته الآية الكبرى، وأنلته الغاية القصوى، وأكرمته بالمخاطبة والمراقبة والمشافهة والمشاهدة والمعاينة بالبصر، وخصصته بالوسيلة العظمى والشفاعة الكبرى يوم الفزع الأكبر في المحشر، وجمعت له جوامع الكلم وجواهر الحكم، وجعلت أمته خير الأمم، وغفرت له ما تقدم من ذنبه وما تأخر، الذي بلغ الرسالة، وأدى الأمانة، ونصح الأمة، وكشف الغمة، وجلى الظلمة، وجاهد في سبيل الله وعبد ربه حتى أتاه اليقين، اللهم ابعثه مقاما محمودا الذي يغبطه فيه الأولون والآخرون، اللهم عظمه في الدنيا بإعلاء ذكره، وإظهار دينه، وإبقاء شريعته، وفي الآخرة بقبول شفاعته في أمته، وإجزال أجره ومثوبته، وإبداء فضله على الأولين والآخرين بالمقام المحمود، وتقديمه على كافة المقربين بالشهود، اللهم تقبل شفاعته الكبرى، وارفع درجته العليا، وأعطه سؤله في الآخرة والأولى، كما آتيت إبراهيم وموسى، اللهم اجعله من أكرم عبادك عليك شرفا، ومن أرفعهم عندك درجة وأعظمهم خطرا، وأمكنهم عندك شفاعة، اللهم عظم برهانه، وأبلج حجته، وأبلغ مأموله في أهل بيته وذريته، اللهم أتبعه من أمته ما تقر به عينه، واجزه عنا خير ما جازيت به نبيا عن أمته، واجز الأنبياء كلهم خير الجزاء، اللهم صل وسلم على سيدنا محمد عدد ما شهدته الأبصار وسمعته الآذان، وصل وسلم عليه عدد من صلى عليه، وصل وسلم عليه عدد من لم يصل عليه، وصل وسلم عليه كما

تحب وترضى ان نصلي عليه، وصل وسلم عليه كما ينبغي ان نصلي عليه، وصل وسلم عليه كما امرتنا ان نصلي عليه وصل وسلم عدد نعمائك وافضالك، اللهم صل وسلم عليه وعلى آله واصحابه واولاده واحفاده وازواجه وذريته واهل بيته وعترته وعشيرته واصهاره واحبابه واختانه واتباعه واشياعه وانصاره وخزنة اسراره ومعادن انواره وكنوز الحقائق وهداة الخلائق ونجوم الاهتداء لمن اقتدى بهم وسلم تسليما كثيرا دائما ابدا وارض عن كل الصحابة رضي سرمدا عدد خلقك وزنة عرشك ورضى نفسك ومداد كلماتك ومنتهى علمك كلما ذكرك ذاكر وكلما سهى عن ذكرك غافل، صلاة تكون لك رضى ولحقه اداء ولنا صلاحا، وآته الوسيلة والفضيلة والدرجة العالية الرفيعة وابعثه المقام المحمود واللواء المعقود والحوض المورود، وصل يارب على جميع اخوانه من الانبياء والمرسلين والاولياء والصالحين وملائكتك المقربين وصلوات الله وسلامه عليهم اجمعين، اللهم صل وسلم على سيدنا محمد السابق للخلق نوره والرحمة للعالمين ظهوره عدد ما مضى من خلقك وما بقي ومن سعد منهم ومن شقي، صلاة تستغرق العد وتحيط بالحد، صلاة لا غاية لها ولا انتهاء ولا امد لها ولا انقضاء، صلاتك التي صليت عليه، صلاة معروضة عليه، مقبولة لديه، صلاة دائمة بدوامك وباقية ببقائك لا منتهى لها دون علمك، صلاة ترضيك وترضيه وترضى بها عنا، صلاة تملأ الارض والسماء، صلاة تحل بها العقد وتفرج بها الكرب وتجري بها لطفك في امري هذا وامور المسلمين، وبارك لنا على الدوام وعافنا واهدنا وامددنا واجعلنا آمنين ويسر لنا امورنا مع الراحة لقلوبنا وابداننا، والسلامة والعافية في ديننا ودنيانا وآخرتنا وتوفنا على الكتاب والسنة واجمعنا معه في الجنة من غير عذاب يبئس، مع كل شفيق وانيس وانت راض عنا ولا تمكر بنا واختم لنا منك بخير وعافية بلا محنة اجمعين، ختم الله لنا بالحسنى، هو مولانا، نعم المولى ونعم النصير، سبحان ربك رب العزة عما يصفون، وسلام على المرسلين، والحمد لله رب العالمين۔

مثنوی گنج فقر

یہ مبارک مثنوی حضرت خواجۂ خواجگان خواجہ باقی باللہ قدس اللہ سرہ الاقدس کی ہے۔ اور حضرت شاہ احمد سعید قدس سرہ جب آپ کا عرس شریف کیا کرتے تھے تو اس موقع پر مثنوی کا ابتدائی حصہ جو درج ذیل ہے۔ کسی سے پڑھوا کر سنا کرتے تھے۔ اس حصہ کو حضرت سیدی الوالد نے ۱۲۹۶ھ میں مقامات معصومی کے اوائل میں نقل کیا ہے۔

خداوندا بہ فقرم راہ بنمائے   وزاں رہ سوئے درگاہ بکشائے

کہ از ناکامئ خود کام یابم   دراں افلاسِ کُل آرام یابم

غنا در فقر و فقر اندر غنا گُم   بشویم دست ازیں شوریدہ قلزم

شوم در قعرِ دریائے الٰہی   امانت دارِ دُرہائے الٰہی

ز آشوبِ دماغِ پُر تحیّر   گہے خود را صدف بینم گہے دُر

گہے زیں ہر دو بالاتر گزینم   صفاتِ بحر را در خود ببینم

بہ بخشش آیم از موج تفکّر   کنم دامانِ کوہ و دشت پُر دُر

بگیرم در کف از دُر شاہوارے   ہم از خود بر خود افشانم نثارے

ز جوشِ سینہ چوں گردم سُبک سیر   بنید ازم بنائے ایں کہن دیر

بیا باقیؔ چرا زیں گونہ پستی   اگر دریا نۂ خود قطرہ ہستی

صدف چندے گرفتہ در کنارت   ز بے رنگی بہ رنگ افتاد کارت

صدف بشکن ز دریا گوہر آور   تو خود غوّاصِ خود شو سر بر آور

عروساں طالبِ ایں گوشوار اند   بروں آ تا بہ پایت سر گزار اند

یکے در پردۂ گفتار برخیز — بہ گوشِ نوعروسے خوش درآویز

اگر شد پردہ نازیبا چہ باک است — جمالِ پردگی بس تابناک است

چو نورِ پردگی بیروں نہ تابد — کسے از پردہ جز نامے نہ یابد

طلب بسیار شد وقتِ قبول است — بگویم گرچہ می دانم فضول است

کنم از گنجِ فقر آگاہ اینک — درآیم در سخن بسم اللہ اینک

بہ نامِ آں کہ دریائے وجود است — زیک موجش دو عالم رانمود است

نمودے فارغ از ننگِ خدائی — فرو رفتہ بہ بحرِ آشنائی

چو انجم پردہ را یکسو نہ کردہ — بروں گشتہ پئے اظہارِ پردہ

ولے انجم پرستِ چند کوتاہ — نہ گردیدند ازیں اظہار آگاہ

ز استیلائے عشقِ نامقیّد — فرو رفتند در انجم مجرّد

شدہ در قیدِ ناپائندۂ چند — ہوادارِ فرو آئندۂ چند

لبے کمیاب می باشد دریں کوئے — خلیلِ لَا اُحِبُّ الآفِلِین گوئے

کجا آں غرقۂ بحرِ مطالب — کہ سر پیچد ز امواجِ کواکب

وجودش موجِ اَللّٰہی بیابد — ز اصلِ موج آگاہی بیابد

ببیند موجِ حُسن و عشق یک دست — شود زیں موجِ عالمگیر سرمست

زیک بحراست، چہ انجم چہ آفاق — چہ حُسن و عشق، چہ قید و چہ اطلاق

عجب بحراست خود در خود شناور — تعالیٰ شانہٗ، اَللّٰہُ اکبر

اگر علمے است از علمِ خدائی است — خودی ہم کبریائی بادشاہی است

دریں معمورہ کثرت را چہ کار است — ہمیں یک ذات و دیگر اعتبار است

اگر قدرت وگر علم و ارادہ است — بہ ظاہر نسبتے چند اوفتادہ است

ہماں اصلِ نسب بے چند و چون است — زہر نسبت کہ میدانی بروں است

ز بحرِ جودِ او کونین جوئے — ز جوئے لطفِ او آدم سبوئے

سبوئے نہ کہ از جوہر گشد سَر — سبوئے آب رفتار شناور

سبوئے خاک و آتش را نہ دیدہ — خدا لیکن جملہ از آب آفریدہ
چو آبِ صاف خالی از کثافت — شدہ ظاہر ز بیرونش لطافت
لطافت عکسِ نورِ لایزالی — نہ آں عکسے کہ از اصل است خالی
چہ عکس است ایں قدر از اصل معمور — چہ نور است ایں ہمہ سبحان ذی النور
زہے قدرت کہ چندیں بیش و کم ساخت — ز بحرش قطرۂ بیروں بینداخت
ہماں بر وحدتِ خود پائے بر جا — ز خود کرد ایں ہمہ کثرت ہویدا
ازیں کثرت نیفزود اعتبارش — دریں جنبش نہ شد ہر گز قرارش

حوادث را بہ ذاتش نیست کارے
نیاید ہر گزش نو اعتبارے

قطعاتِ تاریخ

از برادر محترم حضرت محمد ابوسعید مجددی دامت مکارمہ

سَعِیدٌ بِمَا جَدَّ زَیدٌ بِہٖ — وَخَیرٌ لِمَا خَطَّ فِیہِ بَیَانَات
مَقَامَاتُ خَیرٍ وَتَارِیخُہٗ — لَقَد قُلتُ فِی ذَاکَ "خَیرُ مَقَامَات"
۱۳۹۲

ولہ

یہ ہے تحفۂ خوش مقاماتِ خیر — جہاں زید پائیں مکافاتِ خیر
اَبُ وجد وغیرہ کا لکھا ہے حال — ہیں آلِ محمدؐ و سب آیاتِ خیر
حقائق سے لبریز کیا ہے مفید — معارف سے معمور افاداتِ خیر
یہ ہے غنچۂ نخلِ شاہِ مجدّد — اسے سمجھو منجملہ جنّاتِ خیر
مؤلّف کی تعریف میں ہے یہ کافی — چہ اطوارِ خیر و چہ عاداتِ خیر
سعید ایسی تالیف کے قدرداں ہیں — یہ ہے سعیِ خیر اور مہمّاتِ خیر
یہ اشعار کیوں کر مبارک نہ ہوں — کہ تھے وقتِ تحریر ساعاتِ خیر
یہ دو نکلے دو جملوں میں سالِ طبع (۲ کا تخرجہ) — لکھی خوش کتاب، مقاماتِ خیر
۱۳۹۲ - ۱۳۹۲

ولہ

بیانِ سعادت مقاماتِ خیر — مقالِ کرامت مقاماتِ خیر
یہ سرچشمہ ہے فیض و ارشاد کا — پئے دل ہے راحت مقاماتِ خیر
لکھی زید[۱] نے خوب تاریخ طبع — نسیم ہدایت مقاماتِ خیر
۱۳۹۲

---

[۱] اشارہ ہے کہ یہ تاریخی مادّہ مؤلّف نے کہا ہے۔

ازعزیز فاضل حافظ عبدالحمید مجددی ۔ حفظہ اللہ

یا مقاماتَ خیرٍ خیرُ کتابٍ — جدّ فیہِ یراعُ زیدِ المُھابِ
ایّ فردٍ مجددیّ اصیلٍ — قال عن کلّ ذاک بالانتسابِ
ذاک فی العلمِ لو تخطّیٰ اماماً — ھا ئک الشمس دونہ والحجابِ
عند تحقیقِ فکرہٖ لا یبالی — ولج البحرَ ام سریٰ فی العبابِ
یا مقاماتِ خیرٍ لا ریبَ فیہِ — لک یا زیدُ فیہِ فضلُ الثوابِ
ھاک تاریخہ وقد قلتُ فخراً — "للمقامات دُرّۃُ الانتسابِ"
۱ ۳ ۹ ۲

ولہ

بڑھی اور گھوارۂ علم میں — مقاماتِ خیر، آج تالیف زید
حمیداس کی برجستہ تاریخ تم — کہو۔ "خیرزا ہے یہ تصنیف زید"
۱ ۳ ۹ ۲

ولہ

مرحبا، صلِّ علیٰ، یہ تحفہ تالیفِ زید — ہے "مقامات" اے حمید اک طورِ ارشاداتِ خیر
محفلِ علم و ادب میں پوچھی جب تاریخ طبع — ایک نے اٹھ کر صدا دی "نورِ ارشاداتِ خیر"
۱ ۹ ۶ ۲

ازمولوی محمد اکرام الحق مدراپوری ، حفظہ اللہ

حضرت زیدِ گرامی نورِ چشمِ اولیا — کی یہ تالیفِ مبارک مرحبا صد مرحبا
شادماں ہوکر کہی دل نے یہ تاریخ نکو — بدرِ تابانِ جمالی گنجِ عرفاں باصفا
۱ ۳ ۹ ۲

ازعزیز گرامی نورمیاں ضیا مجددی رامپوری حفظہ اللہ

"تصویر صحیفۂ کمالات" (و) "حالات زندگانی خیر"
۱ ۳ ۹ ۲ ۱ ۳ ۹ ۲

ولہ

مرحبا صد مرحبا اے بوالحسن — یہ کتاب اچھی لکھی ہے آپ نے
اس کا ہر ہر لفظ ہے درسِ عمل — اس کے بارے میں ضیا کیا لکھ سکے
مشورہ یہ دے رہی ہے ہر سطر — کوئی مشکل جب کسی کو آپڑے
بحرِ زخّارِ معانی دیکھنا — ہوں گے حل الجھے ہوئے سب مسئلے

بہرِ اظہارِ عقیدت اے ضیاؔ — تجھ کو بھی تاریخ لکھنا چاہیئے
چوں کہ ہے یہ ۔ حاصلِ خیر الکتب۔ — اس لئے ۔ خیر الکتب اب لکھا ہے۔
۱۳۹۲ — ۱۳۹۲

ولہ

بشنو از من ایں قدر حیران و سرگرداں مشو — شمعِ راہِ معرفت ہستند ملفوظاتِ خیر
گر تو ہستی در تلاشِ راہ حق اے راہ رو — زود بیں ۔ ایں جلوۂ باری تجلیاتِ خیر
۱۹۷۲

ولہ

مجموعۂ حیات و ممات خیر کا ملا

محترم گرامی جناب محمد مدنی فرزند اصغر جناب حافظ شیخ ندیم احمد یحیوی مجددی رامپوری مہاجر مکہ مکرمہ (رحمہ اللہ) نے اُمّ القُریٰ سے درج ذیل تاریخی مادّہ ارسال فرمایا ہے ۔ دامت الطافہ

سوانحِ ہادیِ کامل شاہ ابوالخیر
۱۳۹۲ھ
